

سلسلہ مطبوعات نو لکھنؤ راکھی پری لکھنؤ

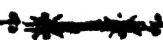
# دیوان امیر خسرو دہلوی

مکمل و مستند مجموعہ وادین خسرو

ترتیب و تصنیف

ڈاکٹر انوار احسن

استاذ شعبہ علوم مشرقیہ، لکھنؤ یونیورسٹی



ناشر

برائے نو لکھنؤ راکھی پری

راجہ رام کمار بک ڈپو و آرنو لکھنؤ بک ڈپو لکھنؤ

سلسلہ مطبوعات نو کشور اکیڈمی، لکھنؤ

دیوان امیر خسرو دہلوی

مؤتَبَّہ

ڈاکٹر انوار الحسن

ناشر

Per  
891.55  
Klu

راجہ رام کمار بکڈپو (واردت) نو کشور بک ڈپو

سن طباعت \_\_\_\_\_ ۱۹۶۷ء

تعداد اشاعت \_\_\_\_\_ اشاعت اول \_\_\_\_\_ ایک ہزار

قیمت مجلد \_\_\_\_\_ اٹھائیس روپیہ

—————



## فہرست

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۵	نذر خلوص	(۱)
۹	تعارف	(۲)
۱۱	مقدمہ	(۳)
۳۵	تفہیم	(۴)
۳۸	دیباچہ	(۵)
۶۲	ساقی نامہ	(۶)
۷۹	فزیات	(۷)
۱۲۱	قصائد	(۸)
۱۵۶	قطعات	(۹)
۱۶۳	رباعیات	(۱۰)

---



# نذرِ مخلص

محترم ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی

پروفیسر و صدر شعبہ فارسی و اردو لکھنؤ یونیورسٹی

کی خدمت میں

دکٹر، انوار الحسن

شعبہ علوم مشرقیہ عربی فارسی

لکھنؤ یونیورسٹی

۱۷ اکتوبر

۱۹۶۷ء





دانی که هستم در جهان من خسر و شیرین باں

گر نائی از بهر دلم، بهر زبان من بیجا

# شیر حضرت امیر خسرو دہلوی



دانی کہ ہستم در چہاں من خسرو شیریں زبان  
گر نانی از ہیر دلم بہسہ زبان من بسا

## تعارف

سعدی ہند حضرت خسرو دہلوی کا مکمل مجموعہ غزلیات مع قصائد، قطعات و رباعیات پیش نظر ہے۔ حضرت خسرو کا نام محتاج تعارف نہیں۔ اس سے قبل یہ مجموعہ "کلیات و دادین خسرو" کے نام سے نو لکھنؤ پریس لکھنؤ نے متعدد بار شائع کیا لیکن اب عرصہ سے کیا ب تھا اور ضرورت تھی کہ ایک اچھا اور مستند ایڈیشن شائع ہو۔ ڈاکٹر انوار الحسن صاحب استاد شعبہ علوم مشرقیہ عربی و فارسی لکھنؤ یونیورسٹی نے اس کی صحت و ترتیب کی طرف توجہ کی اور متعدد نسخوں سے مقابلہ کر کے اسے نو مرتب کیا اور ابتدا میں ایک مفید مقدمہ لکھ کر ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس طرح کتاب کی ضخامت ہی میں اضافہ نہیں ہوا بلکہ اس کی افادہ حیثیت بھی بڑھ گئی ہے۔ نو لکھنؤ اکیڈمی، لکھنؤ کے سلسلہ مطبوعات کی یہ پہلی کڑی ہے جسے پیش کرتے ہوئے ہمیں مسرت ہے کہ کتاب کا معیار ظاہری حسن و نفاست کے ساتھ ساتھ افادہ حیثیت سے بھی بلند ہے جس کے لئے فاضل مرتب اور عبد العظیم صدیقی منجرت و کارکنان راجہ رام کار پریس لکھنؤ کی ممنون ہے۔

جنرل سکریٹری  
نو لکھنؤ اکیڈمی، لکھنؤ

۱۵ دسمبر ۱۹۶۷ء





# مقدمہ

## امیر خسرو دہلوی

ہندوستان کی سرزمین نے فارسی زبان کا ایک ایسا شاعر پیدا کیا جس کو ایران کے بلند پایہ شعراء کے مقابلہ میں فخر کے ساتھ پیش کیا جاسکتا ہے۔ فارسی ادب اور شاعری کا آغاز اور رواج ہندوستان میں اس وقت سے ہوا جب ایران افغان کی طرف سے مسلمان فاتحین کے قدم یہاں آئے، اس وقت سے عہد حاضر تک میر خسرو سے بڑا فارسی کا کوئی شاعر نہیں ہوا۔ ان کی عظمت کا اعتراف اہل زبان نے بھی کیا ہے۔ امیر خسرو ایک جامع کمالات شخصیت کے حامل تھے، وہ فن شاعری میں یگانہ روزگار، علم و فضل میں باکمال، موسیقی کے مجتہد و موجد، شنگاری میں ماہر اور دوسرے متعدد فنون لطیفہ کے مسلم البشوت استاد تھے۔

یوں تو ہندو آریائی روابط کا سلسلہ قدیم زمانہ سے قائم ہے۔ اگر آریائی نسلوں کے اس تمدن پر نظر ڈالی جائے جو پانچ ہزار سال قبل مسیح سے ملت ہزار سال قبل مسیح تک ہندوستان اور ایران میں آئے اور آباد ہوتے رہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا تمدن ایک دوسرے سے کس قدر قریب تھا۔ کیونکہ یہ ایک ہی نسل کے دو گروہ تھے، جن میں سے ایک بحر ہند کے کنارے جا بسا اور دوسرے نے خلیج فارس کے ساحل پر سکونت اختیار کی، دونوں گروہوں کی زبانوں میں بھی مماثلت تھی اور رسم و رواج اور عقائد بھی ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے، ہندو ایران کے قدیم روابط کا اندازہ فردوسی کے شاہنامہ کی بعض داستانوں سے بھی ہوتا ہے، تاریخ فرشتہ نے ان روابط پر تفصیل

کے ساتھ روشنی ڈالی ہے مستند تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ ہندوستان ایران میں سنہ ۶۰۰ قبل مسیح تعلقات قائم تھے ایرانی بادشاہوں میں دارا نے سب سے پہلے سندھ کو فتح کیا تھا۔ اور ایرانیوں کی حکومت ۳۲۵ قبل مسیح تک سندھ میں قائم رہی۔ اور اس وقت سے ایران کا ہندوستان پر گہرا اثر پڑا۔ اسلام سے پہلے اور بعد کے زمانے میں بھی ہند ایران روابط مضبوط سے مضبوط تر ہوتے گئے، اس لیے فارسی ادبیات کی تاریخ بھی ایران اور ہندوستان میں مشترک ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے بعد سے ہندوستان کے مختلف حصوں میں ایرانیوں کی حکومتیں قائم ہوتی رہیں در ایرانی تہذیب کی جڑیں اس سرزمین میں مضبوط ہو کر پھلتی پھولتی رہیں۔ ہندوستان کی تاریخ میں تقریباً ایک ہزار سال سے زیادہ زمانہ ایسا گزرا ہے کہ جب فارسی اس ملک کی اکثر زبانوں پر فوقیت رکھتی تھی اور کئی سو سال تک اس کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل رہا۔ فارسی زبان کا اثر ہندوستانی زبانوں پر بھی پڑا۔ چھٹی صدی ہجری سے ہندوستان میں فارسی ادب کے ارتقا کی رفتار تیز ہو گئی، اور اس کا سب سے زیادہ اثر در و ارج شمالی ہندوستان میں ہوا۔ اور اس زمانہ میں فارسی کے اچھے اچھے شاعر پیدا ہوئے۔ امیر خسرو اسی عہد کے ایک بلند پایہ شاعر تھے جن کے حالات زندگی اور کمالات کا اجمالی تذکرہ ہمارا موضوع ہے۔

**حالات زندگی** | امیر خسرو، پٹیائی، ضلع ایٹہ (اتر پردیش) میں ۷۰۲ھ ہجری مطابق ۱۲۵۳ء کو پیدا ہوئے، ان کے اجداد ترکمان خطائے تعلق رکھتے تھے اور قبیلہ لاجپن کے امرا میں سے تھے اور جنگیز خاں کے عہد میں ماوراء النہر سے ہندوستان میں آکر بس گئے تھے۔ امیر خسرو کے والد ماجد امیر سیف الدین محمود سی ایک دلیر اور نڈر سپاہی تھے۔ بد قسمتی سے خسرو کی عمر صرف سات سال کی تھی کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ان کے نانا عہد الملک سلطان بلبن کے وزیر جنگ تھے، انھوں نے ہونہار نواسہ کو اپنے

سایہ عاطفت میں لے لیا اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری خود سنبھالی۔ خسرو کے والد امیر سیف الدین دہلی کے بادشاہ سلطان شمس الدین التمش کے ایک معزز درباری تھے، امیر خسرو بھی جوانی میں دربار دہلی سے وابستہ ہو گئے، اور انھوں نے یکے بعد دیگرے گیارہ بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ اور خود پانچ بادشاہوں کے دربار سے وابستہ رہے، جن میں پہلا معز الدین کیقباد (۶۸۶-۶۸۹) اور آخری سلطان محمد بن تغلق (۷۲۵-۷۵۲) تھا۔

خسرو کے بچپن میں ہندوستان کے مشہور صوفی و درویش حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا و کا قیام ان کے نانا عماد الملک کے مکان پر تھا۔ یہ خسرو کی خوش قسمتی تھی کہ ان کو ایسی برگزیدہ ہستی کے فیض صحبت سے استفادہ کا موقع ملا، انھوں نے ہدایت کی کھلی کہ ”ہر طرز صفا ہانیاں گو“ خود فارسی کی کتابیں پڑھائیں خسرو نے کم سنی ہی میں شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ خواجہ نظام الدین کے فیضان نے ان کے کلام میں سوز و گداز پیدا کر دیا۔ انھوں نے خود دیوان تحفۃ الصغر کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ ”کم عمری میں شعر درباغی کہنا شروع کیا۔ علما و عمائد مجھے دیکھ کر استعجاب کرتے تھے، میں رات دن مطالعہ اور فکر شعر میں غرق رہتا تھا۔ انوری و سنائی اور خاقانی کے

۱۔ علامہ شبلی نعمانی نے شعر الجم جلد دوم صفحہ ۸۰ پر خسرو کا سن ولادت ۷۸۵ ہجری لکھا ہے جو خود خسرو کے بیان سے غلط ثابت ہوتا ہے۔ خسرو نے اپنی پہلی مثنوی قرآن السعدین میں لکھا ہے کہ یہ مثنوی ۷۸۵ ہجری میں تصنیف کی اور اپنی عمر اس وقت ۳۶ سال لکھی ہے، جس سے سن ولادت ۷۵۲ ہجری ثابت ہوتا ہے۔ ان کے اشعار یہ ہیں ۵۔

در رمضان شد بہ سعادت تمام	یافت قرآن نامہ سعدین نام
انچہ بتاریخ زہجرت گزشت	بود سن شش صد و ہشتاد و ہشت
سالِ ایں امر وز اگر بررسی	راست بگویم ہمہ شش بود و سی

۲۔ دیباچہ تحفۃ الصغر، امیر خسرو۔

کلام سے مجھے بہت دلچسپی رہی اور ہر استاد کے رنگ میں شعر کہنے کی مشق کرتا رہا یہی بے میرے مجموعہ کلام میں تمام اساتذہ کی تقلید اور پیروی کے نمونے جا بجا موجود ہیں خواہم عزیز الدین گلانی جو عالم مجتہد اور بڑے بلند پایہ سخنور تھے ان ایام میں دہلی میں نظر بند تھے۔ کسب کمال کا ذوق مجھے ان کی خدمت میں لے گیا، انھوں نے کلام سن کر تحسین و آفرین سے دل بڑھایا اور اکثر نکات و اشارات سخنوری دل نشین کیے اور شکل اشعار کو جن کے مطالب کی باریکی کو ذہن نہ پہنچتا تھا اصل کر کے بتایا، فطری مناسبت، کثرتِ مطاب و لولہ شوق اور شفقت بزرگان نے رفتہ رفتہ درجہ کمال پر پہنچا دیا۔ خوش قسمتی سے شاہزادہ محمد سلطان دلی عہد سلطان غیاث الدین بلبن جیسا مرہون اور اس وسیلہ سے دربار شاہی میں بار حاصل ہوا۔“

امیر خسرو کے نانا عہد الملک کی سرکاری اور دوسو ترکی اور دوسو ہندی غلاموں کے علاوہ دس ہزار ملازم تھے۔ جب خسرو کی عمر بیس سال کی تھی اس وقت ان کے نانا نے ایک سو تیرہ برس کے سن میں وفات پائی۔ کامل شہر برس تک عہدہ عرض بیگی سلطنت پر مامور رہے تھے، ان کی وفات کے بعد خسرو نے عظیم قتل خان کی سرکاری جو سلطان بلبن کا بھتیجا تھا۔ ملازمت اختیار کر لی۔ ان کی مدح میں کمی قصیدے لکھے خود فرماتے ہیں۔

کہ کچھ عرصہ بعد سامانہ جا کر شاہزادہ بغرا خان صوبہ دار سامانہ سلطان بلبن کا مصاحب ہوا، اور وہ مجھ پر از حد مہربان ہو گیا۔ شبانہ روز اپنے ہمراہ لے جاتا تھا۔ شہر بھری میں طفل بیگ صوبہ دار بنگالہ نے بغاوت کی اور سلطان بلبن خود اس کے زیر کرنے کو شاہزادہ بغرا خان کو ساتھ لے کر روانہ ہوا، اور انجام کار وہاں کی حکومت بغرا خان کو دے کر دہلی واپس آگیا اس وقت سلطان کی عمر ۵۷ برس کی تھی، میں کامل ایک سال کے سفر اور اعزہ کی مفارقت سے بے دل

اور شکستہ خاطر ہو گیا تھا۔ ملازمت چھوڑ کر شاہی لشکر کے ساتھ دہلی واپس آ گیا واپسی پر سلطان محمد دلی عہد نے جو مری سخوری کی شہرت سن کر مشتاق ہو گیا تھا، مجھے ملتان بلالیا، مگر چند ہی ماہ میں مغلوں سے مقابلہ میں سلطان محمد مارا گیا۔ اس لیے سلطان محمد سلطان شہید کے نام سے مشہور ہے، مجھے بھی بہ ہزار دقت قید سے رہائی حاصل ہوئی تو دہلی آیا اور وہاں سے پٹالی آ کر کچھ عرصہ قیام کیا۔ ۱۸۵۶ ہجری میں سلطان خیاث الدین بلبن کے انتقال کے بعد بفرخان کا لڑکا قیقا تخت نشین ہوا مگر میں نے اس دربار کے بجائے کچھ عرصہ کے لیے حاتم خان کی ملازمت اختیار کر لی کیونکہ دربار دہلی میں ملک نظام الدین کا اقتدار تھا۔ ملک نظام الدین جلد ہی راہی ملک عدم ہوا اور پھر مجھے دربار دہلی میں بادشاہ کی مصاحبت کا معزز عہدہ حاصل ہوا جو بڑی علمی اور یہ بھی بہت قدر دان تھا۔

امیر خسرو کی شخصیت بڑی گوناگون اور ہمہ گیر تھی۔ شاعری کا ملک فطری تھا۔ غزل، مثنوی، قصیدہ، قطعہ اور رباعی سبھی اصناف سخن میں طبع آزمائی کی، زبان دانی کا حال یہ تھا کہ عربی، فارسی، سنسکرت اور بھاشا میں ان کو ہمارت حاصل تھی، کمال یہ تھا کہ ان زبانوں میں شعر گوئی پر ان کو پوری قدرت حاصل تھی موسیقی کی طرف مائل ہوئے تو بقول شبلی نعمانی اس فن کو اس درجہ تک پہنچایا کہ نچھ تو برس کی وسیع مدت نے بھی ان کا جواب پیا نہ کیا۔ امیر خسرو نے ہندی اور فارسی راگوں کے امتزاج سے موسیقی کی دنیا میں انقلاب پیدا

لے دیا چوتھے الصغر ۲۰ خود امیر خسرو کا قول ہے ۷

من بہ ز نہائے کسان بیشترے کردہ ام از طبع ثنا سا گذرے  
خوام در دریافتہ و گفتہ ہم جستہ و روشن شدہ زان پیش و کم  
(مثنوی قوام السعدین)

۷۰ شعرا نجم جلد دوم صفحہ ۱۳۵۔

کر دیا، کتے ہی نئے راگ ایجاد کیے اور بہت سے پرانے راگوں میں ترمیم و اصلاح کر کے ان کی شکل بدل دی۔ عشق و محبت اور سوز و گداز ان کے غمیر کے نمایاں اجزاء تھے۔ عشق مجازی سے جب عشق حقیقی کی طرف مائل ہوئے تو تصوف کے بلند مدارج طے کر لیے۔ خود ان کے پیروم رشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اچھوٹے خسرو کو ترک اللہ کا لقب دیا تھا ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

روزِ حشر امید دارم کہ مرا بہ سوزِ سینہٗ این ترک بچہ بخشد  
تو درینا اللہ گویا موی نے نکھا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے خسرو کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے ہیں۔

خسرو کہ بہ شاعری نظیرش کم غاست در ملک سخنوری شہی خسرو راست  
این خسرو راست، ناصر خسرو نیست زیرا کہ خدائے ناصر خسرو راست

گر برائے ترک، ترکم ارہ بر تارک نہند ترک تارک گیرم دہر گز نہ گیرم ترک ترک  
ایمیر خسرو کا ذہن بہت راسخ تھا اور ایجاد و اختراع کی طرف بے حد مائل تھا۔ جس فن کی طرف جھکے اسے بام عروج پر لے جانے کے ساتھ ساتھ اپنی فن کارانہ صنایعوں کے نمونے بھی پیش کیے اردو ادب کی تاریخ میں انھیں اردو کا سب سے پہلا شاعر قرار دیا گیا ہے اور فارسی شاعری میں تو بلاشبہ ایک مسلم الشہوت استاد تھے جن کی عظمت کا اعتراف ایرانی فضلا و نے بھی کیا ہے۔

خسرو کا مرتبہ خود ان کی نظر میں | ایمیر خسرو نے ”غزۃ الکمال“ کے دیباچہ میں شاعروں کے تین درجے متعین کیے ہیں (۱) استاد تمام: ”جو کسی طرز خاص کا موجد

۱۔ تذکرہ دولت شاہ سمرقندی صفحہ ۲۳۹۔ ۲۔ تذکرہ نتائج الافکار صفحہ ۲۱۳۔ ۳۔ تاریخ ادب اردو سکینہ حصہ نظم۔

ہو۔ جیسے حکیم ستائی، انوری، ظہیر نظامی وغیرہ۔

(۲) استاد نیم تمام: جو خود کسی خاص طرز کا موجد نہ ہو لیکن کسی خاص طرز کا پیرو ہو اور اس میں کمال حاصل کیا ہو۔

(۳) سارق: جو دوسروں کے مضامین چراتا ہو۔

آگے چل کر استادی کے لیے چار شرطیں بتائی ہیں۔ (۱) طرز خاص کا موجد ہونا۔

(۲) اس کا کلام شعراء کے انداز پر ہو۔ (۳) صوفیوں اور داعیوں کی طرح ماحضاتہ انداز نہ ہو۔ (۴) خطبیاں اور لغزشیں نہ کرتا ہو۔

مذکورہ شرائط بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ چونکہ مجھ میں مذکورہ شرائط میں سے صرف دو پائی جاتی ہیں۔ یعنی نہ تو مجھ پر سرقہ کا الزام آسکتا ہے اور نہ میرا کلام صوفیوں اور داعیوں کی طرح وعظ و نصیحت پر مبنی ہے، اس لیے میں درحقیقت استاد نہیں ہوں ان کے الفاظ یہ ہیں۔

بندہ را ازان چهار شرط استادی کہ گفته شد، اول شرطی کہ ملک طرز

است بر حکم عاجز آئے کہ در مجرای قلم جویان یافت کہ چندیں استاد را متذلل

کلمات بودہ ام ے

پہون پس رو طرز ہر سو آدم پس شاگردم نہ او استادم

دو شرط دوم آن کہ در تافہ سو ادبے خطانہ باشد، ازان نیز دم نہ توانم زد، کہ

نظم بندہ اگرچہ بیشتر روان است، اما جا بہ جا در غزل و نثر تغزیری ہی جم است۔

درین دو شرط معترفم کہ از لات استادی قرعہ بر نال نتوانم غلطانید۔

خسر و کو اپنی روانی کلام کا اعتراف ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی تسلیم ہے کہ نثر اور غزل

کے مضامین میں باجائز شبیں بھی کر جاتے ہیں اور اسی لیے خود اپنے متعین کردہ ہول نقد

لہ ذیبا چہ غنۃ الکمال۔

نے مطابق خود کو استاد کی کے لائق نہیں تصور کرتے بلکہ شاگرد اور طالب علم کہلانا پسند کرتے ہیں۔ آگے چل کر مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں نے غزل میں محمدی شیرازی مشہور میں نظامی گنجوی۔ قصائد میں۔ رضی الدین نیشاپوری اور کمال اسماعیل اصفہانی کی اور موعظ و حکم کے بیان میں حکیم سنائی اور خاقانی شروانی کی اتباع کی ہے جہاں تک شیریں بیانی اور قاور الملکاتی کا تعلق ہے خسرو کو اس پر بجا طور پر غرہ ہے۔ اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ شخص ان کی شاعرانہ تعلق ہے بلکہ محض اظہار حقیقت ہے۔

دانی کہ ہستم در جہان من خسرو شیرین زبان گزنائی از بہر دلم بہر زبان من بیا  
سخن بشنو مگر از بندہ خسرو جہان چون از سخن گوئے نہ دارد

یہ بارغ مجلس خود ہم چو بلبلس نگہ کن خسرو شیرین زبان را  
اگرچہ خسرو روئے زمیں شدم بہ سخن ہم از وفا سوئے تو ردے بر زمیں دارم  
ہر چند کہ شد خسرو سلطان سخن گویان اند بہر یکے بوسہ ہم ہست گدائے تو  
اور یہ سلطان سخن گویان ساری زندگی کو چہ محبت میں گدائی کرتا رہا ایسی گدائی  
نے اس کی زبان میں ایسا سوز و گداز پیدا کیا جس کی نظیر و مدح کی اور سعدی کے سوا کسی  
دوسرے فارسی شاعر کے کلام میں نہیں ملتی۔

امیر خسرو دوسروں کی نظر میں | شیخ عبدالحق محدث دہلوی (صاحب الشیخہ اللہ تعالیٰ  
نے انھیں سلطان الشعراء، برہان الفضلاء اور شاعری میں یگانہ عالم کے انقباب سے  
یاد کیا ہے۔ اور ان کے نزدیک متقدمین و متاخرین میں کوئی بھی شاعر ان کا ہم پلہ نہ تھا:

دے سلطان الشعراء و برہان الفضلاء است؛ در وادی سخن یگانہ عالم و  
نقادہ نوع نبی آدم است۔ دے در سخن عالمی است از عالم خداوندی کہ پایان نہ دارد۔  
آں چہ اور از مضامین و معانی در اطوار سخن و انواع آن دست داد؛ پہنچ کس  
را از شعرائے متقدمین و متاخرین نہ دادہ؛ در طرز سخن بر فرمود شیخ خود رفت است



کہ فرمودہ ”سخن بہ طرز اصفہانیاں بگو“

سلطان شہید حاکم ملتان کی دعوت پر شیخ سعدی شیرازی نے ضعف کے سبب ہندوستان نہ آسکنے کی معذرت کرتے ہوئے اسے مشورہ دیا کہ ہندوستان میں خسرو جیسا بلند مرتبہ شاعر موجود ہے اسی کی سرپرستی کرنا چاہیے۔ مجموعہ تذکار میں لکھا ہے:

آوردہ اند کہ تا آن ملک عا دلاً و عاجلاً، اتاس قدوم شیخ سعدی از شیراز

نمودہ دید حسین شرقی و عیوش عکرمہ را با تھن گرامی و خرچ کافی نزد شیخ در شیراز

فرستاد۔ اما آن حضرت عند ضعف پیری در میان ہناوہ دسفاکین غزل پڑھا ہر

دومرہ بہ خط مبادک بنشتہ بر سولان سپرد و فرمود کہ در ہند خسرو بس است

خسرو کے ہم عصر مورخوں کے بیانات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شیخ سعدی نے خسرو کی سرپرستی کے سلسلے میں زور دیتے ہوئے ان کے علمی کمالات پر روشنی ڈالی۔ ملا عبد القادر بدایونی لکھتے ہیں:

و شیخ بہ عذر پیری نیامد، اما بہ تربیت امیر خسرو سلطان را وصیت فرمود و

سفارش او فوق الحدوث ہے

صنیاء الدین برنی خسرو کے ہم عصر مورخ اور انھیں کی طرح شاہی درباروں سے بھی وابستہ تھے۔ خسرو کے علمی کمالات کے بارے میں رقم طراز ہیں:

درین عصر علامی شعراے بودند کہ بعد از ایشان بلکہ پیش از ایشان چشمہ درکار

مثل ایشان نہ دیدہ است۔ لایسما امیر خسرو کہ خسرو شاعران سلف و خلف بود

است و در اختراع معانی و کثرت تصنیفات و کشف رموز غریب نظیر نہ داشت و

اگر اتادان نظم و نثر و ریک و دفن بے ہمتا بودند، امیر خسرو در جمیع فنون ممتاز و

۱۔ اخبار الانباء صفحہ ۹۹۔ ۲۔ بری مغل پرشین ان انڈیا مصنفہ عبد الغنی صفحہ ۳۹۴۔ بحوالہ قلمی مسودہ

مجموعہ تذکار صفحہ ۳۹۔ ۳۔ منتخب التواریخ جلد اول صفحہ ۱۳۰۔

مستغنی بود۔ ہم چنان ذوقِ فن کے درجہ میں شاعری سرآمدہ و استاد باشند  
 سلف نہ بود، و در خلقِ تاقیامت پیدا آید یا نیاید۔ امیر خسرو در نظم و شریابی رسی  
 کتاب خانہ تصنیف کردہ است و دادِ سخوری دادہ است <sup>۱</sup>۔  
 سلطان علاء الدین خلجی کے درباری شعراء کا ذکر کرتے ہوئے ایک دوسرے موقع پر  
 برقی نے لکھا ہے :

اگر ہم جو امیر خسرو در عہدِ محمدی و سخی پیدا آمدے ظاہر و خائبان ہست  
 کہ آن پادشاہان دلاستے و اقلے بد و انعام دادندے <sup>۲</sup>۔  
 و رہا بہائیکر کامتا ز اور فارسی کا بلند پایہ شاعر عرفی شیرازی ان کی شیریں بیانی کا  
 ذکر اس طرح کرتا ہے :

بہ روح خسرو ازین پارہ سی شکرِ داوم کہ کام طوطی ہندستان شود شیریں  
 خواہ حافظ شیرازی انھیں طوطی ہند کے نام سے یاد کرتے ہیں :  
 شکر شکن شوند ہمہ طویان ہند زمین قند پارہ سی کہ بہ بنگالہ می رود  
 مولانا جاتی گو اعتراف ہے کہ ”نغمہ نظامی“ کا جواب ہے تو وہ خسرو کی مثنویوں  
 میں ہے۔ <sup>۳</sup>

دولت شاہ سمرقندی نے اپنے تذکرہ کا شعرا میں انھیں خاتم الکلام فی آخر الزمان اور  
 ”دُرِ دریائے معانی“ کے القاب سے یاد کیا ہے اور ان کے لیے لکھا ہے :

کلماتِ او از شرحِ مستغنی است و ذاتِ ملک صفاتِ او بہ غنائمِ عالم معنی  
 غنی گو ہر کانِ ایقان دُرِ دریائے عرفان است، عشقِ باری حقائقِ را در شیوہ حجاز

۱۔ تاریخ برقی صفحہ ۳۵۹۔ ۲۔ تاریخ برقی صفحہ ۳۶۶۔ ۳۔ بہارستان جامی مطبوعہ  
 نو کشور لکھنؤ۔ ۴۔ یہ تذکرہ خسرو کی وفات کے ۱۶۷ سال بعد ۹۲۲ھ ہجری کی  
 تصنیف ہے۔

پرداختہ بلکہ باحوالِ نفس و تعالیٰ عشقِ باختہ۔ جراحاتِ عاشقانِ مستہام را  
اشعارِ لطیف و دلکش می باشد و دہائے شکستہٗ نشتگان را از مزمرِ خسروانی و ادبی خوانند  
باوقایع خاص و عام است از آنش خسرو نام است و در ملکِ سنخوری این نامش

تمام است و در حق او مرتبہ سخن گذاری غم تمام است <sup>علیہ السلام</sup>  
محمد قدرت اللہ کو یا موی صاحب تذکرہٗ نتائج الافکار نے خسرو کی شیریں بیانی  
کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ ایک روز انھوں نے اپنے مرشد حضرت نظام الدین دلیا کی  
مرح میں ایک قصیدہ پیش کیا۔ موصوف کو بے حد پسند آیا تو فرمایا ”انعام کیا چاہتے ہو؟  
خسرو نے خواہش ظاہر کی کہ مجھے شیون کی کلامِ عطا کی جائے، حضرت شیخ نے فرمایا ”میرے  
پلنگ کے نیچے شکوے بھرا ہوا ایک برتن رکھا ہے اسے نکالو اور اپنے سر پر اندیل لو اور  
اس میں سے بخوڑی سی اپنی حلق میں ڈال لو، خسرو نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی اس واقعہ  
کو لکھنے کے بعد قدرت اللہ نے لکھا ہے کہ

”اچھی خسرو و مالک سخن رو مسالک این فن بود، صورت سخن را بہ نقش و  
نگار تازہ جلا بخش گردیدہ و پیکرِ کلام را بہ نہایت خوبی و خوش اسلوبی حسن  
آرائش بخشیدہ بہ ادا بندی مضامین و معانی در ادویٰ سخنوری نگاہِ مہربانہ پہنچ  
لطف اطوار در طریق نظم گسری منتجب زمانہ است۔“ <sup>علیہ السلام</sup>

مولانا آزاد بلگرامی نے امیر خسرو کو معاملہ بندی کا موجد قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔  
”مخفی نہ ماند کہ ہنگامہ آراء سخن طرازی شیخ سعدی شیرازی کہ مردع طراز غزل  
است خال خال وقوع گوی“ ہم دار و . . . اما سچ نقوش مانوی امیر خسرو

۱۔ تذکرہٗ دولت شاہ مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۳۸۔ ۲۔ نتائج الافکار مطبوعہ ممبئی  
تصنیف ۱۲۵۶ھ ہجری صفحہ ۲۱۲۔ ۳۔ نتائج الافکار صفحہ ۲۱۲۔ ۴۔ لکھنؤ کی زبان میں وقوع  
گوئی کو معاملہ بندی کہا جاتا ہے شعر العجم جلد دوم صفحہ ۱۷۶۔

دہلوی کہ معاصر سعدی است بانی وقوع کوئی گرویدہ و اساس آن را بلند ساخت  
مولانا الطاف حسین حالی نے غزل کے علاوہ دیگر اصنافِ سخن میں امیر خسرو کو سعدی  
شیرازی سے بہتر قرار دیا ہے، اور غزل گوئی میں ان کو شیخ سعدی کا پیر و بنایا ہے۔ اور  
اس سلسلہ میں انھوں نے خود امیر خسرو کے حسب ذیل اشعار کو سند کے طور پر پیش کیا ہے  
جو ”مثنوی نہ سپہر سے ماخوذ ہیں :

کس نہ بیند سوئے نظم دل گیر      کہ نہ گرد و بہ دے منزل گیر  
چون نہ ماند بہ دل خلق یاد      گوچہ شد زادہ همان دان کہ نہ زاد  
تا بہ جائے کہ حد پار سیان      اندرین حمد و دتن گشت عیان  
زان کے سعدی و ثنائیش ہمام      ہر دو را در غزل آئین تمام  
لیک اگر سوئے دگر باری دست      شعرشان بہت بدان گو نہ کہ بہت  
بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحی نے حیاتِ امیر خسرو پر تقریظ لکھتے ہوئے ان کے متعلق لکھا ہے  
”اس سرزمین سے حضرت امیر خسرو عیا صاحب ذوق ذی کمال و جامع صفات  
شخص اب تک پیدا نہ ہوا۔ وہ فارسی کے نہایت بلند پایہ شاعر ہیں۔ استاد غزل  
سعدی مانے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو ان کی ہمسری کا دعویٰ ہو سکتا ہے تو وہ حضرت  
امیر خسرو ہیں۔ ان کے کلام کی فصاحت، روانی اور خاص کر سوز و گداز جس میں  
تصوف کی چاشنی بھی شامل ہے، اپنا جواب نہیں رکھتی۔ یوں تو سب اہل زبان کو  
اپنی ہی زبان کا غزوہ ہوتا ہے۔ لیکن اہل ایران اس معاملہ میں خاص طور پر ممتاز  
ہیں۔ وہ کسی غیر ایرانی کے کلام کو خاطر میں نہیں لاتے لیکن حضرت امیر خسرو کے  
سامنے انھیں بھی جھکنا پڑا ہے۔“

۱۔ خزائنِ عامہ مطبوعہ ڈاکٹر صفحہ ۲۵۔ ۲۵ حیاتِ سعدی صفحہ ۱۶۱۔ ۱۶۲ مطبوعہ انصاری پریس دہلی قسط ۴  
۳۔ ماخوذ از تقریظ۔ حیاتِ امیر خسرو صفحہ ۳ مطبوعہ ڈاکٹر پریس کراچی نوٹہ نقلی محمد خان فوجوی۔

امیر خسرو کی مختلف رنگارنگ خصوصیات سے قطع نظر یہاں ان کے شاعرانہ کمالات پر روشنی ڈالنا مقصود ہے، یہ سب حقیقت ہے کہ امیر خسرو ہندوستان میں فارسی زبان کے سب سے بڑے شاعر تھے۔ ان کی زبان میں ایسی جلالت تھی، محاورہ اور روزمرہ پر انھیں ایسا عبور تھا اور کلام میں ایسی بے پناہ روانی تھی کہ لوگ انھیں ”سعدی ہند“ اور ”طوطی شیریں مقال“ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ ذہانت فطرت سے دلچست ہوئی تھی بچپن ہی سے شعرو شاعری کا مشغلہ شروع کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ابھی دودھ کے دانت بھی گرنے نہ پائے تھے کہ شعر کہنے لگے ”دیوان غزۃ الکمال“ کے ویسا چھ میں خود کہتے ہیں۔

”دران صغیر کہ دندان فی افتاد سخن می گفتم و گوہر از دہانم فی ریخت“

بچپن میں خواجہ نظام الدین اولیا کی شاگردی اور فیض صحبت نے ان کے فطری جوہر شاعری کو خوب چمکایا اور پروان پڑھایا۔ خسرو کو اپنے پیر و مرشد سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ ۸ ربیع الاول ۷۲۵ ہجری کو بروز چار شنبہ بوقت نماز عصر خواجہ نظام الدین اولیا نے پورا نوے سال کی عمر میں وفات پائی تو امیر خسرو کے لیے یہ صدمہ جانکا ثابت ہوا اس زمانہ میں وہ دہلی میں موجود نہ تھے بلکہ بنگال گئے ہوئے تھے، جب مرشد کے انتقال کی خبر سنی تو دیوانہ وار دلی پہنچے اور ان کی قبر کے پاس زمین پر سر رکھ کر کہا:

”مسبحان اللہ! آفتاب در زیر زمین و خسرو زندہ؟“

اور پھر بے ہوش ہو گئے، جب دیر کے بعد ہوش آیا تو یہ شعر پڑھا:

گوری سوے سچ پر، مگر پر ڈار و کھیس

چل خسرو گھر اپنے سانج بھی جو دیس

اس کے بعد فوراً ان کی روح قصص غصری سے پرواز کر گئی اور اپنے مرشد کی پائنتی دفن

لے دیا چہ غزۃ الکمال دیوان خسرو۔ مگر خسرو محمد بن تغلق بادشاہ ہند کے ساتھ بنگال گئے

تھے۔

کئے گئے، محبت و عقیدت کے ایسے گہرے تعلق کی مثال ملنا مشکل ہے،  
خواجہ کو بھی امیر خسرو سے بے حد محبت تھی اور ان پر بہت زیادہ شفقت  
کرتے تھے۔ مشہور ہے کہ ایک بار انھوں نے فرمایا کہ:-

”اگر خلافت شریعت نہ ہوتا تو میں یہ وصیت کر جاتا کہ خسرو کو  
میر کا قبر میں دفن کیا جائے۔ تاکہ وہاں بھی ہم دونوں یکجا رہیں۔“  
یہ خلافت شریعت خواہش تو پوری نہ ہوئی، لیکن خسرو نے اپنے مرشد کے  
قدموں میں جگہ ضرور پائی۔

۱۔ مدیم المقال طوطی شکر مقال | ۲۵، ہجری سے سن وفات نکلتا ہے۔  
مولانا شہاب ممالی نے حسب ذیل قطعہ تاریخ وفات لکھا تھا، جو خسرو کے  
شک بعد پندرہ ہے۔

میر خسرو، خسرو ملک سخن	آں محیط فضل و دریائے کمال
نیراد گلش ترازا ماربعین	نغم او مانی ترازا آب زلال
نبیل دستان سرلے بے قریں	طوطی شکر مقال بے مثال
اوپے تاریخ سال فوت او	چوں نہاد م سر بہ زانوئے خیال

شد مدیم المثل یک تاریخ او

۲۵، ہجری

دیگرے شد ”طوطی شکر مقال“

۲۵، ہجری

امیر خسرو کے شاعرانہ کمالات | خسرو نے تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے  
 غزل الہ کا خاص میدان تقاضہ گوئی میں بھی  
 ان کی مہارت مسلم ہے لیکن فطری طور پر وہ مدح سرا کی کو پسند نہیں کرتے تھے، جیسا کہ  
 انھوں نے خود کہا ہے۔ قطعہ

از گفتن مدح دل بمسود      شعرا پر تر و فصیح باشد  
 گرد ز نفس چسماغ مرده      گر خود نفس بہ سج باشد

قطعہ، رباعی، شہنوی وغیرہ اصناف سخن میں انھوں نے ہزاروں اشعار لکھے اور ان میں  
 بیشتر نہایت بلند پایہ ہیں۔ ان کا فقہیہ کلام نہایت دلکش، روح افزا اور ایمان پرور ہے  
 اگرچہ مقدار میں کم ہے مگر جو کچھ ہے وہ امتیازی خان کا حامل اور مقبول خاص عام ہے  
 بقول عرقی شیرازیؒ

عرقی مشابہ اس رہ نعت مست صحرست      آہستہ کہ وہ بردم تیغ ست مسلم را  
 اکثر شعرا زور بیان، اور شدت جذبات کی وجہ سے اس ماہ میں بھٹکے ہوئے نظر  
 آتے ہیں۔ کوئی عبد معبود کے امتیازات کو مٹا دیتا ہے، کوئی سراپا نگاری میں ایسی  
 بے سرو پا باتیں کہتا ہے کہ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں کسی نے نصیحت کی  
 پاکیزہ صنف کو غزل بنا ڈالا، اور کوئی صرف معجزات کے ذکر پر اکتفا کرتا ہے۔  
 خسرو ادب شناس محبت اور رمز گاہ حقیقت تھے، وہ اپنے جذبات عقیدت کا  
 اظہار غلو سے کرتے ہیں۔ لیکن پاس ادب ملحوظ رکھتے ہیں۔ محبوب بلالؓ کی مدح  
 کی مدح کرتے ہیں ”رب العالمین“ کے الفاظ کا سہارا لے کر

احمد مرسل کزد چرخ علویافتہ      نامہ یثقل الرسل فضل از دیافنتہ  
 اے گفتہ بہ امت تو یزداں      قد حبا و کرم الہ رسول با حق  
 جز خدا کس قدر تو نشا خست نامک      کس خدا را ہم چو تو نشا خستہ

فلسفہ و حکمت کے مضامین خسرو کا موضوع سخن نہیں، وہ تو عشق کی راگنیاں گاتے ہیں،  
 حُسن کے نغمے لاتے ہیں اور بہائے شیریں کے بیانات کے شکر انشاں رہتے ہیں۔ لیکن  
 اگر کبھی فلسفہ و حکمت کے مضامین بیان کرتے ہیں تو اپنے مخصوص طرز میں اس طرح کہ  
 بیش ناگوار بھی گوارا بن جاتا ہے۔

خویش را در کوئے بے خویشی سنگن      تا بہ بینی خویش را بے خویشی  
 از تنم جز پیرہن موجود نیست      جان من جانان شدن پیرہن  
 آدمی خوش دل نہ باشد گر چہ در جنت بود

آدمی خود کے تواند بود، چون آدم نبود؟  
 زندگی کی بے ثباتی کے مضامین اکثر شعرا کے کلام میں ملتے ہیں۔ خسرو کی زبان  
 سے بھی سنئے۔

جان کہ بہ دنبال تست، چند عنانش کشم  
 چوں ز پئے ات رفتی ست، ہم بہ تو باید سپرد  
 غم نیستی دہستی نہ خورد کسے کہ داند      کہ گزشت عمر و بانی نہ بود جان فانی  
 زبان کی حلاوت اور گھلاؤٹ کے لئے فارسی شاعری میں سعدی شیرازی  
 سے زیادہ ممتاز کوئی دوسرا نہیں۔ لیکن خسرو ان کے شریک غالب نظر آتے ہیں۔  
 سہل متنع کا استعمال ان کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ پامال اور فرسودہ مضامین  
 ان کے طرزِ ادا سے جاندار نظر آتے ہیں۔

گر صبر کنیم جاں تو اں برد      لیکن چہ کنیم چوں نہ باشد  
 مارا کہ بہ دیدنت ہلا کنیم      تا دیدن تو چہ حال باشد  
 ہر ماہے اگر چہ تو شود ماہ      باروئے تو در نظر نیاید  
 جائے کہ تو ہم چہ بر آئی      مہ بیش رخت کجا بر آید



باید اداں بہمن نازکناں می گشتی      سر و یک پایے ستادہ بہ لب جو بماند

عاشقان را بہ کہ رفتن و باز آمدن نفس      دل ز جامی و دو باز بہ جامی آید

بے ردے نو نوش می شود نیش      و ز دست تو نیش می شود نوش

شکر آن ست کہ اندر لب تبت      سخن این ست کہ مای گوئیم

از من قمر ارد صبر نہ دانم کجا شدند      من خود ز خویش ہیج نہ دانم کجا شدم

غمت پر ز خون کرد دلہا بے      و زان غنچہ ہا گلشت ساختہ

امیر خسرو کی رومانی شاعری فارسی ادب عالمی میں نمایاں مقام کی حامل ہے۔ ان کا رنگ تغزل رومان سے بھرا ہوا ہے۔ وہ خود آنسو بہاتے ہیں تو دوسروں کو بھی اپنے ساتھ رونے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ہنستے ہیں تو دوسروں کو بھی ہنساتے ہیں۔ رومانی فضاؤں میں سانس لیتے ہیں تو دوسروں کو بھی ہیں کھینچ بلاتے ہیں۔ ان کا رومان اور تغزل مادرائی نہیں بلکہ اسی عالم آب گل کا رومان ہے اور تغزل صحیح معنوں میں تغزل ہے ۷

ابر باران و من یار ستادہ بہ دداع      من جدا گر یہ کنناں ابر جدا، یار جدا

گل نور سید بوئے ز بہار سن نیامد      چہ گنم نسیم گل را کہ زیار من نیامد

دوش بہناں می کشیدم زلف تو چشم مست ناگہاں بیدار شد

او چشم داشت بر من، من زلف او گرفتم تا بکہ زندہ مانم زان غمزہ در پناہش  
خسر کی خیال کا فریبی انھیں ہندوستان و ایران کے اکثر شعرا سے ممتاز  
کرتی ہے۔ خیالات کی ندرت اور طرزِ ادا کی جدت میں ان کا کلام بہت سے ممتاز  
شعرا پر فوقیت رکھتا ہے۔

از نردبان زلف تو ہر دم بآفتاب آسان سد و یک شبہ دریاں کند

تو شہ حبسگر بختہ ام از بہر آنک جان و دلم ہر دو سفر می کنند

زلف تار چاشتگہ ہم ہمیاں تا بہ پایاں نماز شام رسد

گریہ خسر و چونکہ کرد گفت خانہ موم زدود کہ باران رسید

بہ زلفش صد دل مظلوم و فریاد می بینم نہ دامن رشتہ ز ظلم است یا زنجیر داد است

شانہ کردن زلف تاجندیں چہ سود بستہ چند یارل بہ ہر خم ہم چہناں  
معاملہ بندی غزل کی جان ہے، اور خسر و بقول غلام علی آزاد بلگرامی،  
اس طرز کے موجود تھے۔

دلم بہ برد، اگر فتم کہ، دزدِ دل بنما بہ ناز خندہ دزدیدہ کرد و خال نمود

خوش آں شبے کہ سرم زیر پائے یار باند      دودیدہ دروہ آں سر دگل عذار باند

تو خوش خفتہ بہ خواب ناز تا صبح      مرا بیدار باید بود تا روز

دوش پنہاں می کشیدم زلف تو      چشم مست ناگساں بیدار شد

عام دارفتگی میں عاشق یاس و اُمید کی کشمکش میں کس طرح مبتلا ہوتا ہے۔  
ادکس طرح اپنے دل بے قرار کو صبر و تسکین دینے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر بھی  
دل کی بے قراری کو قرار نہیں ملتا۔ یہ دارفتگی کی کیفیت خسرو کے کلام میں دیکھیے۔

نیت چوں بخت وصالم ہر صبر از خون دل  
ہر دمے یک جانو یسم نام تو با نام خویش  
خسرو کو قنوطیت سے کوئی سرکار نہیں، شب بھراں کی درازی سے بھی وہ  
غملین نہیں ہوتے کیونکہ سحر کی اُمید اُن کا حوصلہ بڑھاتی ہے۔ فرماتے ہیں یہ  
شب بھراں دراز ستار چرخ خسرو      مشو غملین کہ اُمید سحر است  
مصائب اور آلام کو وہ ہنسی خوشی کے ساتھ برداشت کرتے ہیں، وہ نالہ و فریاد  
اور گریہ و زاری کے قائل نہیں ہیں یہ  
منال از جو رحمتہا خموش دم مزین خسرو      کہ اے بے صبر در عالم مصیبت بیش می آید

غم مخور اے دل کہ یا زابام شادی ہم رسد      ہر کجا درمے ست آں را عاقبت مریم رسد  
امیر خسرو کے اشار میں اُن کی بے ساختہ اور حسین صناعمی اور دماغی انتہا اور  
اُن کے طرز ادا کی بدرت انھیں ان کے معاصر شعرا سے ممتاز کرتی ہے۔

بہکدام سر و بنیم کہ ز تو صبور باشم کہ دراز ماند در دل ہوس قد بلندت

قصہ زلفش نہ می گویم بہ کس زان کہ خاطر ہا پریشان می شود

پیش تو خواہیم کہ آہے کنیم آہ کہ آں ہم نہ توانسیم کہ در

آفاق صد افتوں کے بیان میں خسرو کی زبان کتنی سادگی، صفائی اور عذرا سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ ایسے موقعوں پر ان کے اسلوب کی سادگی مضمون کو دد آتش بنادیتی ہے۔ بیان صداقت میں صداقت بیان ان کے ہر ہر لفظ سے

ظاہر ہوتی ہے۔  
ہیچ کس نیست کہ اورا بہ جہاں در نیست و انکہ در دیش نباشد بہ جہاں ہیچ کس است

خیالش بے درغیم می کشد گویا نمی داند کہ چوں جاں فشا از تن باز سوتن نمی آید

الفاظ کے معمولی رد و بدل سے معنی آفرینی میں بھی انھیں کمال حاصل تھا۔  
یار مہمان تست لے دیدہ مرد ماں را بگو بردن! شد

دل بردن شد از غمت، غمت دل برون شد زہوں شدم کہ بود کوز دست غم نہ بون شد

خطا باشد کہ زلفت مشک خواہم کہ در ہر چہیں، دو صد تاہ دارد

چھفتی خیز لے مرغِ سحر خیز ترا روزی بھی باید مرا روز

امیر خسرو کی قادر الکلامی کا یہ عالم ہے کہ بعض غزلوں میں شروع سے آخر تک ایک ہی صنعت کا استعمال کرتے ہیں اور کہیں بھی ردائی میں فرق نہیں آتا۔

تصوف کے رموز و نکات کو خسرو سے اچھا کون نظم کر سکتا تھا وہ تو اس دریا کے شادرا اور نظام الدین ادلیا کے ہم نشین تھے، مسائل و معاملات تصوف پر ان کی گہری نظر تھی۔ ہمہ ادست کا تصور تصوف کے راستہ سے شاعری میں داخل ہوا۔ خسرو کی زبان سے سُنئے یہ ہستی من رفت و خیالش نہ ماند ایں کہ تو بینی نہ منم بلکہ ادست معرفت تصوف کا بلند ترین مقام ہے اور خسرو اس مقام کی اہمیت سے واقف تھے۔ عارف کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔

بس کہ پردا نہ شود سوختہ شمع ز عشق "عارف" از سوختگی عاشق پردا نہ شود

امیر خسرو کے کلام میں وہ تمام شاعرانہ محاسن درجہ اتم موجود ہیں جو ایک باکمال شاعر کے لئے شرطِ امتیاز ہوتے ہیں۔ ان ہزاروں اشعار میں سے چند اشار بطور مثال پیش کرنے سے ان کی خوبیوں کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ جب تک کہ ان کے دیوان اور مثنویات کا مطالعہ نہ کیا جائے۔ اُنھوں نے مناظر قدرت پر بھی مسلسل غزلیں لکھی ہیں۔ برسات ہندوستان کا خاص موسم ہے اس پر بھی خسرو کی طویل غزلیں موجود ہیں۔

خسرو کے کلام میں حکمت، فلسفہ، تصوف، سیاست و اخلاق سب کچھ موجود ہے اور اس کے ساتھ عاشقانہ اور رومانوی شاعری میں اپنی مثال آپ ہیں۔  
اپنے ذاتی مسلک کو جو صلح کل اور اتحاد یک جہتی کا معیاری نمونہ تھا، جگہ جگہ بیان کیا ہے اور دلکش اور انوکھے انداز میں فرماتے ہیں ۵  
ہر قوم راست ہے دینے و قبلہ کا ہے من قبلہ راست کردم ہر سمت کج گلائے

کافر عشقم مسلمانی مراد کار نیست ہر رگ من تار گشتہ حاجت ز ناریست  
خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند آئے آئے می کنم با خلق د عالم کاریست

**تصانیف** امیر خسرو کی تصانیف کی تعداد اچھی خاصی ہے، ان میں منظومات زیادہ ہیں، انھوں نے اپنی زندگی میں تقریباً پانچ لاکھ اشعار لکھے۔

”امیر خسرو در یکے از رسائل خود بیان فرمودہ کہ اشعار من از پانصد ہزار بیت کمتر است از چار صد ہزار بیت بیشتر۔ خمسہ امیر خسرو ہزار ہزار بیت است۔“

ان کے دیوان چار ہیں جو خود ان کے مرقب کئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنے چاروں محبوبوں کے نام بھی خود درکھے۔

(۲) وسط الحسیوۃ

(۱) تحفۃ الصفر

(۴) بقیۃ نقیہ

(۳) عزۃ الکمال

(۵) اعجاز خسروی۔ ایک ضخیم کتاب ہے جو فارسی زبان کے قواعد بلاغت پر لکھی۔

- (۶) مطلع السعدین  
(۷) دیوان ہمایہ الکمال  
(۸) آئینہ سکندری  
(۹) شہر شہر  
(۱۰) شہر شہر  
(۱۱) شہر شہر  
(۱۲) شہر شہر  
(۱۳) شہر شہر  
(۱۴) شہر شہر  
(۱۵) شہر شہر  
(۱۶) شہر شہر

ان کے علاوہ بعض اور کتابیں بھی ہیں ان میں سے اکثر شائع ہو چکی ہیں۔ اور  
بیشتر کتابیں نو لکھنؤ پریس نے شائع کی تھیں۔ اور اب ایران سے بھی ان کی  
چند کتابیں شائع ہوئی ہیں۔

امیر خسرو کے چاروں دواوین کا مجموعہ نو لکھنؤ پریس  
دیوان امیر خسرو لکھنؤ نے کلیات دواوین عناصر خسرو کے نام سے  
شائع کیا تھا، جو عام طور پر ہندوستان و ایران میں بہت مقبول رہا۔ اس کے  
متعدد ادیشن شائع ہوئے، اب جب کہ اس کی اشاعت جدید کا خیال پیدا  
ہوا تو مطبوعہ دیوان کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ اس میں غلطی بہت ہیں اور ان کی  
صحیح کے سلسلہ میں بعض دو سر قلمی و مطبوعہ نسخوں سے مدد لینا ضروری تھا۔  
خوش قسمتی سے ایران کے مشہور فاضل سعید نفیسی کا مرتب کیا ہوا دیوان ایران  
سے شائع ہو چکا ہے۔ انہوں نے ایک مستند قلمی نسخہ کی مدد سے مرتب کیا تھا۔  
یہ قلمی نسخہ ۱۳۹۳ھ کا لکھا ہوا ہے اور بہت خوشخط ہے۔ کاتب کا نام یوسف بن  
یعقوب ہے۔ سعید نفیسی نے اس نسخہ کے دو صفحات کا عکس بھی شائع کیا ہے۔  
یہ نسخہ ہر حیثیت سے مکمل اور بے عیب تھا اس لئے انہوں نے اسے اپنے مقدمہ اور مقید  
حواشی کے ساتھ شائع کر دیا۔ میں نے نو لکھنؤ پریس اور سعید نفیسی کے اس جدید

ادیشن کو سامنے رکھ کر پیش نظر نسخہ مرتب کیا ہے۔ جس میں سعید نفیسی کے مرتبہ  
ادیشن میں جو غزلیات شامل نہ تھیں اُن کو بھی شامل کیا اور کچھ کلام جو دونوں  
میں نہ تھا اس کو بھی شامل کیا۔ اس سلسلہ میں قلمی نسخوں سے بھی مدد لی اور خسرو  
کے دوسرے مجموعوں سے بھی۔

میں نہایت اعتماد اور فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس سے زیادہ مکمل  
دیوان خسرو، اس سے پہلے کبھی شائع نہیں ہوا۔





## تقریظ

از آں جهانی منشی نزل کیشور بانی "مطبع نو کشور"

چندانکہ بوالا حوصلگی و بلند خیالی ایں مطبع اکثر تصانیف لطیف قدمائے  
رحمہم الشہر بطبق خواہش شائقین وقتاً فوقتاً بہ طبع رسیدہ اشاعت پذیر گردیدہ  
مزید براں منظور نظر اہل نظر افتادہ و سہرا حد بو فور مہربانی داد قدر دانی داد ہم چنین فرط  
مستند سار باب معنی نسبت کلام معجز نظام حضرت امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمہ دریافت  
در چار سوئے تلاش و جستجوئے آں شافقہ اگرچہ خیالات بلند و مقالات ارجمند ایں  
بزرگوار مقبول در گاہ کردگار بیشتر بہ بیشتر لکن دریں زمانہ مانند نظر پوشیدہ از نظر اگر  
بمقامے در مجلس مجدد سماع قوالی غزلے از تصنیف شریف سرانید شنوندہ ذوق یاب  
گشتہ جو یائے دیوان فیض بنیان گردیدہ آں حکم عنقا یافت مشتاقے مشتاق سرگراہینہا  
یافت نظر بایں ہمہ تن آرزو ہا بودم و روز و شب در جستجو تا ایں کہ بہ مصداق جویندہ  
یابندہ روننے در خدمت ابو حامد یوسف علی صاحب لکھنوی کہ در سرکار بھوپال علاقہ  
دارند و ذی استعداد روزگارند بسبیل تذکرۃ ذکر عدم بہم رسی دیوان ایں خسرو سخنوار  
بافرط خواہش مستند اں بیان آمد خصوصاً شوق درونی خود بر زبان مولوی صاحب مغزی الیہ  
نظر بشوق احقر مجموعہ انتخاب چار دیوان حضرت ایشاں کہ مانند جان عزیز و نہاں  
ی داشتند لطف داشتہ منت بر جان مستند اں گزاشتند چون مجموعہ موصوفہ نظر کردم  
شاہد آرزو در بر کردم طرفہ مجموعہ کہ خود آں طوطی شیوا زباں ہندوستان از چار دیوان

خویش ترتیب داده کیفیت چار فصل عالم بلا فصل بایں یک فضل بلاغت و  
 فصل نصائداہ چار عنصر کمال و معنی و چار گلشن ہمال صافی ذہنی نے نے چار قب  
 تارک میری دخانی و چار بالمش ہنر و نکتہ دانی یک یک سیوان ازاں مانند مصرعہ چہارم  
 رباعی مصرع و فردا فردا بجز ہر ترصیع مرصع تختیں تحفۃ الصغیر مطبوع طبائع صغیر و کبیر  
 دو میں وسط الحیوۃ مانند آب حیات بے نظیر ستوں غرقۃ الکمال بکمال عزت و معزز  
 و ممتاز چہا میں بقیۃ نعیمیہ بباقیات صالحات سر فراد نصائد لا جواب غزلیات  
 انتخاب قطعات بزرگ قطعات فرادیس خورم و خوش رباعیات مانند چار موج کوثر  
 دلکش بایں چار ارکان معنی مجموعہ را چار عنصر خسروی گفتن لطیفہ غیبی و نکتہ لاریبی چنانچہ  
 در دیباچہ مصنف بشرح اسمائے دوادین ازیں نکتہ ایاسے مبین بہ ہفتہ ہ نیکو  
 مبرہن بوضوح و ہیچ غیر مترقب نعمت بر خود بالیدم و از غایت شادمانی در پیرہن  
 نہ گنجیدم خواستم کہ تنها متلذذ بنباشم ایں اعلائے علی بر سماہ طبع نہم و بہمانی ارباب  
 زماں و ہم نسخہ مدودہ مکتوبہ قدیم زماں بر قرب عہد مصنف نشان از غایت  
 کسنگی و کرم خوردگی جا بجا حروف و الفاظ مانا بہ نقوش موہومی بن نامشاہد غیر مرئی  
 در تلاش نسخہ دیگر آں ہمت برگماشتم و در چار سوئے جستجو قریب دہ سال تگاپوشتم  
 دریں مدت از کداحی کتاب خانہ رئیس شہر و دیار نسخہ دیگر بہ ہم نہ رسید رفیع شکوک  
 مقامات مخدوش نہ گردید آخر بہ خاطر عارض چنان ترا دید و بصفہ سیدہ خورشید  
 ارادہ الہی بدیں گونہ تابید کہ تاکے ایں معشوقہ زیبا و جذیرہ رعنا لکہ در پردہ بایست  
 نقاب احتجاب از چہرہ بایدا فراشت یعنی بطبع ایں مجموعہ باید پرداخت و بر توکل  
 الہی تکیہ باید ساخت کہ ہمیشہ کار و بار ایں مطبع بہ حمایت توکل و توفیق الہی رود و پذیرد  
 باشاہد تمنا بگلگیر بنار علیہ ہاں نسخہ برائے نقل برداشتن مقرر شد و در حل مقامات  
 مخدوش غور و امعان نظر شد ارباب نقیج مطبع کمال توخ و فکر را کار فرمودند و بقدر

امکان به تصحیح آن سعی و کوشش نمودند برای این هم بعضی بعضی مقام عمل را گردیدند و  
 بسبب نا محسوس مخدوش بودن به نهم نرسیدند هم چنان آن مقام ساده  
 گذاشته شدند و از تصرف بری داشته شدند چه در کلام همچو علام تصرف تکلف  
 و تکلف صرف تصرف لهذا از ناظرین با تمکین امید چنین است که مطبوع شدن همچو  
 نسخه عزیز الوجود را غنیمت دانسته ساده بودن مقامات مذکور بعد از مسطور تصور  
 خواهند فرمود و نسبت جد و جهد جلیله سعی و کوشش بغیر از باب مطبع نظر کرده  
 به دعای خیر یاد خواهند نمود.



## دیباچه

از حضرت امیر خسرو دہلوی

حمدے کہ بقیہ نقیہ آں در بحر بر آید آں در نثار آمد و تائیشے کہ حلیہ جلیہ آں  
در تقریر فراید و صفحات مرموز اسرار مر آں خالقے کہ مخلوقات و مصنوعات ابدائع  
و صنائع کتم عدم بر صحرائے وجود پدید آرد و در دفتر آسمان بر مدار زمین بیاض و ز  
و ظلمت شب را مندرج گرداند مگر در کنہ و کیفیت آں قلم اوصاف و اصفان شکستہ  
و مرغ روح عاقلان در کشف حقیقت آں پر انداختہ و خلعت ضعیف ناسوتی را مستعد  
سر ابرار لاهوت ساخته و ملک ملکوت را بصفت غریب بہر صورت کہ خواست از جناب  
کبریا و جبروت پر داختم نہ ہے حکیمی کہ منجم حکمش چندین ہزار دقائق حکمت از دو حرف  
ریختہ خامہ ادراک روز نامچہ افلاک را استخراج کرد یعنی ہر چہ ازین گرہ آرد و حرف امر  
کہ نیم دائرہ یک نقطہ است نہ پر کار پر کار گردوں پدید آرد و چندین ہزار نقطہ نبوت در  
دائرہ این دائرہ خاک با استظهار رسانید الف و حا و میم احمد را کہ نقطہ نہ دارد در دائرہ  
نقطہ ساخته بواسطہ او سپہر لولاک لما خلقت الافلاک کہ شکل پر کار دارد در او گرد  
نزدیک بعضے حکما نقطہ وجود ندارد و نقطہ وجود مہری علیہ السلام منور در عدم بود کہ دائرہ  
موجودات بواسطہ او در مرکز کون مدار یافت اینکہ ہنوز دست عدم در مے بود نظر  
است و الحمد للہ تعالیٰ مع ظریفست کہ ہستی ہمہ زیافت نمودہ بدانکہ روایان دور  
کہ رموز معانی برایشان واضح سعادہ اند کہ صفت کاتب ہر قسمی از اقسام منظوم و

منثور بنافیتے مالی سست کہ جز قرآن و احادیث و اقادیل علمائے دین بالائے آن صحف  
 نتوان گذاشتن و نکاشتن ازاں رو کہ ہر توحید او متفلاعی سست از آب مثل نوید  
 کمبکوۃ فہنما مصباح و ہر صورت ہر مصباح و نعت گوئی کہ خالی سست از حقیقت نیست  
 و اکثر آن احکیم و سواد شعر و نصح او گوئی سایہ ایست از ”شجرۃ طیبۃ اصلہا ثابست و  
 فرغانی السمار“ و موعظہ ہر قطعہ گوئی عصارہ ایست از خلاصہ ”یعظکم لعلکم ترحمون“  
 و روح ہر غزلے گوئی تمہ ایست از ”اتی لاجد روح یوسف“ و لوازم ہر وصف او گوئی راجحہ ایست  
 از روح ”لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم“ فالساحل در ادوات نظم و نثر خوش خیال  
 حتماً اصفاے طبعی کہ عطیہ آیت الہی بہ فکر ریاضت تشبیہی چوں نے از یہی دکاہے از کوہے  
 ہیروں تو انم داد چنانکہ عنصریان مصنوعات کا تبازاں جا کہ در طبع گرد دزدیر کہ دریں  
 وقت اکثر طبائع بغزل میل دارد و ازاں روز با زار فارس گرم سست راویان سخن میخوانند  
 تا از شعلہ غزل محرن مجلس را گرم گردانند اکنون مصلحت آن دیدم کہ بہ ہولے دل خویش  
 کہ کثافت طبعیت او آب گشتہ است از نائرہ قلم روانہ گردانم و در ادوات ہر غزل چہار  
 تشبیہ بہ چہار عنصر برے نمونہ شعر بر آئینہ تخیل حکما از چہار طبع خویش رواں سازم تا بدانند  
 تا بدانند کہ یک طبع ہے بہت چہار کہ ہی زاید از معدن حیوان نبات

معلوم خواطر اصحاب طبع باد کہ بہ ترتبہ اول غزلیات بتابہ خاک سرد و خشک و کثیف و  
 نازک سست این غزلہا نیز بہ نسبت صنائع و بدائع خشک و تکلیفات سرد و کثیف تکلفات  
 و بہ کثافت میل کند چوں بکام پرداخت آن دیوان اول تحفۃ الصغیر است این طفل خاک  
 را کہ ایام خاکبازی سست با طفلان ہر صنفر غیبے تمام غزلہاے دیوان بریں افتادہ است  
 سہل باشد نہ باشد آن بسیار کال چنان اندک سست نے بسیار

مرتبہ آن بود و مرتبہ دوم غزلہا آب بود چوں آب بر خیال لطیف از خاک بہتر سست از  
 کدورت الفاظ کثیف مصفا و مطہ حیوۃ است گرم و تر افتادہ است گوئی آہے سست

کہ از آتش طبع خویش جویش بسیار یافته است از محل مائیت بمرتبه ہوائیت رسید و درایت  
 خویش مانده و مرتبه سوم غزلہائیت پرشته باد چوں خاصیت آب گرم و تر افتاده است  
 و این غزلہا لطیف ترست و رواں تر و برتر و از بس لطافت خلل پذیر نبود و این غزلہا  
 نیز مانند باد گرم و تر افتاده است و از غزلہائے کہ مانند آب لطیف و رواں تر و عالم ہے  
 بہر از آتش طبع قوت بسیار یافته است از مقام ہوائیت بمرتبه مائیت رسید و این از آن  
 غرۃ الکمال مست غزلہائے ادنیٰ بریں نوع افتاده است باید کہ خوانندہ بطبع و فاد تاویل  
 نمایند و مرتبه چہارم غزلہائے مثال آتش است چنانکہ آتش بعلومیل دارد و بیچ سربستی  
 فرو دنیا را د و تنزل را در سے راہ نبود و بیچ طبع از دل بلند تر نبود و باوند رسد چنانکہ حرارت  
 خاصہ آتش مست در دلہائے نرم چوں آتش در جنبہ گزرد و دل آہنیں را قدے نرم  
 سازد و اگر دلے مست کہ در عشق زلے ندارد نیک بسوزاند و خاکستر گرداند غزلہائے  
 بقیہ نقیہ بعد از این اگر شعلہ روشن و آتش طبع و قاد کہ در شعر بود امید است کہ ازین غزلہا  
 سوزناں بلند کردہ اسیر اسرار سر آتش پائے گردانم مبتابے کہ شعلہ سوزاں آں از خرمن  
 آں و در خوشہ عطارد گیرد چنانکہ اشراق آں در چرخ افتد و شعلہ آفتاب آں گرداند  
 خسر و سخن بسیاری گوئی و مبالغت می نمائی و عذر استغفار کن کہ وقت مست الہی بعزت  
 صفندی کہ گفت انا فصح العربی العجم کہ بہ آب تو بر آتش در و غمہائے راست کردہ را  
 از روی لوح دل من بشوے مایں شاعر دروغ زن را بسوے راستی راہ نمائی کہ از  
 در و غلوئی خود چنانا بہ تنگ آمدہ ام کہ نیام شکل ز تیغ بلکہ خلاصہ کفر خویش ستائش  
 دیباچہ خویش کردہ ام و حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ است کہ در کل  
 شاعر کذاب است دانی کہ حاصل ایمان من چہ باشد کہ کذب را کمال رسانیدہ ام خود را  
 بہ حکم آنکہ درین فن مدعی ام و قصہ کل شاعر کذاب در حق من ثابت شدہ است و اہل  
 ادب گفتہ اند کہ کاذب فاعل مست کذب از آن قوی ترست اگر در شریع ہر یک

قیام نہایم از غرض اصل با زمانم الغرض آنہا کہ از میں دروغ زنا نماندہ راست آرندہ  
شعرند خاصہ من کہ مبالغتہایم گا ہے رسیدہ است ۛ

کہ اگر راست خواہی خسرو را کذب ایس جا خلاصہ کذب است  
لے کشائندہ زبان در بار صد یقاں بر تسبیح ذکر خویش و لے آرندہ و آرائندہ دل گہر با  
محبان بہ تہلیل و تمجید خویش کہ من در آمدہ را چوں ہنگام صندوق صدق رسد کلے وافر  
فتوح لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ را کلید آں صندوق گرداں و خاتمہ کار کا تب ناظم  
وقاری و ناظر را بدولت ایمان مشرف گرداں بحق محمد و آلہ و صحبہ اجمعین و الحمد للہ  
رب العالمین



## ساقی نامہ

بیاتابہ شادی و منہ خندگی  
 بہ ہم صحبتاں دوستگانی ہم  
 اگر باز کاویم بنیاد را  
 چو عشم را کرانہ پدیدار نیست  
 کسانے کہ رخت از جہاں بڑہ اند  
 ہمہ کس طلب گار عمرند و بس  
 بقار اچو تنگ است جاکے درنگ  
 یک امروز در خوشدلی رو نہیم  
 دل امروز در بندہ در اماں  
 بہ عمرے کہ نقد ست از غم ہیست  
 چو خواہی غم و شادمانی گذشت  
 بہ سے تازہ گرداں دل ریش را  
 بیاساقی آں جام شادی فرا  
 بن دہ کہ راحت بہ جانم دہد  
 ز خوانا بہ دھرا مانم دہد  
 بر آریم با ہم دلتے زندگی  
 نشینیم دداد جوانی دہیم  
 بنا بر عشم است آدمی زاد را  
 بہ از شاد بودن دیگر کار نیست  
 ہمہ در عشم زیستن مردہ اند  
 کسے را بہ مُردن نیاید ہوس  
 چہ داریم بہیودہ دل نیز تنگ  
 غم دی و فردا بہ یک سو نہیم  
 نگر تا بہ منہ را نیابی اماں  
 غم عمر نہیہ خوری اہل ہیست  
 جہاں خوش گذار را توانی گذشت  
 رہا کن حساب کم و بیش را  
 کہ بنیاد غم را در آرد ز پاے  
 ز خوانا بہ دھرا مانم دہد

لے ماخوذ از آئینہ سکندر ی طبع علی گڑھ ۱۱۱۱ھ (کہ در ماہد بعلامت آں مذکور است) ۱۱۵۵

لے آں دوست کامی ، لے آں صلاہ





بیاساتی آں شربت خوشگوار  
 بدو تاج در تن در آرد توں  
 بیامطر اسبابی کن تمام  
 کہ گر چوں عروسانش در بر نہی  
 بیاساتی آں گنجان نشاط  
 بدو تابساط سخن نوکنم  
 بیامطر با ساز کن چنگ را  
 بجای گیر کن دوق آواز  
 بیاساتی آں بادہ دلنواز  
 مے صاف کا ید چو مارا بہن  
 بیامطر بانغم خوش برآر  
 بز ن زان زماں اہ ماہے درنگ  
 خوشا خرگہ گرم درماہ  
 مے روشن و ساتی چوں شکر  
 کبابے نفتلے وہم خواب  
 کسے کیں متناش ہمرہ بود  
 مشوا بلے مرد عشرت پسند  
 بہفت گیر جام درخشندہ را  
 کنزد بزم گرد و چو خورم بہار  
 گل زرد من زد شود ارغوان  
 بدیں ارغون ساز طنبور نام  
 مے پر دہد از کدوے ہتی  
 کہ اندیشہ را در نور و بساط  
 وز مجلس آریے خسروکنم  
 بنالش در آں تر آہنگ را  
 حریفان نہ گردند محتاج  
 دل آہنین من آئینہ ساز  
 توں دید جاں آشکارا بہن  
 بزاری کیے قول دلکش برآر  
 کہ شد راہ زن بچو تیغ فرنگ  
 ہم از تاب کش ہم از آتش  
 بہ ریشم زنی سادہ زان خوبتر  
 کہ جانے ستاند بہ ہرلاب  
 اگر بیش ازیں جوید ابلہ بود  
 ز عشرت مے چند شو بہرہ مند  
 درویر یا قوت رخشنده را

لہ آس مسدود  
 لہ آس، ہر آس، ترسلہ در آس، ہیئت اعظف کردہ در آس مسود  
 آورده این طورہ ہر با بساط کوکنم، وز مجلس آریے خوش کوکنم، تصحیح از د آس منہ آس، آذوق و آواز  
 شہ آس، (معا)، ساقیا زان لہ آس، زبان لہ آس، ادانی، تصحیح از آس شہ آس، تاب لہ آس، درخشندہ  
 تصحیح از دے آس۔

بیاساتی آں ار معانی شراب  
 بدہ تا بہستی کتم خواب خوش  
 بیامطہ آں زخمہ گزیک فغان  
 چناں زن کہ آتش زند سینہ را  
 بیاساتی آں ساغر دلکشائے  
 بدہ تا دل از زئے مصفا کنیم  
 بیامطہ آں نئے را کن بہت  
 چناں بلبش کن کہ عقائے روم  
 بیاساتی آں سلسبیل حیات  
 بدہ تا چو منزل بہ خاکم کشد  
 بیامطہ آں علم باریک را  
 فرد گوئے زان گوئے سوزان تر  
 بیاساتی آں کیمیائے وجود  
 بہ منہ کہ تا شادمانی کنسم  
 بیامطر بامو بہ مو باز جوئے  
 کہ تا چوں بہمستان رشتہ ساز او  
 گر آسائیشے دارلمی از روزگار  
 دل از روی ہم محبتاں شاد کن  
 بہ جمعیت دوستاں روی نہ  
 کہ محراب زردشتیاں شد خراب  
 کشیم آتش غم ہداں آب خوش  
 کشد ز اہداں را بہ کوئے مغان  
 ز سر نو کند داغ دیر سینہ را  
 کہ صورت نہایت معنی فرمائے  
 دو دریا معنی بہ یک جا کنیم  
 کز ارغونہائے یوناں شکست  
 ازاں زائغ گوید بہر مرز و بوم  
 کہ شوید ہمہ تیر گیا از ذات  
 ز آلائش خاک پاکم کشد  
 کہ روشن کند جان تار یک را  
 کہ دستار عالم زبائی ز سر  
 کہ بے ہمتاں را در آرد بہ وجود  
 ز گنج سخن دُر فشانی کنسم  
 ز موئے کمانچہ نوائی چو موئے  
 گوارا شود سے بر آدا ز او  
 جمال عزیزاں غنیمت شمار  
 بہ نقل بہ عہ مجلس آباد کن  
 پراگندگی را بہ کیوئے نہ

لہ اس مثلاً ۱۔ قیالہ اس بہ آں، چختہ لہ اس: کند لہ اس ۲۔ لہ در تہ محذوت

لہ اس ۳۔ باز لہ اس ۴۔ کشد لہ اس: رہا بد لہ اس ۵۔ رسد لہ اس: خوابی

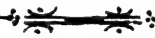
زیاد بهاری هوا مشکبو مست  
 شده جلوه گرناز نینسان باغ  
 بساط گل از سبزه گلشن شده  
 شده مشکبو غنچه در زیر پوست  
 بنفشه سر دلف را خمد زده  
 کشاده گل سل حباب نور  
 ز بس تری اندام زیبا گل  
 شده سرخ گل مفرش بوستان  
 بردن کرده موسن زبان خموش  
 هوا بر سر سبزه می رینت سیم  
 به هر چشمه منقار بط آب گیر  
 به هر شاخ مرغ ارغنون ساخته  
 ازاں نغمه کو غارت بوش کرد  
 غزل خوانی ببل صبح خیز  
 ز آواز دراج و رقص تدرود  
 ز نالیدن مشربا خوش نوا  
 بیاساتی آن جام در یاد درون  
 بده تا نشاط درون آردم  
 بیامطرب آن مایه دل خوشی  
 عروس چمن ز آب گل شسته روشت  
 رخ آراسته هر یک چو چراغ  
 چراغ گل از باد روشن شده  
 چو تعویذ مشکین باز دے دوست  
 گره در دل غنچه غم زده  
 نظاره کنان چشم ز گس زد دور  
 شده گز ز لرهاں سراپای گل  
 به صحرا بروں آمده دوستان  
 همی کرو هر دم تقاضای نوش  
 مرا عنس همی کرد بر گل نسیم  
 چو مقرض ز ریں به قطع حریر  
 به هر نفسه گلبن سرا انداخته  
 مغنی ترنم فراموش کرد  
 تمنای میخوار گاه کرده تیز  
 سبک گشته در خاستن پای سرد  
 کبوتر معلق ز ناں در هوا  
 کزد گوهر مردم آید بروں  
 برو سنگ و گوهر بروں آردم  
 که صوفی کند زو ملامت کشی

سه اس (دم ۱۲) مشکبو سه اس: روے سه اس: محکم سه در تیا محذوف  
 سه تا: لرزه لرزاں، اس، پاره پاره سه اس (دم ۲۶) نشاطے بروں -

بدہ تادے خرقہ بازی کنیم      بے دلق خود را نمازی کنیم  
 بیاساتی آں بادہ بے غار      فردشوی ازیں جانِ خاکی غبار  
 کہ چوں گم شود جانِ عنناک ما      نہ ریزد کسے جرمہ بر خاکِ ما  
 بیامطسیر آواز پرکش بلند      بروں کن غم از سینہ ہائے نرند  
 ز سر نوکن آئینِ عشاق را      بقلقل در آریں کن عاق را  
 بیاساتی آں مے کہ کامِ مست      بن دہ کہ در خورد جامِ مست  
 مرا با حریفانِ من نوش باد      حریفانِ بدر افراموش باد  
 بیامطر با ساز کن پردہ را      بسوزایں دل عشق پروردہ را

رسید از بتاں جانِ خسرو بہ کام  
 بہ یک زخم کن کارِ اورا تمام

سلہ آئیں (۲۹۹) : بغلغل      ۵۲ آئیں : (۲۹۲) -





غزلِ پیا





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱

ابر می بارد و من میشوم از یار جدا  
چون کنم دل بچنیں روز زولد از جدا  
ابر باران و من و یار ستاده بوداع  
من جدا گریه کنان ابر جدا ، یار جدا  
سینه نوخیز و هوا خرم و بستان سربز  
بلبل روی سیه مانده ز گلزار جدا  
اے مراد تہ ہر معے زلفت بندے  
چہ کنی بند ز بندم ہمہ یک بار جدا  
دیدہ از بہر تو خوں بار خد اے مرد و چشم  
مردمی کن مشا و دیدہ خوں بار جدا  
نعت دیدہ نہ خواہم کہ بماند پس از این  
ماندہ ہوں و بدہ از آن نعمت و دیدار جدا  
یدہ صدر خندہ شد از بہر تو، خاکے ز ریت  
زد و بر گیر و بکن رختہ دیدار جدا  
میدہم جان مرو از من، و گرت باور نیست  
پیش از آن خواہی تو بستان و نگہدار جدا

حسن تو دیر نپاید چو زخمسرو رفتی

۲

گل بے دیر نہ ماند چو شہ از خار جدا  
ب کافرید از آب و گل سروے چو و چالاک را  
صد ہزاراں آفریں جاں آفرین پاک را  
کافریہ از آب و گل سروے چو و چالاک را  
تلخ میگوئی و من می بینت از دور و پس  
زہر کئے آید فرو گر ننگرم تر یا ک را  
غنچہ دل تہ تہ بے طر خان خوست از آنک  
بوستان زنداں نماید مردم غمناک را  
چون ترا بینم ہم از چشم خودم در رشک از آنک  
کرد تو دامن رخت این جہ شہاے پاک را  
گر بگویت خاک گردم نیست غم لیکن غم است  
از سر کویت نخواہ باد برد این خاک را

لے در خون : در چمن ہم خوش فیم بے تو تو ہم میدانی آنکہ -

شہسوارا عیب فقر اکست صید ہوں منی  
گاہ بستن عذر خواہی کن زمن خراک را  
چو دلم ز چاک شد ای ہندگو راضی نیم  
از رگ جان خودار و ذی در این چاک را  
چشمہ عمرست و خلقی و پیش چہ قویست  
آشنائی با چناں دریا چنیں خاشاک را  
نالہ جانسوز خسر و کو بہ لہا شعلہ زد

۳  
رہمتے ناموخت آں سنگیں دل بے باک را

مرا در نیست احد دل کہ دریاں نیستش یارا  
من و دردت، ہوتو دریاں نہ می خواہی لہا را  
منم امرو صحرائے آب ناخوش از دیدہ  
بوجہ دل آب خوش ہرگز نداری وحش صحرارا  
شبست فوش باد و خواب مسیت سلطان من  
شبے گر چہ نیاری یاد بیداران شہبہ را  
ز عشق ارعاشقے میرد، گنہ بر عشق تہد کس  
کہ بہر غرقہ کہ دن عیب نتوان کرد در یارا  
بمیرند و بردن نہ ہند مشتاقاں و محسرت  
کلہ ناگہ مبادا کج شود آں سر و بالارا  
بزمیدی بہر شد روزگار من کہ یک روزے  
عناں گیری نکر د امید ہم عمر گر اں مارا

مزن لاف صوری خسر واد عشق، کایں مصر

۴  
بقص آر دو چو نفع صور مکوہ پایہ بر جارا

گر از کتب تلخ میکن آں د لعل حکم افشاں را  
کہ تا کس بگستاخی نبیند آں گلستاں را  
کنم دعوی عشق یار د آنگہ زد و فاجویم  
نہے عشق از بر شرت دوست خواہم داشت آں را  
بران تازد و ترزاں شعلہ خاکستر شود جانم  
نفس بجشایم و دم میدہم سوزاک پنہاں را  
بریم زلف اورا سر، کہ بہنگام پریشانی  
شہادت گوید آں ز ہجو دیدن کافرستاں را  
نہاں ناخوش مسکوم کہ بہستاں شمع زان بن  
مگر روزے دور ماند، ز بانے میدہم جاں را  
از او یاد بپری و مرا سوزی بجائے اد  
نہاں ناخوش مسکوم کہ بہستاں شمع زان بن  
از او یاد بپری و مرا سوزی بجائے اد  
بیار آں نامہ عجوب کہ گیر سبق رسوائی  
بوں دل چہ خسر و شست لوح صبر مسلمان را

لہجہ دلم چاک از تو خداے ہندای گویم۔ درون نہ لاف غایتی تلخ بہر غرض لہجات مخدوف در نسخہ "ن"

زمانہ فحل دیگر گشت و رفت آن مہربانیا  
 عزیزانے کہ از صحبت گراں تر بودہ اند انجان  
 نشان ہمد ماں جلے فی بنیم چہ شد آہے  
 کنوں در گنج ہماں زمینند آنکہ دیدستی  
 چو مشک ماہمہ کا فور شد از سردی عالم  
 و گر سوزیم در عالم کسے دلسوز ما نبود  
 محند آے کا مران عیسیٰ، بر تلخی عیش من  
 کسے کا مرد ز در شاد لیت فردا بنیش غم  
 بقہ خوشدلی مفروش دہ روز حیات خود  
 کہ خواہد رایگان رفتن متاع کا مرانیا

غم آرد یاد شادی ہائے رفتہ در دل خسرو

جو یاد تندرستی و زمان شاد مانیہا

ع

بیم است کہ سودایت دیوانہ کند مارا  
 بہر تو ز عقل و دین بیگانہ شدم آہے  
 در ہجر چنان گشتم ناچیز کہ گر خواہم  
 زان سلسلہ گیسو منشورم نجاتم دہ  
 زین گو نہ ضعیف ارمن در زلف تو آوزم  
 مکن می زدہ و دشمن شاید کہ خیال تو  
 در شہر بدنامی افسانہ کند مارا  
 ترسم کہ غمت از جان بیگانہ کند مارا  
 زلفت بسر یک مودر شانہ کند مارا  
 زان پیش کہ زنجیرت دیوانہ کند مارا  
 مشاطہ بجائے مو، در شانہ کند مارا  
 امروز بیک ساغرستانہ کند مارا

چوں شمع بتاں گشتی پیش آے کہ تا خسرو

پر آتش روے تو پروانہ کند مارا

ح

آں طرہ پرہے مہ بہاد سر خود را از خط غبار آن رخ پوشید چو خور خود را

ملہ بہت مخدوف درن ملہ این غزل مخدوف درن - ملہ این غزل مخدوف درن

چون دید گل رویش در محن چمن زان گل  
ایشان قد و شمع کرد از شرم زرخود را  
مانند قدش بتان چون دید سبزی سروی  
زیر قدش سبزه بنهاد سرخود را  
دیدم بر قباب او بنشسته سگ کویش  
گفتم که فلاں اکنون وایافت خرخود را  
اے صاحب بیهوده چندین چه دبی بندم  
بگذار مرا بگذار، بے خان سرخود را  
زان بند قبادارم پیوسته بدل غصه  
کندر بے جان من برست برخود را  
گفتا ز درم خسرو، منزل بدگر جا کن

گفتم که سگ خانه نگذاشت درخود را

چنانی در نظر نظارگان را  
که رونق بفتنی مه پارگان را  
چنان نالاں بھی گردم بکویت  
که دل خوں میشود نظارگان را  
تو در خواب خوش و من تو هر شب  
شمارم در سحر سیارگان را  
ز بس کایں رنج من به می گردد  
زمن بگرفت دل غمخوارگان را  
و دای در من بر تست لیکن  
تو چاره کئے کنی بهچارگان را  
روی گر اے صبادر خانه او  
بگوئی قصه آوارگان را  
دل دیوانه خسرو نکو نیست

چه گویم بدی رخسارگان را

صبا نو کرد باغ و بوستان را  
پیاله داد زرگس ارغوان را  
بخط سبز، صحرانغم برداشت  
سواد روشن دارا بختان را  
سحر گاهان چکید از قطره ابر  
گلو تر گشت مرغ صبح خواں را  
مزاج از قطره باغ خوش کرد زرگس  
به بیماری که یابد تار و آن را  
بنفشه گوز پیش سرو گوی  
تواضع می کند پیر و جوان را

مگر بوسے فی خواہد ز سوسن      کہ غنچہ تنگ می گیرد دہاں را  
 الا اے بلبل آخر بانگ برزن      کہ سوسن گرد، می نارد زباں را  
 نگارا بلبل اینک می کند بانگ      رواں کن درچن سرو رواں را  
 مرا گفتی "مبیں درمن، بگل ہیں"      بگل نسبت مکن، روئے چناں را  
 جوانی می رود از دست، برباد      برو لنگر بنہ رطل گراں را  
 گل اندک عمر و چنداں باد در سر      چہ گو نہ خندہ ناید گلستاں را  
 باغ مجلس خود، بچو بلبل

نگہ کن خسرو شیریں زباں را

گل من سبزہ زارے کرد پیدا      زمانہ نو بہارے کرد پیدا  
 در این موسم کہ از تاثیر نوروز      جہاں، نوروز گارے کرد پیدا  
 ز کوہ ابر، سنگ زالہ افتاد      زر گل را عیارے کرد پیدا  
 شدم موے و فرو رفتم برویش      ہماغم خار خارے کرد پیدا  
 نہانی خار خارے داشت آن شوخ      بکھ افند کہ یارے کرد پیدا

ببین خسرو اگر جانت بکار است

کہ جاں را باز کارے کرد پیدا

چو بکشاؤ لب شکر شکن را      لبالب در شکر گیری سخن را  
 بست گوید دلیری کن جو سے      مرا زہرہ نباشد، صد چومن را  
 بدل آتش زدی و میدہی دم      بجوای سوخت جان ممحقن را  
 شدی در بوستاں روزے بگلگشت      نمودی روئے خوبان چمن را  
 دودیدہ نسبت ز گس را کہ بیند      از آنکہ باز روئے یاسمن را  
 دے از سنگ بز دجوں دل تو      بت سنگین یغما و ختن را

دل خسر و شکستی آه، مگر من  
کنم آگاه شاه بت شکن را

۱۲

در آید در دل آن سلطان دلهای	دل من زنده شد زان جلا دلهای
همی کار و بکوشش تخم جان خلق	که می بارد از آن باران دلهای
زبس دلهای که در کوئے تو افتاد	شده زاغ و زغن همان دلهای
بگر ما از سواد چشم من کن	سیه چهر خود اے سلطان دلهای
ز بهر متاب عالم سوز کا فکند	دخت در عرصه ویران دلهای
عذابے دارم از تو گر چه هستی	ز رحمت آیتے در شأن دلهای
نگویم درد خود، کس را که نشاخت	طبییب کالبد در مان دلهای
تو می خور گر چه مشتاقان کبابند	بروئے آتش سوزان دلهای

دل خسر و شد از نو، بت پرستی

۱۳

ز بهر وصف لبث ذکر زبانهای	تو تا بردی هم ایمان دلهای
چو می خند دلبشکر فشانیت	دلمت در سخن اکسیر جانها
ز چشمت کو بدل تخم و فانییت	ز حیرت باز می ماند دلمها
فلک را آه مظلومے چو من سوخت	مراد رسینه میریزد ستانها
مرا با فکل رسوائی خوش افتاد	چرا آتش نبارد ز آسمانها
شبے کردم بهستان ناله درد	بخندید اے رفیقا از گرانها
	را که دند مرغان آشیانها

از این ره رفت خسر و خلق گویند

چو بیند جابجا از خون فشانها



از گریہ من ہر طرف، پر لالہ و گل شد زبیں      دقتے بگلگشت اے منم، در گلستان من بیا  
 حیف است دیدن بے نخت، در بوستان آفرگہ      اے گل نہاں از باغباں، در بوستان من بیا  
 ہر طرف تو آفتے ہر ز گس تو فتنہ اے      گر چہ بلاے عالمے، از ہرجان من بیا  
 تلخے کہ کوئی نیست آن باز تلخی بھرت فزون      با ایں ہمہ تلخی خود، شکر فشان من بیا

دانی کہ ہستم در جہاں، من خسرو شیریں زبان

۱۷  
 گر نائی از بہر دلم، بہر زبان من بیا  
 وقت گل است نوش کن باد ہچوں گلاب را      بلبیل نغمہ ساز کن بلبلہ شراب را  
 ساغر لالہ ہر زمانہ یاد نشاط می دہد      بین کہچہ موسیٰ است خوش نقل وئے و کباب را  
 مرغ چو در سرود شد ہال کشید در زمین      سبزہ بساط سبز و تراز پئے و قص آب را  
 نیست حیات شکریں کا خیر شب شکر لبان      ہر طرفی ہوئے تلخ کند خواب را  
 چوں بسوئل گویم ساقی مست عاشقان      ہاں قدے چلو نہ ای بحاضر مہاں جواب را  
 کہ در سفید برق راتا بنشانند از ہوا      مہج بلبلہ می شود چشمہ آفتاب را  
 نئے غلظم کہ آفتاب اوج از آں گرفت تا      بوسہ زندہ پیش شہ حاضیہ جناب را  
 خود بخندنگ او بسے خون زد و دیدہ پند شد      سیر کجا کند مگس جو صلاہ عقاب را

خارہ خسرو از روش ہست صبا کہ ہر زمان

از رخ فکر معش تو دور کند نقاب را

۱۸  
 شکل دل بردن کہ تو داری نباشد و طبر را      خواب بند بہای چہ نیت کم بود جادو گرے را  
 چوں ز حیران شد ز حل در طالعہ کے پیمائے پا      ایں سعادت مست نہ ہر چیز مبارک اخترے را  
 زیں ہوس مردم کہ دقتے سرنم ہر آستان      ہیں چہ جائے می نیم من ہم چہ نہیں بدہ سرے را

۱۹ بعد از اسلوب بہت ذیل اضافہ است نہ چند ز عقل و در سربادہ بیا و ساقیا۔ دندہ ز او سرور عقل غمرا

ناب را لکھ شعر عذوق در دن لکھ ایں غزل عذوق در سخن



چند گوئی سوز خود روشن کن ارداری نہ بمانے  
 ہوں زخیر و شعلہ تاکہ دم ہم خاکسترے را  
 برین بد روز بس، کہ غم قیامت ہست خیر  
 روز من رونے بہا داتا قیامت کا فرے را  
 می زندم طعنہ کا خیر دل کہ گم کردی بجوئی  
 من کہ خود را کردہ ام گم چون بچم دیگرے را  
 دوستان گویند ناگہ مرد خواہی برد را د  
 دو تم نبود کہ گرد خاک از آنگونہ درے را  
 کہ بچمن سوزند باران گرچہ دل سوزند لیکن  
 عود چن سوزد بولہ دل گرمی ہم مجھے را

آہ بہانی خود خود دن کہ خستہ راست زان بت

یوالمجب تر ز بس فرو بردن کیارہ خنجرے را

۱۹

گرچہ از ما دگستی صحبت دیرینہ را  
 جامہ ہا بے تور دل و دوستان دینہ را  
 خود عاشق چسیت، بیکان ہا سہل کلا بھر  
 وصل، چون یار تو باشد ناز جو لوزینہ را  
 بسک خوش دل با غم شہاے درد خویش را  
 دوست میدام چو طفل کو ردل، آدینہ را  
 محتسب گو تا چون صوفی رسوا را بشہر  
 گشت فرماید برگردن بستہ این پشمینہ را

طعنہ زد بر بیدلاں خستہ و کشد زین ساں ترا

فرقت از جان او خوش می کشد این کینہ را

۲۰

تا نظر سوئے دو چشم تست یاران ترا  
 کے یو بیکامے آن مردم شکاران ترا  
 تا شدندانہ کشش دو چشم تو خنجر گزار  
 شغل ہا فرمود اجل خنجر گزاران ترا  
 نو جوان گشتی و شکل ناز را نشاختی  
 جائے سکین نیست زین پس بیقاران ترا  
 ہر کہ را مرد خواندی باز فردا کشیش  
 بارک اللہ این چہ اقبال ست یاران ترا  
 تا دم خوش کردی از امید بیکان زیتن  
 نام شد ہاراں رحمت، تیر ہاران ترا  
 شرمسار یک نظر گشتیم و ہست از چشم تو  
 یک نظر دیگر توقع شرمساران ترا  
 از لب تو تشنگان محروم و ساغر ہر مند  
 مرچے یا دید ہم آخر دلفکاران ترا

لے تاسہ ہر دو غزلیات محمد و درن

خون تیره می خورند از چشم تو و حشاک تو نوش بدایس می دات درد خوانان ترا

شاه حسن دُ بلا و فتنه پیشیت یادگار

شرم باد از قتل خسر و کارزاران ترا

۲۱  
 این شهر روز است این که یار از دور آمد مرا      ده چه کار است اینکه از جانان بپاید مرا  
 این چه بوی میستایک که جان در دماغ جاں گرفت      این چه روز است اینکه در چشم تر آمد مرا  
 از گلستان و فایده خاست باد دانه ناگهان      مشک در بالین و گل در بستر آمد مرا  
 ناگهان آمد چو آب زندگانی بر سرم      زنده امروزم که آب اندر آمد مرا  
 گر دلم نمی خواست نادر چنبر آرزو زلف تو      اینک اینک گردن لند ز چنبر آمد مرا  
 گوید و ساقی که جان از روی جانان ست شد      گو، قدح جلیقن که در ساغر آمد مرا  
 گر کسی را در جهان از طاعت دیدار خویش      طلعه آمد نکونیکو تر آمد مرا

خسر دم گم خود سلیمانی کنم دعوی رساست

کافقاب رفته بار دیگر آمد مرا

۲۲  
 گنج عشق تو نهان شد در دل و بران ما      میزند زان شعله دلم آتش در جان ما  
 ای طبیب از ما گذر، در میان دوما مجوس      تا کند جانان ما از لطف خود، در مان ما  
 یوسف عهد خودی توانستم با این جمال      میرسد شاهی ترا بر دلبران سلطان ما  
 دی خرامان دجین، ناگه گذشتی لاگفت      نیست مثل آس صنوبر در همه بستان ما  
 از تب و تاب غم بهجران، چو مارا دل بسخت      خود ز گفتی این گذر چه هست در بجران ما  
 چشم مای گردید از سوز غمت شب تا روز      هیچ کس نایدت بردیده گریه ما

می کنم شادی که گفتا غم از ناز و دوش

خسر و از نزدیک آن شد تا شوی قربان ما

۲۳  
 دہم گیسوے کا فرکیش داری تار ہا  
 بہر گرہ کردن پا کاں ست این ز تار ہا  
 کز دماغ عاقلان بیرون پردہ تار ہا  
 حسن را آرمے بود میں گوند دست انداز ہا  
 کز پس آن آشتی خوش باشد این آزار ہا  
 چون کنم چون خود جز این گل نشکند زیر خار ہا  
 جوں دل گاواں کہ بغور خند در بازار ہا  
 عاشق کاہ و علف دل نیست بل نقل سگائست  
 گفقتن جاں می کنم خوں می خورم بہر تو، گفت

خسرو و اشتاق را بجز این نہ با خد کار ہا

۲۴  
 گم شدیم در سر آں کوئے مجوئید مرا  
 اود مرا کشت، شدیم زندہ، مہوئید مرا  
 عشقے از گم شد ہم رنن دلی آیم باز  
 جوں چنین است شما نیز مجوئید مرا  
 پردش مردم و آں خلک با اعضا کسبت  
 ہم بدای خلک در آرید و مشوئید مرا  
 عاشق و مستم و رسوائی خویشم ہوساست  
 ہرچ خواہم کہ کنم پہچ مگوئید مرا  
 خسرو من گئے از خون دل خود رستہ

ہوئے من ہست جگر سوز، مہوئید مرا

۲۵  
 اٹلے خدہ ماہ نہادیدہ بد خوئے مرا  
 دیدہ ای، ہیچ گہ آں ماہ جفا ہوئے مرا  
 نتواند کہ کسے را نہ کشف با آں روئے  
 واگذا رید بمن آں بت بد خوئے مرا  
 آؤہ گر از پہ آں روئے نہندم بر سر  
 شازاے دالم کا و راست کند ہوئے مرا  
 گفت "خواہی کہ تو معذول کنی گوئے مرا؟"  
 گفتم "ایں سر بہ یکے ضربت چو گلاں نواز"  
 ترسم از بوئے دل سوختہ تا خوش گمرد  
 می رسانی بہ فے اے باد صبا پوسے مرا  
 شد من سوختہ خلقے وز دود دل من  
 آتسنے گیر ہر روز سر کوئے مرا

لے لغایت لے ہر سر غزلیات مذکورہ در نسخہ ن

گفتی افتادہ ہماں بردمن، چوں خیرم؟ خاک ناخوردہ ہنوز ایں سرو پہلو سے مرا  
بسکہ گرمید ز غمت روئے بزانو خسترو

بیم زنگار شد آئینہ زانوے مرا

۲۶

دہ کہ از سوز درونم خبرے نیست ترا در غمت مردم و با من نظرے نیست ترا  
بر سر کوئے تو فریاد کہ از راہ وفا خاک رہ گشتم و بر من گزے نیست ترا  
دارم آں سر، کہ سرم در سرو کار تو خود با من دل شدہ ہر چند سبب نیست ترا  
دیگر اں گرچہ دم از مہر و وفاے تو زند بہ وفاے تو، کہ چوں من دگرے نیست ترا

خسترو انا لہ و کفر یا د بجائے نہ رسد

یارب ایں گرمیہ خونیں اثرے نیست ترا

۲۷

خبرت ہست کہ از خویش خبر نیست مرا کہ گزے کن گز غم راہ گز نیست مرا  
گر سرم در سرو دات رو نیست عجب سر سودائے تو دارم غم سر نیست مرا  
ز آب دیدہ کہ بعد خون دلش پرورم ہیچ حامل بجز از خون جگر نیست مرا  
مخت زلف تو تا یافت ظفر بر دل من ہر مراد دل خود ہیچ ظفر نیست مرا  
بے رخت اخک ہی بام و گل میکام غیر از ایں کار کنوں کار دگر نیست مرا  
بر سر زلف تو ز اں روئے ظفر ممکن نیست کہ توانا یے چوں باد سحر نیست مرا  
دل پروانہ صفت، گرچہ پروا ہاں بسوخت بچناں ز آتش عشق تو آخر نیست مرا  
مطم آں شمع کہ در سوز جہاں بے خیرم کہ گرم سر بر نہ ہیچ خبر نیست مرا

تا کہ آمد رخ ز بیات بچشم خسترو

بر گل دلالہ کنوں میل نظر نیست مرا

۲۸

قدے بخند و از رخ بقرے نماے ما سخنے بگوئے و از لب شکرے نماے ما

لے لے و لے ہر غزلیات محذوف درن

سخن صدق رہا کن، اگر بے نماے مارا  
 بنظر ندیدہ ام من، اثر دہان تنگت  
 اگر ت بود دہانے، اثر بے نماے مارا  
 منم اندر ایں تمناکہ بہ بنیم از تو بویے  
 بوجہ صبا ترا مشے کن، اگر بے نماے مارا  
 ز خیال طرہ تو، جو شب است روز عمر  
 بگر ختم خندہ اے زن بھرے نماے مارا  
 بزبان خویش گفتی کہ گذر کنم بکو میت  
 مگذر زگفتہ خود، گذرے نماے مارا

جو منت ہزار عاشق بوداے صنم و لیکن

۲۹ بہم جہاں جو خستہ و دگرے نماے مارا ح

ہر کہ زیر سیر ہن بیند مرا  
 مردہ اے اندر کفن بیند مرا  
 خویش را من خود کسے دامن وے  
 یار اگر از چشم من بیند مرا  
 آرزو دارم قصاص از دست و ست  
 تابداں ساں مرد و زن بیند مرا  
 بر سر راہش کشیدم زار زار  
 بوکہ آں بیباں شکن بیند مرا  
 بیدے کش عیب می کردم کجاست  
 تابکام خویشتن بیند مرا  
 نازینیا زیں ہوس مردم کہ خلق  
 با تو روزے در سخن بیند مرا  
 باد، ہر روزے بکولاں گاہ تو  
 خاک خواری بردہن بیند مرا  
 گر بیاید باز مرغ نامہ ہر  
 طعمہ زارغ و زغن بیند مرا

جوے خوں راند بجائے جوے خیر

خستہ دم، اگر کوہ کن بیند مرا

۳۰

ای شہمانے بندہ چوں من مرترا  
 نیست چوں من بندہ اے دیگر ترا  
 دل چو نطفہ در رحم، خوں می خورد  
 تا بجز از ایں چنیں مادر ترا  
 از ہرے آفت جان من ست  
 خانہ گر رہ می کند ہر سر ترا

لشکر فتنہ بکُش ، عالم بہ گیر      فتنہ شد چون جلگی لشکر ترا  
عالمے را از تو شد پیمانہ پُر      پُر نہ گشت از خون کس ساغر ترا  
من ز جورت نمودم ، و ز آوین      جز میان ، چہرے نہ شد لاغر ترا  
نامسلمانی مکن شرمے بدار

۳۱      چہند گویم حال خسرو مر ترا

با غم عشق تو می سازیم ما      با تو پنہاں عشق می بازیم ما  
در ہواے وصل جاں افروز تو      پایے بند در گہ نازیم ما  
مردمی کن بر قح از رخ بر فلک      تادل و دین ہر دو در بازیم ما  
یک ز ماں از سر بند گردن کشی      تا بہ گردوں سر بر افرازیم ما  
گر نہ خواہی گشت با ما مہرباں      خانہ مہستی بر اندازیم ما  
بعد از ایں ہا کس نہ پیوندیم دل      بعد از ایں با خود نہ پردازیم ما  
ہوں ز خسرو در دل بشنید ، گفت

۳۲      "مخم مخور ، روزیت بنوازم ما

شاخ نرگس را بہر داینگ صبا      سہل باشد بدن از گورے عصا  
از خیال سمرہ خاک بوستان      چشم می دوزیم کہ گدود تو تیا  
تا عروس گل بدست آید مگر      سیم را چون آب میریزد صبا  
یا سیم اندام من آخر کجاست ؟      یا رب او سیم رخ شد یا کیمیاء  
غنجوے ماند دلم پُر خون و تنگ      اے سیم زلف تو باد صبا  
خوش بیا کہ حسرت دیدار تو      زندگانی خوش نمی آید مرا  
دیگران را فتح مجلس گشتہ ای      گر نہ خواہی سوخت خسرو را بیا

۳۳  
 اگر روئے تو، در نظر آید مرا  
 عیش ز خورشید و مه روئے نماید مرا  
 بسته است این دلم باد گمراهم مبتد  
 کاغذ که باد گیران دل بکشايد مرا  
 جان من آن روز رفتم خفا آمد پیش  
 یاربم آن روز پیش، بشن نیاید مرا  
 خون مرا آب کرد گریه که در خدمت  
 بیش زمن دور باد هیچ نماید مرا  
 دل بشنیدم که دوخ لعل تو بوسید و مرد  
 پیش چنین مردی ز بس نشاید مرا  
 سینه خسر و ز تست آینه زنگ خورد  
 مصقل وصل تو کوتايد و اید مرا ۹

۳۴  
 ای بیدای کرده باز چشم بد آموز را  
 ہیں کہیں گاہ چرخ تاوک دلدوز را  
 هر چه رسد رسد، زانکه میسر نہ شد  
 نیکوئی آموختن چرخ بد آموز را  
 سوختنم مدار دل بچشم علم از آنک  
 دل یکسے برد سوخت مرگ جگر سوز را  
 پیر خدی گوشت پست دل بکش از دست نفس  
 زانکه کماں کس انداو، دشمن کیں تو ز را  
 چون تو شدی از میان از تو برفت دیگر  
 جله فراموش کنند باد کن آن روز را  
 خود چه بدیدی که رفت عمر بسان پدیر  
 از پے فردا مدار حاصل امر دوز را  
 نقد تو اغصب خوش است زانکه چو فردا بروز  
 نقد نباشد بروز

۳۵  
 طاق دوری نماید، عاشق دل تنگ را  
 آگهی کس نداد، آن پسر شنگ را  
 بنده نخواهد کنوں جز غزل نو خطاں  
 کاب و چشم بخت و فقر فرہنگ را  
 انگ من گوشت پست آید گ ناله چرخ  
 گفت که اے خوش فواجر کن جنگ را  
 شمع شب افز را

شہ و شہ غزلیات مخدود درین شہ ہندہ در شہون بہت فیل زائد است  
 گاہ فرامیدنش یک نظر ہر کہ دید  
 پیش فراموش نہ کرد آن قدو آن رنگ را

ہست شکستہ دلم، خواست شکستن بتر  
دوخی ز یاد و رفت، اشک جگر سوز من  
بادل سنگیت پہنچ کردنیا رم، ہی  
گر بجنی آشتی جان، فروشم و لیک  
در طلبت عاشقان گر قدم از سر کنند  
خوش پسر اجتم تسک و من اندر لب  
مخت گرہ بر من گیسو شب رنگ را  
خند پیو پر بسوخت، مرغ شب آہنگ را  
گرچہ کہ از تیر آہ رخنہ کنم سنگ را  
تو بہہامی خری جان کسے جنگ را  
پہنچ نہ پرسند بہ ناز منزل و فرسنگ را  
باز کجایم کشی این ہمہ سیرنگ را  
گر دہماں شہرہ شد، قصہ خسرو، و لیک

عشق بہ صحرانہاد، راز دل تنگ را

۳۶

اے رخ زیبای تو آئینہ سینہ ہا  
غمرہ مزین کاں خیال تا بجگر ہنشت  
بس کہ ز رویت نمود خاند مرا بہ خیال  
صبر نمودی مرا از نظرے پیش از این  
دل کو ز دعلای صبر لاف ہی زد کنوں  
شعلہ دیر نہ را داغ ز دل رستم بود  
تو بہ شکن صوفیا خرقہ بہ مے شو کہ ہست  
روے ترا در خیال زیں نط آئینہ ہا  
تنج بلارک دمید و اے کہ بہ سینہ ہا  
مرہمہ دیوار ہا ست پیش من آئینہ ہا  
حسن تو ام تو بہ داد، از اہمہ پیشینہ ہا  
ہیں کہ چہ خوش می کشد ہجر از و کینہ ہا  
نو بہرے تازہ کرد آں ہمہ دیرینہ ہا  
بر قصب شاہداں حشر قہ پشمینہ ہا

چرخ بشد ساقیا دوش مے باصفا

درد بہ خسرو رساں، زراں ہمہ دوشینہ ہا

۳۷

آں شہ لبوے میدلی، خوش می رود سوارا  
غارت نمود ز نقش، بنیاد زہد و تقوے  
جولاں کند سمندش، چوں سم ادب پوسم  
یارب نگاہ داری آں شہسوار مارا  
تاراج کرد لعلش، اسباب پادشا را  
کو ہر زیں زمانے، نمد ز ناز پارا

لے بیع مذوق درن لے و لے غزلیات مذوق درن



خواہم کہ در رکابش، با شتم و لیک نتوان  
کز خود عیان زلفش، بر بود این گدا را  
گفتی کہ یاد کردم، گدگ ز حال خسرو  
کردی چرا فرہش، زیں گونه این گدا را

۳۸  
و شیلے بے کہ لعش، نو کرد جام بجم را  
ہست از پیش خرابی، در ویش و محشم را  
من خاک پائے سستی، کا بجا کہ رخت جرعہ  
لغزید پائے رنداں، صد صاحب کرم را  
نرد شراب عشقم، از تیغ می زنی حد  
ای مست محتجب کش، حدیست این ستم را  
نفتی کہ غم ہی خود، من خود خودم و لیکن  
ای گنج شادمانی، اندازہ ایست غم را  
ز حاجی بیاباں، پرسید ذوق نرزم  
چہ آگہی ز کعبہ، بر ندہ حرم را  
ہست آرزوے ہاناں، کہ خلق و رہبایم  
من اختیار کردم، خلوت گد عدم را

چوں کشتی است ہارے، و دہست بیش و دم

تسلیم گرد خسرو، بگذار بیش و دم را

۳۹  
غنی ز دل بردن کن، غم ہائے بیکراں را  
تو پیش چشم و آن گد، جاے گل ز باں را  
اول زمین بردی، از نالہ شب و خشم  
اسے دزد بشنواخو، فریاد پاسباں را  
بدشت از نہایت، بخوابی من آوے  
دشوار صبح باشد، شبہائے بیکراں را  
ندلیغہ جانے، بر جان من نہادی  
واں گد بہ لاغ گوئی اندیشہ نیست جان را  
سوائے شہر گشتم، از بسکہ دیدہ من  
دم دم ہی ترا دو، خواناے نہاں را  
ز آہ سوز نامک، دود از جہاں بر آمد  
اغ غلامی از من ہست از در تیغ ہایے  
بے تو جہاں چہ باشد، آتش ز غم جہاں را  
ن روئے نازنیں را یکدم بویے من کن  
از بیج کن مشرف، ملک رایگان را  
شاید اگر بختد بہر روزگار خسرو  
تا بیشتر بنیم، نسرین و ارخوان را  
آنکس کہ دیدہ باشد، رخسارہ لے چاں را

لہ و سکہ بیت محدود درن لہ غزل محدود در سخن

دیکھ لے زمانہ مرد آزمائے را  
جز باد و دم ترخم این تنگناے نیست  
چندیں مکن دماغ بکا فور و مشک نر  
در خود مبین بکبر، کہ از ہر عکس کار  
جائی کہ جائے بر سر شاہاں گس کند  
آنانکہ گفتہ اند طلاق عسر و س کون  
تاریکی زمانہ چو روشن کند بہ ہر  
بے زاد و بلا چو نباختہ ساختہ  
روزے کمی رود، شتر خستہ و از عمر

الا ہماں قدر کہ پرستی خداے را

۴۱

جان پر لب است عاشق بخت آزمائے را  
گفتی بہر و نہ نگر و ترک من بگوے  
جانا چنان خرام کہ گاہ نظارہ خلق  
زاں شوچ چوں وفا طلبم من کہ ہر درش  
وہ کشتی اے صبا چو بر آں کوے بگزری  
مطرب بزن رہے دبیں زہد من از آنک  
نازک مگوے ساعد خواہاں کہ خرد کرد  
دستور یے بجنده، لب جانفراے را  
ایں رو کہ داد، ہر و نہ خود نماے را  
از فرق خویش باز بداند پائے را  
ہرگز زنگ می نگرد این گداے را  
آسیب ہرچی زنی آن بوسہ جائے را  
بر سبوح من است شرف و احتک و ناے را  
چندیں ہزار بازوے زدہ آزمائے را

لے دست عشق چوں ہر حشم است گوش نیست

چہ جائے ہند خستہ و شوریدہ راے را

ہنگام آشتی است بت خمناک را      دل خوش کنیم لذت روحی خداک را  
 از خشم بود تا ہمراہ ویش گرہ      من ناں ٹکفہ ساختہ بودم ہلاک را  
 خوش وقت آنکہ گفت مرا بے من ہوس      شرمندہ دار ہوسہ ز دای بندہ خاک را  
 جامہ بربندہ از این پس کہ ہر درت      کردہ است پر خون جگر صحن خاک را  
 بس کز بلاے آشتی چون تو جنگ جوے      آوردہ ام شفیع شہیدان پاک را  
 چہ از مرثہ اشارت لطف ندانی آنک      سوزن ستان بود جگر چاک چاک را  
 خوشنود اگر بکان شود آں دوست خستہ را

عاشق بخویش رہ نہ دہ ترس و ہاک را

آنکو شناخت گردش خورشید و ماہ را      جوید برائے بختن خود خواب گاہ را  
 از مین اعتبار بہ نیم بگل رخت      زیر اقباس نیست درازی راہ را  
 اے سرمہ راز، تیغ اجل در تھاہید      سر راست دار کج چہ نہادی کلاہ را  
 چون رتن گیاہ ز خونہاے مردم است      من خون دہم نہ مردم دیدہ گیاہ را  
 من ماہ را اطلوع بخواہم بجا کہ از آں      گم کردہ ام بجا کہ رخ بہجو ماہ را  
 خستہ و چو بخت خویش جہاں را کند سیاہ

راہ ابرووں دہ ز جگر دود آہ را

باز آرزوے آں بت چین می کند مرا      معلوم شد کہ فتنہ کمیں می کند مرا  
 می خوانم گداے خود و گوئی آں زطن      ملک و دگون زیر نگیں می کند مرا  
 از من مہر س گر چہ دل دوست شدہ بیا      دروے سہیں کہ بے دل و دین می کند مرا  
 نہ من با اختیار چہیں مست و بخودم      چہیزے است در دم کہ چہیں می کند مرا  
 آہ از تو می کنند ہمہ عاشقان و سن      از دست دل، کہ سوختہ ام می کند مرا

لے تا سہ غزلیات محذوف درن ۔

صد منت خیال تو بخسرو است از آنک

گه گم به خواب با تو قرین می کند مرا

ت

۲۵ ز دور نیست میسر نظر پروے تو مارا  
از آنکے کہ تو سلطان بملک دل نبستی  
چہ دلتے است تعالیٰ اللہ از قد تو قبارا  
نشاط و خواب بہ شبہا حرام گشت گدارا  
بدور باش فرا تم کش زہر خدا را  
بہ نرخ نیک خریدن توان، متاع بلا را  
کہ زیر خاک کنی زندہ کشتگان بلا را  
کہ بر دلالت دردت ز کام، ذوق دوارا  
گلے در بچ ندارد خاک اہل وفارا  
گست می تواند کسے کمند قھارا  
مگر کہ بر سر کوش گذر نما ند صبارا

بچشم خسرو از آنکے کہ جا گرفت خیالش

ز آب چشم ہر سو گلے شکفت صبارا

۲۶

زمانہ حلاوت رہے محراب را  
ہو اے گل ز خوشی یاد میدہد لیکن  
کشید دل بچمن لعبان رعنا را  
چہ سود چون تو فرا مش نمی شوی مارا  
کہ مردی نبود بادہ نوش تنہارا  
نشراب خوارہ نہ بیند کساد کالا را  
کشید بر رخ رنگین حریر دیبارا  
بتار موی بیا و بخت جان اعدا را  
زمین سبزہ رنگین بہ چرخ می ماند

لے بعدہ دہشون بیت ذیل رقم شدہ اگرچہ بردل من ماند یادگا بغایت مباد آنکے رود از دور و نہ

یاد تو مارا لے نزل مذوف درن -

ز فرمدح تو صد منت است بر خست و

ضمیر مدح سرا و زبان گو یا را

۴۷  
 ز بخت بر بخت بر لاله مشک سارا را      شکست رونق خورشید گوهر آرا را  
 اگر ز روی تو شمع هدایتی نہ بود      ز تیرگی کہ بردن آورد دلصا را را  
 نصیب حسن گرفت آن بت محرقی      چو کشور دل مایه بختی را را  
 ز شوق آن لب شیریں و ماقہ فراد      ز دیدہ میر و دایک شکر شکر خارا را  
 دو بوسہ از لب خود خست و اخلا را خواہ

بود کہ بشنود آن سنگدل خدا را را

۴۸  
 شفاعت آمد مے دست دیدہ خود را      کز او پوش گل نو دمیدہ خود را  
 رسید خیل غمت ورنہ ایستد جانم      کجا ہم بدن غم رسیدہ خود را  
 بگوش رہ ندہی تالہ مرا چہ کنم      چہ ناشنیدہ کن گس شنیدہ خود را  
 بر سیاہی داغ حبش مکن بر نہ      مرایں غلام دم ناخویدہ خود را  
 چنین کہ من ز تو لب می گزم کم ار گویی      کہ مر می بر ساقم گزیدہ خود را  
 بچاہ شوق فرو مانده ام خدا وندا      فرو گذاشت مکن آفریدہ خود را  
 چہ بدین دلم ایں چہ کہ تو ام نہ بد      کنوں بدام کہ جویم پریدہ خود را  
 در آئی باز تبین اے دل پر آتش من      بسوز این تن محنت کشیدہ خود را

ز باد زلفت تو شوریدہ بود از آن خست و

بباد داد دل آرمیدہ خود را

۴۹  
 بہار پرده بر انداخت روی نیکو را      نمونہ گشت جہاں بوستان مینو را  
 یکے در ابر بہارے نگر ز رشتہ صبح      چہ گونہ می گسلد دانہ ہائے کوکورا را

لے تاکہ ہر سرغزلہا ت مخدوف در شمعون ۔

سفرچہ گو نہ توان کردور چین و قنہ  
 بباغ غرقہ خون ست لالہ دانی چیتہ  
 ز دست چوں تہواں داد رہے نیکو را  
 ز تیغ کوہ بریدہ است روزگار او را  
 بوقت صبحدم آواز می دہد بلبل  
 درون باغ ترنم کنان خوشگوار  
 بیا کہ تا بچمن در رویم و بنشینیم  
 ہوئے گل بکف آرمیم جام گلبو را  
 چو دست تر شود از بادہ آنکے خسرو

۵۰  
 قفا ز نیم مرایں عالم جفا جو را  
 شناخت آنکہ غم و محنت جدائی را  
 بمیرد و نبرد سلک آشنائی را  
 بہ اختیار نگردد کس از عزیزاں دور  
 ولے چہ چارہ کنم فرصت قضائی را  
 کہ فرق ہا ست بسے نور آشنائی را  
 بدان کہ گر یہ خون می کند جدائی را  
 چو نیست نقش دگر خامہ نقائی را  
 چنانکہ مژدہ دہ باغ دوستائی را  
 خزینه اے شرابے دست بے نوائی را  
 کہ راختے نبود صحبت ریائی را  
 مفرح است عجب سحر جانفرائی را  
 بابل زہد ہاں تو بے ریائی را  
 چو عاشقی، بکراہات مست ردائی را

چو خسروا، ز فراقست ہر زماں دورے

ہوس نبرد حسد مند دیر پائی را

۵۱  
 گدشت عمر و ہنوز از قلب و سود  
 نشستہ ام متر صد میان خون و  
 چو خاک بر سر راہ امید منتظم  
 کز آن دیار رساند صبا نسیم و

لے و لکھ غزلیات محذوف در سخن -

برائے کس چو نہ گرد و فلک ہے تقدیر  
 میان صومعہ و دیر گرجہ فرقت نیست  
 کسے کہ ہر درمیخانہ تکیہ گاہے یافت  
 خوش آن کسے کہ دریں دو امید ہر دستش  
 ز بسکہ قصہ دردم رود ہر طرفے  
 درون پردہ رندان مخافے چوں نیست  
 عنان خویش گزارم باقتضائے قضا  
 چوں بہ خویش نباشم چہ اختیار مرا  
 چہ التفات نہ ساید بہ مسند دارا  
 حریف جنس دے صاف و گوشتہ تنہا  
 چوں ضعیف شد از ہمار علم ہنیم صبا  
 بیار ساقی عشاق ساغر مہبہا

غزنی بھر محبت اگر شوی خسرو

دُرِ یقیں بکفت آو ز قہر این دریا

۵۲  
 ای صبا ہوسہ زن زمن در او را  
 چوں کسے قلب ہشکند کہ ہمہ کس  
 زان میرند کہ نظارہ رویش  
 کعبہ گر مہست قبلہ ہمہ عالم  
 نو خط من چو تو بہ سبزہ حسرا می  
 رد سوے سرو تا فرو بنشیند  
 دل مدہ غمزہ را بکشتن خلقے  
 چوں بسے شب گذشت و خواب نیامد  
 در بر تخت لب چو شکر او را  
 دل دہد طرہ دلا در او را  
 چشم پر شد غلام و چاکر او را  
 چہ خبر زان شرف کہ تو تر او را  
 خاک ریزد صبا خیل تر او را  
 زانکہ باد لیت ہر زمان سرا او را  
 حاجت رنگ نیست خنجر او را  
 اسد لاکھوں بکو برادر او را

خسرو ابوسے از لبت چو در او

شو بہ گریہ آستانہ در او را

۵۳  
 مگر بگفتاے لعل مے گوی را  
 مست کن عاشقان بجنوں را  
 رخ نمودی دجان من بردی  
 از این بود قال میموں را

دل من کشته بقای تو باد      چه تو را کو حکم بے چون را  
 از در دلم نمیرود بیرون      که گزفتی درون و بیرون را  
 نام سلی بر آید اندر نقش      گر به بیزند خاک مجنوں را  
 گریه کردم بخنده بگشادی      لب شکر فشاں بے گوں را  
 بیش شد از لب تو گریه من      شهید هر چند کم کند خون را  
 هر دم اکھدی زخم به رخت      ز آنکه خوانند بر گل افسون را  
 گفت خستہ و بگیردت ماهاک

خاصیت هست کسب افیوں را

۵۲

الادعی سارعت والهوا      وقد ذاب قلبی هو والنوا  
 اسیر است از آں سیر خوبان دلم      بدر دے که سیر گزند یدم دوا  
 اذا اشرق الشمس من صدغه      فغم الهوانی جفانی ہوا  
 دلم خون شد و نایدار باورت      بر این ماجرا چشم ایک گوا  
 وکی الموائی علی جهت      ولکن فی یوادی لوا  
 بتانا مسلمانے می کنی      کہ در کافریستان نہ باشندوا  
 وقد دقت البین نیرانہ      ترقی و خانی بکواء ہوا

بماندم من اندر چنین حالتی

ز گفتی کہ حالت چه شد خستہ را

۵۵

بگذشت و نظر نہ کرد مارا      بگذاشت نہ صبر فرد مارا  
 ما بے خبر از نظارہ بودیم      جاں رفت د خبر نہ کرد مارا  
 گردیدہ بخاک در نیرزد      از دور بشت گرد مارا



ای بیخبر آن که پند گوئید      ہر دل یا وہ گرد مارا  
 دانید کہ نے بافتیاریست      چشم ترو روے زرد مارا  
 صد شربت عافیت شمارا      یک چاشنی زرد مارا  
 خاکسترے از وجود ما ماند      بس کاتش عشق خورد مارا  
 ہر چند بسوخت خسترو از شوق

۵۶  
 اے زلف چلبے تو غارت گردینہا      دے کردہ گمان دہنت دفع یقینہا  
 کافر نہ کند بادل من آنچہ تو کردی      یعنی کہ در اسلام روا باشد از اینہا  
 زیں ساں کہ بہ کشتی بشکر خندہ ہمانے      خواہم کہ بدندان کشم از لعل تو کینہا  
 از ناصیہ مانہ شود خاک درش دور      چوں صندل بت برہنہاں را ز جبینہا  
 من خود شدم از کیش و گرد خود منم اینست      بسیار شود در سرو کارش دل و دینہا  
 در کعبہ مقصود رسیدن کہ تو اند      در باد یہ ہجر تو از فتنہ کمینہا  
 نالم بسر کوے تو ہر صبح باسید      چوں مطرب در ہای کرم باس نشینہا  
 کہ مہر گیا بایت اے دوست طلب کن      ہر جا کہ جگہ آب دو چشم ہزمینہا

دستوار رود مہر تو کا ندہ دل خسترو

ماندست چو نقشے کہ بماند بہ نگینہا

۵۷  
 ای باد برقع بر فلک آن روے آتشاک را  
 دے دیدہ گر صفر اکسم آے ہزن این خاک را  
 اے دیدہ کہ تیغ ستم ریزی مرا خون دمبدم  
 یا جان من بستان زغم، یا جان دہ این غمناک را  
 ریزی تو خون بر آستان شویم من از اشک رواں

کا بودہ دیدن چوں توان آں آستان پاک را  
 زں غمزہ غم کیں مکن تاراج عقل و دین مکن  
 تاراج دین تلقین مکن آں ہندوے بے پاک را  
 آں دم کہی پوشی قبا محض رام از بہر خدا  
 پوشیدہ دار از چشم ما آں قامت چالاک را  
 سرہے سرواران دین بستی چو بر فتراک زیں  
 زیں ساں میقلن بر زیں دنبالا فتراک را  
 تاشمع حسن افروختی پروانہ وارم سوختی  
 پردہ دری آموختی این دامن صد چاک را  
 ہرگز بے ندی بمن، در بوسہ اے گوئی برن  
 آیم چو نزدیک دہن، رہ گم شود ادراک را  
 جانم چو رفت از تن بروں وصلم چہ کار آید کنوں  
 این زہر بگذشت از فسون ضایع مکن تریاک را  
 گوئی بر آید گاہ خواب، اندر دل شب آفتاب  
 آں دم کز آہ صبح تاب آتش زخم افلاک را  
 خسرو کد این حسن بود کز سوز عشق از پس بود  
 یک ذرہ آتش پس بود صد خرمی خاشاک را

۵۸  
 اے شہسوار، ترم ترک راں سمند را      بین زیر پای دیدہ این مستمند را  
 تار دماں ترنج بہرند و دست ہم      یوسف را خاکشیدہ ترک راں سمند را  
 سر و بلند را نہ رسد دست بوسیت      این دست کے رسد تو سر و بلند را

ہاے گریم از شکن گیسوے تو نیست      میکش چنانکہ دانی اسیر کنند را  
چشم از تو دور داند دل گرز تو بسوخت      از سوختن گزیر نہ باشد سپند را  
ز آید شد خیال تو ترسم کہ بے غرض      قصاب پرورش نہ کند گو سفند را  
ہند کسم بدل نہ نشیند کہ دل ز شوق      پر شد چنانکہ جائے نمادست ہند را  
در عاشقی ملامت خسرو بود چنانک

۵۹ بریش تازہ داغ نمی درد مند را

باز دل گم گشت در کویش من دیوانہ را      از کجا کردم نگہ آں شکل قلا شانہ را  
گاہ گاہے باد کاخجات می افتد گداز      ز آشنایان کہن یادے وہ آں بیگانہ را  
ہر شب از ہر سوے درمی آیمہر دل خیال      از کد امیں سو نگہ دارم من ایسا دیرانہ را  
شمع گو در جاں بگیر و سیزد گو آتش بسوزہ      شمع از آہنا نیست کو جلت کند پروانہ را  
عمر بگذشت و حدیث درد ما آخر نہ شد      شب باختر شد کنوں کو تہ کنم افسانہ را  
جاں ز نظارہ خراب و نازا و زانداہ میش      مابوے مست و ساقی پردہ پیما نہ را  
آخر اے دل وقتی اندر کوے ما کردی گذر      ایس چیں یکجا رگی کردی فراش طانہ را  
حاجتم نبود کہ فرمائی تبرک سنگ و نام      زانکہ رسوائی نیاموزد کسے دیوانہ را

خسرو مست نہ سوز دل و ز ذوق عالم بیخبر

مرغ آتش خوارہ کے لذت شناسد و اذرا

۶۰ آوردہ ام شفیع دل زار خویش را      پندے بدہ دو ز گس خونخوار خویش را  
اے دوستے کہ ہست خراش دلم ز تو      مرہم نمی دہی دل افکار خویش را  
مردم کہ نازکی دگر انبار می شوی      جانم کہ ہر تو می فگند بار خویش را  
از رشک چشم خویش نہ بنیم رخ تو من      تو ہم ہمیں در آئینہ رخسار خویش را  
آزاد بندہ اے کہ بہایت فتاد و مرد      دآزاد کرد جان گرفتار خویش را

بنامے قد خویش کہ از ہر دیدنت سر بر کنیم بخت نگوں سار خویش را  
 سر ہا بے زدی سرمن ہم زن از طفیل از سر رواج دہ روش کار خویش را  
 دشنام از زبان تو ام می کند ہوس تعظیم کن بایں قدرے یار خویش را  
 چون خسرو از دودیدہ خورد خون سزد اگر

سازد نمک دو چشم جگر خوار خویش را ۹۱

ہر شکافت غم ایں جان جگر خوارہ مارا یارب چہ دہال آمدہ سیارہ مارا  
 رفتند رفیقان دل صد پاوہر دند کردند رہا دامن صد بارہ مارا  
 گر ہمرہ ایشان رویاے ہاد در آں را ز ہزار بجوئی دل آوارہ مارا  
 شبہا بدل از سوز جگر می کشدم آہ آہ از غمستی بت عیارہ مارا  
 روزے نہ کند ما کہ شبہاے جدائی جوں می گذرد عاشق بہچارہ مارا  
 یوے جگر سوختہ بگرفت ہم کوے آتش بزین ایں کلبہ خونخوارہ مارا  
 دیدند سر شکم ہمہ ہمسایہ و گفتند ایں سیل عجب گر نبرد خانہ مارا

جز خستہ و افکار نخواہد دل خسرو

خوکیست بدیں بخت ستمگارہ مارا

باز خدنگ شوق زد عشق در آب و خاک ما نفع حریف پاک شد دامن چشم پاک ما  
 ہر طرف دھسہ اے در چہ کہ پوشم آستین پردہ راز کئے شود دامن چاک چاک ما  
 شاہد مست بے خبر خفتہ چہ دارد آگہی تا ہمہ شب چہ میرود بدل دردناک ما  
 گر کشیم بہ تیغ کش نہ بہ نودن رخت زانکہ نہ با ستد اینقدر مرتبہ ہلاک ما  
 جان ورے است در تنم بدل سگان خویش کن تا نبود بملک نوزحمت اشتراک ما  
 اے کہ بکشتی از جفا خسرو ستمندہا پائے وفا چہ ارگہی رنجہ کنی بجاک ما

۶۳  
 بس بودایں کہ سوے خود راہ دہی نسیم را  
 ماو نسیم صبح دم پوسے تو دہلاک جاں  
 من بہوے یک سخن تو ہمہ تلخ بر زباں  
 تو جو بہشت در نہاں ماو دے دسوزشے  
 من نہ بخود شدم چنین شرہ کو یا دے  
 شیفہ رخ بتاں باز نہ آید از سخن  
 عشق جو مرد را برد موے کشان بمیکدہ  
 چون بچم شراب در غرقہ بماند چون منے  
 چشم زد خساں مکن عارض ہمچو نسیم را  
 نیست امید ز بختن سوختہ ہمچو نسیم را  
 چند نمک پر اگنی ایں جگر دو نیم را  
 دوزخی از کجا خورد ماندہ نعیم را  
 شد رخ نیکو اں بلا عقل و دل سلیم را  
 مست بگوش کے کند کن مکن حکیم را  
 موے سفید شنگہ دہیر سیہ گلیم را  
 ہم ز شراب غسل دہ دُر د کش قدیم را  
 قصہ خسرو از دروں گر بغزل بروں دہ

۶۴  
 دشنہ سینہا کند ز مزمزہ ندیم را  
 بے شکفت گل در بوستان آں غنچہ خنداں کجا  
 شد وقت عیش دوستان آں لالہ و بجاں کجا  
 صد مردہ زان لب زندہ شد در مدار ماں کجا  
 در ماندہ را تدبیر کو، دیوانہ را ساماں کجا  
 جو یاں سکندر د طلب تا چشمہ حیوان کجا  
 من می برم فرماں بجان آں یار بے فرمان کجا  
 گفتی کہ آری منم گر آن توئی پس جاں کجا  
 نہ نیم از آن خویش کن سن کریم این آں کجا  
 از لوک حراں گہ گہے آں پرش نہاں کجا  
 ہمار کو در خندہ شد چون من ہزارش بندہ شد  
 گویند ترک غم بگو نہ بیرسا مانے بگو  
 از بخت و فتنی با طرب خضر آخورد و شست لب  
 می گفت با من مرزباں گر جاں دہیابی اما  
 گفتم توئی اندر من یا هست جان و دشمن  
 گفتی صبوری پیش کن مسکینی از حد بیش کن  
 پیدا گرت بعد از مہرے در کوے ما باشند رہے

نہیں پیش ما تو ہر زماں می پوسے از ہمدماں  
 خسرو نہ هست آخر ہماں آں عہد آں بیاں کجا

بولے باد و پیش دیگران دہ جلوہ بستان را  
 گرفتار خیالات لبش گشتم ہمیں با شد  
 بایں مقدار رنجے ہم ہر آں خاطر نمی خواہم  
 سیدہ کردی سرخط تا خواتم نامہ حسنت  
 مہر س از من کہ چوں می باشد آفر جان فناکت؟  
 زندم سنگ چوں بہر تو ہم ہرست یک سنگے  
 ورت بدنامی است از من بیک غمرہ بخش زارم  
 چو خواہی کشتن اے جان نہینا ریں یک سخن بشنو  
 بدو گفتم کہ چون کشتی مرا تر کن ز باں بازی  
 ہنود ایمان و دین بسیار غارت کردنی داری

پیشانی کہ من دارم ز زلفت ہم مرا ہا دا

چہ گو نہ گوید این خسر و کہ آں زلف پریشاں دا؟  
 ع  
 برقع بر افکن اے پری حسن بلا انگیز را  
 شب خوش نغمہ ہیچ گہ زان دم کہ بہر خون من  
 تا کلک صورت بشکند این عقل رنگ آمیز را  
 دائم قہاس بخت خود کم را ہم از زلفت سخن  
 شد آشنائی با صبا آں زلف عنبر بنیر را  
 لیکن تمنای کنم فتر اک صید آویز را  
 بگذشت کار از زینتن غیر اے طبیب خیرہ کش  
 بیمار مسکین را لگو تا بشکند رہر ہیز را  
 شرم نہاید سوختن خاک دو دانگیز را  
 بے چہو بر ما بگذر محبتہ راں خدیز را  
 قصاب ما ناہر باں چہ جرم تیغ تیز را  
 این اشک شہر و را بگو آں نالہ شب خیز را

لہ تاسہ ہر سہیلیان مخدوف ورن۔

## بو کر زکوٰۃ حسن خود بینی پشتر و یک نظر

ایک شفیع آورده ام اس دیدہ خونریز نا

۶۶  
ہر تو خلق می کشد آس من بد نام را  
بس می نیام چوں کنم وہ اس دل خود کام را  
یک شب بیامی دیدمت آنگہ بیدایت  
رنگیں بساطی می کنم از خون دل آں بام را  
خواہم کہ خون خود چو در گردن جامت کنم  
دانی چہ دولت میدہی ہر ساعت از لب جام را  
تا چند ہر دم از صبا در جنبش آید زلف تو؟  
آخر دے آرام دہ دہاے بے آرام را  
گر آب چشمی نیست باے کم از نظارہ  
ایں دم کہ آتش در زدم باز رنگ نام را  
نہ گرفت در تو سوز من اکنون کہ خواہم چارہ  
دو زنج مگر بخت کند اس شعلہ ہاے خام را  
من عاشقم اے بندگو نبود گوارا نم کہ تو  
از عافیت شربت دہی جان بلا آشام را  
زیناں کہ دل در عاشقی بگست تقوی کارا  
تتوان لگام از شرع کرد اس توسن بدام را

گر گشتہ شد پشتر در غم تہمت چہ بنو باں نہم

چوں چرخ بنجر میدہد در گشتنم ہرام را

۶۸  
پردہ عاشقان در پردہ کند چو رمی را  
ہر طرف دے قدشانہ کند چو موے را  
دل کہ ز خلق می برد نیست برائے مردے  
طعمہ فراخ می کند ہر سکاں کوے را  
وہ کہ نداری آگہی از دل بے قرار ما  
چند بباد برد ہی طرہ مستکبوی را  
روے ہما کن و مکن دیدہ ما و خاک در  
سجدہ رواست ہر طرف قبلہ چارہ سوے را  
گر چہ غبار عاشقان می نشیند از درت  
دور مکن ہدیں گنہ جاں بہانہ جوے را  
ہر چہ کہ بیش بینمت، تیرہ ترست روز من  
منت آئینہ منہ بخت سیاہ روے را  
قصہ ما مگر کنوں آب دودیدہ گویدت  
زانکہ بہت حیرت حقہ گفت و گوے را

لے بعد ازین در نسخہ بیت ذیل ہم اضافہ است

بر سرہ و پائے جاں بودناز کہ شمع ہائے تو داد بہانہ بے جاں بہا دہوے را

دارم امید خندہ اے، یو کہ بکچد م سخن تنگ لگی پیش از این بے تنگ خوے را  
خسرو اگر غمت خورد ناله اس است خدمتش

۶۹ واجب چاوشاں دهنده پے ہاے و ہوے را  
و  
بے شب با ہم بودم کجا شد آں ہمہ شبہا کنوں ہم بہت شرب لیکن سیاہ از دو دیار بہا  
خوش آں شبہا کہ پیشش ہونے گے مست گے خوش جہانم نمی شود تار یک چوں یا و آرم آں شبہا  
ہی کردم حدیث ابرو و مژگان او ہر دم جو طفلان سورہ نون والقلم خوانان بمکتبہا  
چہ باشد گر شبے پر سد کہ در شبہاے تنہائی غریبہ زیر دیوارش چہ گو نہ می کند شبہا  
بیایا جان ہر قالب کہ تازندہ شوند از سر بکویت عاشقاں کز جاں تہی کردند قابہا  
مرج از ہر جاں خسرو اگر چہ می کشد یارت

کہ باشد خوب رویاں را بے زیں گو نہ ندہیہا  
چو در بگن روی از خندہ لب مہند آسجا ع  
رخ تو دیدم و گفتم "سپند سوز مرا" کہ تا دگر نہ کند غنچہ ز ہر خندہ آں جا  
کساں بکوی تو پنہم دہند و در جائے چو جاں بجاست چہ سوز دکسہ سپند آسجا  
بجائے تو ہمہ روز با مداد بود کہ دیدہ روی تو بیند چہ جائے پند آسجا  
بشاہ شہست قومی بافت زلف چوں زنجیر کہ آفتاب نیار و شدن بلند آسجا  
کجا روم کہ زکوی تو ہر کجا کہ روم مگر سخت کہ دیوانہ الیست چند آسجا  
ز زلفش آدے اے ہاد، حال دلہا چیست رسد ز جہد کمندت غم کمند آں جا  
چہ گو نہ اند اسیران مستند آں جا

ہر آستان تو ہر کس پر جنتے مخصوص

مگر کہ خسرو بیچارہ در دست آں جا

۷۱ جاناں بہ پیش یاد کن روزے من گم بڑا  
آخر ہجرت ہا ز کن آں چشم خواب آلودہ را ب

لے بیت مخدوف درن -



ناخواندہ سویت آدم ناگفتہ رفتی از ہرم  
یعنی سیاست این بود فرمان نافرمودہ را  
رفتی ہمانوہ کہ من زندہ ہما نم در غمت  
یار بکجا یا بم دگر آں صبر وقتے بودہ را  
باز آئے و بیشین ساعتے آخر چہ کم خواہد شدن  
گر شاد گرافی دے یاران غم فرمودہ را  
کشتی مرا و نیستم غم جز غم نادیدنت  
گرمی توانی باز بخش این جان نا بخشودہ را  
ناصح تبرک کلر خاں ، تا چند پندم میدہی  
چوں خار خام بہ نشد ، بگلار این بیہودہ را  
پیچودہ ساقی در قدح بیہوشی عشاق را  
گوئی فزوں با بندہ داداں ساغر پیوہ را  
دستے بسودم بہ لب تلخی بگفتی چیست این  
کز زہر دادی چاشنی چندین نبات سودہ را  
سوداے خسرو ہر شبے پایاں ندارد ہیچ کہ

آخر گرہ بر زن یکے آں جعد نا ہیودہ را

۷۲

ہو خواہی برد روزے عاقبت این جان مفتون را  
ت  
کہ از گاہے بمن بنماے ہارے صنع بیچوں را  
تومی کن ہر چہ خواہی من نیارم دم زدن زیر ا  
کہ گر چہ خوں کند سلطان نیا رند از پئے خوں را  
نخواہم داد و رہان ترا بہر دروں ز رحمت  
بندست آنکہ بوسم کہ گہے دیوار بیروں را  
دل من نامہ اے دردست و خون دیدہ عنوانش  
بس از غازی عنوان بروں بر حال مضمون را  
شب آمد روز عیشم را و من با سوختہ جانے  
ہی جویم چہ را غافل و خستہ آں روز میوں را  
نہ شبہاے من بدروز از اینسانست بے پایاں

دے یارب مبادا روز نیک آن زلف شب گوں را  
 تو آن مرغی که آوازی و در داسے نیفتا دی  
 سزدگر شکر گوئی روز و شب بخت ہمایوں را  
 چو یلیا بیند آن محبوں شراب از خون خود نوشد  
 ہر از سنگ ستمکاراں نہ باشد نقل مجنوں را  
 ہمہ کس فتنہ شد بر گفتم و مگر چشمست  
 اثر در جادواں ہرگز نباشد سحر و افسوں را

۳۳  
 چہ اقبال است این یارب کہ دولت دادہ رہ مارا  
 کہ در کسے فراموشاں گذر شد یار ز میا را  
 کمر بند من آمد نزد من خندہ ز تاں اشب  
 توقف کن کہ بختے بنگم پر وین دھوڑا را  
 بھدا اللہ کہ بیداری شبہا یم نہ شد ضائع  
 بدیدم خفتہ در آغوش خود آن سرد بالا را  
 بتشویش و ہل رنجہ مشو اے نوبتے اشب  
 کہ خفتن در بر یار ست بیداران شبہا را  
 تماشا یم کنم این فدہ قیامت میکند یارب  
 کہ خواہم تا قیامت یاد کردن این تماشا را  
 کجا ہا بودی اے گلبرگ خنداں است گو با من  
 کہ چوں حب دادہ ای امروز کھرویاں رعنا را  
 رشیدی ہجو شاخ گل کد میں باد آوردت  
 کہ ہرگز نمی نہ پر سیدی بیک شاخ گلے مارا  
 توئی با من معاذ اللہ ز تو کے آید این یاری  
 منم با تو عفاک اللہ مرا کے باشد این یارا

چہ گوئی خسرو چندیس حدیث وصل تا بودہ

خیال ست ایکلہ رہ دادی بسوئے خویش ہوا را

۳۴  
 دیوانہ می کنی دل و جان خراب را  
 مشکن بنا ز سلسلہ مشک ناب را  
 بزم اگر چہ ریختن خون بود و بال  
 تو خون من بر نیز بہر ثواب را  
 بوسہصال در خور این روزگار نیست  
 صنایع کن بدلق گدایان، گلاب

اے عشق شغل تو جو بہن نا کسے رسید  
از چاشنی درد جدائی چہ آگہند  
یک شب کساں کہ تلخ نکر دند خواب را  
تقویم حکم کے کند ایں فتح باب را  
ماندہ ایم غمرہ حاضر جواب را  
یارب، کہ یار ناوک و کن صواب را  
بد نام کردہ اند بستی شراب را  
خوش گریہ ایست بر سر آتش کباب را

خسرو سوز گریہ نیار دنگاہ داشت

آرے سفال گرم بکوش آرد آب را

۷۵ دلم در عاشقی آوارہ شد آوارہ تر بادا  
تم از بیدی بیچارہ شد بیچارہ تر بادا  
بتاراج عزیزان زلف تو عیارئی دارد  
بخو نیز غریبان چشم تو عیارہ تر بادا  
دلت خارہ است و بہشتن من خارہ تر بادا  
دلہ خوارہ است و بہشتن من خارہ تر بادا  
گرے زاہد و عالم خیر می گوئی مرا ایس گو  
کہ آں آوارہ کوے بتاں آوارہ تر بادا  
ہر گویند کز خون خویش خلقے بجاں آمد  
من ایس گویم کہ ہرجان من خونخوارہ تر بادا  
دل من پارہ گشت از غم نہ زانگو نہ کہ بہ گردد  
و گر جاناں بدیں شادست یارب پارہ تر بادا

جو با ترم دامن می خود کرد خسرو باد و چشم تر

بآب چشم ہا کاں دامنش مہوارہ، تر بادا

۷۶ رفت آنکہ چشم راحت، خوش می غنود مارا  
عشق آمد و بر آورد، از سینہ دود مارا  
تاراج خو بر وئے ملک جاں در آمد  
آں دل کہ بود وقتے گوئی نبود مارا  
پاسنگ خویش بودم در گوشہ صبور  
باوے ز سویت آمد اندر لب و د مارا  
ہر روز در شب غم خوش می کند سر آنم  
آں دیدنی کہ اول خوش می نمود مارا

از خاک ہستی ماگر د عدم بر آمد  
 ممکن نہ گشت تو بہ مار از روے خواباں  
 اے کاشکے نبودے ننگ وجود مارا  
 گیتی بہ محنت و غم چند آزمود مارا  
 آں کو بہ نیک نامی دی می ستود مارا  
 کز صیقل محبت نتوان زدور مارا  
 خنجر و چو نیست زانہا کہ تو برد بختن

ایں بند ہاے رسمی دادن چہ سود مارا  
 رخت صبری تمام، سوخته شد سینہ را  
 شعلہ فروزاں مہنوز، آتش دیرینہ را  
 پیش کہ پارہ کھم و اے من ایں سینہ را  
 آب بسیری مدہ تشنہ ویرینہ را  
 باز ہماں حال شد احمد پارینہ را  
 تو بہ زئے کردہ بود دل کہ تو ساقی شدی  
 من چو ز سر خواستم چشم تو بیکار جست  
 خنجر نودہ بدست ترک کہن کینہ را  
 پیش بریشم کشید خرقہء پشمینہ را  
 بر سر خنجر و اگر طعنہ زند ہر کسے

روے سیاہ مراست عیب تو آئینہ را  
 رسید ہا و صبا تازہ کرد جان مرا  
 نہفتہ داد بمن بوے دل ستان مرا  
 کنوں کہ خواب اگر فتست ناتوان مرا  
 بگل نمود کہ سبک خط روان مرا  
 صبا سواد چمن را چون سخہ کرد بر آب  
 کہ سبے من گذرے نیست گلستان مرا  
 مرا گذر بگلستان لبں است لیک چہ سود  
 غم نہفتہ یقین می کند گمان مرا  
 لگان ہی بر دم کز فراق او بزم  
 کہ در کشد قلم ایں نقش بے نشان مرا  
 نشان نمائد ز نقشم کجا ست عارض او  
 کہ خود نمی شنود گوش من فغان مرا  
 فغان من ز کجا بشنود بگوش آں شوخ

پرید جانب او مرغ روح و با من گفت  
 خوش آن دے کہ در آید سفیدہ دم زدم  
 سرم برید و بدستم نہاد و راہ نمود  
 نہاد بلبل من لب، نہاند جاے سخن  
 رواے صبا و بگو سرور فتنہ را باز آے  
 شیر زلف و یم با خودم سبرای باد  
 ز رفتن تو بجاں آدم نمی دادم  
 کہ من شدم تو نگہدار آشیان مرا  
 پراز ستارہ و مہ ساخت خانمان مرا  
 کہ خیزد و سر خود گیر بخش جان مرا  
 کہ مہر کرد بانگشتری دہان مرا  
 بنو بہار بدل کن یکے عزائے مرا  
 و گر نہ زاغ بردہا تو استخوان مرا  
 کہ رفتن ز کجا خواست ہر جان مرا  
 دل شکستہ و خستہ بجاں تو مشتافت

۷۹ غریب نیست نگہدار میہان مرا  
 شبم خیال تو بس با قمر چہ کار مرا  
 من آستان تو بوسم حدیث لب نہ کنم  
 نہ بنیم آن لب خنداں ز بیم جاں یکہ  
 پر ہزاد مرا بہر آن کہ تو کشیم  
 اگر قضا ست کہ میرم بعشق تو آر  
 بطاعتم طلبند و بہ عشرتم خوانند  
 من و جو کوہ شبے، با سحر چہ کار مرا  
 چو من بجاں خوشم با شکر چہ کار مرا  
 زدو سنگ خورم، با گہر چہ کار مرا  
 و گر نہ باجو تو زیبا پسرا چہ کار مرا  
 بکا، ہاے قضا و قدر چہ کار مرا  
 من و غم تو، بکا و گر چہ کار مرا  
 طلاق دادہ دل و عقل و ہوش را خور

۸۰ بگشت کوے تو با این شتر چہ کار مرا  
 عشق از پے جاں گرفت مارا  
 خرسند بعافیت نبودیم  
 حلقے بزباں گرفت مارا  
 سہر و قد او ہناز و فتنہ  
 اینک حق آن گرفت مارا  
 ہر لحظہ رواں گرفت مارا

اے دیدہ چہ ریزی از برون آب      کایں شعلہ بجان گرفت مارا  
 اے خواب برو کہ باز امشب      سوداے فلاں گرفت مارا  
 گویند کہ مرگ طرفہ خواہمیت      این خواب گراں گرفت مارا  
 ترسم کہ بروں برد ز عالم      این غم کہ عناں گرفت مارا

خندیدہ بر اہل درد خسرو

درد دل شاں گرفت مارا

گرچہ بر بود عقل و دین مرا      بہ مگوئید نازنین مرا ب  
 گوشش از بار و درگاہ گشت      نشود نالہ حزین مرا  
 آخر اے باغباں یکے بنمائے      بن آں سر و راستین مرا  
 گر مئی کند رقیب خنک      کہ بسوزد دل غین مرا  
 عشق در کار خو بردیاں کن      زہد و تقوی و کفر و دین مرا  
 دست در گل بھی زخم لیکن      خار می کرد آستین مرا  
 چشم من بر نگین نقش دہانش      داد انگشتی نگین مرا  
 سوختہ بینش اگر اثرے است      در سحر آہ آتشین مرا

خسرو بگذر از سرم کہ ز اشک

بیم غرق است ہم نشین مرا

سرے دارم کہ سا ماں نیست او را      بدل دردے کہ در ماں نیست او را  
 براہ انتظارم ہست چشمے      کہ خوابے ہم پریشاں نیست او را  
 بعشق از گریہ ہم ماندم چہ گویم      بر از گشتی کہ باراں نیست او را  
 فراش کرد عمرم روز را ز آنک      شبے دارم کہ پایاں نیست او را

نہ تا شہ ہر پنج بیت مخدوف در نسخون۔

ترا ملک است اے سلطان ولہا کہ جز دلہائے ویراں نیست او را  
 خطت نوخیز و لب سادہ از آن ست خوش آں مضمون کہ عنوان نیست او را  
 رخنہ دارن یگانہ در نکوئی کہ ثانی ماہ تاباں نیست او را  
 کد این مور خط را کہ در حسن بہا ملک سلیمان نیست او را  
 ز خسرو و دبیح ارگشت ناہیز

خیالے ہست اگر جاں نیست او را ع  
 گیر کہ می نیر زم من بندہ ہمدے را آخر پرستی ہم جائے است مردی را  
 غمخہ زناں چنیں ہم بہر ہم دار مگذر دانی کہ ہست آخر جانے ہر آدمی را  
 آندم کہ من بیادت میرم بگوشہ غم روح اللہم نہاید از بہر ہمدی را  
 از جان خوشتن ہم رازت نہفتہ دارم زیرا کہ می نشاید بیگانہ محرمی را  
 از شاخ عیش مارا ہر گئی نماء برجا گوئی خزاں در آمد گلزار خرمی را  
 باہر غمے کہ آید راضی شوائے دل آنرا مارا نیا فریدند از بہر بیغمی را

زاں رہ کہ تو گدشتی چوں سرو خوش خراماں

خسرو بیاد پایت می بوسد آں زمی را ب  
 گذشت آرزو از حد بیایے ہوس تو مارا سلام مردم چشم کہ گوید آں کف پارا  
 تو میروی و ز بہر سو کرشمہ می چکد از تو کہ داد ای دلوش و شکل، سر سبز قبارا  
 مراست یاد جمالت بدل چنانکہ بدید خیال خوان کہ سیاں بروز فاقہ گدرا  
 بردل خرام دے تا بر آرد نہ شہادت چو بگریزند خلایق کمال صنع خدا را  
 سخن ز خواستن خط مشکبار تو گفتم بخاست موے بر اندام آہو آن خارا  
 چو در جفات بمیرم بخوانی آنچہ تو شتم بر آستان تو از خون دید، حرمت وفارا

سے بیت محدود در نسخہ ان

فلک کہ می برد از تیغ بند بند عزیزاں گماں مبر کہ رسا ندہم دو یار جدا را  
 در آں مہیں تو کہ شود سست آبے یگد عاشق کہ پرورش جزا از این آب نیست مہر گیارا  
 صبا نسیم تو آورد و تازہ شد دل خستہ

چنین گلے نہ شکفت سست ہیچ گاہ صبارا  
 ۸۵ من ہوں ہی خورم ناوک سینہ دوزرا تا نہ کنی ملامتی غمزہ کیستہ تو ز را  
 دین ہزار بار سادہ سر گیسوئے توشد چند بناکساں دہی سلسلہ رموز را  
 گویم وصل گوئیم رو کہ ہنوز چند گہ دلے کہ چون بردوں برم از دستاں ہنوز را  
 قصہ عشق، خود رود پیش فسر دگاں لے سنگتراشی کے خود گو بہر شب فرو ز را  
 ساقی نسیم سست من جام لب آب آرتا نقل معاشران کنہا میں مل غام سوز را  
 بش کہ تازہ ناکساں تیرہ شد سست و ز من فیست و دیدہ بگرہا میں شب تیرہ روز را

ہاں جو خسروی دہس زخم تو دہ کہ برکے

بالے اگر ہمیں زنی تیرہ دہ نہ دوز را  
 ۸۶ من بے چاک لہ آں بٹ بیداری شہا گجا خپد کے کش می غلہ در سینہ عقر بہا  
 ہمہ شب بے رتب غمی پڑم باز لعل و حالے چہ سوزا ہا سسعاں یار بہ کہ باخو دہیں غم شہا  
 گئے غم بخورم کہ خون دمیو دم بعد زاری چہ پرہیز نہ دارم جاں نخواہم بڑا دین تہا  
 چہ ٹوٹے گرد آں کافر ہوئے بونے مسلمانا چنین گزیا رہیم می خیزد از ہر خانہ یار بہا  
 دہائے دوستی از خون نویندا اہل درد و من بخون دیدہ دشائے کہ بشنیدم از آں بہا  
 ز خون دل و دھوسازم چہ آدم سکو او سجدہ بود عشاق را آئے بے زین گونہ مہ بہا

بتا کہ آں نولے بار بہ بر می کشد خسرو

کہ جانہا پائے کو باں می ہمد بیر لہ قابہا



نازکے کہ دیدہ ام آں رخ، چھو لالہ را  
 تا چو سگان فغان کنند از رخسار بخت فلک  
 عقل نماند در سبب صبر نماند در دے  
 سوخته از خست اگر سوئے چمن گذر کند  
 بوسہ اگر بھی دہی برب خود حوالہ کن  
 من بنظارہ لے خوشم وصل چہ مد من بود  
 دل خطہ و دام داد مست ہوئے خرد سپرد  
 تو زیالہ میخوری من ہمہ خون، کہ دم بدم  
 دل کہ فسرده تر بود ہم بگذارش آورد

نالہ خسرو چناں کا تش تیز ڈالہ را

یارب کہ داد آئیہ آں بت پرست را  
 خوں میخورد، بسینہ دروں میر و بلاست  
 دیوانہ بتاں نہ کند رو بہ کعبہ زانک  
 جانا، نہ رفتی است چو دہا از لعل تو  
 محرام ازین منطکہ بشہرا ز خراشت  
 چندیں چہ غمرہ می زنی از بہر کشتنم

خسرو چہاں نیافت عشق تو مرد نیست

زین رہ بخون دیدہ چہ شوقی تو دست را  
 دقتے اندر سر کوئے گزے بود مرا  
 دندراں کوئے نہانی نظری بود مرا  
 مایہ عمر بجز ہاں دگرے بود مرا

مسک گشتم کہ شبش دیدم و در خواب ہنوز  
ہمہ کس را خور و خواب من بیچارہ خراب  
بایں از دیدہ مرزیدہ گلابی کہ بہ عمر  
ہیچ یاد آمدت لے فتنہ کہ وقتہ زین پیش  
خواستہ می کہ نمازے بکشم پیش خیال  
نہ روم پیش کہ یاد آئی و دیوانہ شوم

پاساں روز ہم از قصہ خسرو بشنود

و کا مشب از گرہ یہ چہ ناخوش سحرے بود

دیوانہ کرد زلفت تو در یک نظر مرا  
سنگین دل تو سخت ترا از سنگ مرمرست  
دشمن غمہ تو کرد اشارت بسوئے لب  
رویت گل و لببت شکر و این عجب کہ نیست  
گفتم لب ترا کہ مرا عشوہ اسے بدہ  
چوں من ترا درون دل خویش داشتہ

با خسروست شمار وصال است ہر شبے

غ یک مشب ہم از طفیلی خسرو شمر مرا

کہ رہ نمودند انہم قباے تنگ ترا  
چنین کہ چشم ترا خواب بستہ می دارد  
نمی گذارہ و در نبال چشم تو سر رہ  
خدا نگ غمہ از آں دیدہ میکند روشن

کہ در کشیدہ بر سر دلاہ رنگ ترا  
کہ باز دارد ازین خواب چشم تنگ ترا  
قوی بگوشتہ نہادست نام و رنگ ترا  
کنوں کہ دیدہ سپر ساختہ خدا نگ ترا

چه گویت که دل تنگ تو کراما ند  
 اگر تو خورده نگیری دبان تنگ ترا  
 کرشهای تو از بسکه هست ناز آمیز  
 آشتی تو داند کس، نه جنگ ترا  
 دل تویت مراد غم و عجب سنگی  
 کطاعت آرد ز خم دل چو سنگ ترا  
 ز من بپاسخ شیرین تلخ جاں می بر  
 که در من است اثر شکر و شکرنگ ترا  
 بپوشه عذر چه گوئی تنم مگر چوبی است  
 که را بوار کند چوب پائے سنگ ترا  
 دو چشم خسرو ازین پس حیاں آن خط سبز  
 کزین دوا نینه توان زد و زنگ ترا

باز مدارای پسر غمزہ نیم خواب را  
 تا خبر بجا دوی جان دل خراب را  
 از پے نقل مجلس است بر آتشم جگر  
 چاشنی کنی کنی گوشه این کباب را  
 از سر و مشتری چرا دست نشوید آسماں  
 کاب بر سخت روی تو چشمه آفتاب را  
 دوش بخواب گویم در بر من نشسته ای  
 معذرت کنم کنوں از دل دید خواب را  
 بوسه بده که میرو دجگر کشاں بکشتنم  
 منتظر لب تو ام باز بده جواب را  
 کشتن ماست سستیت از چه شر خجده ای  
 بهر خدا که سوئے خود راه مده شراب را  
 خسر خسته را مکش زانکه ندامت بود

وہ کہ رہا نمی کن رخوئے تو این شباب را

دلشرا عمریت تا من و دست میدارم ترا  
 در غمت میوزم و گفتن نمی یارم ترا  
 دلی بر من کز غمت می میرم و جاں میدهم  
 دلی غیبت از دل افکار بهیارم ترا  
 لے بتوروشن دو چشمم گرد آوی سرمین  
 از عزیزے سچو نور دیده میدارم ترا  
 داری اندر سر که بگذاری مرا من بر آنک  
 در جمیع عمر خویش از دست نگذارم ترا  
 خواری و آزار بر من مگر به تیغ آید ز تو  
 خوارم اندر دیده گر با گل بیازارم ترا

یک نے ماں از پائے نہ نشینم بختوے تو یا کنم سرافذایت یا بدست آرم ترا  
نیست شرطے دوست بایاران پر نیست

شرم دار آخر که من یار وفا دارم ترا

۹۳  
ہے روئے تو خوش کرد من تلخی ہجر را با شربت دیدار سے چو نہ کنم جاں را  
از بسکہ دل خلقم گم شدہ ز خدانت خون پر شود آرزو کا وند آں چاہ ز خنداں را  
دی شانہ نہ گیسو افتاد بسہ لہا گرد آرد سے آخر دہائے پریشاں را  
در حبیب وجود کس نہ گذارستہ امی نقدے یک لطف بکن زیریں کشائے گریباں را  
توی روی دود لہا دنبال دواں ہر سو چوں خلق کہ بتا نہ نظارہ سلطان ما  
بد بخت دے دارم دیوانہ بُت رویاں یارب کہ مبادا میں مل ہندو مسلمان را

گویند کہ از خواب بدنام شدی خسرو

چوں دل نہ کند فرماں خستہ و چہ کند آں را

۹۵  
جاں بہ غامضی برآمد بے زبان چند را کو، یک امر دوزخ و اداش، میہاں چند را غ  
دی چوں بیرون آمدی خود کردہ از ہر قطرے گشت طوفان بکا خان دماں چند را  
من ز تو محروم و خلقے در گماں میں ہم خوش است بادیار بے وز نیکی، بدگماں چند را  
چند طعنہ عاتلاں ایکے ماں بیرون خرام سوختہ چوں می کنی نامہرباں چند را  
یک یک اندر کوئے تو بے داغ آہ من ماند وہ کہ آخر چند سوزم بے زبان چند را  
گر نہ گرد دغا کہ در کویت، چہ کار آید تنم بہر ایں پرور دم آخر استخوان چند را

صد چہ خسرو سیکند جاں پیش آخر خندے

ز انکہ شد ہنگام نیس "نا توان چند را

۹۶  
شب بروز آمد بے کزد دل نہادی یاد را جان تن آمد بیوں بوسے نہ دادی باد را

سر بہ دیوارِ سراپت می زخم تابنگری  
 باز دے بجز قوی در کشتن بیچارگان  
 زانکہ تابا ز شکاری خوش بود صیاد را  
 جان بغیر ایدم برآمد لیک صد جاں آرزو  
 لے کہ میگویی کہ وقتے لوح صبرت یاد برد  
 اینہم خونابہ کا شام ہمیں روز بد  
 چند گرم چوں سیر دی عشقم از قضا  
 تابسوئے گشت شیرین سدل غار او کوہ  
 کند زناخن چو گل چین بود فرہار  
 کوک مرگان تو در دل اند خسر و راجناں کہ

در رگ بیمار نشتر بشکند فصا و را  
 من ز بہر توستم درم جان عشق اندیش  
 کمر سگان لرغ او کردم دل درویش را  
 عشق بیش از بیش من بسیار از کم کمتر  
 من کم از کم چو شمشاں بار بیش از بیش را  
 نئے غلط کردم کہ خواں ہم بہ خویش دہند  
 رہ ملک دوست سولے خویشتم خویش را  
 وقت اخوش در ہمدو بناں چوں ہفت بست  
 یاد کن آخر فراموش گشتگان خویش را  
 عقل اگر گوید کہ عشق از سرنہ معذور دہا  
 دور کن از سرنہ عقل خیال اندیش را  
 جاں فدائے دوست کن کم زان ہند ای  
 کرد فلک شوی در آتش بسوزد خویش را  
 در گنج راحت مست ارمودہ یا بی طمع را  
 دلخ صین مرہم ستار پختہ بینی ریش را  
 من دل دیدہ نہ خواہم داشتن بازی رین  
 تیر تا باقی بود، ترکان کا فر کیش را

خسر و اگر انگبیں می خواہی از شکر باں

اول اندر کام شیریں کن زبان خویش را

ساقیا پیش آں جام با صفاے خویش را  
 روئے ما بین بہادہ رد ملک خویش را

سہم سہ ہر دو غریبات در سخن زانکہ مست

کبکے فٹا رکھے بخرام پاہر لالہ سائے  
دی شہری در باغ و گل از بہر گرد افشانست  
بے حنا کن لعل پائے لالہ سائے خویش را  
ہر طرف بہر مبارک باد نور و زہر  
کرد صد پر کاہد امان قبائے خویش را  
کبک کہساری بردے لالہ بہر تیغ کوہ  
می فرستد گل بہ کف کردہ صباے خویش را  
گام چند لالہ دکہ پُرخوں کرد پائے خویش را  
یک دم امر و زامین، مارا بہ مجلس راہ دہ

تا ستانیم از تو جام با صفاے خویش را  
بسکہ اندر دل فرد بہ دم ہوئے خویش را  
دشنے دارم کہ جاں قربانی، اومی کنم  
عشق گنجد در دل تنگے نہ گنجد در جاں  
چاشنی در دل آنکس کہ نشا سد حش  
اشک طوفاں یز، بہر جستن و صلیم صہ سود

خسروادیدہ فرد بندہ نہیں روئے رقیب

زانکہ مریم خوش نہ باشد دیدہ ہائے ریش را

باز بہتے بر رخ چوں ماہ برستی نقاب  
بچو لالہ داغ دارم بردل از ہجران تو  
گو یاد در زیر ابرے رفت ناگہ آفتاب  
شد شکر بر آتش عشقت مرا جاں کباب  
بے محابا از صہ میوسد کف پایت کاب  
در کنارم سیل دیدہ خوں ہی راند چو آب  
ناوک ز مژگاں صہ حاجت بہر قلم حجاب  
نشرتے فرما از آں لب گوی جوئی صواب  
تا تو پیوستہ خسرو کردہ از غیر اعتبار  
لے جدا افتادہ از ما، تا تو پیوستہ ایم

لے این غزل در سخن زائد است لے غزل محذوف در حق

روزِ عیدِ بہشت منہ مے نابے چو گلاب  
جان من از ہوس آں بلبلِ بد اکنوں  
رورہ دایے کہ کشایے دلش نکشت  
آنکہ خیزانِ فتان بود بہ مسجدیں پیش  
دلت کہ او گزری گشت بہ دورِ مجلس  
مے ملاست کنوں خاصہ کا زدستِ حرم  
ساقیانوش چناں کن کہ صدا باز دہر  
برکہ را بے گل مے بدلغ است اورا

بندِ خسرو بدعاے تو کہ آں جبلِ متین

دست بہت زد و پچید پٹنا بل طناب

زاد چوں از صبح روشن آفتاب  
لعل نہ دہی آں عرق در وہ کہ چوں  
خرم آں کو غرق می باشد مدام  
عاشقی با پار سائی ہم خوش است  
ہست مارا نانینے مے پرست  
نیم شب کا دم را بیدار کرد  
بجو دی زد را ہم از نے تا بہ صبح  
آخر شب صبح را کرد دم غلط  
زلف بر کفِ شب ہی پیدا شتم  
خاست از خواب شرابم داد و گفت

ساقی خورشید و در وہ شراب  
گل بر آرد ہم گل است ہم گلاب  
چوں خیال دوست سے ہائے ناب  
ہچناں کا فتد میان بادہ آب  
کو گم بریاں کند گا ہے کباب  
من ہماں دولت ہی دیدم بخواب  
خانہ خالی بود او دست و خراب  
زانکہ ہم رویش بدو ہم ماہتاب  
کز بنا گوشش بر آید آفتاب  
نوش کن بر پادشاہ کامیاب

شاہ قلب الدین کلید بہشت ملک

کز درش دارد ہانے فتح باب

قندیس آتشیں دشمے سنگیں لب  
ماہ سہر کسوت، مہر لال غنیمت  
قطران مشکے خالشی از مشک و گل مسلسل  
کا فور آبے خاکش، از شیریں مر کب  
ترک ہاں فروزش، گنجے ز نیم رودش  
موئے طلسم سودش، مار مسلسل از شب  
گر آسمانی وہ، در برج مہ نہ ہوئے  
سعد زیں گرفتاری از دے دبال کو کب

خسرو ز شوق لعلش، تا چند سوزی آخر

بالے دے بڑل آئے، از سوزش تبشب

میریز دا آتری ز تولے جانفر لے آب  
ما تشہ ایم تشہ، خود را نا لے آب  
خاک در تو بر سر چشم پر آب ماست  
پیوستہ گر چہ خاک شود زیر پائے آب  
آب حیاتی و نشومی آشنائے من  
تا چہنہائے من نشود آشنائے آب  
چوں در کنار آب خرامی خیال تو  
گوئی کہ بہت مرد مک چہنہائے آب  
لے چشمہ زلال مرد کز برائے تو  
مردم چنانکہ مردم آبی برائے آب  
می نالم و بر لے قومی ریزم آب چشم  
آبے داں کجا رسد اندر سر شک من  
زیں پیشتر بدیدہ من جائے آب بود  
از آب چشم بندہ بگرداگر چہ بہت  
بگد ا ختم چو آبے بسوئے مرا بدل  
اکنوں کہ آب چشم بلا گشت مر مرا  
خسرو ازیں پس نہ گذارد عنان تو  
کس دل چنیں بنگ نساید بجلای آب  
چشم مرا کہ باز خرد از بلائے آب  
گو برق بار آتش لگو ابر زائے آب

سلا و سلا ہر دو غریبات محمدت درن۔



لے ناز میں کہ ماہ منی امشب  
خوش بنشیں بادہ بکش پاک  
برخانہ صہ باشد دے چوں تو  
بر فرق من نشیں کہ ز بس عزت  
وصل بتاں اگر ز گنہ باشد  
سیل چشم چو ز خون است بناس

رحم کن چو شاہ منی امشب  
خواب کن چو ماہ منی امشب  
ہمچو یوسف بجاہ منی امشب  
ہم تاج و ہم کلاہ منی امشب  
ایمن نشیں ز آہ منی امشب  
ہر جا کہ گریہ عشاق راہ منی امشب

فردا کہ روئے نرید خسرو  
بس آتش بجاہ منی امشب

زبے نموده از آن لعل حاضر صبح خوب  
سواد و نقطہ مکتوب دست بردل من  
بلا و فتنہ و آشوب او بود مارا  
مراد و مونس و مطلوب ہر سہ از من شد  
عبد و غالب و مغلوب ہر سہ باز آید  
غلام دولت و مرکوب با سہ چیز خوش است

کیے سواد و دوم نقطہ و سیم مکتوب  
کیے بلا و دوم فتنہ و سیم آشوب  
کیے مراد و دوم مونس و سیم مطلوب  
کیے عبد و دوم غالب و سیم مغلوب  
کیے غلام و دوم دولت و سیم مرکوب  
کیے حضور و دوم شادی و سیم محبوب

حضور و شادی و محبوب من بود خسرو  
کیے شراب و دوم ساقی و سیم محبوب

چہ آفت است میانم این بزریر نقاب  
تورخ بپوش کہ از ہفت پردہ بناید  
تو زلف را از کلمہ بشکنی عجب نہ بود  
مرا ز ابروئے تو بشہ می رود بہ ناز

کہ تا نمود نمود آنچہ سید گشت خراب  
چو آفتاب فرزندہ از چہار نقاب  
کہ دل بہ کنگر خورشید پرورد نقاب  
کہ سجدہ میکنم و صورتت در محراب

سلہ تا سلہ ہر سہ غریبات محذوف درن

تو میکشی کسے را کہ می شود بیہوش  
ذبیحہ را چہ خبر تا چہ می کند قصا ب  
مرا کہ سوختہ گشتم نہ آفتاب رخست  
از آں لب اربوانی بشرتے دریا ب  
دے سوال مرا در جواب می لسنکی  
مگر کہ در شکر آلودہ گشت پائے ذباب  
شباب می کند عمر در فراق کوشش  
ترا کہ از پس عمرے بدیدہ ام مشاب

چہ سحر با کہ بدیج تو کردہ ام پیدا

کہ خسر و اسختم خواندہ امی او لوالالباب

اگر گوشتہ نشیناں نہاید آں رخ خوب  
بغزہ دل بر باید ز سا لک مجذوب  
ہلائے مردم اہل نظر بود چشمست  
بنا ز اگر بدر آئی نہ کتب اے محبوب  
دہان یار نیاید رقیب را در چشم  
کہ خردہ میں نبود بیچ دیدہ معیوب  
فراق رومے چو تو یوسفی کسے داند  
کہ روشنش شود آب و دیدہ یعقوب  
چو نامہ تو کشایم شود پر آہم چشم  
بہیج رو نتوانم کہ خوانم آں مکتوب

کشد برائے تو خسر و جفاے مدعیان

کہ بہر دست ز کراں جفا کشد ایوب

۱۰۹  
لے تمامی خواب من بردہ ز چشم نیم خواب  
وے سر سرتاب من بردہ ز زلف نیم تاب  
تاب زلفت سر سبز آلودہ خون منست  
مگر خوابی رنجت خونم زلف اچندین تاب  
زلف مشکینت کند افکند بر آہوے میں  
ناذر احوں بستہ شد زلف آں مشکین ملنا  
گل چنایں بے آب شد در عمد خستہ کہ گر  
خرمنے از گل بسوزی قطرہ لے نہ ہد گلاب  
خط تو نارستہ می بناید اندر زیر پوست  
بہ مشاب سبزہ امی نورستہ اندر زیر آب  
گر پیاور دل فرو خود دم بہم خون تاب شد  
چون نمک در خورد بے خون تابہ انود کباب  
مست گشتم زان شراب آلودہ لہکا تنگ  
مست چوں گشتم ندانم چوں تنگ دآں شراب

روز من سالیست ہے تو زانکہ بہر دیدنت  
 باز میگیری زبانم در سوال بود سہ ای  
 عمرم از رفتن بجا اندست با چندین شتاب  
 یا گرفتہ می شود در رنب شیرینی جواب  
 نیمہ کے در سایہ اندونیمہ کے در آفتاب  
 زلف در بازی در آمد چوں توان آورد بہاب  
 روع تو پیدا شود دہنہاں شود در دک نقاب  
 سگ زبان بریں کند چوں گرم گرد آفتاب  
 چو شدی در تاب زمیں او دشنام تریب

شب بستی چشم تو شمشیر مرگاں بر کشید

خواست بر خست روز نکش در میان بگرفت خراب

ماہر و یا بخون من مشتاب  
 چشمست از خون من بر بخت چہ شد  
 کشتن عاشقاں کہ دید صواب  
 ترک باتیغ بود مست خراب  
 تا گل از شرم رویت آب شود  
 مثل خود در جہاں کجا بینی  
 کہ در آئینہ بگری و در آب  
 گوشہ خلوت و شراب کباب  
 آرزوی کند مرا با تو  
 دین تناست در سرم ہمہ عمر  
 و ز غم روع شاہداں مارا  
 زیں ہوس چشم من نگہ و خواب  
 تا یکے پند می دہند اسحاب  
 ہر کہ دعوی کند ز خواباں صبر  
 نشود "کلّ مدّع کذاب"

چہ ملامت کنید خستہ را

فا تقوا اللہ یا اولوا الالباب

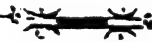
اے ز تو خور شہید چرخ در مرض لطف و تاب

از من تا یک روز، طلعت روشن متاب

چشمہ خورشید را آب نہ باشد و لے  
 چوں تو زلفت ہوا خوں کنی اے آفتاب  
 زلفت تو کڑ پیچ پیچ ہر سر موئے کڑ ست  
 کڑ بنشیند و لیک راست گوید جواب  
 بستہ زلفت تو گشت روئے دل من سیاہ  
 گور من آباد کرد خانہ چشم خراب  
 چند بہ دہم و خیال از لب تو چاشنی  
 کام چشیریں کند خوردن حلوا بہ خواب  
 من ز خیال لبست نیستم اگر ز خویشت  
 مستی نعت دم نگر نیہ چہ بینی شراب  
 بر من در سوا یم گر تو کنی خندہ اے  
 بس بودم از لبست تا بود این نسخ باب  
 جاں بہ فدای رخنہ کش چہ نظارہ کنی  
 صبر نہ گیرد قرار عسرنہ داند شتاب  
 دست نہ شود یزد تو خسر اگر چہ دشوق  
 ارپے پاشستنت خون دل من شد آب  
 شکر را شد اگر چہ سپہ مور مرتب  
 گئے نیز نہ خواہم کہ کند سایہ بر آں لب  
 منہم و قامت شاہد برد اے خواجہ مؤذن  
 تو در مسجد خود زن "و اِلٰی رَبِّکَ فَارْعَبْ"

سر درویش نہ دارد خبر از تاج سلاطین  
 بر ہے گاں پس آید سرا و سمر مرکب  
 بہ کرشمہ سرا برو مکن از بہر خدا حشم  
 کہ ز محراب تو بر شد بہ فلک نعرہ یارب  
 لب لعل تو بہ ہنگام شکر خندہ پنہاں  
 ز پے بُردن دِلہا چو فسونے است مجرب  
 مکن لے شیخ نصیحت کہ مکن سجدہ بہتاں را  
 چو بود مذہب ما ایں نہ توان گشت مذہب  
 بہ خیال سر زلفت خبر از خواب نہ دارم  
 چو درازست شجم دید کہے روئے چہیں شب  
 اگر ایں سوختہ گوید سخن بوس و کنارے  
 مکنش عیب کہ ہست ایں ہذیان گفتش از تب  
 کہ بود خسر و دیدہ بہ کہ دید سر بہ تو بارے  
 بہ سر کمنگر زلفت سر پیران مُقرب  
 لے ترا در دیدہ من جائے خواب غ  
 دیدہ بے خوابم از تو جائے آب  
 شب چو خوابم نیست بہر دیدنت  
 چند سازم خویش را عمدًا بخواب  
 گل شد از عکس رخت در چشم من  
 ز آتش دل می کشم زان گل گلاب

با خیال زلفت در رویت چشم من  
 نیمه اے ابرست و نیچے آفتاب  
 زان لب میگوں کہ ہوش از من ببرد  
 خوں ہی گرہ یم چو بر آتش کباب  
 از لببت دارم سوا لے چوں کنم  
 تنگ می آید دہانت در جواب  
 مست گشتم بکہ خوردم خون دل  
 چوں نہ گردم مست با چندین شراب  
 ہست خورشید قیامت روئے تو  
 خط مشکیں دفتر یوم الحساب  
 زان قیامت عالمے در جنت است  
 بندہ خسرو تا قیامت در عذاب



۱۱۴

اے ترک کہاں ابرو من کشتہ ابرو دیت  
 وقتے بہ طفیل گویے بنواز سرم آخر  
 گفتی کہ بدیں سودا غمناک چہ میگرددی  
 مسجد چہ روم چندیں، آخر چہ ناز مستی  
 شبہا ہمہ کس خفتہ جز من کہ بہ بیداری  
 کہ نام گلے گویم کہ نام گلستانے  
 بوئے گل ازیں پیشم در باغ نمودے رہ  
 جاں در طلبت ہمو تا باز رہد زیں غم  
 بیش تو بگوئے بت سوزندہ چہ ہندویم  
 ملک ہمہ چین و ہند اندہم یکے سویت  
 تا چند بہر زخمے حسرت خورم از کویت ؟  
 آوارہ دے دارم در حلقہ گیسویت  
 رویم بسوے قبلہ دل جانب ابرو دیت  
 افسانہ دل گویم در پیش سگ کویت  
 زیں گوئے در اندازم ہر جاسخن از رویت  
 بادی نوزید از تو گمہ شدم از بویت  
 فریاد کہ بادے ہم ناید گہی از سویت  
 بر آینه ریز آں کہ خاکستر ہند ویت  
 سر در خم چو گانت راضیت بدیں خسرو  
 آں بخت کراکار در سر در خم بازویت

۱۱۵

امشب شب من نور ز ہتاب دگر داشت  
 دل پہنچ بہ شیرینی جاں میل نمی کرد  
 بہنگام سحر خلق بحراب و دل من  
 قرباں شوم و چون شوم ولے کہ آں چشم  
 گشتم بنظر مست و خفتہ تہ پایش  
 دگر گریہ شادی جگر م آب دگر داشت  
 مسکین سر آرائش جلاب دگر داشت  
 زابروے بتے روئے بحراب دگر داشت  
 بر جان من از ہر مژہ قصاب دگر داشت  
 جان از سکرات اجلم خواب دگر داشت

لے بعدہ درن بیت ذیل اضافہ است

فریاد کہ فریاد ز ہتاب دگر داشت

نالند ز ہتاب سگان میں رنگ شب گرد

لے بعدہ درن دوبیت ذیل است

بغیرہ ادنا وک بزتاب دگر داشت  
 ز کشت کہ بہ ہر خوشن دتا پدگداشت

جاں بخوہ دوق بادی داد بہ دل رانکہ  
 ز دھڑکہ سخت بہ دل بستگی من

نئے داشت خبر از خود دئے از مئے و مجلس  
خسرو کو خرابی ز مئے ناب دگر داشت

۱۱۶

تقدیر کہ یک چند مرا از تو جدا داشت  
اندوہ جدائی ز کسے پرس کہ یک چند  
دیوار تزامن حلقہ خار سخا ہم  
داغے دگر این ست کہ از گریہ بشستم  
صوفی کہ خرامیدن تو دید بصد صدق  
از جان گلہ دارم کہ مرا زندہ چرادر داشت  
دور فلک از صحبت یارانش جدا داشت  
اجرت بدلم گر چہ کہ صدر رخسار واداشت  
آں داغ کہ دامانت ز خون دل ماداشت  
بدید مصللاً و کلمہ در تہ پاداشت  
خسرو بوفائے تو دہد جہاں کہ در آفاق  
گویند ہمہ کاں سنگ دیوانہ وفاداشت

۱۱۷

بے شاہد رنما بتماشا نتوان رفت  
دی رفت سوئے باغ و دناست غنم ما  
صحرا چہن پہلوئے من بہت بے لیک  
کہ دیم رہا جان و دل از بہر رخت زانک  
ماہیم و سر کوئے تو کز پیش سخا نی  
گفتم کہ ز کویت بروم تا بہرم جان  
اے قافلہ در باد یہ ام پائے فرو ماند  
پسند کہ در پیش لب ت مرده بہا نم  
غ  
بے سرو خرامندہ بھرا نتواں رفت  
این نیز دناست کہ بے مان تواں رفت  
ہمہ تو شولے دورست کہ تنہا نتواں رفت  
باغزدگان سوئے تماشا نتواں رفت  
ایجا بتواں مرد و از اینجا نتواں رفت  
گفتن بتواں جان من، امان تواں رفت  
بگذر تو کہ در کعبہ بایں پا نتواں رفت  
نازیستہ از پیش مسیحا نتواں رفت

لے غزل محذوف درن

سے سے ہر دو بیت محذوف درن



خسرو پس ازین مذہب خورشید پرستی  
مومن شدہ در قبلہ ترسان تو اس رفت

۱۱۸

افسوس ازین عمر کہ برباد ہوا رفت  
خورشید من از اوج جوانی چو برآمد  
گفتن ز در خویش مرا گفت کہ بگذار  
کس را چہ غم از رفت دل سوختہ من  
اے صبر کہ می گفتی من کوہ گراں سنگ  
گفتم کہ زیم بے تو ز دوری کمش اکنون  
رنجہ نشوم گر بجھا سر بریم ز انک  
تو دیر بزی کز گل باران نشان نیست

کاری بجاں نے ہر ادل مارفت  
بس ذرہ سرگشتہ کہ برباد ہوا رفت  
زین کوچہ کہ داند کہ چو تو چند گمارفت  
بودہ است ز آن من اگر رفت ہوا رفت  
بادی بوزید از تو ندانم کہ کجا رفت  
گراں من درویش حدیثی بظاہر رفت  
بسیار چنین ہا بسراہل و ضارفت  
ہر ذرہ کہ از کوی تو بباد صبارفت

اما چہ حد صبر بہ ہجر تو کہ خسرو  
آمد بہ درت باز ہر آنکہ بیارفت

۱۱۹

تا بہر بازار بستی قدمش رفت  
ہر صبر و سلامت کہ دل سوختہ را بود  
یوسف چو گذر کرد بہ بازار جمالش  
یکروز بنیادی وصالش ترسانید  
آلودہ نشد هیچ گاہ دامن نازش  
بسیار سراغندہ بشمیر سیاست

ب  
بس حوس مرداں کہ بباد ستمش رفت  
اندر شکن سلسلہ خم بہ خمش رفت  
ہر مایہ کہ او داشت بہ عقدہ درمش رفت  
اے عمر گرانمایہ کہ اما بغش رفت  
زاں خون عزیزاں کہ بزیر قدمش رفت  
اے دولت اے سر کہ بہ تیغ کوشش رفت

رفت از قلم حکم کہ در شق رود جان      القہ ہماں رفت کہ اندر قدش رفت  
 سجاں دید چو خوزری سلطان خمالش      بستہ کفن و تیغ دہریر علمش رفت  
 برباد دے امشب شب خسرو بدرازی  
 کوتاہ نشد گرچہ ہے بیش و کمش رفت

۱۲۰

جز صورت تو ماہ سارا چہ تو اں گفت      جز طرہ تو دام بلا ما چہ تو اں گفت  
 آن روے کہ دادہ است خدایت صفائی      ہم خود تو بگو بہر خدا چہ تو اں گفت  
 چوں ماہ تو انگشت نہایت دہانت      آن خاتم انگشت ما را چہ تو اں گفت  
 شد بستہ زلفین تو خوں در دل ناز      دلبستگی مشک خطا را چہ تو اں گفت  
 ہر لحظہ صبا بر سر گل پرورد از ناز      از کردہ تو باد صبا را چہ تو اں گفت  
 شب اشک و دم سرد مرا دید خیالت      پس گفت کہ ایں باد ہوا را چہ تو اں گفت  
 گر چشم مرا ابر گہر بار تو اں خواند  
 خاک کف شمس الامر را چہ تو اں گفت

۱۲۱

ب  
 بیچارہ کسے کو بغم خوش ہسراں زلیست      کز دیدہ و دل در پے ایشان نگراں زلیست  
 گریافت کسے از لب بے خط اثر ذوق      تا زلیست در اندیشہ سادہ شکران زلیست  
 ہجوں کمر زہمہ با کو فتگی ساخت      آں یار کہ بر پشتہ زرین کمران زلیست  
 چوں یار از آن دگران شد بکش لے ہجر      زیر انتوانیم بجان دگران زلیست  
 چون غم کشدم زان لب و زان روے کم یاد      تا چند تو اں بر صفت حمیلہ گراں زلیست  
 اندر سوش زندہ دلاں زندہ کسے نیست      جز کشتہ خواباں کہ در آں مودہ آں زلیست

ترسم کہ بمیرد بتہ کفش ملامت  
خسرو کہ بد نہال شیریں لہراں زلیست

ت

۱۲۲

در ہجر توام کار بجزاہ و فغان نیست  
بے دوست اگر خلق بجاں میزد و سر  
سہلست اگر ہر دو جہاں باز گذارند  
ما زندہ بدو نیم کہ جان میرو د از ما  
منہ سخی عاشقے از ہرزہ زباناں  
گفتی کہ ہم آغوش خیالم بچہ سانی  
در پیش توام داں کہ زبانم بدیاں نیست  
ہم جان سر دوست کہ مارا سر آں نیست  
از ہر نگارے کہ چو او در دو جہاں نیست  
بروئے کہ بعشوق زید منت آں نیست  
کایں کار دست لے سپرد کارباں نیست  
خواب خوش بجنون بر دوست نہاں نیست

خسرو ز تو کز دل بستہ صاحب حسنے  
خوش باش کہ یوسف بہ یکے قلب گراں نیست

۱۲۳

آہ و تر آن سینہ کہ از عشق خرابست  
کو غمزدہ اے تا کند از نالہ من رقص  
جستم بسؤال آب حیاتے ز لب دوست  
لے آنکہ بفر دوس نہ بینی بلطافت  
در پیش دل خویش ہر افسانہ کہ گفتم  
دان سہلست زاہد کہ بہ تسبیح بریدی  
گر لعل تو احیا کندم دیر شدہ این دیر  
وہ بادہ کن از پے نقل غم خود را  
آزادی آن دل کہ در آن زلف تباہست  
کایں نالہ من ز زمزمہ جنگ و رہا بہست  
او بر شکنان گشت زمین کایں چہ جوابست  
من دامن و من کر تو بر این دل چہ عذابست  
گفتی کہ فسونے زئے بستن خوابست  
زانست کہ امروز گس ران شرابست  
ز آمد شد سلطان خیالی تو خرابست  
کاخر دل مسکین من است این نہ کیا بہست

خسرو کہ غریق است بہ تسلیم کہ مارا  
کشتی نہ و مقصود بر آن جانب آست

۱۲۴

خرم دل آنکس کہ بر خار قودیدہ است      یا زان لب شیرین سخن تلخ شنیدہ است  
زان زلف مسلسل کہ ہی بر شکند باد      از روئے تو بنگر کہ در آن زیر چہ دیدہ است  
بر قافلہ صبر مرا نیست ولایت      امروز کہ مژگان تو لشکر نکشیدہ است  
این اشک بچشم من از آن جائے گزشتہ است      کاند طلب وصل تو بسیار دودیدہ است  
شبہا است چو گل غرقہ بخونم کہ بسویم      از باغ وصال تو نیچے فوزیدہ است  
آرے شب امید ہم غزدہ گان را      صبحی است کتار و قیامت ندیدہ است  
طاقت چون دارم کہ رسانم تو خود را      فریاد رس اید و مست کہ طاقت بریدہ است

خسرو تن بیجانت بگلزار زمانہ  
مرغی است کہ او از قفس سینه پریدہ است

۱۲۵

مارا چہ غم امروز کہ معشوقہ بکام است      عالم برادر دل و اقبال غلام است  
صیدے کہ دل خلقی جہان بود بدامش      المنتہ شد کہ امروز بدام است  
از طاق دو ابرو دے تولے کعبہ مقصود      خلقی بہ گمانند کہ تا کعبہ کدام است  
چشم تو اگر خون دلم ریخت عجب نیست      اورا چہ توان گفت کہ دوست کدام است

خسرو کہ سلامت نکند عیب گیرش  
عاشق کہ ترا دید چہ پروائے سلام است

۱۲۶

روئے تو بہ پیش نظر آسائش جانست  
 دد نہر چو تو فتنہ و مردم کش و بے داد  
 کو دل شدہ لے کت نظرے دیدہ و مردہ  
 تر کے کہ دوایر و نش نشستا است بد لہا  
 کئے برج چو تو خورشید رسم من کہ بخواری  
 عشق است ز بابل خرد فسونش چہ داند  
 آزادگی جان من اربست بہا نسبت  
 من زینتن خلق ندائیم کہ چنانست  
 جانفش بدم رفتہ و سویت نگرا نسبت  
 قربانش بہ راست اگر چش دو کما نسبت  
 برخاک در تو سر من نیز گرا نسبت  
 ہر چند کہ بنیاد خرد از ہمد نسبت  
 گر خون جگر گریہ کند عاشق شہوت  
 آن دانش کہ حیض ز رہ دیدہ روا نسبت

۱۲۷

زلف تو بہر آب مصفا نتوان شست  
 ہر شب من دا ز گریہ سر کوئے تو شستن  
 دریا ز پے بخت بد از دیدہ چہ ریزم  
 عشق از دل ماکم نتوان کرد کا ذاتی است  
 از دردی خم شوی مصلکے من امشب  
 نوشیم می و بر سر خود جرعه فتانیم  
 آلا کہ بخونابہ دلہا نتوان شست  
 بد بختی این دیدہ کہ آن پانتوان شست  
 چوں بخت بد خویش بد ریا نتوان شست  
 چون مایہ آتش کز خار نتوان شست  
 کز آب دگر این لہا مانوان شست  
 ہر جاے کہ جرعه چکد آنجا نتوان شست  
 اید و ست بخیر و برسان شربت دردی  
 کز زرم و کعبہ دم سگ رانتوان شست

۱۲۸

لے عید دوم آمدہ ردے چو نگارت  
 قرباں شدہ زان عید چو من بندہ ہزارت  
 لے و لے غزلیات محذوف درن

مر راجہ ولایت کہ کشد لشکر انجم  
 آنروز ز پرکار بشد دائرہ ما  
 چون تافتہ شد طرۂ خورشید سوارت  
 کاندہ بدر از پردہ خط دائرہ وارث  
 با خط خوش از تختہٴ سیمین عذارت  
 اندر سر آن زرگس پرست خمارت  
 پیغام گل آرد دگر باد بہارت  
 تا روشنی دیدہ بیابد ز غبارت  
 چشمے کہ درونے بہرست و نہ بہارت  
 کس برگذریں نکر دست عمارت  
 خانہٴ مکن اے دوست درین جا کہ بر نم  
 بآنکہ بعمری بچشد خسرو بیدل  
 یارب کہ چہ شیر نیست لب نوش و کنارت

۱۲۹

اے قبلہٴ صاحب نظر اے روئے پوہامت  
 تو پادشہ کشور حسنی و ملاحیت  
 سرفتنہٴ خوبان جهان چشم سیاہیت  
 خوبان جہانند ہمہ خیل و سپاہیت  
 چون اشک روان گردم و گیرم مژدہایت  
 دزدیدہ بیایم، کنم از دور نگاہیت  
 خسرو چہ کنی نالہ و ہر دم چہ کشتی آہ  
 اے سرور و اے راجہ غم از نالہ و آہیت

۱۳۰

دے کش صبر نبود آن من نیست  
 کسے کو دل دہد جانان من نیست

اے تاجہ امیات محذوف درن ۛ درن بیتہٴ زائد است ۛ  
 دریک دگر آورد و ابو دے تو سرا ۛ ہندار مگر از پے خون شدہ یارت ۛ غزل مژون درن

کہا ہم ساخت این خوں نابہ، ناست  
 گنہ بردیدہ گر یان من نیست  
 ہم مضمون من شہرے فرد خواند  
 کہ مہر صبر بر عنوان من نیست  
 تو میوزے دل و نگری تو اے چشم  
 کہ شعلہ در خور طوفان من نیست  
 بخش دیدم بدل گفتم چہ گوئی  
 کہ یعنی این بلا بر جان من نیست  
 نصیحت از خرد جستم خرد گفست  
 کہ بردیوانگان فرمان من نیست  
 شب دوشینہ جاں سوش چنان رفت  
 کہ زان اوست گوئی زان من نیست  
 جو تیرم زد، کشید آلودہ خون  
 بخندہ گفت کایں پیکان من نیست

بسوز دخر دلاہا چہ نیکوست  
 کہ گوش خلق برا فغان من نیست

۱۳۱

دھے کا زاد باشد آن من نیست  
 کسے کو شاد باشد جان من نیست  
 گدایاں جاں ہندش لیک این سہل  
 خراج دولت سلطان من نیست  
 خوش آں شوخے کہ تیرم زد پس آنگہ  
 کشید و گفت کایں پیکان من نیست  
 کہ ا میں منت است از سوز شوقش ؟  
 کہ بر جان و دل بریان من نیست  
 ز غم ہم پیش غم نام کہ شبہا  
 کسے جز مونس دل جان من نیست  
 بکش ہر ساں کہ خواہی چوں منے را  
 کہ زان تست خسر و زان من نیست

۱۳۲

بجالیں غریبانے گذر نیست  
 ز حال مستمند انت خبر نیست  
 ز تو پیر فائے ہستی نیست مارا  
 ترا بر وائے ما گر ہست و گر نیست

توئی منظور من در هر دو عالم      مرا بر دنیا و عقبی نظر نیست  
 یکایک تلخیِ دوراں چشیدم      ز ہجراں پیچِ شربت تلخ تر نیست  
 اسیر ہجو و نومید از وصالم      شہم تار یک و امید سحر نیست  
 ہی خواہم کہ رویت باز بینم      مجزایم در جہاں کام دگر نیست  
 دے خالی نمی بینم ز دردت      کہ ایں دل کہ خوش در جگر نیست  
 در پی رہ سرفرازی آنکے راست      کہ او را ہم جان و خوف سر نیست  
 رخ وزلف تو شد غائب ز چشمم      من شوریدہ دل را خواب خور نیست

مکن بیچارہ خسرو را ز درد دور  
 کہ اورا خود جز این در پیچ در نیست

۱۳۳

ت

دل مارا زدست غم اماں نیست      نشان شادمانی در جہاں نیست  
 جہاں پر آشناؤ من بغم غرق      کہ دریائے محبت را کراں نیست  
 کسے کو یک زمان در عمر خوش بود      مرا اندر ہمہ عمر آں زماں نیست  
 فلک را دعوائے بہرست لیکن      گواہی میدہد دل کاں چناں نیست  
 بیک جان خواستم یک جام شادی      بز دور چرخ گفتہ را یگاں نیست  
 و شش نقش کسان زین زرد مارا      دو یک بر کعبتین استخواں نیست  
 ندانم کاش جان من اینست      سخن ہم آہنچناں ہم نازواں نیست  
 بلائے عقل عشقم بود اکنون      بلا این شد کہ از عشقم اماں نیست  
 گر افتد آشتی با بخت سنگیت      اگر نقد خصومت در میاں نیست



حدیثِ خوشدلی و آن که بعالم  
زبان کردار خسرو بجای آن نیست

۱۳۴

مُرادر آرزویت غم ندیم است      به تو گر نیست روشن حق علیم است  
بخاک پائے تو خوردیم سو گند      از آن معنی که سو گندے عظیم است  
چو دل با برویت پیوسته بودم      از آن بیچاره مسکین دل دویم است  
چه دریا پائے خوں دارم به دل من      یقین در جان من دُرّ یتیم است  
بدان رُو عشق میورزم و گر فاش      مرا از طعنه مردم چه بیم است  
اگر اشکم بهر سوائے رواں است      دے دل بر سر کویت مقیم است

چو غنچه باش خسرو در جگر خون  
اگر مقصودت از زلفش نسیم است

۱۳۵

گرفته در بر، اندام تو، نسیم است      برادر خوانده زلفت، نسیم است  
از آن زلفِ سیاه بر مشکین آن را      بنا گوش ترا دُرّ یتیم است  
بر عنائی چنین مخرم غافل      که از چشم بداندر راه بیم است  
دل من در غمت نیچے نماند است      و ز این یک غم دل صد کنونیم است  
زیاد خنده مردم فریبت      مرا دو دیده پر دُرّ یتیم است  
بعهد فتنه و آشوب زلفت      کسے کو خوش زید رند حکیم است

کتاب صبر خوانده بنده خسرو  
که هر شب مجلس غم را ندیم است

۱۳۶

زمن نازک میانے دور ماندست      دے رقتست و جانے دور ماندست  
 بگوئید از زبان من که آں جا      دے از بے زبانے دور ماندست  
 پُر از خونت جوئے دیدہ من      کہ از سر و روانے دور ماندست  
 ہلاک جان من آں پیر داند      کہ رونے از جانے دور ماندست  
 خراشیدہ بود آواز مرغے      کہ آواز گلستانے دور ماندست  
 غم و درد غریبی از کسے برس      کہ آواز خان دمانے دور ماندست  
 گماہی میدہ اے شب زاریم را      کہ از من بد گمانے دور ماندست  
 شبے یادش دہی از خسروائے باد  
 کزین دُزا پاسبانے دور ماندست

۱۳۷

دل مسکین من در بند ماندہ ست      اسیر یار شکر خند ماندہ ست  
 نماندہ اندر دل من درد را جاے      مدہ پندم نہ جاے پند ماندہ ست  
 نصیحت گوئے من سختے دعا گو      کہ یک بیچارہ اے در بند ماندہ ست  
 بجان پیوند کردم عاشقی را      کنوں جاں رفت و آن پیوند ماندہ ست  
 من امشب بارے از دوری مردم      ہنوز اے پاسباں شب چند ماندہ ست  
 رہا مے ساز کن اے مطرب صبح      کہ مطرب ہم بذر افگند ماندہ ست  
 بتا از در مراں بیچارہ اے را      کہ در کوئے تو حاجتمند ماندہ ست  
 بہ مئے سوگند خوردم جرعه اے بخش      کہ مارا در گلو سوگند ماندہ ست

”ز غم“ گفتم کہ ”خسر و زندہ چوں ماند؟“  
دروغہ گفتہ و خرسند ماندہ ست

۱۳۸

مجو صبرم کہ جائے آں نماندہ ست      مراں از در کہ پائے آں نماندہ ست  
میں در سجدہ ہائے زر قہ لے بت      کہ ایں طاعت سزلے آں نماندہ ست  
بوسم پائے بت را و اں نیرزد      کہ در سینہ صفائے آں نماندہ ست  
دلے دارم کہ ماندہ ست از پئے عشق      خرد جوئی بر اے آں نماندہ ست  
دلا بگذار جاں بدہم در ایں کو      کہ مہنگام رواے آں نماندہ ست  
خوش اے پند گوچوں من نماندم      زمن بگذر کہ جائے آں نماندہ ست  
کساں در باغ و من در گوشہ غم  
کہ خسر و را ہواے آں نماندہ ست

۱۳۹

نگار اچوں تو زیبا کس ندیدہ ست      چناں روئے نگار کس ندیدہ ست  
ہناں میدار از من خوشیتن را      چنین خود آنکا را کس ندیدہ ست  
بیا امروز تا سیرت بہ بینم      گو فردا کہ فردا کس ندیدہ ست  
تانا میکنم در باغ رویت      و ز ایں خوشتر تانا کس ندیدہ ست  
ز آب دیدہ پیدا گشت لازم      بدیں ساں آب صحر کس ندیدہ ست  
مرا گوئی کہ ”دل بر جلے خود دار“      دل عشاق بر جا کس ندیدہ ست  
ز خسر و دل کہ دزدیدی، بدہ باز  
گو ”دیدہ ست کس، ما کس ندیدہ ست“

۱۴۰

مرا دقتے دے آزاد بودست      درونم بے غم و جان شاد بودست  
 ننگ زد شوخی اندر جان و نو کرد      جراح تھا کہ در بنیاد بودست  
 چه خوش بودست عقل مصلحت جو      کہ چندے زیں بلا آزاد بودست  
 نگار پیچ گاہے یاد داری؟      کزیں بیچار گانت یاد بودست  
 شب آمد، باد برد از جابے خویشم      کہ بوسے زلف تو با باد بودست  
 بفریادت بخوانم دی و مردم      کہ جانم ہمرہ فریاد بودست  
 جفاکش خسرو اگر دوست پیوست  
 نصیب عاشقان بیداد بودست

۱۴۱

منم امروز و صد تیار در دست      نہ دل در دست نے دلدار در دست  
 بیاساتی دلم از دست رفتہ است      ہی آید کنوں دشوار در دست  
 نگار دست از ارم گشادی      چہ می آید از ایں آزار در دست  
 توئی از روز تاشب در تماشا      چہن آئینہ گلزار در دست  
 منم از جست و جوئے تو چو مرغی      گل اندر دیدہ ماندہ خار در دست  
 ہمہ شب گرد کویت بہر مرہم      ہی گردد دل افکار در دست  
 مدہ از دست خسرو را، کہ دارد  
 ز تو مشتے غم و تیار در دست

۱۴۲

صبا گردے از آن زلف دو تا خواست      بہر سو بے از مشک ختا خواست

بلائے خفہ سر برداشت گوئی  
 مرا مئے کز آں زلفِ دو تا خواست  
 گریباں میدرم ہر صبح چوں گل  
 ہمہ رسوائی من از صبا خواست  
 نظر با از زکوۃ حسن میداد  
 زہم افتاد کز ہر سو گدا خواست  
 متاع عقل و جان و دل ہمہ سوخت  
 من این آتش ندانم کز کجا خواست  
 تو تار زلف بستی بند در بند  
 زہر بندے مراد دے جدا خواست  
 امیدم بود کز دستش برم جان  
 ولیکن خط مشکینش بلا خواست  
 کنوں ماؤ لب لعل و خط سبز  
 کہ تقویٰ را رقم از کار ما خواست

تماشارا بیا زیں سوے بارے  
 کنوں کز گریہ خسرو گیا خواست

گل آئینہ آخر شب مست برخاست  
 بجام لالہ گوں مجلس بیار است  
 نشسته سبزہ زیں سو، پائے در بند  
 ستادہ سرو از آں سو جانب است  
 صبا میرفت و ز گس از غنودن  
 بہر سوئے ہی افتاد و می خواست  
 من اندر باغ بودم خفہ تیار  
 بنامیزد چو ماہی بے کم و کا است  
 چور فتن خواست از پہلوے خسرو  
 برآمد از دلم فریاد بے خواست

نیما آں گل شب گیر چوں است  
 چمنش بہیم و تدبیر چوں است  
 نگونی این چنین بہر دل من  
 کہ آں بالائے ہنجوں تیر چوں است  
 ز لب آید ہی بوئے شرایش  
 دہانش داد بے شیر چوں است

من از دے نیم کشت غمزہ گشتم      ہنوزم تا بسر تقدیر چوں است  
اگر چشمش بکشتن کرد تقصیر      لبش در عذراں تعمیر چوں است  
نبرد ہرگز آں مست جوانی      کہ حال تو بے آں پیر چوں است  
یگاہ خفتن تشویش عشاق      ز آہ و نال شب گیر چوں است

ز زلفش سوخت جان خسرو آری  
بگو آں دام مردم گیر چوں است

۱۲۵

من و شب، زندگانی، من اینست      دل و غم، شادمانی، من اینست  
ہم شب خون دل نوشتم بیادش      شرابِ ارغوانی، من اینست  
ہی نالم شب بیداری، سحر      سرودِ میہانی، من اینست  
بہ بند چشم من بر من خیالش      کہ شبہا یار جانی، من اینست  
نوعشق گاہ میرم گہ زیم باز      طریقِ زندگانی، من اینست  
رہا کن تا میرم زیر پایت      کہ عبر جاودانی، من اینست  
بس است این قیمت خسرو کہ گوئی  
غلامِ رامیگانی، من اینست

۱۲۶

بہر بیتے کہ وصف آں رخاں ست      چو نیکو بنگری شہ بیت آں ست  
کمر کہ بستہ او ہست جانم      مرا جانے است آں ہم در میانست  
ندارم در میان تو سخن پیچ      ولے جاں راسخ دہاں ست  
بہا کو میکند چشم نو شوخی      کہ شوخی شیوہ ہے سرخوشاں ست

بہر موزلت تو دارد دودھ دل چہ دزدے بُردے نامہر بانست  
 دلم را برد و ہاں را کشت چہمت  
 جہانگیر ست وہم صاحب قرآن ست

۱۲۶

بیا کز رفتنت جانم خراب ست دل از شود نکلد انت کہا بست  
 درنگ آمدن اے عمر کم کن کہ عمر از بہر رفتن درشتا بست  
 من آیم ہر شبے سوئے تو لیکن ہمہ شب خانہ من ماہتا بست  
 سیر شد رویے ما از تو کہ رویت زوال روز مارا افتا بست  
 ندارد چہتم خورد خورشید آہے کز آں چہتم تو بردی ہر چہ آہست  
 نباشد ہیچ بوی ناز از مشک ولے مہے تو یکسر مشک نا بست  
 چو بر شیریں لب از رخ چکد خو تمامی آب آں خربت گلا بست  
 مرا اگر یک سواے از لب تست ز چہمت دہ جواب نا صوابست  
 سخن گوید جو خسرو پیش چہتمش  
 زبون غمزہ حاضر جوابست

۱۲۸

مرا داغ تو بر جان یادگار ست فدائش باد جان چوں داغ یار ست  
 اگر جان میرود گرو غم نیست تو باقی ماں کہ مارا با تو کار ست  
 بھعت عاشقاں میرم کہ گویند سگے مجوابہ یاران غار ست  
 شدم بنجو در شہم کتر کن کہ من را بادہ دہست کار ست  
 ز ذوق من کہ در مئے پیر گشتم چہ داند پار سا کین شیر خوار ست؟

غلام اُس بتم کز ناز نینے      نظر ہم بر چناں اندام یارست  
مرا زنا سنت بے تو خانہ ہر چند      در و بام از خیالت بزرگداشت  
بکویت زرد و روشد خسرو آری  
ہوائے نیکوای ناسازگارست

۱۲۹

مرا از رویِ خواں قبلہ پیشست      مسلمانانِ ندانم کاین چہ کمیشست  
بزن سنگ اے ملامت گو، زہر سو      کہ مارا چشم ہائے عقل پیشست  
نگنجد جان درونِ سینہ عشق      ننگِ غم کہ او ہم زان خویشست  
بخون گرم دل پیوست با یار      بس اے گریہ کمی وصل سریشست  
بہم دردے تو ان گفنِ غمش زانک      لبالب انگبینت زیرِ نیشست  
جو سر بہم ہست خاک رہ براجم      کہ خیم از سودن راہ تو ریشست  
باستقبالِ روزی میکشد دل      بزن اے کافر اتیرے کمیشست  
گو خسرو کہ عشقم آشنا شد  
حذر کان آشنائے گرگ و میشست

۱۵۰

مرا در سر ہوائے ناز نینے ست      کز او تاراج شد ہر جا کہ دینے ست

۱۔ بعد ازین در نسخہ بیت ذیل اضافہ است ۷  
دو چشم از کویت رتبہ خاک      زیادت کن کہ مزد انتظارست  
۲۔ غزل محذوف درن ۳۔ بعد ازین ابیات ذیل در نسخہ زیاد است ۷  
نہ خواہد رفت ہر ش از دل من      اگرچہ با منش ہر محظ کہنے ست  
پریشاں حالت ست از یاد زلفش      بر گیتی ہر کجا خلوت نشینے ست  
ہجوم جان مشتاقاں بر آں لب      جو غوغائے نیکس برا نگینے ست



تنم چون خاک شد رنج مکن پامی تراہم زیر پا آخر زینے ست  
 بہار من توئی زندانم چہ سودا ست کہ در عالم گلے یا یا سینے ست  
 دل از پیشیت سلامت چون توان برد کہ در ہر گوشہ چہشت کینے ست  
 مجو آخر تو مبتلای ز خسرو  
 کہ عشق و عقل را دیرینہ کینے ست

۱۵۱

نگارا روز عیش و نشاط دانیست ہولے سبزہ و صوبت داغانی ست  
 مرا بے توجہ جائے زندگانیت؟ کہ دل بے عشق و جان بے نشاط دانی ست  
 ز چشم خویش ترسانم بردیت کہ عشقت سر نوشت آسانی ست  
 ز بد خوئی جگر خود کرد چہشت ز بد خوئی از نا توانی ست  
 چرا دل برد و منکر گشت زلفت کہ بر ہر موے ادا خون نشانی ست  
 مزن مرزگان زبر آلودہ بر من عنایت کن کہ وقت مہر بانی ست  
 ہمہ کس ہم نشین تست جز من کہ مرگم ہم نشین زندگانی ست  
 کمر ابا میانست عہد بندی ست سخن را با دہانت کامرانی ست  
 فغاں من بگوش خویش بشنو  
 کہ بزمت را ذوائے خسرو نیست

۱۵۲

تہہ انستم کہ اہلیت گناہ ست ای ایں رہ کہ می پویم چہ راہ ست  
 ز جویر روزگار و طعن دشمن جہان پیش جہاں بینم سپاہ ست  
 نہ ہر مردے تواند کرد مردی سوار شیر دل پشت سپاہ ست

کساں را برد و بر کس پناہ ہے مرا برد و گر لطفش پناہ ست  
 اگر آہے کشتم در ہم کشت و روے  
 مگر آئینہ راتندی ز آہ ست

۱۵۳

بیاضاتی کہ امام بہار ست      سمن ست ست و نرگس درخار ست  
 مے و مطرب کہ ایام نشاط ست      بدہ ساتی تو جاہے کش بہار ست  
 سواد بوستاں از خط سبزہ      چور وے نو خطاں گلغذا ر ست  
 بساط سبزہ زان می گستر د باد      کشاہ شاخ راہنگام بار ست  
 بہای سرو بہن کز لالہ و گل  
 چو دست خوہر ویاں پر نگار ست

۱۵۴

نگویم در تو عیبے اے پسر ہست      ولیکن بیونائی این قدر ہست  
 نہ در ہجر تو ام خواب و قرار ست      نہ در عشق تو ام از خود خبر ہست  
 از آں ناوک کہ از چشم تو بر من      ہنوزم زخم پیکاں در جگر ہست  
 دے غائب نہ اے از پیش چشم      اگر دوری خیالت در نظر ہست  
 سبک باشد سیر خالی ز سودا      من و سوداے جاناں تاکہ سر ہست  
 نہ پندارم کہ در گلزار فردوس      ز رخسارت گلے پاکیزہ تر ہست  
 تعالیٰ اللہ قبا پوشی کہ او را      کمر بر مو و موئے تاکہ ہست  
 تمنائے دلم کردی و دادم      بفرما گر تمنائے دگر ہست

نشب بھراں درازست ارجہ خسرو  
منو غمگین کہ امید سحرست

۱۵۵

دلم ز و شب حدیث نازی گفت      ہی گفت آں حدیث و بازی گفت  
نمی آمد مرا خواب از غم دوست      ز بھراں سرگذشتے بازی گفت  
نہاں می مردم و می زیستم باز      کہ جان با من سخن زان نازی گفت  
خوش آں مرغی کہ می آمد زان باغ      کہوتر را سلام بازی گفت  
دل من مست بود و قصہ دوست      گئے از انجام و کہ ز آغاز می گفت  
ز زلفش عقل مینالید با چشم      جفاکے دزد با غمازی گفت  
چو چنگ غم زده در گریہ خسرو  
مردد عاشقان با سازی گفت

۱۵۶

جفا کردے بریں جان زیوں رفت      نگویم گر چہ از گفتن فزوں رفت  
ہم ادل روز کا مد پیش چشم      ز راہ دیدہ در جانم دروں رفت  
نہ من مردہ نہ زندہ زانکہ ہر بار      کہ او آمد بدل جانم ہروں رفت  
خطش آغاز شد بیچارہ جانم      ز رفت از پیش ایں خواہ کیوں رفت  
دلم می گفت از و شب سرگذشتے      ہمہ شب تا برد از دیدہ خوں رفت  
ہمیں دامن خبر کا مد سحر گاہ      ز نہ ہوشی نہ می دامن کہ چوں رفت

ۛ بعد ازین در سخن بیت ذیل زائدست ۛ

مرا می کشت یاد آں کہ روزے      بر غمہ با من آں بت رازی گفت  
خیال غمزه از پیکان دلہ و نہ      پیام ترک تیر انداز می گفت

نشانداز جادوے ہم جان خسترو  
ہمہ عمرش بقویذ و فتنوں رفت

۱۵۷

تاشا گاہ جاں ہاشد خیالت  
بغلطم بے خبر چوں قرعہ فال  
مدار این چشم من چوں دل پر آب  
اشارت کردی از ابرو بخونم  
نہ جان از لب دروں آمد نہ بیرون  
چہ خوش می بخوری از خون نابم  
متنا گاہ دہا زلف و خالت  
چو بینم طلعت فرخندہ فالت  
کہ باشد آفتاب من و بالت  
مرا بارے مبارک شد جمالت  
بلا شد عشق پابوس خیالت  
اگر ننگی نیار د زین سفالت  
چو عالم شد پریشان بے تو آخر  
بگو آخر کہ خسترو چیست حالت

۱۵۸

بیایے دیدہ شہرے بسویت  
بلاؤ فتنہ کار افزائے چشمت  
کہ باشد آئینہ آہ ہزار آہ  
مبادا بگسلد یک مویت ارچہ  
کنم از آب دیدہ لب نازی  
بدہ دل گر توانی بید لے را  
نہ ام عاشق چو من از بیم مردن  
چو زنبور سیر گرو سرکل  
جہانے گم شدہ در جستجویت  
جفاؤ کینہ دہست افزار خویت  
کہ در آغوش گیر نقش رویت  
جہاں آدینخت در یک تار مویت  
چو پائے ہر سگے بوسم بکویت  
کہ خواہد داد جاں در آرزویت  
نہ بینم سیر در روئے نکویت  
بگردم بر سرت بنخودز بویت

ز حیرت باز خسرو مانده بیہوش  
خموشتی بودے اندر گفت و گویت

۱۵۹  
در یاب کہ جاں خراب گشتت      دل ز آتش غم کباب گشتت  
خون جگر آب شد ز عشقت      زہرہ نہ کہ گویم آب گشتت  
پیش کہ کشایم این کہ زلفت؟      در گردن من طاب گشتت  
یک رہ بمن خراب کن گشت      دل میں کہ چساں خراب گشتت  
دانم کہ زہر عارض تست      اشکم کہ چو لعل ناب گشتت  
زلف تو سیہ چہ راست دانی؟      بسیار در آفتاب گشتت  
در کشتن خسرو آرزویت  
بشتاب کہ بس شتاب گشتت

۱۶۰  
بازش ہوس نکار برخاست      وز دلشدگان قرار برخاست  
او مرکب ناز را ندو از خلق      ہر سوئے فغاں زار برخاست  
او پیش نکار مست بگذشت      فریاد از آں نکار برخاست  
من خاک شوم بر آں زمینے      کز توسن او غبار برخاست  
صبر و دل و نام و ننگ ما برد      عشق آمد و ہر چہاں برخاست  
عاشق نہ کہ ہزار جان داد      نالہ نہ یکے ہزار برخاست

۱۷ بہت محذوف درن ۱۸ تا ۱۹ ابیات محذوف درن

۲۰ بعد ازین در نسخہ بیت ذیل زائد است ۲۱

خوب دگرش بہ دیدن آید      شاد آمد و شرمسار برخاست

از رنج منش چه شد زیادت      وز کشتن من چه کار برخاست؟  
 اے عقل برو زما کہ نتوان      زیں میکده ہوشیار برخاست  
 بادرد خوشتم کہ نام مرہم  
 از خسر و دل نگار برخاست

ب

۱۴۱

خط کنز لب آں پسر دمیدست      افسوست کہ بر شکر دمیدست  
 بنگر کہ ز آب دیدہ کیست      آں بزرہ خوش کہ بر دمیدست  
 از رشک رخت سحر دم سرد      بر آئینہ قسمر دمیدست  
 برخاست ز آتش رخت دود      از بس کہ خط تو بر دمیدست  
 آخر شکرے بدہ بہ خسر و  
 زان لب کہ نبات بر دمیدست

ب

۱۴۲

عشق تو بلائے جاں پسندست      یک خندہ از آں دہاں پسندست  
 یک گردش چشم تو بستی      فتنہ بہاں جہاں پسندست  
 بہودہ بصید میزنی تیر      آں چاشنی کماں پسندست  
 گرم دل گم شدہ نیابم      بر ہجو توئی گماں پسندست  
 گفتی کہ دعائے صبر میخوام      نام تو برای زباں پسندست  
 لے چرخ بلا چہ می فرستی      مارا غم آں جہاں پسندست  
 گرد و دست و صل نیست مارا      بدنامی مردماں پسندست

لے در نسخہ من بیت ذیل بعد ازیں اضافہ است  
 تیغ از پے کشتنم چہ حاجت      یک ناز بہ کن ہاں پسنداست

اندرتب غم طپید خسرو  
آن ز گس ناتواں پسندست

۱۶۳

ماں دل زار مستمند است      واویختہ خم گسند است  
اے جان کسے دل رہے را      می پرس کہ نیک در دند است  
بد گوئی کہ سر دگر دایں دل      کز آتش شوق برگزند است  
تلخی نشنیدم از بہت پیچ      یا خود مئے تو ہنوز قند است  
خاماں بہناں دہند پندم      با سوختہ اے چہلے پند است  
جاں در خم زلف تو مست بنلے      تا بگر مش کہ در چہ بند است  
تا خط تو نو مید گل را      بر سبزہ ہزار رشخند است  
خواہم سہر سرور را بہ بزم      کز قد تو یک سر بلند است

اں روئے کہ چشم بہ از اں دور  
بنلے کہ خسروش پسند است

۱۶۴

چشم کہ بروئے تو فتادہ ست      بر آفت خود نظر نہادہ ست  
راہے ست برلے بر دین جاں      ابروئے بخت میاں کشادہ ست  
خط تو درو نہ مرا سوخت      شک نیست کز آفتاب ادہ ست  
زلف تو سرو پاشکتہ زان ست      کز سرو بلند او فتادہ ست  
انصاف من شکستہ بستان      زان طرہ کہ داد ظلم دادہ ست  
گفتی "ز بہم بنوش بادہ"      خون مینوشم چہ جائے بادہ ست

خسرو توبے تسرار با تست  
دل را چه کنم که خود فتاده ست

۱۴۵

ب  
آنجاست دل من و هم آنجاست  
خوابش دیدیم دوش و مستیم  
آهسته رواے صبا بدان بام  
رحم نکند بر این دل پیر  
از دوزخ اگر نشان بپرسند  
می کش که بهر چهار مذہب  
گفتند دولت خوشست آری  
خون میکنی و خبر نداری  
کان کج کله بلند بالا ست  
کان خواب هنوز در سراست  
کان مست شبانه من آنجاست  
یارے که چو بخت خویش برناست  
من گویم خوابگاه تنهاست  
خونم بدرست و خانه یغاست  
در گونه روے بنده پیدا ست  
بیچاره کسے که ناشکیبا ست

خسرو جان ده که اندرین راه  
کارے بسخن نمی شود راست

۱۴۶

زلف تو هنوز تابدار است  
په گفتمی که "وفا نیا ید از من"  
خون شد دل من بگوے اے باد  
گشتش بکدام بوستانست؟  
من گریه خویش دوست دارم  
کلام غم عشق و بقرار است  
چشمتم بگرشده در خار است  
سو گند مخور که استوار است  
کان جان عزیز در چه کار است  
سروش بکدام جویبار است  
کز درد کسیم یاد گار است  
تا عمر عزیز برقرار است



اے شاہسوار آہواں را تیر تو نکو ترین شکار است  
عاشق کہ غم تو خورد و آں کہ شادی طلبد حرام خوار است  
با تو بمثل ہلاک خسرو  
دیوانہ و موسم بہار است

۱۴۶

چشت کہ میان خواب ناز است یارب کہ چہ شوخ و دلنواز است  
ہر لحظہ ز نیش غمزہ تو صدر خنہ بروزہ و نیاز است  
خونہا ہمہ خورد این چہ شکل است دلہا ہمہ برد این چہ ناز است  
محمود بخاک شد ہنوزشش دل سوئے کرشمہ ایاز است  
شبہا غم خود بہ شمع گویم کونیز ز محراب راز است  
سوزندہ کیم نیست جز شمع کاں سوختہ سرگرداز است  
فریاد رسی کہ در ہمہ وقت بر غمزہ دگان در تو باز است  
جانا تو بخواب شو کہ مستی افسانہ عاشقان دراز است  
سوز دل و آب چشم خسرو  
پذیر کہ از سر نیاز است

۱۴۸

یک سوئے ترا ہزار دام است یک روئے ترا ہزار نام است  
زاں سرو بہوشاں بلند است کز قد تو قائم المقام است  
گرمہ بتو نام تمام پیوست رخسار تو، ماہ من تمام است  
زلع سیہت فتادہ در پاسے بہر دل خلق، پاسے دام است

دانا لب تو اگر بهوسد      فتواند بد که مئے حرام است  
 می بگذارد دل از تو زیراک      تو آبی توان سفال خام است  
 خسرو تو بهم عناس خواهد  
 زین تو سن چرخ بد لگام است

۱۴۹

زلف سیه تو مشک چین است      بالائے تو سرو راستین است  
 لعل تو نگین خانم حسن      و آن خط تو نقش آن نگین است  
 گرموم بود میان خاتم      در خاتم لعل انگبین است  
 ماهست رخت در آن سخن نیست      قندلیست لببت سخن درین است  
 بر خطه کشد بکشتنم تیغ      چشم تو که شورش و نازنین است  
 گفتم که ترا کین غلامم      گرمست گناه من همین است  
 مادر لب تو نیست فتمه      تدبیر چه سود قمت این است  
 تو غمزه چه میزنی بخسرو؟  
 کین تیر سپهر در کین است

۱۵۰

مئے نوش که در شادمانیست      خوش باش که روز کار نیست  
 سر بر کش از شراب کایام      از تیغ اجل بسر فشا نیست  
 این دل که ز عشق میخورد خون      بادشمن خود بدوست گانیست  
 مغرور مشو ببا ننگ نائے      کاوازه در اے کاروانیست  
 مردم که بخوشدلی برآید      سرمایہ حاصل جوانیست

ساقی دل مرده زنده گردان      ز آں مئے کہ چو آب زندگانیست  
 عشق آمد و عقل رخت بر بست      این ہم ز کمال کار و نیست  
 بخوابی و عاشقی است کارم      سگ بہر وفا و پاسبانیست  
 خسرو بگزانت چند لانی  
 بانگ دہل از تہی میانست

۱۴۱

اے خواندہ بتان حسن شاہت      وز قلب شکستگان سیاہت  
 دودیت بر آتش جہاں سوز      آں سبزہ خط کہ شد سیاہت  
 شد در زخمت ہزار جہاں غرق      از خوئے چو بر آب گشت چاہت  
 ہر خطہ جراح تے در جہاں      بینم چو ز دور گاہ گاہت  
 دزدیم نظر از دو چشم خود نیز      در دیدہ چو بنگرم باہت  
 تفسیہ چو بہر خورد میرد      ز آرزوے نمیکشم زگاہت  
 شد گریہ ام ارچہ پائے گرت      بردن نتوان بدین زراہت  
 بسیار شد آہ خلق ہمدار      کین باد نیفکند کلاہت  
 گر خون ریزی ز صد چو خسرو  
 رخسارہ بس است عذر خواہت

۱۴۲

دیوانہ شدم در آرزویت      اے چشم جہانیاں بہ رویت  
 جان تو کہ بد شدت عالم      و اں بد ہمہ از رخ نکویت  
 دی روئے تو دیدم و نمودم      شرمندہ بانہ ام ز رویت

پرسی کہ "چگونه اسی زمن دور" ؟ دور از تو، چہ پر سیم، "چو مویست  
 خاک تن من سرشته چو نست در خور نشد آب ازین سبویست  
 مایم و تحیر و خموشی و آفانی ہر بگفت و گویت  
 گفتمی تو کہ آب خوردم آورد  
 امروز بدیدہ ام چو جویست

۱۴۳

وقتے غبارے ز استان بفرست سولے چاکرت  
 دستے بدہ اے آشنا در ماندگاں را چونکہ شد  
 دریا فتم دل و زودیت از غمرہ غماز تو  
 لے ابرگر گاہے بگو آں چشمہ خورشید را  
 گرچہ ز رحمت آیتہ شہا عذابے بردم  
 آخر کم از نظارہ اے از دور در نخل قدرت  
 در بند پر دازست جاں بگذار میرت بنگرم  
 میکن جفا تا پیش تو میریزم از دیدہ گہر  
 تلمکے تہی چغنی کند بادیدہ ام خاک دست ؟  
 غرقہ بہر یک قطہ خون صد دل ہر خسارت  
 آں پردہ ما باز شد چون گشت پیدا گوہرت  
 در قعر دریا خشک شد از تشنگی نیلو فرت  
 از بس کہ آیات الم خواہم بہ شب از برت  
 دست امیدم کو تست از شاخ سبز فوبرت  
 زین ساں کہ بینم حال خود ہماں کہ ہمہ دیگر  
 زیرا کہ تو زیبارخی زین بہ نباشد زیورت

گوئی نیندہ خسرو از آن تو ام گرچہ نہ اسی

تسکین جان خویش را ناچار دارم باورت

۱۴۴

روز نور و زست ساقی جام صہبا برگرفت  
 ہر کسے با شاہد و مئے راہ صہرا برگرفت  
 گردنہ بر حشم خود نرگس کہ در دوش ہم نکرد  
 خو بروئے را کہ باہر تماشا برگرفت

لہ بیت محذوف درن ۵ در نسخہ ن مقطع ہم موجود است ۵

خسرو بہ کند تو اسیر است ۶۶ بے چارہ کجا روز کویت ۳۵ بیت محذوف درن

سرو با خواہاں خرامش کرد و مئے میخوات یک  
 یا نکر دیش پا اگر چہ بیشتر پا بر گرفت  
 ہست محل چن کعب دست بردار و لالہ چہا  
 خوش کعب دستہ کہ چندیں جام صہبار گرفت  
 نرگس اندیش گل گرجام مئے بر سر کشید  
 باغبانش مست و لایق از آنجا بر گرفت  
 لالہ را سودائے خلے بود با صد شربت ابر  
 از دماغ لالہ نتوانست سودا بر گرفت  
 دچین رفت کہ نرگس چہ نیم از پہلوئے گل  
 چشم نتوانست از دہائے زیبہ بر گرفت  
 کار ادویہ انگلی افتاد خسرو را از آنک  
 سوز مئے خود دن نخواہد ساقی ما بر گرفت

۱۳۵

شہسوارم آمد و از سینہ جاں را بر گرفت  
 دولت بادے کہ آن سرور داں را بر گرفت  
 یار حبان ہو و درین تن بود و جان آمد و  
 یار گرفت این چہ با شد با تو حبان را بر گرفت  
 وی کہ کرد ابرو بلند آن یار خلق را بکشت  
 گویا تر کے بخو نیزی کماں را بر گرفت  
 سرخ گل کز آب چشم من بکوی او دمید  
 گریہ خون کید بروے ہر کہ آں را بر گرفت  
 گفتش گویم غم خود چوں بدیم دم نماند  
 ز آں کہ حیرت از لب خسرو زباں را بر گرفت

۱۳۶

ہر قدم کا ندردہ آن سرخو ماں بر گرفت  
 دیدہ خاک راہ او داماں بداماں بر گرفت  
 سر بعد ناری نہادم بار بار بر پایے او  
 کافر مگر ہیچ گاہ آں نامسماں بر گرفت  
 جان بہ پنیانی زما بر دو پیدا ہم نکرد  
 دل بدستواری بہا بہست و آساں بر گرفت  
 دل کہ اند زلف او گم گشت نتواں یافتن  
 چشم کاں بروے او افتاد نتواں بر گرفت  
 باد نور دے کہ صد نقش او در بروے آب  
 دید لعلش را قدم از آب حیواں بر گرفت

خوے او خاص اپنے مایہ فانی شیوہ کردہ یا جہان رسم وفاداری زدوران ہر گرفت  
 ہر درافشانی کہ خسرو کرد از نوک قلم  
 چشم خون افشان او از نوک ترگاں ہر گرفت

۱۷۷

روزگارے شد کہ دل باداغ سحران خو گرفت  
 مشکست ازاد بودن، دل کہ بادبرشت  
 عقل بیرون شد ز من پریش کن حدیث گفت  
 من شبے چون کوہ دارم زین دل کوتاہ روز  
 آگهی کے دارد از اسکندر تشہ جس گرفت  
 دل بزلفت مانند زوبے مسلمانان مجو  
 گر خیالت مونس دل شد مرا بازش مدار  
 از نصیحت باز کے گرد دے کان خو گرفت  
 مردست از تن جدائی دل کہ با جہاں خو گرفت  
 ماکہ ہماییم بادوانہ نتواں خو گرفت  
 خرم آن ذرہ کہ با خوردنید تاباں خو گرفت  
 خضر تنها خوار کو با آب حیواں خو گرفت  
 ز آنکہ عمرے رفت کو در کافرتاں خو گرفت  
 ہم ہمن بگذا کیس یوسف بزنداں خو گرفت  
 مردمان گویند خسرو چونی از سر کوب عشق  
 چون بود گوے کہ اس باز خم چکاں خو گرفت؟

۱۷۸

سرودید آن قدر عنائی از آن بالا گرفت  
 با قدش نسبت ندارد قامت سر و بلند  
 در جہن ہا لاجرم کارش از آن بالا گرفت  
 راست میگویم و برمانیست این کس را گرفت  
 جز حدیث تیرا و در دل نمی آید مرا  
 تا خیال کن کمان ابرو چشم حبا گرفت  
 حق آن قرص رُخ و آن لب مینا و اندر قریب  
 خواہ آن نان و نمک روزے و دوشین را گرفت

لے بیت محذوف دن ۛ در نسخہ ن بیت ذیل زائد است ۛ

طاقت رویت ندارم گرچہ می دامن از آنک ۛ چشم بے اقبال من با پلے دربان خو گرفت  
 ۛ غزل محذوف درن

من که چیدم بگر آن دوزخ عنبریں عاقبت زین فکایے پایاں مرادو اگر گرفت  
 و دش میگویم ز سوز دل حدیثے با چراغ در سر شمع آتش افتاد و ز سر تا پا گرفت  
 خردا تا یافت ما و جان مادر کوے دولت  
 شد مقیم آن سر کو دوش از ما گرفت

۱۷۹

باز جان آتش شوق تو در جہاں جا گرفت خانہ صبرا ز غمت سر تا بسر سودا گرفت  
 سر و نازم قصص رقصاں وی درآمد در سماع حلقہ حلقہ عاشقان را جان دل نیا گرفت  
 آتش بے سینه اگر چه مدتی میسوخت برست عاقبت شعلہ زد و از راه دل بالا گرفت  
 من بقدر امروز با وصل بتا نم در بهشت زاهد بیچارہ در دل وعدہ فردا گرفت  
 ہر محبے کو قدم در راہ عشق از صدق زد پیش محبوب ادب آخر پایہ اعلیٰ گرفت  
 دولت خسر و ہمین باشد کہ او در کسے دست  
 باشکافش ہمیشہ شد منصب والا گرفت

۱۸۰

آفت دین مسلمانی جز آن عیار نیست تشنه چون مسلمانان جز آن خونخوار نیست  
 ما و عشق یار اگر در قبلہ و در بت کدہ عاشقان دوست را با کفر و ایمان کا نیست  
 یک قدم بجان خود دین، یک قدم بر دوجہاں زین نکوتر بہرہ دان عشق را در فتنہ نیست  
 بر تن شیریں نظا ہم ہست بار از نازلی بر دل فریاد کدہ میتوں ہم بار نیست  
 در جہا نفس عاشق را کم از غازی مان گاہ سر بازی مقالے کمتر از حیا نیست  
 سے برہمن بارہ رد کردہ اسلام را یا چمن گمراہ را در پیش بت ہم بار نیست

چند گویندم کہ روز ناز بند لے بت پرست  
از تن خستہ و کد امین رگ کہ آن زنا نیست

۱۸۱

لے کہے خاک دست در دیدہ من نور نیست  
رونے اندر کوئے خود بینی قیامت خواستہ  
سخ چہ پوشی چوں حدیث حسن تو پنهان ماند  
گر گنا ہم بہت در رویت نظر معذ در دار  
سنگ و دمان ارچہ مزہ و جاست نیز از درمان  
بہر سرش آمدی و ز دیدت جان میرود  
در شب تاریک کہ بجز نام بر شد روزگار  
دل ز سلطان خمال قطاع غم نش چون کنم  
گر یہ گر شد ز شد نالہ رہہ گر یہ پڑ سود  
اے خیال یار صورت میکنی در دل مرا  
صبر خستہ و راقم در دفتر شاہ پر نیست

۱۸۲

ماہ تابانست و بچون روی تو تابندہ نیست  
پیش رفتار نیاید راہ کہ بکلم در نظر  
خوب بسیار است، دل بردن نیاید و بچو تو  
چوں بلائے نیست، چہشت را کہ بختن با نگر  
دل کو اسوزد در ای غم بہ من دل سوخته  
ابر بارانست و بچون چشم من بازندہ نیست  
گر روزندہ ہست لیکن بچو تو آیندہ نیست  
شوخی و عیار و مقام پیشہ و بازندہ نیست  
ہر کہ در عہدت برگ خویش میرد زندہ نیست  
جز دل من چوں کہ پہلوئے من سوزندہ نیست

لے بہت معذون درن ۱۵ غزل در سخن معذون



دروغائے یار باید باخت بارے جان خویش      چونکہ جان یوفا با سچکس پائیدہ نیست  
چند دیدہ بر زمین ساید ز عشق پائے تو  
چشم خسرو، کو، بخاکے از دت ماندہ نیست

۱۸۳

چون گیتی بر چہ می آید رواں خواہد گذشت      خرم آنکس کہ نگو نام از جہاں خواہد گذشت  
ناوک گردوں کہ آید از ہمہ نظارہ کن      کز کیاں بگذشت و تانیز از کیاں خواہد گذشت  
جز یک کس نگذرد یک تبرہ بن و کیش چرخ      کش یکے تیر است یک از ہمنان خواہد گذشت  
آن کہ میگوید کہ "خواہم دید پایاں جہاں"      بسک کپالائے امیر و جواں خواہد گذشت  
گر جواں گیر چوں ما بگذریم از این جہاں      گو بخو، ہی دید کو، تا بر جہاں خواہد گذشت  
چوں ریزہ از جفائے آسمان، چوں عاقبت      سیل کز بام آید اندر نادواں خواہد گذشت  
کاروان و دستان بسیار بگذشت و بہور      بیں کز ہیں رہ چند از اینساں کاروان خواہد گذشت  
ہر کہ بہت آخوند و ریزہ میش رفتست      خود گرفتہ در بلند ہی ز آسمان خواہد گذشت  
مہر جلنے دیہارے کایدت، خوش باش از آنک      چند چند از تو بہار و مہر جہاں خواہد گذشت  
خسروستان مناعے در دکان روزگار  
کاین بہار عمر ناگہ رایگاں خواہد گذشت

۱۸۴

دیدش امروز و شب، دل کنوں خواہد گذشت      باز تا شب بر من بیچارہ چوں خواہد گذشت  
گفتیم جان در میاں کن، زوہر دل چوں برم      کو میاں جان شبے صدرہ فردں خواہد گذشت  
امشب لے جان کہن بیرون گذریگانہ وار      کاشنایے دگر ہم در دل دروں خواہد گذشت  
آن عفتوت ہا کہ در روز قیامت گفتہ اند      اندرین شبہائے غم بر من کنوں خواہد گذشت

جائے خود بامے بیک جرمہ نگوں کن بر سرم  
کاش روزے جوں ہم عمرم نگوں خواہد گذشت  
جو میکن تا بصد جان میکشم کز آسمان  
ہرچہ آید بر رخاک زبوں، خواہد گذشت  
راز خون آلود خود لے دل مدہ با من بردن  
کایں و بق خام است حرفت ز نئے رخا ہند  
دیدہ دل را در بلا افکند و خواہی دید فاش  
در بیان دیدہ و دل موج خوں خواہد گذشت  
خسرو اگر عاشقی بسوزد لب کشلے ز آنک  
دو دایم دوزن زہر رخ آگوں خواہد گذشت

۱۸۵

باغش خاک کرد امشب گرچہ رزائی گذشت  
یاد میکردم ز آں شبہا کہ در یاری گذشت  
خواب ہم ناید گنجے تا دیدے وقتے مگر،  
ز آں شب فرتخ کہ با یار ہم بیداری گذشت  
بر درش سودم ہم شب، دیدہ و چشم مرا  
عزتے بودا چہ بھاک درش خواری گذشت  
مردمان گویند چونی، و در خیال ز لعب او  
چون بود مرغے کہ عمرش در گرفتاری گذشت؟  
نوش بادا بر من دو شربت عیش ارچہ دوش  
بر تو درمی خوردن در من پد شواری گذشت  
گرچہ در بھر تو ام جز خوردن غم کار نیست  
ہم فنوس من ز عمرے کاں بہ بیکاری گذشت  
ناخوش آن وقتے کہ بر زند دلاں بے عشق رفت  
صانع آں روزے کہ برستان بشاری گذشت  
ماجرائے دوش میری کی چون بگذشت حال  
لے سرت گردم چہ میری؟ بد سواری گذشت  
دل گراں شد ارچہ از بار غمت خسرو از آنک  
شخص چون موبش و عام با سبکی گذشت

۱۸۶

چون گذر بر رخاک داری بر سر تائیں با وجیت  
چون ز گل بنیاد داری دل برائیں بنیاد چیست؟  
کا چون نقد یرود و دنا خستراں رخس چیست  
چون کند سلطان سیاست نالاز جلا چیست؟

یامیس با چون همه رخسار و زلف نیکیوست  
نام این شیریں چرا شد نام آں شمشاد و حبیبیت؟  
چون بقا را در جهان چندین خود مرا به نیست  
ابن بر ریشیت باد چندین دیر و نوت با حبیبیت؟  
دولت و محنت چو بر دو بر کسے تابنده نیست  
زین دلت غمگین چرا شد راجع رونت شاد و حبیبیت؟  
آفت مردم طبع شد از خود مردم مرغ  
مرغ را دان به باشد طعن بر صیاد و حبیبیت؟  
خون خلقے ریزی و ناگرت ریزند خون  
چون سم خود میکنی از دگر گویا فریاد و حبیبیت؟  
چند تن پر دردن لے از عالم دل به خبر  
چون دلت دیرانه است این آب گل آبا و حبیبیت؟  
یار کے داند که خسر و میخور دغم چوں شکر  
بر دل شیریں چه روشن کاندہ فریاد و حبیبیت؟

۱۸۷

یار اگر بگشت در تیمار بودن ہم خوشست  
در گیمبانی بوبے یار بودن ہم خوشست  
عزتے کر نیست مار از د خوباں عیب نیست  
عاشقاں را پیش خباں خوار بودن ہم خوشست  
جنگلہائے او خوشست را آشتی راجا بود  
وز عتاب خشم در آزار بودن ہم خوشست  
گرچه خفتن خوش بود بایار در شملے وصل  
لیک در شملے غم بیدار بودن ہم خوشست  
اندک اندک گگهی بایار بودن خوش بود  
در میر گرد دم بسیار بودن ہم خوشست  
چون مسلمان بود نمی توانم از دست بتاں  
پیش بت بر بسته زنا بودن ہم خوشست  
گرچه از من شیر مردی نماید از کوئے عشق  
چون سگام شہرہ بازار بودن ہم خوشست  
خسرو اگر در نمی گنجی بخلوت گاہ دوست  
بمنشیں با عاشقاں زار بودن ہم خوشست

۱۸۸

یار دل برداشت زین غول ماغم نداشت  
زہرہ ام کرد آب و تیمار من در ہم نداشت

گریم باکردم کہ خوش شد سنگ خار را جگر  
ماجر لے درد خود بر دے اوصد بار بیش  
دی بردن رفتم فغاں باکردم و بگریستم  
دوش بخود بودہ ام در بستر غم تا بجاشت  
اے کہ کوئی خوشدنی یارب ہمیں در عہد ما  
صبر خود یکبارگی زانکو نہ از ما برگزاشت  
دیرزی لے عشق کز اقبال تو پایندہ بود

این دل خسرو از عشق جوانان پختہ شد  
بچنان خون ماند کز شیریں بے مرہم نہ شد

رفت یار دل آرزوے از زبان من نہ رفت  
کس بہ پیرانش چو جان تنید من سوخت  
من بدان بودم کہ پایش گیرم و میرم بدست  
اندراں ساعت کہ از پیش من شوریدہ بخت  
دل ز من دزدید و سرتاپائے جہنم نبود  
آن زماں کان قامت چوں تیر بزم میگذشت  
نقش او از پیش چشم خوں نشان من نہ رفت  
کس بدنبالش بجز اشک روان من نہ رفت  
چوں کنم کوگاہ رفتن در میان من نہ رفت  
رفت آں بدخو چرا آں لحظہ جان من نہ رفت  
نیر زلفش بود و در آنجا کمان من نہ رفت  
وہ چرا پیکانے اندر استخوان من نہ رفت

بسکہ مرغ نامہ برد از آہ خسرو پر لبوخت  
نامہ در دم بدان ناہربان من نہ رفت

آن سوار کجکلہ کز ناز سلطان مست  
بس خرابیہا کز او در جان ویران مست

خون من در گردنم کار و ز دیلم روئے او  
 چنگ من فرواے محشر ہم بدامان منست  
 ہر کہ در جا حور دارد، خانہ پندار و بہشت  
 من کزاد دُورم طرقت خانہ زندان منست  
 تاجہا ماندم ز تو، جز غم ندارم مونسے  
 یار شہمائے ذائقہ چشتر گریان منست  
 بسکہ صحرائے گرم از غم تادہ وں خالی کنم  
 ہر گیا ہے مونس عنہائے پنهان منست  
 جان کشم از تو کہ بخواب نگردد با تو، یک  
 من ندانم کاین توئی در سینہ با جان منست  
 شاہ عشقم خاک گوید مسند، حمیدیم

خسرو نظم دے از سر نوشت آسمان  
 نامہ در دم کہ نام دوست عنوان منست

۱۹۱

سروستان ملاحمت قامت رعنائے تست  
 نور چشم عاشقان خست خاک پائے تست  
 من نہ تنہا گشتہ ام شیدائے دردت جان من  
 ہر کہ راجان دل و دینے بود شیدائے تست  
 نیز عظم کلاف از قرب عیسیٰ میزند  
 ذرہ لے از پیو تو رخسارہ میمائے تست  
 در درون مسجد و دیر و خرابات و کشت  
 ہر کجا رفتم ہمہ شور تو دغنائے تست  
 حاتم از غیرت ز دست جاپلان سوزید از انگ  
 سرور اگویند مانند قہر عنائے تست  
 تا بملک دلبری سلطان شدی لے شاہ حسن  
 ہر کجا سلطانی و شاہی بود لالائے تست

وعدہ دیدار خود کردی بغیر از ان سبب  
 جان خسرو منتظر و وعدہ ذولے تست

۱۹۲

خرم آن چشمے کہ ہر روزش نظر بر دے تست  
 شادی آن دل کہ ہر دم در دماغش لہے تست  
 من ز تنہائی بخون غرق و تو پہلوے کسان  
 خون من در گردن آن کس کہ در پہلوے تست

لے و لے غزلہات مخدوف ورن

گشتیم زان زلف درخ کاایش آن را دام  
 بر رخت دنبال زلف تو پایاں شب است  
 نشان بر پشت تو آئینہ بر زلفی است  
 و آفتاب صہم اندر سفیدی تویی است  
 پوشی ز زنجیر خم گیسوئی است  
 شکلی کو خود فسون خواند بے بجائی است  
 صد گرہ بیش است بر ہر مو کو دایرہ است  
 این درازی ریش من بے گسستی است  
 پیچ شب از منے تو تے نمی یازم گسستی

ہندوان رازندہ روزنایں چنین مردہ سوز  
 بزدہ خسروا کہ ترک است آخر دہندے است

۱۹۳

آنکہ زلف و عارض و غیرت و زو و شب است  
 رشک و عنایت یا خود پستہ خندان او  
 باز از چشم من بسیار باران شد مگر  
 بسکہ فریادم شب بجزن بگردون میرود  
 می شمارم ہر شبے اختر از آب چشم و صبح  
 ساقیا برب رسان جائے و آنکہ وہ بما  
 ترک ہر مذہب گرفتہ زانکہ نزد پیرو دیر  
 ما و مجنون در ازل نوشیدہ ایم از یک شراب  
 جان من از عمر و ماہ روش ہوم و رب است  
 سیب سیمین است بخود آن ترنج غنوب است  
 ماہ خرم سوز من امشب قلب عقب است  
 قدسیان را از تظلم کار یارب یارب است  
 نیست روشن کا خیرہ بچشم گداین کو کب است  
 زانکہ مارا چون قلع از تشنگی جاں برب است  
 ذکر مذہب لا ابالی لا اختلاف مذہب است  
 در میان ما زان رو اتخا و مشہ است

لاف دانائی مزن خسرو مگر دیوانہ ای  
 در دستانے کہ پیر قتل طفل کتبہ است

۱۹۴

دل ز غامت بہا، با افتخارے قلای است دیدہ در ماہے اگر میند رخت خوش طالع است

گر برفت از مشوق رویت دل زدستم باک نصیب  
دل برفت و جان برفت عقل دین خوش قانع است  
نقطہ خالشن بر رخ مشور حسن سے نشان است  
ملک لطف لبری داروے خویش جامع است  
جنت و دوزخ بهشت و مرگ و حیات  
بے توجہت و دوزخ است و زنگنه خلق ضائع است  
چوں بختیختم گرفته قائم در ہجر تو  
بچو زگر چشم من باز است فلکش دایم است  
کاکل مشکیں پریشان بر رخ چوں مرگن  
تا بندارند کاسے بر رُہنہ دایم است  
بچو ابرے حمار گشتہ و برگشتہ باد  
بہر کہ خسرو را ز ماہ روے خوبت مانع است

۱۹۵

شریت و ملت بخویم کا دم خون خورد دست  
من خوشم تو مریم آنجا ہارساں کا زرد دست  
جان من از پای غم ہائے تو پرودہ شد  
خلق غم گویند و زرد بندہ جان پرودہ دست  
کشتن من بر قیاب اندازد خود رنجہ مشو  
ناں کہ خون چوں منے نہ لائی آن گرد دست  
یار محل را ندو سر گشتہ دلم و نہال او  
دیگر کام من کہ جان حدیخت ہیون برد دست  
چاک دامن مزہ بدنامیم داد ملے مر شک  
یاریش کن کو مراد و بند رسوا کردن است  
لے طاعت گوئے من جلے کہ تا ہد آفتاب  
دزدہ سر گشتہ را چہ جلے گرد آور دست  
بند گو یا گفتگو کہ کن کہ بیکان خوردہ را  
بس کن لے مطرب کہ شہرا از شعلہ ہائے من فخر  
فخر خفق ارجہ بر جاں میزند محرم چو نیست

خسروا تن زن کہ نہ جائے سخن گستر دست

۱۹۶

ہر مزہ از غمہ خون ریز تو ناک زنی دست  
کا ندھن ہر جگر زان زخم ناک زنی دست  
چشم آفت غمہ فتنہ خطا قیامت، یخ پلاست  
آشنائے ہاچین خمان نہ حد چوں منے دست

جاں کزارم میکشد از یاد چون تو دوستے      جان من از تو چه پنهان آشکارا دشمنے ست  
 چشم اربے تو چہاں بیند بگریز عیب از آنک      خیر بے دیدہ، آلودہ، تردا منے ست  
 ساقیا گرے خورم بے تو نکوئی کان منے است      مردم را شر بے و آتش را روغنے ست  
 اندر آن مجلس کہ خود را زندہ سوز دہل عشق      لے بسام و خدا، کو کمتر از ہندو زنے ست  
 عند لیبان را غداںے روح باشد بے گل      مرغ دشت است آنکہ عاشق ہر دوہرا زنے ست  
 ہر شے خسرو کہ کوہد سینہ در کویت بہ درد  
 زیر دیوار تو سلطان با سبان چو بکنے ست

۱۹۷

تا خیال بدوے اورا دیدہ در تب دیدہ است      مردم چشم بخوں در آشک ما غلطیدہ است  
 تا چہاں شمع روشن آتش تب ما رشد      دل چو دو دزلع او بہ خود بے ہمچیدہ است  
 بلیش ہر داغ جانسوزی کہ بس تبخال شد      زان چراست بردل جان من شوریدہ است  
 دوش بر بالین ما رم، شمع از غم، پیش من      تاسمہر بچارہ بجاں، بچمن لرزیدہ است  
 چون بنوک غمرہ آن بت از لب من خون کشاد      در تن من ہم زفیرت خون من شوریدہ است  
 چون نعلاد طاقے کز آب بر خیز دے      ز گس بیمار یارم درد سچوں دیدہ است  
 دوش چن آمد خیال سرو قدش پیش من  
 تاسمہر خسرو بجایش گرد سر گردیدہ است

۱۹۸

تا خیال نقطہ حالت سواد چشم ما ست      خاک بایت موم چشم مرا چوں تو تیا ست  
 حاجت کمل الجواہر نیست آنکس لاکن نیست      مرزا ز گردہ تو سن کہ نور چشم ما ست  
 تا گل رخسار تو بنگفت در باغ وجود      عشق بازان را چو بلبل کار بار برگ تو ست



تا بطاق ابرویت کو درده ام روئے نیاز  
می نہ پندارم نمازم اندرین قبلہ رواست  
ناخداا ہوے چینی کو بخت دم زند  
نیمست کہ ہوے ملاو از آنکہ در پیش خطاست  
بعد مر فوخت کدہ ہر نہاد و صد حلقہ است  
دام دہلے ایساں گرفت و بلاست  
ہر کہ در کوئے تو ہے برد از عالم گذشت  
ہر کہ از دولت نصیب یافت فایغ از دواست  
حمام عاز دست ہشیامان مجلس تیر گشت  
مفرح از خود گذختہ، درد آشی کیاست

بے رخ و زلف سیاہش از ہواداری خویش  
خسرو دل خستہ ما ہدم ہر ہذ و شب صباست

۱۹۹

بے رخت از پافا دم بے لب رفت ز دست  
قد رگل بطلی شناسد قدر بادہ ہر دست  
زادہ از بدنامیم دیگر مترسان زانکہ من  
گر بآدم نام نیکو پیش بدنامان بداست  
آشنائی و وجود جو ہر خسروم نمائند  
مشکل ماہست اکنون ان ہان نہت بہت  
سوئے چشمانش بینید اے رقیبان زینمار  
غارت دین میکنند آن کا فران نیم مست  
حلقہ ہائے زلف ترکان بواجب ام بلاست  
ہر کا فتلواندکان دم از گرفتاری بدست  
در میان ما تو حایل نباشد بحر د کوہ  
از وجود خاکی من گرچہ گر خد خاستہ ست  
گر قدرت سرفرازی میکند طوبے بخلد  
رہرواں را کے بود اندیشا ز بالا و پست  
عاقبت خواہد بہ آب دیدہ در کویت نشست  
از وجود خاکی من گرچہ گر خد خاستہ ست

ہمچو خسرو کے رہد از بند خویش و ہر دو کون  
ہر کہ دل در حلقہ زنجیر کیوے نہ بہت

۲۰۰

بسکہ زلف سرگشت در کار دلہا در نشست  
پہنچ کس در شہر از این سوڈے بے پایاں نہ بہت

لہ و لہ ہر دو غریبات محذوف در نسخہ ن

عاشقان گشته براهت خاک من در غیر تم      کان غبار غم بر دامن تو خواهد نشست  
توسنت در سینه من نعل در آتش نهاد      هست از آنجا آتشی که نعل کلان تو جرت  
سوختن جان مراد حال من پرستی که چیست      لے عفاک شد چو کیم جان من هست که نه هست  
آید دے من گرفت از تو، اگر خون ریزیم      هم بکشد دے پاکان که بشویم از تو دست  
صد هزار مصلحت دستور خرد را نحو کرد      زلفت تو گر عامل دلهاست یا خوان شکست  
من ز خوان خود خراب و در کین همان خیال      دزد کرد آن گرد و کالاباده نوش افتاده مست  
و ده که کینش بود با خسر و که از خورش بگشت  
در پے دشواری همان کندش باز غم و خست

۲۰۱

ساقیای سده کلام و دم سردیوانگی ست      جام پر گردان که مرگم در تپی پیانگی ست  
من بر غمت جان دهم تا رحمت آری بر تنم      این عنایت در میان دوستان بگیاگی ست  
ز ابد العود خود مصلحت کن بر من از آنک      عشق من مصلحت نخواهد شد که دیو خانگی ست  
قصد هاس در دخوا نم هر شب با بخت خویش      دین هم بر بیاری من نی در از افسانگی ست  
بسکه در زنجیر خوابم مسلسل شد سخن      هر غزل از دفتر من مایه دیوانگی ست  
شمع شمعونی چشمه ست از بسوز و باک نیست      لذت از آتش گرفتن مذہب و دیوانگی ست  
طعن هاس دشمنان مشتاق را تلخ سراست      نام رسوائی بکوی عاشقان فرداگی ست  
نیست آن مردانگی کا اندر غزا کا فر کشتی      وصف عشاق خود را کشتن اندر دیوانگی ست

خسروا سلطان عشق از میکشد یاری نخواه

زان که معزولست عقل مصبر پیر و انگی ست

۲۰۲

خاندام ویران شد از سودای خواب عاقبت      گشت دل مدہوش و دل خیلای خواب عاقبت

ہست سر بردوش من ہائے دبارے میکشم  
تا مگر انداز مش در پائے خواباں عاقبت  
ماے آں دارم کہ خونم را بمرز نذ اہل حسن  
شد موافق راے من ہائے عجاں عاقبت  
گر چہ بے مرند سر رویاں بعشاق لائے رقیب  
جان عاشق میشود اولے خواباں عاقبت  
صبر و ہوشم از سودا زلف جاناں گشت کم  
شد ہمیں سودن از سودائے خواباں عاقبت  
بار ہا گفتم کہ ندہم دل بخوباں "لیک دل  
گشت از جاں بندہ مولائے خواباں عاقبت

بر دل مجروح خسر و دلہاں را نیست رحم  
جاں بزاری داد از سودائے خواباں عاقبت

۲۰۳

روزگار دست جفا آخر عجاں بتا منت  
داد خود دانم از این پس ہر چہاں بتا منت  
رُود شکم گر گریباں گیر دم از دست تو  
دامنت گیرم گئے و انصاف جاں بتا منت  
عمر دیکار تو شد زیں پس من و لعل لببت  
یا بمیرم یا حیات جاوداں بتا منت  
روے بخاک دیت مالم، و گر فریاں دہی  
خاک آں در ہم ہر بخ زعفران بتا منت  
بر ملک میخوام نگنستے ز ہم لب را مدد  
ہم بشرط چاشنی بوے ز جاں بتا منت  
ورہیقت جاں قبول، و ز ندانم چون کنم؟  
رنگ روے خود مگر زان آستان بتا منت

"پوسف عہدی" اگر خسر و بود، قیمت گرت  
ورہم ملک دو عالم را یکاں بتا منت

۲۰۴

بہقرازم کرد زلف بقرار کافرت  
نا تو انم کرد چشم جادوے افسوں گرت  
رگ بروں آمد مرا از پوست و عشقت، گوے  
کز بہر آں خطا مشکیں بیاید مسطرت  
گر ز ہم جامہ بنیل و یا شوم غرق در آب  
شادیم زیرا تو خورشیدی و من نیلوفر

لے غزل در نسخہٴ ن موجود نیست

لے غزل محذوف در نسخہٴ ن

گر بر آئی بر سپهر و یا خرامی بر زمیں  
 با چنان خونیں بے کاید بھی زدو بے شیر  
 چشتم من دور اگر گویم مردم چشم منی  
 نوک مژگانے ز تیرے میٹکا فذر زمان  
 سینہ من بر مثال شانہ گرد و شلخ شاخ  
 سیدہ من مبادا تا دموی کترم مینم بر سرت  
 "آفتاب کثورت" خوانند و شله شکرت  
 خون من میخورد حلاست کس چو شیر بادرت  
 زانکہ ہر ساعت ہی مینم بر آب دیگرے  
 سینہ ام بشکاف و بنگر گر نباشد بادرت  
 مار زلفت حلقہ حلقہ در دل خست و شست  
 ہر دم ار اگر نگر و دغزہ جادو گرت

۲۰۵

عاشق سوختہ دل زندہ بجان دگر است  
 بس کہ از خون دلم لاله خونین بشکفت  
 اے طبیب از سر بیا قدم باز مگیر  
 عاقبت خواستی از من چو دل من آں نیز  
 حاصل از دوست بجز گریہ ندارم بیکین  
 یکسر موی میان تو عجب باریک است  
 آفتاب از چہ ز اعیان جہاں ست یک  
 زین جہانش چہ خبر کو بچمان دگر است  
 ہر کجا مینگرم لاله ستانے دگر است  
 چارہ اے ساز کہ پیار زمانے دگر است  
 در سر کوے تو آں دھشت نشانی دگر است  
 در دل یار یقین کہ گمانے دگر است  
 ہر بر موی تو زان نکتہ بیلانی دگر است  
 بر رخ خوب تو آں ہم نگرانی دگر است  
 شدہ بہمے ز بہت زندہ چو خستہ جادید  
 کہ ز لطافت لب خیرین تو جلانی دگر است

۲۰۶

در شب ہجر کہ از روز قیامت ہتر است  
 ساکن از آب شود آتش و یا از دیدہ  
 مردم دیدہ من غرقہ بخون جگر است  
 غرق آہیم و مہو ز آتش ماتیز تر است

لہ و لہ ہر دو غزلیات در نسخہ ن موجود نیست

بہ تہمت دہنت فیرت تنگ شکر ست  
 خبر ما بر آں کس کہ ز ما بے خبر ست  
 گرچہ در باد یہ بیچارہ بجاں در خطر ست  
 عکس سوختہ ام در نظرش ما حاضر ست  
 بسر من گذرے کن کہ جہاں برگذر ست  
 شیوہ مادر و شیوہ مردم دگر ست  
 گر بنوشد قدم خست و مسکین گر گاہ  
 عیب او پوش کہ ایں شیوہ اہل نظر ست

۲۰۷

برگ ریز آمد و برگ گل و گلزار بہ رفت  
 سر و شگفت و چین سبز شد و برگس خفت  
 نزد من باد خزاں دوش غبار آلودہ  
 خواستم تا بروم در طلب رفتہ خویش  
 درد و یداشک چو باز آمدن خویش ندیدہ  
 خون دل گرچہ کہ بسیار بہ رفت، اندک ماند  
 باد خابے ز رہ گل رخ من می آورد  
 ہرچہ از عقل فزوں شد ہمہ عمرم جو جو  
 گلہ کرد آں بت شیریں ز بر خستہ و چہیست  
 خلد کرد آں گل نسریں ز بر خار بہ رفت

۲۰۸

رفتی از بیش من و فتن تو از پیش نہ رفت  
 کیست کہ دید برخاست تو ز پیش نہ رفت

نہ غزل در نسخہ ان مخدوف است

تا ترا دیدم، کم رفت خیالت زدلم  
 پہنچ گاہے بسوے بندنمائی، آرے  
 شبہ کنی وعدہ و وفادات ز خاطر برود  
 بے سبب نیست گذر ہائے خیالت بر من  
 تیر مزگان ترا جستن دلہا کیش سست  
 من رسوا شدہ را خود کش و مغلک بر قیب  
 دل بر ہم چہ گذاریم کہ بر یا و لبست  
 پہنچ وقتے دل مارانک از ریش نہ رفت  
 خسرو اتن زن و بنشین پس کا رخود از آنک  
 جگر ت خون شد و کار دولت انیش نہ رفت

۲۰۹

فتنہ اہل نظر چوں بچاں طلعت دوست  
 نظر عاشق شیدا ہمہ بصورت دوست  
 عشق آں روے بلائے دانش می طلبم  
 ہر کہ را معرفتے هست بلانفت دوست  
 باغباں سر و سہی را کن از باغ رواں  
 کاین نظر ہائے خلالت ہمہ بر امت دوست  
 ہوس زاہد بیچارہ بہشت است و نعیم  
 طلب عاشق شیدا ہنگی رحمت دوست  
 برد و پیر معان رفتم و جسم نظرے  
 این ہمہ بخشش از آں یک نظر ہمت دوست  
 خسرو ار خاک کھ پائے بتاں گشت چہ باک  
 ہر کہ در کوے بتاں خاک شود ہمت دوست

۲۱۰

ترک من دی بر رہمت و خراماں بگذشت  
 حال چندیں دل اسودہ ز ساماں بگذشت  
 خلق دریافت بپوش کہ ہومی گذرد  
 کرد غمازی خود گرچہ کہ پنهان بگذشت

لے تا لے این ابیات در سخن موجود نیست  
 لے وہ ہر دو فرہات در سخن موجود نیست

دیدم آں روئے چو خورد ز دم عطر کتا      نزد او دشنید و خوش و خداں بگذشت  
شب ز غنا بے دل خاک دروش می شستیم      کا م اندر دل من ناگ و گریاں بگذشت  
دی ہی گفت کہ جامہ مرا ز دیدن من      گریہ افتاد بدامان و گریہاں بگذشت  
زیستن خواستے از پے رویش زین پیش      دیر ز می تو، کہ کنون کا زین آساں بگذشت  
چند گوی کہ کنون با تو سخن خواہم گفت      چہ کنی مرہم ریشی کہ ز درماں بگذشت  
خسرو از گفتہ پشیمانست کہ حال دل گفت  
کسمے دردش آمد کہ پشیمان بگذشت

۲۱۱

شد بوا سرد، کنون موسم خرگاہ کجاست ؟      بادہ روشن و رخسارہ دل خواہ کجاست ؟  
آتش اینک دل وے گریہ خوین تن من      خزر کہ گرم وے ماہ سحر گاہ کجاست ؟  
دی ہی رفت و ز بس دیدہ کہ غلطید بجاک      گفت "یارب کہ کجا پائے نیم راہ کجاست ؟"  
ہر شب لے دیدہ کہ ہر چہ ستارہ شمری      جان من عزم سفر کرد بگو "راہ کجاست ؟"  
من بر آتم ز زرخندان کہ ہر چاہ افتم      یک زماں ترک زنج گیر گورہ کجاست ؟  
ماہ من کو رشداں دیدہ ز بیداری شب      آخر از زلف نپرسی کہ سحر گاہ کجاست ؟  
گفتی "از طرہ کوتہ شب تو روز کنم ؟"      لے بریدہ میراں طرہ کوتاہ کجاست ؟

عزم رہ دارد خسرو ز پے تو بہ عشق  
تو شہ، اینک غم دل، بار کہ شاہ کجاست ؟

۲۱۲

بند جانم زخم سلسلہ موے کسے ست      زخم جانم ز کماں خانہ ابروے تو کسے ست  
شب ز غم چوں گذرانم من تنہا ماندہ ؟      لے خوش ماں کس کہ شبش تکیہ پہلوی کسے ست

گر یہ امر وزمنی ایستدم کاندہ خواب  
از کجا آمدی اے باد کہ دیوانہ شدم  
پند خود بہرہ ضائع کن لے صاحب پند  
دل من دور نہ رفت ست نکو میدا نم  
بو کہ از گم شدہ خویش نشانے یابم  
از دل دیدہ و جاں بہرہ دہم راضی نیست  
گر تو منکر شوی لے شوخ بدانند ہمہ کس !  
سیرا بروے تو گردم، گر ہش باز کشائے

ہم بہر دیگران ست زکوۃ صحت

آخر ایں خسرو بیچارہ دعا گوئے کسے ست

۲۱۳  
کشتہ تیغ جفایت دل درویش من ست  
نیک خولہ کہ کند منع ز عشق تو مرا  
ہر گر وہے بگزیدند بعالم دینے  
صبر و ادم کم و شوق رنج او از حد بیش  
گفتم "از نوش لببت کام کہ یابد ؟" گفتا  
گرد دل اندا بہرید و بتویہ ست چہ باز

جان از این باد یہ خستہ و توان برد بہجد

آہ ازین وادی خوشخوار کہ در پیش من ست

۲۱۴  
ہر کہ را در سیر لطف صفیہ دسترس است  
بر وڈ گر بہرہا ہاں رشتہ اس است

لے دیکھ ایہ اہیات و دیکھ من محذوف اند۔ لے دیکھ ہر دو غلیمات و دیکھ من محذوف اند



هیچ کس نیست کما و را بجهان در نمیست  
 بخت شد در بوس دوست دل بریانم  
 گل رخار وئے تو آن را که در آمد در چشم  
 عاشقان راست شب و ایسی از روز حیات  
 زلف تو در دلم آمد، نفسم بسته بماند  
 زار میگرم و چندین گم هم در نفس است  
 از لب خود شکر ده که ز حسرت خست و  
 دست مالاں لعل آلوده بخون چوں گس است

۲۱۵

یارب اندر سر هر موی تو چندان چه ختم است  
 چند کوی که کن صورت جو را ز چشم  
 ما جو از زلف تو زار بستم، اکنون  
 گاه گاه که دمی نیم دمی بهجو مسیح  
 لب از خون دلم شسته ز بهر خونم  
 دل من سوسه عدم رفت بهر ای صبر  
 ماند با خط تو چسبیده سیاهی دو چشم  
 چه سبب خط ترا ماه بود در فرمان  
 مگر از جرعه جام کرم شسته شود  
 دل خست که بیا نوده زانده و غم است

۲۱۶

روزگاری است که در خاطر آن ثوب فلان است  
 روزگارم چه بر زلف پرنیانش از آن است

له و لله هر دو غزلیات در نسخ ان موجود نیست

در ہر شہر چو افسانہ بگفتند زن و مرد  
ہمچنان در عقب روی نکو میر و دم دل  
گنہ از جانب ما میکند و می شکنند عہد  
حاکم مستار بکشد و در بکشد یا بنوازد  
ما ہمانیم کہ بودیم و زیادت بر ارادت  
میر و غافل و آنکہ نکند نیز نگاہ  
زانکہ خسر و ز پیش نورد زناں جامہ راکست

۲۱۷

عشق با جان ہم زینہ بروں خواہد رفت  
دل گرفتار و جگر خستہ و تن زار مہنوز  
کافری بر سرم افتاد و دلم خود شد بود  
چند پویم بکشد، دہ کہ من گم شدہ را  
چند خو نبابہ خورم، هیچ گاہ از دل من  
چند گوی کہ فراموش کن اورا خسر و  
آخرا میں روئے نکو از دل چوں خواہد رفت

۲۱۸

عشق با جان ہم زینہ بروں خواہد رفت  
تیرک من تا حقن آورد بایں جان خراب  
مست و دیوانہ و ش از خانہ بروں می آئی  
مرد می کہ د کہ میخواست بہر ستم نامش

۱۔ بیت مخدوم است و نہ سخن

سیر می بینم و من مردن خود میدانم      ده که از پیش دلم شکل تو چو خوابد رفت  
میکنم شکر غمت کوست مرا بهره و بس      جان در آن روز که از سینہ پر خون برفت

خسروا چند غزل خوانی تا غم برد

این نه دیو نیست که از سحر و فنون خواهد رفت

۲۱۹

باز شب آمد و خواب از سر من پیروز رفت      تا شبم چو گذر در روز ندانم چو رفت  
مونسیم نیست بجز گوشه غم بے تو از آنک      هر که آمد ز پے دیدن من محزون رفت  
سر به بالین نهادم ز فراق تو شبے      که نه تا روز به بالین زد و چشم خون رفت  
این شاعر است که جز خاک قبولش نکند      بر درت هر چه ازین دیده در مکنون رفت  
دو خداوند به یک خانه موافق نه بود      تو درون آمدیم در دل جان بیرون رفت  
من نه تنه ایم در عهد تو بیدل مانده      که دل شهر بے از آن نگرسد پران رفت  
مرگ فرماد نه آن بود و هلاک مجنوں      که بکشتن از جدائی غم و درد افزون رفت  
کشتن این بود که شیرین سوئے دیار گذشت      مردن آن بود که لیلی به سر مجنوں رفت

همه را داغ کند یارب و در او نرسد

یارب خست و که زد دست تو برگردون رفت

۲۲۰

باو نور تو چه و دنیا نه جان نداشت      دل ما را اثر بوی کس شیدا داشت  
از کجا گشت پدید این همه خوابا یارب ؟      آسمان این چه بلا بود که بهر ما داشت  
عشق بنشست بجان خانه دل کرد خراب      که من سوخته را بر سر این سودا داشت  
خلق گویند که گر جانت بکار است همین      چه کنم چون نتوانم دین خود بر جاد داشت

نه رود باغ کز آن دیده که دیدت خسرو

ن تواند بگل و لاله نازیبا داشت

۲۲۱

دوش لعل تو مرا تا بسحر مہاں داشت  
 روئے تو دیدم و نشد در دفراموش مرا  
 باز بازلف تو بدخوشد و اینک پس از این  
 سوزش سینه من دید و کنارم نگر رفت  
 لے گوئی تو کہ در پیش صند سجده چہ شد  
 جاں کہ از کوی تو بگریختش خوش بادا  
 نظرے کردم و در دیدہ مرا جاں بخشید  
 مردہ ہجر زبوی تو ہمیشہ جاں داشت  
 سینہ کز ناوک ہجرت بجگر پیکاں داشت  
 دل دیوانہ برنجیر نگہ نتواں داشت  
 کہ ہنوز این تن بدر فزیتپ بجزاں داشت  
 ایں بدایں گویے کہ آن مخبر ازایاں داشت  
 حالے او باد نگہ داشت کہ حالے آن داشت  
 کز رقیبان خنک زدی من نہاں داشت

خسرو مشرف شرف بندگی جاناں یافت  
 مگس امر و میر مایہ سلطان داشت

۲۲۲

تا زید بندہ غم عشق بجاں خواہد داشت  
 لے پسر عہد جوانی ست ز کوتے می دہ  
 چشم و ابرو نمنازاں کہ بلا خواہد داشت  
 و شکوہ یک پیر و آن غمزہ مدہ  
 میشتی خلق کہ از حسن خود ماین سودست  
 توبہ کردی ز جفا نیست مرا با و لاند آنگ  
 سرخاک رہ آں سرور و رواں خواہد داشت  
 روزگار ت نہ ہم عمر جواں خواہد داشت  
 فتنہ گز دست بدایں تیر و کماں خواہد داشت  
 کہ ز شوخی ہمہ عمرم بزیان خواہد داشت  
 مکن ایں سود کہ در بیت زیان خواہد داشت  
 ناز خوبی و جوانیت بر آں خواہد داشت

لے بعد از این در نسخہ بیت ذیل ہم ناندست ۛ

دل من گرچہ بہمیداد خدا زلف تو تنگ ۛ ملک او شد کہ بہ سلطان رفعت فرماں داشت  
 لے بیت مخدوف و نسخہ ۛ بعد از این در نسخہ بیت ذیل ناندست ۛ  
 عشق کفیم ز دل راز نہاں می دارد ۛ گفت من دانم و او چند نہاں خواہد داشت

گفتی ارمن بروم پہنچ مرا یاد کنی      این حکایت بکسے گوئے کہ جاں خواہد داشت  
خسرو از تو چرا صبر گزیرست چنین  
چند از این واقعہ خود را بہ کراں خواہد داشت

۲۲۳

ساقیا بادہ دہامرو ز کہ جاناں میں جاست      سر گلزار اندازیم کہ بستاں میں جاست  
دیگر م نعل و شربے بنو دگو کم باش      گریہ تلخ و شکر خندہ پہناں میں جاست  
نار چندیں مکن لے فاختہ کا مشب در باغ      با گلے ساز کساں سرو خراماں میں جاست  
ہم ز در باز رو اے باد و نسیم گل را      باز مہ باز کہ اں غنچہ خنداں میں جاست  
خواہ لے جان برو و خواہ ہی باش کہ من      مردنی نیمتہامرو ز کہ جاناں میں جاست  
لے گس چند بگر و لب آں مست بری      کنجہائے دہنش میں شکر تال میں جاست  
ساقیا آں دل گم گشتہ کہ جستی خسرو  
ہم ہمیں جاش طلب زلف پریشاں میں جاست

۲۲۴

ہر کس آں جا کہ مے و شاہد و گلشن آں جاست      من ہماں جا کہ دل گمشدہ من آں جاست  
ہر شب لے غم چہ رسی و طلب دل آں جاست      آخر آں سوختہ سوختہ خرمن آں جاست  
گم شدہ جاں بشب تیرہ و چشم بہرہست      ہم بر آں بام کہ خود آں مہ روشن آں جاست  
گفتی لے دوست کہ بگریز و بجاں میں کسے      چون گریزم کہ گروگان دل دشمن آں جاست  
سر محراب ندایم، من و کویت پس لڑا میں      کہ بت و بتکدہ گہر و برہمن آں جاست

لے دہنہ من دو بیت ذیل ہم زائد مست ہے

بارد سینہ من در سکر است ا جلم      دمت بر سینہ من سارے و بہی جاں میں جاست  
خندہ ضائع مکن لے کان ملک در جہائے      پارہ ہائے جگر سوختہ بریاں میں جاست

شب نہ گنجیدم در جامہ کہ گفت از تو صبا کہ منم جان غریبے و مرا تن آں جا ست  
ماند در نالہ ہم اندر غم تو خسرو از آنک  
بلبل این جا ست ولیکن گل دوسوں کی جا ست

۲۲۵

گر بگویم کہ در دین دل من پہاں چیست؟ خود بگوئی و بدانی کہ غم ہجر اں چیست؟  
خستگان تو کہ دور از تو نہ نزدیک تو اند تو چہ دانی کہ ہمہ شب بدل ایشان چیست؟  
کشتنم خواہی، اینک سرو، اینک خنجر میکشی یا بزم چنہ گئے فرماں چیست؟  
در تو آتش و آب از دل دچشم بکشد و بجز از سوختن و غرق شدن طوفان چیست؟  
عشق داند کہ زمین را زچہ شود یاد اشکم فوج داند کہ جہاں را سبب طوفان چیست؟  
دارم امی کہ چون بخت در آرم بہر تاز تو بخت من بے سرو بے ساماں چیست؟  
آتشکارا بکشم زان کہ بہر دم بخیاں کاں شکر خیزد بزرگ تو پہاں چیست؟  
در خواہی بشکر کشتن من مسکین را لب شیریں شکنت را بشکر و ندان چیست؟

زلف را بہرں اگر ت نیست یقین کہ زلف ت

حال خسرو لبش تیر و بے پایاں چیست؟

۲۲۶

آں کہ بچودہ ست دلم زلف پریشاں این ست آں کہ کشتہ ست مرا نگس فتاں این ست  
آمد آں سرو خرمایاں و بجا کم ہشت ست وہ کہ با جہاں رود از سرو و خرمایاں این ست  
ز آشنائی خطرم ہا شد و میگفت حکیم دائم آں زودکش و دیر بغیاں این ست  
گر غم گیردت از کشتن من عیب نگیر چہ کم خاہیت خون مسلمان این ست  
من بگویم بہ تو سوز خود و تو می خندی آں کہ بہ سوختہ ریزد رنگ آں این ست

لہ و لہ غزلیات محذوف در نسخہ ن

ہم شب جان من ست و غم خواب تاروز عاقبت در سریشاں رود اہاں این ست  
 تیغ عشق است محاباش نباشد خسر و  
 سر تسلیم فرو دار کہ فرماں این ست

۲۲۷

یار باند دل چاک آں گل خنداں چو نست؟ ماہ تابان من اندر شب ہجران چو نست؟  
 من چو یعقوب ز گریہ شدہ ام دیدہ سفید آخر آں یوسف گم گشتہ بزند اں چو نست؟  
 من در ایں خاک بزدان غم از دوری او اوز من دور صحر او بیا باں چو نست؟  
 گوہرے بود کزین دیدہ بغلطیدہ بخاک دیدہ خود خاک شد آں کو غلطاں چو نست؟  
 بر تن نازک او برگ گلے بودے حیف ہست انبار گل اکنوں پتہ آں چو نست؟  
 ہمہ جاں بود ز بس لطف چو جان بے تن ایں زباں در تہ گل باتن پناں چو نست؟  
 مردماں باز مہر سید ز خسر و کہ کنوں  
 در غم دوست ترا دیدہ گریاں چو نست؟

۲۲۸

زلف بستنش کہ ہر مودل دیگر بست زلف بستش کہ ہر مودل دیگر بست  
 مزہ با آختہ چشمش بچساں زندہ رہم مزہ با آختہ چشمش بچساں زندہ رہم  
 اہلبی باشد ہم سرو لاف یاری اہلبی باشد ہم سرو لاف یاری  
 زیب اگر آنست کہ ہر قامت او دیدم باغ زیب اگر آنست کہ ہر قامت او دیدم باغ  
 روزے آں نرگس پر خواب برویم بکشد روزے آں نرگس پر خواب برویم بکشد  
 بردل من ہمہ در ہائے خرد در بستہ ست بردل من ہمہ در ہائے خرد در بستہ ست  
 من اداں ترک کہ صد دشنہ و خنجر بستہ ست من اداں ترک کہ صد دشنہ و خنجر بستہ ست  
 با سوارے کہ بہ فراک بے سر بستہ ست با سوارے کہ بہ فراک بے سر بستہ ست  
 تھمتے یہرہ بر سر و دھنو بر بستہ ست تھمتے یہرہ بر سر و دھنو بر بستہ ست  
 مردمی نیست کہ بغز دگاں در بستہ ست مردمی نیست کہ بغز دگاں در بستہ ست

لہ و لہ بیت زائد در نسخہ ۱۵ در نسخہ ۱۶ بیت ذیل زائد ست ۱۷

نبوچوں خضر ز پیرا ہن خاکش بر خاست در ہولے عدم آں چنبرہ حیواں چو نست؟  
 لہ و لہ در نسخہ ۱۶ غزل محذوف ست

ہا ست

مرد حاجی بہ بیابان و خبر کے دارد  
کعبہ زان نامہ کہ برپائے کبوتر بستہ ست

۲۲۹

لے خوش آن وقت کہ مارا دل بے غم بود ست  
لذت عیش و طرب جلد برفت از کامم  
دل ندارم غم جانان زچہ بتوانم خورد  
دوش من بودم و تنہائی و در مجلس درد  
کس چہ اندک چہ رفت از غم تو بر من دوش  
صبر را داد دل آواز چو طاقت برسد  
دیدہ ام خوب بے لیک چو تو کم دیدم  
عینی 'جانی' و یک روز دم میدادی  
یک شبے شربت لب بخش، بہ مسکین خسترو

صد شب از دوسو سہ ہجر تو در ہم بود ست

۲۳۰

ہر کراکن کن ہوش و خرد در کار ست  
لے کہ بر جان نہ منی منت تیر خواہاں  
نامہ گو باش سیر روئے ہم از رسوائی  
اے مؤذن کہ مرا جانب مسجد خوانی  
تن کہ بروئے نہ وز دبا دہوئے مرد ست  
غازی پیر کند ریش بخور سرخ و منم  
انہ پے دار و در دیدہ کشد خلق متراب

ب

مشتوا ز مے سخن عشق کا و ہشیار ست  
با ازین دائرہ گرد آر کہ رہ پُر خار ست  
دل کشیدن از خط خوش پیران شوار ست  
کار خود کن کہ مرا بامے و شاہد کار ست  
دل کہ دروئے نہ دوزندگی مردار ست  
مفسد پیر و خضاہمے چون گلزار ست  
داروئے دیدہ من خاک در خمار ست



بہشت پرستم من گمرہ کہ تو ز اہد خوانی      دیں کہ تسبیح بدستم نگر می زنا رست  
خسروا در دل افسردہ نگیرد غم عشق  
ہست جلے اتر سوزنک کہ انگارست

۲۳۱

در سرم تازہ سر زلف تو سودائے ہست      دل شیدائے مرا با تو تمنائے ہست  
در رہ عشق منہ زاہد بیچارہ قدم      گرز بیگانہ و خوشت غم و پردائے ہست  
دل کما ز غمرہ ربودی سر زلف سیاہ      گرچہ دزدے است سیکار دل آسائے ہست  
باغبان تا گل صد برگ رخ خواب تو دید      در جہن بیش نگوید گل رعنائے ہست  
ہندو خال مبارک بہر وقت مقبل شد      گشت پرویز کہ در سلک تو لالائے ہست  
ہر شبے در غم ہجرت شب یلداست مرا      کہ بلے بہماں یک شب یلدائے ہست  
چوب خشک است بہ پیش قدم ہر سروے      گرچہ اورا بہ جہن قامت و بالائے ہست  
مردم از حسرت دیدار و کلفتی روزے      کہ مرا سوختہ غم زدہ رسوائے ہست

دعویٰ ہستی و ناموس مکن خسرو پہنچ

تا ترا میل نظر بر رخ زیبائے ہست

۲۳۲

ستھ کز تو کشتہ مردہ ہم نتواں گفت      نام پیدا تو جز لطف و کرم نتواں گفت  
آرزوئے تو ز روئے دیگران کم نشود      حاجت کعبہ بدیدار حرم نتواں گفت  
حسن تو خانہ ہر انداز مسلماناست      ناز ہم یارب ز سنا کہ کم نتواں گفت  
رشتہ آید کہ برم نام تو پیش و گراں      ذکر انصاف تو در پیش تو ہم نتواں گفت

۱۵ این غزل در نسخہ ن محذوف است      ۱۵ بیت محذوف در نسخہ ن

۱۶ در نسخہ ن بیت ذیل زائد است

تاجہ مرہائے عزیزان بہ درت خاک شد است      ۱۷ وہ لکاں خاک قدم خاک قدم نتواں گفت

چوں منے ہایتا ہا درش آید غم من      تو کہ دیوانہ وستی تو غم نتواں گفت  
 سخن توبہ واک گز جمالِ خواں      بہ کہ دادند سر زیر علم نتواں گفت  
 غازیہ از پے دیں برہنے را میکشت      گفت از بہر سر ترک صنم نتواں گفت  
 خستہ و اگر کشت مارگو کایں ستم ست  
 عدلِ خواں ہمہ بیہودہ ستم نتواں گفت

۲۳۳

سر آں قامت چوں سرورواں خواہم گشت      خاک آں سلسلہ مشک فتاں خواہم گشت  
 دود و دلباست دلیں خانہ مرا بو آمد      سگ کویم ہمہ شب نعرہ زناں خواہم گشت  
 سوختہ چند کشم آہ نہانی آخسر      وہ کہ دیوانہ شدہ گردہاں خواہم گشت  
 وقتِ تبت اکنون لے دیدہ و وقتِ مابست      کہ من امشب ہر کوئے فلاں خواہم گشت  
 بندہ عشقم و آنان کہ درایں غم مژدند      تازییم گردہ میر تریبت شاں خواہم گشت  
 آخوایں عمر گرامی ست کہ ہر میگزدرد      وعدہ تاکہ نہ دگر بارہواں خواہم گشت  
 من بدیں دیدہ گئے سیر ترا خواہم دید      تاکہ آخربدت دیدہ کنان خواہم گشت  
 حد خستہ و اگر این است کہ پیشت میرد  
 جاں چہ باشد کہ ز بہرت من از آں خواہم گشت

۲۳۴

خبرے وہ من لے باد کہ جاناں چو نست ؟      آں گل تازہ واک غنچہ بخنداں چو نست ؟  
 باکہ مے میخورد آں ظالم و در خوردن مے      آں رخ پر خوئے کوکاز لعل پریشاں چو نست ؟  
 چنیم بد خوش کہ ہشیار نباشد ست      لب میگویش کہ دیوانہ بود آں چو نست ؟  
 رخ و زلفش را می دانم بارے کہ خوشد      دل دیوانہ من پہلوئے ایساں چو نست ؟

لے تا سہ ایں ابیات در نسخہ ان محذوف ست

روز ہا شدہ کدلم رفت و در آں زلف بماند      یارب آں یوسف گم گشتہ بزنداں چو نست؟  
 نکل بر فنائی و نازست مجلس بارے      حال آں بیل آشفته بہ بتاں چو نست؟  
 ہم بجان و سر جانان کہ کم و بیش گلوے      گوہیں یک سخن راست کہ جاناں چو نست؟  
 خشک سالت درین عہد و فارالے شک      زان حوالی کہ تو میائی باراں چو نست؟  
 پست شد خسر و مسکین بہ لگد کوپ عراق  
 مرد در خاک فرو رفت سلیمان چو نست؟

۲۳۵

نہ مرا خواب بچشم و نہ مراد دل درد ست      چشم و دل ہر دو بر خسار تو آشفته ہو مست  
 پردہ بدرید کس ایں راز نخواہد پوشید      غنچہ بشکافت سرش باز نخواہد پیوست  
 اے کہ از سحر و چشم تو پری بستہ شود      آدمی نیست کہ چشم از تو توماند بر بست  
 تا بگلزار جہاں سرو بلندت بر خاست      ہر نہالے کہ نشاند بہ بتاں منبشت  
 بہر خون ریز مرادست چہ مانی چندیں؟      خون من بہ کہ بریزی و بہائی بردست  
 ہر کہ جہاں در رہ جاناں نہ بد مردہ بود      مردہ ہم بد ہد اگر در تن او جانے هست  
 چشم خسر و نتوان بست کہ در خواب میں  
 منع ہند و نتوان کرد کہ صورت بہرست

۲۳۶

شب دور و زمین ہنہامز جھلے چشم مست      چہ کنم کہ در نگیرد بہ دل رستم پرست  
 بنجم کند زلفت ہمہ عالم اندر آمد      بچہ ساں رہم ز بندت بکار و مروت  
 دل من بجاک جوی کونیا میں از ایں پس      کہ بماند پائے در گل ز عبا زلف پست  
 ہر وقت شست زلفت من خستہ را چو آتش      تو چہ میکشی نگوئی کہ چنیں خوش است شست

چو کشتائی کو بہندی بنجار چشم نرگس      شکند ہزار تو بہ زیکے کشتاد دست  
 ز دلم بباغ حسنت ہم باد تند خنبند      توئی ارچہ شاخ نازک نتوان بدین شکست  
 نبود فسر و گاہ را سر دوست کامی ما      کہ ز خون دیدہ باشندے عاشقان مست  
 نفیے نشین ددل دہ کہ ہفت جان خسرو  
 بکشا و چشم تیرے کہ ز نوک غمہ خست

۲۳۷

صفیۃ است آب حیوان، ز دہان نوش خند      اثرے ست جان شیریں، ز لبان بچو قدرت  
 بکدام سرو بینم کہ ز تو صبور باشم؟      کہ درازا ماند دل، ہوس قبر بلندت  
 بہ خزان ہجر مردم چہ کمت شود کہ مارا      بغلط گلے شکفتی ز دہان نوش خندت  
 منم و ہزارہ بچش ز خیالی زلف در دل      بکجا روم کہ جانم ز ہذا زخم کندت؟  
 بہر بہت فنادہ مردم روشے منا بجولاں      کہ چو مردن ست بالے بہرہ سم سمندت  
 ز تو دور چند سوزم بہ میان آتش غم؟      ہمہ غیر تم ز عود و ہمہ رشکم از پسندت  
 یزن لے رفیق آتش کہ اثر نماند ما      تو رہی ز مالش من، من سوختہ ز بندت

مہزائین خیال خسرو کہ بعشق در نمانی

بود ارچہ ز اہل شہرے شب دروز نشخندت

۲۳۸

منم و خیال بازی شب دروز با جمالت      چہ شود اگر بہر سی نفیے کہ حبست حالت؟  
 خط جملہ خوہر ویاں کہ بر لے ملک دلہا      ز قضا ست محبت تو رقیے ست از جمالت  
 سر من بگاہ جولان ز درت مباد یکسو      کہ خوش آں بلند بختاں کہ تند پایالت  
 بکدام نقد ہر بتوان خرید حملے؟      کہ بزرخ نیم کجہ دو چہاں خرید خالت

کئی ارچہ ذرہ ذرہ تن من روا ندارم      چو تو آفتاب و ش را کہ بود گہے زوالت  
 بکشم ز چشم دیدہ زیر آئے آں کہ جاں را      چہ کند چنین کلونخے بہ گذر گہ خیالت  
 ز فراق سوخت خسرو کند ز بخت خواہش  
 کہ غرض بود نہ یارے کہ زخم دم از زہالت

۲۳۹

اثرے نمائد باقی زمن اندر آرز ویت      چہ کنم کہ سیر دیدن نتواں رخ نکویت  
 ہمد روز گرد کویت، ہمہ شب بر آستان      غرضے جزایں ندارم کہ نظر کنم بہر ویت  
 پس از ایں بدیدہ خواہم بطوان کویت کند      کہ سبوتا بزا نو قد تم بہ حبت و جویت  
 بوفا کہ در پذیری کہ من انپے وفایت      دل خوں گرفتہ کردم خورش سگان کویت  
 خرد و ضعیف ہوشم، دل و دیدہ نیز ہم شد      زہم خیال خالی بجز از خیال رویت  
 من اگر نمی توانم حق خدمت زیادت      کم از ایں کہ جان شیریں بدہم در آرز ویت  
 ز نسیم جانفزایت دل مردہ زندہ گردد      ز کدام باغے لے گل کہ جنیں خوش ہست بویت؟  
 بتن چو تار مویت نہی ارد و صد جہاں غم      ندہم ہیچ حملے دو جہاں بتار مویت  
 پس از ایں چہ جائے آنت کہ ز حال خود بگویم

کہ فسانہ گشت خسرو جہاں ز حبت و جویت

۲۴۰

گرچہ سرو باغ را بالا خوشست      باقد رعنے تو مارا خوشست  
 زہر عشقت کارم عیشم تلخ کرد      ہست تلخ ایں جاشنی اما خوشست  
 گر غمت غیرے خورد ناخوش شوم      خوردن غما مرا تنہا خوشست  
 بے تو من ہارے نیم خوش ہیچ وقت      وقت تو خوش کہ ترابے ما خوشست  
 شعلہ در دل، یار در جہاں کے دم      تا توانے کش تب و حلوا خوشست

جان سنگیں میکنم تا زندہ ام      مردن فرہاد با خارا خوشست  
گفت فردا زلف مشکینم نگر      امشبم بر بوسے آں فردا خوشست  
گفتیم "ناخوش چرائی، خسروا"  
"چون کمں، چون شکل آں بالا خوشست"

۲۴۱  
بار عشقت بردم بارے خوشست      کار من عشق است و ایں کالے خوشست  
ہاں دہم در پاش ارچہ بیوناست      دل بدو بخشم کہ دلدارے خوشست  
بلبل شوریدہ را از عشق گل      در چن با صحبت خارے خوشست  
راستی را سرو در نشو و نماست      از قدر یارم نمودارے خوشست  
ہج بیمارے نباشد خوش وے      چشم جادوے تو بیمارے خوشست  
تیر چشم او جہاں درخون گرفت  
لیک از دست کماں دارے خوشست

۲۴۲  
عاشقاں را زخم بے مرہم خوشست      بیدلاں را دیدہ پرہم خوشست  
گر سخن در گوش جانان میرسد      گفت و گوئے ہر کہ در عالم خوشست  
گر بتان از درد عشاق آگہند      ہر کجا در دلیت بے مرہم خوشست  
ہر کسے کو غم خورد ناخوش بود      من غم خواں خود کاین غم خوشست  
جان من آزار دل چندین موج      خود درین ایام، دلہا کم خوشست

لے بعد ازین در نسخہ ن بیت ذیل زائد است ۛ  
چون تو لے چیت ایں جو رقیب ۛ خار میدانی کہ باخرا خوشست  
لے غزل مخدوف در نسخہ ن

زلف را بہر خدا شانہ مزن      ہچناں آشفقہ و در ہم خوشست  
 دیدت خوبست گر خود ساعتیت      پادشاہی گر ہمہ یکدم خوشست  
 وصل تو خوش بود وقتہ دیر زماں      ناخوشی ہائے فراق ہم خوشست  
 خسروا با بیدی خوکن کہ دل  
 ہم در آں گیسوے خم در خم خوشست

۲۴۳

کار بالائے تو تا بالا گرفت      در ہمہ دلبا خیالات جا گرفت  
 ہر کہ رفتار تو دید از ہم جاں      ہم ترا بہر شفاعت پا گرفت  
 تا نمیدیم بلائے جاں ترا      دیدہ دنبال دل شیدا گرفت  
 می گرفتہ لذتے از عر خوش      کا مدی تو در دل من جا گرفت  
 ماچینس کز دل گرفتاریم ہست      حق بدستت گردت از ما گرفت  
 چند سوزم وہ کہ روئے دل سہ      کز دستانہ رجا نم این سودا گرفت  
 بیداں را طعنہ زد خسرو بوخت  
 تا کد میں آہ دل اورا گرفت

۲۴۴

یار بے موجب دل از ما بر گرفت      یار دیگر کرد کار از سر گرفت  
 دل ز ہجرش برگ در دو غم بخت      جاں ز شوقش ترک خواب و خور گرفت  
 آنچہ کرد آخر مسلمانے نماند      این چہ شد یارب جہاں کفر گرفت  
 بد ہی گفتند و می نشنید ہیج      عاقبت گفت بدانش در گرفت  
 دل غبار سوز خود بیرون فکند      عالمے در خون و خاکستر گرفت  
 پاک میکردم سر شک، آہ ہم بخت      آتش اندر آستین تر گرفت

لعل اور دلبری استاد بود خط کاں از استاد بالائے گرفت  
مردماں گویند دل برگیر از او روئے اگر اینست نتوان برگرفت

جان خسرو از پے این روز راست

کو بخون عاشقاں خنجر گرفت

۲۲۵

مردم از کوی تو چوں بیدل نہ رفت ہر کہ در میخانہ شد عاقل نہ رفت  
عمر در سر شد بہ رسوائی عیش و عشرت وین ہوس از جان بے حاصل نہ رفت  
کارواں بگذشت و محل ماند دور و ز دل من یاد آن محمل نہ رفت  
بر کشیدم تنگ تن را سوئے صبر لاشہ لاغر بود تا منزل نہ رفت  
ماؤ غرق بحر ہجران، چوں کنیم کشتی در ویش در ساحل نہ رفت  
باکے دقتے دھالے داشتیم سالہا بگذشت ہم از دل نہ رفت

شکر کن خسرو بلائے عشق را

زاں کہ ایں فیض ست گری قابل نہ رفت

۲۲۶

از تو بر خاطر مرا آزار نیست بے تو در ملک جہانم کار نیست  
گر بجائے من ترا عشاق ہست جز تو در عالم مرادندار نیست  
تا سخا ہی صحبت اغیار ہست و در بجان جونی وصالی یار نیست  
نقنہ انگیزے بلا جوئے و کثر در سراستان فردوس بریں  
در ہمہ بازار ہزاران عشق مثل رویت یک گل بے خار نیست  
چوں لبش از مہر شکر بر نخاست ہجور وے زرد من دینار نیست  
چوں لبش از مہر شکر بر نخاست چوں دوز بفس مشک در تار نیست

مہر رویش درد دل بہناں نہ ماند  
آفتاب اندر چہاں گل نہ رفت

لے در سخن بعد ازین بیت ذیل اضافہ است  
لے غزل مخدوف در نسخہ ن



چشم اور انغم اے خوشخوار مست      درجہاں مستے چو تو خوشخوار نیست  
گفت ترک مست چون خنجر کشید      جز بلا انگیزی اورا کار نیست  
چند بار ہجر بر جانم نہی      بردارش چون عاشقانِ ابا نیست  
اے دل بیچارہ یک چندے باز      طاقم ہر بار بوداں بار نیست

غم براحوالِ جہاں تا کے خوری ؟

خسروا، اگر مر ترا غمخوار نیست

۲۴۷

مفسی از پادشاہی خوشتر است      مفسدی از پارسائی خوشتر است  
پادشاہی راست درد وے      چوں نگہ کردم گدائی خوشتر است  
پادشاہاں چوں بخودند ہند راہ      با فقیراں بے لوائی خوشتر است  
آدمی چوں کبر دسر میکند      با سگ کو، آشنائی خوشتر است  
دل کہ از سودائے خواہاں بشکند      آن شکست از مومیائی خوشتر است  
آتشکار عشق بازی با بتاں      از بے زہد ریائی خوشتر است  
نیست لذت عشق را بعد از وصال      عشقبازاں را بعدائی خوشتر است

عشقِ دوناں خسروا از سر بہنہ

عشق با سرِ خدائی خوشتر است

۲۴۸

یارِ نارِ اعظم ورنے دیگر است      باز در بندِ جفاے دیگر است  
در نظمی آیدم گل ہا بے      چوں کنم آن روئے جے دیگر است  
گر یکے چشم بر ویش روشن است      خاک پائیش تو تیلے دیگر است  
ساقیاے دہ کہ بر یاد لبست      باے امروزم مہفائے دیگر است  
بارقیباں ساختن بیچارگی مست      محنتِ ہجراں بلائے دیگر است

لے دیکھ ہر دو غزلیات در نسخہ ن مخدوف است

دوستدارانت بے ہستند لیک

خسر و مسکین گدائے دیگر است

۲۴۹ ترک من طرہ مشکوش کرده است لاله از مشکین منقش کرده است  
روئے بجوں آتش اوزا برداں ماہ را نعلی در آتش کرده است  
میکشاید از نظر تیر بلا میکند رنج، بہ آتش کرد است  
سرخوش از بادہ بود پیوستہ او لیک با بادہ سرے خوش کرد است  
غمزہ ہائے چشم نمورش مدام دل بدان لعل شکر و ش کرده است  
رشتہ صبر مرا شکستہ است زلف تو بس کہ کشاکش کرده است

زاں پریشاں شد چو موخسرو، مگر

یاد آں زلف مشکوش کرده است

۲۵۰ مہ غلام تو ست باروئے کہست مشک خاک شست باہے کہست  
دست بست آئینہ پیشیت ایستاد روئے دیگر یافت باروئے کہست  
خوئے ناسازت نخواہد شد دگر ہم نخواہد ساخت باخوئے کہست  
تیغ برکش کنز پے فرمان تست جان ددل را پشت پہلوئے کہست  
آب خورد آرد غم را سوئے ما کاب چشم را بہر سوئے کہست  
لے طبیب از من بروکایں در عشق بہ نخواہد شد بداروئے کہست

چند مستوری کنی کنز ہر تو

شہرہ شد خسر و بہر کوئے کہست

۲۵۱ ردے خوبت دلبری را پایہ ایست آرزو را خوب تر پیرایہ ایست  
چرخ با چنداں ستم حسن تراست کہ ز ما در مہربان تر دایہ ایست

لہ غزل در نسخہ من محذوف است ، لہ ہر دو غزلیات در نسخہ من موجود نیست

چوں بھیدِ دولتِ رخسار تو      ناله را از چرخ برتر پایہ است  
 بھولے باندہ بنشین کایں قدر      زندگانی را عجب سرمایہ است  
 در غمت از آہ خسرو تا سحر  
 شبِ نخبید ہر کجا ہمایہ است

۲۵۲  
 آمد آں یارے کہ در دل جوائے دوست      راحتِ جاں صورتِ زیبائے دوست  
 آشنائے تازہ کرد ایں سر کہ او      ز آشنایانِ قدیم پائے دوست  
 یک قبا جانم کہ از تن رفتہ بود      دیدم آں کہ در تیک تائے دوست  
 لذتِ خود کردہ خود باز یافت      دل کہ بد خو کردہ حلوئے دوست  
 خار ہا بس نیشِ سختِ میز نسند      گرچہ ناوکِ رستہ خرمائے دوست  
 بردم کوہِ غم و دل بر قدش      وہ چہ بار است ایں کہ بر بالائے دوست  
 خسرواگر دل ستد تو در میاں

۲۵۳  
 رنگے از حسن تو در روئے گل است      وز لبِ لعلت خیالے در گل است  
 از خیالِ نگس جادوئے تو      در چین ہا چشمِ نگس بر گل است  
 از نسیم صبح کے بیروں رود      بوئے گل کاں در داغِ بلبل است  
 از کندہ عنبریں کیوئے تو      ملتہب دل کے شود گردِ دل است  
 رحم کن بر خسروا رہنیدہ ای

کز فغانش عالمی در غفل است

۲۵۴  
 لے نسیم صبحدم یارم کجاست؟      غم ز حد بگذشت غمخوارم کجاست؟  
 خواب در چشم نمی آید بہ شب      آں چراغِ چشم بیدارم کجاست؟

لے تاسہ ہر سر غزلیات در نسخہ ان موجود نیست

دوست گفت "آشفته گرد و زار باش" دوستان آشفته و زارم کجاست؟  
 نیستم آسوده از کارش دے یار آں آسوده از کارم کجاست؟  
 تا بگوش اور سامں حال خویش  
 ناله ہائے خسرو زارم کجاست؟

۲۵۵ چشم فغان کہ دی بر و نغمت فتنہ را بیدار کرده اد نغمت  
 تاز جوئے لب خط سبز بجاست سبز تر برب ہر جو نغمت  
 گل بر آمد با تو بادش برو پشت دستے زد کہ تو بر تو نغمت  
 من نغتم در فراق تہیج گاہ چشم من در حسرت آں رو نغمت  
 نے خود آں ز گس بخونم راہ داشت بخت من کاں غمزدہ بد خو نغمت  
 ہر کہ پہلوئے تو خود در خواب دید تا قیامت ہم بر آں پہلو نغمت  
 بازویت خسرو چو زیر سر نیافت

۲۵۶ کرد تنہا زیر سر بازو نغمت  
 صد دل اندر زلف شب گون سوخته گویا در شب چراغ افروخته ست  
 ہر کہ او سوداے زلفت می پرد خود را چوں ہیزم تو سوخته ست  
 دل بشمشیر جفا بشکافته ست واں کہ از تیر مژہ برد و ختہ ست  
 گر یہ چنداں شد کہ در خون دلم مردم چشم آشنا آموخته ست  
 اے مسلماناں یکے بازم خسرید

۲۵۷ کو مرا بردست غم بفر و ختہ ست  
 اے دہانت چشمہ آب حیات فصیح رویت آفتاب کائنات  
 تا دلم از شادی و صلت نماند از کند غم نمی یا ہم نجات

گر یہ را پسند ہر دم، تاجکے  
 ز آتش ہجرت تن خاک بسوخت  
 پیش چہنم از گریہ جھون و فلت؟  
 تاکہ امین باد آرد سوائے مات؟  
 ہر کہ بے تو زندہ ماند مردہ بہ  
 گزندیدی سبزہ اسے بر آبِ خضر  
 جز وصال نیست مقصود از حیات  
 گرد آن سنگِ بزمین، رست نہات  
 بت پرستان گرد تو آگے نشوند  
 یاد نازند از بُتانِ سومات  
 ہاتِ کاسا یا جینی پانفدات  
 از شرابِ شب نشیناں در خار  
 بجو ذرہ در ہوائے مہر تو  
 نیست خسرو را دے صبر و ثبات

۲۵۸ شکرین لعل تو کانِ نک است  
 خود نک از لب تو چاشنی است  
 گرچہ شکر نہ مکانِ نک است  
 دین سخن ہم ز زبانِ نک است  
 حسن بر لعل تو خط می آورد  
 میگذارد لبّت از بوسہ زدن  
 چہنم من میں ز خیالِ لب تو  
 می بیندیش از این گریہ من  
 آخر آن آبِ زیانِ نک است

بارے اندیشہ خسرو میکن

کہ بحق جملہ جہانِ نک است

۲۵۹ ز گیس مستِ تو خواب آلودہ است  
 آگہ از نالہ من کے گرد دے  
 لب لعل تو شراب آلودہ است  
 چہنم مست تو کہ خواب آلودہ است  
 خولے گز عارض تو باز شدہ است  
 برگ گل را بگلآب آلودہ است  
 لب تو در دل من بنشستہ است  
 نکلے را بہ کباب آلودہ است

لہ و لہ ہر دو غزلیات در نسخہ ان موجود نیست

از تری خواست چکیدن آری لب تو کز من ناب آلوده است  
 سخن تلخ تو زان شیرین است که شکر را و جواب آلوده است  
 بنده خسر و چه گنه کرد امروز

که حدیث بقاب آلوده است

۲۶۰

اے کز روئے توحیات جانست دیدہ جایب شده جائے آنست  
 ماه را از رخ چوں خورشید در شب چار دهم نقصا نست  
 سخن اندر لب تو دل ببرد دل چه باشد سخن اندر جانست  
 بے لب لب علی که گزم سنگ ریزه به تر دند آنست  
 ناتوانم، که غمت با من کرد هر چه از جور و جفا بتوانست  
 سلک در گشت مرا ز آب دو چشم تار بهر رشته که در دند آنست  
 به گه گریه سواد چشم تیره گوئی که شب بار آنست  
 گفتیم "غم مخور و آسان گیر" این بگفتن همنما آسانست  
 دور از سغله آه خسر و  
 که دلش سوخته، هجرانست

۲۶۱

تیر که این بلاست کاں کمان تو نیست؟ دست که این دل است کاں بعبان تو نیست  
 دچہ ہمہ نیکو اں از دل ما راجع است زان که بخطا بلے نشان هیچ نشان تو نیست  
 عشقم اگر میکشد تو مکش اے پند گو جان منست خراش دلی که جان تو نیست  
 بے دلیم گفت از آن حد دلش افزود کف هر چه کشم سوسه خوش گوید از آن تو نیست  
 نام و فایده ای شرم نه داری ز خلق عرض متاع بکن کان بدکان تو نیست

له غزل در سحران موجود نیست

باز مدار، اگر کم رختہ دل پر ز خاک  
دو دکش این دل است غالیہ دان تو نیست  
کور شد این دل فساد و بچہ تاریکِ غم  
باد از این کور تر گر نگران تو نیست  
تیغ زن و وارہاں خسرو در ماندہ را  
سود و نیست این وزان پیچ زیان تو نیست

۲۶۲

درد سرد و ستاں آہ و فغان نیست  
خ غ  
چند توان دید و اے بر دل مسکین جفا  
کما ہش جان طیب درد نمان نیست  
از دم سرد و فراق برگ حیا تم نماند  
گیر کہ بیگانہ شد آخر از آن نیست  
گر یہ کہ از سوز دل گرم برون میدہم  
آفت این برگ ریز باد خزان نیست  
دل کہ ز من گم شد رست بر تو گمان میرم  
قطرہ آبست، ایک شعلہ جان نیست  
شوئی ہم از خون دل خاک سر کوے خویش  
ہست ترا خود ہیست ہر چہ گمان نیست  
بے خبر پسند گو بہمدہ جان میکند  
تا برود ہر کجا نام و نشان نیست  
می رود آن شمع و من گرچہ کم نالہ بیش  
از پے مردن بعشق کوہ گران نیست  
دوش بخیر و لطف گفت " غلام منی"  
باز نماید از آنک عمر روان نیست  
مرتبہ این خطاب نریخ گران نیست

۲۶۳

عمر بپایاں رسید در ہوس روئے دوست  
برگ صہوری کراست بے رخ نیکوئے دوست  
گر ہمہ عالم شوند منکر ما گو شوید  
دور نخواہیم شد ما ز سر کوئے دوست  
قبلہ اسلامیاں کعبہ بود در جہاں  
قبلہ عشاق نیست جز خنجر وئے دوست  
لے نفس صبح دم گر نہی آنجا قدم  
خست دلم را بجو در شکن موتے دوست

بلکہ و لہ ہر دو بیت محذوف در نسخہ ان ۵۵ غزل محذوف در نسخہ ن

جاں بفتاںم ز شوق در رو باد صبا      گر برساند با صبحدے بوے دوست  
روز قیامت کہ خلق روے ہر سو کنند  
ختر و مسکین نکر د میل بجز سوئے دست

۲۶۴

غ  
ہر کہ نگہ در تو کردیش بہ بتلاں نہ رفت      و آن روزے روئے تو از گل وریحاں نہ رفت  
تا تو نمودی جمال نقش ہمہ نیکواں      رفت بروں از دلم نقش تو از جاں نہ رفت  
خشم بے طعنہ زود دوست بے پند داد      چشم بہوئے تو بود گوش بد یشاں نہ رفت  
سیل ملامت رسید کوہ غم از جا      صبح قیامت دید وین شب ہجراں نہ رفت  
وہ کہ چون ز گس چرا کوہ نباشد مدام      دیدہ کہ بالائے آن سرو خرا ماں نہ رفت  
مستی و بدنامیم عیب نگیرم از آنک      عاشق بیچارہ کار بسا ماں نہ رفت  
گر ہمہ جام بلاست نوش کن و ہر گوئے      ایں کہ ز کامت ہنوز تلخی ہجراں نہ رفت  
یار کہ بکشد شربت بردی مجروح من      تیر بردن رفت لیک چاشنی از جاں نہ رفت

رفتن ختر و خطاست بر سر کوئے بتاں

مورچہ بہر حیات بر رو سلطان نہ رفت

۲۶۵

خوش بود آں بیدلے کز غم امانیش نیست      مردہ بود آں دے کاہ و فغانیش نیست  
بہر خدائے جواں تا بتوانی مدار      حرمت پیری کہ میل سوئے جوانیش نیست  
کاش نبودے مرا تہمت جائے تہن      کش اگر از یار ماں از غم امانیش نیست  
سینہ کہ بیدل باند آہ و فغانیش ہست      دل کہ ز ہجراں بسوخت نام و نشانیش نیست  
بوسہ بقیمت دہد جاں بہر درایگاں      قیمت بوسیش ہست منت جانیش نیست



سروقدار دکن گریہ زارم از آنک  
خشک بود آن چمن کاب و انیش نیست  
گردم ہنہ کے شمع روئے مگر داں زمن  
نیمت گلے کاندراو باد خزانیش نیست  
پستہ بستہ دہن پیش، دہانت گہے  
لب ز سخن تر نکرد کاب و انیش نیست  
قہر خسرو بخواں چوں تو درون دلی  
گر ز ہر کس نہا نیست از تو نہا نیست

غ

۲۶۶

نیمت دے کاندراو داغ جھلے تو نیست  
کیمت کاندراو ریش باد ہلے تو نیست؟  
دل کہ زجاں خواستست بہر تو بیگانہ دار  
باہمہ مروا نگلی مرد جھلے تو نیست  
خشم کنی بیگانہ بر شکنے بے سبب  
کورئی بخت نیست در نہ خطلے تو نیست  
بر در تو ہر کے خاص شد الا کہ من  
پیچ کساں را مگر رہ بہ ہلے تو نیست  
صبر بامید وصل برویدل شستہ بود  
بجہ دروں رفت دگفت "خیز کر جھلے تو نیست  
گفتی "اگر میخیزی نقد حیاتم بہا ست"  
گر بہر تا محشر ست نیم ہلے تو نیست  
خسرو اگر سوختست نے زپے دیگر نیست

سوختہ تر باد ازیں گزر ہلے تو نیست

۲۶۷

در تہن جان من، سرو خراماں یکے است  
نرگس رعناش دو، غنچہ سخداں یکے است  
گفت نغمہ لبش "جاں دہ و پوسی ستان"  
کاش دو صد جاں ہر ست کہ مرا جاں یکے است  
من ز غم گلہ خیزے ترالہ فشانم چو آشک  
ایم در این واقعہ با من گریاں یکے است  
طرف چن میری، طعنہ زاناں سرورا  
بیش خجالت مدہ راہ خواناں یکے است  
خسرو دل خستہ را بندہ صورت نگر  
چونکہ بمعنی یہی بندہ و سلطان یکے است

۲۶۸

آں کہ مزاج دلش، باز ندانم کہ چہیت؟ رفتن او کشتن است، باز ندانم کہ چہیت؟  
 این ستم از پشت کوثر جنگ حریفان عشق زار بنام ولے خاز ندانم کہ چہیت؟  
 مست شبانہ مست یار خواب خمائے بسر بوئے لعش از مئے مست کا ز ندانم کہ چہیت؟  
 یار بہانہ طلب بامین شوریدہ بخت نیست بدلاں ساں کہ بود باز ندانم کہ چہیت؟

خسرو مسکین ازو، شہرہ ہر کوئے شد

واں دل اورا ہنوز را ز ندانم کہ چہیت؟

۲۶۹

در دلم را طیب چارہ ندانست مرہم این ریش پارہ پارہ ندانست  
 را ز دولت را بصیر گفت بہوشاں حال دل غرقہ را کنارہ ندانست  
 خال بنا گوش او ز گوشہ نشیناں بوچھاں دل کہ گوشوارہ ندانست  
 قافلہ عقل را بسا عد سیمیں راہ بجائے برد کہ مارہ ندانست

سختی از آں دیدی خسرواکہ با دل

قاعدہ آں دل چو خارہ ندانست

۲۷۰

چوں غم ہجران او نداشت نہایت عاقبت اندوہ عشق کرد سرایت  
 وقت نیامد بتا کہ از سرائعاف سوئے ضعیفاں نظر کنی بعنایت  
 غایت آنہا کہ از جھائے تو دیدم نور یقیں داشت در دلم ہرایت  
 گر تنم از دست غم ز پائے درآمد سرکشتم تا منم، ز قید و فایت  
 گر تو بہ تیغ زنی خلاص نہا شد زخم تو خوشتر کہ از قریب حمایت  
 شرح غم عشق بیش از این زچہ گویم شوق من وجو را و، رسید بغایت  
 لے بت نامہ راں شوخ سبتگر از تو کم یا، ز روزگار شکایت

آنچه من از روزگار سفلہ کشیدیم  
پیش تو گویم ز روزگار حکایت

۲۴۱  
اے سرکشیدہ از من من سرکشم بہشت  
ماہم و غنچہ دل، موقوف بند عسقت  
توان بشرح دادن، با صد جہدہ گل  
تادادہ از لب تو، دل را گل ابلینے  
چون بہشت بمنانگہ خواہم کہ جابے سازم  
لطیف بہ بندہ خسرو از تیر غمزہ تو  
آماج کرد سینہ، بیرون نشد ز کشت

۲۴۲  
چون در سخن در آمد علی شکر مقال  
دانی کہ چیست مہ را اندر میان سیاہی؟  
بیچارہ من باندہ محروم از چنان رو  
از شام تا سحرگہ، از گریہ می بسوزم  
از بسکہ در فراقت بسیار کرد پریش  
نزدیک شد ہلاکم پُر سیدی نہ کردی  
کافر دلا اگر چہ کردی حرام و مسلم  
چون میکشیم ہائے از روئے خود میفکن  
صد سالہ قصہ خود گویم کہ کم نگر دد

آب حیات ریزد، از چشمہ زلال  
یک نسوا نیست مظلم، از دفتر کمال  
تا چشم کیست یارب پیوستہ در جمال  
ہر دم اگر نیاید پروانہ وصال  
یکبارگی باندہم شرمندہ خیالت  
کالے دور ماندہ از من در ہجرت حالت  
بادا چو شیر باد رو نہائے ماحلات  
بگذار تا بر آید جانم بہ پیش خالت  
وانشد اگر نہ باشد اندیشہ ملالت

تو آن نہ ای کہ کردی یکدم فراموش زجان  
با آن کہ می بیند خسر و ہزار سالست

و

۲۴۳

چایک ترا تو در ہر عالم سوار نیست  
سر تو بلند نیست چو قوہ بلند تو  
زایا ترا تو در ہر عالم نگار نیست  
یا آنکہ هست لائق ہوس و کنار نیست  
ز انم بدیدہ خواب و شبہا قرار نیست  
در نوبت غم تو یکے از ہزار نیست  
دانی کہ اعتماد برین روزگار نیست  
وز عشق بر شکن کہ گر انتظار نیست  
از وعدہ در گذر کہ شکبایم نہماند

ایں ہا کہ کرد بر دل خسر و فراق تو  
از غم بہر س گر ز منت استوار نیست

۲۴۴

خوش خلقیست مست جسم و لے استوار نیست  
خوش منزلیست مست عزم و رے زمیں دلینگ  
ہر چند بہترین صورت شکل آدمیست  
دل در جہاں بند کہ کس را از لای عروس  
مے کہ در شمار بُو داین زماں کجاست  
نعرہ مشو ز جاہ مجازی اعتبار  
خوش حالتیست مست عروے پایدار نیست  
کانجا مجال عیش و مقام قرار نیست  
لیکن ہمہ جو سر و قد گل عذار نیست  
مجز آب دیدہ خون جگر در کنار نیست  
کو را در این زمانہ غم بے شمار نیست  
کایں جاہ را بنزد خدا اعتبار نیست

ز ہنار اختیار کن بہر منزلی  
کانجا بدست پہنچ کے اختیار نیست

۲۷۵

شب نیست کہ تو بر سر ہر کو غیر نیست  
وانیشہ تو در دل برناؤ پیر نیست ب  
صد سر خدائے پائے تو با در چہ در حرم  
تو میروی و خون گسٹ پائے گیر نیست  
بے رحم و در چند زنی غمزہ بردلم  
وہ کایں دست آخر و آملج تیر نیست  
عطار کو مہمند کا نرا کہ من زدوست  
ہوئے شنیدہ ام کہ مشک و غیر نیست  
لے آنکہ کو کشش از پے سامان من کنی  
بگزار کایں خرابہ عمارت پذیر نیست  
زلف بتاں بگردن نیل ہند کند  
آزاد آں دے کہ بدیں بند اینست

در فتنہ و بلا چہ کند گر نہ اوفتد  
خسرو کش از نظارہ خواباں گزیر نیست

۲۷۶

بیدار شود لا کہ جہاں جائے خواب نیست  
از خفتگان خواب چہ پرسی کہ حال چیست؟  
چون بچ دست نیست؟ فادای ز خاک  
معمور خستہ لے کہ چہ گویر خراب نیست  
چون مست را خبر نمود از جھائے دہر  
بر ہوشیار بہ ز شراب و کباب نیست  
طیب حیات خواستن از آسمان خطا  
کز شیشہ و لیل امید صواب نیست

ساقی ز جام عشق بخسرو رساں نہی  
زیرا کہ مست کار ترا زوے شراب نیست

۲۷۷

بیرون میا ز پردہ کمرار انگیب نیست  
ایک بلند گفت از کس عجیب نیست  
تا پائے در رکاب لطافت نہادہ ای  
اشکم کدام روز کہ پادار رکیب نیست؟

لے و لے ہر دو غزلیات در نسخہ ان محذوف اند

پیشِ رخت کہ بر ورقِ لاله خط کشید      گردِ قمرِ کلُ است کہ ہم در حبیب نیست  
دل با رخت چگونہ نگردد فریفتہ؟      از صورتِ تو جدیت کہ آن دلفریب نیست  
چوں دل ز دست رفت کہ راہ امید بود      بر چشمِ تست دیگر و بر کس عقیب نیست  
میله نمی کند سوائے خسرو چو آبِ خضر  
با آن کہ میلِ آب جز اندر نشیب نیست

۲۷۸

مستِ ترا بہیچ مئے احتیاج نیست      رنجِ مرا ز بہیچ طبیبِ علان نیست  
اے مہ مشو مقابلِ جہنم کہ با رخس      ما را بہیچ وجہ نہ تو احتیاج نیست  
با من مگو حکایتِ جہنم و افسرش      خاکِ درِ سر لے مغاں کم ز تاج نیست  
با دوست عرضِ حاجت خود چند میکنی؟      او واقعاست حاجتِ چندین کاج نیست  
نقد دے کہ سکہ وحدت نیافتہ ست      اُس قلب را بہیچ ولایتِ رواج نیست  
تا راجِ گزشت ملک دل از جو رینکو اس      لے دل برو کہ بردہ ویراں خراج نیست  
خسرو ندید مثلِ تو در کائنات بہیچ  
زاہل نظر کہ جز صفتِ جہنم کاج نیست

۲۷۹

ناوک ز نے چو غمرہ اور زمانہ نیست      چوں جانِ من خدنگِ بلا را نشا نہ نیست  
دیوانہ گشت و خلق و لصیخ افتاد از آنک      در شہر بے حکایتِ تو بہیچ خانہ نیست  
جز با خطِ تو عشقِ نیاز نہ عاشقاں      در خطِ دیگر ایں رقمِ عاشقا نہ نیست  
من در دم پیس، تو بہا نہ گماں بری      معلوم گرددت نفسی، کایں بہا نہ نیست  
صعب آتشے رت عشق، کہ گشتند مہرِ دل      خاکستہ و درونِ بیرونِ شاں زبانه نیست

مثنو حدیث بیخبراں در بیان عشق دانی کہ احسن القصص اندر فسانہ نیست  
 جہاں خاکِ آستانہ کہ بیانِ عاشقان یک ذرہ غبارِ برآں آستانہ نیست  
 اے پندگو، چہ در پے جانم نشستی؟ انگار کاں پر بندہ در آیں آشیانہ نیست  
 کوہِ گراں زنا کاں ماکم شود برقص  
 خسرو بنائے نغمہ زناں ایں ترانہ نیست

۲۸۰  
 لے دل غمگین مباش کہ جانان رسیدنی ست در کام تشہ چشہ حیواں رسیدنی ست  
 اے درد مند ہجرِ میندا ز دل ز درد کاینک طیب آمدہ وراں رسیدنی ست  
 اے گلستانِ عمر ز سر، برگ تازہ کن کاں مرغِ آشیان بگلستان رسیدنی ست  
 پروانہ وار پیشِ روم بہر سوختن کاں شمع دیدہ در شب ہجر آمد رسیدنی ست  
 در رہ بساطِ صل، ز خونِ جگر کشم کاں نازنیں جو سر و خراماں رسیدنی ست  
 جانے کہ از فراق رہا کرد خانہ را یاد آوری کار زدے جہاں رسیدنی ست  
 باخویش میزدوم کہ فراق آرچنین بود کایں چاشتیت در بختِ ندان رسیدنی ست  
 کاورد بخت مرزدہ کہ خسرو تو غم مخور  
 تیر بلا، سیمہ فراواں رسیدنی ست

۲۸۱  
 ہر سو کہ با ہزار کرشمہ خرام ست صد دل فتادہ بیش، بہر نیم گام ست  
 وہ آن توئی ویا میر گردوں ویا خیال ماہے کہ گاہ گاہ بہالائے بام ست

۱۰ بیت محذوف درن ۱۰ بعد ازین در نسخہ ان بیت ذیل اضافہ ست  
 اے آب دیدہ، بختی گرد کن گہر پیژ کاں بادشاہ در رہ ویراں رسیدنی ست  
 ۱۰ غزل محذوف درن

جانم فدائے زلف تو آندم کہ ہر سمت خود راز تو سلام کم زان ہی زیم  
 کماں حبیب مجھے بافتہ گئی کہ دم تست میرم از این گمان نبرم کماں سلام تست  
 مستی گزیم تمام بسوز و عجب مدار زین ساں کہ دل بہ بختن سوئے خام تست  
 چون میکشی مرا زلف خویش بیش از این یکجور لے ہریز کہ لے کشتہ شام تست  
 خونم نکلیں نکلیں کہ فردی چکد ز چشم بہر نکلیں ز کلک و فاقش نام تست  
 جانے کہ ہست دکن اندیشہ ہا گرو بر رخ ز خون قبالہ نوشتم کہ نام تست

خسرو کہ ہندوانہ سخن کج کج آورد  
 یک خندہ کن وظیفہ او چون غلام تست

۲۸۲

اے غمزہ زن کہ تیر جفا در کماں تست آہستہ تر کہ دست دلم در عنان تست  
 بنمائے رخ کہ شاد برانم زد دیدنت روزے دوسہ کہ غمزہ میمان تست  
 جانا بباد داد کہ دایم شکستہ باد آن گیسوئے کہ بہر سرور دان تست  
 داغیت از شرارہ آہ کسے مگر خالی سیر کہ ہر رخ چون ارغوانی تست  
 گر ہر زمان بجانہ دیگر شوی نیاز میزیدت کہ بہر ہمہ عالم از آن تست  
 زان میزیم کہ بردہن انگشتری ہم شہدادین خیال ہم کان بان تست  
 گفتم "بکش کہ باز ہم" ناوک مرہ بنود و گفت "این ہما از ہر جان تست"

فریاد خسرو آشنوی شب بکوئے خویش  
 رنجہ مشوکہ فاختہ بوستانی تست

۲۸۳

اے آرزوئے دیدہ دلم در ہوئے تست جانم اسیر سلسلہ مشکسائے تست

۱۰ بیت محذوف در نسخہ



ہستند دردِ دعاے رہے جلمِ مردماں      بہرِ نجاتِ عشقِ ورہے دردِ دعاے تست  
 گزشتہ و گزشتہ و گزشتہ و گزشتہ و گزشتہ      مسکین کے کہ شیفۃ و مبتلاے تست  
 تا چند تیغِ برکشی و سرِ طلبِ کنی      اینک سرے کہ میطلبی زیرِ پایے تست  
 باہاں فدائے خنجرِ تسلیمِ کردہ ایم      خواہی بخش و خواہ کشِ رایے تست  
 گفتی کہ اگر گشتِ فلاںے ز آبِ چشم      این ابرو تہمت کہ اندرِ ہوائے تست  
 دلِ رفت و نیز سینہ ہی شد ز آبِ چشم      اے صبر باز گرد کہ آن جائے بجائے تست  
 اے خطا سبز بر لبِ جاناں خضرِ قوی      مارا گشتِ جو آپ خضر آشتائے تست  
 اے قرصِ آفتاب کہ دوری زدست ما  
 آخر بے بخش کہ خستہ و گداے تست

۲۸۴

جانا کرشمہ تورہ عقل و دینِ زدہ ست      فریادِ آں کرشمہ کہ راہم چہیں زدہ ست  
 فتنہ بگوشہ ہائے دو چہیتِ سناں شدہ      آفت بکھجائے دہانتِ کمیں زدہ ست  
 مارِ یستِ گردِ عقربِ زینِ حلقہ سہتہ اے      آن جہرِ حلقہ حلقہ کند زیرِ دینِ زدہ ست  
 تاہا دہرِ ہوائے تو در باغِ پیشِ سرود      از بادِ لالہ زارِ کلہ بر زمینِ زدہ ست  
 از بہرِ آں کہ لافِ جمالِ تو میزند      صد بار بادِ بردہنِ یا سہیں زدہ ست  
 گفتم بہ دل کہ بر تو کہ زدنا و کبِ جفا      سوئے تو کرد اشارتِ پیمانِ کینہ زدہ ست  
 خسرو تو کیستی کہ در آئی در این شمار  
 کایں عشقِ تیغِ بر سرِ ہر دانیں زدہ ست

۱۔ بیتِ محذوف در نسخہ ن

۲۔ بعد ازین در نسخہ ن بیتِ ذیل اضافہ ست ۳۔

چشمِ تورہ زد کہ کشد بندہ را بہ ظلم      ۴۔ اضافہ می دہم کہ چہرے چہیں زدہ ست

۲۸۵

خونخوار چشم تو کہ رہ مردوزن زده ست      ہر شب بخوابگاہ من ممحن زده ست  
 من خاک راہ بوسم و از خود بغیر تم      آہ از صبا کہ بوسہ ترا بردہن زده ست  
 دل دامت گرفت و رہا چون کند کسے      پیسہ کہ بوئے یوسف از پیرہن زده ست  
 کہ گہ بیامدی بسوئے کاروان مہر      لیکن بلائے غمزدہ توراہ من زده ست  
 اے پارسا چہ سرزنیم تو، کہ مے فروش      صد کوزہ بر سر من تو بہ شکن زدہ ست  
 دی گفتم آہ میزنی، از مات شرم نیست      آتش زد دست در من راں یک سخن زدہ ست  
 روزم چو بے وے ست شبش خواب دیدہ ام      کاں جان پاک تکیہ پہلوئے من زدہ ست

بر کوہ باد نالا خسرو نہ بردلت

کایں عیشہ الہیت سخت کہ آں کو کہن زده ست

۲۸۶

تا دیدہ در جمال تو دیدن گرفتہ است      خوابہ ہما ز چشم چکیدن گرفتہ است  
 ہر و سہ است در نظر کم زد زہ اے      تا خاک آب دیدہ کشیدن گرفتہ است  
 چون کردہ ایم نہت گل با جمال او      دل ہم ز شوق جامہ دیدن گرفتہ است  
 کے پند و اعظم بنشیند بگوش دل      گوتم کہ خواری نوشیدن گرفتہ است  
 درجاں ہزارگونہ جراحمت پدید شد      لب را بہتر ما چو گزیدن گرفتہ است  
 دل را ہوائے شربت و آب زلال نیست      در عاشقی چو زہر چشیدن گرفتہ است

تا گفتم اسی کہ جانب خسرو بھی روم

اشکش زد دیدہ پیش تو دیدن گرفتہ است

۱۔ بعد از ہی در سنہ ۷۰۰ بیت ذیل اضافہ است ۲۔ زان یک غزل کہ محمد آں راہ زن زده ست  
 ۳۔ غزل در سنہ ۷۰۰ موجود نیست

۲۸۷

بنگر کہ اشک دامن ماچوں گرفتہ است کو تیغ غمزدہ اے کہ مرا خوں گرفتہ است  
 زلفش بدیدہ ہشت خیالش بطرفِ چشمِ سختے فکندہ خوش لبِ جیوں گرفتہ است  
 مایخویرِ یم دم بدم از اشک جامِ خوں تا برب آں صنم مئے گلگون گرفتہ است  
 در گریہ یافت دیدہ خیالاتِ ابرویت دل گیر بود زلف تو ویں خوں گرفتہ است  
 بہر خیالِ خاکِ قدوم تو چشمِ ما بر ہر مژہ دو صد دُرِ مکنون گرفتہ است

از عشقِ دوست سینه خستہ شدہ لبوز

یعنی دروں در آتش و بیرون گرفتہ است

۲۸۸

شکر کشید عشق و دلم ترک جاں گرفت صبر گر بنہ پائے سر اندر جہاں گرفت  
 گفتی کہ "ترک من کن و آزاد شو ز غم" آساں بترک بچو توئی چوں اں گرفتہ؟  
 اے آشنا کہ گریہ کناں پند میدہی آب از بروں مرہ کہ آتش بجائ گرفت  
 نظارہ ہم نکرد کہ سوختن مرا آں کس کہ آتش زد و از من کراں گرفت  
 در طوق بند گیش رو ددل بجاقبت ہر فاختہ کہ خدمتِ سرور و اں گرفت  
 اکنون کہ تا ز تانہ ہجر اں کشید دل جانِ رمیدہ را کہ تو اند عناں گرفت

خسرو کز او مست تشنہ آتش شیر آبدار

ز آتش چہ غم کہ دہمنش اندر زباں گرفت

۲۸۹

چشمِ بختِ بختوہ جانِ دو صد ناواں گرفت گر عشوہ اینست جانِ جہاں میتواں گرفت  
 رویت بزلفِ بسِ دل و جانِ ہا کھید کرد این گل بدم خویش چہ خوش لبِ بلاں گرفت

لے غزل در سخنوں موجود نیست

لے غزل در سخنوں موجود نیست

ہر تیر غمزاے کہ بینداخت بردلم  
دل چوں الف میانہ جاننش واں گرفت  
در گریہ نام زلف تو بگذاشت بر زبان  
گریہ گریہ بہت وز حیرت زبان گرفت  
جانم زبان تست در او بہت ہم سخن  
گفتی نمی توان کہ نباشد، بجاں گرفت  
حلق رقیب بستہ شد از رغبت تنم  
لے واے برسکے کہ حلق استخوان گرفت  
سلطان ملک عشق تو خست و بحکم شد  
تا سوسے بے نشان فی رویت نشان گرفت

۲۹۰

زلفت بظلم گرچہ جانے فرد گرفت  
نتوان ہمد جہاں بہینے تار و گرفت  
درماہ تاب دوشن نہ اماں ہی شدی  
ما بہت بدید و چادر شب پیش رو گرفت  
من چون کنم کہ روئے دگر خوش نمیکند  
این چشم زور سے کہ بہ روئے تو خوش گرفت  
دقتے زبان طعن کشادہ بہ بیدی  
ایک دل خراب مرا حق اد گرفت  
بوسیدم آن لب و ز شکر میکند سخن  
یعنی بخوابد این ملک در گلو گرفت  
ساقی بیارے کہ چنان سوخت دل ز عشق  
کز سوز این کباب ہمہ خانہ بو گرفت  
اے پردہ پوش قہر من، بگزار از سرم  
کایں سرگزشت من ہمہ باز و کو گرفت  
بس پار سا کہ از ہوس شاہان مست  
در میکہ دآمد و بر سر سہو گرفت  
جاں بردہ بود خست و مسکین ز نیکیاں  
عشق تو ناگمانش در آمد فرو گرفت

۲۹۱

امشب کہ چشم من بہ تیر پائے او بخفت  
جاں رخ بہادہ بر رخ زیبائے او بخفت  
شب تا بہ صبح دیدہ من بود و پائے او  
چشم نخفت پیچ وے پائے او بخفت

مردم ز دیدہ و طلبش رفت و آن نگار  
 باہر مژہ عتاب دگر داشتم و لیک  
 از رشک تابہ صبح خفتم کہ جبر او  
 آن جعد تیرہ پشت بن کرد و رویش  
 از راه دیگر آمد و بجائے او بخت  
 مرست بود ز گس رفتے او بخت  
 بیچیدہ در میانش و بالائے او بخت  
 کاندر رهش ز بہرہ مولے او بخت

نومید باد دیدہ خسرو ز روئے او  
 گر حشمت من شبے بہ تنائے او بخت

۲۹۲

آب حیات من کہ کم از من دریغ داشت  
 من ہر شبے نشستہ ز بجزش بہ روز غم  
 گر کہ بھوئے او شدی زندہ پیش از ایں  
 صد دوست بیش کشت، نہ من نیز دوستم؟  
 خاکدہش شد قدم از من دریغ داشت  
 او پریشے بہ روز غم از من دریغ داشت  
 من در سیر قلم زدم آتش ز دود آہ  
 او دودہ سر قلم از من دریغ داشت  
 کاغذ مگر مانند کہ آن ناخداے ترس  
 از نوک خامہ یک قم از من دریغ داشت  
 کردند اگر وفا کم و گر بیش نیکوایں  
 او ہر چہ ہست بیش کم از من دریغ داشت

خسرو چگونہ بند کند صبر را کہ یار  
 موئے ز زلف ختم بخت از من دریغ داشت

۲۹۳

زیر کلمہ نمونہ روئے قومہ نداشت  
 کس ماہ را نمونہ بہ زیر کلمہ نداشت

۱۰ در نمونہ دو بیت ذیل را کہ درست ۵

واں شہسوار من قدم از من دریغ داشت  
 بر حاشیہ سلام ہم از من دریغ داشت

گشتم ز فرق تابہ قدم حلقہ چوں رکاب  
 بردیکوایں نوشت بے نامہ وفا

۱۰ غزل مخدوف در نمونہ

بگرفت چار سوئے رخت لہ پہنچ وقت  
 یک شب جہاں چور وئے تو در چار دہ شدت  
 در ضلع آفتاب نشد ملک نیم روز  
 کز زلف عنبریں تو قیر سیہ نہ داشت  
 دوش آتشے بسینہ ہی زد ہوائے تو  
 بگر بجیت اشک سوختہ شد دل چورہ نہ داشت  
 خونم بخورد و چشم تو لب تر کر داز آنک  
 وود و دگر نوشت و خط تو نگہ نہ داشت  
 باین ہمہ و فکے تو دار در میان جہاں  
 دل خود بدست فت چو اکس نگہ نہ داشت  
 از خون نوشتہ ام بد و رخ جامہ عیش عشق  
 از بسکہ در سفینہ دل جا یکہ نہ داشت

یک وعدہ تو در حق خسرو بسر نشد  
 گوئی کہ باد بود کہ بار گنہ نہ داشت

۲۹۴  
 اے باد از آں بہار خبر دہ کہ تا کجاست  
 دزدیدہ ز آں نگار خبر دہ کہ تا کجاست  
 گر بیج در رہے گذرانش رسیدہ ای  
 یک رہ از آں سوار خبر دہ کہ تا کجاست  
 من نیمچو گل بسو ختم از آفتاب غم  
 آں سر و سایہ دار خبر دہ کہ تا کجاست  
 من ز آب دیدہ شربت غم نوش میکنم  
 آں لعل خوشگوار خبر دہ کہ تا کجاست  
 خونم ز غم چو نافہ بانماندہ یون پوست  
 آں زلف مشکبار خبر دہ کہ تا کجاست  
 جانم چو سرمہ سودہ شد از سنگ آرزو  
 آں چشم پر خمار خبر دہ کہ تا کجاست  
 لے پیک تیز رو برو آں یار را پرس  
 کز من برفت یا خبر دہ کہ تا کجاست  
 لے مرغ نامہ بر پر تو گر نوشتہ شد  
 باز آئے زینہار خبر دہ کہ تا کجاست

خسرو کہ ایں حدیث زیارے شنیدہ اسی

بر پر و ز آں دیار خبر دہ کہ تا کجاست

۲۹۵  
 آں ترک نازنین کہ جہانے شکار اوست  
 دہا اسیر سلسلہ مشکبار اوست

اندیشہ نیست گر طلب جاں کند ز من      اندیشہ من از دل نا استوار اوست  
 با خدائے زلف و رخ و قامت و لبش      یک جاں من کہ سوختہ ہر چہ را اوست  
 آن نا خدائے ترس، ہمدرد مست ناز      دیوانہ اے چمن ہنشب و رخسار اوست  
 گر دل بردزد مست، بہر گو کہ حق اوست      ورجاں کن بشکار، بکن گو کہ کار اوست  
 دل شدزد مست سوز دلم ماند، ہم خوشم      کاین داغ درد و نہ من یادگار اوست  
 خونم کہ آب میکشی اے دیدہ رنج نیست      لیکن میا ز دیدہ کہ آنجا گذار اوست  
 مارا از آرزوئے لب جاں طلب رسید      لے بخت آنکے بھجوتوئی در کنار اوست

خسرو گرت خیال پرستش اماں دہد  
 زہارش استوار نداری کہ یار اوست

۲۹۶

مائیم کا فتاب غلام جمال ماست      صد عید نورابر وے بھجوں ہلال ماست  
 روشن کمی نماید از آئینہ سپہر      آن آفتاب نیست، خیال جمال ماست  
 تا چشم اختران نرسد در کمالی ما      چرخ کبود پردہ عین الکمال ماست  
 در پیش ما ہماے جہانست کھدے      آن نیست کعبہ و اگر آن ہست خیال ماست  
 از عشق ما کسے مزید و آنکہ مزید      از کاہلی غمزہ مردم شکار ماست  
 عاشق کشیم و سایہ رحمت نیفکنیم      کایں رحمت بزم ہنج باں وبال ماست  
 عشاق پیش ما دو جہاں میکشد، یک      این پیشکش چہ درخور عز و جلال ماست  
 اس علاقے گشت گم اندر خیال او      او خود نماند و ان کہ بودہ خیال ماست

با مال گشت در رہ ما خسرو و دیت  
 اورا ہمیں بس است کہ او با مال ماست

۲۹۷

اے پیر، خاک پائے تو نورِ سعادت است      مقراض تو بہ تو چلے شہادت است  
 ہستی تو آں نظام کہ نون خطاب تو      محراب راست کردہ برائے عبادت است  
 دید آنکہ طلوع تو و بیداریش نبود      ہست آن سگے کہ خفتن صبحش بعبادت است  
 تو شمع صبح نخلہ شوقے کہ از تو خواست      زان ہر یکے شرارہ چراغ ہدایت است  
 علامہ لے کہ معرفت انبیاءش ہست      اور ابہ پیش تو محلِ استغاثت است  
 در عہد تو قیام جہاں از وجودت است      مانند صورتے کہ قیامش بہادت است  
 ہر یک مرید تو چو ہلالے ست از رکوع      ہر شب ہلال وار از آں در زیادت است  
 بتواں مرید گفت مرید ترا کہ دوست      آں مردے کہ فتنہ عین سعادت است

امید کن تو واصل گرد و چو خرد د پیر

خسرو کبے وصال چو حرف ارادت است

۲۹۸

از لعلِ آتشین تو دل کاں آتش است      زان لعل سوخته است دلِ جان آتش است  
 بشکن بتان آذر از آں رُو خلیل و ار      کاں دے تو نہ روئے گلستان آتش است  
 سرگشتہ عاشق از تو بگو گئے چوں برد      دل اسپ روم و رے تو میدان آتش است  
 دی تیر میکشادی و میسوختی مرا      بر تیرے ز غمزہ و پیکان آتش است  
 این تن کہ سوز عشق بر آورد داد از او      کشتی چوب بر سر طوفان آتش است

خسرو تنے چو کاه و فراقے در و نہ سوز

درویش خانہ از خس و ہلاطن آتش است

۲۹۹

از بند زلف، غمزہ دگاں را سبب فرست      وز قند لعل دل شکر گاہ را سبب فرست

لے تا لے ہر سر غزلیات در سخن موجود نیست



از من بہ فن لب آمدہ جلنے رہودہ اسی      یک ہوسہ نامزد کن و باز مہلب فرست  
تو ماہ دمن چو تار قصبہ در غمت ضعیف      لے ماہتاب، نور بتا یہ قصبہ فرست  
امروز چون بخندہ رطب لب کشودہ اسی      مارا خبر از آن رطب بود العجب فرست  
سلطانے از پے تو فرستاد حمان، تو نیز  
از وعدہ وصال بجانش طرب فرست

۳۰۰

ہا ز آں حرف بر سر سولے دیگر است      ہر ساعے بخون منش رائے دیگر است  
دل بردہ رخ پردہ نماں میکند ز من      امیں وجہ جز بردہ تقاضائے دیگر است  
راضی نہ می شود بہ دل و دیدہ ہجر او      امیں دُزد در تفحص کالائے دیگر است  
پند مہدہ کہ نشنومے نیکخواہ از آنگ      من با تو ام و دل نہاں جائے دیگر است  
دیوانہ گشت خلق کہ از سحر چشم او      ہر دم بہ شہر فتنہ و غوغائے دیگر است  
از ہر آنکہ دست ناید بجا دواں      ہر ساعدش دایہر بیضائے دیگر است  
خسرو بیک نظارہ رویش ز دست شد  
وہیں دیدہ ماہنوز تمنائے دیگر است

۳۰۱

یارب کاین دغمت گل از بوستان کیست؟      وہیں غنچہ اشکر شکن از نقل دان کیست؟  
باز آں سپر کہ میگذرد از کدام کوست؟      ہا ز آں بلا کہ میرسد از بہر جان کیست؟

لے بعد ازیں درسخان بیت ذیل زائد است ۛ  
خالد دل ست یاروے کا نہ ہش کشد ۛ آں را تو دل لگائے کہ خارائے دیگر است  
لے امیں بیت درسخان محذوف است و بجایش بیت ذیل اضافہ است ۛ  
ہر گز بہ ہوسہ ہر خسرد زرد روئم ۛ کیس زعفران در خور صولائے دیگر است

از خون نشان تازہ ہی میفش بلب  
میگفت دی کہ بر من آوارہ برگذشت  
شب نالہ ام شنید و پیر سید از قریب  
خون میرود ز دیدہ و جان میرود ز تن  
ایں سوزشے کہ در دل آوارہ هست  
اے باد اگر برائے من آردہ اے پیام  
جانا اگر شبے دہنت بر دہن نہم  
خود را از آنت مر کہ شب پاسبان کیست ؟

بیدار از آنت مر کہ شب پاسبان کیست ؟  
خسرو کہ خواب می کند پاسبان کیست ؟

۳۰۲

لعل لبث بچاشنی از انگبیس بہ است  
وہ فرق در میان تو و آفتاب چیست  
در باغ سرور است بے دیدہ ام ولے  
مائم سرزدہ قلعے کز پے خطش  
از آب تین شستہ نشود ہر گنہ کہ هست  
اے شوخ تا تو در دل من جالے کردہ اے  
یک تلخی آرزومت من تلخ عیش را

گفتی "تزت نگون و دولت خونت خسرو"  
مارا ہمیں نگونہ بر انگستریں بہ است

۳۰۳

گر باغ پر شکوہ و گلزارِ خرم است      مارا چہ سود چون دل مابست غم است  
چوں باد صبح کرد غم آباد کائنات      بسیار خستیم و لے شادمان کرد است  
جز سبیل غم نبار و ازاں مقف نیلگون      مسکین کسے کہ ساکن این بربطام است  
جز خون دل مدام نباشد شراب او      ہر جایکے فقیر در اطراف عالم است  
اہل تمیز خوار و حقیرند نزد خسلق      جاہل نبزو خویش بغایت مستکم است  
چشمِ طرب چگونہ توان داشتن ز چرخ      کایں خیرہ گرد نیز ز محابا تم است  
ز بانائے روزگار دفائے ندید کس      حرمت برآں کسے کہ بایشان نہہم است  
حقا کہ یک بیالہ در دے و پائے غم      خوشتر بے زجام و سراپردہ جم است

خسرو برو کیخ قناعت قرار گیر  
مے نوش و سرتاب زیارے کہ محرم است

۳۰۴

آن خطِ بربلا کہ دیا غارِ رستن است      با او چہ فتنہ ہا کہ در آغازِ رستن است  
ساکن ترے کہ میدانِ سبز برگلت      ترکا ہلی سبزہ کہ از نازِ رستن است  
آغازِ خطِ ہامنما و مکش از آنک      ہر آفتے کہ ہست در آغازِ رستن است  
بامار و امدار کہ آید بروں ز پورست      آں دشمن کسے است کہ در سازِ رستن است  
ترسم کہ رازِ خسرو ازاں دل بروں دہد  
خطِ بابتِ نغفہ کہ در نازِ رستن است

۳۰۵

از عشق اگر دلت چو کلبے بتابہ نیست      دل باشد از زرخ کبابت کبابہ نیست

لے تاسہ میں غزلیات در سخن موجود نیست

ہر دل کہ در تنے بہ ہولے سقید است      دل نیست کن کہ شاہے اندر نقاہت  
 ناخوش تر است ہونے تو بہ چند کز غور      برگختن ز مشک و ز عنبر گلا بہ است  
 اے آنکہ آب خوش خوری از شنگی فسق      باقی ز آب خورد تو بانگ شرابہ است  
 رہ رو کہ تا بلند کنی ز اطلس فلک      در پائے آں بلند قدم پائے تابہ است  
 در زندہ عیب زندہ دلاں نیست خود نقص      در آب خضر اگر چہ گلش آفتابہ است  
 از شہد سپہر طلبے کہ در صنعت      بروے فرشتہ ہم چو کس بر قرابہ است

خسر و کجاست صورت معنی دہد جمال  
 زائینہ دے کہ سیہ بھو تا بہ است

۳۰۶

من کہیتم کہ کین غمت با چو من کہے ست      طوفان آتشی چہ بد بنا لہے ست؟  
 خود راہیں در آئینہ و انصاف مابدہ      کہ چون توئی جہا شدن اندازہ کہے ست؟  
 گر ناکد با دہجر مرا برد ہمچو خس      زیریں بجا کہے تو عاشاک و خسیں ست؟  
 اے با و چون رسد ہمہ را زو کوۃ حسن      یادش دہی کہ از ہمہ اماندہ واپے ست؟  
 چوں گویش برے کہ از نسبت است دور      خطا عذرا و چو گلیے برا طلے ست؟

جے سرو خود چہ جائے گلستانست خسر و  
 باغ ہمارے بہ رخ معشوق مجھے ست

۳۰۷

اے آفتاب تافتہ از روئے انور      وے کوفتہ نبات ز لعل چو شکرت  
 شکل صنوبر قد تو چون پدید شد      بشکفت سرو از قدیمچوں صنوبرت  
 خواہد کہ ہونے تو بکشد با صبح اگر      یا بد نسیم از سر زلف معنرت

موتے تو سر بہرہ مشک است و ہر دے      از نافہ پوست باز کند مشک از فرت  
 اے کوہ علم، علم ترا چوں یدید کوہ      بے سنگ شد ز غیرت ذلت مؤقرت  
 تاصیت گوہر تو بدست صدق فتاد      دریا تمام آب شاد از شرم گوہرت  
 سرگشتہ اند خاک ترا خسروان دہر  
 زان خاک گشت خسرو بچارہ بردرت

۳۰۸

گیرم کہ نیست پریش از ادگاں فنت      کم زان کگاہ آگہی باشد از منت  
 خورشید و اریک نظر کن کہ بردرند      سرگشتہ صد ہزار چو ذرات روزنت  
 تودانی و کساں، بجلت بادخون من      بارے زبا رمن بود آزاد گردنت  
 افتادگان کہ ہر سر کویت شادین خاک      دامن کشاں مرو کہ نگیرند دامن  
 تو آفتاب حسنی و من در شب فراق      وین تیرہ روزیم شد چون روز روشنیت  
 مردم از این ہوس کہ چو جان در بہ گشم      کہ جانست زندہ ہر کس جان من از منت  
 بہر خدائے چہرہ، زنا محرمایں پوشش  
 خسرو بس ست بلبیل نالان بگلشنت

۳۰۹

ازاں گہ کہ دل من بہ سوئے یار منت      زہے دراز کہ شہسائے انتظار منت  
 زمیں مانند نشان دولم بزلت تو ماند      بگوش داری جاناکہ یادگار منت

۱۔ بعد ازین در نسخہ ان بیت ذیل اضافہ است ۵

ترکی و بہر رزم زہ نیست حاجت      می باشد آب دیدہ عشاق جو شنت

۲۔ در نسخہ ان بیت ذیل بعد ازین اضافہ است ۵

پیکاں دیون دل کن لے پند گوزباں      نے خار پاست این کہ برآید بہ سوزنت

۳۔ بہت محذوف در نسخہ ان

مگر تو خود کنی این لطف ورنہ میدانم کہ آں جمال نہ درخورد روزگارِ منست  
 مرا بمستی معذ و در داراے ہشیار کہ این زمام نہ در دستِ اختیارِ منست  
 چو لاله غرقِ بخونم، چو گل گریباں چاک زہے شگفتہ کہ امسال نو بہارِ منست  
 ہزار بار ہی گفتم اے دلِ بد خو کہ عشق بازی بانیکواں نہ کارِ منست  
 نشانِ خاک ستم کشتہ ایست در رخِ عشق ہر آں غبار کہ بردمان نگارِ منست  
 بہ تیغ در حق خستہ و حق جفا بگذار  
 خداے خیر و بادش کہ حق گذارِ منست

۳۱۰

ز بس کہ گوش جہانے پُر از فغانِ منست بشنہ بر سر بہ کوئے داستانِ منست  
 ز بیدی اگر مہاں رو و عجب نبود چو دل منید ہم آنکہ داستانِ منست  
 دعائے عمر کنندم دے قبولِ مباد مرا چو زندہ نمیخواہد آنکہ جانِ منست  
 ز زخمِ چابکِ ہجراں دے رسمِ بہ عدم اگر نہ پنچہ اُمید در عیانِ منست  
 چو شمع سوختم از نامِ گفتش، ہمہ شب مرا زبانی آتش ہمیں زبانِ منست  
 میانِ جان و تنم دوری افتد و ترسم زدوریے کہ میانِ تو و میانِ منست  
 تو در میانِ من از جان خستہ تنگ میا کہ یک دور و ز دور چنہ میمانِ منست  
 ہمیں گدائی من بردارت کہ در محبت تو انگر کم کہ عزت پنچ شا یگانِ منست  
 درویش من ہمہ شب چون چراغ میسوزد مگر فقیلہ آن مغز استخوانِ منست

تو زان من نشوی گر چہ بختِ آنم نیست

ہمیں بس است کہ گوئی کہ خستہ و آن نیست

۳۱۱

ز خونِ دل کہ بر خسارِ ماجرائے منست بخوانِ بلطف کہ دیباچہ و فلے منست

نفس رسیده باخر، ہوس مانند جزاین  
 در لہو جان توئی از بہر آتش دارم دست  
 کہ بشنوم ز تو کاین مردن از برائے نیست  
 و گر نہ جان مرے تو یک بلے نیست  
 کہ زیر پائے مگ کوئے دست جہائے نیست  
 زند کہ چشمہ خورشید آشنائے نیست  
 کہ روئائیں دل بدر و زمین بلائے نیست  
 کہ ہر سپیدہ دم آں بے آشنائے نیست  
 کجاروم کہ مرا کرد بے او گمراہ ؟  
 بنال پیش درش خسرو کہ آں سلطان  
 شناخت کہ آں نالہ گدائے منت

۳۱۲

رخت و لایۃ چشمہ پر آب را بگرفت  
 چگونہ خواب برد دیدہ راز ہجرش ؟  
 عنت درونہ جان خراب را بگرفت  
 جنیں کہ خون جگر جہائے آب را بگرفت  
 گرفت خطاب چوں آب زندگانی او  
 سوال کردم بے سائے لب چو شکر  
 ز غیرت رنج او آفتاب خواست زخم  
 فرو فتد کہ ذنب آفتاب را بگرفت  
 رواست گر بزند خیمہ بر فلک خسرو  
 کہ آں کند چو منکیں طناب را بگرفت

۳۱۳

ہمے گذشت کہ آں مرے بے مانگہ نیست  
 مرا ز عارض او دیر شد گلے تنگست  
 شے ز رفت کہ بر جان مابلا بگذشت  
 چو گلبنے کہ براو ہیچ گہ صبا نگذشت  
 کہ ہیچ درد دل آں یاربے وفا نگذشت  
 ت

میخ من چو مرادم نداد، جاں دادم      ولیک عمر ندانم گذشت یا نگذشت  
 بر بخت چشم مرا آب دامن بد خو      چه آب ریختگی کای بر مئے مانگدشت  
 کبوترے نبرد سوسے دوست نامے من      کز آتش دل من مرغ در هوا نگذشت  
 چه سود ملک سلیمان خست و اسخن  
 چه دهر تو گئے جانب صبا نگذشت

۳۱۴  
 مرا کز نغمه آں ترک گلغزار بکشت      مرا شنگجہ آں جعد بھو مار بکشت  
 سوار میشد و یک شکل و صد هزار نظر      ہم اولیں نظر نم شکل آں سوار بکشت  
 مگر کہ باد صبا بر درخش گلگونش      کعبان سونخگان را چراغ وار بکشت  
 طلب کہ میکند امروز خون من کہ مرا      کمان عشق بہ پیکان آبدار بکشت  
 با شکار و نمان چونکہ زان خوشتم دید      نہانیم بر خود خواند و آشکار بکشت  
 ہزار بار از آں ترک خیرہ کش فریاد      کہ بھو من نہ یکے بلکہ صد ہزار بکشت  
 چو ماسچہ کہ در افتد بدام خسرو را  
 بقید زلف در افکند و زار زار بکشت

۳۱۵  
 چو چشم مست تو در خوابگاه ناز بخت      بر آستان مرا سخت حیلہ ساز بخت  
 ز ناز بازی چہمت امید و ارشدم      ولے دریغ کہ چہمت بخواب ناز بخت  
 در این ہوس کہ بہ بیند خواب چہتم ترا      بخت و نرس و بیدار گشت باز بخت  
 بہاغ با تو ہی کرد سرو پائے دراز      بیک طپاچہ کہ بادش بزد دراز بخت  
 تصویر تو بخوبی نگنجدم بخیاں      حقیقت است کہ در پردہ مجاز بخت



روخ آں گسیم بنودی کہ من ز دست نشدم چه سود جلوه نمود چوں ایاز بخت  
 ز خاک ہائے نماندہ ست چہم خسرو باز  
 بجاک پات کہ این چہم ہائے باز بخت

۳۱۶

شب فراق سیاہ و مرا سیاہ ترست کہ شام تا سحرم زلف یار در نظر است  
 چگونہ تیرہ نباشد زخم کہ شمع مراد؟ مئی فروزد از این آتشے کہ در جگر است  
 لگو کہ چند شوی بے خبر ز مستی عشق کسے کہ مستیش از عشق نیست بجز است  
 ہر آں بکا کہ سدا ز ہواں رسد ہمہ را ز نیکو است مرا ہر بلا کہ گرد مراست  
 نفیر و نالہ خلق از جہائے خار بود اگر ز بلبل پرسی جہائے گل بر است  
 بہ تشنگی بیابان عشق شد معلوم کہ سایہ نشیں سلامت نہ مردیں بفر است  
 بپائے بوس ہوس بردنم فضول بود ہمیں بس است کہ بالیمستان در است  
 لگو کہ گر بکشد عشق مات عیب گیر چہ جہائے عیب کہ خود عشق را ہمیں ہزار است  
 تو مست بودی و خسرو خراب تو سحرے  
 گذشت عمر و ہنوزم خوار آں سحر است

۳۱۷

ہنوز آں ریح چوں ماہ پیش چہم من است شکنج جانم از آں زلف در ہم و شکن است  
 چه سود بختن سودا چو شمع جانم سوخت ز آتشے کہ مرا درد و نہ شعلہ زن است  
 شہم کہ تا بقیامت امید صبحش نیست نہ این شب است کہ بخت ساہ روز من است  
 بطعن و سرزنش لے پند گوچہ ترسانی؟ سیر مرا کہ قدیم گاہ سنگ مردوزن است  
 ہزار نامہ اسلام پارہ کرد خطیب کہ باز نامہ کفر ہزارہ بر من است

گو کہ بر لبِ توب نہادہ ام در خواب      مرا کہاں بلبل کہ چہ بجائے این سخن است  
 نہاں چنانست کہ جایت نگہ تواند داشت      لطفی کہ بیالائے سرو و نارون است  
 چہ خوانیم سوے گلزار؟ ترکِ خسرو گیر  
 کجا اسیر رخت را سیر گل و سمن است؟

۳۱۸

کے کہ عشقِ نواز نہ آدمی، سنگ است      بلے عشق کتہ بہر کہ آدمی رنگ است  
 چہ نقش بندہ یانانہ شیرے کہ بے عشق است؟      چہ روئے بینی از آئینے کہ در رنگ است؟  
 ہزار پارہ کم جاں مگر کہ در گنج      کہ چشمِ خواباں بچوں زبانِ نشانِ تنگ است  
 رہا کنید کہ تن در دہم بہ بدنامی      کہ نامِ نیک در آئینِ عاشقی رنگ است  
 سماع در دلِ من کار کرد، سیدِ بخت      ہنوز مطرب مانا ترانہ در چنگ است  
 ز شوق جامِ بصد پارہ گشت بچوں گل      ہنوز بلبل مالا بنالہ آہنگ است  
 توئے صنم کہ مراد دہی چہ سود از آں؟      کہ میانِ من دل ہزار فرسنگ است  
 بجنگ تیغ کش سر بہ آشتی بر گیر      کہ حاصل است بہ صحت ہر کچھ در جنگ است  
 بختِ میروی و در تو کے رسد خسرو  
 کہ در از و قدیم سمت بار کے رنگ است

۳۱۹

شکوہ غالبہ بگوشت و باغِ گل رنگ است      ہوئے بادہ صافی و نفور چنگ است  
 بیا و سہ قبا باز کن دے بنشیں      کہ عشق بدل من چوں قبلے تو تنگ است  
 اگر ز غمزدہ بد آموزی کند، مشنو      از آنکہ در سرا و صد ہزار نیزنگ است  
 شہاکی تو مرا کشت و یں ہمہ فتنہ      از آں کلاہ کتہ و تکرہ شکر رنگ است

کن ز سنگدلی جو ر بر من مسکین  
 کہ آخراں دل مسکین دل است سنگ است  
 ز دست خسر و مسکین بیالے بہ ستاں  
 کہ او غلام شہنشاہ ہفت اودنگ است

۳۲۰

چہ دعا غماست کہیر سینہ فکارم نیست؟  
 دلم ز کوشش خون گشت و کام دل نہ رسید  
 بخت کوئے باز م چو خاک یار نیم  
 خوشم بدولت خواری و ملک تہائی  
 مرا مہر بس کہ ددم نہاں نخواہد ماند  
 نفس با خرم آمد از آں دہن سخنے  
 ملاتش رسد از خرم این ہی کشدم  
 زبس کہ در دل خسر و سوار نیں نیست  
 بمریک نفی بر پے غبارم نیست

۳۲۱

مرا بخت دل خویش نیز محرم نیست  
 تو رخ نمودی و عشاق را وجود نہاند  
 بر زلف تو ہمہ دلہائے سرد راست گند  
 ہزار سال ترا بینم و نگر دم سیر  
 یکے ز تیغ و یکے از ساں ہی ترسد  
 بجان خسر و اگر زان کہ صد ہزار غمت  
 درون جان تو اینست غم، و گر غم نیست

۳۲۲

بیابیا کہ مرا طاق ت جدائی نیست      رہا مکن کہ دلم را ز غم رہائی نیست  
 دلم بردی و گر سر جفا کنم ز تنم      بجان تو کہ دلم را سیر جدائی نیست  
 بریند جبر عہ کہ ہنگام غمت گرم است      بگیر بادہ کہ ہنگام پارسائی نیست  
 اگر ر بودہ بزلت تو شد دلم چہ موجب      چو کار زلف تو الاک دلربائی نیست  
 بر آب دیدہ روانی تو بھی خواہم      اگر چہ آب مرا بردت روانی نیست  
 مرا پرسی کہ آخر مرا ز تو غم نیست      اگر نیائی ہست و گر بیائی نیست  
 بہ بندہ خسرو بوسے بدہ، مکن حکمت  
 کہ بندہ نیز حکیم است اگر ستائی نیست

۳۲۳

کہ ام سگدلت شیوہ جفا آموخت؟      کہ ناز و شوخیت از بہر جان آموخت؟  
 کتاب صبر ہماں روز من فرو شستم      کہ خوبی تو ترا تختہ جفا آموخت؟  
 فلک نگر کہ چہ خط کرد بر جریدہ حسن      جفا درست و وفا درست خطا آموخت؟  
 جراح حب جگر خندگاں چہ می پرسی؟      ز غمزہ پریں کہ این شوخی از کجا آموخت  
 دے نماند کہ از تن نبردیش عمدہ      معلّم تو کہ بودہ ست کاین دعا آموخت؟  
 زمن کہ عاشق و مستم صلاح کار جو      چہ جائے ز درگی آں را کہ کیا آموخت؟  
 چہ روز بود کہ آمد خیال تو در چشم؟      کہ غرق کرد مرا و خود آشتا آموخت  
 دل رقیب نسوزد ز آہ من، چہ کنم؟      ہی تو اں سگ دیوانہ را وفا آموخت  
 نیافت خسرو کم گشتہ خویش را با آنک  
 زگر دنامہ تو خط و الضحیٰ آموخت

۳۲۴

سپیدہ دم کہ زمانہ زرخ نقاب انداخت  
بزلت تیرہ شب نور صبح تاب انداخت  
کلید ز رشد و بکشاؤ قناب فلک  
بدیدہ با کہ شب تیرہ قفل خواب انداخت  
سحر جواہر انجم یگان یگان دزدید  
چو صبح ہر دہ دریش بر آفتاب انداخت  
چگونہ صبح بخندد کہ بر روئے ابرسماہ  
سفید کرد و ز دیبا براؤ نقاب انداخت  
بدید از دل دیرسماہ شب روشن  
کمان چرخ ہماں تیر کز شہاب انداخت  
بہ کین روزن و در گشت ماہتاباں  
چو مہر خنجر کیں سوئے ماہتاب انداخت  
بہ آخر آمد و شب را بوقت صبح نفس  
کہ تیغ خورد و ز خورشید خون تاب انداخت  
بہ رفت شب ز پئے زندہ داشتن خود را  
بہ پر تو نظر شیخ کامیاب انداخت

فلک جنابا ، بپذیر بندہ خسرو را

چو خویش را بجناپ فلک جناب انداخت

۳۲۵

چہ تیر بود کہ چشم تو ناگہاں انداخت ؟  
کہ بر نشانی دلہائے عاشقان انداخت  
نما کل قدر و عناؤ طبع موزون  
ہزار فتنہ و آشوب در جہاں انداخت  
چہ کرد پیش رخسار گل کہ گل فروش او را  
بدست خود بگلو بستہ ریاں انداخت  
کمال حسن تو بجائے رسید در عالم  
کہ خلق را بد و خورشید در گماں انداخت  
وفا و مہر تو لے یا ربے وفا مارا  
جد از خدمت یاران و دوستان انداخت

بہر نفس غم عشقت ہزار تیر بلا

بہر و خسرو مسکین نا تو اں انداخت

۳۲۶

رخ تو رشتہ زلف از برائے آں آویخت  
کہ آفتاب ہماں رشتہ میتواں آویخت

لے غزل در سخن محذوف

لے غزل در سخن محذوف

رواں شندی و مرا از میان بچوں مجھے  
 چکر دیش رخت گل کہ گل فروش اورا  
 بدست خود بگلہ بستہ رسیاں آویخت  
 لبوختی و بجراب ابرو اں آویخت  
 بماند تابہ قیامت ہوئے آویزاں  
 کسے کہ یکسر موئے دکان میاں آویخت  
 غناں کشادہ بدنبالہ تو آپ دو چشم  
 دو دستہ مردک دیدہ در غناں آویخت  
 دلم زدیدہ برون شد بماند در خرگان  
 گر بزر کرد ز باراں بنا و داں آویخت  
 ز چشم ابروئے او گوشہ گیر شو خسرو  
 ز ترک مست حذبہ چو در کماں آویخت

۳۲۷

کجا ست دل کہ غمت را نہاں تواند داشت  
 بکام دشمنم از ہجر و دوستی نہ کہ او  
 بصبر کوشد و خود را بر آں تواند داشت  
 دلے لبوئے من تا تو اں تواند داشت  
 کشید خیم تو یغ و مرا شفیع نہ  
 کہ دست مصلحتہ در میاں تواند داشت  
 بہر دزد غم دل کہ یار خواب آلود  
 چگونہ با پس دل دوتاں تواند داشت  
 خراب چشم خودم وین نہ آن مے ست چشم  
 شراب خوار مرا میماں تواند داشت  
 لبوئے زم نغم دم کہ نیست ہمدردے  
 کہ راز سوختلے را نہاں تواند داشت  
 ہیبت کشد کہ نامش بہر چو در دلم است  
 زباں چگونہ زبان دوہاں تواند داشت  
 مانند از مہ و خورشید نازنین مرا  
 حیات باد کہ اوجایشاں تواند داشت  
 متاع عمر کہ برباد میرود از دست  
 مگر کہ لشکر ظل گر اں تواند داشت  
 عنایت بکن لے دوست بندہ خسرو را  
 سر نیافز بر آں آستان تواند داشت

۳۲۸

نگار من کہ ز جنیدن صبا خفته ست      بگوئے بہر دلمے صبا کجا خفته ست  
 در این غم کہ مباد اگر بہ تار بود      بر آں حریر کہ آں یار بہوفا خفته ست  
 بیا بگوئے کہ باز از چہ زندہ ای و ہنوز      مگر کہ فتنہ آں چشم پر بلا خفته ست؟  
 محبت امین، کز گویہ عشقاں آواز      ہی رسد کہ منہ از خون ما خفته ست  
 کہے کہ دعویٰ بیداریٰ خرد کردہ است      بیک نظارہ تو دیدہ ام بجا خفته ست  
 بجاناں ہمہ کس خواب زندگی دارد      جز آں کہ اویز ہم آغوش خود بجا خفته ست  
 حساب وصل مداں خسروا اگر شیریں  
 خواب در بر فرہاد بتلا خفته ست

۳۲۹

ترا بہ دین و دمانت دروہن بیاید ست      کہ کار ہست چو دین دیانت آید ست  
 نمایدار کم خویشت فزوں مشو خوش نامک      یکے بدیدہ احوال دوی نماید ست  
 تو دیدہ راست کن، آنکے روی مرغ کہ ہیر      نہ جلد راست رو در چرخ کشاید ست  
 رفیق راست گزین، کادمی مہاں کساں      اگرچہ راست دوا ید بدان کہ باید ست  
 حکیم پہلوئے بدخوچناں شلا ز رو دور      کہ در میان مخالفت کے سر آید ست  
 تو ہم خطا کنی اربا شدت در وصل خطا      کہ از مشیر کتر آدمی نماید ست  
 مرا بودی سر کم کہ عاقبت رہ دور  
 رسد بجائی خسروا اگر گراید ست

۳۳۰

ہلالی عید جہاں را بہر خوشی آراست      شراب چون شفق جہاں چہ ہلال کجاست

لے و لے ابیات محذوف در نسخہ ان لے و لے ہر دو غزل در نسخہ ان محذوف ست

مگر شراب شفق خورد شب ز جام هلال      که هر گهر که در او بود جلد در صحر است  
نگر نثار جواهر که شب کند بر چرخ      هلال خم شد و جنبید آتش پشت دو است  
بنیم دایره ماند هلال در گردش      هزار نقطه ز نقش ستارگان پیدا است  
شراب شد به عمل آرومایه عملش      که هم مقاطعه پیکرش بخوابد خواست  
مگر ببنده و گره زن جعد و روشن کن      که کوه است و شب آفتاب جواز است

نه دایره ست ز من در میان نشسته که آن  
خیال حلقه از گوش شاهد رعناست

۳۳۱

بیا کعبه تو دل خسته غرق خواب است      مرانه طاقت صبر و نه زهره خواب است  
شب امید مرا روز روشنائی نیست      جز از ریخ تو که در تیره شب جمعا است  
یکه بین که دل من چگونه می سوزد      درون زلف تو گوئی که کرشم تاب است  
دو چشم تو که همی کعبتین غلط است      مقام است و نه معتکف بهر است  
ز جو رحیم تو تن در دهم به بیاری      چون نقد عافیت اندر زمانه نایا است  
ریخ چو آب حیات تو آب بنده بریخت      هنوز دوستی بنده هم بر آن است  
گر آب دیده کنم طعنهای سخت من      که همچو خشت زدن در میان است  
حکایت من و تو پوست باز کرد ز من      مگر شنو مثل گو سفید و قهوا است

تو قلب میزنی و بد نگویدت خسرو  
چون نیست آن ز تو این از سپهر قلا است

۳۳۲

بهار غالیه درد امن صبا سوده است      به بوستان ز گل لاله توده بر توده است

له دله هر دو غزلیات در سخنان محدود است



ز شرم بخشش ابر، آفتاب رخ بہنفت  
چناں کہ پیش کس پیش روئے بنودہ ست  
میان غنچہ و گل پہنچ کس بنی گنجد  
مگر صبا کہ بے در میان شاں بودہ ست  
بیار بادہ پیانہ گراں، گریہ عمر  
کے کہ بادہ نخوردہ ست بادہ پیودہ ست  
برہن خون صراحی کہ این جہاں صدخوں  
بر پختہ ست کہ دستش گئے نیاودہ ست

۳۳۳

برآں بے کہ شکر باعلا و نش شور است  
ہزار ملک سلیمان ہلے یک مور است  
یقین کہ صورت جاننا تمام ہواں دید  
از آں مہکا کہ دناں سینہ بھو بلور است  
بکوائے تونہ عجب گور عاشقان، عجب است  
کہ ہم خود از گل عشاق خشت برگور است  
دکان زہد بستند عاشقان امروز  
کہ از سواریت آفاق پُر شرو شور است  
ہزار جلوہ مقصود میکند گردوں  
وے چہ سود کہ چشم امید ما کو راست  
فراز گنگرہ وصل کے توان رفتن  
کہ رشتہ کوتہ و بازوئے محنت بے زور است

رہودہ چشم تو ہم دین وہم دل خسرو  
مگر کہ عادت آں ترک غارت و عور است

۳۳۴

مراسمے تو پیوند دوستی خام است  
بر آفتاب زذرہ چہ جائے بیخام است  
ہزار جان مقدس شدند خاکستر  
ہنوز پختن سودات از آدمی خام است  
بیار ساقی در مائے مے کہ جام سوخت  
ز جامہ دل من گر چہ دوزخ آشام است  
از آں چراغ کہ دل ہلے خلق میوزد  
چراغ ہا بسر کوئے تو بہر شام است  
خطاست نسبت بالائے تو سبر و کہ سرود  
ز شوخ و شنگ خلام است مست خود کام است

لے و لکھ ہر دو غزلیات در نسخہ ن معذوف است

دلّم که بسته ای بازده که لاف زخم  
 کایم خرابه ز سلطان خوشی نعام است  
 زکوة حسن کم از یک نظاره آخر کار  
 گدائے کوئے توام گرچه خسروم نام است

۳۳۵

رسید فصل گل و باد عنبر فشان مست  
 نگارخانه جهانان بهشت و صنوان مست  
 به سرو باغ که بیند کنوں کدر هر باغ  
 هزار سرو بهر گوشه خرامان مست  
 کنوں بیوئے چمن بے بهشتیاں نه روم  
 که هر چه ذوق بهشت مست یوئے خرامان مست  
 عجب که جام نبی افتد از کعب زنگس  
 چنانکه او بغنودن فشان و خیزان مست  
 حریف معنی گل را بجان خرد هر چند  
 که سمل قیمت و کالائے هزاران مست  
 بگوشت هائے چمن برگ گل چو زمره گوش  
 در اوز قطره نگر تا چو در غلطان مست  
 ز خار بودی و دامان کوه از لاله  
 کنوں ز اطلس لعش نگر که دامان مست  
 زمیں بباغ ندید آفتاب انپے شاخ  
 نگر ز خانه که در سایه هائے بتان مست  
 چنین که زنگس و گل چشم را بصر چمن  
 همی نهند مگر آستان سلطان مست  
 سنگفته باد گل دولت تو تا به ابد  
 گله که بلبل او خسر و شاخواں مست

۳۳۶

هنوز آنکه نشینم با تو در سینه مست  
 هنوز در دل من آن بولے دیرینه مست  
 هنوز ستم از آن مے که روزیم دادی  
 هنوز در دل من آن خار دیرینه مست  
 مے که پیش تو با خون دل بیفرودم  
 بدیمم آن مے و آن خون هنوز دیرینه مست  
 گذشت آن مہ و این خطه پیش میگوئی  
 تصویریت کدر خواب یاد آئینه مست

له و لک هر دو غزلیات در نسخون محذوف است

نکر کہ چند شد دست تابناک نقش شدہ است  
 زہر چرخ کہ با او ہمیشہ در کینہ است  
 کے کہ عاقل فدا شناخت بر امروز  
 نہ سبت دل کہ اگر سبت کو دک دینہ است  
 جو حال ایں است بدہ ساقی اس سفال تہا  
 کہ زرخ آں تبرک ہزار گنجینہ است  
 مے مغانہ بر ستم قلندر آرد ہمیں  
 کہ ماہ روزہ و وقت نماز اذینہ است

حذر ز پینہ بے پشیم امرواں خسرو  
 کہ پینہ گشتہ از او صد ہزار پشیمینہ است

شوخی تو اُم باز گر بیان گرفت  
 اشک دواں آمد و داماں گرفت  
 سہل بود ترک دو عالم ولے  
 ترک رُخ و زلف تو نتوان گرفت  
 جان منی بے تو نفس چوں زخم؟  
 زانکہ مرا بے تو دل از جان گرفت  
 ہر کہ چنین فرہمتے از دست داد  
 بس سیرانگشت بدندان گرفت  
 عارض او تا بدر آورد خط  
 خردہ بے بر میر تا بان گرفت  
 خالی تو بر لعل لبست یافت  
 مورچہ لے طلب سلیمان گرفت  
 دل طلب کعبہ روئے تو کرد  
 حلقہ آں زلف پریشان گرفت  
 ماوے و طرف گلستان دیار  
 باد صبا طرف گلستان گرفت  
 بے میر رخسار و شب زلف او  
 خاطر م از شمع شبستان گرفت

خسرو بیدل نو دو عالم بہ رُست  
 وز دو جہاں دامن جانان گرفت

جاں کہ چنین تپ کش سوئے است  
 نعل بہائے سم شہبائے است

لے ولے ہر دو غزلیات در سخن محذوف است

دل کہ سر اسیمہ کوئے غمت  
عقل کہ اُو خوب ترین جوہریت  
نامزد زلف مُطر اُے تست  
پیشکش زگرں شہلائے تست  
پردہ برا فکن کہ ہزاراں چمن  
منتظرِ عارضِ زیبائے تست  
آنچہ ز تو حاجتِ خسرو بُود  
در برش انداز کہ مولائے تست

۳۳۹ آنکہ دلم شیفۃ روئے اوست  
دوش بگفتم کہ ”دبایت نیست“  
سفید ترمی کند امیں چو خوش است؟  
گفت کہ ”بیارد راں گفتگوست“  
بہ کہ رخ از خلق پہوشِ انا تک  
امیکہ تو بمی نہ منم، بلکہ اوست  
ہستی من رفت و خیالش نماند  
عاشقم، ار کہ یہ کہیم عیب نیست  
بسکہ دل گم شدہ جویم بخاک  
قامت من ہیں کہ چگونہ دو توست  
خسرو از این گو نہ کہ در خود گمست

عاقبتش در طلب جستجوست

۳۴۰ حسن کہ اندیشہ بکارش گمست  
پردہ برا فکن کہ کہ واضحیٰ است  
بے حد معرفتِ مردمست؟  
زاں کہ رہد تو قدو خود گمست  
بارگے آہستہ تر اے ہوشیار  
زاں کہ صفِ مویہ بزرگرمست  
امیں تین چوبیس کہ بعد پارہ باد  
بختِ بدم بہ نشود ز آب چشم  
بختن سودائے ترا ہیزمست  
خوابِ بافتوں مگر آریم زانک  
خوا بگر غمزدہ پُر کنویمست  
زاں کہ سعادت نہ در این غمست

۱۵۔ امیں بیت در نسخہ مذکور انت و بہ جایش بیت ذیل اضافہ است۔  
ترکِ جہاں بینم با وصلِ یار یار جہاں ہیں کہ چہا آرزوست

من بصفائے رسم از دردِ ختم؟      فتنہ ساقیم چو دم دردمست  
اے کہ نہی مرغِ حرم، نام من      حسرت من بر گسایِ ختمست

خسر و از عشق زید نہ بطبع

عنصر عشاق مگر بے ختمست

۳۴۱  
شاخ گل از نسیم جلوه گرست      وقت گل بانگ بلبل سحرست  
خار پہلوئے گل نشانہ از آنک      بانگ بلبل بگوش ہائے درست  
باغ در رقص و جنبش مست از آنک      خون بستہ ز بہر نیستِ مست  
چونکہ بیوندت گل اے خار      نیش در حق او نہ از بہرست  
آخر اے گل نگر ز چندین سیم      کہ ترا یک دوسرے قراضہ ز رست  
خلق را یاد میدہد ز شراب      آں کہ از لالہ کوہ کا سر گرست  
لالہ از مے پیالہ می گیرد      آں کہ پیالہ پر شود دگرست  
غنچہ را بین فراہمی دہنش      گویا بوسہ جالے آں بہرست  
چشم مست کشتہ ایست عجب      خواب متیش از آن کشتہ ترست  
ساقی من روانہ کن از کف      کنسی من کہ عمر بر گذرست  
باغ داد از نشاط و عیش خبر      لے خوش آں کس کہ مت و بیخبرست

خسر و از چند از گنہ ترسی

روا کہ معذرتائے معتبرست

۳۴۲  
و از من گل ز ابر بر بگر است      باغ را زیب و زینت دگرست  
غنچہ برباد داد دل، چو کشاد      چشم بر گل کہ موبہ دے فراست  
بریکے جام کش رسید از دور      ز گس افتادہ مست و بے خبرست

۳ بہت معذرت دین ۳۴۱ غزل در سخن معذرت است ۳۴۲ غزل معذرت دین

ہمہ از سرو می برد بلسبل      نیک یکبارگی بلند بر است  
 ہرچہ تسخیر "کیف یُحیی الْأَرْض"      خواند بلبیل بخط سبزہ در است  
 گل ورق راست کردہ از بشنم      مرہ آں ورق ہمہ گہر است  
 دوستان را کنوں ز بہر نشاط      جانب باغ و بوستان گذر است  
 در قی گل اگر لطیف افتاد      خط سبزہ از آں لطیف تر است  
 نہ رود سوائے باغ خسرو از آنک

۳۴۳      باغ او بزم شاہ نامور است  
 شب گذشت مست و اقل سحرست      بانگِ بلبیل بے نوید گہرست  
 وقت اُو خوش کہ در چنین وقتے      بادہ بردست و نازنین بہرست  
 کشتی بادہ نہ بکفت، بارے      عمر از ایماں رُو دھوہر گذرست  
 چند گوئی کہ مست و بیخبری؟      ہر کہ اوست نیت بے خبر رست  
 صرفہ خشک ز اہل را باد      ہرچہ مار است در شراب ترست  
 گرچہ بدستی است عیبِ حریف      کندن ریش محسوب ہنرست  
 گر بیخا نہ مفسد این شراب      ہا دشامند، بندہ خاکِ درست  
 خسروا چند از گنہ ترسی؟

۳۴۴      رُو کہ عفوِ خدائے معتبرست  
 موئے رانیت ایں میان کہ ترست      پستہ رانیت ایں دہاں کہ ترست  
 قامتِ راست سرو را ماند      سرو باشد چنین دہاں کہ ترست

۱۰ بعد از ایں درسخن بیت ذیل اضافہ است ۱۰

ساقیا غوطہ مراد رمے      کذا شام شعلہ در جگرست

۱۱ غزل مخدوف درن

جاں بردی و خوش ہونزہ ای دست بردل نہ این زباں کہ تر است  
تا چہا بر تو کر دے من، اگر حسن بودے مرا چہاں کہ تر است  
بر رخ زرد من بخند و بگو خندہ انگیز ز غفران کہ تر است  
گو کیا بیشتر برلے ز رہست این سخن بر سر زباں کہ تر است  
کشتہ گشتم ز ابروئے تو، مکش

بر دل خستہ و این کہاں کہ تر است

۳۴۵

ہر کہ در بیش چشم روشن ماست گو کیا آفت دل و تن ماست  
چشم ما گر غمی نشود ماناک آں ہماں آفتاب روشن ماست  
لالہ ہا مید مد زخون دو چشم گرد من آں بہار و گلشن ماست  
غمرہ زن جان من و گر میرم غم مخور خون ما بگردن ماست  
ماچو ہندوے سومنات بعشق بت پرستیم و دل بر ہمین ماست  
گفتم: از ہر سوخت خستہ گفت!

چند از این ذرہ ہا بہ روزن ماست

۳۴۶

عینق اگر چہ نشان بخت بدست نزد عاشق سعادت ابدست  
ہر کہ جوید مرادے از معشوق گوئی او عاشق مراد خودست  
گر چہ صد روز نیک عاشق راست بہترین روز اسیر روز بدست  
دیگراں بہر تو چرا میرند؟ مُردنم این کہ اندرین حدست  
ہمہ عیب است بادہ و، ہنرش شستن ما ز مایہ خردست  
پدیسیم توبہ شد، زے خستہ  
شدوے آرزو یکے بہدست

۳۳۷

با غمت شادی جہاں ہوس است      شادی من میں غم تو بس است  
 از دہان تو چوں نفس نہ ز من      مر مرا بیم تنگی نفس است  
 نیم خالی لب تو ام بکشد      زہر اگر خود ہمہ پیر گس است  
 از سر ختم اگر بخاکی لب      بر لب بوسہ داد نم ہوس است  
 گر کسے بردر تو جوید بار      چند گوئی کہ بار او چہ بس است  
 ہمہ شب گرد کوسے او گردم      ہر کہ بیند گمانش بر عس است

بندہ خسرو بنالہ در رو عشق

کاروانِ غم ترا جس است

۳۳۸

ایں جفا کا ریت کہ نو بُو است      مگر ایں جان کشتہ رادو است  
 چوں ترا نیست نیم کعبہ شرم      گفت من نزد تو بنیم جو است  
 چشم پر کشتنم گماشتہ ای      چہ کنم گوش تو سخن شنو است  
 شد غمانم ز دست چہ توان کرد؟      تو سن صبر نیک تیز دواست  
 عقل با مرہے فروختہ شد      جان مسکین بیک نفس گرو است  
 سر ز خاکت بہینم و پس از ایں      زندہ مانم ہاں کہ عمر کو است

خسرو لشکر خطش بدوید

دل نگہدار وقت زاغ رواست

۳۳۹

رخ تو نور دیدہ قمر است      لب تو سرخ روئی شکر است  
 با تو اے یکسر آئدہ بدلم      کہ کند ہر کیے گداؤ سراست  
 کار دیگر مکن، مکن شوخی      زان کہ اے شوخ کار تو دیگر است



گر ز پائے خودم دہی خاکے      خاک پائے تو سرمہ بھراست  
 زار زار از غم قومی میرم      چوں نہ زواراست بندہ رازداراست  
 نظرے کن کز آں دو چشم سیاہ      دیدہ در انتظار یک نظر است  
 بندہ خسرو در آرزوئے لب

منکب تو کہ نیش دو جگر است

۳۵۰

تن پاکت کہ زیر پیرہن است      ”وَحُلَّةٌ لَّاشْرَبَکَ لَهٗ“ چترن است  
 هست پیراہنت چو قطرہ آب      کہ مُتَنِّگ گشتہ بر گل و سمن است  
 با خودم کش دروین پیراہن      کہ تو جانی و جان من بدن است  
 تازیم، در غم تو جامہ دَرَم      و ز پس مرگ نوبت کفن است  
 دل بے برده ای، نکو بناس      آں کہ خستہ ترست از آں من است  
 اندر آؤ میان جاں بنشیں      کہ تو جانی و جان ترا بدن است  
 گفتہ امی ”ترک تو نخواہم گفت“      ترک من گوئید جائیں سخن است  
 دهن تنگ رُو حدیث فراخ      چوں ہمی گوئی آخراں چہ فن است

۳۵۱

روئے نیکوئے تو زمر کم نیست      جز ترا نیکوئی مُسَلَّم نیست  
 دہنت ذرہ و کم از ذرہ ست      رُخ ز خورشید ذرہ لے کم نیست  
 نسبتہ هست درد بان تو لیک      در میان تو نسبتہ ہم نیست

لے بہت محذوف درن ۳۵۰ در نسخہٴ ن بیت محذوف و بہ جایش بیت ذیل اضافہ بہت ۳۵۱

دل خسرو خوش ست با تنگی      کہ مرایا دگارا ز آں دہن است

۳۵۰ در نسخہٴ ن بعد از یہ بیت ذیل اضافہ است ۳۵۱

بے دہانی و ملک خوبی را      چوں سلیمان شدی رخا تم نیست

چشم من خاکِ جسم من ترکرد      گرچه یک قطره ہم در اذغم نیست  
 گر جانِ غم است در دل من      چون تواند دل منی غم نیست  
 تازه کن جانِ خسرو از غم خویش  
 کایں جراحت سزائے مرهم نیست

۳۵۲

سرو را باقد تو هستی نیست      میلش الا بسے پستی نیست  
 درد بان و میان می بینم      نیستی هست لیک هستی نیست  
 گاه کا هم قبله بودے رو      تا تو در پیش من نشستی نیست  
 زہد با عشق در نیا میزد      بُت پرستی، خدا پرستی نیست  
 برگ صبرے کہ پیش از اینم بود      سرو من تا تو بر شکستی نیست  
 تا ترا دست جور بر سر راست      کار ما جز کہ زیر کتی نیست  
 مست کفّی ز عشق خسرو را

عشق دیوانگی ست مستی نیست

۳۵۳

یارِ مادل ز دوستان برداشت      هر دیرینه از میان برداشت  
 من نخواهم کشید هر چه کند      دل کہ از وے نمیتوان برداشت  
 دی بہ تنہی بلند کرد ابرو      از پے کشتنم کماں برداشت  
 عمدہ کردم کہ در دِل نکنم      در دِل مُہر از زباں برداشت  
 در دِل او نکر دکار، ارچہ      سنگ از افغان من فغان برداشت

لہ درسخون این غزل محذوف است ۱۵۰ این بیت درسخون محذوف است باجایش بیت ذیل اضافہ

است ۱۵۰ خواستم جان بہ عذر پیش برسم ۱۵۱ ہجر خود رفت و پیش از آن برداشت

۱۵۰ درسخون بعدش بیت ذیل اضافہ است ۱۵۰

جہد کردم کہ تالہ نہ کنم ۱۵۲ در دِل مہر از زباں برداشت

جستم او، هیچ گم نخواهد شد      دل بیاید مرا زجاں برداشت  
رفتم امروز، تا نخواهد گشت      سر نخواهم زآستان برداشت  
ترک سودائے خام کن خسرو  
که وفارخت از این دکان برداشت

۳۵۴

ترک مستم که قصد ایماں داشت      چشم او میل غارتِ جاں داشت  
خون من چون شراب می جوشد      وز دلم هم کبابِ بریاں داشت  
دیدم دسے فشانده در دامن      گوئی آستین، مرا جاں داشت  
در مایع بهشت بکشانده      باد گوئی کلیدِ ضواں داشت  
غنچه را دید چون نسیم صبا      همچو من دست در گرمیاں داشت  
رازم از پرده بر ملا افتاد      چند نشاید، بصر پنهان داشت  
خسروا ترکِ جاں بیاید گفت  
که بیک دل دو دوست نتوان داشت

۳۵۵

از زخمتِ ارغواں نمودار است      وز زخم زعفران نمودار است  
نقشِ سودا که هست بر جانم      لب و خطش از آن نمودار است  
آن ستاره که رنجت مرگام      اندام آسمان نمودار است  
ز آتش دودِ سغله دوزخ      سینۀ عاشقان نمودار است  
ز کس نا توانِ جادویت      از فریبِ جهاں نمودار است  
سر زلفت زد و دل نقشت      لب لعلت زجاں نمودار است  
دیدم از تو تیائے بینائی      خاکِ آن آستان نمودار است

لالہ دارو سرشک خسرو بن

از بہار و خزاں نو دار است

۳۵۶

ترک من دی سخن بہرہ می گفت ہر کہ رویش بیدارمہ می گفت  
او ہی رفت و خلق در عقبش وَخَدَّاهُ لَا شَرَّ لَکَ لَہُ می گفت  
دل بصد حید می گر بخت ز عشق دیدہ از خویش صد گنہ می گفت  
غفلے می شنیدم از دہنش دل سخن از درون چہ می گفت  
دل خطش را زوال جان میخواند نیم شب را زوال کہ می گفت  
گفتمش تیری زنی بردل خندہ می زد بازونہ می گفت

خسرو از دور بھیج مدہوشان

نظرے می فکند و وہ می گفت

۳۵۷

آنچہ بر جان من ز غم رفتہ ست ہمہ از دست آن صنم رفتہ ست  
می نویسد بخون من تعویذ چہ توان کرد چوں قلم رفتہ ست  
پائے در رہ نہاد و مہر گذاشت زان کہ در راہ مہر کم رفتہ ست  
پرستم می رود ز من یا رب بر کسے ہرگز این ستم رفتہ ست؟  
جاں بدن بال اورواں کردم گر نیاید حیات ہم رفتہ ست

خسروا باشپ فراق بساز

کافتاب تو در عدم رفتہ ست

۳۵۸

گل ز رخسارہ تو بے آب ست مر ز نظارہ تو بیتاب ست  
مژہ ہائے کثر و دل آویزت کجہائے دکانِ قصا ب ست  
با خیال تو مردم چشمم گاہ ہم خانہ گاہ ہم خواب ست

لہ و لہ ہر دو بیت محذوف درن

لہ و لہ ہر دو بیت محذوف درن

امشبے کا مدی بخانہ من شمع را میکشم کہ مہتاب ست  
گر گزاری بہوسم ابرویت بہر تعظیم را کہ محراب ست  
اے دل خستہ غرق خون از تو ہجھو خستہ میانِ عناب ست  
غرق شد ز آشنائیت خسرو

۳۵۹ زان کش از دیدہ برب آب ست  
غ ہر کہ روئے دید جان دانست لب شیرینت را ہماں دانست  
حسن تو عالمے بخوابد سوخت ہم در آغاز تیواں دانست  
نرخ کردی بہوساے جانے بندہ بخزید ورائگان دانست  
ذقت چہ نمود دل بخیاں بوسلے زد مگر دہاں دانست  
دل ز ہجر تو بسکہ تنگ آمد مرگ را عمر جاوداں دانست  
دل بکویت تن ضعیف مرا زان ہمہ بود و استخواں دانست

پیش ازیں غم نبود خسرو را

۳۶۰ غم کہ دانست این زماں دانست

بندہ را با تو دوستاری خوش گدہ تو بندہ را نداری دوست  
آں نہ چشمے ست کز کرشمہ ناز دیدہ را ہر نظر کہست در اوست  
گمہ دایم روئے تست جائے نماز باز در چشم بندہ آب وضو ست  
بامن از لطف تو بیاست چہ پاک ہر چہ بد نیست روئے تو نیکو ست

۱۴ بعد ازیں در نسخہ بیت ذیل اضافہ است

غمرہ تو زیاں کشید ز من کہ مرا نیک بے زباں دانست

۱۵ بعد ازیں در نسخہ بیت ذیل اضافہ است

کہ در من دلت بہ نادانی ہر چہ از جور بکراں دانست

۱۶ در نسخہ بیت غزل محذوف ست

فتنه چشم تو نمی خسید زان کش از غمزه خار در پهلوت  
چون تو برب نمی نبی لب را شکر اند لب تو، تو بر تو است

وصف زلف تو کرد خسرو از آن است

کز لطفش همه جهان خوشبو است

۳۶۱

سیر زلف تو تا بجنید است بوی مشک ختا بجنید است  
بوی خن آمد از صبا ناگه عاشقی را هوا بجنید است  
تا بجنید زلف او از باد ناف آهوا زجا بجنید است  
ما و دیوانگی دگر کا زلف باز بر جان ما بجنید است  
جوش دلبا برگرد او گوئی قلب صد باد را بجنید است  
دستی شنیدم ز آه سردش دل چو آسیا بجنید است

یاد خسرو نمی کند یارب

کاین سخن از کجا بجنید است

۳۶۲

نگار من امشب سیر ناز داشت بر افتادگان چشم بد ساز داشت  
بیک جام باده بصحر افکند دلم هر چه در پرده راز داشت  
بسویش نمی دیدم از بیم جان که چشم مرا از نظر باز داشت  
ره من ز داین راز مانده مر شک که دو چشم او مستی آغاز داشت  
همه شب چو پروانه میخوستم که شمع من از دیگران کار داشت  
دل من کتیر در او مانده بود بناله خراش در او داشت

کنون یاد دارد ز خسرو گه

که مرغی در این باغ پرواز داشت

۳۶۳  
 دلم بُردو بے وفائے نداشت      دلش را ز غم آشنائے نداشت  
 تھل بے کرد گل در بہار      ولے پیش ویش بقائے نداشت  
 زہے جاں چناناں سپردہ، درین      کہ در خور دہمت صلائے نداشت  
 صبور ی بروں شد ضروری ز من      کہ در سینہ تنگ جائے نداشت  
 کنوٹ نشتر را بر طبیب آورم      کہ ز اہد قبول دعلے نداشت  
 فلک عاشق را چو بر من گماشت      جزایں دوزخینہ بللے نداشت  
 چہ بنیم بہ بیہودہ در بارغ دہر      کہ ہرگز نسیم وفائے نداشت  
 فراہم نشد ریش عاشق کہن      کہ پیکان خواباں خطائے نداشت

بہ زنجیر او خسروا دل بند  
 کہ سلطان نظر برگدائے نداشت

۳۶۴  
 گلستاں نسیم سحر یافتہ ست      صبا غنچہ را خفتہ دریافتہ ست  
 چناناں خواب دیدست نرگس نجواب      کہ گوئی کہ او جام ز دریافتہ ست  
 خبر نیست مَر بلبل مست را      کہ از مستیش گل خبر یافتہ ست  
 نسیم چمن منگ در خاک ریخت      مگر بے آں خوش بہر یافتہ ست  
 چہ گویم کہ سنگیں دلش ہیج وقت      ز سوز دل من اثر یافتہ ست  
 بہ پائے خیالت فرور ریخت جہنم      دے کاں بخون جگر یافتہ ست

بہا شب کہ بیدار خسرو نشست

۳۶۵  
 کہ شام غمش را سحر یافتہ ست      غ  
 دل من بجانانے آویختست      چو دزدے کز اوانے آویختست

فدا باد جانا بیاں زلف، کش  
 ہر تار مو جانے آ و بخت  
 چہ زنا رکھرست ہر موئے او  
 کہ در ہر یک ایلنے آ و بخت  
 بتان امرن سنگ اے پارسا  
 بہر بُت مسلمائے آ و بخت  
 زہے دولت صید جانم کہ او  
 بفرزاک سلطانی آ و بخت

غ

۳۶۶

صبا کو بے تہاں پرور است  
 دل خلق را سوئے تو رہبر است  
 بدن باز زلف مگذار کار  
 دے را کز آن زلف در ہم تراست  
 بر دل برازیں چشم پر خون من  
 کہ از خون چہ آستان تراست  
 سر اندازیم بہ کہ رانی ز در  
 کہ سر بہ درد دوست درد مراست  
 در بغت خاک درت بر سرم  
 کہ ایں سر نہ لائق بیاں فرماست  
 زہے طعن جاوید خورشید را  
 کہ گویند معشوق نیلو فرماست  
 مگس قند و پروانہ آتش گزید  
 ہوس دیگر و عاشقے دیگر است  
 کجا یا ہم آں خانہ ویراں شدہ  
 کہ ہر شب بجان خراب اندراست  
 چہ داند ملک خفتہ در خواب ناز  
 کہ نالاں کہ امیش پیش در است

۱۰ بیت محذوف بہت درسخن ۱۰ درسخن ایات ذیل اضافہ است

۱۰ نہ بینم جہاں کم جگر پارہ اے  
 زہر نوک مرگنے آ و بخت  
 غم سہل گیرند و مسکین کے  
 کہ در زلف جاننے آ و بخت  
 خراشیدہ باشد دل جلیے  
 کہ در شاخ بتلنے آ و بخت  
 چو خسرو اسیر تو شد ز بخت  
 کہ در دوش بہ دولتی آ و بخت

۱۰ بعد از ایں درسخن بیت ذیل زائد است

۱۰ بہ میرم دریں سوز من عاقبت ❖ کہ بہرزم بھی از شغلہ خاک تراست



ز در باری دیدہ، خسرو مرغ  
کہ خود عاشقان را ہمیں زیور است

۳۴۷

کجا دولت و شلش آرم بدست؟ کہ جز باد چیزے ندارم بدست  
سیر زلف او تا نگیرد قرار کئے آید دل بقرارم بدست؟  
گمش می فتانم سر خود بیائے چہ چارہ، نبود اختیارم بدست؟  
سر آمد دریں آرزو روز غم کہ افتد شب زلف یارم بدست  
نہ بد بر کھم بادہ بر یاد آں کہ بادست از او یگانم بدست  
ببازم سر خویش خسرو اگر  
گہ دامن و شلش آرم بدست

۳۴۸

بجے کر ویم رو بہ دیوانگی ست اگر جاں توں برد فرزانی ست غ  
زدم دی بزنجیر کیسوش دست مرا گفست "باز این چہ دیوانگی ست؟"  
دلہ برد بر بوسہ پروانہ دار ست جاں کہ این حتی پروانگی ست  
درونم پڑ آزار گشت و هنوز از آں سو کہ یار ست بیگانگی ست  
نگار را خیال ترا مند تے ست کہ بامردم دیدہ ہم خانگی ست  
مرا کشتی آخر ترا کس نہ گفست کہ بیچارہ کشتن نہ مردانگی ست

شد از عشق خال تو خسرو ہلاک  
چو مرغی کہ مرگش ز بے دانگی ست

۳۶۹ بہار آئند و گھمائے بوستان بہ شگفت  
 بدان صفت کہ گل از باد نشگفت بہ جن  
 بہ دیدہ پُرس کہ آتش چو آب در غلطید  
 گل از شراب بدان ساں کہ نشگفت در جام  
 بتاں بترس قدم می نهند بر لالہ  
 ز بس کہ غنچہ دم بہتہ از صبا دم زد  
 چنان کہ گل بہ جوئے مصطفیٰ اشگفت خاک  
 بہ خوش دلی و طرب رُوئے دوستان بہ شگفت  
 زیادہ بادہ کشاں را بہار جاں بہ شگفت  
 نہمے چو عارضِ خوبان دل ستاں بہ شگفت  
 بہ کوئے دوست گل از خون عاشقاں بہ شگفت  
 کہ بچو شعلہ آتش بہ بوستان بہ شگفت  
 درون پوست نہ گنجی در دریاں بہ شگفت  
 زخم ز سوزنِ خاک بہ بوستان بہ شگفت

نسیم مشک جہاں گیر شد چو خستہ را

زیادہ مدحت تو غنچہ در دہاں بہ شگفت

۳۷۰  
 بدان بہانہ کہ سخنے ست بس فراوانت  
 نے کہ چاک بہ دامان جانم افگند ست  
 کہے کہ جاں بہ ہر یک نظارہ خواہد داد  
 بہ نزد ست دلم باز گو نہ کن کہ در او  
 نگر کہ از زخمت چند دل بہ چاہ افتاد  
 در و نت در جگہ سوختہ کشم بہر چند  
 جہاں کہ کن کہ ہر آن کردہ نیست تاوانت  
 ہاں مے ست کہ طالع شد از گریہ انت  
 رہاں کن کہ نگہ می کند فراوانت  
 کنی نظارہ کہ چند ست داغ بہمانت  
 کہ تالاب ست پُر از جاں چہ زخمانت  
 کہ سر بہ ہر زنک ساختہ ست ز دانت

بنیم خندہ چوں مدجاں دہی چو خستہ را

بنیم جاں چہ تو اں داد مزود دانت

۳۷۱  
 خنم تہی گشت و ہنوزم جاں ز مے سیر نیست  
 خون خود را آخر لے دل گر تزلزل ناب نیست

لے تا سکہ ہر سر غزلیات از نسخہ ان نقل کردہ شد و غزل در تذکرہ دولت شاہ سمرقندی ہم

موجود است ۲۲۳

نالہ زنجیر مجنوں اے غنوں عاشقانِ ست  
عشقِ خصمِ من بس سستے چرخِ تو ز جھٹکیش  
پادشاگوں خوں پریرہ "نخنہ گوگردنِ برن"  
ہاں ہاں اے عقل از غمِ خواریِ مادرِ گذر  
گر جہاں دوست نبود با خیالِش ہم خوشم  
کافرا، مُردمِ نشار، یک نہاں آہستہ باش  
گفتی اند خواب "گہر گہرے خود بھائیست"  
تشنہ خواہی مُردن لے دل زان نغذاں بگد  
ذوقِ آں اندازہ گوشتِ اولوالباب نیست  
ہر کجا جلاو بادِ حاجتِ تھاب نیست  
بہر جہانے ترکِ جاناں مذہبِ حجاب نیست  
کاندیریں بہتر از دیوانگی اسباب نیست  
خانہ درویشِ رشتے بہ از مہتاب نیست  
کاہوے بیچارہ را باتیرِ ترکانِ تاب نیست  
ایں سخن بیگانہ راگو کا کشتارِ خواب نیست  
کاسِ چہ اوگر بکا دی خونِ یکا ب نیست  
خسرو از نار بند اول پس آں کہ سجدہ کن  
پیش آں ابرو کہ بتجارتِ ست آں محرابِ نیست

(ت)

۳۷۲

صد بلا افتاد و صد فتنہ بہ خاست  
وی دلِ دیوانہ ماگم شدہ ست  
زلفِ بستش کارِ فرماے اجل  
کافرا، محرابِ ابرو کج مکُن،  
نریخ جاننا سخت از ازاں شد بے  
باچناں بادے کہ خواباں داشتند  
بے دلاں را طینِ رسوائیِ مزن  
عاشق و رندست از تشویش تو  
ہر زمان کوئی کہ "حالِ دل بگوئے"  
عاشقِ بیچارہ را عبرت کجا ست  
بر درش آں خوں کہ بینی آشنا ست  
چشمِ مستش چاشنی کمرِ بلا ست  
کہہ زاری چشمِ خلقے در دُعا ست  
عبدِ مست و وزیرِ بازارِ جفا ست  
پیش تو از پیچ کس گریے نہ خاست  
پیچ کس دانی کہ خود را بندہ خاست  
ہر کجا گوشہ نشین و پارِ راست  
ایں کسے را گوئے کو را دلِ بجا ست

لہ و لہ ہر دو بیت در تذکرہ دولت شاہ محزون ست۔ سہ غزل در نسخہ ان موجود ست

گفتی اندر سینه تنگ تو چیست؟ داغملے دوستان بے وفاست  
 خسرو مشغول یاراں شو بہ زود  
 کز برلے شب ہر غم پیش ماست

(غ)

۳۷۳

گر ترا ناز و بد خوئی آئین ست      دوائے بردل اگرچہ سنگین ست  
 عیشم ار، بد رود، بلائے نیست      تو کومی روی بلا این ست  
 می روی و نہ می روی از دل      این چہ شکل خوش و چہ آئین ست  
 گرد دل من کباب شد، تو بخند      کاں نک شو نیست، شیریں ست  
 منے بہ میرم گر آپ چشمے نیست      خندہ اے کن کہ وقت لیپن ست  
 ہر شب از آب چشم ویداری      چشم من آشنلے بردین ست  
 از خیالت بہ سجده جائے دلم      اول شب نماز پیشین ست

نہ کنی گر نگاہ معذوری

کت چو خسرو ہزار مسکین ست

(غ)

۳۷۴

یا چوں باماست، ہر دینش تعجیل چیست؟      یوسف اندر مصول، در دیدہ رؤفیل چیست؟  
 آں بت اندر سینه و سوزاں دلم قذیل وار      چوں لم تہانہ شد، تہانہ را قذیل چیست؟  
 کشتن خود خواستم از غزہ خون ریز او      گفت صید اندازا کن صید را تعجیل چیست؟  
 چوں جالت آیت رحمت شد اندر شان خلق      اسخراں چندین نہ بہر کشتنم تاویل چیست؟

اے کہ خسرو را نصیحت می کنی از ہر عشق

پند چوں می نشنود بہرودہ قال وقیل چیست؟

۳۷۵

(ت)

ہاز مست آمدش نازکناں از بجائے مست  
دل سبک می شود دم دوش مگر غائب بود  
باز دیوانہ دلم سلسلہ صبر کے مست  
من نہ تو صبر نہ دارم ، تو نکومی دانی  
چند خونناہ بنی و ناداں کردی  
یاربت ، ہیچ گلے نشکفتے با داناںک  
مراں یککار در آں کجہاں از بجائے مست  
این ماں در سرش ، ایخ اب گراں از بجائے مست  
آہ چشم بہ چپ راست دواں از بجائے مست  
ایں بہنا ز تولے جان جہاں از بجائے مست  
اشک من آخرا ز ایں گونہ رواں از بجائے مست  
باقوام روز نسیم مست کہ آں از بجائے مست

خود گرفتہ کہ بہوش غم خود را خسرو

نامت آخربخش روزش بہاں از بجائے مست

۳۷۶

اے دہشتہ پسر ز عونت کلاہ کج  
سیلی بادیں کہ جہاں افگند بخاک  
از چشم راست ہیں ہمہ را ، کز کزے بود  
در نیک کوشکت بدو نیک از طینت مست  
مگر اہمیت ببادیہ ہائے کج افگند  
دنیا بعد تو نشود بر مراد تو  
سرخ کن کہ کج بودش جائے گاہ کج  
غنجہ کہ می ہند دوسرہ رونے کلاہ کج  
کردن بر دماں ز تکبر نگاہ کج  
کز خاک راست راست بر آید گیاہ کج  
توراہ راست گم و در آہست راہ کج  
کز دور دست تشنہ نشد راہ جاہ کج

خسرو حساب خویش ترا داد راست بند

تو خواہ راست داں سخنش را و خواہ کج

۳۷۷

تو انگریز بدست لے گدائے با صد گنج  
ہاں مست کج کہ دیدی چو خاک ہر گنج  
چو را حتی نہ رسانی مشو عذاب الٰہ  
کہ زیر خاک نہی خاک بر سر آں گنج  
خرد ز بہر کمال و کنیش آلت مال  
چو اہلماں بہ تراز و کند سفال مسخ

لے غزل از نسخہ ان نقل کردہ شد  
لے دہستہ ہر دو غزلیات محذوف است در نسخہ ان

زخوے زشت پس از مردنت چه عجب؟      کہ استخوانت کند جنگ چوں صفِ شطرنج  
 نہ زندہ، مردہ بود آنکہ سنگ پیوستہ      تنش بزرگ بسودا و روح در افرنج  
 زہرِ سیم و درم صد شکرخجہ بیش کنی      کہ ایستادہ نازاد و فند بزانست شکنج  
 تو بختہ در تو زدہ شیرِ چرخ و تو با خود      گرفتہ راست سر پنجاہ در سر اے سینج  
 چنان بہ لذت نقشی، کہ گر شود ممکن      بحرِ صحنِ ششم در فزلے اندر پنج  
 خوے چکاں کہ شود خونت آب در وہ دیں      نہ آں خوے کہ چکد از رخت کز غم و غنج  
 ببارغ گل زخوے باغبان دمدن ز آب      گماں مبر تو کبے رنج بردمدن از پنج

اگرچہ ناخوشست آید نصیحتِ خسرو

شفاست آں تہ از تلخی ہلیلہ مرنج

۳۷۸

بروئے ز جام دما دم جوے دیگر پیچ      بجز صراحی و مطربِ خواہ تو ہم پیچ  
 مجوے پیچ کہ دنیا طفیلِ بہت اوست      کہ پیشِ بہت اوست ملکِ عالم پیچ  
 غمست حاصلم از عمر و من بدیں شادم      کہ گرچہ بہت غم نیست از غم غم نیست  
 دلم ز عشق تو شد درہ اسے و آں ہم خوں      تنم ز مہر تو شد سایہ لے و آں ہم پیچ  
 تنم چو موئے پُر از تاب و پیچ و درمے خم      دلِ میان تو یک مودا و اندر آں خم پیچ  
 از آں دولے دلِ خستہ در جہاں تنگست      کہ نیستش بجز از بستہ تو مرہم پیچ

دم از جہاں چیزنی ہمدے طلب خسرو

بحکم لں کہ جہاں یک دم ست و آں دم پیچ

۳۷۹

زمن در ہجرا و ہر دم فغان زار می آید      خوش آں چشمے کہ آں ہر دم بر آں رخساری آید (غ)  
 سبازے سوئے من آمد بشوخی دل ز من بستہ      بدو گفتم چہ خواہی کرد؟ گفتا "کار می آید"  
 چو رفتم بدو رخسارِ بسیار گفت کایں مکیں      گرفتار است گوئی کایں طرف بسیار می آید

گرا ز نادیدنش روز بے بریمیت دستوارے  
نشستی در دل و گوی کدل درین نہاں کردی  
وے زوشنخواہم دید آں دشواری آید  
نہی دانی کہ آخر بردلم این بار می آید  
کہ خواہد بود یارب کایں فغان زار می آید  
نگہ دار تو انی کاینک آں عیاری آید  
کہ برین ہرچہ می آید از آں رفتار می آید  
کہ کل چیدست بر کف کردہ از گلزار می آید  
کہ این صوفی مگر از خانہ خسار می آید  
گو بایے کہ در بند تو بیزائے شندی خسرو

کے آساں ز جانِ خوشتن بیزار می آید

۳۸۰  
شمار عشقت دلم خون و جگر افکار جہاں بر باد  
مر اگر بود رونے طاقت و صبر بے بش از دل  
کجا یارب مرا این چشمِ خویش بر رخت افتاد  
اگر میداشتم دانائی و عقلے برفت از یاد  
کجاں معورہ کش و قتی تو میدیدی نہ اند آباد  
کے خون خوردنم داند کہ بنید گریہ فرہاد  
نخواہم داد جہاں بر باد ازین غم ہرچہ باد آباد  
بمیس فریاد و مظلومے کہ از دستِ غمت فریاد  
بجلس بادہ گردان گشت ساقی در شراب افتاد  
چو شب سلطان بیدار است، خسرو داد و خدایت

کہ فروار و ز خواہد شد کہے دات نخواہد داد

۳۸۱  
ندانم تا چہ باد است این کہ از گلزار می آید  
بیا ساقی و پیش از مردنم دہ، کجاں رتن  
کہ از او بے خوش گیسوے آں دل زار می آید  
بہ استقبال خواہد شد کہ بویے یار می آید

مگر بیدار شد بختم کس لے کر خوابم      نبود امید پیش دیدہ بیداری آید  
 زیادہ خون ہائے خویش می نوشتم کہ باز از منے      مراد سینه غم ہائے کہن در کاری آید  
 بلاگر ہوسرم آید بیامین زان ہی ترسم      بلا این ست کو اندر دلم بیاری آید  
 چو تو بادگیرانے مردن آسان شد مرا زیرا      بجان دیگرانم زسیتن دشواری آید

بیاد پائیت از مرگ کاں ہی رو بدرہمت خسرو

ندارد آگہی از دیدہ خود بر خاری آید

۳۸۲  
 نگارم در گلستان رفت خادم پیش می آید      ز خادایم کنوں بر من ہلاک نیش می آید  
 رقیبش جہربانی کشت مارا دشمن جان شد      دلم را لے ہوسر بنگر چہ محنت پیش می آید  
 بلا و محنت ہجران چہ حالتیں کہ پیوستہ      نصیب جان مجروح می رویش می آید  
 ز بیگانہ نمی نام مرا معلوم شد لے مر      کہ غم ہائے جہاں یکسر مرا از خویش می آید

منال از جور و محنتا خموش دوم وزن خسرو

کہ بہرے صبر در عالم مصیبت پیش می آید

۳۸۳  
 صبا می جنبد و آن مست مارا خواب می آید      کہ لازم ہائے سر دمن جہاں بیتاب می آید  
 از آن متاب جہاں فروز کاں شب بود مہمانم      جہاں تیرہ ست بر من چون شب متاب می آید  
 من این جازاری سوزم بتاریکی و تنہائی      وہ لے ہمایہ غافل ترا چون خواب می آید  
 غم علی الجرا نجان ست شستن می نفرماید      نہ بیہودہ ست کا نہ ختم مجنوں خواب می آید  
 گر می نام نگیرے محاسب چوں می پرستم من      کہ زین امان تر بے تراب ناب می آید  
 نہ بینی دامن لے زاہد، نگونی تنخم لے واعظ      کہ آن دردی کشدیرینہ در محراب می آید  
 خرامیدن نگہ کن آن بہشتے را کہ پنداری      ز جے انگلیں سیلے ست کہ جلاب می آید  
 فرو پوشید جہاں را کہ آن بے مری بیند      نگہارید و دلہارا کہ آن قلاب می آید



ہمنازا است و شوخی و کرشمہ خسر و ادل نہ  
کہ بہر کشتن بایں ہمہ اسباب می آید

۳۸۴

زماں می رود ایام شادی پیش می آید  
صبا می جنبد و بازم پریشاں می کند از سر  
رسید ایام گل آں شوخ خواهد رفت در بستان  
بر دیوانگی را مرده دہ لے سنگ بدنامی  
چہ غم میداردت بنجرام خوش خوش جان من چند  
بجان زن تیر نہ بردیدہ تا این یک دم باقی  
ککش بالے کہ میخواہد برلے تیر بار انت  
و  
زبا صبح مارا بولے آں بد کیش می آید  
دل بد بخت اگر وقتے بحال خوش می آید  
ازاں رونے کی ترسیدم اینک پیش می آید  
کہ باز آں فتنہ بہر عقل و راندیش می آید  
راکن تانک برسین ہلے ریش می آید  
کم نظارے تا از کد میں کیش می آید  
در آں حضرت کجایا دلی درویش می آید  
نیامم برد نام لب بد ز مے غم زہن گر گ  
کہ خسر و نہ زہر فروش بہر نیش می آید

۳۸۵

مگر غنچہ زہوئے یا رمن شرمہ می آید  
نگار من کہ دی گیسو کشان فتنہ ست بہتا  
مبارک دے جانان دید خواہم عاقبت رونے  
من امروز اظہار عشق خواہم کہ خود دیدم  
بعاقل عشق نہد جہاں زمرہ کس ریز دخول  
کہ با چنداں نکور وئی نقاب افگندہ می آید  
کنار لارہ را اینک ہد متک آگندہ می آید  
چہ فال ست اینک یارب بزبان بندہ می آید  
کہ بنیاد دل پر خون من برگندہ می آید  
ہمہ بر یکاں بہ خواباں بردرون زندہ می آید

لے بعد ازین در نسخہ ان بیت ذیل اضافہ است

ازین خرم نہ مانند کاہ و برگے نگری لے کویدہ :::: کہ بیش ست استم ہر چند باران پیش می آید  
۲۵ غزل محذوف در نسخہ ان

الائے ابرو نور زے اگر عاشق نہ ای بر کس      مکن بے موجے گریہ کہ گل را خندہ می آید  
 نہ گوئی آخولے بلبل کہ گل باسیم نو بر نو      چرا در بزم سلطان بالباس زندہ می آید؟  
 خجستہ آفتاب در شرف سلطان جلال الدین  
 کز و ہر دم جہان را طالع فرخندہ می آید

۳۸۶

مرا باز از طریق سانی خود یا دمی آید      غم دیرینہ بازم در دل نا شاد می آید  
 از این سوی رسد ہجرش کشیدہ تیغ در کشتن      وز آن سو بختم از بہر مبارک باد می آید  
 فروخو زن نمی آرم فغان زار خود پیشش      کہ سگ چوں دزد را دریافت فریاد می آید  
 بز و آئے خواب یار من نہ ای زیرا کہ من مشب      سیر زلف پریشان کے ام یاد می آید  
 خرابم کردہ بود دور فترہ بود اولے مسلماناں      کہ باز آں یار بہر غیم بر آں بنیاد می آید  
 چنانست دوست می دارم کہ غیرت می بر جانم      ز تو بر دیگرے کہ خود ہمہ بید اد می آید  
 حکم سوزست مشغولان من افسانہ خسرو  
 کز او بوی دل شوریدہ فر باد می آید

۳۸۷

چہ شد کاں سروسیم اندام سوئے من نمی آید؟      دلم پند مردہ تار بے انداں گلشن نمی آید  
 کد این کس رو من زد کہ در رہ شہ عیاں گیرش؟      کز آن سرست جہاندا ز مرد افکن نمی آید  
 زمانہ نیست جان من گر بیاں گیر ی ہجرش      کہ جان عاشقان از جیب تادامن نمی آید  
 خیالش بے درغیم می کشد گویانہ می دانند      کہ چوں جان فتازن باز سوئے تن نمی آید  
 گوئید لے مسلماناں کہ منگردور رخ خواں      بدین معز و دراریدم کلاں از من نمی آید  
 خراماں میرود در چشم و صد خار مزہ در رہ      کہ دامن گیرش آنایک سر سوزن نمی آید

قبا پوشیدہ ہونٹ می بردچوں خواہم کشتن  
چرا یک بار بایک توئے پیرا ہن نمی آید؟  
از آنم روزن دیدہ از آن تاریک می باشد  
کہ هیچ آں آفتاب من ازین دزن نمی آید  
من و مرخو بگو تاریک نبود چوں مرادیدہ  
کہ در چشم من آں رخسارہ روشن نمی آید  
دل دیوانہ خسرو کہ در زنجیر زلفت شد  
بصد زنجیر آں دیوانہ در مسکن نمی آید

۳۸۸

بہ گل گشت چمن چوں گلستان من بروں آید  
بہ ہم را ہی آتشکِ روان من بروں آید  
فغان من بروں آید جو گیرم نام او ترسم  
کنار گرجان من ہم با فغان من بروں آید  
چو در محشر ہم آرنند خاک ہر کس از ہر جا  
مرا بس کہ سرکش نشان من بروں آید  
ضنن خواب بندی من ستایں تا سحر گوئی  
حدیث او کہ شہما از زبان من بروں آید  
مرا گویند در دل کیست آں کت میکشد چندی  
خیالت آشکارا از ننان من بروں آید  
چنانم سوخت ہجرات کہ چوں رگل فروریم  
منو از آں دود در داڑختن من بروں آید  
برو آں از دلجا ناؤ یا نزدیک خوشیم خواں  
کہ نزدیکست از دوری کہ جان من بروں آید  
ز ہر فال اگر خسرو کتاب عشق بکشاید  
ز اوّل صفحہ غم داستان من بروں آید

۳۸۹

چہ فرخ ساعتی باشد کہ یار از در دروں آید  
غ  
بہ کلزار خزاں دیدہ بہار از در دروں آید  
جوانی خاک کردم بردش رونے بگفتی  
کہ آں پیر پریشان و زگار از در دروں آید  
بہاں لے جان ایں ساعت بہاں محظہ فرورید  
کہ آں سنگین دل نا استوار از در دروں آید

لے درسخوان بیت ذیل زائد است

مرا گویند ہم با تو درد عشق زہے دولت  
کہ سطلنے ز عالم ہم غمان من بروں آید

در خود بیش از آن می بوسم و شام بدیں سودا      که روز عاقبت آن شمسوار از در دروں آید  
 نوید گشتنم داد دست و من خود کے زیر آن دم؟      کہ آن مرست من دیوانہ وارا از دروں آید  
 زمین عذرے نخواہی لے رقیب کن نا پشیاں ما  
 کہ چون من مردہ بودم تر مسارا از دروں آید

۳۹۰

مبادا که از ننگار آن خیره کش یکسر دروں آید      کہ آن رخسار گر داکو دشمرے در جنوں آید  
 مرا کشت آن سواری و پسینے دم حسرت!      بروا که گنگرے غبار اندر دروں آید  
 چه لطف است آنکه بر سر مین خاک آب جویاں!      بنیر باش غلطان دوان سرنگوں آید  
 مخدے در دنا دیده ز آب چشم فتا قاں      مبادا هیچ کس را کایں بلا از دروں آید  
 زمین پیری و پس گونی که خون بھر چه میگویی؟      نہ می دانی کہ آخر ہر کجا بُرند خوں آید  
 تو خود دانی کہ نتوان زسیت بے تو یک حیرانم      کہ ترک دوستان مہرباں از دوست چوں آید  
 کہ امیں سگ بگو دشمر و کتاب زلف تو آرد؟  
 کہ گز شیر اند راں زنجیر بندی زبوں آید

۳۹۱

سحر گاہاں کہ باد از سوسے گل عنبر فتال آید      چو گل جامہ دم کانم ز گل بوئے نشان آید  
 نگار ادیدہ در رہ ماندہ ام دیں کا از دروں آید      کہ یار بنا ز منی یاے چو تو ہر من جہاں آید

۱۵ بعد ازیں در نسخہ من سے بیت ذیل زائد دست ۵

بہر جاں زشت جانم وہ کہ آساں چوں دوازدل      کہے کہ بعد چندیں انتظار از دروں آید  
 غم عشق آمد دست و رفت جانم می دہد بیرون      هنوزم نیست غم کہ غم آسا از دروں آید  
 دلا بیہودہ می سوزی پیر ما خلیا چندیں      کہ داداں بخت خسرو را کہ یا از دروں آید  
 ۱۶ و ۱۷ ہر دو غزل محذوف ورنہ۔

صد کن از دم سر و گردن قلاں، مباداں دم  
 کز اینساں، تند باجے ہر چہاں سر و پاں آید  
 عنت ہر شب سہ گشتہم واں گناہاں یا ہم  
 کز از ہر شقاوت را خیالت در میاں آید  
 بدینساں چون یہ عاشق کز از ہر خراش آں  
 زباں خنجر شود در دل چہ نامت ہر زباں آید  
 نکش چندین مسلمان را کہ جانے ماندہ دقالب  
 ناں مرغ ست جاں کو باز سوئے آشیان آید  
 بر رسم بندگی بپذیر خسرو را چہ کم گردد؟  
 بر سلب بندگان ت گر غلامے رایگاں آید

۳۹۲

مرا ہر شب ز فدیہ خون دل غلطاں فرود آید  
 دل و عقل آں گے عشق ایں کجا باشد و آخر؟  
 سحر گزشتک دیدی ز آہ من لے مرغ بتاں با  
 عشاں گیری نکرداں ہو فایکہ مراد روزے  
 گئے جولان اور در جاں گے میدان اور در دل  
 نئی یا ہم چو خار پاش باجے بانتمش در رہ  
 نیک باز دہر سوکان جگر گوشہ رود واں گے  
 چہ پنداری؟ شراب عاشقی آساں فرود آید  
 کہ مرغ کعبہ در تہاں ویراں فرود آید  
 شباں گے باش تا از جہنم من باراں فرود آید  
 کہ در دہانہ بیچارگاں ہماں فرود آید  
 غلام آں سوارم من کہ اندر جاں فرود آید  
 مگر بر فرق من گر خے از آں جولاں فرود آید  
 ہمہ بر جہاں سوزاں دل بریاں فرود آید  
 بدینساں کز بلندی، گفت خسرو رفت برگردوں  
 چہ باشد یک سخن گردد دل جاناں فرود آید

۳۹۳

کہ می آید چنین یارب، مگر مرہ ہر زمیں آمد؟  
 کہ میر اند جہینت را کہ میداں عنبر آگس شد؟  
 چہ گرد است اینکہ می خیزد کہ با جاں ہم نشین آید  
 کہ امیں باد می جبند کہ بوئے یا سمنیں آمد

لے غزل محذوف درن ۵۵ بیت محذوف ست در نسخہ و بجایش بیت ذیل ست ۵۵  
 بیامد پیش از میں یک اور جاں تسلیم ادا کردم ۵۵ کون تسلیم شوئے جاں کہ باز آں ناز نہیں آمد

چنان نقاشِ حبیبِ حیاں باندازِ بچش زلفش  
کتار یکی بہ پیش دیدہ نقاشِ حبیب آمد  
صبورِ رادلم در خاک می جوید، نمی یابد  
غبارِ کیست این یارب کہ در جانِ خمزی آمد  
نہ چندیں آبِ حیم آخر بر آں آئینہ زنگاری  
بر آئے سبزہ رنگیں کہ باراں بر زمیں آمد  
بتی و آفتِ تقویٰ و دین، آخر نمیدانی ؟  
کہ در شہرِ مسلمانان نباید این چنین آمد  
خیالش باز گردا، گرد دل میگردد دم مشب  
الائے دوستانِ یاری، کہ دشمن در کمین آمد  
ز بہر چاک دامانی چہ جائے طعن بر خسرو  
کہ اورایتیغ در دست و سر اند راستیں آمد

غ

۳۹۴

پس از ماہیم دوش از وعدہ دیدار خواب آمد  
گئے برخاستم کاندہ سر من آفتاب آمد  
پس از بیداری بسیار دیدم، لیک نے سیرش  
کز اولِ دیدنش ہم راحتم افزود و خواب آمد  
ز شادی گریہ گویند و بچشم خویش می دیدم  
کہ دیدم پئے آں خورشید و اندر دیدہ آب آمد  
رواں شد مردم دیدہ کہ بوسہ شدم شبِ دیدنش  
کہ اس ماہِ سرخِ اسیر در عینِ شتاب آمد  
نہ گرد است این کہ هست آں گرد دولت گردِ خورش  
کہ زیرِ رایتِ منصور چوں خاں کامیاب آمد

غ

۳۹۵

نہ از نقاشِ حبیبِ ہرگز چنین صورتگری آمد  
نہ این ناز و کفر شہزبانِ آذری آمد

لے بیت محذوف درن و بجایش بیت ذیل اضافہ است ۵  
ز چندیں آبِ حیم آخر بر آں آئینہ زنگاری ۶  
بر آئے سبزہ رنگیں کہ باراں بر زمیں آمد

لے درن ابیات ذیل اضافہ است ۵

بخش پذیرمہ دیدم پر شمش از گریش می گرد  
لبش خاموش بود و گو نہ رُخ در جواب آمد  
ہمش راسخ کہ داز نازکی ہمتاب در شہما  
اگر چہ آفتاب من میان ما ہمتاب آمد

مکن ناز و کُش را مسلمانی ست ایں آخر؟  
 چو بیہوش خیالم دید شب می گفت ہمایہ  
 اگر عاشق شد مہ جاناں چہ کردم کافری تآمد  
 کہ امشب باز آن دیوانہ مارا پرسی آمد  
 چہ نت کامروز آب چشم من بے خواست می آید  
 دگر گوی می شود این دل مگر آن لشکری تآمد  
 ز خواب داغ ہمارم بر این دل دایہ مسکینی  
 کہ بایں دشمنان دستوریش داری آمد  
 غلام عشق تو خسرو بزرگ تیغ گردن نہ  
 حدیث عقل را مشنوک کارش سرسری آمد

۳۹۶

چہ پنداری کم از عاشقی دیوانہ خواہم شد؟  
 رسید آن آدمی رو باز و آمد در نظر دانم  
 ز بس بیباست لای عشق بازی خود پرستان  
 ز سوائی اگر چہ در جہاں افسانہ خواہم شد  
 لکے پیش قیباں ہم نگریہ خواہم کرد  
 بیلے دیگران مروز من در خانہ خواہم شد  
 نگارامت بگدشتی بکوی زاہداں رونے  
 مگر لعل لببت ہر چوے در شیشہ جا آرم  
 لکے در راہ مرغان خبرش دانہ خواہم شد  
 چو آتش نمی ذریں پسند روئے تو کردم  
 بروں شد صوفی از مسجد کہ در میخانہ خواہم شد  
 الالے باد شکیہ ی بہ کلبرگ بنا گوشش  
 مگر جہد تر ت گیرم چو دُر شانہ خواہم شد  
 چو شمع جاں شدی گرد سرت پرانہ خواہم شد  
 عجب باں زلف زنجیرش کمں دیوانہ خواہم شد  
 مرا نہ راستین و تیغ در دست مست خمر و را  
 گرا کنوں بر سر کویت ردم دیوانہ خواہم شد

۳۹۷

ہر پیراں سر بہ کوی عاشقی زندانہ خواہم شد  
 چہ پیراں سر بہ کوی عاشقی زندانہ خواہم شد  
 بود ای پری روئے ز سر دیوانہ خواہم شد  
 بشہر و کوبہ بدنامی دگر افسانہ خواہم شد

بروناصح چہ ترسانی مرا از طعنہ مردم  
 بخاک پائے او بیاں بہستم باسگ کوش  
 صلاح از من چہ می جوئی کہ در میانہ خواہم شد  
 روگردان بیاں از این بیاں نخواہم شد  
 بہ دامن زلفش افکنم ز دست خال خط او  
 چو من مرغی چہ دستم کہ صید دانہ خواہم شد  
 بہ شترامرو ز آں دلبر چو شد شہرہ بہ دجوئی  
 بہ عشقش دادہ دین دل کنونستانہ خواہم شد  
 بہ رسوائی و قلاشی چو خسرو آشنا گشتم  
 ز عقل و مصلحت آخر بہ کل بیگانہ خواہم شد

۳۹۸

من از جور و جفائے دلبران دلیوانہ خواہم شد  
 ز بس کافسانہ خود باد و دیوانہ می گویم  
 ز خویش و آشنا از دست دل بیگانہ خواہم شد  
 بہ رسوائی میان مردماں افسانہ خواہم شد  
 چو دیدم خال و خط آں پری زور باد دل گفتم  
 ملامت گو بہ رسوائی مترساں ہوشیاراں را  
 کہ من بے پاؤ سرور کوئے اومستانہ خواہم شد  
 بدل گفتم "چرائی بیوفای" گفتا: "برو خسرو"  
 گذار از من کہ من در خدمت جانانہ خواہم شد

۳۹۹

مرو زینساں کہ ہر سو جامہ جاں چاک اہد شد  
 خدا را زونہ پری و مرا سوزے بجائے او  
 جہانے در سراں غزو بے باک خواہد شد  
 کہ کشتہ عالی زان ز گس بے باک خواہد شد  
 تو مہزن غمہ تا من میخورم خوش خوشسان تو  
 چہ غم دارد تر اگر سینہ من چاک خواہد شد  
 ز بے شادی کہ او آید، بیند حال من، لیکن  
 من این شادی نہ میخواہم کہ و غمناک خواہد شد  
 بسوزم خویشتن از جور بخت بد، وے ترسم  
 کہ آتش سوختہ از سنگ این خاناک خواہد شد  
 میں نیں سو کہ جانم از خیال مہرہ سچہ شمت  
 چو کجنگ گروہر کردہ در تاباک خواہد شد



خیال خطا تو ہمراہ جانم باشد آنروزے کہ نام من ز لوح زندگانی خاک خواندند  
 از آن لب تلخ میگوئی مترس از خند و خسر و  
 کہ ہر زہرے کمی آید بر آن تر پاک خواهند شد

۴۰۰  
 شے لے ماد سوائے اس رخ گلگون نخواہی شد  
 مرا بایے بر آمد جہاں ز بیداری و تنہائی  
 رسید آن ناز نعل نیک لالے صبر تر سادل  
 من امشب فرستے دارم کہ سرش بنگم، لیکن  
 بلائے جہاں ست آن زنجیر عدلے عاشق مسکین  
 نگار از آپ چشم من دلت کشتہ ست میدانم  
 دل و دیں بہیدہ بر پے زلفت می کنم ضائع  
 از آن خویش خسر و راتو کا فرجوں نہ خواہی شد

۴۰۱  
 سخن می گفتم از بہاںش در کامم زباں گم شد  
 دل گم گشتہ را در ہر خم زلفش ہی جستم  
 نہ اندا اہل طاعت دست پلے زہد را لیکن  
 چہ بجائے طعنہ گرد خانہ نارم یا در کوئے  
 من اندر عشق خواہم مگر کج جہاں می برد کس؟  
 در مقصود ہر عشاق مسکین باز کے گرد دہ  
 قدم تلکے دریغ آخر کنوں از حال مسکینان  
 گرفتہ ناگہاں نامش، حد نیم در دہاں گم شد  
 کہ ناگہ چشم بد خویش سے جہاں فت جہاں گم شد  
 چو دیدند آن کرشمہ دست پلے ہنگناں گم شد  
 کہ در ہر ذرہ در کوشش ہزاراں جہاں گم شد  
 از آن ادی کہ در پی صد ہزاراں گم شد  
 چو در خاک در خواں کلیہ بخت شاں گم شد  
 کہ عاشق خاک گشت جانش اندک کس گم شد

مرا گویند بگو یاں جہاں خور غم مخور چند ہیں  
جو خسرو گم شد اندر خود، حساب کس جہاں گم شد

۴۰۲

زعارض طرہ بالا کن کہ کا رخلق در ہم شد  
فگندی برق از روئے دزدی قویاں بشددیدہ  
دل می خواستی پارہ عفاک آتش چنان دیدی  
کہ داند خاک من دور از سر کویت کجا افتد ؟  
ترا دادم دل و تن خال را و جہاں دوختت  
گر میاں گیری لے ز اہدچہ فرمائی رقیباں را  
بروہ افتاد چون نا محرماں از پردہ دل حال  
عنانش گیر و مگذارے رقیب از خانہ بیرونش  
علم برکش، کہ بزوبانت سلطانی مسلم شد  
گذشتی بر سر بازار و حین یوسفان گم شد  
مرا می خواستی رسوا بجا شد کہ آں ہم شد  
خوش آں سرا کہ در راہ تو خاک فعل دہم شد  
من و شقت کنوں کر سوئے خوشیم سینہ بے غم شد  
کز او در عہد حسنش دہن صحبت فرا ہم شد  
از آں کہ کاندیں پردہ خیال دہم محرم شد  
کہ از دہلے سرود عاشقان در تاب در ہم شد

زبان گزیتہ فرما دگر دہند گویاں را  
چہ غم چوں در دل خسرو بنائے دوست محکم شد

۴۰۳

کسے را کہ آئیں جنیں زلف و بنا گوئیں چنان باشد  
بلایے کشت حسرت بر زمین و بھجو تو ما ہے  
مرا چوں ہر دمے سالے ست اندر حسرت رویش  
بے خواہم میانہ را بکیرم، وہ ہی ترسم  
چو از غم پارہ شد جانہا کن از لب علت  
بر بوسے می فروغم جہاں، بشرط آں کہ اندرے  
اگر در دیدہ و دل جلے دار دجلے آں باشد  
اگر بر آسماں باشد بلایے آسماں باشد  
در این حسرت اگر صد سالہ گردم یک زمان باشد  
کہ تنگ آئی زمین بے آں کہ چیزے در میان باشد  
بدندان بر کم چہ کلاں پیوند جہاں باشد  
اگر جز مہر خود بینی مرا جہاں را یگاناں باشد

جواہر ہندی از تن بہر بند زلفت شد      بہر بندم دل بجائے گرانہیں بندم اماں باشد  
دل خود را بزلفِ چوں خودی بر بند تادانی      کہ جانِ چوں منی اندر دلِ شبِ چساں باشد  
دروغم ز آتش اندیشہ بند از بند می سوزد  
عفا! اللہ کو کس رات پ اندر استخوان باشد

۴۰۴

ترا زو جہ دل بردن در لے حسن آں باشد      کہ دیگر خوب رویاں را نہ دانم آں چناں باشد  
لبانت آں چناں بوسم کہ جانم بر لبان آید      کنار ت آں زماں گیرم کہ عمرم در میان باشد  
تو خود کے بر سرم آئی و ایں دولت دہد و تم      نثار خاک یایت را کینہ تجھ جساں باشد  
ہیفتاں جرعلے ساقی کہ آئی بر سرم رونے      کہ شمتتِ قابلم خاکِ سر کوئے مغاں باشد  
خمال قد و رویش را درون دیدہ جا کر دم      کہ جلے سر و دگل آں بہ کہ در آپاں باشد  
ز حالِ زارِ بیمار ان وزلفِ شام شب گیرش  
کے داند کہ چوں خسرو ضعیف و ناتواں باشد

۴۰۵

مرات آشنائی باستانِ دلربا باشد      مہال ست ایں کہ جانم با صبری آشنا باشد  
نہ پنداری نہ ہر شہنشاہ دیدہ ست ایں دیدہ      حقش بگذارم ارکیشب ترا در زیر پا باشد  
صبا گو بیت آرد تا زید بچارہ مسکینے ،      کہ اور از زندگی زیں گو نہ بر باد ہوا باشد  
ز ہجرش بس کہ در خود گم شدم آگاہیم نبود      کہ ہر شب من کجاؤ و کجاؤ دل کجا باشد  
گرفتاری من در گیسوئے جاناں کے داند  
کہ در دامِ بللے بچو خسرو مبتلا باشد

لے غزل در نسخہٴ ن محذوف است      ۱۵ بعدہ درن بیت ذیل اضافہ است ۱۶  
نہ خواہد مردہ کس خود ماوے من نہیں خواہم زیرا      ۱۷ زبانِ خویش در انجم کہ پہلویت چرا باشد

۴۰۶

مبارک بادے کاں جمال اندر نظر باشد  
گرت بیند کسے کز زندگی دل خبر دارد  
نظر از دور در جاناں بدان ماند کہ کا فر را  
ندانم چون شود عالم کمی میرم ز نادیدن  
مکن عیب از پے تردمنی، شاہد پرستے را  
مرا گھٹی "بدست خود عقوبت ہاکنم با تو"  
نہ من آئم کہ برگیرم سر از خاکِ درت ہرگز

نحستہ طالعی کاں ماہ را بر ما گذر باشد  
عجب نہو اگر تا زندہ باشد بے خبر باشد  
بہشت از دور نہایند، کاں سوز دگر باشد  
وگرو قیش بہیم اُس خود از مردن ہتر باشد  
کہ از خونا بہ سرتاپائے ادموارہ تر باشد  
کہ کشتن را صنیم، گر خون بہا یم ایں قدر باشد  
مگر وقتے کہ زیر خاک ختم زیر سر باشد

گوئے پندگو، اندوہ بہودہ مخور چندیں  
چہ خار از پاکشی آں را کہ پیکاں دجگر باشد

۴۰۷

سخن در پردہ می گوئی زباں دانی نہیں باشد  
اگر فرماں دہی بر من طریقِ بندگی دارم  
مرا کشتی بہ تیغِ غم، نہ می گویم "پشیمان شو"  
سلیمان دولتی، از رخ چرا خطمی کشتی بر من؟  
زہر موبتہ ای زنا و می گوئی مسلمانم  
دلم از غمرہ می جوئی فسونِ خوانی ہمیں باشد  
جو می دانی طریقِ بندہ فرمانی ہمیں باشد  
سرے زافسون در جنبانِ پشیمانی ہمیں باشد  
بہ موراں می دہی خاتمِ سلیمانی ہمیں باشد  
بگوئید لے مسلمانانِ مسلمانی ہمیں باشد

درِ خواباں زدی خسرو ہی دامن سزا دیدی  
سزلے آں چناں کارے نہ می دانی ہمیں باشد

۴۰۸

خونتم کردی بہ دشنامی توقع پیش می باشد  
بہی آں کہ در ذکر ت زبانش می باشد

بہ بازی گوئیم کہ کہ سویم باز کن چشمتے      کہے را ایں یگو کش دیدہ وقتے پیش می باشد  
 نہ دامن تاجہاں بیرون وی ازہاں متناقاں؟      کہ ہر چہ پیش می بینم متنا پیش می باشد  
 کہ از لب شربتہ نہ دی کشتن ہم نمی ارزم      جہاد کار بات آخر جین فروش می باشد  
 برواے جان ناخشنود کا یہنا نیست جانوں      کہ بخود پادشاہی دہل درویش می باشد  
 برہمن را بت اندر خانہ باشد من ہر زویم      کہ بت پوشیدہ درہان من بدکش می باشد  
 کجا آئست بخت دارد کار زویش در کنار آید      گدلے کو شے تا روز کیخ اندیش می باشد

ز غیرت سو ختم لے جاں مرن بر دیگران غمزہ  
 کہ خسرو را ہمیشہ در جگر ایں ریش می باشد

۳۰۹  
 ہر چشم تا خیال لعل آں قصاب می گردد      و مادام دُر آشک من بخون ناب می گردد  
 و مادام سجدہ می آرم من بیدل ہر ساعت      خیال طاق ابروے توام محراب می گردد  
 ہی گرد خیال رویت اندر خانہ ہر چشم      مثال ماہیے کا ندر میان آب می گردد  
 سر زلفت سرش بر باد خواہد داد می دامن      کہ رسوا می شود در دے کہ در عتاب می گردد  
 تو سلطان وار بنشین و مترس از خسرو چون من  
 کہ او از گریہ دریائے مانایاب می گردد

۳۱۰  
 ہنوز تاز گرجہم خواب آلود می گردد      ہنوز از تو شکیب عاشقاں نابود می گردد  
 بہ صد جاں بندہ ام آں غمزہ را با آں کہ می آئم      کہ مرگم گرد آں پیکان نہ ہر کدو می گردد

لے تا سہ ہر سہ بیت درن مخدوف ست و بجائیت بیت ذیل ست  
 مرا گویند "بر جہاد دل تا کئے پریشانی؟" :: کجا ایں دل کمی دارم بجائے خویش می باشد  
 سہ و سہ ہر دو غزل مخدوف درن

چہ پری حال شہلے کے کس چوں تو غم خواہے  
ہم شب از درون جان غم فرسودمی گردد  
جگر می سوزد مہمانا مشونا خوش زبے من  
اگر در گرد دامن تو بوی عود می گردد  
تو معذوری اگر در روی خسرو چشم نکشائی  
چنین کز آہ او ہر دم جہاں پُرودمی گردد

غ

۴۱۱

ہم شب در دلم آں کا فزون خوار می گردد  
سرم را خاک خواہی دیدن اندر کوئے اور وئے  
مشورہ بچہ تیرا فلک رن لے ترک کہاں ابرو  
نہ بندارم کہ ہرگز چوں گل رویت بدست آرد  
چرا صد جانگر دغ و غم دل بارہ ہجوں گل  
تو بارے باد مے دل کہ آنجا مدخلے داری  
ایہ عشق را معذور دار لے پند گو بگذر  
شہر افغان بزم در خرابیہا فتم اکنوں  
چہ غم اورا کہ در ہر شہر رسوا می شود، خسرو  
بہیں تاجند سگ چوں او بہر بازاری گردد

۴۱۲

کے کش چوں توئی در دل ہم شب تا سحر گردد  
کہ گوید حال من پیشیت کجا یا آہ و سلطان  
بیابان گیرم از غم ہر دم و مہمانی زباغ  
خیالت گردد در آب آید کند آب حیات آں  
تعالی اللہ جلونہ خوش اندر چشم تر گردد  
ز سر گشتہ گد لے کو بہ خوار می در بدر گردد؟  
کہ از خون ہائے چشم روئے صحرای پر جگر گردد  
بدان گو نہ کہ ہم دروئے خیالت جان و گرد

گل رویت نزارم کرد زان گوشت کہ این تن را  
اگر آسب بوی گل رسد زیر و زیر گردد  
اگر نازم بوس، آخونکاپے سوئے میکنے  
نظر بازی رہا کن تا مقابل باز گردد؟  
سیر روزے چو من کے روشنی میں جین کائیک  
بشم تاریخ وازد و دلم تاریخ تر گردد  
سرت گردن خستہ و بر سر کوئے تو سر گرداں  
بدین حیات مگر با عاشقان سرسبر گردد

۴۱۳

سہم ہفتیں کا بجا ہے برج رواں گردد  
چہ شکل است آں مذہب کشتن خلقے بنامی زد  
ز حسن خود چہ در سری کنی بادے دخت گل  
کہ گرد آرد ز شادی جان گھر را د آں عشت  
نیاید کوہ جور از دے گران لیک این گران جورے  
گوئے کردیدم گوی کہ رسوا می کنی مارا  
رختے سویم نہ و در مانگاہ حیرتے افکن  
وصال اہل ہوس جویند خستہ و راس این دست  
بہر برج خیلے دہ کہ خورشید رواں گردد  
گازد ز دیدہ بناید کہ از شوخی نہاں گردد  
نہال نیم خیزش باش تا سرور رواں گردد  
کہ جہاں گرد خیال او خیالش گرجاں گردد  
کہ در پیش نیارد دم زدن کس دل گراں گردد  
چہ بندم حیلہ چوں بے خواست چشم من رواں گردد  
از آں پیشیم کہ زیر خاک مرہ رایگان گردد  
کہ او در کوئے او بدنام و خلقے بدگماں گردد

کجا گردد بکام من فلک کاں مر رسد زین سو  
وگر گردو ہم از فرمان شاہ کامراں گردد

۴۱۴

دلم را گاہ آں آمد کہ کام از عیش برگیرد  
ملاست می کند مارا خرد در عشق و زیدین  
بعباری کسے آرد شبے معشوق خود در بر  
ز دست ساقی دوران چو گردوں جام ندگیرد  
دل عاشق کجا قول خرد را معتبر گیرد؟  
کہ جہاں برکت مند تار و ز ترک خواب خورد گیرد

ز راز خلوت ماسخ چون روشن کند مرئی      بگو پروانه تا خادم زبان شمع بر گیرد  
اگر نگر کشد سلطان به ویلانی، چه غم باشد      گدائے راکھد کشور به یک آہ سحر گیرد  
گرازدست غمت خسرو شود فانی نہ دارد غم  
به پایت گرد دہ جاں را حیات نوز سر گیرد

۴۱۵

بندست آن کہ زلف اندر بنا گوشت علم گیرد      مفرط عارض چوں سیم را کہ خط حشم گیرد  
چو بزہ خویش را خط تو خواند جلے آن دارد      کہ گل از خندہ بر خاک افتد و غنچہ شکم گیرد  
پس از ما ہیست می بینم، مہ من کج مکن ابرو      گرہ مفلک بہ پیشانی کہ مہ در غرہ کم گیرد  
دلہ سوئے دہانت می رود چوں در قومی بینم      مگر می خواہد از نیم ننا راہ عدم گیرد  
خیالت بیشتر می بینم اندر دیدہ ہر دم      اگر چہ روئے در آئینہ نماید چو دم گیرد  
ستم در عہد تو زان گوئہ خویش شد کہ ہر غمت      اجل بہر شفاعت آید و دست ستم گیرد  
مرا بر تخت وصلت ناخن مائی نگردد تر      اگر اطراف عالم بر بہر سیلاب غم گیرد

حدیث دیدہ و دل چوں نویسہ سوئے تو خسرو  
کہ کاغذ تر نشود از گریہ، آتش در قلم گردد

غ

۴۱۶

خونم کاپ دو چشم من ہمہ روئے زمین گیرد      مباد اگر دغیرہ دامن آن نازنیں گیرد  
از آن افسانہ ہائے خوش کردل می گوید از عشق      من بد بخت لا ترسم کہ روز واپس گیرد  
چو بر مانی بخونم آستیں، جانا کہ من بارے      ز خون خویش بیزارم ترا گماستیں گیرد  
نشاندی فتنہ را در گوشہ چشم ہن گمت گفتم      "کہ عالم کفر و گمراہی از آن گوشہ نشیں گیرد"  
چہ باشد حال من جلے کہ ہمایہ شود بہش      چو آنی مست خانہ بویے و ردو یا سیمیں گیرد



چو در تاباک جانم دید شب گفتا ملکن مسکین چہ شیریں جان کند چو پاش اندر انگلیس گیرد  
 میا در پیش چہ نیم کس سپند روئے تو خسرو  
 رواداری کہ آتش در من اندوگس گیرد

۴۱۷

سوار چابک من باز عزم لشکری دارد  
 من اندر خاک میدانش لگد کو پستم گشتم  
 بہ ہر شکلی کہی آید ز من جان می برد بائے  
 مسلمانان نگہدارید بیچار دل خود را  
 ندارم آن چنان بجھے کہ خواندہ بندہ خوشیم  
 قوی دیوانہ اش جانا کہ داری سایہ کیسو  
 مثل گر یک سخن با من بگوید عاقبت آن را  
 مرا چون می کشی جانا شفاعت می کند جانم  
 دل من پار برد، سال با جان داری دارد  
 ہنوز آن تہسوار من میر جو لای گری دارد  
 کہ می گوید کہ این شیوہ ز بہر دلبری دارد  
 کہ تیر انداز من مست است و کین کا فری دارد  
 غلام دولت آم کہ با او چا کری دارد  
 دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیب پری دارد  
 نیا دہر زبان و سر زش چون بر پری دارد  
 نہ میگوید مکش، اما سخن در لاغری دارد  
 بہ بدنامی بر آمد نام خسرو از پے دیدہ  
 نہ یک تردہ منی دارد کہ صد دامن تری دارد

۴۱۸

میر روزہ رسید و آفتابم روزہ می دارد  
 نہ دندان روزہ را رخنے کند بس از لب شیریں  
 دہانش را کہ بے مشک می آید گیر روزہ  
 بہ شب ہم فرض شد بر عاشقان کوئے اور روزہ  
 نگار روزہ لے چندم تھا شد در رہ ہجرت  
 چہ سودا روزہ کہ ز گرمی جہانے را بیازارد؟  
 لبالب رخنے ہائے روزہ زان شکر بار دارد  
 از آن خطاست کہ زیر این لب مشک می گارد  
 کہ ہر کاک بویے چون مدید شب از روز پیدا دارد  
 میوشتاں بویے تا جانم تھاے روزہ نگہ دارد

ہلائے گشتم از روزہ کمند زلف را بفکن      کتا خورشید بر بند از آں بالا فردا کرد  
 مرا صوم وصال از تو و کافر کند خلقم      کتا بر دیت نمازے در دو محرابم روا دارد  
 بر روزہ مؤمنان رغبت کنند حلوا بشیرینی  
 بہ کویت زان رسد خسر و کراں جا شہدی بارد

۴۱۹

اگر آں شجادوے خون خوارہ نرکس ز فسون کرد      بسا آلودہ را کس دست بختابی زبوں آورد  
 مرا بالے بر آند جان از این جان درون ماندہ      کسے باشد کہ دل بشکا ذوا و را بروں آورد  
 گلہ از باد می کردم کہ ناز و زو بجز گردے      بدیدہ آرزو مندم کہ آں دولت کنوں آورد  
 ز بس دلماکہ مانند او بختہ در زلف مشکینش      گیسے زو بے مشک آرد صبا، گے بے خون آورد  
 مرا گویند سودا و جنوں آرد در رخ نیکو      بجاں در مانند ام، لے کاش سودا و جنوں آورد  
 ز بہر آرزو من را عیاں دیدم سزد آں دم      مبادا بچ بختن را دل اندر آرزوں آورد  
 نمودی سیرم کشتی دے از تشنگی مردہ      بہ یک بار آں چناں بد شربتہ را تاب چوں آورد  
 بجائے جوئے شیر از جیم خسر و جے خون آید  
 جو فرماد از خانہ رو کوہ بے ستوں آورد

غ

۴۲۰

میا غمرہ زناں بیرون کہ ہوئے در جہاں افتد      دے بے خانان را آتش اندر خانان افتد  
 اگر من از سجود آستان کشتنی گشتم      ہم آں بختن کتا تابا بے سرم بر آستان افتد  
 پس از مردن بزاغاں دہ تن اندوہ پروردم      نخواہم تا سگ کوئے ترا ایں استخوان افتد  
 دلم بر خون دمی نازم بر پیش، گر چہ می دلم      کہ ز بی سیلاب روزے رختہ بر بنیاد جہاں افتد  
 ہم کس در مدینہ من کہ چوں می میرد این مسکین      مرا ایں آرزو کو را نظر بر من چساں افتد



دلے داری کہ دروے نازمودہ ست از بلا ہرگز      من ارچہ درد خود گویم ہر آں دل یاد کے ماند؟  
 خرابی ہاست بر جان من از دست خیال تو      چو سلطان تیغ کیس برداشت ملک آباد کے ماند؟  
 در آں دم کہ ز کثمتہ ناز در سر می کند شیریں      صوری درد دل شوریدہ نسر ہاد کے ماند؟  
 بہ فلانسی و رسوائی چہ جلے طعن بر خسرو  
 چو عاشق افتاد در سر عقل ابیل کے ماند؟

۳۲۳  
 ہنس گوئم ولیکن مر سخن گفتن نہ می داند      گلش گویم ولیکن گل گرسفتن نہ می داند  
 ز شب بیداری من تا سحر چشمش کجا داند؟      کہ او شب تا سحر کالے بھر خفتن نہ می داند  
 اگر گویم کہ حال من کسے آنجانہ می گوید      صبا دلم کہ می داند وے گفتن نہ می داند  
 بہاںش افتاد زلف و یافت سے بلبش لیکن      زمیں رفته ست پیوستہ سکر گفتن نہ می داند  
 ہمہ آشفگی خواہد سر زلف پر یثا نش

۳۲۴  
 چہ پوشی پردہ بر دے کہ آں پنہاں نمی ماند      دگر در پردہ می داری کسے راجاں نمی ماند  
 من درویش رسولے جہاں گشتم سجدہ اللہ      چہ شبہ عشق و درویشی بے پنہاں نمی ماند  
 گوئے دیدہ دروے من حیراں چہ ندستی؟      کہ امین دیدہ کاں در روئے ادحیراں نمی ماند؟  
 ز چشم کافور کز غمزہ لشکر می کشد ہر سو      بہفت اقلیم تن یک منزل آباداں نمی ماند  
 نہ ای باندہ چوں دل بدیں خوش می گویم      کہ پیوستہ مزاج آدمی یکساں نمی ماند  
 گرم کن در حق خسرو کہ جاویداں ہی ماند  
 جوی دانی کسے درد ہر جاویداں نمی ماند

لے غزل محذوف درن      لے درن بعدہ بیت ذیل اضافہ است

ہر یاد روئے تو چندان کہ سوئے ماہ می بینم      ہی ماند بہ تو چیزے وے چندان نہ می ماند

۴۲۵

نہے از در و خود یک چشم را بنیم نمی بیند  
 چنین که خواب او ہر شب پریشانست چندین  
 نہ می خوابد بے روئے تو بیند از جفا جانا  
 بگویش تا بہر بیز آو سر و مستاقاں  
 سخنہائے تو در دل ماند ما را یا سناست این  
 من مسکین غلام عشقہائے عقل از سرم بگذر  
 زبے سنگی بخت کور شد کارم ہنوز لے دل  
 کہ پیچی کہ خسرو نیم کشتہ گشت از چہمت

۴۲۶ زبیم جاں در آں کیسے خم در خم نمی بیند

ب  
 بُت محل نشین من مگر حالم نہ می داند  
 مجازہ در رہ و آ و یختہ دل چوں جرس باو  
 کسے کو ہم سگے دیدن زمام از دست بستاند  
 ز آب چشم من ترسم شتر در گل فرو ماند  
 زمیں را گرد بنشانی شتر جلے کہ بنشانند  
 ہم آں سوہر مگر گردے از آں رخسار بنشانند  
 دم سرد مراے باد لطفے کن، مبر ہر سو

خروش اشترا و ہست از بار گراں خسرو  
 کہ ریزد کاروان دل گرا و محمل بجنبا ند

لہ غزل مخدوف درن ۱۰ بعدہ درن بیت ذیل زائد است ۱۰

دیں دیانہ خواہم داد جاں از بر سرم ناید ۱۰  
 بگوئے سازباں بارے سرا قہ گیر داند

۴۲۷

چو جان عاشقان آں ماہ را سلطانِ خاں سازد  
جہانے پیش او خود را غلام را یگان سازد  
خرا ماں می رود آن شوخ و دروے علیٰ حیراں  
بزرگ آن صانع کز آب آں سر و رواں سازد  
برابر و خال دار داکں بت و جانم فدائے او  
در آں دم کہ بے دل طعمہ زراغ و کماں سازد  
سر آں چشم گردم چوں باز و شمشوہ و شونخی  
گئے مستی نماید گاہ خود را نا تو اں سازد  
ہزاراں را بیں چوں خاک در کوش پرالگند  
کہ آں بازندہ شطرنج ہوں یں استخوان سازد  
اماں ہرگز نباشد عاشق بیچارہ را از غم  
مگر آں کہ کہ کوئے خویش را دارالاماں سازد  
بہ بیماری غم خسرو برائے زیستن ہر دم  
نوئے خویش را از خون دل تعویذ جہاں سازد

۴۲۸

دے نبود کہ آں غمہ چہلنے خون نہ می سازد  
وے دعوئے چون شکم پر بخ کلگوں نہ می سازد  
نہ می گردد بچشم او خیاں من بہ پیرا من  
یقینم نہ کہ اجامہ دگر کلگوں نہ می سازد  
منم یک قطرہ خون دل وے این چشم آنا ہم  
دے در عشق تو نبود کہ چوں چوں نہ می سازد  
مباش از لالہ خونیں کہ لے عشاق خون فشاں  
نگر دو سرخ تا او را جگر ہا خون نہ می سازد  
خیال تیر قدش را کہ او از دل گذر دارد  
دلہم ہجوں الف ہرگز ز جہاں بیرون نہ می سازد  
مرا گفتم "بہ تو سازم وے وقتے کہ سوزی دل"  
از آں وقتے کہ دل سوزم وے انوش می سازد  
نگہ میدار چشمت را ز گریہ بردش خسرو

۴۲۹

کہ گرد یا نشود روزے بیاں در چوں نہ می سازد  
ز لے نیست کزد دست تو جان من نہ می سوزد  
کہ در میں سینہ کاں غمہ پڑ فن نہ می سوزد

لے وے ہر دو غزل مہذوف درن سہ جدہ درن بیت ذیل زائد است سہ  
مگر ترکیب فانوس مست جانا استخوان من درو می سوزم چوں شمع پیرا من نہ می سوزد

زہجرم ہر جگر داغ ز عیشم ہر نفس درہے  
 مگر چند یہ کہ ایں سوزاک ہیودہ کنش دامن  
 بد بیناں کز تپ بجاں تنم در زہم ہیرا ہن  
 ہر شب زاری سوزم بتا ریکی و تنہائی  
 چراغ من نہ می سوزد شب دہلے سر دمن  
 چو تو در باغ می آئی ہم از لطف و رخ خود دل  
 من از غم سوختم جانا، دلت بد من نہ می سوزد  
 کہ دل می سوزم جہان کے دامن نہ می سوزد  
 ہی سوزد، عجب انم کہ پیرا ہن نہ می سوزد  
 کہ با من ہیج دل سونے دین مسکن نہ می سوزد  
 چراغ خانہ ہمایہ ہم روشن نہ می سوزد  
 کہ بہشت ز آتش جھلت گل و سوسن نہ می سوزد  
 غم خسرو ہی دانی و ناداں می کنی خود را  
 مرا ایں سوخت ورنہ طعنہ دشمن نہ می سوزد

۴۳۰

ہمہستی خلق از ساغر و بیانہ می خیزد  
 خوشم با آہ گرم مشب، مدہ تشویشم لے گریہ  
 ہر شب با خیال، افسانہ ہائے درد و خود گویم  
 خیالش درد لم می گشت، پیر سیدم چہ می جوئی؟  
 من از خود سوختم از تزلزلے شمع نگر و یاں  
 بہت گرمی خورد و خنم گنگارم بہ یک بوسہ  
 مپوش آں حال را بہر خدا از دیدہ مردم  
 چہ یاری باشد ایں آخر کہ ناری رحم بہ خسرو  
 چنین کہ درد و آواغیاں ز صد میگاہ می خیزد

۴۳۱

ہوائے می رسد کہ سرگر میاں جاک خواہم زد  
 کلاہ عافیت با سرزم ہر خاک خواہم زد

بر آں گل رخ چو راہم نیست، سچے باغ خواہم شد  
 مرا ایس بس کہ برخاکم سوارہ بگذری روزے  
 بہ تلخی فراق لے پندگو، بگذار جاں بد ہم  
 بجان تو کہ جاں طاباک باشد در دم آخر  
 ز خونم گر چہ ناپاک سسٹاں، درختی ہم کا شیب  
 بیادش پیش ہر روز نگہ میاں جاگن خواہم زد  
 گذشت سسٹاں کہ من ایس نہ را تو پاک خواہم زد  
 گذشت سسٹاں کہ من ایس نہ را تو پاک خواہم زد  
 دیم ہر دو فایت ہم در آں طاباک خواہم زد  
 من آجے کدوش زیں دیدہ مناک خواہم زد  
 از ایس پیش خسر واد پلائی، زیراناند آں دل  
 کلاف ہمبر پیش آں بت چالاک خواہم زد

۴۳۲

دلست ہر محظمی گرد و کجاری و فاروید؟  
 زبس دہما کہ در کویت فروشد ہر نماں آں جا  
 دلم سنگ است و من از تو زبان کندمی خواہم  
 بنا گوش بفتہ کشن ست از نالش سبزہ  
 بے دیدم کہ گل ہلے معین روید از لبستان  
 خطے باشد بہ خون ز اقرار دل ز بندگی او  
 بود از غتہ ہلے دل ہم ہیوستہ تو بر تو  
 غلط خود می کنم در سنگ غلطاں گے گیاروید  
 ہمہ باران خون بار د، ہمہ مردم گیاروید  
 چگونہ خوشہ گندم زر وے آ سیاروید  
 کہ تا آں سبزہ در زمینا گوشش چاروید؟  
 نہ دیدم پوستلے کا ندر آں مشک خواروید  
 ہر آں سبزہ کہ برخاک دت از خون ماروید  
 گلے کز اکپ چشم ما بہ بکویت جا بجا روید  
 دلی خسر و کہ از باد حوادث دانہ غم شد  
 نہ می داند کہ دگشت وفاداری کجا روید؟

۴۳۳

مشو پنهان برون آعلیٰ راجاں بیاساید  
 مکن منعم چہ سیر نیست از دیت چہ کم گردو؟  
 زہے آسائیش جلنے کہ از جاناں بیاساید  
 اگر بے توشے از نفعت سلطان بیاساید



نگہ کن تا چلذت باشد از بنوا زیم جانا  
 مراد دے ست کا سایش نہ بدھ بیک تیر  
 کہ گر پیکان زنی برسینہ من جہاں بیاساید  
 عجب در فک جہاں خستہ از پیکان بیاساید  
 ہمیں بار آور دگشتی کڑاں باواں بیاساید  
 زہے بخت خضر کز چشمہ حیواں بیاساید  
 چگونہ مرغ خانہ در دہ ویراں بیاساید؟  
 تن نازک کجا تاب خراہی ملے عشق آرد؟

دل و جانم کہ ناساید بجز از دیدنِ خوباں  
 نہ پنداری کز خسرو تا زید زیں ساں بیاساید

۴۳۴

مخے داری کہ وصف آں بخاطر در نمی گنجید  
 کسے را در دہان تنگ خود چندیں شکر گنجید  
 شراب لذت دہیلہ در ساغر نمی گنجید  
 کہ تومی خندی داند جہاں شکر نمی گنجید  
 ز تنگی در دہان تو چو موسے در نمی گنجید  
 کہ در یک دیدہ مردم دو مردم در نمی گنجید  
 بگردانم ورق اکون کہ در دفتر نمی گنجید  
 نگنجید مو کہ دو سلطان بیگ کشور نمی گنجید  
 ہمیں دو دل تومی گنجی کس دیگر نمی گنجید  
 مرا گوئی کہ دل بر یار دیگر نہ " بہنم لیکن

ز ہجرت موسے شد خسرو لے از شادی و صلت  
 ہمیں آں موسے را بارے کہ در کشور نمی گنجید

ت

۴۳۵

چو ترک مست من ہر خطہ لے موسے دگر غلتد  
 بہ چو کاں بازی آں ساعت کہ توں با جہاں  
 نشود نظارہ گی دیوانہ و ز دوست تر غلتد  
 بمیدان درخ چو کانش از ہر موسے سر غلتد

لے و لہ ہر دو غزل محذوف دین

نہ گرد آلودہ روئے اس سوار من بھی خواہد      کہ افتد در زمین خورشید و اندر خاک در غلتد  
شبش خوش باد، روز از دیدہ بخواب پر خنم      جو او بر فرش عیش خویش مست و بیخبر غلتد  
نفتد کس چہ من در شیوہ ہلے عاشقی در خوں      مگر مجنوں دگر زندہ شود زینساں کدہ غلتد

بے غلتد خسرو بہر خواب و ناندش اکنوں  
تو بنا چشم غلتانش کہ در خواب دگر غلتد

۲۳۶

چہ خوش صبحی دیدم متبہ مرا از لطف یار خود      گلستان حیاتم تازہ گشت از نو بہار خود  
مگر ہجران قیامت بود کاں بگذشت خود بر من      در فردوس دیدم باز از روئے نگار خود  
شمارِ غم نہ می دانم کہ پیش دوستاں گزیم      کہ من چہ نہ می دانم ز درد و ہتھار خود  
دل و جان، کنجے من ز ہما دیدند و ہجران      نمودم ہر دور آں بے کردم شمار خود  
مرا آسودہ بائے دیدہ گر چہ رنج شد بایش      کہ ما لیدم ہر شب دیدہ را بر پائے یار خود  
چو من بے دولتی، آں کہ نظر در چوں تو دلدار      چہ بخت مست این چو اقبال، حیرانم بکار خود  
دو بوسہ لطف کردی دشمنم ہم در یکے ہمیش      رہا کن تازہ سر گہم کہ گم کردم شمار خود

جوابت ایں کہ می گوئی بہ پیش مرد ماں خسرو  
ترا کو خواب تا بینی از اینا در کنار خود؟

ب

۲۳۷

درد و غم و راسی کان غمرہ غماز پیوند      در دہد پردہ عاشق ز لب اں باز پیوند  
بلار از نو کند رسم و طریق فتنہ سازد      جو او اول کرشمہ باطریق ناز پیوند  
بسینہ نارسیدہ بگذرد و ندر جگر نشیند      خدنگے باکماں کاں ترک تیر انداز پیوند  
بخون گرم دل پیوست با او گر بری دل را      چو خون گرم مست ہر صد بار دیگر باز پیوند

مرا چہ حد و صلت اس قدر بس قربا و باشد سخن بایکد گر کا و از با آواز پیوند  
 چہ باشد حال من جائے کہ ہر شب بہتر اراجم خیالش ساختہ با اس دل ناساز پیوند  
 ہی گویند "جاں خواہی، جو پیوند از و خسر و"  
 ز بہر زیستن کجشک با شہباز پیوند

۴۳۸ غ  
 بچے کو ہر دم دشنا ہلے شکر میں بخشد بہ از دستام نبود گربا و انگیں بخشد  
 بغیرے گر جفا گوید بر بچم، کانت حق من بترنج اگر جلے جفایم آفریں بخشد  
 خوش آں دزدیدہ خندیدن بر این دیوانہ کیس کہ مولے را ہمہ ملک سلیمان آں گیس بخشد  
 قدش خوں می خورد در دل من انے و دیگر خوردن نسلے کایں خویش یا بد ضرورت برہیں بخشد  
 چو سنگ زیناں گل بود بر روئے مشتاق من از دیدہ بریزم ہر گھلے کاس نازنین بخشد  
 چہ باشد گر چوے ہر مسلمانی بود دروے خدا آں نامسلمان را مکر ایمان دیں بخشد

عجب بخشندے رش چہم خسر و بر سر کوش  
 کہ خاک در کند در یوزہ و دُریش بخشد

۴۳۹  
 دلم برون شد از عنت، عنت دل برون شد زبوں شدم، کہ بود کوز دست غم زبوں نشد؟  
 بہ جلوہ گاہ نیکو ان کہ ہست جلوہ بلا کسے درون پردہ شد کہ از بلا برون نشد  
 لاک چہم عاشقاں کجا ز دیدہ ترکند؟ ز شوخی شکر بباں دل کسے کہ خوں نشد  
 چہ ناہما کہ کرد دل کیا را زان خود کند رخ نکوئی مرا چہ حیلست مست چوں نشد  
 جو مردنی شدم ز غم چہ جویم انکے دعا کاز دعلے مردماں حیات کس فرو نشد  
 نہ دایم ایں کہ چوں زیم حیات حل چساں بود؟

## زجادوئے کز دل خسرو بصد فسون نشد

۴۴۰

دل باز بہ جوش آمد، جانان کہ می آید      بیار بہ ہوش آمد در مان کہ می آید  
وہ جان کساں ہر سو صد قلب داں رہیں      خوانیش جنیں لشکر سلطان کہ می آید  
اے دل توئی گفنی کا بیک ز پے مردن      اسباب مہیا کن ہاں جان کہ می آید  
خود نامہ خویش آورد از بہر قصاص من      سر خاک رہ قاصد فرمان کہ می آید  
سیل مزہ را رخسار نباشتہ شد یارب      کایں آب چشم من تازان کہ می آید  
خسرو بہ رہش بارے قرباں شد بریاں ہم

تا باز ہمیں کاس مرہبان کہ می آید

۴۴۱

مارا تو صدم باشی دیگر بہ چہ کار آید؟      بالعل جگر سوزت جاں در چہ شمار آید؟  
خنجر کشی از مرگاں بر سینہ من چون من      بے تیغ شدم کشتہ خنجر بہ چہ کار آید؟  
کافر خط بندویت جائے کہ کشت مارا      یارب کہ بہند ستاں کافر بہ چہ کار آید؟  
دل از پے آں خواہم تا خوں شود از عشقت      گر کار بدیں ناید دیگر بہ چہ کار آید؟  
از گوہر عشق خود زیور کمنت بسنگر      خوبی جو فزون باشد زیور بہ چہ کار آید؟

بر جان و دل خسرو ہر لحظہ بند بارے

کایں عاشق مسکین ہم دیگر بہ چہ کار آید؟

لے و لہ ہر دو بیت درن محذوف و بجائیش دو بیت ذیل ست

زاں خال و خط مشکیں با جملہ بلا دیدم      ایں آیت رحمت میں در شان کہ می آید  
اے ترک گلو آخر بہر دل مسکینے      کز سوئے تویر جانم پیکان کہ می آید  
تہ تافہ ہر سہ بیت محذوف درن و بجائیش ابیات ذیل ست

شد خستہ درون من از نیم جفا کیشاں      چو می نہ دہد دوم، داد بہ چہ کار آید  
ختر شرم ہر شب و در طالع خود لیکن      جوں کار قصا دارد اختر بہ چہ کار آید

غ

۴۴۲  
 شمع من اگر یک شب از خانہ بردن آید  
 از ہر طرف صد جاں پر دانہ بروں آید  
 صد جامہ قہا گرد از ہر طرف چوں او  
 کز کردہ کلاہ از سرستانہ بروں آید  
 من بخبر و طفلان سگے بگفت از ہر سو  
 شستہ بکیں تاکے دیوانہ بروں آید  
 فریاد کہ از یاری عمرے بہ جفا با شتم  
 چوں گاہ وفا باشد بیگانہ بروں آید  
 ہر روز بیری جویم از بخت محال مستایں  
 خوش زپے شش ماہ از دانہ بروں آید  
 مگر وجہ قرا من ہست از رخ تو مردن  
 وہ کز خط تو ناگ پر دانہ بروں آید  
 در کشتن خود یارم من از توجہ غم دارم  
 گر جان زپے خسر و خسمانہ بروں آید

ت

۴۴۳  
 از شیفنگاں چوں من، سرباز بروں ناید  
 از سیمراں چوں تو، طشت از بروں ناید  
 یک بار ترا دیدم جان شدہ باز آمد  
 از دیدہ مشکوکیک سوتا باز بروں ناید  
 تو حان دلم بدی من در ریخ تو حیراں  
 خواہم کہ سخن گویم آواز بروں ناید  
 گفنی کہ "شدی رسوا" سہمت بہ یکسر  
 بر بند دہانم را تا از بروں ناید  
 خود کیست نہ می دانی آن شوخ کہ پیوستہ  
 در سینہ دروں باشد از ناز بروں ناید  
 دیوانہ خواباں را عیار نگیرد کس  
 تا در قدم اول جانباز بروں ناید  
 از بس کہ فراوان زد دستان غمش خسرو  
 نالہ ہم از وزیں پس ناساز بروں ناید

۵ بیت مخزون درن

۵ بعدہ درن بیت ذیل زائدست ۵

خاتمہ عاذا اللہ حقاً کہ عجب دارم  
 کز جان من مسکین ز آغاز بروں ناید

۴۴۳ گفتہ کہ ترا آخردل خانہ نمی باید ؟  
 گفتہ کہ بسوزم جاں بر آتش روئے تو  
 گفتہ کہ شوم محرم در مجلس خاص تو  
 گفتہ کہ بہ دام غم ہر خطہ مرا مفلک  
 گفتہ کہ ز عشق دمہ پروانہ آزادی  
 گفتہ کہ بود مونس در ہجر تو خسرو را ؟  
 گفتہ کہ خیال ما بیگانہ نمی باید

۴۴۵  
 آن دل بہ چہ کار آید کاں خانہ تو نبود  
 آن کس سیر تو دار دہن از سر خود ترس  
 خوابِ اجلم گیرد از غایت بے خوابی  
 محروم ترین مرغم خال لب خود بنا  
 دیوانہ بقاند ہدہ روزہ برات جاں  
 گر خسرو مسکین را پروانہ تو نبود

۴۴۶  
 چہمت گہ از غمہ ہشیار نہ خواہد شد  
 گر تیغ زنی بر تن و ریش زنی بر جاں  
 عشقت ز بے کشتن مردانہ بکا آمد  
 بر ما فدا رتابی زان رخ چہ شوی رنجہ ؟  
 غ  
 وین دل ز خراش او بے خار نہ خواہد شد  
 ناگاہ رود جاننش ، بیمار نہ خواہد شد  
 شادم ز غمت بارے بیکار نہ خواہد شد  
 ہمتاب ز افتادن افکار نہ خواہد شد

بسوئے چہ گم خوں اصلاح دل خود را      تقویم جواز جدول طواری نہ خواهد شد  
خونخوار بود خسرو عاشق ز چین بادہ  
مست است کہ تا محشر مشیار نہ خواهد شد

۴۴۷

ت

آں را کہ سرو کارے با چوں تو نگار افتد      سر پیش تو در بازو چوں کار بکار افتد  
سنگت نہ دل کور بازلف تو افتد خوش      بس طرفہ بود سنگے کو بر سر مار افتد  
افتد چو تو بر خیزی در بای تو صد عاشق      زین جلدہ چہ بر خیزد با آں کہ ہزار افتد  
جاں خاک شود زین غم کو زلف تو دامانہ      گل خشک شود بر جاگر باد بہار افتد  
صد گرہ کند مردم تا تو بکنار آئی      صد موج زند دریا تا در بکنا افتد  
از ناو بفرزگفت افغان نکم ہرگز      کہ گہ گذر بلبل ہم بر سر خار افتد  
القصہ بر آرد دی گردے ز دل خسرو  
ہم دیدہ نہ می خواہد کش با تو غبار افتد

۴۴۸

دردا کہ دگر مارا آں یار نمی پرسد      احوال دل پر خوں دلدار نمی پرسد  
می پرسم و می جویم در ہر نفسے صد بار      او در ہمہ عمر خود یک بار نمی پرسد  
یار از سر یار بیا با ما سخن می گفت      امسال بد شامی چوں یار نمی پرسد  
بیمار تپ ہجرم آں ماہ طبیب من      دردا کہ طبیب من بیمار نمی پرسد  
گر یار نمی پرسد خسرو چہ کند آں را

شاہ مست و گدایاں را از عاری نمی پرسد

۴۴۹

ماہی کہ بسوئے خود صد دل نگراں بیند      از شوخی در عنائی کے سوئے کساں بیند؟

لہ درن مخدوف است      نہ دسم ہر دو غزل مخدوف درن

لہ درن مخدوف است

گوید کہ نہ خواہم من می میرم از این حسرت  
 بیش مست غم یعقوب از دیدن پیراہن  
 کس را نہد خوبے ادخواب چہاں بیند؟  
 بگذارد کہ بیچارہ یک چند جہاں بیند  
 بر تو چونکہ رحمت قصاب نیاں بیند  
 کاں کو دل خوش دارد در آئینہاں بیند  
 از خون دو چشم من ہر جا کہ نشاں بیند  
 عذرش بہ چہاں خواہم کا نہد دلش آید غم  
 تو باز جہاں خواہی فریاد کز این خسرو  
 شد پیر کنوں خود را کہ باز جہاں بیند

۴۵۰

چوں بہر خرامیدن یارم ز ز میں خیزد  
 سرو قد نو خیزش بنشست مراد دل  
 بس دشت کہ یاراں را نہد دل دی خیزد  
 نہ دل کہ بجای نشیند سرے کہ جنیں خیزد  
 قامت شنود مؤذن چوں بانگ پس خیزد  
 قامت شنود مؤذن چوں بانگ پس خیزد  
 چوں در تک اسب خود آں ماہ ز زین خیزد  
 باتیر و کماں ناگہ تر کے ز کمیں خیزد  
 ایں سوختہ را آتش آخر ہم از این خیزد  
 من سوختہ عشقم تو دم دمیمے دل  
 گر لعل لبش یا بد زان گو نہ گزد خسرو  
 کز کار بر آں خاتم صد نقش نگین خیزد

۴۵۱

دولت نہ بزور است و بزاری چہ تو اں کرد  
 من بر سیر آئم کہ کم جہاں بعد ایت  
 با بندہ نداری سر یاری چہ تو اں کرد؟  
 آئے سر و سلم چہ ندای چہ تو اں کرد؟



صبرست دوسے دل پہ بچارہ محزون  
اے مردک دیدہ، اگر تیغ فراقش  
اے دل چو توبے صبر و قناری چہ توں کر دے؟  
خون جگر رنجت بزاری چہ توں کر دے؟  
اے دوست گرم یاد نداری چہ توں کر دے؟  
درنیز برانند بزاری چہ توں کر دے؟  
گرم بندہ بچارہ نوازند، توانند  
ہاں در سرد کار تو کند خسرو بیدل  
لیکن تو باں سچو نداری چہ توں کر دے؟

۴۵۲

حاصل اگر از زلف تو یکبار توں کر دے  
دیوانہ شود زندہ، وے خلق بمیرند  
صد زائد ہیں، است ز ناز توں کر دے  
گر نقش جمالی تو بدیوار توں کر دے  
آں تیز نگہ کردن تو جانب عشاق  
نیستہ ست کز آں صد جگر افکار توں کر دے  
داری چو ہوس برون دل پیش در تو  
دلما توں بردن و انبار توں کر دے  
عشق چو توئی گرچہ کسوزند بلالے ست  
کالے ست کجیاں در سراں کار توں کر دے  
آں دم کہ بگرییم ز بجران تو با خویش  
ماتم زدہ لے چند در آں یار توں کر دے  
بر خسرو بچارہ زانندہ دل خویش

بر مورچہ گر کوہ گراں بار توں کر دے

۴۵۳

تا غمزه خونریز تو قصیدہ دل ما کر دے  
در خواب بنیند رخ آرام دگر بار  
بے چارہ دلم را ہدف تیر بلا کر دے  
ہر دل کہ طمع در طلب وصل شما کر دے  
چند ہیں چہ کئی جو روح جفا بر من مسکین  
بایا و وفادار کسے جو روح جفا کر دے  
ہرگز بجاں نیک ندیدہ ست و بنیند  
آں کس کہ مراد و رحینس از توجہ اکر دے

لے غول محذوف دون سے دون بعد بہت ذیل زانند است

چوں نیست دلم باز غمت روئے رہائی  
دل مصلحت خویش بہ لطف تو رہا کر دے

دیر و زچمن مشک و دھال تو نہ گفتم      امروز مرا سوزِ فراق تو سزا کرد  
 باجانِ دلِ خسرو بے چارہ دمسکین  
 ہجران تو لے دوست چہ گویم کہ چہا کرد؟

۲۵۴  
 زلفین تو سرگشتہ چو بادِ سحر م کرد      خاکِ میر کویت چو صبا در بدر م کرد  
 من خود ز تو دیوانہ مطلق شدہ بودم      زنجیرِ سر زلف تو دیوانہ تر م کرد  
 گفتم "بس افکنِ نظرے چشمِ بیستی"      تا چشمِ خوشب بے آں یک نظر م کرد  
 اندرِ نظرم داشت خیال تو، شکم      سر تا قدم آلودہ خونِ جگرم کرد  
 بفروخت مرا بر کفِ اندیشہ خیالت      من ایں قدر از زم کہ خیال تو کم کرد  
 آسودہ دے داشتم و بخیر از عشق      ناگاہ در آمد غم تو بے خبر م کرد  
 خسرو طلبِ وصل تومی کرد کہ ہجرت  
 ز ایں حائےِ حوالت بسے دگرم کرد

۲۵۵  
 یک دل بہ سر کوئے تو آباد نیابند      یک جاں ز خیمِ زلفِ تو آزاد نیابند  
 از بس کہ گرفتارِ غمت شد ہمہ دہا      آفاقِ بگردند و دے شاد نیابند  
 روزے کہ رویِ محبت و خراماں کئے بازار      در شہر یکے صومعہ آباد نیابند  
 مے کش کہ بہ تسلیم نہادم سر خود، زانک      در کشتنِ خواباں زکے داد نیابند  
 جاں میکنی داد زہر و فادامِ مرزن لے ن      کایں مزدِ خواباںِ پری زاد نیابند  
 ناخوردہ خراشے ز سر تیشہ ہجران      سنگے بہ سر تربتِ فرہاد نیابند

لے غزل محذوفِ درن      ۵۵ درن بعد بیت ذیل زائد است ۵۵  
 گفتمی خبرت کہ گئے از باد بہ پرسم      از خاکِ طلب کیں خبر از باد نیابند

با بخت چه کارم زپے وصل، که برگز؟ مدبر صفتاں گنج بہ بنیا دنیا بند  
 خسر و زیرے دل گم گشتہ چه نالی؟  
 دانی کہ دل رفتہ بہ فریاد دنیا بند؟

۴۵۶

عشاق حیات از لب خندان تو یابند  
 بنیم مر از حیب بہر و نکند دل  
 شاید کہ بہ شکرانہ و ہندت سر دیگر  
 اے بخت کسانے کہ بر غم من محروم  
 گر خاک و جودم پس مرگ ہمیزند  
 فروائے قیامت کہ باضاف رسد خلق  
 ہر جا کہ گریزد دل سود از دہ من  
 عشق ار کشدم منت بجلن تو ہر من  
 بر سوختگاں کم نیکی خندہ کہ بارے  
 خواب عمل فتنہ زدویان تو یابند  
 کاں مر کہ برودل زگریان تو یابند  
 آناں کہ بہر خویش بچو گاں تو یابند  
 بوسیدن پائے سگ دربان تو یابند  
 زنگار گرفتہ ہمہ پیکان تو یابند  
 بس دست تقلم کہ بدامان تو یابند  
 بازش بسر زلف پریشان تو یابند  
 کایں مرتبہ از دولت بجران تو یابند  
 درو جگر خود ز ننگدان تو یابند  
 در یوزہ جاں می کند از لعل تو خسر و

۴۵۷

شب دلشدگاں دیدہ بیدار نہ بندند  
 جوں من ز دل خویش شوم سوختہ زہار  
 من عاشق و مستم رہ زہدم منمائید  
 برین کہ در توبہ بستند غم نیست  
 الا کہ بخون چنیم گریبار نہ بندند  
 ایں تمہت بہودہ در آں یار نہ بندند  
 کاہریشیم طنبور بہ طور مار نہ بندند  
 باید کہ ز کوم تا در خمار نہ بندند

۱۰ بعدہ دن بہت ذیل زائد است ۱۰

آناں کہ حق ضیعت تو باز شناسد ۱۰ ناکردہ و منور شدہ دتار نہ بندند

پُر ہیچ و شکستے دل عاشق نبود، زانک دل کاں تو بندند بکھڑا رنہ بندند  
 خسرو نکند نسبت عشق تو بخود زانک  
 شاہی و بفراک تو مردارنہ بندند

۴۵۸

صد جاں بریکے دانک بازار فروشند خباں بدل دجاں زچہ رخسار فروشند  
 جاں میکشدش سوئے خود و دل سوئے خوش بردست گراں ہر دو خریدار فروشند  
 با آنکہ ستانیم بصد جاں کن آخر نے اشکنے دوست بخودار فروشند  
 ایں دل چہ ز سوئے تو افتاد بازار آخا طلب ایں حیفہ، کہ مردار فروشند  
 نایند بیزار بتاں اہل سلامت کاخا ہمجاں و دل انگار فروشند  
 ہارے سخن عاشقی از ہر چہ گویند  
 آناں کہ چہ خسرو ہمہ کفزار فروشند

۴۵۹

من بدو آں روئے کہ دیدن نہ گذارند دیوانہ زلفے کہ کشیدن نہ گذارند  
 از تشنگیم شعلہ زناں سینہ و از دور شربت بنمایند و چشیدن نہ گذارند  
 صد دیدہ و دل منتظر تیر تو، فریاد کش با من بیچارہ رسیدن نہ گذارند

۱۰ بعدہ درن بیت ذیل زائد است ۵  
 باغمزہ بگو کزد گراں بیش ترش کش ۶۶۶ یاراں برحقے کہ بگو بار فروشند

۱۱ بعدہ درن چار بیت ذیل اضافہ است ۵  
 چون زبستی نیستی ارہستم وارے اے دوست چہ وقت ست کہ دیدن نہ گذارند  
 بار بچہ عذابے ست بریں مرغ گرفتار بسل نہ پسندند و دیدن نہ گذارند  
 گفتیم "نسخہ" بشنوم دجاں دہم اکنون محروم بہ میرم چو شنیدن نہ گذارند  
 امرد ز صبا از جگر مہرے گرفتار زناں گراں سوش و دیدن نہ گذارند

صدہاک شدہ سینہ و صد بارہ شد دل      این پنجراں جامہ درین نہ گذارند  
صد خار جھاخوردن بجزان تو خسرو  
اکہ ارگلے از روئے تو جین نہ گذارند

۴۶۰

ماہم دروں سوختہ بیرون شدلے چند      در سلسلہ لیلی و مجنوں شدلے چند  
خوردیم بے خون دل از تو، تو ہم آخر      یک مے بخور از دست جگر خون شدلے چند  
جوں حال دگر گوں شد زانودہ تو مارا      تورے مگرداں زدگر گوں شدلے چند  
اے مرغ چہ خوانی سوئے باغ از خاک بھر      بگذار در این بادیه بیرون شدلے چند  
در عشق فدا شد دل و جان و تن خسرو  
اینک نگر از بخت ہمایوں شدلے چند

۴۶۱

اے کز بخت تو دیدہ ہر جان و جہاں دید      در حیرت آنم کہ ترا چوں بتواں دید  
باقید تو بلبل سخن سرو بھی گفت      آں دید گل سوری و در سر و روان دید  
بیچارہ دلم در شکن زلف تو خوش شد      آئے چہ کند ہا مصلحت دقت در آں دید  
جاں از شکر وصل تو بے بہرہ ماندہ ست      زیرا کہ در آں خوردن زہرے بگماں دید  
مارا بد بخت زسد دست، خوش آں کس  
کز جاشی لعل تو دستے بد ہاں دید

۴۶۲

ہندوئے مرا کشتن ترکانہ ببیند      زو سینہ من چوں بت و بتخانہ ببیند  
کہ ختم و گمے عشوہ و گمے شوخی و گمے ناز      بد مستی آں ز گس مستانہ ببیند

لے تاتہ ہر سر غلہات درن نسخان موجود نیست

آباد بر آں بت نکتم زو گلہ ، لیکن لب تا جگرم زو ہمہ پروانہ ببینید  
 خونا ست گرہ بستہ بچشم من از آں خاک این خوشہ برم میدہ از آں دانہ ببینید  
 اے سیم برائے کہ شمار ید گدایم از قطب زماں بختش شاہانہ ببینید  
 خسرو نہ کند جز سخن آں لب شیریں  
 شیرینی آں گفتہ و افسانہ ببینید

۴۶۳

باد آمد و بوائے زنگارم نہ رسانید پنهان سخنے از لب یارم نہ رسانید  
 فریاد من خستہ رسانید بکوبش فریاد کہ در گوش نگارم نہ رسانید  
 انوس کہ بگذشت ہمہ عمر با فوس بخت آرزوئے دل بکنارم نہ رسانید  
 ایام جوانی بسر زلف بتاں شد اقبال بسر رشتہ کارم نہ رسانید  
 چوں بلبل دی بانفس سر در بر دم ایام بگلہ لے بہارم نہ رسانید  
 گفتم کہ خورم تیرے و این شوم آں نیز آں کافر دیوانہ سوارم نہ رسانید  
 مشتاق ملک خاک شدم برد در دہیز دولت بسر ابدہ یارم نہ رسانید  
 صد شربت خون داد بخسرو ز غم عشق  
 یک جرعه وقت خوارم نہ رسانید

۴۶۴

بوائے ز سر زلف نگارے بہ من آرید یک تار از آں طرہ مشکیں بہ من آرید  
 مخورم و جانم بسوائے نگران ست آں بادہ کہ درد نخستیں بہ من آرید  
 خواہید کہ از خاک بر آیم پس صد سال از میکہ بوائے مئے رنگیں بہ من آرید  
 ہر کہ کہ غمے گشت پیدا ز دل ، گفتم غم را بخور و جز دل غمگیں بہ من آرید

جان می پیرد از غمِ هجران تو خستد  
روزے خبر عاشقِ مسکین به من آرید

و

۴۶۵

باد آمد و زان سرو خرامان خبر آورد	در کالبد سوخته، جانِ دگر آورد
امروز هم از اول صبح سرمستی ست	ایں بونے که بوده ست که با دگر آورد؟
هرگز نه رود از دلِ من گریه آن شب	کش ز رتبه پهلوشده از خاک در آورد
من آب طلب کردم از این دیر در این سوز	او خود همه پرگالا خونِ جگر آورد
باں لست دل عاصی چه شود حال تو کاینک	سلطان بغض آمده بر جانِ حشر آورد
یارِ بے چه شد او، در تن نالان که جا کرد	آں جان برون رفته که در جان سفر آورد
زاں مرغ که شب ناله می کرد پیرسید	جائے گل خندان مرادِ نظر آورد
خون من دل سوخته در گردن قاصد	کال نامر که آورد و دلاود ویر تر آورد

خستد نگهش دار که اکبر حیات ست  
گردے که صبادوش از آن رگدنا آورد

۴۶۶

یک خنده بزَن زان لب لعل شکر آورد	بر عاشقِ مسکین که رخ از خونِ تر آورد
یک شب ز بونے دلِ من محرمِ من باش	بشوز دلم چند حدیثِ جگر آورد

له درن بعدہ بیت ذیل اضافہ است ۵

صدمت بادست سگان دیدہ کن آں راہ ۶  
من سرمہ طلب کردم و ادخاک در آورد

۷ قبل ازین درن بیت ذیل اضافہ است ۵

۱ دیدہ فروز بہر آب کو داری ۲  
کیم آتشِ اندرہ ز من دود بر آمد

۳ و لکھ ہر دو بیت مخدوٹ درن

مانا کہ پیری ز دل من کہ چہ کردی ؟ در کوئے توکز خون ہمہ دیوار دور آلود  
 جانا کہ گرفتار لب گشت چہ دانی ؟ بد و از مجواز لگسان شکر آلود  
 آسودہ بخاک دلت اینک سر خستہ  
 زان صندلی راحت کہ ہا میں دور و سر آلود

۴۶۶

لے ہفتاں یک نفسم باز گذارید دست از من دیوانہ سر گشتہ بدارید  
 بے نام و نشانم بخدا ہات بجخشید بیگانہ ز خویشم، بر خویشم بگذارید  
 یا معتکفم بر سر سجادہ نشانید یا مست و خرابم بدر میکہ آرید  
 گر زان کہ صلاح از من استغفہ بخویند در خانہ کنید و در خمار بر آرید  
 دست من و دامان نہما جملہ قیاس گردان معشوق بدستم بسپارید  
 در عشق علم کردم و در مذہب عشاق منصور شوم گر بسپردار بر آرید  
 وقت ست اگر خضر و مسکین و گدارا  
 از خیل گدایان در خویش شمارید

غ

۴۶۸

دل رفت بسوئے تو، ہاں سوئے کرتد ماند جان کرد برہ حملہ و آں نیز ہر مں ماند  
 از کوئے تو باز آمد و ہر آتش دل سوخت ہر نامہ صبرے کہ ازیں پیش دلم خواند  
 اندر دلم این بود کہ بگذشت ہمہ عمر وین دیدہ شمارے بہ تر پائے تواند  
 آب از جگر دم خورد و بر دم نیز جگر داد بالات نہائے کہ در آب و گل مانند

لہ درن بعدہ دو بیت ذیل زائد اند ۵

عاشق کہ نیمہ روز رخ زرد چہ خیزد عشق ست در و عشق کرے را بہ زر آلود  
 نزل علم تو باد حرام بہ فراق ت گرجتم دلم پیچ کہ از خواب و خور آلود  
 لہ غزل درن محذوف ست۔



پرسند عزیزان و نخواہم خود زانک کس بجگر سوخته مہماں نتواں ماند  
 کردیم بہ حل ز گس بازندہ او را  
 خسرو ہمہ ہستی کہ یک دالیش خواند

۴۴۹

لے زلف تو دایم دل دانا و خرد مند دشوار جہد دل کہ در افتاد و این بند  
 اندر دل من بود نہ لے ز صبور ی بادے بوزید از تو و از بیخ برا فگند  
 بودیم خرد مند کہ زد عشق تو بر ما دیوانگی آورد و نہ اندیم خرد مند  
 اے باد، بجنباں سر آں زلف تو بجنباں بہال پریشان پریشان شد لے چند  
 در آرزوئے یک سخن تلخ ہر دم روزے نشد از دولت آں لعل شکر خند  
 اصحاب ہوس چاشنی عشق چہ دانند؟ لذت نہ بد تشنہ مئے را شکر وقتند  
 بگذارد کہ بیرون رود از رختہ دل زار کایں پردہ نمادہ ست کنون قابل پیوند  
 ہرگز نہ رود نقش رخت از دل خسرو  
 زان گو نہ کہ از زان سگاں داغ خداوند

۴۵۰

عاقل نہ بد عاشق دل سوختہ را پند سلطان نہ بد بندہ محنت زدہ را بند  
 اے یار عزیز اندہ دوری تو چہ دانی؟ من دائم و یعقوب، فراق تو خورزند

لے بعد از میں درن بیت ذیل زائد است ۵

آں یار بد دل و رشو تن خدمت او کرد ۵ بستند در بول خرد و ہوش بروں ماند

لے درن بیت ذیل بعدہ زائد است ۵

شیریں ست و دودغ تو ہمہ ارچہ زنی لاف ۵ حلوانہ توان خورد بدیں ساں کہ تو موگند

لے غزل درن مخدوف ست -

عظیم مکن اسے خواجہ کہ در عالم معنی  
جہل ست خردمندی و دیوانہ خردمند  
تا جہاں بود از ہر رخش بر نگنم دل  
گو میر ہند بندم دگر پیر دہد پند  
اُس فتنہ کد ام است کہ بنیاد جہانے؟  
ہوں پردہ ز رخسار برا فگند، برا فگند؟  
بر من مفتحان دست تعنت کہ بستمیر  
از لعل تو دل بر نگنم، چوں گس از قند  
در دیدہ من حسرت رخسار تو تاکے؟  
در سینہ من آتش ہجران تو تاجند؟  
ناچار چو شد بندہ فرمان تو خسرو  
چوں گردن طاعت نمد پیش خداوند؟

۴۷۱

رونے مگر این بستہ دیر ما بکشانید  
وز لطف من گم شدہ را راہ نمایند  
گر خلق جہاں حالی من خستہ بدانند  
از عین تحیر سر انگشت بجایند  
عمرے ست کہ از جوہر فلک با غم و درم  
زین بیش مگر درد بدر دم بغزایند  
زہار کہ دل در فلک دہر بنندی  
و حقے ست کہ از دئے ترخم بکشایند  
تا کہ در بخت من بے چارہ بندند؟  
کایشان ز جہاں یکسر بے ہر دو فایند

۴۷۲

آں سر و خرامندہ کہ جسم بہ بر آمد  
واں بخت کہ بیش آمدہ بُد بیش تر آمد  
شادی ہم غم بود بر نامدن کار  
آں غم ہم شادی شد و آں کار بر آمد  
بر لالہ گل برگ دماغم رسد امروز  
کز لطف تو ام بوئے نسیم سحر آمد  
آئینہ جہاں روئے نامی گشت پیش  
کابنہ رخسار تو ام در نظر آمد  
شیرینی لعلت نہ رود از زین دندان  
کہ لعل تو ام در زین دندان شکر آمد

لے و لے ہر دو غریباً در سخن موجود نیست

در مردم من مردک دیدہ نہ گنج  
 اکنوں کہ مرادے تو در چشم تر آمد  
 در پائے تو خسرو چہ کند گر کند جاں ؟  
 اکنوں کہ مرادے تو در چشم تر آمد

۴۶۳

ہر شکر کہ بسودے تو از پائے در آمد  
 دست از ہمہ خوابان جاں شست بیاکی  
 بچوں نفسی باد صبا غالیہ بر شد  
 سیلاب مرنگ از غم بچن تو آمد و غم  
 گفت کہ غم عشق تو میرود و دراز دل  
 یارب چہ توں کرد کہ میخوای دُرندی  
 گر عادت بخت من و خوں تو چنین است  
 سنگ ست و بسو عشق تو و قلب سلیم

از خاک کون پائے تو آتش تلج سر آمد  
 چشم تو خیال تو آتش از دیدہ در آمد  
 ہر دم کہ بسودے تو از سینہ بر آمد  
 تادوش بُد، امروز بالائے سر آمد  
 وردا کہ ز رفت آن غم و بار دگر آمد  
 پیش ہمہ عیب ست و مرا ای ہزار آمد  
 مشکل بُود از کلبہ احزان بد ر آمد  
 بشکست چو زلف تو کہ بر یک دگر آمد

خسرو ز دم بادِ سحر می طلبد جاں

کز پائے تو جاں در دم بادِ سحر آمد

۴۶۴

ترسم کما از اطراف جہاں دود بر آید  
 بر پائے تو آتش زدہ ام مجرہ دل  
 آتشکدہ دل بر ما، چند پوشتم ؟  
 دل خود چہ متاعست کہ از ما طلبد دوست ؟  
 گر آہ من از جاں غم اندود بر آید  
 از وے چہ عجب گرفتار غم دبر آید  
 شک نیست کہ از آتش ما دود بر آید  
 حقا کہ اگر جاں طلبد زود بر آید  
 شرطست کہ گرد دل محمود بر آید  
 ہر دل کہ ندارد خبر از حسن ایازی

بجو من اگر گوش منی بر سر خاکم از خاک ہم نغمه داؤد بر آید  
 خسرو نتواند کہ کند فکر و صالت  
 کارے ست کہ باطل معبود بر آید

۴۶۵

ت

کہ بار و گمناہ من از بام بر آید بس فتنہ کہ از گردش ایام بر آید  
 فریاد اسیران ہر شب در غم گیسو چون بانگ گدایاں کہ گشتام بر آید  
 ز سنا کہ آن ہند قبا جنت نہ بندی کز ناز کیش بخیمہ بر اندام بر آید  
 او کردہ ترش گوشہ ایم و ز سر خشم من منتظر لب کہ چہ دشتام بر آید  
 اے ساقی بدست مزین تیغ کہ در تن خون آن قدم نیست کہ جام بر آید  
 آن را کہ ہستی ہفتے داغ نہ کردہ ست گراز تہ دوزخ کشی اش خام بر آید  
 بر ناند اگر جان من لے ہجر کن جہد گیارہ میں است ہنا کام بر آید  
 در کنگرہ عشق گرافد کلاہ از سر صاحب قدمے کہ کہ بیک کام بر آید  
 جانا چہ با فسانہ گذاری غم عشاق ایں نیست مھے کہ بہ پیغام بر آید  
 خسرو اگر ت نیست مراے مخولافنس  
 زیرا کہ ہمہ کار بہنگام بر آید

۴۶۶

د

منرو جو تو دور خلخ و نوشاد نباشد ایں نازکی اندر گل و شمشاد نباشد  
 چون تو خوشی لے دوست بویائی دلما آباد تر اں سینہ کہ آباد نباشد

لہ درن بعد بیت ذیل اصافراست ۷

اے رند خرابات سب تو بر سر من نہ تا در ہمہ شرم بہ بدی نام بر آید  
 لہ بیت مخدوف درن لہ بیت مخدوف درن

غمنا خورم و نالہ گوشت نہ رسام  
 گفنی کہ "سرت خاک کم بر میراں کو"  
 آں روز مہاد کہ کم از تو فراموش  
 معذوری دارم از جور کنی زانک  
 کاسودہ دلاں را سر فریاد نباشد  
 لے خاک بر آں سر کہ بدین شاد نباشد  
 ہر چند کہ روزیت زمین یاد نباشد  
 دند مہب خواہاں روش داد نباشد  
 لکریز دہد ماند گئی جان اسیراں  
 کاجاکہ تو باشی دے آباد نباشد  
 طعنہ مر ن لے ز اہد اگر تو بہ شکستم  
 صد تو بہ کند عاشق و بنیاد نباشد

ہر چند کہ خستہ و بسخت ہے نبرد دل  
 چوں ز گس جادوئے تو استاد نباشد

۴۷۷  
 یک روز بہ عمرے ز منت یاد نماید  
 از بے تو ام سوختہ شد وہ دلم آخر  
 یک شب رہا ز کس غمت یاد نماید  
 کتر شود ایں شعلہ اگر یاد نماید  
 یارب کہ مئے خوش دلیت باد گوارا  
 ہر چند کہ از مات گمے یاد نماید  
 فرداش بخوانید بیالیں گمن زانک  
 شہر میں بہ سر تربت فر یاد نماید  
 جانم کہ بہ ویرانہ غم ماند بخوانید  
 کایں باغ خوابہ است در یاد نماید  
 دشوار نباشد دگر مہندگی دل  
 آزاد کس از جان خود آزاد نماید  
 فوروز در آید نہ بے مئے مرغاں  
 بلبل ز پئے رفتن صیاد نماید  
 دیوانہ بگردم من از ایں کوئے بک کوئے  
 دیوانہ دش آں ترک پہنی یاد نماید

خسرو چو کند نالہ چو فرہاد بنی نیست

۴۷۸  
 کز نالہ او کوہ بفر یاد نماید  
 بر آب رخت یک گل سیراب نماید  
 و  
 کوخ از بت آید ز مے ناب نماید

لے غزل درن مخدوف مست

دلم کہ بہت بندہ نواز است ولیکن  
 معذوری اگر نصحت دلت را از ترس  
 بہشامن دیوانہ و یار دوسرہ ہدم  
 از دل نہ کنایہ گر و گریہ ام مکارے  
 ما بہر صلاح ریخ ساقی نگذاریم  
 کارا کہ تہہ بہت بہ محراب نیاید  
 چہ عیش بوداں کہ کنی بر دل خسرو  
 از چشم تو یک ناوکہ بر تاب نیاید

۴۷۹

روزے اگر آں ماہ بہ همان من آید  
 دیوانہ دے دہشتم آوارہ شد از من  
 ہر صبح دم از گریہ شود خون دلم آب  
 کز ما دہشیم گل خند این من آید  
 من دالم و من جاشنی درد تو جانا  
 حاشا کہ طبیب از پے دیوان من آید  
 جانم تو ستاں باز تہم خاک ستاند  
 آں دم کہ اجل و طلب جان من آید  
 در کوئے تو نایم کہ پریشاں شود دل  
 گر چشم تو بر حال بدیشان من آید  
 دانی کہ چہامی گذر و بر دل خسرو؟  
 در گوش تو گرنالہ و افغان من آید

۴۸۰

گر چشم من از صورت تو دور نباشد  
 دور از تو دلم خستہ و رنجور نباشد

لہ درن بعدہ بہت ذیل زائد است

کا آمدنت را کد از محنت کم زانکہ  
 در کلمہ درویش تو مہتاب نیاید  
 بہ بہت محذوف درن  
 بہ غزل درن محذوف است

مہر شوم از تو و جز آہ سحر گاہ      سوزندہ کے برہنہ مجور نہ باشد  
 آں دیدہ چہ آید کہ ہر دے تو نیاید؟      آں چشم چہ بیند کہ در او نور نہ باشد  
 صدر نگ بر آنکست ز خونِ دلِ خسرو  
 نقش تو کہ در خامہٗ شاہور نہ باشد

۴۸۱

سہوچ تو در اچہ و در تہ نہ باشد      گل مثل مدیخ خوب تو البتہ نہ باشد  
 دوزخ قباہر قدرت از گلِ سودی      تا ضلعتِ زیبای تو از لہ نہ باشد  
 این شکل و شمایل کہ تو کافر چہ داری      در چین و خفا و ختن و ختہ نہ باشد  
 بدخواہ تر از درد و جہاں دے سیر باد      در دیدہٗ خشم تو بجز مرہ نہ باشد  
 در جنت و فردوس سے رائے گزارند      تا دریغِ غلامی تو آتشِ پتہ نہ باشد  
 چون مے شد از فکرِ مہانتِ تنِ خسرو  
 تا ہجو رقیبت خنک و کتہ نہ باشد

۴۸۲

بے زگیں تو خوابِ ندانم کہ چہ باشد      زلفت کشم و تابِ ندانم کہ چہ باشد  
 آں شب کہ بُنا جہنم تو در خوابِ بے نیم      در دیدہٗ خود خوابِ ندانم کہ چہ باشد  
 تا طلقِ دو بار مے تو محرابِ بتاں شد      بتِ جویم و محرابِ ندانم کہ چہ باشد  
 جوں چاہ ز نحمدان تو از دورِ بے نیم      تشہ شوم و آبِ ندانم کہ چہ باشد

لے بہت محذوف درن      مے در نوزانِ ایہات ذیلِ ندامت مے  
 لغاتی مسکین نہ کند میل بہ جنت      در مہنِ بشتِ ارطقی بہ نہ باشد  
 از بشتِ رقیب تو کشم تسمہ چندی      تا کبغہٗ اسب تو از پتہ نہ باشد  
 مے غزلِ درن محذوف است

گویند کویاب در این واقعہ خود را می‌گیریم و در یاب ندانم کہ چه باشد  
 باغیست عجب وصل تو، میریں نہ خسو  
 من بندہ در آں باب ندانم کہ چه باشد

و

۲۸۳

دل بستہ ہالائے یکے تنگ قبا شد دی کرد سلائے سوے من آں چناں بود  
 باز این زبرائے دل تنگم چه بلا شد در دے کہ چنین کش برہ افتاد و توان شد  
 نہ روز قرار و نہ شبنم؛ پیچ ندانم کان صبر کہ وقتے بدلم بود کجا شد  
 پامال شد آں دل کہ ز مار بدرفتار خود ہم کہ چنین چندش در تیر پاشد  
 میرفت سواد و مبتظارہ ز ہر سو شد جامر قبا، جامر کجاں نیز قبا شد

بر باد ہوا داد بے چوں دل خسرو  
 ہر ذرہ کہ از گردہ او ہوا شد

۲۸۴

تا جان مرا از لب لعل تو خبر شد تا جان مرا از لب لعل تو خبر شد  
 گلگون شدہ بڈروئے من از انک صفتی گلگون شدہ بڈروئے من از انک صفتی  
 صاحب نظرے ہست مسلم من لے جان صاحب نظرے ہست مسلم من لے جان  
 ہر سر کہ نشد خاک دیر دوست بے معنی ہر سر کہ نشد خاک دیر دوست بے معنی  
 تا گشت پریشاں سیر زلفت چو دل من تا گشت پریشاں سیر زلفت چو دل من

لے درن ابیات ذیل زائدست ۔

دل خوش شدہ اندر سواں غمزہ شمع و دل خوش شدہ اندر سواں غمزہ شمع و  
 چلنے کہ بہ صد حیلہ از آن عترہ جدا شد چلنے کہ بہ صد حیلہ از آن عترہ جدا شد  
 ہر جا کہ غم بود نصیب دل باشد ہر جا کہ غم بود نصیب دل باشد

لے غزل مخدوف درن



خسرو اگر آں لعل تو خواہد کنش عیب  
چون قیمتِ طولی سخن کوئے نگر شد

ت

۴۸۵

آباد نہ شد دل کہ خوابِ پیراں شد  
بس دانہ دلمہ کہ ز تن بُرد بہ تاراج  
حسنِ پیراں آفتِ صاحبِ نظراں شد  
دلمہ عزیزاں شمر آں جملہ نگیہا  
آں مور کہ برگِ دلِ لبِ سادہ دلاں شد  
افسردہ جمالِ خطِ خباں چہ شناسد؟  
کاندر کمر آرایشِ زریں کمر آں شد  
آں خواجہ کہ می گفت کہ دارم خبر از عقل  
کیں مہر نہ نہایتِ ناقصِ بھراں شد  
جُز حسرت و مردن نبود چارہٴ عشاق  
در عشقِ در آید یکے از بے خبر آں شد  
اے صبر دلمہ قدیے، بکہ تو اں ذلیلت  
فریاد و فغاں عہدہٴ حیلہ گراں شد  
بس عاقلِ شیخِ خردا فروختہ روشن  
کاں دل کہ مرا بود از آں دگر آں شد  
خسرو ز بیخِ خوبِ دمنے تو بہ نہ می کرد  
کر کردہٴ دل، سوختہٴ خوشِ پیراں شد  
ناگاہ بدید آں رخِ زیبا، نگراں شد

ب

۴۸۶

آں کوکِ نورستہ کہ سیمیں بدنی شد  
بس غنچہٴ دل را کہ کند جاکِ ہر سو  
چون شست لب از شیرِ چشیریں بہنی شد  
آں گل کہ بہ نور ویزِ جوانی چمنی شد  
آں یوسفِ جاں بسکہ در این سینه در آمد  
گویم کہ تنم گردِ تنش پیر بہنی شد  
سلطانِ مرا عمرِ فردا باد بدولت  
کزدولتِ او خلعتِ عاشقِ کفنی شد  
بس مر دھدائے کہ جو در عشقِ در آمد  
گلگونہٴ خون کہ دہد خسارِ وزنی شد  
وقتے کہ مئے لعلِ ہراں روئے کشیدم  
اینک ہمہٴ خونا بہِ حالے چومنی شد

جوں جاں دہم از خاک من لے میر ولایت      بتخانہ بر آری کہ دلم بر مہنی شد  
خسرو زمزاج دل من ختم گرفت ست  
کز کردہ تو بادل خوشبش سخنی شد

غ

۴۸۷

مارا غم آن شوخہ گر بندہ نہ سازد      این غمزدہ با حال پرانگندہ نہ سازد  
سر تا بہ قدم حملہ ہنر دارد و خوبی      عیش ہمہ آن ست کہ بانبندہ نہ سازد  
اکنوں کہ مرا گشت بگویند کہ بارے      خود را بہستم غمکش و شرمندہ نہ سازد  
جانا ز غمت مرموم و از جور بر رستم      گر بارہ دگر لعلی تو ام زندہ نہ سازد  
گفتی کہ با قادی کی خوش دلت بخت      خود را کہ بود پیش تو کا فگندہ نہ سازد؟

آخرو دل خسرو بے چارہ بروں رو

کایں خانہ درایں آتش سوزندہ نہ سازد

۴۸۸

جانا اگر م درد تو دیوانہ نہ سازد      خلق ہمہ از دل من افسانہ نہ سازد  
خون منی لے دل ز جگر ہم بدہ آسے      کایں سوختہ و شربت بیگانہ نہ سازد  
بادہ یہ سفال آ رہے کہ ما دگد کشانیم      کس از پے با ساغر و پیمانہ نہ سازد  
خاک رہ عشاق نیز د سرم آ رہے      دولت بہ سر پہ کس خانہ نہ سازد

۱۔ بعدہ دن بیت ذیل زائد ست ۷

شیریں دہنش نازد و صغیر خدایت      ورنہ لبروم ز غم خندہ نہ سازد

۲۔ بیت مخدوف دن      ۳۔ دن بیت ذیل زائد ست ۷

چیزے ست دریں دل کہ چینی شوہنے      عاقل بہستم خود را دیوانہ نہ سازد

چوں عاشق صادق شدی امین نشین انگ      شمشیر بلا بر سر مردانہ سازد  
 اُس را کہ بود سوختگی چشم و چراغش      چوں سر مر ز خاکستر و روانہ سازد  
 سودائے بتاں از سرِ خست و شدنی نیست  
 کایں مرغ وطن جز کہ بر دیرانہ سازد

۲۸۹  
 جان تنگی از شربت عذاب تو دارد      دببگی از سنبلی پُر تاب تو دارد  
 شہما ہمہ بیدار بود مردم چشمم      تا چشم مراں ز گس پُر خواب تو دارد  
 چوں دفتر گل باز کند مرغِ سحر خواں      شرح شکن طرہ پُر تاب تو دارد  
 مسکین چہ کند بر گلِ صد برگ نیانے      گردست دگرے ہما ز ناپ تو دارد  
 در عشق نماز اُس کہ در ادبیت نیانے      سر بر خطا بر دے جو محراب تو دارد  
 خورشید جہاں تاباں و من ذرہ خاک کی

۲۹۰  
 دیوانہ دلم ز لعنِ پریشان کہ دارد      ہر ذرہ سر گشتہ کجا تاب تو دارد  
 خالے ست بر کچ لبِ خوں خواہ اوئے      جانم شکن طرہ بے جان کہ دارد  
 خلقے سر کوئے دے از شوق ہر دند      کاں داغ برائے دلِ بریان کہ دارد  
 ہر صبح رود ہوش من خستہ دیارب      آں مست شبانہ خبر از جان کہ دارد  
 در خانہ دل آمد دیروں نہ رود پیچ      ایں باد گذر بر سر بہتان کہ دارد  
 یک شہو از فتنہ و توبے خبر آ رہے      زیں ترک پر سید کہ فرمان کہ دارد؟  
 بیچارہ دلم ایں جگر سوختہ کز تست      کافر صفتاں را غم ایمان کہ دارد؟  
 نزدیک برد پیش نمکدان کہ دارد؟

ایں سرکہ لگد کوپ تو شد گر تو نہ خواہی

خسر و چه کند در روز جولان کد دارد؟

۴۹۱

روئے کہ تو داری کلّی سیاب نہ دارد شیرینی لعلت شکریاب نہ دارد

قدے کہ تو داری نبود سرور و او را چون زلف تو چیں سنبل پرتاب نہ دارد

در خواب تو اس دید خیال رخ خوبت اما چه کنم دیدہ من خواب نہ دارد

زان محطہ کنذا بدخیم ابروئے ترا دید پروئے نماز و سر محرّاب نہ دارد

خسر و به خیال خطا و لعل تو شب و روز

جز فکر لب کشت و مئے ناب نہ دارد

۴۹۲

دل نیست کہ دروئے غم دلدار نہ گنجد سداں بوداں دل کہ در او یار نہ گنجد

در دل جو بود عشق نہ گنجد خرد و عقل در مجلس خاص ملک اغیار نہ گنجد

آں ماسخن عشق رسد کو بدل از دوست صد تیر بلا گنجد و آزار نہ گنجد

جانا بدل تنگ من اندوہ تو بسیار در گنجد و صبر اندک و بسیار نہ گنجد

گفتی کہ "غم دیدہ و دل خور نگری زار" خوشی طل و دیدہ دریں کار نہ گنجد

گر حسن فروشی بہ در جلوه بروں کئے تا در ہمہ باز از خسریدار نہ گنجد

خواہیم کہ نقلے ز دہان تو بخواہیم بیسودہ چه گوئیم جو گفتار نہ گنجد

دیوار و درت در دل من خانہ گرفتند ہر چند کہ در دل درو دیوار نہ گنجد

کوشد کہ رہد خسر و بیدل ز غمت یک

با حکم قضا حیل و ہنجار نہ گنجد

۴۹۳

چون مرغ سحر از غم گلزار بہ نالد از غم دل دیوانہ من زار بہ نالد

کہ غزل مخزون درن

لہ غزل مخزون دست

ہرگز کہ بگوشش ہر سنا نالہ زارم    بر در دین سوختہ دل زار بہ نالہ  
 بر سوزش من جان زن و مرد بسوزد    دز نالہ زارم در دلیوار بہ نالہ  
 لہاں کہ ز دردت خبرے نیت مکن عجیب    گر سوختہ لہاں ز دل افکار بہ نالہ  
 خسرو اگر از درد بنالہ چہ تو اں گفت  
 عیبے نہ تو اں کرد کہ بیمار بہ نالہ

۳۹۳

یارم بچو بجنہ دہن بستہ کشاید    دئے اں کہ بوش نظر بستہ کشاید  
 مردیم بکوش مگے اں زگیں پر خواب    بر ماچہ شود گر بھر بستہ کشاید  
 اں کس کہ کمر بستہ بخون ہم شہے ست    در کلبہ ما کے کمر بستہ کشاید  
 گر من بہ چہن نالہ کنم غنچہ از اں درد    ہرگز نتواند کہ سر بستہ کشاید  
 بندی در خود بر من وصلہ نزنم زانک    اں بخت نہ دارم کہ در بستہ کشاید  
 از خار ببندد گذر چشم و ندانم    جز تو دگرے کایں گذر بستہ کشاید  
 از گریہ جگر بست دلم اہل دے کو؟  
 کہ چہرہ خسرو جگر بستہ کشاید

۳۹۵

جلے گزشت لے بُت چالاک نیفتد    ب  
 در عرصہ بتان جہاں، سرو قباہش    کز ہر طرف در جگرے چاک نیفتد  
 گر در در پائے تونہ خواہد کہ کند فرش    خیزد بے اما جو تو چالاک نیفتد  
 ہر بار میا پیش من خستہ بے دل    نور مرہ و خورشید برا فلک نیفتد  
 تا ایں دلی بد بخت بہ ناپاک نیفتد

لے غزل مخدوف دکن    گے دکن بیت ذیلی اضافہ است ۵

خواہم کہ ز سر خیزم و در پائے تو افتم    جہاں باز چمن عاشق بے باک نیفتد

اے شوخ مکن لاغ کہ خوش کرد ترا عشق شعلہ زپے لاغ بہ خاشاک نیفتد

خوش می گزری بے خبر از گریہ خسرو

ہش دارکت آہ دل غمناک نیفتد

۴۹۴

آن را کہ غمے باشد و گفتن نتواند شب تا بسمرا نالد و خفتن نتواند

از ما بشنو قصہ ما ورنہ چہ حاصل پیغام کہ باد آرد و گفتن نتواند

بے بوئے وصال نکشاید دل تنگم بے باد صبا غنچہ شکفتن نتواند

از اشک زدم آب ہمہ کوئے تو تا باد خاشاک میر کوئے تو رفتن نتواند

شوریدہ تواند کہ کند ترک میر خویش ترک میر کوئے تو گرفتن نتواند

اندر دل ما عکس رخ خوب تو پیدا است ز آئینہ کسے چہ نہفتن نتواند

جو نیندہ چہ سہل است کہ بر خود نکل سہل

فر باد چو خسرو رو رفتن نتواند

۴۹۵

من سرو ندیدم کہ بیالائے تو ماند بالائے تو میرے ست کہ گل می شکفاند

بگذار کہ ایس عاشق دل سوختہ بے تو یک محظہ نماند کہ بیک جائے نماند

ترسم کہ بکام دل دشمن بنشینم با آں کہ خلک با تو بکامم بنشانند

فریاد کہ از تشنگیم جاں بلب آمد کس نیست کہ آہ بے لب تشنہ رساند

فریاد کہ بیدار ز حد بردی و از تو فریاد درے نیست کہ دادم بستاند

دیوانہ لے و سلسلہ گر بوئے تو یابد دیوانہ شود، سلسلہ در ہم گسلاند

وقت است کہ بیدار شود دیدہ بختم وز چنگ غم و درد و عذابم برہاند

اساں شود ایس شکل درویش تو شب کاہول جہاں جلد بیک حال نماند

ماندہ خسرو کہ سختی بہند دل  
ہم عاقبتش بخت بقصود رساند

۴۹۸  
ہر کس کہ تقرُّب وصال تو نہ جوید      داند ررہ ادراک جمال تو نہ پوید  
فردا کہ شب وعدہ دیدار سر آید      رہبر نہ بود سوسے تو چنداں کہ نہ جوید  
فردا کہ تو در گلشن فردوس خرامی      طوبیٰ اُذب آن ست کہ در راہ نہ روید  
شک نیست کہ چرخ از پے صد و زیاید      ہر تو ز ہر ذرہ خاکم کہ نہ پوید  
فریاد ز غوغائے رقیباں کہ نمائند      تا یا تو کسے درد دل خویش نہ گوید  
دیدار حرام ست کسے را کہ جو خسرو

از دیدہ بخونِ دلِ خود دست بشوید  
۴۹۹  
کجا بودی بگوائے سرو آزاد؟      کہ رویت دیدم و اقبالِ روداد  
بہر جانب ہی رفتم ز مستی      کہ نا کہ چشم مستت بر من افتاد  
لبت ہمیشہ شد با جانِ شیریں      بدان گوئے کہ عشق و فتنہ ہمزاد  
بگرداں روئے از من گر توانی      کہ من پابستم و تو مرغِ آزاد  
تو نازک چوں را فغانم نہ بجی؟      کہ از فریاد کوہ آید بہ فریاد  
بدم چندیں چو خاکستر شد این دل      کہ گر ما خورد گاہ را خوش بود باد  
بگویش خاک شد بیچارہ خسرو  
فدائے خاک پائے آں صنم باد

لہ غزل مخدوف درن      لہ بیت مخدوف درن وہ جایش دو بیت ذیل اضافہ است  
فیضیت کو تو در دوس نہ دانی      کہ من یک بسمل تو مرغِ آزاد  
چو با جان خواست رفتن یادش لے لے      رہا کن تا بہ میرم ہم دریں یاد

نہ دامن تاتر اور دل چہ افتاد؟      کہ دادی صحبت دیرینہ از یاد  
 پیرمردم لے ز رویت چشم بد دور      کجا این دیدہ بروئے تو افتاد؟  
 تغافل کردنت بے فتنہ لے نیست      فریب صید و باشد خواب صیاد  
 مرا اگر دوسراں چشم بیمار      بگرداں لیک قرباں کن نہ آزاد  
 چو یاد عاشقاں درد دل غم آرد      نہ می دارم ردا کز من کنی یاد  
 چو ذوق عشق بازی می شناسم      من از تو جور خواہم، دیگران داد  
 مسلماناں سلطان باز گوئید      کہ رہ می افتد اندر شمر آباد  
 تو از من کے بری گر ہر بانی؟      بنا میزد دے داری چو فولاد  
 اگر من شاد خواہم بے تو دل را      مباد ایچ کہ یارب دلم شاد  
 دلا وقت جفا فریاد کم کن      کہ ہنگام وفا خوش نیست فریاد

مکن خسرو حدیث عشق شیریں  
 اگر با خود نداری سنگ فریاد

بہ رفت آں دل کہ با صبر آشتا بود      چہ می گویم نہ می دامن کجا بود؟  
 ہمہ شب دیدہ ام خفتن ندادہ ست      کہ بوئے گل رخ من با صبا بود  
 منال لے بلبل از بد عہدی گل      کہ تا بودہ ست خوبی بی وفا بود  
 ز مایادش دبی کہ گاہ بے باد      گذشت آں وقت کا و رایا و باد بود  
 غنیمت داں وصال لے ہم نشینش      خوش آں وقتے کہ آں دولت مراد بود

لے غزل درن محدث است      تھے درن بیت ذیل اضافہ است  
 ازاں بے دل زند فریاد بلبل      کہ اوسال تمام از گل جدا بود



تو سے زاید کہ اندر کوئے اوئی چگونہ می توانی پارسا بود  
 ز در بیرون مرا بیگانہ وارم کہ این بیگانہ وقتے آشنا بود  
 غمت بس بود بد گفتن چه حاجت ؟  
 ترا گر کشتن خسرو رضا بود

۵۰۲

مرا با تو کہ شب بیداری بود ز توانے و از من زاری بود  
 نہ بُد جائے دلیری در غم عشق کہ بخت خفتہ را بیداری بود  
 صبور یگر چه بس دیوانگی کرد شبش با آشنایاں یاری بود  
 بشغل دیدنت خوش بود جانم اگر چه خلق را بیکاری بود  
 نظر بازی مرادی داشت با آنک دل در ماندہ را دشواری بود  
 جمالت آشتی داد آں کہ یک چند میان جان و تن بیزاری بود  
 جز از خونِ دلم شربت نہ می خورد کہ چہمت را عجب بیماری بود  
 فراداں گرم پرسی کرد آں ہم ز آب دیدہ ام دلدار ی بود  
 غنیمت داشت خسرو عزت خویش  
 کہ بخت خفتہ را بیداری بود

۵۰۳

شکر پیش بہت شیریں نگویند رخت را لالہ و سریں نگویند  
 ز دیدہ می کنم شکر جفایت اگر چه ظلم را تحسین نہ گویند  
 من از تو کشتہ گشتم و اے دھڑلے گرت حال من مسکین نہ گویند  
 دل گم کشتہ گر یا ہم نشانش دراں کیسوے چیں در چیں نہ گویند

دلاگر جاں ستد خواہش کن زانک      بتا خیرے سخن چندیں نہ گویند  
چنانش سفت ہا کردہ است ز نمار      کہ بااں کا فرے دیں نہ گویند  
کند خلقے دعائے صبر و عاشق      زکین عاشقاں آ میں نہ گویند  
برا و من عاشقم در پردہ آں ماہ      ہمہ چیزش بگویند آ میں نہ گویند  
کساں کا میں قصہ خسرو شنیدند  
حدیث خسرو و شیریں نہ گویند

۵۰۴

سخن پیش رخسار زبیا گویند      حدیث لالہ خود آنجا گویند  
ہمی گویند کاں یکتا چہ نیکو ست      دراد شرح ست کاں یکتا گویند  
من از غم گر بمیرم خود کساں را      بگویند این خبر، او را گویند  
پیائے بشنوید از من و لیکن      نباشد یار تا تنہا گویند  
من از تیغ کرشمہ کشتہ گشتم      کستہ حاضر است اما گویند  
دہن نزدیک رخسارش میارید      سخن در گوش آں از ما گویند  
بگویندش غم در پنج من و دل      ولیکن از زبان ما گویند

چہ باشد ابر پیش چشم خسرو  
ببازی قطره با دریا گویند

۵۰۵

رخ آں شوخ پنهانی ببینید      کمال صنیع یزدانی ببیند  
در آں شکل و در آں چشم و در آں رو      ہمہ عالم بہ حیرانی ببیند  
دلہم برد و جو گفتم کافری کرد      مسلمانان مسلمانانی ببینید

زرخ را تا پوئیدہ ست از خط  
 من بیچارہ را کتہ ست خوش خوش  
 در آں چہ حال زندانی ببینید  
 ہی خندد پشیمانی ببینید<sup>۱۵</sup>  
 جہدار بدم ز عشق لے دوستان باز  
 رخ آں دشمن جانی ببینید  
 مرا از نالہ و ز آہ دم سرد  
 ز دل تاسینہ ویرانی ببینید  
 ہی جوید وفا از خوبرویاں  
 دلم را حد نادانی ببینید  
 رخ خسرو غبار آلود می دید  
 بر آں در نقش پیشانی ببینید

۵۰۶

لب از تو ز شکر پیانہ اے چند  
 جو در پیمودن آری خرمن حسن  
 رخ از تو ز ختن تجانہ اے چند  
 روا کن سوئے مر پیانہ اے چند  
 درازی ہست در سوئے تو چنداں  
 کہ می باید ہر مو شانہ اے چند  
 بیا زار و گرت زان شانہ موئے  
 بہ پیشیت بشکنم دندانہ اے چند  
 سر آں روئے آتشاک گردم  
 کہ می باید شمع را پزدانہ اے چند  
 بزلف و عارضت دلم لے سوزاں  
 شب ست و آتش دیوانہ اے چند  
 محسب شب کہ از یجوابی خویش  
 بگویم پیش تو افسانہ اے چند  
 ز چشم دانہ دانہ می چکد آب  
 جو مرغای قانغم بادانہ اے چند  
 خوشم با عشق تو بے عقل بے جان  
 ننگید در میاں بیگانہ اے چند  
 بر آگر دلم کز جستجویت  
 مرا ہم کشتہ شد ویرانہ اے چند

۱۵ بعدہ درن بہت ذیل زائد است ۷

برہنہ آشکارا رویش لے ماہ ۷۷ دلم را داغ پنهانی ببینید

۱۶ درن غزل محذوف است

براتم کن ز لب بوسی و بنویس  
ہم از خونِ دلم پروانے چند  
وگر نیست زند از غمزه مست

۵۰۷ ز خسرو بشنود افسانہ اے چند

زاہن عقل پسند و خردمند  
کہ دار در فتنی را پائے در بند  
نصیب امر و زبر گیر از متاعے  
کہ فردا گردش غیرے خداوند  
لباس زندگی بر خود مکن تنگ  
کہ چوں شد پار نتوان کرد پیوند  
بصورت خوش مشوا ز روئے معنی  
نئے خامہ نکو ترازنئے قند  
نصیحت گوہرے داں کاں نزدیک  
مگر در گوشِ دانا و خردمند  
مخور غم بہر فرزندے و مائے  
کہ مالت دیں بس مست و صبر فرزند  
بر عنائی منہ بر خاکیاں پائے  
کہ ایشاں بچو تو بودند یکچند

شنوئے دوست پند، اما چو خسرو

مشو کو گوید و خود نشنود پند

۵۰۸

مرا تا با تو افتادہ ست پیوند  
نہ در گوشم نصیحت رفت و نہ پند  
دل من می جہد ہر لحظہ از جہائے  
بہ دیدارت چنانم آرزو مند  
نہ دادم صبرا اگر بار نہ داری  
یگیر اینک میا دستم بسو گند  
کہ رفتہ ست اول این حکم از خداوند  
کہ رفتہ ست اول این حکم از خداوند  
ز بام آسمان فراشِ فطرت  
بر آمد نہیر پا پس طشت افکند  
دلم خون ست از شوق وصال  
چو مادر در فراق کشتہ فرزند

لہ درن بیت ذیل زائد است ۵

اگر خواہی نہ بینی رنج بسیار ۶۶۶ بہ اندک مایہ راحت باش خورسند  
یہ غزل درن محذوف است

ہزاراں چشمہ از چشم روان مست کہ سنگیں ترغی دارم زالوند  
نباشد حال مشتاقان بیدل زجانان بیش از این مجبور خرسند  
بروئے خسرو بجان دل زار

۵۰۹ تن بیچارہ بے جاں بیش پسند

از آں اہل نظر در غم اسیرند کہ منظوراں بغایت بے نظیرند  
دیت از خو برویاں جست باید بہر جائے کہ مشتاقاں بمیرند  
نیامید اہل دل در چشم خواں کہ ایناں تنگ چشم آناں حقیرند  
کساں کزد دست و دل خوئیں بخورند اگر پیرند ہم طفلے بہ شیرند  
زہمے عمر دراز عاشقاں گر شب ہجراں حساب عمر گیرند  
بیدارے کہ بنمایندم از دور پذیر فتم بجان گر جاں پذیرند  
درون دیدہ شانم نیکواں را اگرچہ راست در بالا چو تیرند

ز دردت مردمان چشم خسرو

در آب دیدہ مرغ آب گیرند

۵۱۰

لبت را جاں تو اں خواندن و لیکن نہ می دامن کہ آں خط را چہ خوانند  
مرغ اے پاک دامن! عاشقاں اگر ہر چشم تر دامن نشانند  
خواہم زسیت، زخم عشق کاریست رقیباں را بگو "تیمم نہ اند"  
مکن بر ماضیت ضائع لے شیخ کہ متاں لذت تقویٰ ندانند  
بگو پیش صبا کہ گے پس از ما کہ اہل خاک خدمت می رسانند  
بجائے کز گل رویت چکد خوئے  
دو چشم خسرو آنجا خوئے نشانند

۵۱۱ چو نقش صورتش در آب و گل ماند  
ولم در بند خو بان چگل ماند  
بدان سیم دہاں زد غنچہ لاسے  
بصد رو پیش آں رو منفعل ماند  
گل سیراب من در باغ بشگفت  
گل صد برگ اندر ویش خجل ماند  
خندک غمزہ تیر کاں شکارے  
گذشت از دل و لے پیکان دہان ماند  
چو دید آں قد و آں قامت صنوبر  
ز حیرت در چین پایش بگل ماند  
بشیر عشق ہر کو رفت روزے  
گر فتار ہوئے معتدل ماند

بقرباں خون خسرو ریز، مندیش

کہ قتل او مباح و خون بہل ماند

۵۱۲ ہر درد و غم دل مبتلا شد  
چرا یک بارہ یار از ماجدا شد؟  
برید از دوستان خود بیک بار  
در یحاجت دشمن روا شد  
بر ندی و بشوخی و بصد ناز  
دل از من برد و آں گہ پارا شد  
شب از ہم سایہ ہا فر باد برخاست  
مرانا لیدن شہما بنا شد  
وفا و مہربانی کرد با خلق

چو در خسرو آمد بہوفا شد

۵۱۳

دلم زیں ساں کہ زار و مبتلا شد  
از آں نا مہربانی بہوفا شد  
مباد از آہ کس آں روئے را خوں  
اگر چہ جان مسکیناں بنا شد  
بیا برد دوستان اے جان روکن  
ہر آں تیرت کہ برد دشمن قضا شد  
مرادت گر ہلاک چوں منے بود  
بجدا شد کہ آں حاجت روا شد  
مرا وقتے خوشے بودہ بہت درد دل  
مسلماناں ندانم تا کجا شد؟

شہ و شہ سرد و غول مخدوف درن

شہ درن بہت ذیل زائد است

شب از ہم سائیکان فریاد برخاست : مرانا لیدن شہما پلا شد

دیم سرو خواں را سکہ نوزد چمن بے برگ و بلبل بے نوا شد  
 چرامی نالداں مرغ چمن زار مگر اونیز از یاراں جدا شد  
 مکن بر خسرو دل خستہ جو رہے  
 اگر اولطف ناکردہ رہا شد

۵۱۴

جواہر روزہ از ادوح سما شد ز دور روزہ دوراں بے ضیا شد  
 برابر وئے ہلالِ عہد بنگر ہلالِ ابردم از من جدا شد  
 از آں آبے کہ بگذشت از سیر خم بیالہ ماصراحی آشنا شد  
 مرا کآپ دو چشم از سر گذشتہ ست عجب بنگر کہ گل بودہ صبا شد  
 گلش را سبزہ نارسہ کیارست چناں مردم مگر مردم کیا شد  
 از آں محرابِ ابرو یاد کردم نمازے چند نیز از من فضا شد  
 مگر مجنوں شناسد حالِ من چہیت کہ در ہجرانِ لیلی مبتلا شد  
 ہمہ گل می دمد از دیدہ در چشم خیال دوئے او مارا بلا شد  
 در آپ دیدہ سرگرداں چہانندہ مگر سنگیں دلِ من آشنا شد

دو چشم خسرو از باریدن در

کہف شاہنشاہ باران عطا شد

۵۱۵

بملک فتنہ تاز نقش علم شد زجاہنا عارض او را حتم شد  
 فرشتہ گر گناہے می نوشتے رخت چوں دیدم رفوع القلم شد  
 نشیں یک دم کہ یا بد نیم عمرے گر فتارے کہ عمر او دو دم شد  
 نہ می دیدی بمن از تنگ دیدی مرغ از زین قدر قدر تو کم شد

لہ غزل درن مخدوف است لہ درن بیت ذیل زائداست ۵

ز خاموشی بہ خواہی گشت مارا ۛ ۛ ۛ دو لغت بہر جان ماہم شد

کے بد روزی خسرو شناسد  
کہ او در ماندہ شہلے غم شد

۵۱۶

دلِ معاشق چرا شنید ا نباشد      عشق اندر جہاں رسوا نباشد  
نگوئی تا بجے اے شوخ و لبر؛      ترا پردائے حال مانا نباشد  
بر بہتان لطافت سرو باشد      دے چوں قد اور عنا نباشد  
کہ امیں دبدرہ درے نیست حیراں؛      مگر چشمے کہ او بینا نباشد  
نہ دل باشد کہ غافل باشد از یاد      نہ سر باشد کہ پُر سودا نباشد

بنوے دل ز خسرو در تو بستم  
کہ با غیر تو اُم پر دا نباشد

۵۱۷

دلِ مارِ شکیب از جاں نباشد      در از جاں باشد از جاں نباشد  
مراد شوار از او باشد صبور سی      ز جاناں دل صبور آساں نباشد  
نباشد نالہ عیب از درد مندی      کہ دردش باشد و در ماں نباشد  
مرا جوں عشق مہمان ست حاکم      ہفتوی ترا از این مہماں نباشد  
غمت شد در دلِ شوریدہ ساکن      کہ جائے گنج جز ویراں نباشد  
ندارد در جمالِ روئے خوبت      و گرایں باشد اما آں نباشد

خیالت گر بہمانِ من آید

دلم را جز جگر مہماں نباشد

۵۱۸

وفا در نیکوای چنداں نباشد      ترا خود پیچ بوسے ز اں نباشد  
مرا گوئید منکر در جواناں      کہ خوبی جز بللے جاں نباشد  
نظر در روئے تو خود کردہ ام من      بے خود کردہ را در ماں نباشد



دلم بر بُت پرستی خو گرفته ست      مسلمان بودم امکان نباشد  
مرا بر تو کا فر میکند خلق      خدا اهل عشق را ایان نباشد  
مرد از سینه بیرون گرچه دامن      که یوسف را میرزندان نباشد  
از هجران سوخت خسروده که در عشق

چه نیکو باشد از هجران نباشد

۵۱۹

کسے کز عاشقی بیزار باشد      اگر طاعت کند بیکار باشد  
مفرح خاطرے کا زار بیند      مارک سینے کا فگار باشد  
دے کز نیکوای دردے ندارد      چو سگے داں کدرد پوار باشد  
جگر خواری کن آخا گر توانی      که همان شکر بسیار باشد  
تو خفته حال بیداراں چه دانی      کسے داند که او بیدار باشد  
غلط کردم ستم میکن که خوبی      ترا ازداد کردن عار باشد  
نوازش کن که خسر و عاشق تست

کما سایش گشتی دشوار باشد

۵۲۰

بتے مانند تو موش نباشد      دگر باشد چه تو سرکش نباشد  
توئی طرہ سوارے زان که خورشید      بود برابر و برابرش نباشد  
ز آہم تیر بتاں ہم مراکش      ترا اگر تیر در زکش نباشد  
خوشم من گر گشتی زادم اگر چه      کسے در کشتن خود خوش نباشد

ندام ز بستن در خون خسر و

اگر آں چشم کا فردش نباشد

۵۲۱

چمن دارنگ و بوجند بن نباشد      چمن راجد مشک آگین نباشد

لبت را جان نخواهم حاشا للہ  
 کہ جہاں ہرگز چنیں شیریں نباشد  
 بہ زیبائی رُخت را مہ نہ گویم  
 کہ مہر مشتری چندین نباشد  
 جمالِ خوب کے باشد پری را؟  
 کہ شب بار و زہم بالین نباشد  
 ترا ہرگز خود اے بد عہد و بر مہر  
 غمِ حالِ مین مسکین نباشد  
 مسلمانانِ مین آں بت می پرستم  
 کہ در تہانہ ہاے چین نباشد  
 شہادیں از مین بیدل مجھئید  
 کہ ہرگز بید راں را دین نباشد

مرا گوئید در ہجرانِ مخور غم

کے بے دوست چوں غمگین نباشد

۵۲۲

دے دارم کہ جز جانانِ نخواہد  
 ہمیں معشوقہ خواہد جاں نخواہد  
 اگر جاں خواہد از دے خو بردے  
 رواں بد ہد ز مین فرماں نخواہد  
 مرا گویند "سامانے نداری"  
 کسے از عاشقانِ سامانِ نخواہد  
 گذر در کوئے آں دوزخی ست  
 کہ جادو روئے روضہ روضاں نخواہد  
 سیرس زیں پس و شمشیرِ خواہاں  
 کسے تا خونِ مین زایشاں نخواہد  
 مفرا صبر کاں را ہر کہ دیدہ صبت  
 صبوری از مین حیراں نخواہد  
 غم آمد در دلِ تنگ، ز دانست  
 کہ در تنگی کسے ہماں نخواہد

بہ رنجم کہ تو خسرو را نہ خواہی

تو خواہی لیک ایں حراں نہ خواہد

۵۲۳

دلِ بے وصلِ جانانِ نہ خواہد  
 کہ عاشقِ جانِ بے جانانِ نہ خواہد  
 دلِ دیوانگیاں عاقل نہ گردد  
 سیر شدو ریدگانِ سماں نہ خواہد  
 طبیبِ عاشقانِ دریاں نہ سازد  
 مریضِ عاشقی دریاں نہ خواہد

اگر صد دهنه بر آدم کنی عرض      برون از گلشنِ رضواں نه خواهد  
 و درش صد ابنِ یاسین هست یعقوب      بغیر از یوسف کنگاں نه خواهد  
 اگر گویم، خلافِ عقل باشد      که مفلس ملکِ خواباں نه خواهد  
 کجا خسرو لب شیریں نه جوید؟      چرا بلبل گلِ خداں نه خواهد  
 دلم جز روئے و موی گلِ عذاراں      تا مثلے کُل دریاں نه خواهد  
 ز رویش می گریزد زلفِ مشکین      که پند و صحبت خاقاں نه خواهد

از آن خسرو زدی رفت بیرون

که ملک پند دنی سلطان نه خواهد

۵۲۴ از آن سبیل که گل سر بار دارد      گلِ طبع مرا پر خار دارد  
 نه دارد گویند قطعاً سر من      سبز زلفش که سر بسیار دارد  
 خطا شیریں به زیر لب چو طوطی است      که شکر پاره در منقار دارد  
 تو خورشیدی و جانم ذره آسا      هوای عشقت لے دلدار دارد  
 خطا باشد که زلفت مشک خوانم      که در هر چیں دو صد تاتار دارد  
 نیم بلبل چرا آن زارِ زلفت      نشین گاه در گلزار دارد

ز بارِ بهر خسرو بر نگر دد

که باروے وصالش کار دارد

۵۲۵ سوار من که ره در سینہ دارد      زبان پر مهر و دل پر کینه دارد  
 خیال اسپاد شطرنج بازی      همه با استخوانِ سینہ دارد  
 ز سُم بوسیدن شکر دہاناں      سمنداو بپا شیرینہ دارد  
 از این میس ماؤ در دیشی چو درویش      بوس پوشیدہ پشمینہ دارد

کند بر ما جفا با و نداند      که حق صحبت دیرینه دارد  
از این من نیست امروز نیز این جور      که دل بردوستان پُرکینه دارد

دل خسر و بی‌مالد نترسد

مگر با بر سر گنجینه دارد

۵۲۴

فلک با کس دل یکتا نه دارد      ز صد دیده یکے بینا نه دارد

درخت دهر سرتاپائے خارا ست      تو گل جوی دُاد اصرانه دارد

همان از مرد و میها مردماں را      نویدے می دهد امانه دارد

کے از هفت بام چرخ بگذشت      که بارغ هشت در ادا نه دارد

کے کایں جا مُرتلج می نشیند      در ایوانِ مثنی جاندار دارد

چرا خسر و نیندیشی تو امروز؟

از آن فردا که پس فردا نه دارد

۵۲۵

بے کز و دیدن جان مست گردد      درون جان من پیوست گردد

گو "کز دیدن من چیست حالت؟"      چو دیوانه که ارے مست گردد

چو در گیسو گرہ بندی، بسا دل      که اقطاع ترادر بست گردد

دے کز سنگ صد بار آهینس تر      ز یک پیکانِ خیمت بست گردد

بہیں در جان من، مخرام جانا      کہ دیدہ ز تو پایت بست گردد

اگر خامہ کند و صعبِ جمالت

کہ خسر در ا قلم در دست گردد

۵۲۸

جفا کن بو کہ این دل باز گردد      دے با جان من و مسا ز گردد

بد عنانی چنین مخرام و مستیز      که شمرے نیم کشت ناز گردد  
چونامت گویم و ناله بر آرم      دل و جاں بمرہ آواز گردد  
چو ماژدیم بکشا روے و بگذار      که دبائے قیامت باز گردد  
چه جائے عافیت باشد دلے را؟      که گرد و غمزه غمت از گردد  
گر آہو چند تنگ دارد نشاید      که گردد ترک تیر انداز گردد  
کند افسانہ روز بد خویش

شبے گر خسروست ہمراز گردد

۵۲۹

زہر تن چشم اوجاں را بہ دزد      زہر دل زلفش اچاں را بہ دزد  
ہزاراں عمر باید مزد دزدیش      چو آں عیار ما جاں را بہ دزد  
بت محل نشیں زان رہ کہ زہریت      رہے خواہد بیاباں را بہ دزد  
خوش آں ساعت کہ از پی بہر تو ہم      و سآں لب ہلے خندان را بہ دزد  
چو دزدانم کشاں درو گوہر      چو گاہ خندہ دندان را بہ دزد  
عش دزدیدہ عقلے را کہ دیدہ است      ز دیدہ اشک غلطاں را بہ دزد

نہ خبید کس شب از افغان خسرو

اگر چہ در دل افغان را بہ دزد

۵۳۰

زمانہ چوں تو دل جوئے ندارد      فلک مثل تو مر روئے ندارد  
بنامی زد نیسے کاں تو داری      گل سوری از آں بوئے ندارد  
چو بد خوئی کند چشم تو با من      دلم گوید کہ بد خوئے ندارد

لہ درن بعدہ بیت ذیل انراست

کہ کس با دردی من اتنا ز گردد

نہ گو بہاں خود با کس نہ خواہم

غزل محذوف درن

غزل درن محذوف است

تن من موئے شد بہر میاست      چو بہرہ از میاں موئے ندارد  
 بر من بر سر زانوست از تو      بر من پیچ زانوئے ندارد  
 سخن بشنو مگر از بندہ خسرو  
 جہاں چوں او سخنگوئے ندارد

۵۳۱

دے کو چوں تو دلدارے ندارد      براہل عشق مقدارے ندارد  
 ز مر تا پائے زلفت یک شکن نیست      کہ در ہر موگر فتارے ندارد  
 نہ دائم زاہدے کز کفر زلفت      بہ زیر خرقہ زتارے ندارد  
 کہ ایں گل بہ بتاں سوخ روید؟      کہ از تو در جگر خارے ندارد  
 دباں پستہ ماند باد ہانت      ولیکن نغز گفتارے ندارد  
 کسے کور وئے تو دیدہ ست ہرگز      نظر بر پند غم خوارے ندارد  
 من از خم خانے دردی کشیدم      کہ آنجا محتسب کارے ندارد  
 کہ آب خوش خورد از عقل او کس      کہ رہ در کوئے خمارے ندارد  
 بیا و دست گیر افتادہ لے را      کہ جز تو در جہاں یارے ندارد  
 لگو کز ہجر من چوں ست خسرو

امید ز یستین بارے ندارد

۵۳۲

دل من خوں شد و جاناں نداند      وگر گوئیم قدر آں نداند  
 مسلماناں کرا گویم غم عشق      کہ کس کار مرا ساماں نداند  
 میحما مردہ داند زندہ کردن      وے درد مرا در ماں نداند  
 چہ سودایں نسخ دیدن چوں منے را      کہ اندوہ من این ناداں نداند  
 دل دیوانہ اسے خود کام دارم      کہ فرمان مرا فسرماں نداند

گئے کاشفۂ او گشت زہار      کہ کارِ عیش را سامان نداند  
مسلمان نیست او در مذہب ما      کہ کفر عاشقاں ایان نداند  
نہ باشد عشقا زان را سرِ عقل      کہ در دِ عاشقی چندان نداند  
یکی سر و رواں ہمایہ ماست      کہ رفتن جز میان جہاں نداند  
گئے باشد کہ درستی لبش را      بہو سم کاہیں خبر ندان  
نگارینا دل سنگیت ہر گز      حق آزر دہ ہجران نداند

نہ داند رفت خسرو جز بہ گویت  
کہ بلبیل جز رہ بہتاں نہ داند

و

۵۳۳

دلِ جز کوئے تو مسکن نہ داند      تا شلے گل و گلشن نہ داند  
ہر آں نظارگی کاں روئے بید      بہائے خود رہ مسکن نہ داند  
بہ ہر چہ درین ستاں چنان ہوئے      کہ نامحرم در او دیدن نہ داند  
چو جبر عریخت ہر آں خونِ من دئے      کہ آں ساقی مرد و گھن نہ داند  
گر آں بد ختم را در یابی لے باد      بہ گوئی آں چنان کہ من نہ داند  
فرو خور آہ را اسے جان و میوز      کہ دو دِ مارہ روزن نہ داند  
حدیث درد با خسر و گان نیست      کہ ایں رہ دل شناسد تن نہ داند

۱۰ بیت مخدوفِ درن      ۱۱ درن دو بیت ذیل زائد است ۱۲

تو چشم و غمزہ را گشتن بیا موز      کہ کس ایں شیوہ رازی شاں نہ داند  
خیمات ہیں بہ چشم تا نہ گوئی      کہ گل رستن بہ شورستان نہ داند

۱۳ بیت مخدوفِ درن      ۱۴ درن بیت ذیل زائد است ۱۵

بہ روئے سر تو ہم با عقل دل گیر      کہ ما مستیم و عقل ایں فن نہ داند

خدا یاد دوست کا مش دارا ہر چند  
کہ در درخسرواں دشمن نہ داند

۵۳۴

اگر چشم تو روزے بر مہ افتد      مہ ارخو رشید باشد در تہ افتد  
و گر شکل ز خدانت ببیند      روانی آب حیواں در چہ افتد  
چو در خندیدن آید بارغ رویت      گل اندر دیدہ ہر مہ افتد  
کند پیونہ عمر از صبح رویت      چو روز عمر گل را کو تہ افتد  
نہ خواہم بعد ازین مہ را ببینم      گذر گر بر منت بعد از مہ افتد  
برویت خواہم انحدی بہ خوانم      غلط ترسم کہ در بسم اللہ افتد  
چو خواہد عارضت عشاق راضی      نظر بر من پس از چندین گرافتد

فہاں اے جاں کہ خسرو در فراق  
چنان افتاد کاشت در کہ افتد

۵۳۵

مے چوں او بہ دوست من نیفتد      دگر افتد چنین روشن نیفتد  
نہ می دانم چہ سردار کہ تیغش      مرا خود ہرگز از گردن نیفتد  
ز بخت خود پریشانم کہ یک شب      سیر زلفش بہ دوست من نیفتد  
نہ بیند کس دگر گل را شگفتہ      اگر بوئے تو در گلشن نیفتد  
توانا وک می زنی از غمرہ و من      براولرزاں کہ بردشمن نیفتد  
مرد دامن کشاں تا گر دغیرے      ز خاک رہ براں دشمن نیفتد

لے درن بیت ذیل زالم است ے

دلہ را در سیر زلفت رہ افتاد      غریباں را بہ ہندتاں رہ افتد  
لے غزل درن محذون است



چو خسرو از تو ام اے چشم روشن

نظر بر ہیچ سمیں تن نیفتد

۵۳۶

گر آوے یاد مادرے نیفتد

نصیحت می کنم دل را که باز آئے

بر ریزم خون خود بر آستان

گپه بر من نیفتد چشم مست

چه پرسی با تن و جلے بر آزدرد؟

ہاں داں آتش اندر نے نیفتد

اگر چغناد خسرو زو بصد رنج

خدایا رنج من بروئے نیفتد

۵۳۷

خطے از علی جانان می بر آید

سیر زلفش بفضہ دستہ بستہ

بر آید ماہ تابان در شب این جا

ز کا فور تو سنبلی می زند سر

مسلمانان نگہدارید خود را

کہ کفر کج زایاں می بر آید

دل خسرو در آل زلف است دائم

از آن خاطر بریشاں می بر آید

۵۳۸

بر سائے کے جنیں ماہے بر آید؟

دگر آید، زچہ گاہے بر آید؟

زر خسار شن، ز حسن جعد مشکیں

کجا از تیرہ شب ماہے بر آید؟

اگر آئینہ حسن ست روشن

بسا خرمن کہ یک دم بسوزد

اگر آہے بر آید

لے غزل محذوف درن سے غزل محذوف درن سے غزل محذوف درن

ہم شب تا سحر بیدار باشم      بُود کاں مہ سحر گاہے بر آید  
 گدائے گریب کوئے دل فروشد      کہ از جاں بگذرد شاہے بر آید  
 عجب نبود در آں میخانہ خسرو  
 گراں بیکار گمراہے بر آید

۵۳۹

میر اوچوں بہا ہے بر نیاید      شمع زیناں بہا ہے بر نیاید  
 چو زلف کا فرہند و نژادت      زمہدستاں سپاہے بر نیاید  
 بہ اورنگِ ملاححت تا بہ محشر      چو اوگل چہرہ شاہے بر نیاید  
 دل افروزی چو او خورشید تاباں      ز طرب بار گاہے بر نیاید  
 گراں در امر و گویم راست ناید      کہ با قدش گیا ہے بر نیاید  
 زمانے نگذر دگر خاک کویش      نفیر داد خواہے بر نیاید  
 گنہ گارم چرا کاں آتش نیست      کز او دود گناہے بر نیاید  
 برو خسرو کہ آہنگ درائے

درایں کشور را ہے بر نیاید  
 ب

۵۴۰

میر زلف تو یاری را نہ شاید      کہ دشمن دوست داری را نہ شاید  
 اگرچہ زلف آرد تا ب بازی      ولے باد بہاری را نہ شاید  
 دلا خود را بہ چشم او مدہ زانک      مقام استواری را نہ شاید  
 حرفش بدہ ام شب گری لے چشم      کہ امی شربت خاری را نہ شاید  
 بہ جاں کندن رہا کن نیم کشتہ      کہ امی تن زخم کاری را نہ شاید  
 خرابم کرد چشمت راست گفتند      کہ ترک مست یاری را نہ شاید

مراں از در کہ خسرو بندہ نست

عزیزش کن کہ خواری را نہ نشاید

۵۴۱ گسیت از آفتایاں یاد ناید  
چنین بیگانہ بودن ہم نہ نشاید  
کہ داد آں بخت خوش رونے کارا  
ز در بچوں تو خورشیدے در آید  
شہم کا بستن است از قید اندر  
نہ پندارم کہ وصیحتے بر آید  
مخاں در بوستان غم لے دوست  
کجاں جاہم دلم کم می کشاید  
زمانے می دہم دل را ولیکن  
نہد بر جاں ز دیدہ چند باید  
میراں ناز بازی کردم لے باد  
کہ مرگ من ترا بازی نماید  
رہے ہما کہ نتوان زست بے تو  
ولیکن خویش را می آزماید  
نہ گیرد جز گر فتار ان دل را

غزل لے کہ خسرو می سر آید

۵۴۲ ہمیں تادیدہ چند افسوں ناید  
کہ خود را چوں توئی بیرون ناید  
جو طالع شد رُخ میمون تارا  
زمانہ طالع میمون ناید  
جو خورشید رُخش بینم مرا چشم  
بہر دم نقش دیگر گوں ناید  
بہر خمنا سخن سجہ ترازو  
لبت چوں خندہ موزوں ناید  
اگر در روئے زرد من نہ بینی  
زہے ایں رو کے را چوں ناید  
ہمیں در چشم من چندیں کہ بسیار

۵۴۳ جو اندر شیر بینی خوں ناید  
غ  
صبا آمد لے دل باز ناید  
غریب ما بہ منزل باز ناید

لے درنیت ذیل زانکہ است سہ مرا کھتی کہ جاں می باید از تو بیزار  
لے غزل درن محذوف است

بدریا غرق شد رخت صبورى      کہ کشتی سوئے ساحل باز نامد  
 دل مارفت با محمل نشینے      رود جاں ہم کہ محمل باز نامد  
 گرفتارست دل لے پندگو بس      کزین افسانہ ہا دل باز نامد  
 پر عشقم مست بگزارید زیراک      کس از میخانہ عاقل باز نامد  
 خلاص غیر کن لے زلف لیلیٰ      کہ مجنوں را انان دل باز نامد  
 نصیحت زندگان را کرد باید      کز افسوں مرغ بسمل باز نامد

بہ دادی غمش گم گشت خسرو  
 کہ کس از راہ مشکل باز نامد

۵۴۴ نگار از من مسکین چه خیزد؟      چرا ہجر تو بابا می ستیزد؟  
 بھی خیزد ز زلفت نالہ دل      جو آں آواز کوز بجر خیزد  
 میو شاں روئے را بگزار کر شرم      شود گل آب و در پیت بریزد  
 منم خاک تو چند نیم چه بیزی؟      کہے خود خاک را چندین نہ بیزد  
 چرا در سینہ خسرو گرفتہ

درون او ز جاں بیرون گریزد

۵۴۵ غم من شادی کس را نہ پرسد      مند گر زخ اطلس را نہ پرسد  
 چہ می پرسے؟ مہر سہ از آتش من      بہ وقت سوختن خس را نہ پرسد  
 بعد جاں پیش او کہیم اگر او      فراموشان دلبس را نہ پرسد  
 رقیبت لغت کے آیم بر تو؟      بلا در آمدن کس را نہ پرسد

لے درن بہت ذیل زانکہ است ۵

بہ دریا غرق شد رخت صبورى      کہ کشتی سوئے ساحل باز نامد  
 ۵ غزل محذوف درن      ۵ غزل محذوف درن

میں ازخسرواں خسرو دم عشق  
کہ بلیل نام کر گس رانہ پرسد

۵۴۶

از یاد تو دل جذا نہ خواہد شد      وز بند تو جان رہا نہ خواہد شد  
دل را بہ تو دادم و نہ می دانی      چون می دانم مرا نہ خواہد شد  
پیوند تو از تو نگسلم ہرگز      تا جامہ جان قبا نہ خواہد شد  
در بوسہ دے شمار گو میکن      من می شمرم دغانہ خواہد شد  
یارب بہ کجا اگر یزم از تیرت؟      ہر جا کہ روم خطا نہ خواہد شد  
میگو سخنے، مترس از غمزه      مست است بریں گوانہ خواہد شد  
در دے دارم سیمنہ از عشقت      کال در دیکمن دوانہ خواہد شد

گفتی کہ "غلام من نہ نشہ خسرو"

ہم خواہد شد، چرا نہ خواہد شد؟

۵۴۷

امشب بت ما بنزد ما بود      ماہش بہ وبال مبتلا بود  
در باغ دصال می گد شتم      گل در چپ و سر در استا بود  
بیگانہ کسے نبود گر بود      دل محرم و دیدہ آشنا بود  
ہوش و دل و صبر باز آمد      ایں ہر دوسہ چند گہ کجا بود؟  
از بخودی آں زماں کہ دیدم      در یوسف خود پے بہا بود  
می رفت دے از آب چشمم      زنجیر مسلسلش بہا بود  
ناگہ بچمن رواں شد آں مر      چون سرو کہ بر سر گیا بود

لے غزل مخدوف درن۔ یہاں بیاد ذیل رون ناماندہ آدر خطے کہ نو غلامے بہا بالاش بہا ہستی گوا بود  
آں عیسا اگر دم نہ داسے بہا امید بہ زیتن کرا بود؟      بر قبلہ طاق ابرو دانش بہا حاجت کہ بہ خواہم روا بود  
ہنگام سحر کشید گیسو      شب رفت، ہنوز بہا بود

در خواب غلط بماند خسرو

کایں خواب مرا نبود یا بود ۵۴۸

ب  
وقتے دلِ ما از آنِ ما بود      واندر دلِ یارِ ما وفا بود  
بیگانه چنان شد آن دلِ از من      گوئی تو که سالها جدا بود  
صد شکر که ہم بہ کوئے او ماند      آن دل که زمین ہزار جا بود  
دید آن کہ خارِ چشمِ مستش      خمارِ شدارِ چہ پارِ سا بود  
دی دید مرا و زیتیم، یک      ناسید کہ گردِ آں بلا بود  
ہر مورِ خطش مرا فردِ برد      آن موجِ گوئی از دہا بود

خسرو کہ در او گمست گوئی

افسانہٴ دوست بود و نا بود

ت

۵۴۹

عشق آمد دلِ ز دستِ ما برد      تدبیر ز عقلِ مبتلا بُرد  
عیش و طرب و قرار و تکیں      یک یک ز دلم جدا بُرد  
ہر دل کہ بید نہ کسے دید      یادِ کفِ غمِ سپرد و یا بُرد  
یار آمد و ساخت خانہٴ در دل      شاہ آمد و خانہٴ گدا بُرد  
مارا کہ ز غمِ خیالِ گشتیم      بادِ سیرِ زلفِ او ز جا بُرد  
سیلابِ غمش در آمد از شہر      بازارِ ہزار پارِ سا بُرد  
شبِ صورتِ او بخواب دیدم      تا چشمِ زدم بہم، مرا بُرد  
دلِ رامی برد سیلِ دیدہ      اشکم بہ دید و خواب ما بُرد  
ایں دیدہٴ من کہ کورِ بادا      پیشِ ہمہٴ آبروئے ما بُرد

مسکیں دل بے قرار خسرو

غم، پہنچ ندائش کجا بُرد ؟

۵۵۰

یارے دل مابہ رائیگاں بُرد تادل طلبیم باز جاں بُرد  
عشق آمد و گردن خرد ز دُزد آمد و سر زبا سباز بُرد  
ماندیم از آں حرلیف دل دُزد زد قلعه و مہرہ رائیگاں بُرد  
اے ترک کہ جنبش رکابت از پنچہ چاکاں غناں بُرد  
بگذارد کہ در اجسل بمیرم ایں لاشہ کہ آب کارواں بُرد  
دل بر تو بہ کشتنم گماں داشت شد عاقبت آنچہ او گماں بُرد  
عاشق نہ خود از در تو شدہ رور بازاع چہ حیلہ کا ستخواں بُرد ؟

جان دادم و درد تو خرم یدم

ایں را تو بہر کہ خسرو آں برد

۵۵۱

تاب رخت آفتاب ناورد زوقالب تو شراب ناورد  
آں خالی چہ ذرہ ہوش من برد خشناس تو پہنچ خواب ناورد  
دل دعویٰ صابری ہی کرد چوں رہے تو دید تاب ناورد  
دی بر تو صبا پیام من برد چوں باز آہ جواب ناورد  
از گریہ کہ چوں سرمہ در دست چشم قدرے گلاب ناورد  
ایں دیدہ کدام راز دل بود ؟ کز گریہ بہ روئے آب ناورد  
زلف تو دل مرا بد زدید رحمت بمن خراب ناورد

سہ درن ابیات ذیل اضافہ اند سہ آں کس کلیم زد آشنا بود  
لیکن ز جہائے تو تعظم خواہم بر شاہ کامراں برد  
جمنید زماں کہ در بلندی ایوانش سین ز آسماں برد

افسوس کہ خسرو شش گرفتہ  
پیشِ شر کا میاب ناورد

۵۵۲  
اے ہم نفساں کہ پیش یارید  
ہر چند شما از این دیارید  
جاں خواہم داد زیرِ پایش  
امروز مرا بہن گذارید  
بر دوست برید جان و عقلم  
کالا ہمہ خصم را سہارید  
اے دیدہ و دل اگر بگریبد  
شاید کہ شما گنا ہنگارید  
اے محنت و غم سگِ شایم  
کز دوست مرا بیا دگارید  
اے طائفے کہ در دِوانِ نیست  
بہمت کہ در کد ام کارید  
گر در دلِ تاں غم نہ گنجید

۵۵۳  
بایار از من خبر بہ گوئید  
بر سینہ خسرو شش گما رید  
مارا دل و دیدہ بندگی گفت  
وین را از ہفتہ تو بہ گوئید  
ترکِ ریخ خوب گفتنی نیست  
در خدمتِ آں پسر بہ گوئید  
جاں می رود و مرا خبر نیست  
ہر چیز کز آں بتر بہ گوئید  
چشمش من مستمند را کشت  
جانانِ مرا خبر بہ گوئید  
گر ہیچ رُخ و لبش بدیدید  
در گوش دے ایں قد بہ گوئید  
نرخ گل و گلِ شکر بہ گوئید  
پہناں چو نمائند رازِ خسرو  
در کوہ و بام و در بہ گوئید



۵۵۳ از رنگِ خفتِ قمر تو اں کرد  
 وز لعلِ لبِبت شکر تو اں کرد  
 گر اندِ همتِ خبر تو اں یافت  
 در راهِ عدمِ سفر تو اں کرد  
 ماییم دو دیدہ وقفِ کردہ  
 سویت نظرے مگر تو اں کرد  
 بردار ز روئے طرہ کایں دم  
 شامِ غمِ ماسحر تو اں کرد  
 خستہ و جو اسیر گشت بروئے

۵۵۵ میکن کہ از این ہر تو اں کرد  
 فریاد ز غمِ تو فریاد  
 کزوئے شغبِ بعالَم افتاد  
 فریادِ رسی، کہ رفت بر چرخ  
 مارا از کُشتہ، تو فریاد  
 تو مردمِ چشمِ ماؤ مارا  
 برگوشہ دل نیادری یاد  
 دریاب مرا کہ آہم از غم  
 چون صور صدائے خستہ در داد  
 گر واسطہ وصال نہ بود

۵۵۶ آن کیست کہ نیست با غمت شاد؟  
 خطے کہ قرینِ حال باشد  
 شک نیست کہ بے مثال باشد  
 سروے کہ بقامتِ تو مانہ  
 در قامتِ اعتدال باشد  
 آن دم کہ تو شرحِ حال گوئی  
 دانی کہ مرا چہ حال باشد  
 افسوس بود کہ چون توئی را  
 با بچو منے وصال باشد  
 آن را کہ ببادقتِ مشغول  
 از ہر دو جہاں لال باشد  
 ہرگز نہ کم خیالِ خواہے  
 تا در سرمِ آن خیال باشد  
 در عہدِ تو اں گئے صبور ی  
 لے دوست کرا بحال باشد  
 دیگر نہ کند نشاطِ دہِ راز  
 مرغے کہ شکستہ بال باشد

گویند کہ بندہ می نوازی

خسرو بہ صفِ نعاں باشد

۵۵۷

گرمہ چو تو با جمال باشد	خورشید کم از ہلال باشد
بر روی زمین نظر رویت	در آئینہ ہم خیال باشد
مارا کہ بہ دیدت ہلاکیم	نادیدن تو چہ حال باشد
در عہد تو اں گئے صہوری	اے دوست کرا جمال باشد
مئی خواہم سیر بنیم آں رخ	گردستوری ز حال باشد
مئی کن ستم و جفا کہ خوبی	گر لطف کنی و بال باشد
بنمائے بگاہ کشتنم روئے	تا خون منت حلال باشد
کوثر عمر است عاشق ارچہ	روزش ہزار سال باشد
تا کے سخن وفا، رہا کن	خوبی و وفا محال باشد
بوسے ست طمع دل رہی را	اندازہ ایں سوال باشد

بشنو ز کرم حدیث خسرو

ہر چند ترا ملال باشد

۵۵۸

آں را کہ غم تو یار باشد	با خوش دلش چہ کار باشد
صوفی چون گشت توبہ، ساقی	نگذار کہ ہوشیار باشد
متے کہ سبو کشد پندار	کو را قدم استوار باشد
مے حاجت نیست مستیم را	در چشم تو با خسار باشد
جاں دادم و دایع عشق بردم	کاں جاز تو یادگار باشد
معذور بود ز نالہ بلبلی	جائے کہ کل و بہار باشد

مرہم چوخی پذیردایں دل بگذار کہ تا نکار باشد

خسرو بہ غلامیت عزیزست

گر خوار کنیش خوار باشد

۵۵۹

گر یار بہ دل دروہ نہ باشد صبر از دل من بروہ نہ باشد

بے خواب و قرار ماندم آری دل گم شدہ را سکون نہ باشد

گر صبر کنیم جاں تو اں برد لیکن چہ کنیم چو نہ باشد؟

اے دوست ز گریہ ہم بہ ماندم کاندرتن مردہ خون نہ باشد

دل برد ز خسرو آرد زویت

جاں برد دے کنوں نہ باشد

۵۶۰

آں دوست کہ بود ہم جاں شد آں صبر کہ داشتم ہناں شد

ما خود بہ حضور مردہ بودیم خاصہ کہ فراق در میاں شد

افسوس کہ شادیے نہ دیدم دیں عمر عزیز را بیگاہ شد

اے دوست نیا فتمیم کامے دشمن بہ دروغ بدگماں شد

گفتم کہ اسیر گردی اے دل دیدی کہ بعاقبت ہماں شد

دل برد گرے ہم، ولیکن عاشق بستم نہ می تو اں شد

دی دبر من سوار می رفت اشکم بہ دوید وہم عناں شد

مطرب غزے ز شوق بر خواند خونابہ ز چشم من رواں شد

از گریہ من رقیب بد خوئے با آں ہمہ خشم ہر باں شد

از بسکہ علاج درد من کرد بیچارہ طبیب نا تو اں شد

خسرو بہ کجا بہ بست را ہے ؟

گیرم ہم خلق یک زباں شد

۵۶۱

فریاد کہ عشق کہنہ نوشد جاں در کف عاشقی گروشد

آزردہ دے کہ بود گم گشت دیرینہ غمے کہ بود نوشد

یارے کہ زاحدیت نشنود اندر حق با سخن مشنوشد

رویش دیدم دلم ہیقتاد پایش بہ چہ ذقن بکوشد

بادِ سر زلف او بجنبید صد خرمن صبر جو بجوشد

داوم بہ قضا عنانِ خسرو

چوں اسپ نشاط تیز دوشد

۵۶۲

جانا چہ توئی دگر نیاید مردم ز تو خوب تر نیاید

ہم رنگ رخت سمن نہ گیرد ہم تنگ بہت شکر نیاید

روزے کہ تو بر نہ خیزی از خواب خورشید بلند بر نیاید

ہر ماہے اگر چہ تو شود ماہ باروے تو در نظر نیاید

یک دل نہ رود ز شصت زلفت کز غمرہ صد دگر نیاید

سنگے کہ از آسمان نیفتد جز بر خریشہ گر نیاید

با خاکِ درت رواست مارا گر سرمہ بچشم در نیاید

خسرو ز غمت غناں نہ تا بہد

تامر کہ عمر سر نہ اید

۱۰ بیت محذوف درن وہ جایش ذیل زائد است ۵

یرے کہ کشاید اشتیاق ۱۱۱ جز بردل بے ہر نیاید

۵۶۳ ہنگام گل مست و بادہ باید ساقی و حریت سادہ باید ع  
 گر غنچہ گرہ برابر دوا فکند پیشانی گل کشادہ باید  
 ساقی بر خیز دیار بنشان کایں شستہ و آن ستادہ باید  
 جان مست بجام اہل دل! جانے کہ بہ کف نہادہ باید  
 و ان گاہ حریت سادہ و مست در دست من افتادہ باید  
 خسرو زبناں کرشمہ بد نیست

۵۶۴ معشوقہ خود مرادہ باید ب  
 چوں سرو تراز قبا بر آید آہ از من مبتلا بر آید  
 با یاد خط تو زندہ گردم گراز گل من گیا بر آید  
 جائے کہ تو ہم چومہ بر آئی مہ پیش رخت کجا بر آید  
 ملے بر ناید برابر تو گر فرمائی برابر آید  
 از قبلہ ابروئے تو ہر شب بس دست کہ درد عاید آید  
 پیش آئے کہ ہر دیدن تو جاں منتظر است تا بر آید  
 جنگم کہ ز دست تو نفیرم از ہر سر موجدا بر آید  
 یک لحظہ بہ کار او فرو شو تا کام یکے گدا بر آید  
 با تو دل من چو بر نیاید بیم است کہ جان ما بر آید

خسرو کہ در آب دیو غرق مست

باز آ کہ باشتا بر آید

۵۶۵ گر دہر من بر من آید دل دہر و روح در تن آید

لے بیت محذوف درن لے درن بیت ذیل زائد است لے  
 تا چند در انتظار داریش یی یائی زود، یا بر آید ؟  
 لے غزل محذوف درن

شبہا ز ہوا گرفتہ ام باز      وقت است کہ در نشین آید  
 ترسم کہ در انتظار رویش      رویم بہ ناز خفتن آید  
 شد موسم آنکہ در گلستان      بلبل بہ نوا بگفتن آید  
 ابر آب زند زدیدہ بر خاک      قرآش صبا بر فتن آید  
 وز نالہ مرغ و گریہ ابر      گل خند و در شگفتن آید  
 ساقی کشد انتظار بلبل      تا باز گئے بہ گلشن آید

چون شمع ستادہ ام بیک پا  
 پروانہ اگر بکشتن آید

۵۶۶

یارے کہ طریق ناز دارد      گمہ دل برو کہ باز دارد  
 آن شوخ ز بہر کشتن ما      صد شیوہ جاں گذارد  
 در زلف بتاں میچ لے دل      کایں رشتہ سیرور دارد  
 بے چارہ کسے کہ بردر تو      یک سینہ و صد نیاز دارد  
 در گریہ شوق آستینم      از خون جگر طر از دارد  
 نے نے غلط، خوش آنکہ یارے      عاشق کش و دل نواز دارد  
 کو بادہ و یار سادہ امروز      صوفی نہ سیر نماز دارد  
 یک تو بہ کس درست نگذاشت      چشمہ کہ ہزار ناز دارد  
 نمود سزد کہ نشنود پسند      زیر اکہ دلش ایاز دارد

بشنو کہ بوصف عشق، خسرو

گفت خوش و دل نواز دارد

۵۶۷

گل رنگ نگار مانہ دارد      بوئے خوش یار مانہ دارد

ماٹیم و دیار بے نشانی      کس میل دیارِ مانہ دارد  
 ماکار بہ کار کس نہ داریم      کس کار بکارِ مانہ دارد  
 با مسخنی سمن گوئید      کو بے بہارِ مانہ دارد  
 با مصونیت جن خوانید      کاؤ نقشب نگارِ مانہ دارد  
 لالہ زچہ سرخ گشت کز بزم؟      از لالہ عذارِ مانہ دارد  
 خوں بار جو خستہ از کنارت

کاؤ میل کنارِ مانہ دارد

۵۶۸

بے یاد تو غم جہاں نہ سوزد      بے آہ من آسماں نہ سوزد  
 پیش رخ آتشین تو شمع      سوزند دے چناں نہ سوزد  
 گر شمع نہ خواہنت مشو گرم      ز آتش گفتن زباں نہ سوزد  
 بے رنگ رخ تو ز آتش غم      سرمایہ دوستان نہ سوزد  
 سوز دل خود اگر بہ گویم      دل نیست کہ دریاں نہ سوزد  
 آتش بچناں دے در افکن      کاندہ غم دوستان نہ سوزد  
 از غمزہ سوز عالے را      تابندہ دماں میان نہ سوزد

زیناں کہ بہ سوختہ خسرو از آہ

نبود عجب ار جہاں نہ سوزد

۵۶۹

چشم ہمہ روز خوں تراود      من دامن و دل یکچوں تراود؟  
 نتردام پیش پیچ مردم      کہ مردم دیدہ خوں تراود  
 دل گر تو نختہ شد محال است      کاہی حال بہ آزمون تراود  
 نادیدہ گویے راز لے دوست      زیرا کہ رواں بروں تراود

من دست بشویم از تو هر چند      لیکن دیده فزوں تراود  
 گر عقل مرا کے بکاود      دامن که از او جنوں تراود  
 افسوں چه کنی به ریش خسرو  
 کایں بیشتر از فسوں تراود

۵۴۰

آں کیست که از خدانه ترسد؟      وز شصت یزد قهانه ترسد  
 فرعون چو دید دست موسی      کوراست که از عصانه ترسد  
 آں را که چه مصطفی دلیل است      در قافله از بلانه ترسد  
 یوسف بدو کون می فروشد      کومرد که از بهانه ترسد؟  
 خورشید که چروار شاه است      از سایه هر گدانه ترسد  
 آتش همگی گلست و ریحاں      آں را که جز از خدانه ترسد  
 خسرو به طوائف کوئے جاناں

گر سر به رود زبانه ترسد

۵۴۱

بیداد غم از دلم به گوید      در ماتم من فلک به موید  
 اشکم چو زند بر آساں موج      در خرمن ماه خوشه روید  
 بل که ز بدو سرشک خوین      بر صفحہ دیدہ لاله روید  
 هر صبح طلایه دار آدم      در راه فلک دوا سبب پوید  
 از غصه سهر او بجایم      که ز دیدہ من دیت بخوید  
 سلطانی پائے سست از دست

ترسم که ز دیدہ دست شوید



۵۷۲

نالہ برآید بطون کاں بت خراماں در رسد  
من خود نہ خواہم بردجاں ز بختی ہجران دے  
آہ خیالش نیم شب جاں ادم گشتم غفل  
شب دہ میان کشتگاں بشنید چون نالید نم  
لے دل کہ بدخوی مکنی از دیدنش چشم مرا  
امروز میرم پیش تو لقا ترسار دل شوی  
آزودہ تر ز اناست دل پیشت کہ بود اول بے  
بر پنج روز نیکی چندیں ساز و بد مکن

گر خسروای سوزدت از خالمیش رنجہ مشو

بسیار باید تا ہنوز آں شوخ ناداں در رسد

۵۷۳

در رہ بماند این چشم تر کاں شوخ ہماں کے رسد؟  
بشہاکہ من خوار و ذول باشم ز ہجران بے سکو  
شب ہونم زہر است مومیں از تنہائی رسد  
چندے ہبا برے او کوئی گل خوشبوئے من  
زاندوہ و غم بیچارہ من ماندہ اسیر و ممتحن  
ہاں لے خیال فتنہ جو جام برآد ز آرزو  
بیچاں جو جہدم از جفا لاغر چو موم از عفا  
بردی دل حلیت گرم نا بختی از لب منتگرم

لب نہ راخوں دجگرتا آب جیواں کے رسد؟  
غلطاں میان خاک و خون تا شب پایاں کے رسد؟  
روزم دو دیدہ سوئے ماندہ کھاناں کے رسد؟  
ایں گو کہ در پہلوئے من سرو خراماں کے رسد؟  
ز این دست تیغ داں کفن تا از تو فراق کے رسد؟  
کافر دلا آخر بگو کاں نامسماں کے رسد؟  
در ہم چو ز لغم از صبا کاں مہر نیاں کے رسد؟  
ایں فت بالے از سرم تا خود ہنوز آں کے رسد؟

سرمیر بخشیر شد جان و دل از تن سحر شد  
رفقند یاراں دیر شد خسر و بدیشاں کد رسد؟

۵۴۳

برآمد آہے از دلم زلفت پریشاں ار چه شد؟  
تیرے زدی و نگرے گیم کہ من نہ ہم بروں  
بے من نبودی یک ناماں اکنوں نیائی سوئے من  
روشن شد اندر شہر و کواہیں سوزش نہاں من  
خواہم نہ، از جہر لببت بنیم پریشاں خواب ہا  
از داغ خسر و در جگر خفے کجا دار د خسر؟  
عاشق شناسد کایں چنین بیمار و حیران نہ چہ شد؟

۵۴۵

دیرینہ دودے داشتم بازم ہماں آغاز شد  
دش آمد آں شمع بتاں من خود غیرت شکوتم  
از بعد عمر دیدمش گفتم بگویم حساں خود  
زلفش دلم زد دید و دزداز بے زلفش بے خوں  
دی خند زدی ہر زخم من من خود ز شادی گم شدم  
میرفت جاں از دیدنش او دید و گفت لے پرفا  
جوئے جاں تیر شہر شد گفتم کہ شد جان دگر  
شب سہ بودم پاسباں گرز و نہ گفتم قصہ لے  
پاسباں فریاد رس کا مٹب ہماں آغاز شد

کہ کہ شنیدی نالہ ام خسر و نمانداں نالہ ہم

می سوزم و اینش سزا عوئے کہ بے آواز شد

۵۷۶

لدا نہ کردی گر حلال از لب شراب ناب خود  
من خود ز بس بیطاعتی میخوام از تو خند اے  
بائے بہل کن یک نظر و قے در آں جلاب خود  
نزدیک شد جاں دادم آخر جو کم گردد ز تو  
لیکن تو خون من بکن در گردن عتاب خود  
بر آستان گم گئے جو بنور باں خوردہ ام  
گر یک نظر ضایع کنی بر عاشقی بے تاب خود  
بسیار عاشق خاک شد در کویت از انکم مکش  
در ویش بد خو کردہ رفتی بخمن از باب خود  
خوش خفتی زین پیش تا خاک رت شد بر سرم  
بگذار گری زان طرف بر طرہ پر تاب خود  
ہم ختم بستم از جہاں ہم دل گسستہ از بتاں  
در خاک می جویم کنوں تلے بیابم آب خود  
خونایہ چشم دلم ہم ہم چہاں بر آب خود  
چوں در حق عشاق خود از غمزدہ داوی دادخون

بر جان خسرو ہم نہ اس دشتہ قہاب خود

۵۷۷

مارا چہ جاں باشد کہ تو برافشانی ناز خود  
صد جاں ست زرخ ناز تو از بہر جان سوخته  
بر شیر مردان تیز کن چشم شکار انداز خود  
جاں با ختم د کئے تو زخ شدی چہ کم شود؟  
بر چوں منے ضائع کن آبتناس قدر ناز خود  
ہر گاہ گاہے از دلم خواہم بر آرم نالہ اے  
گر طاقہ آری باز چہ از عاشق جانبا ز خود  
بتہ نہ می گردد بنے چشم بہ جز خون جگر  
کہ خود بہ حیرت گم شوم کہ گم کنم آواز خود  
درد دست اندر جان من کس چوں منے باور کند  
بتہ چنین بینم مگر بشمارد چشم با ز خود  
چوں کس نزارد درد من پیش کہ گویم راز خود؟

خود گشت خسرو خوش را کافد ترا بر دے نظر

بہیودہ تہمت می ہنی بر غمزدہ غماز خود

۵۷۸

سیمی تن و خار اداے گر گفتنم یا را بود  
گر بت نہ ای کے در بشر تن سیم و دل خارا بود؟

لے تاتہ ہر سر غزل مملوون درن

حنجر سنا نسبت کنم باز زلف تو بہ کز زلف تو  
 بے دل آید ویں کجا در عنبر سارا بود ؟  
 ناز و کرشمہ آفت است از بہر دلمہا در بتاں  
 ورنہ بہ زیبائی چہ کم فتنے کہ بردیبا بود ؟  
 گفتم "کہ گر ہمتائے خود خواہی، مرد و خورشید ہیں"  
 گفتہ کہ ہمیں کمینہ گرایں ہوس با ما بود "  
 خشن نہ تنہا در محراب راحت، بود فریاد آناں  
 خوابے کہ دود از دوستان مشتاق را تنہا بود  
 خسر و گمراہ عشقت بود در بختی مرغ از نیکواں  
 باشد گنہ چشم مرا نہ روے زیبا را بود

۵۷۹

آرام جانم می رود دل را بصوری چوں بود ؟  
 آں کس شناسد حال من کو ہم چمن دلخون بود  
 بر بست چوں جزا کہ آمد بہ جزا زان قمر  
 یعنی کہ ایں عزم سفر بر طالع میوں بود  
 گویند "حال خود بگو پیش نگرا تا بد غناں"  
 ایں بلکہ گفتن تو اں کو از دلم بیرون بود  
 ایں دُر کا ز چشم افگم بگست جیب دہم  
 چوں رسیانی شد تم کا نہ رد ویر مکنوں بود  
 زان لب کہ پناہم گزید چوں مار در جانم گزد  
 ماری گریہ عالم گزد کے در خور افسوں بود  
 لیلی دموی او براو اں کس کہ دیدش موبو  
 دانکہ ز رخسار زچہ رو، برگردن مجنوں بود  
 جعد و خطش جو ہم ہی زین تار مئے چوں نئے  
 خود عاشقاں را در دے سودے گوناگون بود  
 رنجم مبادا بر تنے چوں من مبادا دشمنے  
 من دامن و بچوں مئے کا نہ در بجاں چوں بلو  
 وہ کاں پری ش ناگمان پری دیدہ تر شد ناں  
 از خسر و آموزد فقاں فر باداگر اکنوں بود

۵۸۰

با آں بلائے عاشقاں اینک بہ صحرای رود  
 دیوانہ باز آید بھی تاں کو تاشا می رود  
 کشتہ کشتاں را سوسو جھان خود در جستجو  
 من در نہاں لر راں از ادا و آفتکارای رود

لہ درن غزل محذوف است ۳۵ دن بیت ذیل زائد است ۳۵  
 او در دہ دس درستم کائے من ملک آں قدم ۳۵ در خود نہ خواہد گشت ہم ہمیش گوتامی رود

از ناز مانے یاد کن ویران دے آباد کن  
 امروز بایے شاد کن جانے کفر دمی رود  
 گرنے بوسم در کفن لے باد گل بوے تچن  
 آں جافشانی خاک من کاں سرور عنای دد  
 دل را بر حیلہ بر زمان دل می دہم تباے توں  
 چون باز از دستم عنان بسته ہاں جامی دد  
 نظارگی را از بردن کل ست دستے بر زخوں  
 لے پاسبان آں سرا تو نیز پنداری جو ما  
 لیکن چہ آکابے ترازاں شب کہ برامی دد؟  
 گرچہ شدم شیدا از او، ہم نیت کار ما از او  
 یہودہ خسرو را از او عمرے سودای رود

۵۸۱

می خواہد آں سرور وں کامرور در صحر شود  
 تا چند پیراہن چو گل ہر جابتے یکتا شود  
 صد چشم پاکں در پیش میریدہ آلودہ ہم  
 آں بخت کو کاں شوخ را این دیدہ زیر پا شود  
 "نغمہ فلاں دیوانہ شد" لغتاً "چغم دارد مرا؟  
 عاشق چرا می شد؟" "کتون چش شد رہا کتا شود"  
 بد خوئے من تو آن زای کا سانہ دل بیرون شوی  
 غم در دایں زندہ رود جانم در این سودا شود  
 تقویٰ فروشد پارسا تا تو نیائی در نظر  
 آں دم کہ تو پیدا شوی باز را او پیدا شود  
 چہ جائے آں کہ عاقلان گویند با خود وائش  
 دل کاں پریش از مجائے شد از عقل چو نجات شود  
 مرست غلتاں مے بکف در پیش مسجد کن گد  
 صوفی کلاب زہد زہد بگذارتار سودا شود  
 منکر کہ خسرو ہمیش تو یہودہ گوی می کند  
 بلبل چو بیند روئے گل دیوانہ و شیدا شود

۵۸۲

جانم قدائے قلمتے کا فاق را حیراں کند  
 از ناز چوں گرد در وں رود میان جاں کند  
 گرجوگر رحمت کند من را صہیم از جان دل  
 بگذار خود کام مرا تا ہرچہ خواہد آں کند

جانا بربک جہنم من خندہ بہر عنائی مزن  
 ہر قطرہ کز جہنم چکد صد خانہ را ویراں کند  
 من بردارش جاں می کنم در آرزوئے یک نظر  
 با آن کدو شوار آیدش کار مرا آساں کند  
 لے آں کہ پندم می دہی کز دل بردن کن اذرا  
 از دیدہ فرمات کشم گر دل مرا فرماں کند  
 یہودہ چندینی بتاؤں در مسلمان مکن  
 اسلام کے داندکے کوفات ایاں کند؟  
 گر خسرو ایزد تہ سیش مکن گردن بنہ  
 کز مصلحت نبود بدرد ہر خوں کلاں سلطان کند

۵۸۳

شب کاں مہ من بردلم از غمہ پیکاں بشکند  
 از جہنم طوفاں بار من از گریہ طوفاں بشکند  
 ہر خطہ ز دغم حاصلم در خاک درخوں منزلم  
 آں روئے کاندردلم از غمہ پیکاں بشکند  
 گر عاشقاں را از سرم بشکست اورا عیب نیست  
 امید دارم کاں صنم مارا بدیناں بشکند  
 با آن کہ ز دل خستام خود را برد بر بستہ ام  
 چوں عہد او بشکستہ ام خواہم کہ پیاں بشکند  
 زان سنگ جان محسن مسکین دل بسنگ من  
 آں شوخ از سنگ محن جز جوہر جاں بشکند  
 خسرو بہ حبست وجوئے او آید ہمیشہ سوئے او  
 پایش اگر دد کوئے او دست رقیباں بشکند

۵۸۴

خاطر بہوئے دیر ہر خطہ مارا می کشد  
 آں جاگ مارا می کشد این دل ہم جاں کشد  
 یائے کہ از خاطر مرا ہرگز دے غائب نہ شد  
 خطہ فراموشی چرا در دفتر ما می کشد  
 جاناد گرد کوئے خود باد صبارا رہدہ  
 کوز لعل مشکین ترا ہر خطہ در پای کشد  
 آمد بہار مشک بود رخاۂ بنش لے صنم  
 کز ہر عشرت ہر گلے خیمہ بہ صحرا می کشد  
 لے دل چہ ترسانی مرا طعنہ کہ دشمن می زند  
 ہر کس کہ عاشق می شود لبیا را از اینہا می کشد

اے دل اگر افتد ترانا گبر آں سر و نظر در زلفِ اوسکن مکن کاں سر بہ سودا می کشد  
 بجان خسرو رحم کن کاندہ ہجر آں سر بہ سر  
 از فرقت رخسار تو بیچارہ تنہا می کشد

۵۸۵

ختمہ کیل باز آن صنم بر قصد دہلما می کشد جاں ہم کشد بار غمش دل خود نہ تنہا می کشد  
 خطے کہ از دو دہم برگرداں لب سبزہ شد مارا از آن سبزی ہمہ خاطر بہ صحرای کشد  
 ماں بہ سرو قد ادا باشد دل خستہ مرا عاشق کہ صاحب ہمت است میلش بہ لای کشد  
 اُس غمزہ خوں ریز او خنم بہ ریزد عاقبت سختی دل تھاب را در زیر خونہا می کشد  
 در عاشقی ثابت قدم برگزینا شد اُس کہ او از کوئے یار دل ستاں از بیم جان پامی کشد  
 عشقت چو کلائے من ست جو رقیباں می کشم تاجر جفلے دُزد را از ہر کا لای کشد  
 چشم کہ از ہجر رخت زیں پیش چوں قلم نہ بے  
 اکنون چو جیجوں شد رواں میلش بہ پامی کشد

۵۸۶

نازک رخ جانان من بے گل خندان ہیں خوش وقت باد صبح دم کاوئے اُن ستاں ہیں  
 دی بندہ زان سرے رواں چوں عتوبہ بد و جا ناچار پیش نیکو اُن ہر کا میں ستاں اُن دہد  
 درے کہ از جانان اُو دراحت فنائے جاں بُود یک در دیگر اُن بود کا دُعدہ در اُن دہد  
 یک لحظے مقصود من بشنویان دُسو دمن تا اشک خوں آلود من شرح غم ہجر اُن دہد  
 خسرو شے و یارے پیدا اگرش ند ہی بمن  
 کم زان کہ بر باید شے بوسے دوسرہ پیمان دہد

۵۸۶

گر گشت آن سرور داں روزی سوئے گلشن فند  
 خاک رهش بر مرگم مقصودم آن گل خاک اگر  
 منت پذیرم گر زند تیغ رقیبت گردم  
 تیغ تو بهر عاشقان تیر تو بهر مخلصان  
 چون خاک گردم در ره و صلت ہیں بن باشد  
 باشد پس نہ عاشقے یا از برائے شہر تے  
 روزے ز بخت من نگر گرد و صل گیر دوستان  
 خسر و طفیل عاشقان می سوزد از سودا تو  
 سوز و طفیل دانه خس آتش چو در خرمن فند

۵۸۸

شہمائے عاشق را گئے صبح طرب کس تر دم  
 شیریں نباتے خاستہ گرد لب شکر فغانش  
 ہر شب کہ آید بر دم آن غمرہ خون ریز او  
 من کشتہ یک پانخش او در سخن باد یگراں  
 از بس کہ سر با خاک شد دہا ہم، اندر کوئے او  
 تا سوختہ بود دے در دے گیر دسوز من  
 کز نادک غمرہ زناں پیکانش در بستر دم  
 شیریں چو نمود بگو آں سبزہ کز شکر دم  
 ہر موئے من خارے شود زان غنچہ خون تر دم  
 من مروءہ روح اللہم دم جانب دیگر دم  
 بنو عجب گراز زمین دل روید و یا سر دم  
 آتش کجا خیزد کسے گردم بہ خاکستر دم

۱۴ غزل محذوف درن

۱۵ غزل محذوف درن



گفتم کہ اے خوردِ حشر آفر از این سو تابیے  
گفتا کہ خسرو، باش تا صبح قیامت برود

۵۸۹

چند ز دورِ بینمت وہ کہ دلم کباب شد؟  
شورشِ بخت هست خود خندہ نمی زنی دگر  
چند ہنوزت این نمک چوں جگر کباب شد  
دی کہ گلہ ندادہ کز مت و خراب می شدی  
در نظر کہ آمدی فاند من خراب شد  
دخت وجود من ہمہ فارت فتنہ گشت تا  
ہند دی طرہ تو ام رہزن خورد و خواب شد  
گر غم خویش گویمت خشم کنی چہ حیلہ چوں  
قصہ من ز روزید و زخور این جواب شد  
خسرو خستہ در دُخ و دُغت شبی بہ بھلے  
دیدہ دوستان ہمہ غرقہ بخون ناب شد

۵۹۰

سالِ نو است و عشق تو عشرت یار من چہ شد؟  
گز فلک ستیزہ گر مہر خائے کینہہ گر  
بیں کہ ز زاری و فغان شخصِ نزار من چہ شد؟  
گر تن من ز خشم تو خستہ تیر غمزہ شد  
بست بکین من کمر مہر نگار من چہ شد؟  
آہ من از زنجودی می نہ رسد بہ گوش او  
باد فداش، گو تیر دجان نگار من چہ شد؟  
تا خبرش کند ز من نالہ زار من چہ شد؟  
غم رخ چوں ز بر مرا سود بر آستان او  
گیر کہ خاک شد زرم، سنگ حیار من چہ شد؟  
خسروم و چو طویلیاں در ہوسِ شکر باں

۵۹۱

تا شکرے بہ من دہد خندہ یار من چہ شد؟  
چوں ز نسیم صبح دم زلف تو در ہوا شود  
ب  
سنگ بود نہ آدمی ہر کہ نہ مبتلا شود

لے درں بہت ذیل زائد است ۷ سوختہ بود دل ز تو حسنِ رخ تو شد فروں ۷ سوختہ تر شو کنوں چوں بہت آفتاب شد

ہر سحرے کہ ترک من سر زخار بر کند  
 حسن تو ہم بہ کو دے آفت شہر گشت اگر  
 این ہمہ نسخہ کاینہ می برد ز روئے تو  
 با د خزان کہ بشکند شاخ جوانی چمن  
 سبزہ خط نہاں مکن تا بکنم نظارہ اے  
 بر سر کویت از طرب گر چه غلط شود سرا  
 بس کہ نماز مرد ماں ہر طرفے قضا شود  
 زیں چہ کہست ذرہ اے برگزرد بلا شود  
 گر نہ بہ مہر و مہ رسد پس تو بگو "کہا شود؟"  
 بر سر زلف ارغیے برگزرد، صبا شود  
 پیش کہ در میان گل سبزہ تو گیس شود  
 وعدہ وصل تو شبے گر بہ غلط وفا شود

طعنہ زند ہر گسے شاد بزی و غم مخور  
 خسر و خستہ می زند گر ز غمش رہا شود

۵۹۲

شاہ شوار من نگر مست و خراب می رود  
 کردہ خراب خانہ با جان من خراب ہم  
 چشم ریش مباد ارچہ ز بہر کشتنم  
 ادب کمیں کشتنم، من بہ غم جو انیش  
 سیر نہ بینش گئے زان کہ نہ خفتہ یک شبے  
 دہ چہ حیات باشد ایں کو غم تو بہشتیے  
 ہر کہ رخ چو ماہ او دید، ز تاب می رود  
 ہست خطائے مطلق آں گرچہ صواب می رود  
 چشم بدو نہ می رسد بس کہ ثتاب می رود  
 بس کہ ہزار خستہ را چشم پڑ آب می رود  
 چونش بہ بینم، از خوشی دیدہ بہ خواب می رود  
 اوز میان شام غم شب بہ عذاب می رود

دی بسؤال بوسہ اے خواست مرا کد کنوں

خسر و خول گرفتہ ہیں بہر جواب می رود

۵۹۳

ہر کہ چو توبہ نیکوئی آفت مقل مجاں بود  
 ماند زبان دول بہ شد از غم تو مرا و خود  
 خون ہزار بے گنہ ریزد و جائے آں بود  
 عاشق خستہ تا بود بے دل و بے زباں بود

لے بیت محذوف درن لے غزل محذوف درن

تو بہ کمینِ آں کہ من کشتہ شوم بہ کوئے تو  
تو بہ عقابِ حاضری چو بہ منتِ نظر فتد  
من ز عقابِ چشمِ تو بد نہ کنم کہ در جہاں  
در سر و کار عاشقی ہر کہ نہ باخت خانماں  
دولت اگر نہ می کند سوائے من گدا گذر  
چوں تو بہ بارغِ بگذری گل نہ رسد بہ بوئے تو  
زلفِ گذشت بر لب تیرہ شدی بر بونے من  
بوسہ کسے اگر زند سوائے منتِ گماں بود

خسرو خستہ را چو جاں در سر و کار عشق شد  
بوسہ مضائقہ کن تا ش بہ جائے جاں بود

۵۹۴

زلفِ تو باز فتنہ را رشتہ دراز می دہد  
میکش و میزبانِ مرا زیں روئے کہ ہر نماں  
کے محلِ سگ چو من لاف و فائے آن شبے  
ناز کہ گویشِ مکن کے غمِ جانِ من خوردہ  
گشت شبِ سیمہ مرا، کرد فراقِ بسلم  
چہرہ من ہمی کند مایہ عشقِ نامِ ہا

ہچو گیاہِ خسروست آں کہ فوس می کند  
گر پیر بکتگیں دل بہ ایاز می دہد

۵۹۵

ہر کہ دے بے باد آں دلبر مہ لقا زند  
شاہِ پیادہ بردش آید و مرجب زند

لے غزل محذوف درن لے غزل محذوف درن

در سہمہ عریک نفس روئے نہ تا بم از درش      گر دو ہزار مدعی طعنہ ام از قفا زند  
 برگل تازہ رنگ و بوی برگ و نوا اگر بنو      لاف محبت از چہ رود بلبل خوش نوازند ؟  
 ہم نفسے زکوئے او غیر صبا ندیدہ ام      کو نفسے بہ پیشم از رہگذر صفا زند ؟  
 نالہ زار شد رواں جانب دوست اک صبا      ز دور سال کہ حلقہ لے بردہ آشنا زند  
 سیل سرخک و خون دل چند بودہ و ابگو  
 تاکہ ز روئے مردمی دیدہ بہ روئے مازند

۵۹۶

برچہ کار آیدم آن دل کہ نہ در کار تو آید ؟      گل در آن دیدہ ہزاراں کہ نہ بر خار تو آید  
 آنچہ من دیدم از آن غزہ بے ہر تو، یارب      پیش آن ز گس خوں ریز جگر خواری تو آید  
 گشت بیماری شہام، سزا میں بوداں را      کہ بسان میں بد روز گرفتار تو آید  
 گر یہ ہامدہ دیوار تو ریزم کہ گرفتار      بر من افتد نہ کہ غیرے تہ دیوار تو آید  
 منت سنگ زناں بر سر دہ دیدہ عاشق      ہا چناں کو کہہ گر بر سر بازار تو آید  
 جاں کہ بگر بخت بہ تلخی فراق تو مرا نش      کہ بدر یوزہ لبہائے شکر بار تو آید  
 نیست اقوے اگر چرخ بسوزد ہسمہ دہا      سر بر سر سوختہ است آنچہ نہ در کار تو آید

جان خواش است سخنہائے خراشیدہ خسرو

مانہ خواہیم کہ ایں مرغ بہ گلزار تو آید

۵۹۷

ختم آن روز کہ دیدار تو پیش نظر آید      ضائع آن عمر کہ بے دیدن رویت بسر آید  
 چہ خبر مردہ دلاں راز خراش جگر من ؟      در دجائے ست کہ پیکان بدول جان و ر آید  
 دل گم گشتہ مارا خبرائے دوست چہ پرسی ؟      دل نہ زانگو نہ ز مارت کہ از دوسے خبر آید  
 ہفت تیر تو جانے ست بجائے سپرا نیجا      چو گنہگار سنم، نیز مرا بر سپر آید

لے بیت مخدوف درن لے غزل مخدوف درن

چوں نگہ در تو کنم اے دو جہاں ہد کیہ بیت  
 حاش لکھ مرہر دو جہاں در نظر آید  
 من و خرب دور ز رویت خبر از روز نہ دارم  
 آفتاب اوجہ ہمہ روز در این خانہ برد آید  
 گم یہ خسرو بے چارہ بتا، سہل نہ گیسری  
 کہ خرابی کند آں سیل کہ از چشم تر آید

۵۹۸

چند گاہے دگر از چشم تو در ناز بہ ماند  
 اے بسادل کہ در آں طرہ طنائے بہ ماند  
 کعبتینی تو کہ غلتانی از آں چشم مقام  
 اے بسایل کہ آں چشم رواں باز بہ ماند  
 روئے تو دیدم و خط دور رسانید بہ چشمت  
 رسم آں وود بہ دنبالہ عنائے بہ ماند  
 زرنہ دارم ز پے وصل ستے دارم چوں زد  
 لیکن آں تیر بہ دندان بتہ گاز بہ ماند  
 ناز کم کن کہ نکوئی بہ کسے دیر نہ ماند  
 زشت باشد کہ نکوئی برود، ناز بہ ماند  
 دل خسرو بہ جفا سوختی و راز ہروں شد  
 پردہ دل چو بسوزد ز کجا راز بہ ماند؟

۵۹۹

باز شب افتاد و مارا دل ہماں جاں شد کہ بڑ  
 باز جانم را ہماں آغاز سو داشت کہ بود  
 عشق کہنہ نوشد، اے دل شغل غم نو کن کہ باز  
 فتنہ در جاں ہم بد انساں کافر باشد کہ بود  
 ماو بت راسخہ زیں بسا آں ہم ارادت قبول  
 کاں ہمہ زند و نماز سعی از باشد، کہ بود  
 پائسالی مر کہم کن دیں جگو بہر دیت  
 آں کہ شید یز مرا خاک قدہا شد کہ بود  
 توبہ اے آلودہ خسرو کہ دیک چندے و باز  
 منت ایزد و را کہ ہم زان گونہ رسوا شد کہ بود

لے بیت محذوف درن و بہ جائیما بیت ذیل اضافہ است  
 قائم اندر دہن انگشت بگیرد ز دہانت  
 و زود ہانش ار کشی انگشت دہن باز بہ ماند ۱۷

۴۰۰

دوش ما بودیم دآں مہ روئے و شب ہتھاب بود  
روئے او کردہ ست لطف زلف او در تاپ بود  
داستان عشق کو ابروئے اومی خواند دل  
سورہ یوسف نوشتہ بر سر محراب بود  
بہر سجدہ پیش پایش ہم بہ خاک پائے او  
دیدہ را بے نم بہ مانند گر چہ در غرقاب بود  
شکر ایزد را کہ رخ زردی ما پوشیدہ نیست  
سرخی چشم ہم پیش ہم ز خون ناب بود  
بر لبش بود اعتماد من مگر جاں بخش او  
آں کہ روح اندگماں بر دیم آں تصاب بود

خسرو آں شبہا کہ با آں آب حیاں زندہ داشت

آں ہمہ بیداری شبہا تو گوی خواب بود

۴۰۱

اے خوش آں مقعے کہ آں ہمد ہا مایار بود  
د  
ایں ستاع در درادر کوئے او بازار بود  
بوتانہ کا ندراد بودیم خوش بادوستان  
آں ہمہ گھلا تو بنداری سر اسر خار بود  
بار باہنیم بخود آں عیش را یاد آورم  
کایں ہماں مرغے ست یارب کا ندر آں گلزار بود  
می کہ گفتم چاشنی کن نے گمانے بود بد  
دوش بیرون ریختم خوانا بہ دل پیش چشم  
دیدہ کہ فردا مرا خصمی کند، برحق بود  
تا نہ گوی مساقا کن مئے چنین بنجو دشدم  
عقل را محرم نہ کردم کا ندر آں اغیار بود  
بیم تیغ نیست لیکن ایں سر کم بخت را  
ز آں کہ سکیں بہر من بسیار شب بیدار بود  
دوست می دارم کہ زیر پائے تو بسیار بود  
درد گردوش دل ز بس نالیدن من زار بود  
دوست را دل ہد کن از نامراد یہائے دہر

خسرو اول ہد کن از نامراد یہائے دہر

کاسماں را کیں ہمہ با مردم ہشیار بود

لے غزل محزون درون مے بیداری درن بیت ذیل نامداست  
گردلم دشمن گفتمے ایں چنینش ہم سوزنہ کا خار امروز دشمن گشت روزے یار بود

۶۰۲

اے خوش آن دتھے کہ مارا دل بہ سچا خویش بود  
درہولے نیکو آن می بود تا از دست رفت  
چوں نگہدارم کہ بے خواباں نبود ی یک زماں  
من بہ غیبت بدنہ گویم آں غریب رفتہ را  
دی مراد رخن بدید و رخ بگردانید و رفت  
یار من او چہ بدن بر زبانش می گذشت  
از کہاست آمدی اے کہ کہ غارت شد سناہ؟

ت  
کام کام خویش بود و رائے رائے خویش بود  
چوں کند مسکین گرفتار ہوائے خویش بود  
حاشا للہ دل بنو دست این بلایے خویش بود  
زناں کہ گرد بود و گر شکو، برائے خویش بود  
من چہیں دامن پشیاں از خطائے خویش بود  
بیک می دامن دلش سوئے گدائے خویش بود  
پدر سائے را کہ مشغول دوائے خویش بود

بندہ غمسر و جان شیریں در سر و کار تو کرد  
کامدہ پیش بلا مسکین بہ پائے خویش بود

۶۰۳

تا جہاں بود از جہاں ہرگز دلم خستہ نہ بود  
غم بیرون زانکہ از شداد و دل بر جانہ ماند  
غم ہمہ وقت طرب یاری بود یک دم مرا  
چرخ اگر بد بادل غم بود، ہا من چہ راست  
گفتم این غمہائے دل بیرون دہم تا وارہم  
آدمی خوش دل نہ باشد گرچہ در جنت بود  
دہر با مردم نہ سازد زناں خواں دارند کج

خرمی خود هیچ گوی کہ در عالم نہ بود  
اے خوش آن دتھے کہ دل بر جا بود و غم نہ بود  
در تمام عمری اندیشم آں یک دم نہ بود  
تا دل من بود بارے، هیچ کہ غم نہ بود  
در ہمہ عالم جہنم هیچ جا محسوس نہ بود  
آدمی خود کے تواند بود چوں آدم نہ بود  
ورنہ ای مراد و رویدانہ او کم نہ بود

اے دہان بیت مہذوف ست و ہر حالیش بیت ذیلی ست  
لے غزل مہذوف درن

غلن گید ترک ل چوں کردی آخر ہر چہ بود  
دیہہ و دانستہ بود و آشنائے خویش بود

گر توانی خسرو دل را عمارت کن از آنک  
در جہاں کس را بے آب و گل محکم نبود

۴۰۴

چشم یارم دوش بے ہنگام خواب کردہ بود  
تاب ز نقش بردہ بود از چہرہ شب تیرگی  
وز کبر غمزدہ شوخ عتاب کردہ بود  
صبح صادق از سر اخلاص بر رویش دید  
ہر دعلے کہ از حق مستجاب کردہ بود  
شد گریزان از خیالِ روئے او مرا ز ہلال  
دوش دیدم بے گمان از کاب کردہ بود  
در درون دیدہ دارم روشنائی را خواب  
چون خیال روئے او دیدم خواب کردہ بود  
تابہ گوش اورساند چشم دریا با بر من  
ہر دھن دیدہ پردہ خواب آورہ بود

نام خسرو شہرہ آیام شد کز بہر عام  
بمجد دولت روداں عالی جناب کردہ بود

۴۰۵

شب رسیاں شمع کو عمرے درون سینہ بود  
بیش آن محراب ابرو جانِ خلتے در دعا  
نقلہ می زد ہر چہ در دل آتش دیرینہ بود  
من نہ دانم زار ز ارم این چنین ہر چہ کردہ؟  
بجوانوہ گدا، در مسجد آ دینہ بود  
وہ گدائے وہ کہ شلبے را چہ خشم و کینہ بود؟  
زنم از آئینہ کو نقش ترا در بر کشید  
زاں کہ در صافی رخت ہم نقش آن آئینہ بود  
صوفی ماوی بتدید و پرتیدش چنانک  
اھنم شد ذکر ہر موی کہ در بکشتینہ بود

کرد بر نوک قلم بس نسخہ از خطت گرفت  
سوختہ خونے کہ خسرو را درون سینہ بود



۴۰۶

من ز جاناں گر چہ صد اندوہ جاں خواہم کشید  
مرداں از من چہ می خوابید آخر اوہ کہ من؟  
بیش از این نبود کہ بکشندم، بخوابم صفت  
من نیم زان ہا کہ از خواباں بتام سرم تیغ  
آپ چشم عاشقاں تابی رود خواہ ہفتاں  
گر ترا بینم گویا نا کہ "جنت بر گشتم"  
لے آخر و س گنگ آخر روز خواہ شد گئے  
دل کہ گم کردہ ست خسرو پیش او آخر گئے  
خندہ لے خواہد زان کج دہاں خواہم کشید

۴۰۷

باز از رندی علم بر آسماں خواہم کشید  
تیر غمرہ ترک چشم از کمان ابرواں  
پیشکش آرد ہر یک سیم وز در پیش او  
بگذرے نا صح زمن، امروز بگذارم، کہ باز  
گردد گلے رسد از اخیر مسعود من  
سوئے خسرو التفاتے گزاید آں سوار  
زیر پایش سر چو خاک آستاں خواہم کشید

۴۰۸

پیچ گریا رب حدیثے زان دو لب خواہم کشید  
یا شبے از دست تو جام طرب خواہم کشید  
لے غزل محذوف درن  
۵ غزل محذوف درن

گرہاں خم خانہ بجاں دست خواہم یافتن  
گفتی: "امشب لعل بروقت نہ تاجی کئی"  
گر کہتم جید ترا گوئی ممکن ترکِ ادب"  
سوزِ دل تلکے نہاں ارم برون خواہم فگند  
بو العجب شد کارِ من از نالہ زارم ہنوز  
ساغوا ز آبِ حیوان تا بہ لب خواہم کشید  
دہ کمن تارے از اینسان تا بہ لب خواہم کشید  
عاشق و مستم ز من ناید ادب خواہم کشید  
دُہ داز جانم ہر کہم چند تب خواہم کشید  
من دایں غم نالہ ہائے بو العجب خواہم کشید  
عاشقے دردِ سراسر است و کے رودایں دردِ سر  
تازِ خسرو ہر شبے شور و شغب خواہم کشید

۴۹

از لبّ گریختے گوں سر برون خواہد کشید  
گر برونِ خواہی خرامیدن یکے بنائیت  
روئے اگر آن است، رہ سچے بل خواہد نمود  
گاہ دل بگزارد و نہال ز لعلِ زہر آہنگ  
سالما بد گزشت و غمہائے نوت کمز نہ شد  
بر من امشب شمعہ بجاں قوی شد، آمدہ دست  
از یکے بچہ دہن صد دل فزون خواہد کشید  
آں کہ یاد دہن عصمت دروں خواہد کشید  
عشق اگر این ست تاحد جنوں خواہد کشید  
موکشاں در خاکِ ہش سرنگوں خواہد کشید  
من نہ دانستم کایں غم تا کنوں خواہد کشید  
غصہ دیرینہ را دانم برون خواہد کشید  
جانِ خسرو بہ لب آمد تا کایں مسکین ہنوز  
محنتِ عشقی جھلکے جہرِ بخ دوں خواہد کشید؟

۴۱۰

خوب رویاں چوں بہ سلطانے علم بالا کشند  
جاں کٹاں شب نے نہ دارند اہل عشق و در سخن  
شیر مرداں را بہ زیر تیغ جہاں فرسا کشند  
صبح و آرازا فتاب خود دے بالا کشند

پیر عاشق پیشام بہ کاہی مصلائے مرا  
 خدے از زیر پائے شاہد رعنا کنند  
 بس کہ از رفتار خوش پائے تو جامہ شست  
 رخنہ کرد و جامہ ارخارے ترا از پا کنند  
 از کہ شملام الف کن زلف را بالائے خویش  
 تا از آن بر نام ہر مردے نام لا کنند  
 وصلی من ای بس کفون من پرزند و زخون  
 نفی من با نفی من ہوتے گراں یکا کنند  
 با وجود خویشتن مارا دوئی باشد و یک  
 باک نبود گر کساں آدہ بہ فرقی ما کنند  
 خستہ حال خسرو از شیرینی عیش و نشاط  
 بر کشیدی راست بچوں ہستہ کز خرماکند

۹۱۱

باز گل شکفتہ و گل رویاں سوئے بتاں شدند  
 مطرب و طبل بہم در نغمہ و دستان شدند  
 میمان دیگرے بودا و بیباغ و من بر رشک  
 جملہ مرغیان چہن از آہ من بر پاں شدند  
 چوں گلے میم تو یاد آئی و جاں پارہ شود  
 ایں ہمہ سرہائے فنج بہر جاں بیکان شدند  
 باغ حاجت نیست ہمہ دکوئے خود بین ہل دل  
 خاک گشتند اول ہاں گاہے گل و بیکان شدند  
 دولت حسنت فزوں بادا کہ نیکو تر شود  
 ایں ہمہ دلہا کہ از اقبال تو ویراں شدند  
 می شدند ہل فاجہاں دیت بلکہ ستاں  
 بر جگر ہائے کباب خویشتن مہماں شدند  
 لاف عشق و وصل راں یں بدان ماندان بدان  
 حاجیاں در کعبہ ماندند و ترکستان شدند  
 خسرو با ما بیات باغیاںش خوش شویم  
 زان کہ ہر کس با نگار خویش در بتاں شدند

ب

۹۱۲

گر نظر بر چشم کا فر کشی ادخواہد فتاد  
 آتے بر عاشق بے خویش ما و خواہد فتاد

خندہ خواہم از لببت بہر دلم بے چارہ دل      دہ کزاں خندہ منک بر ریش او خواہد فتاد  
 یار تر کش بست و مرکب لاند بر عزم شکار      تاکد امیں خون گرفتہ پیش او خواہد فتاد  
 گر نیندیشد رقیب او بلائے عاشقان      ہم ہر اک جانِ بلا اندیش او خواہد فتاد  
 چند ازین درکار من فرویش دہ زین کو گرم      پیچ کہ آتش دراک فرویش او خواہد فتاد  
 اس کمی گوید کہ دل ندہم بکس آخر کئے      پیشِ چہیم شوخ کافر کیش او خواہد فتاد  
 خونِ خسرو می خورد ترسم کس رعنا سوار  
 ناگساں ز آہ دلی درویش او خواہد فتاد

غ

۶۱۳

باز گل می آید و دل در بلا خواہد فتاد      شورشے دہ جان بے سامان او خواہد فتاد  
 باز آن یار پریشان کار در خواہد رسید      عقل و جان دل زیک دیگر جدا او خواہد فتاد  
 باز آن سر و خراماں در چہن خواہد گذشت      لے بسا دلہا کزاں زلفِ دو تا او خواہد فتاد  
 تازہ خواہد شد بہ سونبے دلاں داغ کہن      آتشے ہر دم بہ جان مبتلا او خواہد فتاد  
 اندک اندک می روداں دزدِ دلہا سنے باغ      باز بنگر تازہ چند آشنا او خواہد فتاد  
 تازہ مستی بر کہ خواہد او فتاد اک چہیم مست      تاکد امیں خون گرفتہ در بلا او خواہد فتاد  
 جز صبا کس می نبوسد پلے اوزیں پس ہے      خاک گشتہ در رو باد صبا او خواہد فتاد  
 چند ازین سودائے فاسد کاں بت آمد در کنار  
 خسروا گوہر نہ در دست گدا خواہد فتاد

۱۔ دن جدہ بیت ذیل زاید است ۲۔

کنشہ شست وے ام یارب بدوح من رساں ۱۔ ہر خد گئے کاں برعل از کیش او خواہد فتاد  
 ۲۔ بیت محذوف درن ۳۔ بیت محذوف درن ۴۔ دن بیت ذیل زاید است ۵۔  
 نیست تجھے آن کہ یابم نیم خورد او شراب ۶۔ ایک می ترسم کہ آن جرد کجا خواہد فتاد؟

دل زد دست من بہ رفت و کار زوئے دل بہند  
ہر کجا بینم غم دل گویم و گریم، از آنک  
چشم توی کرد جگاں بازی از ابرو دے  
نرخ جانم یک نظر شد میں یکے زیر سوز آنک  
بر سر کوئے توی ترسم کہ جاں ہم گم کند  
دل بہ زلفت خو گرفت و عشق غم بریں گماشت

خسر و اگر دل کشی سہل است از بند قضا  
کایں رسن ناید بردن کاندہ کلے دل بہ ماند

رفتم از چشم و در دل حسرت رویت بہ ماند  
سر گشتے بشنوا ز من، داشتہ وقتے دے  
ہی خدایاں می گزشتے خلق بے دل ماندہ را  
مردن من میں کہ چوں شب باز گشتم از درت  
رفت جان پر ہوس تا بوسد ابروئے ترا  
بوکہ باز آید دل و جاں گرفتارم ز تو

۱۵ بیت محذوف دون وہ جانیش ذیل زائد است ۱۵

کے خوردہ بانش آپ خوش کنوں کز چشمہا  
نرمسام از سگان کوئے تو راں کز رہے  
بدرد آنکہ شنایے زوجے دل بہ ماند  
دل تو بردی وہ گرد کوئے بوسے دل بہ ماند

۱۶ بیت محذوف دون وہ جانیش دو بیت ذیل زائد است ۱۶

گردنت از دبا و خون من و گر دلم  
ناں ہے کایں سو گدشتی گیسوئے مشکیں  
چوں بہ کشتن خو گرفت ذباں خویت بہ ماند  
ناکون مستم کہ تو بگذشتی و بوی بہ ماند

ایں بگفتن راست می آید کہ خسر و خوش نہی  
چل ز یک بیچارہ کے نزدیک رویت باند؟

۶۱۶

عانتاں نقلِ غمت بآبادہٗ احر خورند  
رفت عمرو خاں رنخل بالایت نہ رفت  
مردہٗ آں قائم کاں دم کہ بہ خراںد بہ راہ  
روز ہا بگذشت و از مایا دنا مد دولت  
خون فرو خوردم ہیں آں کہ ساقیت گنم از آنک  
گر مرا دے نیت بائے طعنہ ہم چند ہیں مزن  
مانہ ہر سوزِ بجز انیم کے یا بیم وصل؟  
اے ترا خاکے ہا شکستہ کے دانی کہ حییت؟

گرچہ غم تلخ مست بر یاد توچوں شکر خورند  
لے خوش اس مرغاں کو آں شاخ جوانی ہر خورند  
مردگاں و خاک ہر دم حسرتے دیگر خورند  
لے خاک اند غم باراں از ہیں ہتر خورند  
جہاشی نا کردہ شاہاں شربتے کتر خورند  
کس نہ دید ست اس کہ بیش از انگبین شکر خورند  
دورخ آشا ماں چگونہ شربت کو تر خورند  
جان شیرانے کہ غشیر بلا بر سر خورند

سوئے خسرو بان وہاں بوئے بیالے صیب  
ہر کجاستاں بہ کوئے بے غمے ساغر خورند

۶۱۷

خسرو آئے کہ فتح قلعہ دیں کردہ اند  
پاکبازان میر کوئے خراباں فتا  
سنگساں عنت جاوید مرا بلیس وا  
آہوئے ہیں را جگر و نافہ سوزاں سخت  
جلوہ فرہاد ہیں کہ غیرت آں خسرواں

اتماں بہت از دل ہائے صکیں کردہ اند  
در مقام سرفرازی خشت بالیں کردہ اند  
از ہائے گدائی چشمان خود ہیں کردہ اند  
تا حدیث سنبل زلف تو در ہیں کردہ اند  
نام خود نقش نگین لعل شیریں کردہ اند

حلقہ زلف تو دار دہر بنے دگوش دل گر چہ اور احلقے از ماہ و ہمویں کرده اند  
 ز ابدان تبیع می خوانند و خسرو نام دوست  
 ذکر هر کس آن چنان باشد کہ تلقیس کرده اند

۴۱۸

عاشقان تو ز تو تا صبح درخوابه اند گرچه بہر مصلحت بہت بلاغ و لا بہ اند  
 زار می نالند و ستانند اگر جلے بود گرچه بہر شب تا سحر جوں ما ہیے برتابہ اند  
 چنگ من نال استے خون جگر و صاحب تو ہم نشین بر بط و ہم زانوئے غرابہ اند  
 تا تو دست جو د بکشادی فلک بیکار ماند اختران دہفت گنبد صورت گریاہہ اند  
 آفت خسرو شدند این ہر دو چشم و لا جرم  
 من نشان در خون نشان ز خویش درخوابہ اند

۴۱۹

چشم باران گئے کایں ناز و کرشمہ گم کنند ورنہ ترسم علیے راختہ و در ہم کنند  
 ہم شکاف جان کنند و ہم بے خون دل لب شاد و آبے کہ زلفت را خم اندر خم کنند  
 مرہم ز لہرات می جویم بدیں جان فگار وائے بریشے کساں را از رنگ مرہم کنند  
 بر دہشت عشاق خون گریند و روؤ و مو کنند جوں زناں از گرمی دل سغلہ ماتم کنند  
 لے صبا آناں کہ دل سنگ اند بہر ما بگوئے ماز غم مردیم دل از بہر ما بے غم کنند

۱۰۰۰ دن ابیات ذیل اضافہ است ۱۰

باز نکشاید گر بازش ہم از خونم کنند  
 ناقوں را ز محبت جانے دد افش ہم کنند  
 وہ بدیں خوار ی چگونہ یاد آن مردم کنند

۱۰ غزل محذوف مدن

چشم مستاقان از خون بہہ گردونئے ز آب  
 بند بر عاشق بدایں ماند کہ باشد بر جگر  
 دم کہ بر بادش بر آید ماند تن چوں رود؟

خسرو اجان دوست می داری نه جانان مهن  
شاهد آن باشد که کار شیر مردان کم کنند

۹۲۰

ترا از نرگس فرو بارید و گل را آب داد  
چشم مست او که مژگان را به قلم نیز کرد  
هر خدنگ غمزه ای را کاوششست ناز بست  
باز آن ابرو کمان غمزه زن قصد که کرد؟  
وز تگرگ روح پرور مالش عتاب داد  
خنجر زهر آبداده در کعبه قصاب داد  
آں خدنگ اول نشان بر سینه حجاب داد  
چشم او بای ز مژگان ناوک پرتاب داد  
وین کجا ماند ز چشم دایر ویش زاینسان کراو؟  
ترک مست کافرے را راه در محراب داد

ب

۹۲۱

دوش بوی گل مرا از آشنائے یاد داد  
ترسم از پرده بردن انتم چو گل کایں باد صبح  
پیش ازین کباب بود این دل که مستی در رسید  
مشنوے حاکم ز ماد عوی خوں بریار خویش  
جاں گریباں پاؤ کرد و خویش را برابر داد  
ز آن گلستان با که ردیے با تو بودم باد آد  
وین صلاے صوفیاں در خانه ام باد داد  
کشتگان عشق بازی را نه شاید ادداد  
چون نواز خوبه واک که کشت خود فتنه بود  
ساغر شیرے کشیریں بر کعبه فرهاد داد  
من نشسته هر دم داز دیده خوں پیش افتدم  
بیں دل خوں گشته خسرو را چه پیش افتاد داد

له غزل محذوف درن

له بعدہ درن بیت ذیل زائد است

جز خرابی ناما اندر جانم از بنیاد عشق ۛ ۛ گر چه هر دم دیدہ خون تو دریں بنیاد داد



۶۲۲

آں ہمہ دعویٰ کہ اول عقل دعویٰ دار کرد  
 رنج بیداری شہمائے غم روشن نبود  
 سبجہ گزنا رشد بے شکن لے پر ہیز گار  
 دُر و یا قوت لب سلی مغرَح ہست لیک  
 داند آں کز گل رخاں خورد دست خائے جگہ  
 دارد اندر دل غبار گریہ قوت تست ہاں  
 سنگدل یارا اثر در تو نہ کرد آہے کہ آں  
 بامن بیمار شیریں گشت معجونِ احصل  
 دید چوں رویت بہ عجز خویش تن اقرار کرد  
 خفتہ بودم پیش ازیں ہجر تو ام بیدار کرد  
 کایں چنین ہا آدمی از بہر دل بسیار کرد  
 کے تو اں بیچارہ محبوں را بدن ہشیار کرد  
 کز چہ بلبل در گشتاں نالہ ہائے زار کرد  
 کارکن اندر دلش گرمی توانی کار کرد  
 کشت اہل درد را بے درد را افکار کرد  
 زان کہ عشقت چاشنیے خویش با آں یار کرد

ہر چہ خسرو پیش ازیں در پیش خج ہاں سبجہ کرد  
 پیش محراب دوا بروے تو استغفار کرد

۶۲۳

یارب آں بالا گمراہ آپ حیواں رنجند  
 شیرہ جانملے شیریں بر کشیدند از نخست  
 ہر کجا خائے رنجت از رویت ملامت مایہ بہت  
 زیں ہوش گزراں یکراں ت فروشاں نہ کرد  
 عیش تلغم با خیالِ لعل جاں فزات ہست  
 شعلہ می خیزد ز گوشت گمانت گاہ نور  
 بچو چشم نامسلمان تو بے رحمت نہ اند  
 از گناہ نیکواں یارب مرا سوزی نخست  
 یا بے جان کساں بگداختند آں رنجند  
 دیں تن نازک از آں شیرینی جاں رنجند  
 چاشنی گیران خوبی در ملک داں رنجند  
 آبروے خویش بیارے کہ خواہاں رنجند  
 شربت زہرے کہ دروے آپ حیواں رنجند  
 بس کہ زیر خاک باد املے سوزاں رنجند  
 کافران ہیں کہ خونہائے مسلمان رنجند  
 گرچہ آں مردم کشاں خج نہا فزاں رنجند

عاقبت بروئے آب آلود را نیبے دلاں      گرچہ گریہ در شب تا لیک پنهان رہنمند  
خسرواگری کہ جز فاشاک بدنای نہ رست  
دیدہ ہلے عاشقان ہر جا کہاراں رہنمند

۹۲۴

اگر دیم ز آتش ز سودے خواباں شد بہ باد      خاک بر سر می کم از دست ایثار داد داد  
زلف تو سرمایہ عمر درازست اسے پسر      ناں کہ از سودے زلفت می رود عمر بہ باد  
از شب غم بر سر من صبح پیری می دمد      حنذا عہد جوانی، گویا آں بود باد  
زین صفت کو آتش دل دود بر سر می رود      روشن است ایک کلمہ خرم باید چو شمع از بافتل  
اے کہ بر کنی دل از میان یا راں قدیم      گاہ گاہت یاد باید کہ داز عہد و داد  
نعت یارت شد مبارک طالع فیروز روز      نیک بختی مقبلے کو را قبولت دست داد

خسروان دوران کیتی محنت و غم دید و بس  
دولت او بود بخت او کا از مادر نہ زاد

۹۲۵

در شب ہجران کہ رونے پہنچ دشمن را مباد      می رود عمر عزیزم چوں بر زلفت بہ باو  
محنت ہجران و پہنچ راہ و تشویش سفر      ایں ہمہ گوئی نصیب جان مجورم فقاد  
سیل خون دل کہ از ایں گونہ آید سوائے جہنم      دم بدم بر آب خوابد رفت مردم زیں سواد  
تاز خط جامے فہم معانی کردہ ام      ہرچہ خواندم پیش استاد طریقت شد زیاد  
ترک چشمت رنجت خون باشوخی و زلبش      خون بہا جہنم از فہم خون بہا بر ہم نہاد  
در غمت گر رفت خسرو از جہاں عمر تو باد  
یک خواہد خواست و ز غمت از دست تو باد

۶۲۶

غمرہ ہائے کر و چشمش بادلِ ایں نامراد  
گفتہ بودم عمر ہائے اعتماد با تو بود  
حرفِ میم آمد دہانت، ہست الف انگشت تو  
بانیسم صبح دادم دل کہ بر در پیش او  
از رخت جاں پروری آموخت لعلت آفرین  
داد بلبس در ہوئے گلبنے دل را بہ باد  
شد در ایں فن عاقبت شاگرد بہتر از استاد

جانِ خسرو ہست چشمِ وغرہ عاشق کشش  
عشق جاں بازیت یارانِ عزیزانِ خیر بود

۶۲۷

ساقی مے دہ کہ بیروں سبزہ ہائے تر دید  
در خیالت لے خیالِ ابروانت ماہِ عید  
مثلِ رویت در بنی آدم کسے ہرگز ندید  
با صبح از خاک کویت مرز دہ لے می داد و دوش  
لے نصحت گوہر و از من چہ می خواہی کہ نیت  
گر جانے بر سر آئندم بہ تم شیر جفا  
چون خطِ سبزِ جاناں نفرو جاں پروردید  
اذ ہبا قلبی و دوحی بینا بعد بعید  
دست نقاشِ ازل تا نقشِ آدم ہر کشید  
آہ چشم بر بر کویش بہ ہر سوی دید  
دو من ایں مذہب کہ کوئے شیخ با شتم یا مرید  
ہیچ کس بیوند من از دوست تو نندید

دوستان گویندِ خسرو را ملامت در وفاست  
لے عزیزانِ ہر نفس یا لے دگر نتوان گزید

۶۲۸

سبزہ سبزست و آبِ روشن و سر و بلند  
جانِ بلبل ہست بر سرِ روان و زینِ قبیل  
بادہ صافی بہ کلام آہگوں باید فکند  
ہست جائے آں کہ بلبل می پر دزینانِ بلبل

لے تالاعہ غریباتِ محذوف درن

نرگس اندر عین مستی سچے گل چٹنگ نہست  
 در نہ گل بر سبز ہم چندیں نہ کرے ریش خند  
 گل ازاں کم عمر شد کا دبیتراز غیر خویش  
 دام داداں را کہ از مے وقت گل شد بہر مند  
 سا قیامے چاشنی کن بعد از ازاں در دہ از آنک  
 گز ترش باشد مے اُس را چاشنی باید ز قند  
 بند بندم را جدا کردہ مست دست غم بر تیغ  
 تو بہ خون گرم مے پیوند کن بندم ز بند  
 گرد دل خسرو رسن بازی کند باز لعل تو  
 رشتہ یک چندے درازش دہ ز لعل چون کند

۴۲۹

اے کہ چون لعل جہاں رفتہ ای از پیش ما باز آئے  
 کز فراق سوختم بر آتش دل ہمجو عود  
 پیش روئے خود مرا بنتاں بر آتش چوں سپند  
 تابسو زم خوشتن را کوری چشم حسود  
 اے کہ بردی آبروئے من، ز آوہ دل بہ ترس  
 جوں مراد رجاں ز دی آتش، متو غافل نہ دود  
 صورت جہاں بے حجاب کس روز ندیم ذرہ وار  
 کافقاپ مے اواز روزن دل رُو نمود  
 قصہ ما با تو از نیلی و مجنوں در گذشت  
 خسرو و شیریں چہ باشد واقع و عذر اچہ بود؟  
 عاشقی و رندی و دیوانگی در شخص ما  
 قصہ و افسانہ نبود راستی باید شنود  
 عشق ازاں بالا تراست اے کہ خسرو را نہ ور  
 گاہ پیری سر برد پیش جواناں در سجود

۴۳۰

بر بنا گوشت بلائے خط کہ سر بر می کند  
 جز و جزو عاشقی بے چارہ ابر می کند  
 سر و کمرہ بالائے خود در سر کند باداں میں  
 آں نگرش باد پیشیت خاک بر سر می کند  
 چند گوئی "پیشیت کیم" وہ کہ چون تو یوسف  
 سر کجا در خانہ تاریک مادر می کند

چند گوئید اے مسلماناں کہ "حالِ خود بگئے"      من ہی گویم دے ازمَن کہ باور می کند؟  
 شوخیش ہیں کا شکار مئی نواز در درناں      با رقیبِ خویش اشارتِ سوءِ خنجر می کند  
 روبرو اے جانِ معزول از درونِ من کہ عشق      شغلِ جاں در سینہ با جاناں مقرر می کند

عاشقاں جانِ جہاں ہر تباں تر کردہ اند  
 سہل باشد آنکہ خسر و دیدہ را تر می کند

۴۳۱

جاں کہ چوں تُو دشمنے را دوستی می کند      دشمنِ خود را بہ خونِ خویش یاری می کند  
 دل کہ جہاں خواند بر جانم بلا و فتنہ را      کار دارانِ غمت را حقِ گزاری می کند  
 یکے لے آباداں نہ پندارم کہ ماند در جہاں      زانِ خرابی ہا کہ آں چشمِ خاری می کند  
 جانِ من رونے کند کہ گاہ ہمارش از آنک      سوئے تو ہمراہی باد بہاری می کند  
 خونِ من می جوت از غیرتِ کایں کا فوجرا      تیرِ خویش آلودہ خونِ شکا رسی می کند؟  
 مُردم از نالیدن و روزے گفتی اے رقیب      "کیست اس کا نہ پسِ پوار زاری می کند؟"  
 گرچہ بے حد من است اے دوست اما بردت      دیدہ من آرزوئے خاکساری می کند  
 آں کہ پندم می دہد در عشق ہر زیستن      مرہم بے فائدہ بر زخمِ کاری می کند

ہجری داند کہ چوں من نا تو اے بچوں زید؟  
 زانِ برائیں دل زخمِ ہائے یادگاری می کند

۴۳۲

چشمِ تو مست است یا در خواب بازی می کند؟      بوجہِ مستی کہ در محراب بازی می کند  
 مردمِ چشم کہ می گرد بہ گردِ روئے تو      طفل را ماند کہ در جہتاب بازی می کند

دراوند دل نادان من در سوئے تو      بھجھوئے خود مشو در تاب بازی می کند  
چشم من دور از تو گرفتہ بخوں گرد در سرت      ز آشتا بیکانہ دُ در آب بازی می کند  
امشب اند خوابے یدم "باتو بازی کردہ ام"      مہ تو بازی کردہ ای یا خواب بازی می کند؟  
باز خدانت کہ خسرو عشق باز دگو سیا  
گو سفندے داں کہ با قصاب بازی می کند

ب

۶۳۳

باز ترکِ مست من آہنگ بازی می کند      کس نہ کردہ مست آں کہ آں ترکِ طرازی می کند  
زلف او را سر بہ سر عالم بہ موئے بستہ شد      ہندوئے را میں کز اینساں ترک تازی می کند  
از خیالش ماندہ ام شرمندہ، کاندہ چشم من      گہ گہے می آید و مردم فواری می کند  
جز اشارت نیست سوئے لعل تو ما ماندہ و دود      ہم چو انگشتے کہ بر حلوا درازی می کند  
می رود در خون ہر گرگشتہ لے دامن کشاں      پس بہ آپ چشم من دامن غازی می کند  
می بر چوں کافراں بر جان خسرو تا حقن  
از بے رغبت نام خویش غازی می کند

۶۳۴

غزہ شوخت کہ قصد جان مردم می کند      ہر کجا جادو گرے آں جاتعلم می کند  
مردم چشم ز بہر سجدہ بایت را جو یافت      خاک بایت در دل دریا تہم می کند  
کوہ جورت را نیار د طاقت و من می کشم      زان کہ مردم می کشد جوئے کہ مردم می کند  
کاشکے صد چشم ہوئے از پے گریہ مرا      چوں بہت در گریہ زارم تبسم می کند  
ہمچ فریاد دلم خواہی رسیدن اے صنم      در میر زلف تو چوں مجنوں نکلتم می کند

عشق با تقویٰ نہ سازد بعد از ایں ماؤ تزلزل  
لے خوش آن کف کاشانی با بستم می کند  
بندہ خسرو عاشقی را دست دپائے می زند  
لیک چوں روئے تو بند دست پانگ می کند

۶۳۵

دل کہ با خوبان بدخواستانی می کند  
شیر لے با خوارے زور آزمائی می کند  
زاہے کو خوبہ مسجد کرد و خوباں را نہ دید  
ہست نا بالغ ضرورت پارسانی می کند  
مسبت آن دو دم کہ شب کوئے خوشیم ویدلف  
میکستیں؟ گفتند درویش گدائی می کند  
چوں طبع داند مشتاقاں وفا از نیکواں  
حسن چوں بانیکواں ہم یو فائی می کند  
شعلہ مشرق کچھ افروخت میانی کہیت  
بر دل ہم صحبتاں داغ جدائی می کند  
گر نہ خسرو از حمایت خویشتن سیر آمد دست  
از چہ با خوبان بدخواستانی می کند؟

۶۳۶

کافر خون خوارہ دنبال شکائے می رود  
پس نہ می بیند کما خیمہ ترارے می رود  
از دل آوارہ عمرے شدن می یا بم نشان  
بس کہ درد دنبال دلیانہ سوائے می رود  
خون می گریہ دم بر جان پیروزی خویش  
آن زمان کہ خون او تیر شکائے می رود  
گریہ را بر دیدہ مہتابست کا ند آہ او  
گردایشاں سو سو فرسنگ آئے می رود  
جاں نہ می خواہد کز ایں عالم رہ آورد برد  
ایک اینک در پئے بہر غبارے می رود

لے دون سر بیت ذیل زائد است

بندہ دو کوش کہ خون خویش می سازد رواں  
در حساب خویش جنش را دے ای می کند  
بختگاں داند کار از خای پر و اند گو؟  
پیش شمع آسمونش تو در دستانی می کند  
من کبار دے توام کلاے ست چون نیم گو؟  
سوسه خونیدے کہ ہر د خود دمانی می کند  
لے غول محذوف درن

آب چٹھی می ددا نم کار من اینست و بس      نیک نعت آن کس که از دنبال کای می رود  
دی شنیدم می رود در جہنم تا به کشدم  
لے فدائش جان خسروہ کریاے می رود

ت

۶۳۷

کالبدا ز دل تہی شد گرچہ جاں بیرون رود      دوستے نبیو کہ نہ بادوستان بیرون رود  
خون چندیں بے گندہ در بندہ من گیر تست      ولے گراں مست من امن کشاں بیرون رود  
رو بہ گرداں لے بلائے جہاد شکر پیش از آنک      ہم رکابان تر از کف عنان بیرون رود  
بیوفایاں کہ پیوندند و از ہم بگسلند      صحبت دیرینہ وہ کزدل چساں بیرون رود  
بگذرانہ بالین من کاساں شود و من ز آنک      دل چو در حسرت بود و دشوار جاں بیرون رود  
چند بپندیستم بر جان خسرو ہم بترس  
زاں کہ ناید باز ترے کز کماں بیرون رود

ت

۶۳۸

بار باری اندیشہ جہانناں ز حاتم چوں رود؟      چوں کتم از سیناں آہ و فغانم چوں رود؟  
نقش خویاں اگر قسم خود بہر وں رانم ز جہنم      آں کہ اندر سینہ دارم جلے آنم چوں رود؟  
در غم غفلتے کہ آں افتادہ در رہ خاک شد      من در ایں حیرت کہ او بر استخوانم چوں رود؟

لے درن چار بیت ذیل زانکہ است

سوزش عشق ستاں میں پنج تپ من اے طیب      کایں تہم با جاں ہم از استخوان بیرون رود  
درد دل من جلے گزشت و تو نازک مزاج      راہ دہ تا جاں مسکین از میاں بیرون رود  
کشتنم غم نیست لیکن از بردن خواہی فگند      خون من مگذا رہاے دستان بیرون رود  
بانگ بلے اسب آید از دم روزے گے      کز بر نعت من ایں خواب گراں بیرون رود

لے غول مخدوف درن



ہاں وہاں لے کبک کہسائے کرمی نازی بکام  
گویکے بجا آں سرور دالم چوں رود؟  
کشتنم بردگیراں می بند داں را کو بُود  
لے مسلماناں بر دیگر کس گمانم چوں رود؟  
مرداں گویند ادا و دعویٰ خون خود بکن  
حاش شد ایں حکایت بر نام چوں رود؟  
دی جفا کا رستمگر خواند مش وہ کا میں سخن  
از دل آں کافر نا مہر بانم چوں رود؟  
گیچہ از خسرو رود جهان و جهان دہر چہست  
آرزوے آں دل و جان و جانم چوں رود؟

۴۳۹

مانہ خواہیم از غم خود کا شنا بیرون برد  
آشنا ہم زیں رنج پد خون ما بیرون برد  
در ہوایش آں کہ پند می دہد گر بندش  
دانش مردار سر خود زیں ہوا بیرون برد  
نوش باد آں مست را بادہ کہ در ہنگام نوش  
دعویٰ زہد از سر صد پار سا بیرون برد  
لے خوش آں رونے کم جانست کم یک لعل لے  
کیست کو بتکا فداں جان ترا بیرون برد؟  
خاک خواہم شد بہ کویت خاک بر فرق ہبا  
از مرگوے تو گر خاک مرا بیرون برد  
مردم از پیچش کہنے ز غش نہ جاں بیرون ود  
نے کے جانم از ایں دایم کجا بیرون برد  
می کند بیرون می گوید "مرد از در بیرون"  
خسروا میں کایں لطیف ہر کجا بیرون برد

۴۴۰

از دل غمگین ہوئے دل ستانم چوں رود؟  
یا سرودائے آں سرور و انم چوں رود؟  
تا توانائی بدم با غمش بردم بہ جاں  
خود کنوں عشقش ز جان نا تو انم چوں رود؟  
از دل نہیں جفاش گر رود نبود عجب  
لذت دشتام او ہرگز ز جانم چوں رود؟

غمرہ قصاب ادی ریز دم خوں شا کر م      بجائے شکر ستایں شکایت بربانم چوں رود؟  
 بعد مرون گرشوم خاک و تنم گرد و غبار      داغ فہر از مغز استخوانم چوں رود؟  
 گر زپا افتم در آں کوے درود تیغم بہر سر      زیں قدر اندل غم آں دل ستانم چوں رود؟  
 قدیارم از نظر گرہ زود خسرو، ولے  
 نقش روئے از چشم خوں فشانم چوں دود؟

۶۴۱

ہر شہم جاں برب آید نالہ زار آورد      تاکدامیں بود بے زان جفا کار آورد؟  
 رفت آں شوخ و دل خوں گشتہ را با خود برد      عاقبت رونے ہاں خوش گرفتار آورد  
 دوستان من نے ہوں ارم نالیدن، ولے      ورچوں در سینہ ہاشد نالہ زار آورد  
 آرزو منداں بآب دیدہ معذور نالہ انگ      فرقت بے عزتیاں گریہ بسیار آورد  
 صد گلہ دارم ولے آں روچہ آید در نظر      کیست کاں ساعت زبانم را بگفتار آورد؟  
 غمرہ خوں ریز تو مرزا ہد صد سالہ را      موئے پشانی گرفتہ سوئے خمار آورد  
 زیں دل خود کام کار من برسوائی کشید  
 خسرو افران دل بردن ہمیں بار آورد

۶۴۲

گر کنی یاری و گر آزار بر من بگذرد      ہر چہ می خواہی بہ کن لے یار بر من، بگذرد  
 گفتمی "ارمن بگذرم زیں سوؤد بر تو برستم"      ایں ستم لے کا شکے ہر بار بر من بگذرد

لے درن دو بیت ذیل زائد است

بوکہ بزیم، باد را گوئید تا از بہر فرسش      پارہ خاک از بے جان افکار آورد  
 شب زمیے تو بہکنم از بیم ناز شاہداں      با ملام روئے ساقی باز در کار آورد

صبح دم مست خراب شوق بیروں اوقتم      بس کہ شب درنا رہائے زار برمن بگذرد  
 زود تر خاک کئی لے گردوں مگر بختم بود      کاں خراماں رہ خوش فقا برمن بگذرد  
 لے خوش آں دیوانگی و مستی و رسوائیم      کز پئے نظارہ اے آں یار برمن بگذرد  
 ہر سحر کا ہے فرسم جاں بہ استقبال اد      تا مگر بوئے ازناں گلزار برمن بگذرد  
 رفت عمر و گفتگوئے عشق از خستہ و نہ رفت  
 عمر باقی ہم در ایں گفتار برمن بگذرد

۶۴۳

یاد من گویند آں جاگاہ گاہے بگذرد      را صمیم گرد دلش از بعد ما ہے بگذرد  
 بہنم در راہش افتادہ، مرا آگہ کنید      گرد ایں رہ سرو بالا کج کلا ہے بگذرد  
 اے صبا جانم بر در خاک کویش کن نثار      گرد ایں رہ نگذرد آخر برا ہے بگذرد  
 حال با مالان راہ خویش می برسی، میرس      ولے بر موراں در آں شایع کشتا ہے بگذرد  
 نیست آں دولت کہ بوسم پائے میمنت ولے      پلٹاں بوسم کہ در کوئے تو گاہے بگذرد  
 غمزه با صد ہا بلبلے خویش نا بخشود نیست      دیدن شاہے کہ بازیناں پہا ہے بگذرد  
 ز آہ گرم و سوسہ شد روز، ہم داری ردا      کایں چنین روز سیر بر و سیاہے بگذرد  
 در ز خدانت دلی خستہ و فتاد و غرق شد  
 ہچو آں متے کہ بر بالائے چاہے بگذرد

۶۴۴

گر بہ کوئے عاشقان آں ماہ گاہے بگذرد      برگدایاں ہم چناں باشد کہ شلے بگذرد

۱۰ بیت محذوف است درن و بہ جایش بیت ذیل است ۵

خلق در فریاد تو خوش روی من چونیم؟      وہ کہ گر ناگاہے از من تیر آہے بگذرد

۱۱ غزل محذوف درن

سالها شد تا به کوشش او فتادم روز و شب  
 سیل اشکم چون خیالش دیده در دل جاگر  
 برا میداک که آں ماهم به ما ہے بگذرد  
 روزی باران کس نه خواهد که زینا ہے بگذرد  
 آب دیده می زخم هر دم بر آں خاک هوش  
 تاغبای بر نیاید گر به را ہے بگذرد  
 در زخاندانش دل خست و فتاد و غرق شد  
 همچو آن مستی که بر بالائے چاه ہے بگذرد

۶۴۵

من نه می خواهم که چشم غیر آں رو بنگرد  
 حاجت تیر و کماں نبود قدم مرغ از هوا  
 چشم بد حیفست کاند رنوائے نیکو بنگرد  
 در پیدن گرسوائے آن چشم دابر و بنگرد  
 غیر تم آید که باد صبح بر کویت وزد  
 یا شب اندر روزن آید ماه و آن رو بنگرد  
 باد در چشمش ز تیر غره میل آتشیں  
 هر که در روت به قصاں یک سر رو بنگرد  
 حرز باز و کرد خست و نام میمون ترا  
 شوق چون غالب شود در حرز باز و بنگرد

۶۴۶

دست ما و روزه تاد چشم عشرت خاک زد  
 یارب از بحر که در پوشید نیلو فر کبود ؟  
 اشک خونیں ریخت جام و گل گریبان زد  
 لالا زد و در که داغی بردل غمناک زد ؟  
 با همه چشمی که نرگس باز دارد در چمن  
 اهل پیش رانه می شاید قدم بر خاک زد  
 تا که از شمشاد و نسرس گویم و ریحان گل  
 پنج این خا از روزه دل خواهم کنوں پاک زد  
 با وجود ساقی مبروئے من در باغ حسن  
 می توان آتش در این مشت خست و خاشاک زد  
 لے میر نوگر شب طالع نشوی چون عاصیاں  
 خواهمت بهر شفاعت دست در فزاک زد

مزدہ بر خستہ و اگر گوید شبے در گوش او  
عین عید انیک علم برگوشه افلاک زد

۶۴۷

تا سرم باشد تمنائے توام در سر بود  
روزگار از زلف تو بادا پریشان روز و شب  
من خورم خوانا به بھراں و نیز ارم از آنک  
من بگرمائے قیامت خوں خورم بر یاد دست  
عشق را پروانہ باید تا کہ سوز و پیش شمع  
خوب رویے آں بہ کہ باشد آب آتش در جہ  
بادشا با شتم گرم خاک درت افسر بود  
تا دل بدر و دامن ہر دم پریشان تر بود  
ما جلا بازیر کاں خوانا بہ دیگر بود  
جسے شیر آں را منا کو تشنہ کوثر بود  
خود گس بسیار یابی ہر کجا شکر بود  
تا وجود عشق بازاں خاک و خاکستر بود

یار جائے دمن بے چارہ جائے بے قرار  
وہ چہ خوش باشد کہ بر بازوئے خستہ بر بود

۶۴۸

فرخ آں عید سے کہ جاں قربانی جاناں بود  
چوں نہ گوید نا زمین من مبارک باد عید  
بذلہ گوئے و عشوہ ساز و شوخ چشم و غمزہ  
آپ چشم روز عید از آستانش بازداشت  
جاں دہد جانا دہانت ہر کہ را شربت دہد  
بہر شادی صورت میمون تو بہر روز نیست  
ز وہ گاہ تیغ رنداں سوئے قربانی مدار  
ختم آں جانے کہ پیش نیلواں قرباں بود  
جاں شکر ریزی کند دیدہ گللاب فشار بود  
خوب رویے کاین چنین باشد بلبلے جاں بود  
باز دار داز صلاعی رے کہ در باراں بود  
ایں چنین ثمرت نہ باشد ختمہ حیواں بود  
عید تا سالے چہ غم باشد اگر قرباں بود  
تا مگر جاں دادن آں بے چارہ را آسان بود

دوستان از صحبت ما گر چه آزاد آمدند  
تا زید خسرو، غلام و بندہ ایشان بود

۶۴۹

از میر کو گو آں ہری چوں ناگہاں پیدا شود  
من حسن دانم کہ باشد سوزے از رستے او  
ماہ رویا کے سد در آفتاب روئے تو ؟  
از تو دل چوں آبلہ خوگشت در دباں تو  
منہ بہ تنہائی بھی گریم اگر پیدا کنم  
سبزہ تر بر کشیدی زان ریخ چوں آفتاب  
می خلد بر جان من آں خط کہ بلب می کشی  
خسرو از بہر تو اندر دیدہ خود بجائے ساخت  
چشم می دارد کہ در کھٹے دھالش جانشود

۶۵۰

زلف گر واک در کہ بازم دل پریشاں می شود  
عقل دہوش دل خیالت برد و جانم منتظر  
زان چہ من خوردیم عنایت بائے پشیمان نیستم  
از ہلاکم دوستان غمناک من خوش می شوم  
ردے بہنہاں کن کہ بازم دیدہ حیراں می شود  
تا ہنوز از نرگسی مست چہ فرماں می شود  
گردلت از لطف نا کردہ پشیمان می شود  
کاں چہ بائے کام جاناں مست آں می شود

لے غزل مخدوف درن

لے درن دو بیت ذیل زندہ است ۵

ایں کے راگے کاؤ رات شب بہ پاں می شود  
جینے کے باعث کہ با سے مردن آساں می شود  
تاکے ام سوزی کہ ہر صبح دعائے خیر خواں  
عاشقاں را حد بلا پیش است گاؤ دیدت

چوں بہ پایاں آمد ای قصہ کہ می گویم بہ درد  
یک حدیث و صد پیم خاطر پریشاں می شود  
لے کہ پندم می دہی پیش تو آسان سلیک  
ایں کسے دانکہ اورا خانہ ویراں می شود  
لے دل خستہ مدہ یارم زمرگان نشاز آنک  
موسے بر اندام من ہر بار پیکاں می شود  
آں کہ گفتندے کہ از خوابش روزی بدرسد  
اینک اینک جانِ خسر و گفتایشاں می شود

۶۵۱

تا چہ ساعت بود یارب کاں مسلمان زادہ شد؟  
کافت اندر سینہ و اندر نہ درجاں زادہ شد  
از شبِ حامل چہ زائد جز پریشانی بہ عمر  
ہندے شبِ حامل و زلف پریشانی زادہ شد  
دی شبش لگفتم فلاں، زیر لب گفتا کہ مرگ  
طرز مرگے بود ایں کہ آپ حیواں زادہ شد  
مد غلام دوست از در پیش یوسف سجود کرد  
اوبہ دہلی زاد اگر یوسف بہ کفان زادہ شد  
ماہ من از آپ چشم و گریہ سوزاں بہ ترس  
کز تنور بریزن سیلاب طوفاں زادہ شد  
مردم چشم بروں افتاد از گریہ ز پوست  
راست چوں طفلے کہ خوں آلود و گریاں زادہ شد  
دل از آں خواب تن بہر محظمی گوید غمے  
چوں کند بے چارہ خسر و گریے آں زادہ شد

۶۵۲

تا خیالِ روئے آں شمع شبستاں دیدہ شد  
سو ختم مترقا قدم پیدا و ہنساں دیدہ شد  
سبز خطش بر نگین لعل تا برزد قدم  
از خضر پے بر کنار آپ حیواں دیدہ شد  
می شود از پر تو رخسارِ مرا فروز تو  
دیدہ ہاروشن، مگر خورشید تاباں دیدہ شد  
ز آمد و رفت خیالِ قامتِ زمبائے او  
جلوہ گاہ نازاں سر و خرا مال دیدہ شد

از بے نظارہ کلبِ رگِ رویت یک بیک      قطرہ ہائے اشکِ من ہر نوکِ مژگانِ دیدہ شد  
تا بدیدم در لبش خونِ دل از چشتم ہیخت      باغیِ خونی گرفت آنِ مسلمان دیدہ شد  
چشمِ خسرو بود در دے او حکایت مختصر  
گر بہ چشمِ خود کسے را صورتِ جاں دیدہ شد

۶۵۳

یارِ مارا دل زدستِ عاشقی صد بارہ شد      باز عقل از خانانِ خویشن آوارہ شد  
ایں دلِ صد بارہ کش پیوند ہا کر دم بہ صبر      آں ہمہ پیوند ہا لبش بارِ دگر پارہ شد  
بارہ بارہ گشت سرتاپا دلِ بُد آتشم      از بے سوزشِ من میں جہِ آتش پارہ شد  
ماہِ مٹے بے توجہ شبِ تاریکِ شہِ چشم رہے      و اندر ایں شب قطرہ ہائے چشمِ من سیارہ شد  
دی رہے دید کاں پری را دُسر دیوانہ شد      و ز سر دیوانگی در پیشِ آں عیارہ شد  
دید چوں دیوانگی من ہزد بر سینہ سنگ      سختی دل میں کہ بستہ سنگِ درِ نظارہ شد  
تا بہ کوہِ و دشتِ لفتہ بچو فرہاد از غمت  
چارہ خسرو بہ کن کردستِ تو بہ چارہ شد

۶۵۴

گر نبی بینم دے دروئے او غم می کشد      و رکے پہلوئے او می بینم آں ہم می کشد  
من بہ عشقِ یک نظری میرم و او باکساں      چوں زید میکیں گرفتائے کشتاں غم می کشد  
من از محرمِ حیلہ می برسم کز ایں غم چوں زیم؟      ویں خود از کشتنِ بتر کز طعنہ محرم می کشد  
می کشد از چشمِ و خوشتر آں کہ می گوید کہ خلق      خود ہی میرند کس را چشمِ من کم می کشد

۱۔ بیت مخدوف درن و بجائیش بیت ذیل زائد است ۵

چشمِ را گفتہ کہ ”در خواباں میں“ نشیند ہیج      تا گرفتار یکے مرد کش خوں خوارہ شد



اے دل خستہ چوئی مرہم از شیریں بے ؟ کو بہ نوحی در دمنداں را بہ مرہم می کشد  
چند پوشم گریہ را تا کس نداند راز من ؟ بیشتر ہر جامہ را این چشم پر نم می کشد  
زلف رازیں گونہ جانا ہم مدہ رشتہ دراز کو ہزاراں بستہ را در زیر ہم خم می کشد  
از کرمہ خلق را تا می توانی می کشی در کسے از تور ہا شد زلف در ہم می کشد  
خسروا کے غم خور دگر تو ہمیری در غمش  
اے کہ صد بھجوں تو عاشق را میکدم می کشد

۶۵۵

ناز کن لے گل کہ سرو بوستانی می کشد ناز تو بلبل بہر فوعے کہ دانی می کشد  
ابجد سبزہ ہی خواند بنفشہ طفل وار پیر گشتہ ست و دلش سوئے جوانی می کشد  
لالہ و نرگس قدح بر کف زجا برخاستند یک دگر ہر یک شراب ارغوانی می کشد  
نرگس از کف جام نمد گرچہ از ریخ خار سر فگندہ ماندہ چنداں نا توانی می کشد  
زندگانی اے کسے بر آب دار دجلا زایں کا و بہ جام روشن آپ زندگانی می کشد  
خسروا در موسم گل بھجو بلبل مست باش  
خاصہ چوں بلبل فولے خسروانی می کشد

و

۶۵۶

ہر کسے را در بہار ایں دل بگلزارے کشد ویں دل بدر و زمیں سوئے جفا کا لے کشد  
راز ایں بت با کہ گویم چوں مسلمانی نہ ماند؟ کہ تین ایں بت پرستی کہنہ ز نارے کشد  
محرم عاشق بود غمگین تراز عاشق بے تند رستش مشمر ایں کور بنج بیمارے کشد

ماہ در محل چہ داند از گمراہی دلم  
ز حمتِ اشتر کے داند کہ او بارے کُشد  
لے بہ خواب خوش بہ گویم با تو از بھنای خوش  
غم مباد ایں سرمہ را در چشمِ بیمارے کُشد  
چند تن در مسجد و دل گر دیکے شاہداں  
خرم اں کو آشکارا بادہ بایارے کُشد  
آستاں بوسِ خرابات ست خسرو را ہوس  
کیں مصلّا خدمتے در پیشِ حمایے کُشد

۶۵۷

آں کہ دل بردوز غمرہ چوں سانش می ہند  
عشق جانم می شکافد در مسیانش می ہند  
باد کز کولیش وز دشتاق را بند ہی  
ہم بہ زنجیرے کہ بر اشتک رواش می ہند  
می نہم بر آستانش حشم و می میرم ز شرم  
دیدہ کایں داغ سیہ بر آستانش می ہند  
در دشتاق لے بہ خواب نازکے دانی تو شرح؟  
داند اں کو گوش بر آہ و فغانش می ہند  
حرف ناخن پیشِ سینہ قصہ دل می نوشت  
زاں کہ چشمش تہر حسرت برد ہانش می ہند  
کشتہ تو کعبین آسا ست بس کز نقشِ حال  
نقطہ فقط دعا بما بر استخوانش می ہند  
جانِ خسرو و عشق اگر چہ مردن جانِ داد ست  
زندہ دل را پرس کو بہتر ز جانش می ہند

۶۵۸

باز باد صبح بوسے آشنائی می دہد  
آپِ چشمِ مستمداں را روائی می دہد  
بیں کہ چندین اہداز خلوت بردن خواهد فتاد  
باد را کاں زلفِ شغلِ عطرسائی می دہد

لے بیت محذوف درن و بہ جانیش دو بیت ذیل زائد است ۳  
دقے زیر آزار اندہ دل بہ بلغ خوش کم  
مکشاں بازم غمش در کنج دیوارے کُشد  
گفتی ام بار دگر کن پیشِ خوبانِ دگر  
نیست ایں سوزن کہ از پلے دلم خلے کُشد  
لے غزل محذوف است درن ۳ غزل محذوف است در "ن"

ہم بحق دوستی کت دوست می دارم جہاں      خون تو گر چہ نشانِ بے وفائی می دہد  
آدم بر آستانِ دولتت امیدوار      کیست کد در ویش را راہ گدائی می دید؟  
گفتی: "از دستِ فریق مانہ خواہی بر جہاں"  
تو چہ گوئی خود کہ ما را دل گواہی می دہد

۶۵۹

غم بخورے دل کہ باز ایام شادی ہم رسد      ہر کجا در دے ست آں را عاقبت مر ہم رسد  
در میانِ آدمی و آں چہ مقصود دے است      گر بود صد سالہ رہ چون قہر شد یک دم رسد  
گاؤ و خرما از غم و شادی عالم بہر نیست      خاص بہر آدم است ارشادی وار غم رسد  
نسبتِ آدم درست آں کہ شود با آدمی      کاں چہ بر آدم رسید آں بر بنی آدم رسد  
بگنڈا زانڈیشہ چوں می بگنڈر دانڈیشہ نیست      ہر جہائے کاں براہی عالم از عالم رسد  
دوستانِ خاکِ ستایم چوں مے شادی خرید      جرعلے ریزید تا میں خاک از اں نم رسد

خسرو ناخوش متو کا یا م شادی در گذشت  
بر خدا دل نہ کہ خوش خوش کام شادی ہم رسد

۶۶۰

تا کس آں زلفِ پریشاں وقتِ ماہر ہم نہند؟      آہِ دودا کو دیا آتشِ براین عالم زند  
می خورم من خوں بیادِ لعلِ دلالت و پیچ      کس از این قصہ غنی یار د کہ با او دم زند  
لعلِ جاں بخش تو کاہِ خندے پستہ دہاں      طعنہ ہا بر معجزاتِ عیسیٰ مریم زند  
نکبتِ مشکِ خنادر گیر نیاید خوش مرا      گر صبا آں طرہ مرغول را بہر ہم زند  
چوں توئی از نسلِ آدم گشت پیدا، نیست      گر فرشتہ ہوسہ بر پائے بنی آدم زند  
ہر کہ بر خاکِ جنابت بار یابد، بے گماں      خیمہ بر بالائے این نہ طایر اہم زند

لے غزل درن محذوف است

لے غزل درن محذوف است

چوں و فلے نیست جز غم ہیچ کس را در جہاں  
باد خسر و را حرام اے یک دم بے غم زند

۶۶۱

گل نور سید و بولے ز بہارِ من نیامد  
دلِ من چرا جو غنچہ نشود در دیدہ صد جا  
اگرے حریف داری نظر بے بروے یارے  
ہم عمر تشنہ بودم باؤ مید آبِ حیواں  
شب در روز جدول و خوں بے رونق چہ بود؟  
منم و خرابہ غم ز خوشی خبر نہ دارم  
منِ خون گرفتہ کردم نظرے و کشتہ گشتم  
بہ شب نشاط یار اچہ خبر تر از خسر و  
کہ بہ جانبِ تو روزے شبِ تار من نیامد

۶۶۲

برہم باند دیدہ، کس از آں سوار نامد  
چہ کنم اگر چہ ز گس نہ کنم سفید دیدہ  
منم و فوائے نالہ شبِ ہجر و قصہ گریہ  
بہ نہال صبر عمرے زد و دیدہ آبِ دادم  
بہ چہ بندم ایں زد و دیدہ کہ دور خنہ بلاتد  
دلِ خلق پارہ پارہ نگری ز نالشی من  
بہ شکست قلبِ مار اصفِ کافرانِ غمرہ  
خبرے ز خود ندارم کہ خبر ز یار نامد  
کہ ز شاخ آرزویم بجز انتظار نامد  
چہ کنم سر و دشا دے کہ دلِ فگار نامد  
تو ز بختِ شورِ من ہیں کہ گمے ببار نامد  
ز رو تو با صبا ہم قدرے غبار نامد  
کہ بہ جز جراحِ دل ز فغان زار نامد  
ختمِ خرد رواں شد کہ ہیچ کار نامد

بر دلم نشسته پیکان مزن لے حکیم طعنہ کہ ترا پائے نازک خلد لے زخا رناند  
 نہ کہ بیمدہ ست خسرو دل رفته باز جستن  
 کہ زر فتگان آں کو یکے از ہزار ناند

۶۶۳

خبرم شدہ ست کا مٹب میر یا رخواہی آمد  
 بلب آمدہ ست جانم تو بیا کہ زندہ مانم  
 غم و غصہ فراق ت بہ کشم چناں کہ دامن  
 دل و جاں بہ برد جنت بہ دو کعبتیں دین پس  
 منم دے و آہے رہ تو درون ایں دل  
 رخ خود پہوش اگر نہ رقم مجنماں را  
 مے تست خون خلقے و ہی خوری دادم  
 منم آہوئے امیدہ ز کندہ خوب رویاں  
 میرمن فدلے آں رہ کہ سو ارخواہی آمد  
 پس از آں کہ من نامم بہ چہ کارخواہی آمد  
 اگر م چو جنت روزے بہ کنارخواہی آمد  
 دو جہان داد اگر تو بہ قمارخواہی آمد  
 مروا میں اندرایں رہ کہ نگارخواہی آمد  
 ز حساب ہشتم اختر بہ شمارخواہی آمد  
 مخورایں قدح کہ فردا بہ خمارخواہی آمد  
 بر میدان کہ روزے بہ شکارخواہی آمد

بریک آمدن بہر دی دل و جان صد چو خسرو  
 کہ زید اگر بدیناں دوسہ بار خواہی آمد؟

۶۶۴

گذر دے ویک شب بہنت گذر نباشد  
 زیر کرشمہ ہر دم گذری بہ سوئے دیگر  
 برود شبے و مارا خبر از سحر نباشد  
 بہ دورخ چو ماہ ماہ بہ منت گذر نباشد  
 کہ در آفتاب گردش چو قوی دگر نباشد  
 رسدت براویح خوبی اگر آفتاب گردی

لے درن بیت ذیل زانداست

بہ جفا گو دلم را کہ کجا رسیدی ایں جا؟  
 بہ کند بہر دخت کہ با اختیار ناند  
 لے غزل درن محذوف است

توان ز بعد دیدن نظر از تو بر گرفت  
نموند آں که چشمش بود و نظر نباشد  
سخن تو آں حلاوت که شکر توانش گفتن  
زغم تو دارد آں سخن از شکر نباشد  
خبرم پیرس از من چو مقابل من آئی  
که چو در رخ تو بینم ز خودم خبر نباشد  
دل مستمند خسر و سخن تو پیش هر کس  
چو قلم فرو نه خواند اگرش دوسر نباشد

۴۶۵

تو ز لب سخن کشادی همه خلق بے زبان شد  
تو درون جان و گوئی که "دگر که است یارب؟"  
بر ہے کہ دی گذشتی همه کس بربخ سرمه  
رخ تو بس است سودم بفلکے تاری موت  
ز غمت چنین که مردم چه کنم گرم به خواہی  
کہ عزیز در دل کس به ستم نہ می توان شد  
صفت کمال حسنت چو منی چگونه گوید؟  
کہ ہزار ہجو خسرو ز رخ تو بے زبان شد

۴۶۶

بہ نور سیدہ من ہوس شکار دارد  
رود آں چناں بہ جولاں کہ سر سپہ نہ کردہ  
دل من بہ زلفش حکم نہ حبت چشمش  
نہ توانش کہ بینم بہ رقیب ناموافق  
ہر دئے صبا و حالے کہ مرا ز ہجر دیدی  
بہ خدا کہ سینہ من بہ شکان بہ جاں بروں کن  
دل صید کردہ ہر سونہ کیے ہزار دارد  
سر آں سپاہ گردم کہ چناں سوار دارد  
تو باش غافل لے ہماں کہ ہنوز کار دارد  
چہ خوش مست گل و لیکن چہ کنم کہ خار دارد  
بہ انتر ہرچہ دانم کہ کم استوار دارد  
کہ درون خانہ تو دگرے چہ کار دارد؟

برس اے سوار و بنواز بلطف خاکے را      کہ ز تندی مسمت دلی پر غبار دارد  
 تو شبانہ می نمائی بہر کہ بودہ اسی شب      کہ مہنوز چشم مسمت اثرِ غبار دارد  
 جو اسیر تست خسرو نظرے بہ مرد می کن  
 کہ ز تاپ زلفِ مسمت دلی بے قرار دارد

۶۶۷

سر من بہ سجدہ ہر دم بہ ستان لے در آید      جگر اندر آستانش بہ بہانہ لے در آید  
 قدر تست ہجرتیرے کہ درونِ جاں نشیند      جو درونِ سینہ من گذرانہ اے در آید  
 در کیں کشادہ چشمت بہ خیالِ خود بگوتا      ز بے شفاعت من بہ بہانہ اے در آید  
 ز فسانہ خواب خیز دو لے اندرایں کہ خنید      اگر امی حکایت من بفسانہ اے در آید  
 دل من زلف و رویت شد اسیر چوں نہ گردد      شب بہتاب در زے کہ بہانہ لے در آید  
 ز غمت چنان ست سوزم کہ نیاں کم تھو      بد من ز آتش دل چو زبانہ اے در آید  
 سحرے بود خدا یا کہ خریف من ز جائے      ہمہ شب شراب خوردہ سحرانہ لے در آید  
 صنما بیا کہ خسرو ز برائے تست ہر شب  
 در دیدہ باز کردہ کہ فلانہ اے در آید

۶۶۸

دل براں مہر نہ بندی کہ جفا نیز کنند      دلبراں مہر نمایند و وفا نیز کنند  
 ایں حدیثے ست کہ بہر دل مانیز کنند      چند گویند کہ کہ بہر دیش می گذری  
 گرچہ بکشد بے صید رہا نیسز کنند      عالی را بکش از غنہ کہ تر کاں بہ خدنگ  
 از بے چشم بد خلق دُعا نیز کنند      عاشقاں گرچہ ترا بہر جفا بد گویند  
 دوستان را ہم آرنند و جفا نیز کنند      ہجر پسند چو دانی کہ و کیلانِ سپہر

لے بیت درن محذوف است      لے و سہ ہر دو ابیات محذوف درن

منہاں گرچہ برانند گدا را از در  
گر گئے حاجتِ درویش روانیز کنند  
سوئے خسرو نگئے کن بطفیلِ دگراں  
کاہلِ دولت نگئے سوئے گدا نیز کنند

۴۶۹

عاقبتاں خونِ جگر خربتِ مقصود کنند  
وصلِ جویاں کہ دم از عشقِ بکارند و روند  
بادہ کشِ دوزخیاں، ہسترازا میں متقیان  
نالہ سوختگاں ہست سرود و ماتم  
چہ زیاں دارداگر دل شدگاں از تو گئے  
من خستے را کہ بسوزند بہ کویت، غم نیست  
لے خوش آں گر یہ کہ گدیر نگئے زود کنند  
چوں گدا یاں کہ دعلے غرض آلود کنند  
کز پے خلد بریں طاعتِ معبود کنند  
زجر آدہ کہ نگئے خلوتِ مقصود کنند  
زاں زیاں کار دو چشمتِ نظر سود کنند  
غم از آن ست کہ پیشِ در تو دود کنند  
حتی من در تو نگئے ست سرود و چشم  
گد زگر یہ حق خسرو ہمہ نا بود کنند

۴۷۰

دوشِ ناگہ بہ من دل شدہ آں مہ بر سید  
باز می گفتمے افسانہ ہجراں با خویش  
از پے کوری آں کس کہ نیا رد دیدن  
آمدنِ روشنی چشم با استقبالش  
دل بہ مقصودِ خود المنتہ شد بر سید  
تا بداں محظ کہ بالائے سرم مہ بر سید  
مژدہ نورِ بھر بر من آگہ بر سید  
مردمِ دیدہ رواں تا بہ سر رہ بر سید  
بر من تشنہ نگہ کن کہ چیاں چہ بر سید  
آمدنِ سادہ زنج، با من بیہوش ز دآب

لے درن این بیت محذوف وہ جاہش بیت ذیل است  
نہ نیست بے یوسفِ خود رختِ بیاں مارا پیر  
لے غزل درن محذوف است



گر یہ ہر سوزِ منش آئیدہ برسوخنگان      آن چہ بارانِ کرم بود کنا گہ برسید  
دل ستاز من بیمار و پیرش نامد      جوں خبر یافت کہ جاں می ہم آن گہ برسید  
می کشیدم ہر زلفش ز قفا جانبِ رو      تا شب تار بہ نزدیک سحر گہ برسید  
خسرو اگر رسد ابد بہشتے چہ عجب  
عجبا میں کنشتے سوے ابد برسید

۶۷۱

روز بانند کہ ز تو بوی وفائے نہ رسید  
جاک شد پیر من عمر بہ صد نومیدی  
در میانِ طلبِ بخت پریشان کردم  
چشم گستاخ بہ نظارہٴ روی تو بماند  
اندراں روز کہ بالائے توام بر جان نہ د  
تن بیمار مرا خاکِ درت خوش بادا  
ہمہ عالم ز جمال تو فیضی بہ گرفت  
تازہ بادات گلستانِ جمالت ہر روز  
گرچہ باخسرو آں برگ گیا ہند رسید

۶۷۲

رسمِ خونِ ریند راں خوئے جفا ساز بہ ماند  
گفتے نام تو ز دستے ہر دم بیش  
ایں کلمہ بر سر آن ترک سر انداز بہ ماند  
کز لب کم نشود کام تو کا ز بہ ماند

۱۷ درن بعدہ بیت ذیل اعفا ذاست ۷

ماکہ با شیم کہ ناخواندہ بہ کویت ہر دم؟      گساں را گئے از کارِ صلائے نہ رسید  
۱۸ درن غزل محذوف است

گر رود جهان و گئے باز بیاید در تن  
 کہ بظاہر باک در اندیشہ آں ناز بہ ماند  
 ہا و چشمے کبریا دید سر عشاق زدوش  
 ایں ہوا در سر آں سر و سر افران بہ ماند  
 بستن چشم ندانم کہ چہ باشد آن گاہ  
 گرفت از نظر و دیدہ من باز بہ ماند  
 زاہدے در تو نظر کرد صلا حش بردی  
 بہ یکے بازی از آن چشم دعا باز بہ ماند  
 نا از ناخوش خسر و کہ ز غم می آید  
 خجل آواز کہ چون مطرب ناساز بہ ماند

۶۷۳

گوش من از بے نام توبہ ہر کوئے بہ ماند  
 نہ بہ گلزار کشاید دل من نہ در باغ  
 بامداداں بہ چین ناز کناں می گشتی  
 سوئے پیکان شودم گر گلہ زان غمزہ کنم  
 سر بے برد و دیوار ز دم ہجو صبا  
 ماجوئے دل خود کام چہ پرسی از من؟  
 چشم من از ہوس رفتی تو ہر سوئے بہ ماند  
 بس کہ در جان من اندیشہ آں سوئے بہ ماند  
 سر و یک یائے سادہ لب جوئے بہ ماند  
 کہ چہ پیکانے اند و در تہ ہر سوئے بہ ماند  
 گذشت آن گل خندان من دلجوئے بہ ماند  
 سالما شد کہ ز من رفتی در آن کوئے بہ ماند  
 شکر گوئے کر مش کرد دل خسر و را  
 ذوق دشنام کہ در گوش دعا گوئے بہ ماند

۶۷۴

مست من باز جدائی ز سر آزار نہاد  
 خلق دیوانہ شد آن لحظہ کہ از رعنائی  
 راہ خلق زد و تہمت بر سر ناز نہاد  
 کلہ کتر بہ سر و سر و سر افران نہاد  
 مست شدہ دل و در راہ برآمد صبا  
 درخراش چو بر آورد قدم باز نہاد  
 لے عفا شد ز بے کشتن مادر چشمت  
 حسن غاصبت غمخیز سر انداز نہاد

نالام نیست خوش امانے سو خیم برس عشق ذوقے کہ درایں لغم ناساز نهاد  
 هر طرف سوخته لے چند به خاک افتاده است شمع خود سوزش پر وانه چراغ از نهاد  
 لے بسا خواجہ مقامے که ز بعد مردن سر به شاگردی آن چشم دعا باز نهاد  
 بو که خسر و سخن بستود از تو هر شب  
 زیر دیوار تو صد گوش به آواز نهاد

۶۷۵

بر رُخ همچو جیش طرّہ چوں شب نگرید انگیس در لب شیرینش لب لب نگرید  
 چشم بسته مکشاید مگر بر رُوشش آں زمان کش مره فودریه غیب نگرید  
 پیش محراب دوا بروش که طاق ست چن عالیه دست بر آورده بیار ب نگرید  
 چوں بیدید رخس ز بر زخنداں بینید در تر پاره مقنع چه غیب نگرید  
 چشمش از هر مزله ساخته مشکلیں قلے می دهد فتوی خون همه مذہب نگرید  
 زلف بر مر زده در خانه دل آمد پیش نشد از دل اثر ماه به عقرب نگرید  
 گاه انگیزش انهم ز غبار زلفش همه آفاق پر از عنبر انهم نگرید  
 تا شکالے نند از موئے بیائے مرکب میر آن جعد کشاں تا نیم مرکب نگرید  
 اوست نور و ز من و چون قدش جد بیا راست باروز برابر شدن شب نگرید  
 در گلستان لطافت چو گل نو خیزش تنگ اندام و تنگ پوش و تنگ لب نگرید

بنده خسرو ز در وصف جمالش هر روز

نوبه نو دفتر و دیوان مرتب نگرید

۶۷۶

رویت از غالیه خط بر رُخ کل فام کشید ماه نو طره مشکین تو در دام کشید

له غزل درن محذوف است

بامِ زلفِ بھی خواست کند گستاخی      منک را نافریناں گشت که در جام کشید  
 روز با زارِ چین را به بهائے نہ ستاند      لالہ از خاک تو گر چه درے وام کشید  
 صبحِ روئے تو بر میناں کہ برآمد امروز      تو برین کہ چمن سوخته تا شام کشید  
 باوصال تو بیک لحظہ فراموشی گفتند      ہرچہ جو فلک و محنت ایام کشید  
 دل بہ کایہ یہ رسد از تو ہم آخر روزے      غصہ کار خود از عالم خود کام کشید  
 نامِ عشق است بلائے دل و آخر بہ جاں  
 سر پس نامِ بردنِ خسرو بد نام کشید

ب

۶۷۷

شب زیاد تو مرا تا بہ سحر خواب نہ برد      دیدہ آبی زد و از دیدہ من تاب نہ برد  
 می برد آپ دو چشم کہ خیلے شدہ ام      خوش خیالی تو کہ از دیدہ من آب نہ برد  
 دلِ شکنین تو دوزخِ تہدوہ کہ کسے      سنگِ قلب تو از این سینہ قلاب نہ برد  
 نامسلمانِ دلِ من در خمِ برے تو مرد      پیچ کس بندھے مارا سوئے محراب نہ برد  
 زیں رُخِ زرد چہ پیچِ سخن در زلف      پیچ کس حاجتِ زرگر بہر تاب نہ برد  
 رفعلے دوشِ فرستادی و مسکینِ خسرو  
 خواند در روشنی آہ و بہمتاب نہ برد

و

۶۷۸

زلفِ گردِ زنجش دوش کہ گرہ شدہ بود      لے بے آتشہ کز ان رشتہ فراچہ شدہ بود  
 غم زہر ہوئے دما کہ ز آمد شدہ باد      دلِ ویران مرا ہر طرف رہ شدہ بود

لے میں بیت درن سخن مہذوف است وہ جایش دوبیت ذیل زائد است ۵

من بدی خواب نہ ختم کہ بہ بینم رویت      ناگمان روئے تو ہم ہمہ شب خواب نہ برد  
 زخمائے کہ ز فکِ قلمت بود در او      دد دلِ خویش نگہ داشت بہ مصحاب نہ برد

ہم درکن روز دلم زد کہ بملکِ حسنش      فتنہ جاسوس و بلا صاحب درگشتہ بود  
 عاقبت یار ہماں کرد کہ ترسیدم از آں      بیش از ایں کئے کہ از جان من آگشتہ بود  
 تا کنوں از پے امید کشیدم ، و رفتے      کارم از دولت ہجرات ہماں گشتہ بود  
 گرچہ در غیبت دل جو رہے بردم ، میک      بائے آں دشمن المقتل شدہ بود  
 آفتی بود جانش کہ دلم برد آرمے  
 خسرو از خویش نہ دیوانہ و ابلہ شدہ بود

ع

۴۷۹

خوب رویاں بدل سوختہ ساغر نہ دہند      بہ جز از خون جگر شربت دیگر نہ دہند  
 لے خوشاکتہ شدن بر دیو ہاں کہ اگر      تیغ بردستِ رقیبانِ ستم گر نہ دہند  
 در نہ گیر دہ بتاں گریہ گرم و دم سرد      کایں درختاں بہ چین آفت ہوا بر نہ دہند  
 عاشقاں در نظر دوست چو جان افتانند      چہ متلعست دو عالم کہ صلا در نہ دہند  
 ماہ و خورشچوں تو نہ اند لے دل جان منزل      کاں ولایت کہ تو داری بمہ خورد نہ دہند  
 غمزہ را کار مفلسے بشہر اسلام      کہ مسلمان گئے شمشیر بہ کافر نہ دہند  
 ماہ و خورشچوں تو نہ واد گراں چہ توان کرد      چشمہ روزے کہ خضر شد بہ سکندر نہ دہند

بہ نظر بس کن و ذکر لب و دندان بگذار

زاں کہ خسر و آب گدائے در و گوہر نہ دہند

۴۸۰

لے کہ عمر از پے سود لے تو دادیم بہ باد      یاد می دار کہ از مات نمی آید یاد

لے درن بیت ذیل زائد است

لے ہما زان سر کو منتظر آں را گردی      تا بدیں دیدہ دگر زہمت آں در نہ دہند

لے غزل درن محذوف است

عندہ بستی وی داشتیم ایسے وفا  
 ہرچہ دارند ز آئین نکوئی خوباں  
 ماجرے دلِ گم گشتے بے نام و نشان  
 آفریں بر سرِ آں دستِ کراں خواہد یافت  
 گرنہ بردے ز سرِ کیسے مشکین تو بو  
 محنت آں ہمہ غم از چہ کشیدے شمشاد ؟  
 کامِ خسر و بدملے خسر و خوباں کہ شدہ ست  
 لعلِ جاں بخش تو شیرین و دلِ او فرہاد

۶۸۱

ہر شب از سینہ من تیر بلا می گذرد  
 دل اگر سنگ بود طاقتِ آتش نبود  
 گر جفاے کند آں شوخ، مرا عیب نیست  
 عاشقان را ہمہ عمر از پئے نظارہ تو  
 یارب این بادِ سحر از چہ چنین خوش بویست  
 تو چہ مرغے کاکرت نیست کہ از سوز دلم  
 تو چہ دانی کہ بر این سینہ جہا می گذرد  
 آں چہ از غمہ او بردلِ ما می گذرد  
 گو بگو، لیک ز اندازہ چہ می گذرد  
 شب بہ زاری و سحر کہ بہ دعا می گذرد  
 مگر اندر سرِ آں زلفِ دو تا می گذرد  
 سوخت ہر مرغ کہ بر پئے ہوا می گذرد  
 خسر و بگذر از اندیشہ خوباں کا مرو ز

موسمِ فتنہ و ایامِ بلا می گذرد

۶۸۲

شب ز سونے کہ بر این جانِ حزن می گذرد  
 منم و گریہ خونِ ہر شب و کس آگہ نیست  
 سوزم آں نیست کہ از تشنگی سیمہ بسوخت  
 ز اہلِ صومعہ ز بہار کہ بیرون زوی  
 شعلہ آہ من از چرخِ بریں می گذرد  
 با کہ گویم کہ مرا حالِ چنین می گذرد  
 آں ست سوزم کہ بدلِ ما عین می گذرد  
 کہ از آں سوئے بلالے دل و دیں می گذرد

لے غزل درن محذون است

می گذشتی شب از ماه برآمد سر یار  
 کایں چه فتنه مست که بر روز می گذرد  
 باز بوی تو مست است لیریش نگر  
 که دواں پیش شنه تخت نشین می گذرد  
 قطب دنیا که فلک هر چه کند کار تمام  
 همه در حضرت آں را متین می گذرد  
 گر کنی جور و گرتیغ زنی بر خستد

همچنان دواں که هماں نیز دهمین می گذرد

۶۸۳

سے خوش آں باد که هر روز به سویت گذرد  
 ناخوش آں آب کز این ید به جویت گذرد  
 میل چشم همه خون مست نکو بشناسی  
 هر کجا گر یه عشاق به سویت گذرد  
 ماں به دنبال آں باد دود بوی کناں  
 کایں طرف که گسے آلوده به پویت گذرد  
 هر شبے به خود دیوانه ام از دست خیال  
 بس که تار و زردماندیش رویت گذرد

خستد از بیم که روزش به درت نه گذارند

هر شبے آید و دزدیده به کویت گذرد

۶۸۴

آں چه بر خرمن گل باد سحرگاه کند  
 زلف تو باشد به رخسار تو با ماه کند  
 از خیالت شب عاشق به رازی به گشت  
 رفتن و آمدن از زلف تو کوناہ کند  
 خیز و بخرام که از بهر خرامیدن تست  
 شانه کو بر سر خوبان هماں راه کند  
 ناز دنیا ز به سایه تست از خورشید  
 گل که او خیمه زند ماه که خرگاه کند  
 دیده در چاه ز سخنان تو افتاد مرا  
 با که گویم که ازین واقعه آگاه کند  
 ناله من که یکے بود و دوشد از زخمت  
 بهجو آواز که مردم به سر چاه کند  
 آتش در دل خستد ز دی و آه نه کرد  
 کاشته دیگر بر خیزد اگر آه کند

سے درن دو بیت ذیل را بدست سے پیش نظم جوئے تلخ کند هر مست به بس که در طعناں آن لذت

خویت گذرد و می جسد شعله آه من و من می سوزم به گنایید که بر آں روئے نکویت گذرد

سے غزل مخدوف مست درن

خسر و اگرستم از دوست سدا کی نیست  
چارہ تسلیم بود ہر چہ کہ آں شاہ کند

۶۸۵  
ہر شکر خندہ کہ آں لعل شکر خند کند  
زلف از آں می برد آں شوخ کہ بکھا غم  
آں خیال است کہ آئینہ نماید چو توئی  
نیم شب ز آتش دل و ز کم در تو دے  
گیسوی پر گریست شستہ بت را ماند  
کہ دل گرم من سوخته را بسند کند  
چوں وفا نیست ترا خسرو مسکین چہ کند

دل ضرورت بہ جفا ہائے تو خرسند کند

۶۸۶  
آنکہ ہر شب بدلم آید و جائے بہ کند  
شہر شوریدہ داور و نہ نماید چہ نکوست؟  
مست شمشیر کشاں بر سرم آید ہر روز  
مرداے دوست کہ آہلم ترے خواہد کرد  
دوش نظارہ کند دید و نہ خفت از شادی  
بخت ماگر نہ چو ما سوخته باشد آخر  
با چنیں چو جفاے کہ تو داری ہل زیا  
نہ ہانا کہ مرا عمر و فائے بہ کند

پُر غبار آید از کوئے تو خسرو ہر روز

دُر دُر گریہ و در حال صفاے بہ کند

۶۸۷  
تازخوں ریختن آں غمرہ عدمیت کند  
آں چہ بر بے گنہاں می کند آں و چو ماہ  
کس براہ غم اود ذکر سلامت نہ کند  
برگنہ گاراں خورشید قیامت نہ کند



که کند فرق ز رخساره ادا تا خورشید؟  
 پیش قاضی فلک نامه چکند دعوی حسن؟  
 خط شب گول گراز مشک علامت نه کند  
 تا خلعت بینه خویش اقامت نه کند  
 بنده راضی ست به نیکی که تاملت نه کند  
 هیچ کس ز جزع و گریه تاملت نه کند  
 با تو خواهد که کند خسر و مسکین تقریر

حال خود را دے از بیم اسامت کند

گردل عاشقم از عشق تو رنجور شود  
 هست و شن به مرخت آید اگر خاک بهت  
 کشت اعلیٰ چو خط سبز ترا دید رقیب  
 حالیا چشم تو مست است چامی کند او؟  
 گفت لعلت تب تبتم که "دل از ما بر گیر"  
 می رود جان به سیر کوے تو دیا طلب  
 کلبه جان ز بلا های تو مسموم شود  
 باز در دیده کشم نور علی نور شود  
 چشم اضیٰ خط زمره دگر دکور شود  
 آه اگر غمزه زنان آید و محجور شود  
 از غسل امر حال مست گس دور شود  
 موسیٰ آسے طلبد وصل که بر طور شود  
 جان من دے تو شد لے خوشی جانم اگر

خسر و سوخته از وصل تو مسرور شود

مست من به خبر از بزم چو در خانه شود  
 دشمن جان خودم پیش تو لے تیر انداز  
 می کنم شکر جفایت که چو شریر ز دحواں  
 لے بسا خلق که ز تار مغاں خواهد بست  
 جان به همراهی آں ز گس متا نه شود  
 دوست نبود که بلا بیند و بیگانه شود  
 بند گان را همه گفتار ندیسانه شود  
 باش تا زلفت تو در کشمکش شانه شود

سله تا سه هر سه ابیات محذوف درن و بیت ذیل اضافه است سه

خون ما ریزد و بیرون کند از غنایت  
 کس به تنگ شکرش تیر غرامت نه کند

سله خزل درن محذوف است -

باچناں سلسلہ زلف کہ لپیٹے دارد  
حق بہ وسوسہ دل مجنون مست کہ دیوانہ شود  
بس کہ پردانہ شود سوختہ ز شمع ز عشق  
عارف از سوختگی عاشق بہ داند نہ شود

ہم شب خسرو افسانہ یار و ہر بار

۶۹۰  
گر سوز زلف تو از باد پریشاں نہ شود  
قدے گوید دسر بر سر افسانہ شود  
وہ از آں رے مرا جاں بہ لب آہ یارب  
خلق بے چارہ چنیں بے دل حیراں نہ شود  
لے مسلماناں آں موے بہ بندید آخر  
چہ کند ایں دل مسکین کہ پریشاں نہ شود  
من گناہ دل دیوانہ خود می دانم  
عشقا ز مست ہمہ ہمہ ساماں نہ شود  
مردماں درین بے ہوشی من حیرانند  
من در آں کس کہ ترا بند و حیراں نہ شود  
اندر ایں قحط و فاقہ کہ چہ کہ طوفاں بارم  
چہ گز ایں نرغ در ایام تو از راں نہ شود  
لذت عشق ندانند اسیران مراد  
کہ کس قند بہ جوید بہ نمک داں نہ شود

خسروا ہوے رسید مست ز خواں کہ ہر د

گر دل شیر نہی پیش پریشاں نہ شود

۶۹۱  
عاشقے را کہ خم و دست باز جاں نہ بود  
عاشق جاں بود او عاشق جانان نہ بود  
مردن از دوستی دوست ز ہند آموز  
زندہ دلکش سوداں شدن آساں نہ بود  
بے بلانیست مراے کہ نہ چ پیش در دست  
کہ بہرہ رحمت دریاؤ ہیا باں نہ بود  
ز بہر کش از کف ساقی تو اگر سے خوری  
کیست کش تشنگی چشمہ حیواں نہ بود؟

۷۰۰  
دین دوستی ذیل زانما است سے

در تو حیران نہ می دانند نفار گیت

ساقیا بگو نظر بہ شود دم بہ نظر ت

۷۰۱  
دین دوستی ذیل زانما است سے

یارب از ریخ دل باش نہ گیری ہر چند

ہم بہ حق نمک خود کہ نگہ دارد و لم

آں گئے خواہد دانست کہ در خانہ شود

بادہ می ریز کہ تا برسہ پیاں نہ شود

کہ جانا کند و ہیچ پیشیاں نہ شود

گر کہ کس بہر جگر سوختہ بہماں نہ شود

لے کے عاشق نہ امی اردم ہدیت غمزنہ نے  
جاں فدائے نظرے شد مہم سہل کے دوست  
دل نہ بندی کہ نکورے مسلمان نہ بود  
کار زونے کہ پہلے خری ارزاں نہ بود  
پادشاہے کہ بشہر آید نہاں نہ بود  
ماندش گرز پے ہمرہی جاں نہ بود  
چند پرسی کہ "چرا خلق بد ویم حیران است؟"  
ایں حکایت کسے پرس کہ حیران نہ بود  
خستہ دایلیے آخر قہم خوش باش  
دو برگرداں مست ہمہ باغ و گلستان بود

۶۹۲  
مرد صاحب نظر از کوی تو آسان رود  
آں کہ در شمع رخت لاف ہوا داری ازد  
ہر کہ را جان بود از خدمت جانان رود  
بہ جفا از درت لے خسرو خواں نہ رود  
از خیال میں سودا زدہ اندر رہو عمر  
کا بر حسن تو رسید مست بہ جائے کہ سزد  
با خضر ذکر لب لعل تومی باید گفت  
باغبان ار رنخ زیبائے تو بیند دیگر  
با وصال تو نہ دارم سہربتان بہشت  
سہر کہ را باغچے بہشت بہبتان رود  
خستہ رختہ کہ ماندہ مست بڑہلی در ہند  
آہ اگر زو خبرے سوے خراسان رود

۶۹۳  
خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیایے بہ رسد  
دیدہ ہر دے چو گل بہ بند نہ بود خبرش  
گرچہ بر دیدہ ز نوکِ مرزہ خالے بہ رسد  
ہر کجا از قدم دوست غبائے بہ رسد  
کہ پس از دوری بسیار بیارے بہ رسد  
لذت وصل نہ داند مگر آں سوختہ لے

لے و لے ہر دو ابیات درن محذوف ۔ لے و لے ہر دو غزل درن محذوف است ۔

قیمت گل نہ شناسد مگر آں مرغِ اسیر      کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہائے برسد  
لے خوش آں پاسخ تلخے کہ دہد بعد از صبر      کہ خضائے شکن از بعدِ خارے برسد  
خسرو یار تو گری می نہ رسد یا رمی کن

بہر تسکین دل خویش کہ آئے بہ رسد ۶۹۴

چہ کند دل کہ جفائے تو تحمل نہ کند؟      کہ اگر جاں طلبی بندہ تا تل نہ کند غ  
واجب سست از دہن غنچہ بوزند بہ خا      تا در ایامِ جہالت سخن گل نہ کند  
ہر کہ را چشم بہ خسار گئے سُرخ شد سست      شاید ارمیسیب یہ رویے بلبل نہ کند  
کوہِ غم گشتم و آں می کشم از ہر موتیت      کہ سرموے از اں گو نہ تھمشل نہ کند  
دم بدم سوخت اسیرے کہ شکلیا نہ بود      در بدر گشت فقیرے کہ تو کل نہ کند  
نہ گذر دخیل خیال تو بہ چشم من اگر      دیدہ بر آئے سنگیں تن من پل نہ کند

کار خسرو بشد از دست تو دانی گفتم

تا خیال تو در این کار تغافل نہ کند

لبِ خوں خوار تو جز خونِ لافزدن نہ کند ۶۹۵  
ماہِ رومے چو تو در مہر نہ می افزاید  
چوں رسد غارت ترکان خیالت عاشق  
سخن تلخ تو چوں زہر کند در دل کار  
دست از آں ارم بر خود کہ نہم پاکہوش  
مردمان چشمِ ملامت سوے من اشته اند  
چشم تو در جگر سوختگان خوں نہ کند  
کم از آں کایں ستم و جور برافزدن نہ کند  
نقد جاں را چہ کند کہ ز دل بیرون نہ کند  
طرفہ کاے کہ در این زہر کس فسون نہ کند  
تا مرا سلسلہ زلف تو مجنوں نہ کند  
مردمی کے کن از چشم تو اکنوں نہ کند

چند با خسرو سر گشتہ چو گردوں گردی

سر نہ گردی از دے اندیشہ گردوں نہ کند

۶۹۶ لعلت بہ لطافت گرد از جاں بہ برد  
 ۶۹۷ سر بالائے تو گرسوے چمن بخرامد  
 دست پیمان لبست ہر چہ بہ خواہی بدیم  
 بوسہ لے از لب تو مار یہ خواہم نہ دہد  
 گر نہ لنگر شود اندوہ چو کوه تو مرا  
 جان خلقے بہ لب در دہان تنگت  
 ۶۹۸ رُوے رنگین تو آب گل خنداں بہ برد  
 بتک پاک و از سر و خراماں بہ برد  
 وصلست از دست فابہر سر پیاں بہ برد  
 جز بہ شریطے کہ دل خستہ گرد گاں بہ برد  
 باد برداشتہ تا خاک خراساں بہ برد  
 نہ ہمانا کہ کسے از لب تو جاں بہ برد

نیم جاں از تن خستہ و سر زلفین تو برد

۶۹۹ تو کہ روزت بہ نشاط دل جاں می گذرد  
 قامت است چو تیر سست عجایب تیر  
 شب چہ دانی کہ مرا بہ تو چہاں می گذرد  
 نادک چشم تو ام می کشد و غیرت ہم  
 ۷۰۰ شب چہ دانی کہ مرا بہ تو چہاں می گذرد  
 یاش از من شنوے جاں غم دل چند خورما؟  
 اندر آں اہ کہ آں سر در داں می گذرد  
 دل گم کردہ ہی جوید خلقے در خاک

سوز جانہا است مبادا کہ رسد در گوشت

نالہ ہا کہ ز دل خستہ و بہ ہاں می گذرد

۷۰۱ چہ خوش است از جگر سوختہ بویے کہ زند  
 نیک بخت آں کہ کند مسیخ خرابش کہ ہوش  
 در فلک ہا فلکند رخنے زمویے کہ زند  
 از لب لعل مے آلود تو بویے کہ زند  
 پنجمہ و حسن بتاں لطمہ بہ رویے کہ زند  
 روئے من گشت از محراب بہ گرد و ناچار

۷۰۲ سہ درن غزل محذوف است۔

۷۰۳ سہ درن درایما غزل بیت ذیل داہد است

آب خوش می خورد و خلق زیل چشم

۷۰۴ سہ درن غزل محذوف است۔

بس کہ دل سوختہ زان آپے داں می گذرد

لے بسا خواب صبحی کہ بہ تاراج برند ہر شب آں راہن راہ بہ سوئے کہ زند  
نقل سے از دلِ خسرو خورد آں شاہ سوار

خیبر عیش و طرب بر لب جوئے کہ زند

۶۹۹

یارب این خسرو لشکر ز کجای آید؟ کہ ز عشقش دل خلق بہ بلامی آید  
فتنہ جان من خستہ دل آمد چشمش باز بر جان من این فتنہ کجای آید  
باد مشک ز سر زلفش بودید لب لبب بوستان را خبر دہ کہ صبا می آید  
ما شقاں ملا بہ گہ رفتن و باز آمد نفس دل ز جامی رود و باز بہ جامی آید  
ما بہ نظارہ آں ماہ چنان مستغرق کہ ہمہ خلق بہ نظارہ ما می آید

خسرو ابرجہ ترا بر سر آید نہ از آو

عقل دانند کہ سر اسر ز قضا می آید

سبزہ ہامی دمد و آب رواں می آید ابرچوں دیدہ من گریہ کنان می آید  
از پس کشتن صحر او لب جوئے و چمنی ہوئے در دل ہر پیرد و جاں می آید  
سر و بالا سے من زمین شدہ زانم ناخوش کہ بہ گلزار سے سر و رواں می آید  
جاں کشم پیش جہاں ہم اگر دم دست دہ اندراں راہ کہ آں جان جہاں می آید  
نہ ہما نا کہ من امشب بہ کشم تا بہ صحر کلاے صبا از تو مرا بے فلاں می آید  
اینک آں شوخ ہی آید خلق بہیوش مردہ را مژدہ رسانید کہ جاں می آید  
بنہ لے باد فزوں بار غبارش زین پیش کہ گراں بار دل جان کس می آید  
کوہ غم دارم و یک لحظہ بروں می ریزم بردل نا زکش آں نیز گراں می آید

سلہ بیت درن محذوف است و بہ جایش بیت ذیل است

از قافوئے ندارد تو چنین صورت کن گرچہ از صورت ادب و قافی آید

سلہ درن غزل محذوف است

خسرو دست بہ فتراک امیدے کہ زدی  
تو سنے داں کہ نہ در ضبط عناں می آید

این چنین تند کہ آن قلب شکن می آید  
سہمے از غم زہ او در دل من می آید  
چہ خطا رفت نہ دایم کہ برابر زده ہیں  
بہر آزار من آن ترک خلق می آید  
سخنے از دہنش گفتم و زد برد ہستم  
بہر مہمچ آن ہمہ خواری و زدن می آید  
مستی و رندی و عاشق کشی و شہوہ و ناز  
بہر مہمچ گویند از آن تنگ دہن می آید  
بہ وفاداری او گشت تنم خاک و مہنوز  
نکبت دوستی او ز کفن می آید  
چشم بر ہم زدی و گشت عدال ز نظر  
دور ہاشد کہ بہ یک چشم زدن می آید

خسرو اشعر تو اسرار خدا نیست مگر

کز سخناے تو آم بوی حسن می آید  
گر چہ در کشتن عشاق زبوں می آید  
دل صیاد کجا سوزد اگر نالہ کند  
باے آن شکل بہ بنیید کہ چوں می آید  
آمدی باز، و بہ نظارہ ہوں آمد دل  
مرغ بے چارہ کہ در دام زبوں می آید  
خو شمم از گریہ خود گر چہ ہمہ خون دل است  
لحظہ بے باش کہ جاں نیز بروں می آید  
زاں کہ بوی تو ز ہر قطرہ خون می آید

خسرو اچوں سخن اول نہ شنیدی ناچار  
بکش از دوست بلاے کہ کنوں می آید

سہ درن ابیات ذیل زائد اند

لے صبا خاک درش آرد و بینا ز بہ چشم  
کہ بلا ہمہ زیں رختہ دروں می آید  
گر کنم گریہ دل ماندگی او تسلط دوست  
کین شکایت ہمہ از بخت نگوں می آید  
تا شمم چوں گذرد دایے کہ باز دم در دل  
یا دآن سلسلہ غالیہ گوں می آید  
مذرا ز گوشہ چشمش کہ ز شوخی خود را  
مسحت می سازد و با سحر فہوں می آید

باش تا بار دگر آں سپر این سو آید      مست و خوش ملاست گر بد خوا آید  
 آں که بد گفت مرا رے چو ناهش بنید      آں همه در نظر من به سیر ادا آید  
 دل که در زلف گره بست غم آں نیست غم آں      که خفتن گیرش در سیر پسکو آید  
 نیست زان شوخ، همه ز دل پر خون منست      مردم این همه خوانا به که بر ردا آید

خسرو از مزه عشق نهان نتوان داشت

هر کجا خود بر آتش به نهمی بود آید

باشد آں دز که آں فستنه به ما باز آید      لیک زان گونه که او رفت کجا باز آید؟  
 رفت باز آمدنش تا به قیامت نه بود      لے قیامت تو بیا زود که تا باز آید  
 لے صبا از سر آں کوے غبای من آکر      مگر این دل که ز جارف، کجا باز آید  
 یارب این سر در آں باغ نه تنها مانده است      باز پرسم خبر از باد صبا باز آید  
 چند روز است گزین سو گدای می کند      باز گوئید مگر جانب ما باز آید

خسرو رفتن او نه ز پیش آمدن مست

به دعا ساز خدا یا به دعا باز آید

خشمگین یار مرا دل به رضا باز آمد      گل بد عهد به بستان و دنا باز آمد  
 آں همهستی و دشوخی و بلا انگیزی      باز جان من دل سوخته را باز آمد  
 چند گاه به دلم از فتنه اماں یافته بود      ده که این درد دلی رفتم کجا باز آمد

سده درن ابیات ذیل زاندا نه

گر چه من کشته شوم زان که به گوید به کند  
 هر چه اندر دلم و پیش دو چشم یارب

ده که آں عشوه گری با من چه فیکو آید  
 پیش آں ز گیس خوں خواره جادو آید

سده درن غزل محذوف است



آفتابے کہ سب رو دیم زیں دم سرد      قدمے نرم شد و بر سیر ما باز آمد  
دل گم گشته خود حتم و در بالمش گفت      کہ دل رفته در این کوئے گرا باز آمد  
زائدا تو بهر ماز رخ خوب کہ من      بت پرستم، نہ توانم بہ خدا باز آمد  
دعا زہے تو بہ جیلہ ز صبا جاں ہر دم      باز آں وقت ختم باد صبا باز آمد

خستراتن بہ قضا دہ کہ ہوا ہائے کہن

تازہ شد از سر دایام بلا باز آمد

عمر نو گشت مرا باز کہ جاں باز آمد      و ز پس عمر سے آں جانِ جاں باز آمد  
رہ دہ لے دیدہ و خار مرہ را یکے کن      کہ خرمان دغوش آں سر و رواں باز آمد  
چند گاہے دلم از فتنہ اماں یافتہ بود      وہ کہ ایں درد دل رفته چساں باز آمد  
جان من چشم از آں کہ بہرے تو فتاد      جز تو در غیر توان پیدہ از آں باز آمد  
باز نامد دل من گر چہ بہ کویت صدار      شادمان گفت بہ فریاد و فغان باز آمد  
ہر کم گوید باز آئے از آں تا بہ رہی      گردل این سست کہ دارم نہ توان باز آمد

بندہ خستہ کہ نہ تو دیدہ بہ پوشیدہ بہ رفت

چوں میتر نہ شدش، نالہ کنان باز آمد

وہ کہ باز آیں دل دیوانہ گرفتار آمد      باز ہر جاں حشر سے از غم و تیار آمد  
ما و من بہر خدا پیش برو از سر بام      کا فتاب من بے چارہ بہ دیوار آمد  
عقلم ارگوئے صفا پیش لب جانان خست      صوفی از صومعہ در فغانہ رخسار آمد

سلا و سلا ہر دو بیت درون محدث دایات ذیل ترا انداز

آں کہ ہوارہ جفا بود و ستم عادت او      کرد آہنگ ناؤ ز جفا باز آمد  
چوں در آں کوئے روم خلق بر آرد فریاد      کانیک آں شہر انگشت نما باز آمد  
بہ دعا پیش خود آرد مشائخ محبوبست      در جہاں عمر کسے کئے بہ دعا باز آمد  
سلا و سلا غزل محدث اسست درن

خویش را دور میفکن که کجا شد دل تو هم به نزد یک تو از دور گرفتار آمد  
 سینه کز درد تپتی داشتش چندین گاه اینک امر و زبر یک خم تو کار آمد  
 حال خوانا به خود من نه ترا دیدم لیک ما جرعه دلم از دیده به گفتار آمد  
 ماچو در کوچه فتادیم دل از ما برگیر سنگ بردار که دیوانه به بازار آمد  
 جز دعا نیکو خست و مسکین به رخت

گر چه زان روی به رویش همه از ار آمد  
 از کجا در هم آسوخ بلا پیش آمد؟ چه بلا بودند دانم ز کجا پیش آمد؟  
 سوئے صحرا به تاشایه چمن می رفتم دلبرے، سر و قدے ماه لقایش آمد  
 آں چمن دیدم و من می کشم از جور فراق که شنیده هست که دیدست که رویش آمد  
 آں بت ز نهر ختین به وفادل می برد آں چه دل برد ز ما پس به جفا پیش آمد  
 خسرو آخون خور و دم در کش صبر پیش آمد  
 که چنین واقعه تنها نه ترا پیش آمد

باز عشق آمد و دیوانگی پیش آمد بدو لم از مشرعه غمزه زنی پیش آمد  
 خرد و صبر سر خویش گرفتند و شدند هر چه آمد ز بر ملک دل درویش آمد  
 دی به نظاره اورفت ربه بر سر راه یک نظر دید چو باز آمد بے خویش آمد  
 گفتم "لے دل مرو آں جا که گرفتار شوی" عاقبت فتنی دُاں گفت منت پیش آمد  
 برده بودم ز جفا های فلک، جاں لکین چه کنم؟ ناز تو جانا قدرے پیش آمد  
 چشم من می پر دام و زکرا خواهد دید؟ مگر آں کافر نادک زین بد کیش آمد

خسرو و عشق همی باز به خواب می روی  
 عقل بگذارد که او عاقبت اندیش آمد

گرم را پنج مٹرائے پس از این پیش آمد  
 حاسد م را دحدرد ز پس پیش آمد  
 آن که در خاطر من غیر ترا داشت گماں  
 شرم باشد ز خود آن کم که یقین پیش آمد  
 در خیم تست سیر زلفت تو از جاں طلبند  
 زیر هر سلسله چاه کمین پیش آمد  
 طلب رے تو کردم شب زلفت آمد پیش  
 آفت کفر بے درو دیں پیش آمد

طعن ز عشق تو بردل که مرد از این راه  
 این مثل را که از آن بگذری این پیش آمد

دائم لے دوست که در خانه شرابت باشد  
 یک صراحی به من آور که صوابت باشد  
 بوی که بر دنج خارم ز عجم آری قدح  
 چون نظر بر من مخور خرابت باشد  
 با من سوخته خور باد صافی چو خوری  
 جگر سوختگان بوی کبابت باشد  
 خوبه دامن ز بنا گوش من سائے بگیر  
 تا به دامان قبا بوی کلابت باشد  
 دل ربودی زده شعبده داری  
 شیوه چشم خورشید عتابت باشد  
 جور بر من مکن امرد ز که مظلوم تو ام  
 به کن اندیشم فردا که حسابت باشد  
 آن چه از جور تو بر خستد بے چاره گذشت

نه کنی منکر که فردا چه جوابت باشد؟

بر من ارد دولت وصل تو مقرری شد  
 کارم از لعل گهر بار تو چوں زرمی شد  
 دوش گفتم نه توان دید به خوابت لیکن  
 با فراق تو مرا خواب مقرری شد  
 شرح هجران تو گفتم به نویسم لیکن  
 نه نوشتم که بسے عمر در آن سرمی شد  
 بارها شمع به کثمت که نشیمن تاریک  
 خانه دیگر ز خیال تو متورمی شد  
 عقل و اردن ز منتابے تو منگی کرد  
 عشق می آمد و او نیز مستحرمی شد  
 گر چه بسیار به گفتم نیامد در گوشش  
 خوش تر از نام تو با آن که بکتر می شد

سلسله تا سلسله درن غزل محذوف است

۱۳۳ ترک عاشق بکیش من، ترک جفا خوش باشد  
 بے تو لے گل سرگل گشت چمن نیست مرا  
 پرده برگیر ز رخ تا که دعای بکنم  
 گر کند ناز و گریه بده بال بل نظر  
 گردلم ریش کند در جگرم خوں سازد  
 دایم از پردش اشک من آن سرخوش است  
 به دفا کوش که از دوست فافوش باشد  
 که تماشای گلستان شافوش باشد  
 که به هنگام سحرگاه دُعا خوش باشد  
 چشم مردم کش آن شوخ به باخوش باشد  
 چشم غارت گر آن ترک مرا خوش باشد  
 همه اند که پرورده ما خوش باشد

خسرو ادیده نگه دارد دیدار رقیب  
 که زیان نظر از صحبت فافوش باشد

۱۳۴ بس که خون جگر از راه نظر بیرون شد  
 ناوک چشم تو تا خون دلم ریخت ز چشم  
 از تب بجزیره مُردیم به کنج غم و هیچ  
 تا چو ماه نو از آن مهر جدا افتادم  
 گریه زنجیر دل از طره خوابان کردند  
 یار چوں درج عقیقی به تبسم به کشاد  
 دل نه می باید از این رطبه به بیرون شد  
 در میان دل چشم من از آن دم خوں شد  
 کس نه پرسید که "آن خسته و غمگین چوں شد؟"  
 عمر من کم شد و مهر ریخ او افزود شد؟  
 زلف لیلی ز چهره و سلسله انجمن شد؟  
 چشم خسرو چو مُندِر ز در مکنون شد؟

۱۵۱ هر کسے ز روز و دواغ از بچ محل می شد  
 هیچ منزل نه شود قافله از آب جدا  
 گفتیم از محل آن جانِ جهان برگردم  
 ساربان خمیه به صحرای دو نیم محبت  
 راستی هر که در آن شکل و شمایل می دید  
 تو می پندار که آن دلبرم از دل می شد  
 زان که پیش از همه سیلاب منزل می شد  
 با بیم از خون دل سوخته در گل می شد  
 که قیامت نه شد آن روز که محل می شد  
 هم چو من فتنه در آن شکل و شمایل می شد

سه تا سه درن غزل محذوف است

پندِ عاقل نہ کند سود کہ در بندِ فراق      دل دیوانہ نہ دیدیم کہ عاقل می شد

بگذرا از خویش کہے طبعِ سالکِ خسرو

ہیچ سالکِ شنیدیم کہ وصل می شد

۱۶۷ ہر کرد اداعیہ دردِ طلب پیدا شد      عاقلانِ جملہ بر آئند کہ او شیدا شد

آتشِ عشق ز ہر سینہ کہ زد شعلہٴ مهر      گر ہمہ صبحِ مبینِ ست کہ او رسوا شد

پیشِ رفتار تو لے آبِ داں از تو خجل      گرنہ شد سرد چرا ساکنِ دیا بر جا شد

چشمِ ز گس بہ گلِ رستے تومی بینم باز      ہنچو یعقوب کہ از بویِ پسر مینا شد

از خطا بود کہ در چینِ سر زلفِ تو باد      رفت و زنجیر کشِ سلسلہٴ سودا شد

ساقیا بادہٴ مہیاے کہ بدنامی ما      بر سرِ کوئے تو افسانہٴ کشور ہا شد

دلِ خسرو بہ کجارت کہ از تنگیِ عیش

ہنچو نقشِ دہشت کم زد و نا پیدا شد

۱۶۸ گر خمِ طرہٴ زروے تو جدا خواہد شد      نامِ رخسارہٴ تو نامِ سما خواہد شد

بعد زنجیرِ نامے تو بلائے ست کزاد      پائے دل بستہ بہ زنجیرِ بلا خواہد شد

زلفِ ہم چوں رنست ماہِ سارا بگرفت      من نہ دانم کہ در این ماہِ چا خواہد شد؟

حاجتِ آن ست کہ من بردر تو کشتہٴ شوم      ہنچ کہ حاجتِ این خستہٴ روا خواہد شد؟

ایں کشاکش کہ تنست راست بہ مہنیِ خسرو

ناگہاں بند ز بندِ تو جدا خواہد شد

۱۶۹ چشمِ من خندہٴ شیرین تو گریاں دارد      دلِ من را لبِ پر شور تو بریاں دارد

خاطرِ میل کند با تو و پیدانہ کند      سینہٴ ام درد و غمت درد دہنہاں دارد

کس نہ دارد دہ جہاں آں ہے تو داری درین      از لطافتِ مکی پیش تو خود آں دارد

لہ تا لہ غزلیاتِ محدث در "۔

گر نباتِ خطِ تو سبز بود، نیست عجب  
خضر اسسعا آن که سرِ شمشیرِ حیوان دارد  
جانم از شوقِ تو گر خرقهٔ تن کرد قبا  
نتوان گفت در این خرقه که نقصان دارد  
دلِ من با سرِ گیسوے درازت ہمیش  
نشد شبِ خون نه رود دستِ گریبان دارد

شعر خسرو به مثلِ سحرِ حلالِ سست دے

نه توان گفت که او پایِ حنائی دارد

۱۹

تو میگرد که دوراں همه کیماں گذرد  
گاه در وصلِ دگر در غمِ بهجاں گذرد  
از دم من چو دمِ صبح شود آتشِ بار  
هریسم که بر اطرافِ گلستاں گذرد  
گر به گواشش برسد نالهٔ من نیست عجب  
یارِ همواره بر اطرافِ سپاہاں گذرد  
علیٰ بهر نثارش همه جا نہا بر کف  
آہ از آن بخت که آن سر و خراماں گذرد  
بر رساں سلسلہ یک بار به دستم تا چند  
در غمِ زلفِ تو ام عمر پریشاں گذرد  
گر نه از صبرِ ہزاراں سخن آرم در پیش  
ناوکِ غمزهٔ او آید از جاں گذرد

۲۰

ہر کسے گاہ جوانی تگِ پوے دارد  
غ  
گشت باغ و نشاط و لب جو دارد  
کس نہ پرسد کہ کجا یمینِ بے خانہ و جا  
ہر خسے فاکِ دہرِ سگِ سر کوے دارد  
دوستِ ارمِ خیمِ گیسوے نکو رویاں را  
واں کسے را کہ دے در خیمِ موے دارد  
کاش کہ خاکِ شوم من تزمینے کا سجا  
ترک من گاہ سواری تگِ پوے دارد  
تا درونی نہ بود محرمِ شوقے نہ شود  
سوزشِ عود از آن مست کہ بوے دارد  
گر سرمِ دولتِ چو گالِش نیز دباے  
لذتے دارم از آن حال کہ گوے دارد  
ہر کہ در خانہ تماشاے نکوے دارد  
ہاں دہاں تانہ کن عمر بہ بُستاںِ ضائع  
کارِ محبوں سست کہ سنگے و صبوے دارد  
عاشقاں بادہ بہ جز کاسِ ملامتِ خورند

خسرو ارجاں بہ غمت دارد، ترا باد ایش  
چوں توئی راجہ غم از جاں چوادیے دارد

۲۱  
چشم گردندہ او با ہمہ کس می گردد  
چوں سد در بہمن خود بہ ہوس می گردد  
زلف کثر باز تو با بندہ بہ صد بو العجبی  
پیش می آید ہر لحظہ و پس می گردد  
از پے آں کہ بہ گیر در گشت گرد مرا  
فتنہ اندر سر زلف چو عس می گردد  
جاں کہ پیر امن خال بہت می بیند  
عکبوتے مست کہ برگرد گس می گردد  
شام تا صبح خیال تو بہ گرد در چشم  
کس نہ گوید کہ در این خانہ چس می گردد  
دم نقد از لب تو باد بہ دست بہت مرا  
کز نفس می زید دیم نفس می گردد

خسرو اچوں تو لگے راجہ کند آں کہ بر غم  
ہمہ چوں باد بہ دنیا لہ خس می گردد

۲۲  
لے کہ از خاک درت دیدہ منور گردد  
دصف و دحت چو کنم روح معطر گردد  
دیدہ در زیر قدمات نہ می گرد از آں  
کہ مباد اکف پائے تو بہ خون تر گردد  
گوش بہ گرفت چو بشنید رقیبت سخنم  
گوش ابلیس چو قرآن شنود کر گردد  
ناو کے بدل رشیم فگن، لے دیدہ من  
تا بود ریش در دہنم بہ بروں سر گردد  
لے بسا جاں بہ سر کوے تو شد خون ہنوز  
می رود تا بہ سر کوے تو محشر گردد  
ساز مش خون دہ پیش سگت اندازم اگر  
بے جرات ز سر کوے تو دل بر گردد

اشک خسرو بہ از خون جگر ساخته است

از قدمات چو ریزم ہمسر گو ہر گردد

۲۳  
ہر کس سبزہ و صحر و گلستاں خواہد  
دل بہ چارہ ترا چوں دل من آں خواہد  
نیک تنگ آمد از خود ز پے کشتن من  
خندہ کز لب خون خوار تو فرماں خواہد

۱۵ تا ۱۶ در آن غزل محذوف است۔

خواندیم از پے قرباں چو بہر مہمانی وصل  
آدم اینک اگر وصل تو قرباں خواہد  
چشم تو گشت مرا غم دیت از دل خواہد  
تیغ ہند و کشد تیغ مسلمان خواہد  
در غم زلفت تو دل می دہم دمی ترسم  
کہ نہ باید کہ مراد دل دہد و جاں خواہد  
رنج شد و دوش خیال تو بہر پُرسیدن من  
چشم را گو کہ زمین عذر سداں خواہد  
خواتم شب ز تو یک بوسہ بہ جلے بہ خرم  
شرم آمد کہ چنین تحفہ کس از اں خواہد  
حال خسرو ز غمت گشت پریشان آئے

عشق خواہاں ہمہ گر حال پریشان خواہد

۲۴

سر در بارغ اگر بچو تو موزوں خیزد  
لے بسا نالہ کہ از بلبل مفتوں خیزد  
نیک بجنے کہ تواند بہ تو دیدن ہر روز  
شادماں خپد و بر طالع میمون خیزد  
ساکنان سر کوے تو نہ باشند بہوش  
کاں زمینے ست کہ از مے ہمہ مجنون خیزد  
نیک خواہاں بہ سر پند من بد خو را  
ہر دم اندیشہ دُ سود لے دگر گون خیزد  
صبرم از مے نگارین تو سزا بد خلق  
وہ کہ ایں کار نہ دست چو مے چوں خیزد  
سوز عشقم چو ز دل خواست بگفتم طیب  
گفت ایں علت از آنہا ست کہ از خون خیزد  
اشک خسرو ہمہ خون است و دہر زیں دریا

کامیں نہ موجے ست کہ از دجلہ رجیوں خیزد

۲۵

زلفت تو ز اں گرہ سخت کہ بر جانم زد  
دم باقی دوسہ پیمانہ کہ بہ تو انم زد  
دردم گشت ہماں لحظہ کز ادجاں نہ برم  
کز سر نازیکے عنسزہ پنهانم زد  
لے اجل آں قدے صبر کن امر و زکمن  
لذتے گیرم از اں زخم کہ بر جانم زد  
دیدش از پس عمرے دہمی محمد زار  
نشہ در بادیا ہجر کہ بار انم زد

سلہ درن بعدہ بیت ذیل افشا داست

یار پیکان زد و من در ہوس آں مُردم  
کہ زخم بوسہ بر آں دست کہ پیکانم زد



خلق گویند بدیں گونہ چرایا؟ چہ کنم؟  
 ز من از خویش چنین سوخته خرمن شلام  
 رہزنی آمد در راه دل ویرانم زد  
 توشه می شمع دل آتش به جگر زانم زد  
 پادشاه چوب خلیفه خورد و نمسّر کند  
 من در دیش ز چوب تو که در بانم زد  
 بس نه بوده است پریشانی خست ز فلک

وہ کجا ہجر تو بر حال پریشا نم زد

۲۶۶  
 من بیا رخ خود و اغیار بہ خود می پیچید  
 مست در عشرت ہشیار بہ خود می پیچید  
 موے پیچیدہ بود گرد میانش دامنم  
 عجب نیست بلے مار بہ خود می پیچید  
 سر ز تابخت از زلف تو پیچیدہ صجبت  
 زان کہ مواثر ز نار بہ خود می پیچید  
 ہر سرے از قدمست در فتاد از سر درد  
 در گاہ پوے چو دستار بہ خود می پیچید  
 من لبست می گزرم چشم تو در چشم بلے  
 بوے حلواست کہ بیمار بہ خود می پیچید  
 فاش دین لبست از زلف چلیپاے توشد  
 زان کہ از موے تو ز نار بہ خود می پیچید

صفت موے تو خستہ چو بہ طومار نوشت

سبب آن سست کہ طومار بہ خود می پیچید

۲۶۷  
 نہ شدش دل کہے پہلوے ما بنشیند  
 گل ہم آخر قدے پیش گیا بنشیند  
 جان من با دکن آن را کہ بہ بوے چو توئی  
 ہمہ شب برگذر باد صبا بنشیند  
 گشتی از غمرہ چہ امید سلامت باشد؟  
 اندر آن سینہ کہ آن تیر بلا بنشیند  
 از تو صد درد نہاں ارم دبیر من ہم  
 تا ہماں درد تو بر بلے دوا بنشیند  
 آب شد خون دلم شائے کن آن لطف آخر  
 مگر آن موے پریشان تو جا بنشیند  
 تا بود باد جوانی بہ سر گل رویاں  
 آتش سینہ عاشق ز کجا بنشیند؟  
 کہ زرہ گرد تو بر سینہ ما بنشیند  
 خاک شد دروہ تو دیدہ دآن سخت بود

لے و لے درن غزل محمود است

جورمی کن کہ سر از کوسے دفانتوان فیت

گر ہم بر خسر دھند پارہ جفا بنشیند

اگر آں شاہ دے پیش گدا بنشیند  
فتنہ دُغارتِ خون یزد جفا بنشیند  
گر بیاید بہ دعا عاشق دل خستہصال  
سالمہا بردِ خلوت بہ دعا بنشیند  
چوں قدم رنج کند دوست بہ پُرسیدن من  
خانہ تاریک دلم تنگ، کجا بنشیند  
خانہ دیدہ بہ فتنہ ز نقشِ ہمہ پاک  
تا خیالِ رُخ آں ترک ختا بنشیند  
بعد زلفینِ سمن ساسے تو در دودِ فخر  
خضر و تاشست کہ بر آب بقا بنشیند  
سر دستان کہ بہ قامتِ علم افراختہ است  
چوں بہ بندِ قدرت از باد ہوا بنشیند

۲۹۹  
بہ سہرمن اگر آں طرف نہ سپر باز آید  
عہرمن ہر چہ بہ رفته ست ز سر باز آید  
ز دہن بودم بہ نظر قانع دمی کردم ناز  
کارِ من کاش کنوں ہم بہ نظر باز آید  
ماہِ من رفت کہ از حسن بہ شکلے دگر است  
وہ کہ ماہی بہ دودِ فتنل دگر باز آید  
ہوش و دل رفت بہ جانِ دلش می خویم  
چہ کنم چیزے ز آں فتنہ مگر باز آید  
بروے صورتِ آں چشم کہ در چشم منی  
کہ نہ رفته ست کوش ز سفر باز آید  
دیدہ چنداں بہ کفِ پائے سفیدش مالِ من  
کہ سیاہش کنم از مالش اگر باز آید  
ظن نہ تیرے ست کہ بر سینہ زندہ ہجرانش  
گاہ گر یہ رسد آہم بہ کمر باز رود  
کز جلگہ بہ گزدرد ہم بہ جلگہ باز آید  
باز چوں گر یہ کنم تا بہ کمر باز آید

خبرے ہم نہ فرستاد کہ گر باز رود  
خسر و بے خبر آخر بہ خبر باز آید

۳۰۰  
نہ بہ بالائے خوشت سر و خراں دید  
نہ بہ پایے مخرت لالہ نعمان رود

لہ تا لہ دین ہر غزل محذوف است۔

نہ بہ ذوق لبِ لعل تو توان یافت شکر  
 با ہمہ حسن طراوت چو گل لعل تو نیست  
 سسر و بالائے ترا خاصیتے ہست لطف  
 خضر خطِ توبہ گرد ہنستا انی چہیست؟  
 گر تو خود بگذری لعل سسر و سخن کو بہ باغ  
 ز غمِ زگر سراب تو ام جسم ضعیف  
 قدم از کوی تو من باز نہ گیرم ہرگز

تادو یا قوت بہت خستہ رہے چارہ بہ دید  
 ہمہ از دیدہ او لعل بخشاں روید

شب ہر ادھر جگر سوختہ مہمانی بود  
 گوشہ لعل بود غش آمد و تشویشم داد  
 با سبب مسکین ملک بے خرد و سنگد خواب  
 مقرر می صبح سعب می زد و من می کردم  
 شاد گشتہ دے افسوس غش خوردم از آنک  
 ز آہ عشق مست ہستہ دغ بہ پیشانی من

تشنہ چشمہ گذر کرد نہ شد لب ترا ز آنک  
 بختِ خستہ کہ ازیں کردہ پشیمانی بود

۳۵ درن بیت مخدوف است ددو بیت ذیل زائدہ

عشق می خواند ز خطش صفت صنع خدا  
 عقل گم گشت کہ در غایت نادانی بود  
 جاں ہائے نظر چشم تو ام فرمان داد  
 مذر بندہ کہ این قیمت فرمانی بود

۳۵ درن بیت مخدوف است

دقت آن کافر به رحم از آن من بود  
دل آواره شد نیز از آن تن بود  
شمع شب گریه می کرد همه شب با ناک  
شعله های دل پر سوز منش و شن بود  
گفتش دوش "رسیدی دُر مراد دل دادی"  
گفت من ندانم از تو که خیال من بود  
ببین که چو من موی شد از ساعدِ مین نگار  
۲۴ من بازو فریاد که خار اکین بود  
می کنم شکر لبست گر چه بس نقدِ بلا  
بر من از غمزه آں دولت مرد افکن بود  
عاشق را که بکشند به عشق و شہوت  
خون او خون شهیدان شد که حیض زن بود  
دی که رسوا شد ای دیدی گفتی کای کسیت؟

دامن آلوده به خوں خست و تر دامن بود  
دش در خواب مرا با بخت خود کای بود  
بخت سپتی مرا خدمت بخت بای بود  
کفر زلفش به گد پوست چنانم درخت  
که از او هر رگ من رشته ز نار بود  
گفتش "بود غم مات گئی" آں بد مهر  
از برلے دل مانیز به گفت آئی بود  
دل گم گشته همی جستم در هر مویش  
خنده می کرد به شوخی که دلت یای بود  
زلفت نمودش آلوده به خوں، گفت آئی بود  
یادمی آیدم ایس جا که گرفت آئی بود  
سرگزشت دل خودم در پیش خیال  
محرم را از شب تیره و دیوار بود  
می ترا دید چشمم ترم اندک اندک  
هر کجا در جگر سوخته آزار بود  
هر که خسرو را دید از تو جدا، گفت به درد

دقت ایس بلبل شود ریده به گلزار بود  
باز عشق تو مرا مزده رسوائی داد  
تفتن را عده کار من شیدائی داد  
غم تو در دل شبها به دل خویش خورم  
کایس خورش بیشترے ذوق به نهائی داد

سلا در غزل محذوف است سلا در بیت ذیل اضاف است

شمع بگریست زمانے ز هر سوز به مرد  
سوزم از گریه می مرد که بیای بود

چہ جدی صلی مرا، میں کہ چو من چند گس جان شیریں بے کان چو تو علوانی داد  
 لے کے گوئیم شکلیا شود در گوشہ نشین دل بباید کہ تو ان داد شکلیائی داد  
 سنگ ہر طفل بے دیم گل شادے ست کہ عشق ہر فم برزد دوس جلدہ رسوائی داد  
 بوسے خون زد ز صبا کا مازاں قوتش خوش کہ نشان دل آوارہ ہر جانی داد

شد بہ دیوانگی زلف بتان ہر چہ خداے

۳۵۰ خسرو دل شدہ را بہرہ ز داناں داد غ  
 دوش آتش زدی دگر یہ میرا یاری داد نالا من ہمہ کو را شغب زاری داد  
 چشم دارم کہ بہ خواب اجلم خساند خاک کویت کہ مرا سرمہ بیداری داد  
 مست بگذشتی و شد بے خودیم ہزن عشق تاکہ ہمراہ شدو بخت کرا یاری داد  
 ہمہ شب خلق در آسایش و من در فریاد روز بزمین کہ دلم را چہ گرفتاری داد  
 یارب ز خون منش بچ نہ گیری دامن گر چہ در کشتن من داد جفا کاری داد  
 عقل گو بہ سر من کا رغائی کردی کارم افتاد چو بر جاں خط بیزی داد

ہمہ در بار تو بستند دل خسرو ہیں

۳۵۱ داد عقل و دل و دیں نیز بباری داد ت  
 چشم مست تو کہ دی بر من بیتاب فتاد تو نیل گندی از آلودگی خواب افتاد  
 غمزد تیز بہ پیرامن چشمش گوی غمزد تیز بہ پیرامن چشمش گوی  
 مشتبہ می شود مقلد ز رویت چہ کنم؟ کہ ز ابروے تو چشم بہ دو محراب فتاد  
 دل بہ ریائے جمال تو بہ بازی می گشت عاقبت سوئے زنج رفت بہ گرد افتاد  
 زلف تو می نہ گذارد کہ بہ ہمیں رویت یارب ای شب بے کجا بر سر مہتاب فتاد  
 آپ خسرو ہمہ ہر رے زمین ریختہ شد از چو قویار کہ گردند بہ دولا ی فتاد

لہ بیت مخدوت درن -

آں عزیزاں کہ ہمہ شب بہ دل من گردند  
 من چو مرغان قفس خوے بر دناں کردم  
 آں کساں کنز پیاں سے بدم می گویند  
 جلوہ کن رے چو خورشید که تا اہل نظر  
 منم و دوستیت ہم بہ حق دوستیت  
 آں کہ کارند ہمہ تخم ملاست یا رب  
 زخم پیکان جگر دوزخ دانند آناں؟

آمدی باز تو در دل پس از این خستہ را

عقل و جاں بیش کجا اگر در ستر تن گردند

ماں فداے پسرانے کہ نکو رو باشند  
 خود ز خوبان پری چہرہ ہیں کار آید  
 غنچہ شاں بہر جداے ہمہ دشت شوند  
 چہ کند آہوے مسکین کہ سبک جاں نہ دہد  
 برداشت گر چہ بنا کردہ عشاق بیست  
 عاشقان در در عشق مسلمان نشوند  
 در ہمہ مستی من باش تو در سہ ماں

صفت نگرس جادے تو کردن نارند

شاعران گر چہ چو خسرو ہمہ جادو باشند

۱۵ درن بیت ذیل زائد است

زابدان در ہو پس زلت چو ز تار تواند

چہ قیمت دارد و بگذارد بر ہمین گردند

۱۶ و ۱۷ درن ابیات مخدوۃ اند

یارِ زیبا سے مرا باز بہ من بنائید  
 لالہ می رویدم از خونِ جگر بہ رخسار  
 نیست کہ راستہ ہے آں میرِ زیبا مجلس  
 عشرتم یاد ہی آید از افزائشِ عشم  
 تا از آں زلفت شد دور بہ رفتن از جلے  
 پیشتر ناں کہ بہ بغا بہ رود خانہ عمر  
 از فراقم ہمہ ناسازی و نا بینائی است

یارِ زیبا سے مرا باز بہ من بنائید  
 باز با خویش گئے ہم بخش خواہم دید  
 زان من بود گئے، وہ کہ دہاں گونہ کہ بود  
 گوشتہ چشمش دیدم دلہ آں ماندہ است  
 ہمیں تازیں مبر نہ ارم، بہ پیش نبخشتم  
 ادا کرو آید و گرنہ چہ مرا نیست قرار  
 یار بایں خستہ و از این جور گئے خواہم دید  
 چند رسوا شدہ مرد و زنش خواہم دید

یارِ باز آمد دوسے گل و ریحان آدرد  
 خندہ باغ مرا گر پیا بچراں آدرد  
 باز گلہائے نواز درد کہن یاد مداد  
 غنچہ ہا بہر جگر م زخم چو پیکان آدرد

سہ درن غزل مخدوف است۔ سہ ہر دو بیت درن مخدوف است۔ ذیل زائد است۔

مردانِ دُش بہ بینند مرا فافتے  
 آشکارا دم رانم کہ نہ خواہد کشتن  
 من ہماں زلف شکن بر کفن خواہم دید  
 من نہانی بہ رخ چوں سنش خواہم دید  
 سرختم چند چہنیں خشم کش خواہم دید  
 گر کشد با خطا زین جور کشیدن بر ہم

نفل نوروزک آورد طرب بر همه خلق  
چشم بدروز مرا موسم باران آورد  
ہر سحر باد کہ بر سینہ امن می گذرد  
در چین بوسے کباب ز پےستان آورد  
بوسے آن گم شدہ خویش نہ می یا ہم، بیچ  
زاں چه سودم کہ صبا بوسے گلستان آورد  
بہ چه کار آید بے سر و خرم گر چه ہمار  
سوسے ہر باغ پیسے سر و خراماں آورد  
نہ توان زیست بہ جان دیگران گر چه صبا  
جائے خاشاک نہ کوئے تو ہمہ جاں آورد  
یادیار بچو قریب تو پریشاں ہمہ وقت  
کہ ترا بر سر دہماے پریشاں آورد

با چہاں رو، زنی ار بردلِ خسر و مدتیر

بہ توان خوردن و برودے تو نہ توان در

غ  
نغم زلفت تو کہ در بچہ جنوں می خوانند  
لے خوش آن طائفہ کایں سلسلہ می جنبانند  
عجب کدہ ہمہ امردنم از سحر و مرا  
عجب ز خلق کہ بزیند چو تنہا مانند  
زاہد امروزی سر تو بہ شکستن دارد  
مے فروشاں اگر ایں دل کھن بتانند  
بندہ ام خواہ قبول کم کن خواہی داد آئینک  
عزت خواری در کوئے وفا کیسانند  
زندگیاں ایں ہمہ خواہند کہ در تو نگرند  
مردگاں نیز بہ جان تو اگر بتوانند  
باد صفت ہمہ خوبان جہاں را بفلکست  
بعد از ایں سر دہ خیزد کہ اگر بتانند

می برد حسرت پا بوس تو خسر و در خاک

چوں شود خاک بگو تا بہ رہبت افشانند

سلسلہ در بیت محذوف و بہ جانفش چار بیت ذیل زائد اسعد

لے صبا نرم ترک روبرو بفار ز نفس  
کہ در اں مشتے ز زلفائی ہے سامانند  
جان عاشق چہ بردنفت نہ خواندش باز  
زاں کہ در دل و گھرے ہست کہ جانفش خوانند  
مگرد خوبان جہاں عاشق بے تاب گردد  
کہ جہاں ہمدنو خواستہ و نادانند  
ایں چہ شوقی سعاد کوئی دل من زدیر  
ایں ز تو آید داناں کہ ترا می دانند



منم آمد ز حدیث تو دُمنمانے چند  
پارہ از دیدہ دُلہا ہمہ بریانے چند  
ہر زمان کا قش سودے تو افرزد عشق  
جائے خاشاک بر آتش فگند جانے چند  
دی سوئے سوخکاں دیدی دُگفتی کہ مگر اندہ  
کافر گیر بہ بُت خانہ مسلمانے چند  
تا تو از خانہ بڑی آئی ہر دم جاک است  
بر سرِ کوی تو دامانِ گریبانے چند  
می ندانم کہ چہ مرغم بہ یکے گلشن اسیر  
کہ رود آخر ہر مُرغ بہ بُتانے چند  
ماہی شاں دل داد می گذر دمست اورا  
چہ غم ارجع نہ گردند پریشانے چند  
خسروا بردل آتش کدہ بسیار گزیت

کایں جہنم نہ شود کشتہ بہ بارانے چند  
باز بُوے گل مراد یوانہ کرد  
بازم از سر تازہ شدستی عشق  
بس کہ لبجل نالہ ستانہ کرد  
گل چو شمع خوب ردی ہر فروخت  
بلبل بے چارہ را پدوانہ کرد  
تے بر آب زلف تست ارچہ بہ باغ  
زلف را با آب سنبل شانہ کرد  
لانہ را بہر تقاضاے شراب  
جرعہ اے مے در تہمیانہ کرد  
خرمن بسیار ہشیاراں بہ سوخت  
بس کہ عشقت آتش دیوانہ کرد  
جاں برد از خانہ تن عاقبت  
ایں چنین عشقت کہ در دل خانہ کرد  
قصہ شیریں محب افسانہ ایست  
کوہ کن خواب اندرین افسانہ کرد  
خود دُخسرو نیست جز غم چارہ چیت

چون خدا این مُرغ را این دانہ کرد  
باز یاد آں سبب دیوانہ کرد  
کاں سپر بامن بہ خواب افسانہ کرد  
از کجا منزل در این دیرانہ کرد  
شد شراب این دیدہ دُسلطانِ حُسن

کم سب بادش موئے ارجمه زلفت را / بهر آزار دلی من شانه کمر د  
 شمع همان داشت چوں پروانه را / مرغ بریان نفس بهم از پروانه کرد  
 جان من آں آشنا گوی توئی / کومرا از جان خود بیگانه کرد  
 من نه می دانم که چوں باشد پری / شکل تو باره می مراد یوانه کرد

از دل خسر دم چو سحری حال کمر

قبله را در کار این بخت خانه کرد

باز نه بهر سطر جی آغوا کرد / پیش رنداں بر بط خود ساز کرد  
 ماه روزه رفت و مرغ بنود عید / میر می خانه سیر خم باز کرد  
 مریم خشم زاده عیسای سیرت / مرغ حسابم با بخش پرواز کرد  
 گل نمود از پرده عشاق رده / بلبل شیدا آغوا آغوا کرد  
 محله آراست پیر می کده / نامباں را سوس خود پرواز کرد  
 درد نوشته تو به خود را شکست / راهب دیرش به اعزاز کرد

بر حریفان داد ساقی باده ها

دور خسر دچوں رسیده ناز کرد

روئے خوبت کافیت جانی نمود / دیده صد گونه حیرانی نمود  
 غنچه کو چاک دهن پیش لبست / چوں که رو بکشد زندانی نمود  
 چشم ادا به نمود زلفت را به من / مست بد ناکه پریشانی نمود  
 کافراں را بردل من دل به سوخت / بس که حشمت نامسلمانی نمود  
 لعل تو کاکغتری خطر را سپرد / دیو را ملک سلیمانی نمود  
 آئینه بودی و زنگارت گرفت / رده کس را پیش نتوانی نمود

خواستم دی از لبست بوسے، لبست خندہ لے بہ نمود و پنهانی نمود

دید خستہ و کایں سخن نزدیک نیست

روز بنشست و شنا خوانی نمود

صبح چوئل از روی مشرق رود نمود صحن مینا روضہ کمر بینو نمود

گیسوے شب شد بنید و آفتاب نور شیش از تہ گیسو نمود

ہندھے شب مرد و خورشید آتش از برای سوز آل ہند و نمود

سوے ساقی مدت تاریک بہر بس اشارت کز غم ابرد نمود

چشمہ خورشید را در تہ نشانند عکس ساقی کز مرغ ما ہو نمود

ماہ شب را چو گردوں سلخ کرد استخوانش در تہ پہلو نمود

بندہ خستہ دل بہ ساقی عرضہ کرد

در دہل را پیش جاں دارو نمود

ابروئے مانند ماہش بنگرید بعد مشکین دو تاہش بنگرید

بر چہاں جوئے کہ چشمش می کند روی زیبا عذر خواہش بنگرید

بس کہ اندر روی او مست چشم خفتن تا چاشت گاہش بنگرید

بہر چشم بد، دعای عاشقان گرد تعویذ کلاہش بنگرید

دوش دل در کوئے ادگم کردہ ام دوستان بر خاک رہش بنگرید

کور بادا چشم تاں گر صبح گاہ بے من آں روی چو ماہش بنگرید

دعویٰ خوں می کند از تو دلم

دیدہ خستہ و گواہش بنگرید

خیمہ نوروز بر صحرای دند چار طاق لعل بر خار از دند

لہ تا لہ درن خزل مہر دلت اسعد

لا در این بنگر که گوئی عرشیان  
کارداران بهار از روز گل  
از حرم طارم نشینان چمن  
گوشه های باغ ز آب چشم ابر  
در هوای مجلس جمشید عهد  
باد نور دیش همایون، کاین ندا  
کرسی ادیاقوت بر سینا زدند  
زال زربرو صند خضر از دند  
خرگه گل ریز بر صحرای دند  
خنده با بر چشماے ماندند  
فلعل اندر طارم اعلا زدند  
قدسیاں در عالم بالا زدند

مطربان طبع خسرو گاه لطف

طعنه با بر بلبل گویا زدند

۵۱

ما فیست را بر زمیں گردے نہ ماند  
خاک بر فرق جہاں زان کز وفا  
زاں نہ ہی خیزد چین کز بہر او  
کیما شد زر پناں کز رنگ او  
مردمی را در جہاں مرے نہ ماند  
در ہمہ رودے زمیں گردے نہ ماند  
مرصبا را ہم دم سرے نہ ماند  
بوستان را ہم گل زرے نہ ماند

غصہ را بر خود منرد بر خسر او

چوں ہمہ در دست ہندے نہ ماند

بزم مار ایک دو خواب آلودہ اند  
سایہ پروردند و ز خط سیاہ  
جامہ بر اندام شاں گوئی ز لطف  
مے میان سحیشہ مصافی نگر  
مے نہ بند سوے ماساتی از آنک  
یارب آن سرخی لبش را از مئے ست  
مست خوش، گوئی شراب آلودہ اند  
سایہ را بر آفتاب آلودہ اند  
برگ گل را از گلاب آلودہ اند  
آتشے گوئی بہ آب آلودہ اند  
چشمایش مست خواب آلودہ اند  
یا خودش از خون ناب آلودہ اند

۵۲

ہن ہاشک آلودہ شخضم گویا سیخے از آب کباب آلودہ اند

ہست خسرو را سوائے زان دہن

کز پئے اش را ہ جواب آلودہ اند

۱۱۵

ہر کرایے چو تو سرکش بود کئے ز بیم تیغ سردرکش بود  
مجلسے کاں جا بود شمعے چو تو مرغ جاں پروا ز آتش بود  
چند گہ بگذار تا می بینمت رنگ جانم دام تو مدش بود  
روز و شب می میرم اندر یاد تو مرگ ہم بر یادِ رویت خوش بود  
گر یک بوسہ لبست بتواں گزید آں کیے بوسہ بجایے شمش بود

خسرو اگر عاشقی، از غم منال

عشق باز اں را دل غلگلیں بود

۱۱۶

ہر کرایے تو سرکارے بود جاں نہ باشد در رمش باے بود  
دل کہ دروے زندگی عشق نیست دل نہ شاید گفت، مردارے بود  
خفنگاں از زندگی آگہ نیستند زندہ بود دل کار بیدارے بود  
عاشقی نہ بود تقاضای وصال بہر نفس خویش پیکارے بود  
از شراب ما اگر یادِ خبہر محتسب شاگردِ خمارے بود  
پیش خویشم کش کہ باے از رخت کشتے را روز بازارے بود  
بر باطن از شب غافل محسب ہو کہ پیش در گرفتارے بود

گویت "خواہی چو خسرو بندہ اے"

قسمت از تو ہمیں آئے بود

۱۱۷

آں چہ بتواں، در غمت جاں می کشد تابداں غایت کہ بتواں می کشد

سہ و سہ درن بہت محذوف است سہ درن غزل محذوف است۔



تا تو دست از پانہادی حُسن را      نیکو او را دست و پا بیکار شد  
دش پنهان می کشیدم زلف تو      چشم مست ناگہاں بیدار شد  
از عزیزی مردم چشم منی و      گر چه در چشم تو مردم خوار شد  
از لبست چون بادہ نو شان خیال

چشم خسرو خانہ حُسنار شد

آخر این مردم بہ دیہائی کئے رسد؟      نوبت دیدار جاناں کئے رسد؟  
این دل سرگشتہ سودا زردہ      از دصال او بہ ساماں کئے رسد؟  
آدم آشفستہ دل در انتظار      ماندہ تا پیغام رضواں کئے رسد؟  
دیدہ یعقوب بر راہ اُمید      تا دگر پوست بہ کنعاں کئے رسد؟

دل چو بلبل زار و نالاں در فراق

تا گل رُویت بہ بستاں کئے رسد؟

لعل شیرینے چو خداں می شود      در جہاں شیرینی از زان می شود  
قد اُد ہر گز کہ جولاں می کند      گویا سر دِ حُسنِ اماں می شود  
ہر تو رُویش چو می تابد ز دُور      آفتاب از شرم پنهان می شود  
قصہ زلفش نہ می گویم بہ کس      زان کہ خاطر ہا پریشاں می شود  
من نہ تنہا می شوم حیران اُد      ہر کہ اوراد دید حیراں می شود  
مہ چو می گوید چہ بنوازم ترا      تا نگہ کردن پشیمان می شود  
ہر کہ را شاہی عالم آرزو دست      بندہ در گاہِ سلطان می شود

خسرو کے کنزِ کلک گو ہر بار اُد

کار بے ساماں بہ ساماں می شود

شکل موزونیت کہ درد دل جا کند  
 باقدت بر جانہ ماند پایے سر و  
 نسخہ اے از رمے تونہ توان ستد  
 عاشق ز غنیمت مشک آلود دست  
 رازی ترسم کہ نور صحرانہند  
 آپ چشم را ستادن فایغ است  
 چند در خود دیدن، آخر فرستے  
 جرم کز جام لبست بیرون فتد  
 چوں کہ از مستی بہ غلطہ چشم تو  
 ہر کہ بیند در جہت پای صفر اکند  
 باغبانیش گرچہ پا بر حبا کند  
 گر علم سوزیر پا بالا کند  
 باد کز گل عنبر سارا کند  
 اشک من چوں رے در صحر اکند  
 باد اگر زنجیرش اندر پا کشتد  
 چشم را تا یک نظر در نا کند  
 عاشقاں را بے خود و شیدا کند  
 تکیہ بر طعن مشیر دالا کند

ز آفتاب بیخ اود دشمن بہ رزم  
 گوئے گوئے رنگ چوں حسر ما کند

گر کستے در عشق آہے می کند  
 بے دے گرمی کند جائے نظر  
 بادم صاحب دلاں خواری کن  
 آن کہ سنگے می نہد در راہ من  
 گر بہ نالہ خستے لے معذور دار  
 عشق را آن کو سپر سازد عقل  
 گر کند رندے نظر بازی رواست  
 یک دم از خاطر فراموشم نہ شد  
 چند نالیدیم خود ہرگز نہ گفت  
 تونہ پسنداری گناہے می کند  
 صنیع یزداں را نگاہے می کند  
 کاں نفس کار سپاہے می کند  
 از براے خویش چاہے می کند  
 ز محنتے دارد کہ آہے می کند  
 دغ کوہے را بہ کاہے می کند  
 محتب ہم گاہ گاہے می کند  
 آن کہ یاد من بہ ماہے می کند  
 کاں تضرع داد خواہے می کند

سہ و سہ درن غزل محذوف است



گر چه خسر و را ازین غم بهیاست  
هم امیدش را پناہے می کند

بر زخمت چوں زلف پر خیم بگذرد <sup>۶۲۲</sup>  
تا کند خیل خیالت را طلب  
آه من زین سقف طارم بگذرد  
بر رخ من گریه دم دم بگذرد  
وصلت آخر یک شبنم رونے شود  
روئے آخراں تب غم بگذرد  
بر دلم دی تیر زد چشمت، گذشت  
در زندامروز آں هم بگذرد  
بگذرانی مر ہے بر درد من  
در دمن ترسم ز مرهم بگذرد

بنده خسر و از حرم وصل تو  
دائے گر ناگشته محرم بگذرد

ہر کہ دل بردل رُباے می نند <sup>۶۲۳</sup>  
می خورد صد غوطہ در دریای غم  
خویشتن را در بلاے می نند  
چشم اگر بر آشنای می نند  
دل بر اچابک سوار تو سنت  
دل بری را دست پای می نند  
تا سہر زلف تو جاے فتنہ شد  
فتنہ ہم خود را بہ جاے می نند  
غمرہ شوخ جراحات می کند  
ہر کہ را لعلت دوائے می نند  
ماشفاں را می کشی و لعل تو  
ہم برایشاں خوں بہاے می نند

کیست خسر و تا جفاے خسرواں  
بچوں تو شاہے برگدائے می نند

مرد می نرسد او می داند <sup>۶۲۴</sup>  
زلف او پہلوے غالب او  
جادوئی عنسزہ او می خواند  
گوئی از شہد گس می راند  
کار عاشق کہ چہ ما باریک است  
ہم ز آں زلف ہی بیجا نہ

شیوه عنبره تو بد خوئیست همه آفاق نکو می دانند  
گردلم بستد و گر باز دهد صد دیگر ز کساں بستاند

خسترو از بهر دو بوسه پیشیت

نیست ز رلیک سرے افشاند

۴۱۳

گل ز لرزه تو سر می ریزد مشک در زلف تو می آویزد  
از پے دیدن رده چو گلست باد صد نقش همی انگیزد  
هر که آن خط مسلسل بیند خاک بر خط دیراں ریزد  
چون سحر بوس تو آید به چمن باد صبح از سر گل برخیزد  
دست ششتم ز دل خوں گشته زان که بازلف تو می آویزد  
چشم بیمار تو از خون دلم می خورد باد نه می پر هیزد

سر نهاده ست چو خست و به غمت

سر نهاده ست چو خست و به غمت

۴۱۴

دلم از بخت گیسو شاد نه بود جانم از بند عنسم آزاد نه بود  
یک دم از عمر گرانی نه گذشت کال همس ضائع و بر باد نه بود  
گر به بینی دل ویران مرا گویند هیچ گاه آباد نه بود  
کافرے رخت دلم غارت کرد شهر اسلام و سر داد نه بود  
شب همی دانم و کو آید بس بیش از خویشتم باد نه بود  
خانه گلشن شده بے مستی باغ سرو بود ار گل و شمشاد نه بود  
هر چه می خواست همی کرد طبیب ناتوان را سر سر یاد نه بود  
ناگه آهوی من از دام به حبست زان که اندازد صیاد نه بود

ملح در غزل محذوف است

خسرو از تلخی شیرین دہناں

۶۹۷  
 اگر سخن ز آل لب چون نوش شود  
 صدت آں جا ہمہ تن گوش شود  
 بر زمیں افتد و بے ہوش شود  
 گر بہ خُسپند یک آغوش شود  
 ہمہ گر ز ہر بود نوش شود  
 تر سم از غم کہ سسیہ پوش شود  
 خوش بود امشب اگر دوش شود  
 گر کنی میل بہ سوے خسرو

شاہ کے ہمدم جادوش شود

۶۹۸  
 ز اہماد دوش باز در رو بُت پانہاد  
 دل کہ بہ تسبیح داشت در غم زنا رست  
 پایہ آں آفتاب ہست بہ غایت بلند  
 محو خرد کرد عشق و طلب جان نشست  
 ذوق مے لعل گوں پر خرد در نیافت  
 راند بہ دہا سمن، فعل در آتش فلند  
 کرد تقاضاے جاں، دید کباب جگر  
 سیلِ غمش در رسید آب ز سر در گذشت  
 سر ز دوش بُردہ بود خسرو مسکین عشق

سلہ درن بہیت محذوف است۔ سلہ درن غزل محذوف است۔

بارِ قبا چُست کرد رخسارِ بیدار  
این سر و سرِ کمرِ هست در خیمِ چوگانِ بیدار  
غمزہ زن مارِ سیدِ ساخته دارِ بیدار  
یوسفِ ما چوں رسید مژدہ بہ کنگاںِ بیدار  
از رخسارِ امروز اگر تو شہر شود نعمت  
بہر چہ فردا بہ غلہ منتِ رضواںِ بیدار  
دست بہ دامانِ او نیست بہ بازوئے کس  
بالہو ساںِ فنولِ سر بہ گریباںِ بیدار  
مُرخِ بیا باںِ عشقِ خارِ میلاںِ خورد  
وعدہ وصلِ انگبیسِ برگسِ خواںِ بیدار  
مستِ خرابِ مرا، حاجتِ نقلِ اگر  
ہست دلِ خامِ سوزِ سوئے نکدالِ بیدار  
بر دورِ بخِ خودِ نوشتِ خستِ دلِ خستہ حال

وہ کہ ز در ماندہ اسے قصہ بہ سلطانِ بیدار

بچ کس از باغِ و بر بوسے وفاے نہ دید  
در ہمہ بتانِ خاکِ مہر گیا ہے نہ دید  
رسمِ قلندرِ خوش است بے سر و پا زین  
کار جہاں را کسے چوں سرِ پے نہ دید  
ہم نفساں را خرد و سخت بہ غزالِ صدق  
در دلِ پیرانِ شاںِ بچ و وفاے نہ دید  
تیرگیِ مالِ خویشِ پیشِ کہ روشنِ کنم ؟  
چوں دلم از دوستانِ بچِ صفائے نہ دید  
بے منی از کامِ دلِ بچِ نصیحتِ نہ داد  
شب پرہ از آفتابِ بچِ ضلیعے نہ دید  
از چہ ادبِ نیکند چرخِ مرا ؟ چوں زین  
دور گناہے نہ گفت ؛ دہرِ خطائے نہ دید  
خواستِ شکایتِ کند دلِ ز جفا کا عشق  
ہمیتِ مارا در آں عقلِ ضائے نہ دید

سینہ خسرو ز غم غنچِ صفتِ خوں گرفت

کز چمنِ روزگار برگِ منو اسے نہ دید

۱۵۱ درن و تذکرہ دولت شاہ سمرقندی ص ۲۲۲ و ۲۲۳ دو بیت ذیل زاد نامت سے

بر صفتِ عشاقِ چوں لاتِ عیارے زند  
ما تر جہاں واجبست گز ز غمش جہاںِ بیدار  
نیست دے چوں منے در خورِ شاہین شاہ  
پارہ مُردارِ راہِ برگِ در باںِ بیدار

۱۵۲ درن غزلِ محذوف است۔

نیست به دست امید بخت مرا آں کند  
 کافرش از هیچ رُصید مُراے به بند  
 دعوی عیارش رقت به کوشش فرد  
 زان که سرم پست شد کنگر حنفت بلند  
 بے سرو پای دویم تا بکجا سر نیم؟  
 بار گئے شاہ شد گردن مادر کند  
 تنگ میاز آہ من چشم بدل از تو دور  
 نیست مُخ خوب اچاره ز دود سپند  
 در ره جلالت چوں دیده ما خاک شد  
 دیدہ بے در بہشت و در ترک راں سعد  
 ہستم ز آں گفت تلخ در سکر است فنا  
 از دست آخردے چاشنہ دہ ز قند  
 لے کہ بہ بازار حسن قیمتِ خوباں کنی  
 پیش ز لیغا لگوے یوسفے آں جاب چند؟  
 سوخته از پندِ خلق سوخته ترمی شود  
 کاش عشق مست تیر باد و زانست پند  
 خسرو اگر عاشقی ہم زکشتن مدار

پیش از رخ نیکواں جاں نہ بود از چند

باز گرفتار شد دل کہ در این سینه بود  
 تازہ شد اندر دل آں خنہ کہ دیرینہ بود  
 دی کہ ہی دیرے آئینہ از صورتش  
 اصل درون دلم نسخہ در آئینہ سر بود  
 دیرے امروز باز تا بزیم بمیش  
 زندہ امروز خود زندہ پارینہ بود  
 مخلص دین و صلاح می روم ادد ہلہ آنک  
 دزد بتاراج برد ہر چہ بگنجینہ بود  
 شب کہ بہ خند زدی بر جگر من شک  
 قابل مرہم نہ ماند داغ کہ بر سینه بود

دولت خسرو کہ عشق در پے جانفش نیست

گوہر افروں بلا نرغ بلور سینہ بود

دل کہ بہ غم داد تن آرزوے جاں خرید  
 برگ گیا ہے بہ داد سر و خرا ماں خرید  
 ہجدہ ہزاراں جاں بہر کہ ہماے توداد  
 داں کہ بہفدہ درم یوسف کفعاں خرید  
 گرچہ سلسر بلاست بار تو بتواں کشید  
 ورچہ کہ جاں قیمت ناز تو بتواں خرید

قد تو از مار زلف دولت پنجاک یافت  
 خط تو از پای مور ملک سلیمان خرید  
 تلخی هجران یار ز هر بلا بل فشانند  
 بنده به نزدیک خویش چشمه حیدر خرید  
 دل برفا نه کنوں جاں ده لب کن نثار  
 کای دل نادان من عشق فراوان خرید  
 محنت عشاق را طعن نه باید زدن  
 آن که شناسای کار دولت ایشان خرید  
 هر که ملج وجود ریخت به بازار عشق  
 عمر به قیمت فروخت عشق بار زان خرید  
 داغ غلامیت کرد پای خست و بلند

میر ولایت شود بنده که سلطان خرید  
 غمزه مردم کشته پرده صبرم درید  
 باد نه ام زین بلا چند تو اسم گریخت؟  
 من نه رسیدم بدو کام به جانم رسید  
 بے دلم که مردمان تو به نه خواهم شکست  
 سنگ نام این جفا چند تو انم کسید؟  
 سو ختم این آه گرم چند نهانی کسشم؟  
 عاشقم که دوستاں پند نه خواهم شنید  
 دل ز من آن دزد کو به خوشی خفته بود  
 گریه نه خواهم کشا و جامه نه خواهم درید  
 دی که کشادی خدنگ خوش پسر رشکار  
 باد بر آدمی گذشت موی می برید  
 بهر خدایخ بهوش، یاز نظر دور شو  
 شب همه شب تابروز درد دل من می غلید  
 پیش خیال تو دوش از گل دل مرا  
 کافه جاں بیش ازین مانوا نیم دید  
 قصه به لب می گذشت لشک بر می دید

در سر خسر و چنان شست خیالت که گر

کار به تیغ او فتد زو نه تواند پرید

من نه شنیدم که خط بر آب نویسند  
 آیت خوبے بر آفتاب نویسند  
 بهر کشیدیم تا به وصل رسیدیم  
 نامه رحمت پس از عذاب نویسند  
 صبر طلب می کنند از دل شیدا  
 همچو براتے که بر خراب نویسند

له در غزل محذوف است

شرح رُبِخِ خوب زلفِ غالبه گوشت بر درق زربہ مشک ناب نویسند

قصہ خوں ریز این دو دیده خسترو

کاش بر آن چشم نیم خواب نویسند

صبح دماں بخت من ز خواب درآمد گشت معطر دماغ جان ز نسیمش  
 کز درم آن مسوچ آفتاب درآمد مستی تو در من حشراب درآمد  
 ساقی تو گشت چشم مست من اندر پہلوی من شست در شراب درآمد  
 زان که بست شب نه خفته ام ز غم تو بے هشیم در رلود و خواب درآمد  
 گشت پریشان دلم چو بادِ سحرگاه در سر آن زلفِ نیم تاب درآمد  
 جستم از اد حال دل نه گفت دے اما زلفِ دے از بے در جواب درآمد  
 خاک ره خودنگن به دیده خسترو

ز ان که بنا رخنه شد چو آب درآمد

از در من دوشس کاں نگار درآمد شایخ تمناے من به بار درآمد  
 برگِ حیاتم نه مانده بود که ناگه بارخ خزاں دیده را بهار درآمد  
 کلبه تار یک یافت روشنی اے دل کز در من آفتاب دار درآمد  
 دیده که بیمار بود در رتج پایش پیشش که نه پای او به کار درآمد  
 بر سر عقلم کشید جو هم جامش سیل به بنیاد اختیار درآمد  
 مردن خسترو فوس نیست در این ره

مردن خسترو فوس نیست در این ره

گازدے سینه در کنار درآمد

روئے نگو، بے وجود ناز نه باشد ناز چه از د اگر نیاز نه باشد  
 راه حجاز از امید وصل تو ان داشت بر قدم هر دال دراز نه باشد

له درن غزل محذون است۔ سہ درن غزل محذون است۔

سست مے عشق را ناز مفرامے      کال که به میرد براد کار نه باشد  
 مطرب دستاں سراں مجلس مارا      سوز بود گر چه هیچ ساز نه باشد  
 بنده چو محمود شد مخوش که سلطان      در ره معنی به جز ایاز نه باشد  
 حیف بود میل شه به خون گدایاں      صید ملج کار شاهباز نه باشد  
 پیش کسانے که صاحبان نیا زند      پیچ تنگم درای ناز نه باشد  
 خاطر مردم به لطف صید قواں کرد      دل نه برد هر که دل دواز نه باشد  
 کس مقصود نه می شود که چو خسرو

۴۴۹  
 دل بر من دوش که همان رسید      در شب به جسم میر تابان رسید  
 ذره نم از چشمه خورشید یافت      مورچه را ملک سلیمان رسید  
 سایه صفت پست شدم زیر پاش      چوں به من آن سر و خزان رسید  
 زیستنم باد مبارک که باز      در تن مرده قدم جان رسید  
 آتش دل کشته شد و من شدم      زنده چو آن چشمه حیوان رسید  
 جلوه طادس چسبنا در دۉ      پر گیس کال شکرستان رسید  
 گریه حسرت چو نگه کرد، گفت

۴۸۰  
 هر که به دنباله کاس بود      پیش تو چوں بنده غلام بود  
 شاخ جوانیم ز سر شکند      گم ز تو ام باز سلاطین بود  
 ماه که در نیم به ماند تمام      پیش رخت نیم تمام بود  
 خون دلم خوردی ذبه گذاشتی      جرحه باقی که بجای بود

له له درن غزل محذوف است -



نیز خوشم کز لب چو آتش  
 هر که نه شد سوخته خلع بود  
 جانفش به عیاذ نه باید سپرد  
 هر که چو من بسته دای بود  
 دوش به خسر و شکر داده ای  
 زان لب جاں بخش که دای بود

۷۸۱

گل به تماشا چمن می رود  
 باد به گل گشت صمن می رود  
 آینه گشته ست ز عکس صمن  
 آب که در زیر صمن می رود  
 دوش شنیدم که به هر محله  
 از دهن غنچه سخن می رود  
 وقت بهار آمد و ایام گل  
 آه که یار اند بر من می رود  
 راحت روح مست و شوق کنه  
 روح دل در راحت تن می رود  
 عهد شکست مست و به هنگام صبر  
 آن صمیم عهد شکن می رود  
 خسر دل سوخته را در غمش

عمر در اندوه و حزن می رود

۷۸۲

عشق تو هر لحظه فزونی می شود  
 دل ز غمت قطره خون می شود  
 در پوست سلسله زلف تو  
 عقل مبدل به جنون می شود  
 روی تو نا دیده مهر چارده  
 بنگرش از غصه که چو می شود  
 گم شدگان را به طریق نجات  
 هر رخت راهمنی می شود  
 بس که گران است مرزباج عشق  
 زیر سرم دست ستون می شود  
 عالم از سستی چشمت خراب  
 چشم تو خود مست کنون می شود  
 عشق تو در زیم که سلطان عقل  
 در کف عشق تو زبوی می شود  
 شوق تو جویم که از بار آن  
 قامت افلاک بنگون می شود

طه لای دران غول محزون است -

در دل خست و نگر آں آتش است

کز دهنش دود بردن می شود

۴۸۳

گر جام غم فرستی، نوشم که غم نه باشد  
سودای قست در جهان نقشست درون سینه  
من خود فتوح دادم مردن به تیغست اما  
خونم حلال بادش تا کس دیش نه جوید  
لے دوست تا نه خندی بر پایست نتر عاشق  
ز دیک اهل بینش کوراست که ربه شرک  
مکلفی که عشق نفقت تا خوب نبود آئے  
اے باد صبح گاهی کافاق می نوردی  
کال جا که عشق باشد ایس مایه کم نه باشد  
سرفه بردن نیفتد تا سرتسلم نه باشد  
بر تیغ تو چه گوئی یعنی سستم نه باشد  
کندر قصاص خوابان قاضی حکم نه باشد  
دانی که مست مکیں ثابت قدم نه باشد  
عاشق که بیش چشمش رنگین صنم نه باشد  
نار و شراب مستی تا جام حجم نه باشد  
گر دیده لے نشاں ده جالکه غم نه باشد

خست و تو خود نشینی با عاشقان و میکن

در صیدگاه شیراں سگ محترم نه باشد

۴۸۴

سروے چو قامت تو در بوستان نه باشد  
هر جا که به گزری تو باشد زیان دهن  
چشمست به نیم غزه صد جان فروشند آئے  
گستاخ نیست از من کال یا به چشم من نه  
زیراکه بوستان را سر درواں نه باشد  
در شهر کس نه باشد کش زینبیاں نه باشد  
رخت مقامراں را زرخ گران نه باشد  
من خود ترا به گویم گر جالے آں نه باشد  
گریند خست و از عشق خود را چه فاش کردی؟

خود سگ عشق باز آن ز رخ نهان نه باشد

۴۸۵

من دل برے نه دیدم کس زین نهاد باشد  
به گذشت دی به شادی و امر و زنا مرادی  
زین نلته بل و لم را بسیار یاد باشد  
آرے نه کار بار را دایم مراد باشد

له درن بیت مخذوف است - له درن غزل مخذوف است -

آئید بہ عشق پیدا مردی کہ غازیاں را  
لے دوست چند سوزی کا خچر انوری غم؟  
گر تو خوشی بہ تو غم من خویش را بہ سوزم  
گفتی کہ "پیش ہر کس چندیں میگردد نامم"  
تعلیم نیست حاجت غم را بہ سینہ جستن  
ترسم بہ نامرادی جاں در دہم بہ عشقت  
چوں شاہدست سانی یک سوئم تو بہ

بسم اللہ آں چہ خواہی فرماے خسروایک

فرمانِ دوستاں را بر جاں مفاد باشد

۷۶

چنداں کہ یا مارا در حسن ناز باشد  
عرب بہ سوے زلفش سرگشته چوں نسیم  
ہر یک نظر فریبید محرابِ ابروے او  
از ہر مقام کافتد عشاق بے نوا را  
آں جا کہ حسنِ خوباں جلوہ دہند عاشق  
ترخند مراد بہجت از خونِ دیدہ دامن  
چوں شمع نیم سوزے کاندہ گداز باشد  
جز خونِ دل کہ آید ہر دم بہ چشم خسرو

یک دوست در نیاید گر اہلِ راز باشد

۷۷

مارا ز کوے جاناں عزمِ سفر نہ باشد  
وصفِ دہانِ شیریں می گویم و نہ دامن  
زلفِ تہرہ ہر سو بادا گلند از آں رُ  
بے عمر زندگانی کس را بسر نہ باشد  
در وصفِ ادبہ گویم کاں خضر نہ باشد  
تا بارِ خستہ دہا بر یک دگر نہ باشد

لے درن بیت محمدون است۔ لے درن غزل محمدون است۔

اصل تو بے رقیباں ہرگز نہ شد میسر      بے خار و خس کے راگل در نظر نہ باشد  
بر آہ درد منداں خود را سپر نہ سازی      کلین تیر پر بلار اسہم از سپر نہ باشد  
بر آستان شاہی درویش بے لڑا      غیر از در گدائی را وہ دگر نہ باشد  
باتو کجا رساند قاصد سلام خسرو ؟

۴۸۸      جلے کہ محرم آں جاباد سحر نہ باشد  
در شہر فتنہ آے شد می دانم از کہ باشد ؟      تمکے صید انگن پنهانہ از کہ باشد ؟  
ہر روز اندر این شہر خلقے ذول برآیند      گد یگرے نہ داند من دانم از کہ باشد ؟  
در دم گذشت از حد معلوم نیست تا خود      سامانم از کہ خیزد در مانم از کہ باشد ؟  
در این درد منداں در ہجرت تو باشی      گر من بہ درد ہجراں در مانم از کہ باشد ؟  
ہرگز بوجہاں یک دم نہ می نشینی      گر آتش محبت بہ نشانم از کہ باشد ؟  
چوں کہ دطرہ تو فارت، فہرہ خسرو

۴۸۹      من بعد اگر صورت نہ توانم از کہ باشد ؟  
ہر لحظہ چشم شوخت ناز دگر فرو شد      جوئندہ بیش یا بدگر بیشتر فرو شد  
با آن کہ ما نیزیم از چشم تو نگاہے      ہم می حکیم جانے گر یک نظر فرو شد  
پیوستہ گرم باد بازار تو کہ در دے      لعل تو جاں تانہ چشم جگر فرو شد  
سوزانہ جہاں بر آرد ہر روز خندہ تو      غلجے تک بگو تاروز دگر فرو شد  
صد جان شیریں از دہنگام تلخ گفتن      آن تلخ پاسخ کوتازاں دگر فرو شد  
ذکر لب و دہانت در ہر دہن نہ گنجہ      سرگشتہ مقلے کو دوز دگر فرو شد  
رعنا بودنہ عاشق کا ندیشہ دار داند جہاں      کہ بہر سہل نقدے عیار سر فرو شد  
دارندہ سر فرو شد بہر بتاں و خسرو      گرچہ جوس نیز نزد دے چور فرو شد

۷۹۰

بر آسمان پر می‌دش چوں ما و ما بر آید  
چون در خرامش دے با مانِ فتنه خیزد  
گلگشت و نه خواہم بر خاکِ خود چو میرم  
گفتم کہ می بر آید جانم ز بھر، گفتا  
من چو زیم کہ جانم دسا و دے بوسے ؟  
ہر شب مرا بر آید نالہ ز جانِ سگیں  
شب ہر صبح رویت گویم دعا و میسکن  
از خنجرِ جفایتِ خوں ریز با بہ کہت  
لیکے شود کہ بر قش سیارہ را بہ سوزد

دو کہے تو کہ جانہا در راہ خاک باشند

بے چارہ جاے خسر دآں جا گیا بر آید

۷۹۱

چوں بنم آئیں کہ رویت در چشم دیگر آید  
چوں ز حسد بہ میرم آں دم کہ تو در آئی  
خام است کہ تو جویم بر خود فوارشے را  
احکم رسید و دریا با زم بہ لب در آمد  
دی در رخت بہ بستم دیدہ ز بس شکایت  
دہ لایں چہ پیش باشد نے زندہ دُنے مردا  
باطل بود شنیدن دعویٰ عشقِ زناں کس  
زیناں کہ در خیالت گم گشتم اربہ میرم

کز دیدہ ہاے خود ہم چشم مراد آید  
چوں جانِ عشق با نزاں با تو برا بر آید  
شایں ز بہر زحمت نزو کہ تو تر آید  
دستم برگزنا پیش اکنون کہ بر تر آید  
بد بخت در بہ بند دولت چو از در آید  
نے بر سرم تو آئی، فی عمر بر سر آید  
کش با جمالِ جاناں پہلو بہ بستر آید  
چہ شبہ گز گز گم ہر دم گیا بر آید

لے غلہ در غل محذون است -

فریاد دار باید مشتاق گفت شیریں  
کش گفته باے خسرو در عشق باور آید

۷۹۲

ہر بار کاں پر می دیش در کوئے من در آید      بے ہوشی ز روش در مرد زن در آید  
من در درون خانہ دامنم کہ آمد آں مہ      کز ہر طرف بہ خانہ بے سمن در آید  
ریحک آیدم زیادے کاہد بہ گرد زلفش      در خود غبار باشد در چشم من در آید  
دوست رخا ز چشم دامن کشاں گذر کن      تادیدہ را نیسے زان پیرہن در آید  
شمعی دمی بہ سوزم پیش رخ تو آئے      پروانہ بہر مردن گرد لگن در آید  
بہ نشیں کہ یکاے مانے تنگت بہر در آرم      تا جان رفتہ از تن بازم بہ تن در آید  
فریاد گشت خسرو بچشای لب کہ ناگہ

شیریں ز جوئے شیریں بر کوہن در آید

۷۹۳

امروز چیست کز در جاناں بروں نیامد ؟      مردند در دمنداں جاناں بروں نیامد  
نظارگی ز ہر سودر انتظار رویت      دادند جاں بر آں سلطان بروں نیامد  
جانم فدایاے کوہ در لے چو در شد      بیڑن نہ رفت از دل تا جاں بروں نیامد  
تیرے کہ نزد غمزہ لا بد بہ سینہ آمد      سینہ شکافن کہ دم پیکاں بروں نیامد  
دی جی گذشت گفت کش ناہ بشنوا نم      ہر چند جہد کردم افغاں بروں نیامد  
اسباب کامرانی از بخت بد چہ جویم ؟      کز ثغیر مغیلاں ریاں بروں نیامد  
گفتی "بمیر خسرو کز تو رہم" چہ حیلہ

چوں جان عشق باز آں آساں بروں نیامد

۷۹۴

گمہ بر عذار سیمیں زلفش دو تو نمائد      آویختہ دل من در تار مو نمائد  
حیراں نہ ماندن نے آن کو بہ دیدار دیش      در کار خویش ماند حیراں در اد نمائد

لے لے درن غزل محذوف است -

بردار پرده جانابہ تما حقیقت جاں  
 زان رخ مناز چندین دانی کہ در جوانی  
 بس کن دے ز غوغا در سوز فتنہ خواہی  
 چوں ہی کشی رہا کن تا پای تو بہو سہم  
 رشک آیدم کہ بوسہ ہر کس نشان پائی  
 دل چیت ہر وہ چو بے چوں سوز عشق نہوہ

در مجلس وصال دریا کشد مستان

۴۹۵  
 چوں وقت خسر آید مے در سبہ نمائند  
 دل شد ز دست مارا بایا رما کہ گوید ؟  
 من غرق خون ہمہ شب اد خود بہ خوابستی  
 گفتم کہ "چند بر ما تا ہر بانی آخسر ؟"  
 لے جان خستہ یارت گر در عدم فرستد  
 بر آستان خواہی جاں داد نیست مارا  
 دیدار دوست دیدن داں کہ حدیث توبہ  
 دین در دست تو نشوئی ز خسر و

شرح غمت فرا داں تو نشوئی ز خسر و

۴۹۶  
 ہم خود بہ گوے جانا کایں قصہ با کہ گوید ؟  
 مستان چشم اویم از ما خوار ناید  
 غیر دے پر از خون جام دگر نہ شاید  
 چشم ز غیرت آں خونہا ز دل گشاید  
 پیش در آب آری بس تیرہ می نماید  
 مقصود ہر کس لے جاں در عاشقی مستگیر

لے درن غزل محذوف است

گل رو هزار بلبل داری بر دغل خول  
گل رو به پیشت لے جان بنایه نیاید  
گر آن خیال بالا آید بدیده، اے جان  
اشکم به پای بوشن از جان بدیده کرد  
خسرو ادب چه جوئی از چشم مست خوش

هند چوست باشد از وی ادب نیاید

۴۹۴

چشم نه دوری تو در از تو خون نشانند  
دور ملک مبادا کل من شریعت چشاند  
بر جور بردن من انصاف داد عالم  
یارب که ایند از تو انصاف من ستاند  
از بیم چشم گفتم کای روے را بر پوشال  
در نه چنان جمله پوشیده خود نه ماند  
سر و لبند بالا اگر باشما بر آید  
هرگز قد بلبلت از دے فرو نه ماند  
نارسته می توان دید از زیر پوست خط  
چون نامه لے که کاتب سوسه بول بر خواند  
بر دل به هر گنجه تیغ بجا چه رانی ؟  
دیوانه ایست کایند بر دے قلم نه راند  
ایں دیده می تواند عرق شدن به دریا  
لیکن کنار جستن از تو نمی تواند  
شب ما چرا دیده از خون دل فو شتم  
کوباد تا ز بلبل نامه به گل رساند ؟

تو سهل می شماری اندوه خسرو، آری

۴۹۸

آں کونندید سبخی رنج کسان نه داند  
و  
زلفت که هر خم از دے در شانه می نه گنجد  
دلها که اد نشانند در شانه می نه گنجد  
دلها چنان که دانی خون کن که من غم ششم  
در کار آشنایان بیگانه می نه گنجد  
گر می کشم خود کش بر غمزه بار مفلک  
در بخشش کرمیاں پروانه می نه گنجد  
مقصود دل ز خواباں معنی بود نه صورت  
در دل شراب گنجد پیسمانه می نه گنجد  
انسرده وصل جوید در دل نه دل غم جبران  
بمے مگس نشیند پروانه می نه گنجد  
در جمع بت پرستان سرباز عشق باید  
کندر صفت عروساں مردانه می نه گنجد

له در غزل محذوف است -



زین ناز کا رینِ رعنِ خستہ و گریز، زیرا

در کسے شیشہ کاراں دیوانہ می نہ گنجد

غ

۹۹

دل بے رنج تو صورتِ جاں را نمی شناسد      جاں بے لب تو گوهرِ کاں را نہ می شناسد

چندیں چہ می کند آس زلف بر جمالت      یعنی کہ چشم ز خمِ جہاں را نہ می شناسد

ز کس بزیر پاتِ چرا دیدہ را نہ مالد      یا کو رشک کہ سرورِ داں را نہ می شناسد

کو چک دہانت بر دمِ سرد رہم پو بخندد      یعنی کہ غنچه بادِ خستہ راں را نہ می شناسد

فریادِ من ز صبرِ کجا بجر می نہ سازد      شک نیست کہ قدرِ قیمتِ آں را نہ می شناسد

در خستہ شکستہ نظر کن کہ در فراق است

دیوانہ گشتہ، پیرو جواں را نہ می شناسد

۱۰۰

زین پیشتر چنین دلت از سنگ زود نہ بود      و از ابرِ دوستانِ بر این گونه خونہ بود

پیوستہ عادتِ تو چنین بود در بدی      یا خود ہمیشہ عادتِ خواباں نیکو نہ بود

آں کیست کو بید در آں شب یک نظر؟      و آنگاہ تا بہ زیستِ در آں آرزو نہ بود

لا غرتن مرا ز خمِ زلف دار ہاں      انگار کت بزلفِ یکے تا یہ مو نہ بود

دل را فسانہ تو نہ رہ برد، در نہ پہنچ      دیوانہ مرا سرِ این گفت گو نہ بود

آخر بر آبِ چشم منت نیز دل بسوخت      گیرم کہ خود مرا بہ در ست آور نہ بود

لے دلِ سپاس ہا کہ گرد دستِ جور کرد      از بختِ نامساعدِ من بود از ادا نہ بود

مشکم ز زلفِ غیر چہ آوردی لے صبا      در کسے آن نگار مگر خاک کو نہ بود

خستہ بہ دردِ خون و بلے دلی بہ ساز

گر گویمت کہ دل بہ کجا رفت گو نہ بود

۱۰۱

عہدے کہ بود با منت، آں گویانہ بود      مالِ پریش زماں بہ زماں گویانہ بود

لے درنِ غزلِ محمدت است - لے غزلِ محمدت در "ن"۔

یاری ممکن ز مردے بایندہ پیش از آنک  
گویند مرداں کہ فلاں گویا نہ بود  
اول کہ دیدست ز سیرہ دے آں نفس  
گوئی نہ داشتیم دل دجاں گویا نہ بود  
دی تا گمانش دیدم و تا نیک بنگرم  
در پیش دیدہ ام نگر اں گویا نہ بود  
صد ناله داشت خستہ مسکین ز درد خویش

۸۰۲ چوں پیش او رسید زباں گویا نہ بود

دی مست بوده ام کہ ز خویشم خبر نہ بود  
من بودم دود محرم دیارے دگر نہ بود  
خی رفت آں سوار و بر او بود چشم من  
می شد ز سینه جاں دد راکم نظر نہ بود  
سوز دلم بدید و ز چشمش نمی نہ ریخت  
ایں یار خانہ سوخته را ایں مست نہ بود  
دیوانہ کرد عاشقی و بے دلی مرا  
یارب دلم کہ برد کجا شد مگر نہ بود  
خوش بودہ ام کہ با تو ننگا ہے نہ داشتیم  
بارے ز آب دیدہ ام ایں در میوہ نہ بود  
دوش آمدی و معذرتے گرنہ کرد دست  
معدود دار از آں کہ ز خویشم خبر نہ بود  
بر من ز روزگار بے فتنہ می گذشت  
بچشمیت بلا شد ار نہ بر جانم خطر نہ بود  
پیوستہ روز غمزدگان تیرہ بود لیک  
از روزگار تیرہ من تیرہ تر نہ بود

خستہ روز بہر عیش گذشتہ بچغم خوری ؟

۸۰۳ چوں رفت گو "مباش اگر بود دگر نہ بود"

یادے کہ بر جدائیے اوم گماں نہ بود  
ماہے نہ بود آں کعبشے در میاں نہ بود  
بیگانہ دار از سر ما سایہ و اگر رفت  
ما را از آشنائیے او ایں گماں نہ بود  
دامانش چوں گذشت حق صحبت قدیم  
گیرم کہ دست پہنچ کش در غماں نہ بود  
گل آمد دہ باغ رسیدند بلبلان  
واں مرغ رفته را ہوسن شیاں نہ بود  
ز امید وصل زیستنم بود آرزو  
در نہ فراق یار بہ جانے گراں نہ بود  
جانم بہ جان دمن نہ ام از زندگان از آنک  
ز بود جملہ زندگی من زجاں نہ بود

رفتہ بہ بوسے صحبتِ یاراں بہ بوسے باغ گوی بہ باغ ز اں ہمہ گلہا نشاں نہ بود  
خسرو اگر گل تو ز گلزار شد، منال

۸۰۴ دانی کہ پہنچ گے چمن بے خنزاں نہ بود

دی زخمِ ناخوش بہ رخِ چوں سمن چہ بود؟  
آلودہ شمار چہ را بود ز گش ؟  
اں لحظہ کا مدار نہ فرشتست یا پیری  
خونِ من دے دگر اں گم نہ خورده بود  
ایں شادیم بہ کشت کہ خوش بود باہم  
رخِ جملہ را نمود و مرا گفت ”تو مبیس“  
سیری ز جان نہ بود دگر ایں خوں گرفتہ را  
گر جان یوسف از عدم یں سونیا مدست  
کشتن صلاح بود چو رسوا شدیم از اں کہ  
دوش اں زماں کہ رفت تو خسرو

۸۰۵ چوں ماند جانِ دل چہ شد حالِ تن چہ بود؟

یارِ ب چہ بود امشب دہمانِ من کہ بود؟  
بیدار گشت بہ ختمِ دالبتہ راست شد  
شہا ز ہجر زیتیم از جانِ دیگر اں  
حیران آہ و نالہ من بود تا صبح  
نہ گذاشت آب دیدہ کہ نیکو بہ بینش  
بے ہوشیم بلا شد اگر نہ چو خواب کرد  
ژولیدہ خامست ست فحش کن اے قریب  
تسکینِ جان بے سرو سامانِ من کہ بود؟  
اں جملہ خواہاے بریشانِ من کہ بود  
امشب کہ مردہ زندہ شد ہم جانِ من کہ بود؟  
بارے نگہ کنید کہ حیرانِ من کہ بود؟  
یارِ ب کہ پیش دیدہ گریانِ من کہ بود؟  
گر بوسہ داد میش نگہبانِ من کہ بود؟  
کآن دم کہ خفتہ پہلوے جانانِ من کہ بود؟

من بودم در حلیف شرابش تمام روز شب پاسبان دولت سلطان من که بود؟  
بدنام روزگار شدی خستہ از عشق

۸۰۶ رسوائے شهر و شهره چنین مردوزن که بود؟ و

یارب که دوش غائب من خانه که بود؟ تشویش این چراغ ز پر دانه که بود؟  
من مست بوده ام به خرابات عاشقان آں ناز نیست به مجالس مستانه که بود؟  
بارے نہ بود در دلم امشب نشان صبر تا آں رونده باز بہ دید انہ کہ بود؟  
از گریہ ثبانه سرم درد می کند یارب که ایں شراب ز خجانه که بود؟  
می تافت دوش زلف چو زنجیر ده که باز آں وقت در دے دل پروانه که بود؟  
فرمانہ داده رده تو چندیں کہ آسمان اقطار آفتاب زکاشانه که بود؟  
دست مبارک تو که دی رنج شد ز تیغ آں دولت از پیے سر مردانه که بود؟

ماند از بلاے خالی تو خستہ به دام زلف

۸۰۷ آں مرغ را نگر ہوس دانه که بود؟ غ

آں دل کہ دایمش سربستان باغ بود گوئی ہمیشہ سوخته کدرد و داغ بود  
ہر خانہ دوش داشت چراغ و جالیہن می سوخت رده بہ خانہ کمن این چراغ بود  
من بے خبر قتاده در آں کوس مرده وار نالیدم صدای غلیو اثر و اثر داغ بود  
روزے نہ شد کہ جلوہ طادس بسگرد ایں دیدہ را کہ روزیے راز و کلایغ بود  
دی در چمن شدی دژ بے تو خد خراب بلبل کہ بوہیاز گلشن درد و داغ بود  
رفتم ہوسے باغ دیہ یادت گر بستم بر ہر گلے و گرنہ کرایا و باغ بود؟

شب گفت "میرسم چو بگفتم" بہ خندہ گفت

"خستہ بریں حدیث منہ دل کہ لاغ بود"

۸۰۸  
 داند خرد که از همه عالم بریده اند  
 داند گان که وقت جهان خوش به دیدند  
 خوشی وقت شال که گوشه سعادت گزیده اند  
 محرم درون پرده مقصود نیستند  
 جز عاشقان که پرده عصمت دریده اند  
 برتر جهان جاده هست که کاهل اند  
 آس بختیاں که سدره و طوبی خریده اند  
 کت پرده، کز آس به بلند پریده اند  
 در بیضه پر مرغ برودید بر دل تر آس  
 کز بهر عزم عالم وحدت پوریده اند  
 جان نغز نیست باد گراں این گروه را  
 ناچار رفته اند ره آس که رسیده اند  
 نارفته ره، رونده به جائے نمی رسد  
 داس جان کنان که در غم مال ست جان شال  
 جان داده اند دپاره خلکے خریده اند  
 خسر و مگوے بد که در این گنبد از صدا  
 خلق آس چه گفته اند جهان را شنیده اند

۸۰۹  
 یاران که زخم تیر بلایت چشیده اند  
 بس زاهدان شهر کز آس چشم پر خمار  
 با جان پاره اند همه عالم مدیده اند  
 ترسند گان به جور دلت یا نیستند  
 سبج گسسته اند و مصلّا دریده اند  
 به نامے شکل خود که بسے خون گرفتگان  
 مرغان دشت دال که به سگے خمیده اند  
 تردامنای کماں شده اند از تو که صفا  
 جانهاں به کف نهاده به دین رسیده اند  
 جاروب آستان تو معزول شد ز کار  
 دامن ز سبیل د ز کوثر کشیده اند  
 آنان که عاشقان ترا طعنه می زنند  
 زان جعد یا که بر سر کویت بریده اند  
 معذور دارشال که رخت ملان دیدواند  
 یابند زین پس از غزل خسر د اهل دل

۸۱۰  
 سوزے که در فسانه مجنوں شنیده اند  
 زندان پاک باز که از خود بریده اند  
 در هر چه هست حسن و کلام دیده اند  
 لعل همه در غزل محذوف است۔

خود بین نیند زان ہمہ چوں چشم مردمند  
 روشن دل اند از آں ہمہ چوں نور دیدہ اند  
 چوں ز ہر دال ز منزلِ شہی گزشتہ اند  
 بے خویش رفتہ اند و بہ مقصد رسیدہ اند  
 آزاد گشتہ اند بہ کلّی ز ہر دو کون  
 دز جان و دل غلامی جاناں خریدہ اند  
 با عزم نشستہ اند دز شادی گزشتہ اند  
 از تن رسیدہ اند و بہ جان آر میدہ اند  
 از گفتگوے نیک بد خلق رستہ اند  
 تا مر حباے از لب دل بر شنیدہ اند  
 خستہ و چہ گوی از محم ساقی رمن گرت  
 جامے شراب ساقی وحدت کشیدہ اند

۸۱۱  
 لعل شکردشت کہ بہ جلاب شستہ اند  
 گوی پیا لہ را بہ سئے ناپ شستہ اند  
 در چشم ما ز خون جگر خواب بستہ شد  
 زان رد کہ دقتِ خلعتن از خواب شستہ اند  
 ہر کہ کہ خوشی ہی کند آں عارض چو ماہ  
 خورشید گوئی کہ بہ ہفت آب شستہ اند  
 بہ شکستہ اند تو بہ بہ عہد تو آں کساں  
 کز آب دیدہ منبر و محراب شستہ اند  
 دست از تومی نہ شویم از عزم تمام خلق  
 دست از زمین شکستہ بے تاب شستہ اند  
 از تشنگی بہ سو ختم اے دیدہ شہ بہتے  
 آخر از آں دول کہ بہ جلاب شستہ اند  
 خستہ و کساں کہ غمزہ زناں را دہند چہند  
 از خون عے شش و شصتہ نقاب شستہ اند

۸۱۲  
 اہلِ خود کہ دل بہ جہاں در نہ بستہ اند  
 زان است کز دے آرزوے بر نہ بستہ اند  
 دل را فراخ کن ز پے صید آسماں  
 زیر ملک بہ دایم کبوتر نہ بستہ اند

لہ درن غزل محذوف است۔ لہ درن سہ بیت ذیل زان دست سہ

راہ ارد را زارِ خوش ترا پے نہ کردہ اند  
 نقل از بلند مرغ ترا پر نہ بستہ اند  
 جائے خزاں است آخور رنگین روزگار  
 عیسی و شاں بر آخور او خزنہ بستہ اند  
 منت منہ بہ دادہ کہ بخشنده ایزد دست  
 چوں رزق را بہ روس کسے دینہ بستہ اند

در کار خواجگان که شوی غرق در گهر کایں خانه گلست به گوهر نه بسته اند  
 تیغ تو ز دور است چه خصم همی کشی ؟ بنگن که اهل معرکه زیور نه بسته اند  
 خشت سرتو کردنگون پیش ناکاں

در نه ز چرخ نقش تو ابتر نه بسته اند  
 ۸۱۳ آں رهرواں که گام به صدق صفازند دل را سرب پرده بردن ین سرازند  
 مردان راه زان قدم صدق یافتند تا هر دو کون را لگد بر ققازند  
 جان کنن مست این دن دست پای بر حص آس به گاه کنن جان مست پازند  
 سحر و فسول مستان پی شیخ میر و شاه حلیه گراں که دست به ورد دعا زند  
 بسیار بهترند ز پیران ز پرست شاید اگر ز خاک سیاهش دوازند  
 وقتی بر زق اگر به دعا خورده می دهیم حقا که واجب است که بر دس مازند  
 آنان که عقل شان نه کند حص را سزا بهر چه پای مورچه بر اثر دما زند ؟  
 خست و خوش آں کساں که فروزند شیخ عیش

دانش در این فریب گیر پربلا زند  
 ۸۱۴ دریاب که فراق تو جانم به لب رسید در آرزو دس تور دم شب رسید  
 دمدم به غم گذشته شدم تا چساں رود ؟ دوز عجب گدشت و شب العجب رسید  
 باز آس تا به بوسه نشاتم به پای تو که عشق پای بوس تو جانم به لب رسید  
 زین پس به جان غمزگان ز کجا رسد ؟ کال رفته باز گشت و زمان طرب رسید  
 خسرو دیده بود ادب روزگار هیچ

این که ز حادثات جهان نش ادب رسید  
 ۸۱۵ باز آں شکار دوست زابر و کماں کشید دل صید کرده تیر مرده سو جان کشید

گفتم بہ مغزہ شست غمت، بادرم نہ دشت  
مغزم بہ تیزی ترہ از استواں کشید  
دل دوش می پرید کہ من مرغ زیر کم  
آمد بہ دامن زلفِ خودش کوکشاں کشید  
بتواں کشید تا فنگی ہائے زلف او  
لیکن چو تیر غمزہ زند چوں تواں کشید؟  
بالا کشید زلف و دلم کے رسد بہ من  
کورا بہ بام برد ورتہ نزد باں کشید  
گیرم عنان صبر ز دستش و یک صبر  
خود رفت آں چناں کہ خواہ عنان کشید  
خسرو ز گل رخاں بہ دم سر و مبتلاست

۸۱۶  
چوں بلبل کہ ز حمت بادِ خواں کشید  
شب را بہ جنبِ طرہ تو گشتہ موسفید  
لے از فردغِ روست تو خورشیدِ روسفید  
خطا بر میار تا نہ شود روزِ ماسیہ  
بامن چو وقتِ صبح چہیں گفت شب کہ "ما  
آں روست در خور است چناں باشکِ سفید  
کہ دیم موی در ہوسِ بے اوسفید  
عمر ہوائے زلف تو بختیم و عاقبت  
کہ دیم موی خویش در ایں آرزو سفید  
در آرزوے آں کہ جوانی بود مقیم  
بسیار کردہ ایم در ایں فکرِ موسفید  
بزد درختا و ہند بیاضِ سوادِ من  
خسرو میانِ نظم سیاہی جو سفید

۸۱۷  
باد آمد و ز گم شدہ من خبر نہ داد  
زاں رو غبارے از پے ایچ شہم تر نہ داد  
آمد بہار و تازہ و تر شد گل و صبا  
ناں سرو و نوجواں خبر تازہ تر نہ داد  
خوش دقت باد کش گذرے ہست از آنظر  
ہر چند دور ماندہ ماہِ اخیر نہ داد  
من چوں زیم کہ پہنچ کہ آں نو بہارِ حسن  
بوسے ز بہر من بہ نسیم سحر نہ داد  
گفتم "چگونہ می کشی و زندہ می کنی؟"  
از یکہ جواب گشت جواب دگر نہ داد

لے درن غزل محذوف است۔ لے درن بیتِ فیس زانداست  
نادیدنت بس مست سزا دیدہ را کہ او  
در ماہِ عشق تو شہ ماجز جگر نہ داد



دل برد، گر نہ داد، نہ جائے شکایت  
 کالائے خویش را چہ توان کرد اگر نہ داد؟  
 به گنار تا به قحط وفا جاں دهم از آن که  
 تخم دفا که کاشته بودیم بر نه داد  
 دور اندرت به کج فراق تو بنده مسر  
 به نهاد و آستان ترا در دیر نه داد  
 آمد به روستای آب همه ما ز ما ز چشم  
 مارا کجاست گریه خسرو که در نه داد؟

۸۱۸

دل جز ترا به سینه در دل جانے که نہ داد  
 دیں ملک نما نہ به خورشید و مه نہ داد  
 آتش مباد ریخته هر چند زان رخ  
 صد نشسته را بخت که آب ز چه نہ داد  
 صوفی که خاک نیست سرش در ره بتاں  
 گفتش به سر زنی که پیش کله نہ داد  
 دیدن به خواب هست گنه لیک دوزخی  
 آں کس که در جمال تو داد گنه نہ داد  
 شرمندہ از ہلاکت خسرو مشو چہ شد ؟

۸۱۹

یک جانیتیش داد سر چارودہ نہ داد  
 دل بے رخ تو در گل و گلشن نہ ایستاد  
 دامن کشاں به ناز کشی تا رواں شدی  
 یک پای اہل زہد به دامن نہ ایستاد  
 عاشق جہاں گرفت کہ تاب بخت نہ داشت  
 بلبیل به دشت رفت به گلشن نہ ایستاد  
 لے دیدہ آب خویش نگہ دار بعد از این  
 کاش به دہ رسید بہ خرمن نہ ایستاد  
 گویند "منگوش مگر از فتنہ جاں بری"  
 بسیار خواستم کہ دل من نہ ایستاد  
 از آؤ بندہ دیدہ ہمایگاں تہی  
 کم خشک شد کہ دیدہ بہ روزن نہ ایستاد  
 من جامہ چوں قبا نہ کنم کہ فغان من  
 یک جامہ درست بہ یک تن نہ ایستاد  
 خسرو بہ راہ عشق سلامت مجوز آن کہ  
 تیغ صلت ایں کہ بر سر و گردن نہ ایستاد

لے لے درن غزل محمدون است -

۸۲۰ مارا شکیخ زلف تو در چچ و تاب برد  
از راه دل در آمد و از روزن و ماغ  
روزے عجب مدار که طوفان بر آورد  
چشمم که بود خانه خیل خیال تو  
زاهد براس تجالس زندان باده نوش  
دوران پیریم به سر آورد در زنجیر  
آرام و صبر از دل از دیده خواب برد  
رخسکه دیدہ بسته به شکیس طناب برد  
بار این افشک دیدہ که دست از حساب برد  
عمرت دلاز باد که آن خانه آب برد  
دوش آمد و بدوش سبوس شراب برد  
بجز این یار رونق عسدر شباب برد  
خسرو بے خطاک به طغرای دل بران

خواهد برات نام به روز حساب برد

۸۲۱ خواب گمان میر که زاد لاد آدم اند  
خوانید روح دایق و مجنون و دیس را  
اے سلسبیل راحت دای چشمه سحیات  
هر شب منم ز نقش خیال تو در گره نو  
جان اند یا فرشته دیار دح اعظم اند  
کایشان دین پرده کاین ساز محرم اند  
بر تشنگان سوخته لطف که در هم اند  
چون بوم و شبیر که ز خویش می رسند  
خسرو که زنده نیست نصیحت چه می کنند؟

۸۲۲ باد سحج بر سگ مرده چه می دهند

اے هم راہ که اگر از آن فتنه من اید  
نامہ کنید سوس ویم تا بدو رسم  
بر خاک من رسید پس از مرگ هر گیاه  
اے طالبان وصل ز ما دور کن فراق  
اے تائبان عشق یک دیدنش روید  
چشمایک بس مست که میرند بهر اد  
گره شد من برید و بر آں ماهم انگنید  
خاک ستم کنید و بر آں خط پر انگنید  
کو مانه بوسے دے بود از پنج بر کنید  
ما چاک سینه ایم و شما چاک دامن اید  
دائم که زاهد اید اگر تو به بشکنید  
گوئی نمیند زنده چو یک جان بر یک تن اید

لے گے در لہ غزال محزون است۔ لے بیت محمد وفا است دران۔

خسرو کہ سوخته دل ادب پس دیش دہید  
داں دل کہ سوخته نہ بود آتشش ز نید

۸۲۳

دل در ہواست اسے بت عیار جاں دہد  
از رشک زلف غالیہ ساسے تو ہر شبے  
چوں بلبلے کہ دور ز گلزار جاں دہد  
گر جاں بود بہ نافہ تیار جاں دہد  
چوں شفقت کہ بر سر بیمار جاں دہد  
کو شوق آں دلیل شکر بار جاں دہد  
تا دل بہ زیر پائے تو ایشار جاں دہد  
یارب تو جاں بہ سرور سی دہ کہ در جہن  
خسرو بہ غمزدہ تو دہ جاں چناں کہ کس

۸۲۳

بودست شمعگان ستم گار جاں دہد  
دل باز سے آں بیت بد خوچہ می رود؟  
ت  
ایں خوں گرفتہ باز در آں کوچہ می رود؟  
چوں رفت از من آں دل نادان دلے صبا  
ہم شب بر آں غنیمت میں کوچہ می رود؟  
گلگشت باغ می کند امروز سرد من  
بنگر کہ باز ہمہ گل خوشبو چہ می رود؟  
آخو گئے نگشت صبا نزد کوے ا  
چندیں بہ سوے لالہ خود در چہ می رود؟  
جاں می رود ز من چو گرہ می زند بہ زلف  
مردن مراست از گہ او چہ می رود؟  
زین منوشتہ منتظرش طالبان خوں  
آں شوخ پر شکستہ بر آں سوچہ می رود؟  
جاں بہلنے از رخ ادگشتہ شد ہنوز  
دیوانہ خلق دیدن آں رو چہ می رود؟  
سر سبز شد لبش اگر آب حیات نیست  
ایں خضر باز بر لب آں جو چہ می رود؟  
از بہر خویش خسرو بے چارہ خوں گر گیت  
بر روی ادبیں کہ از آں پیہ می رود؟

لے بیت محزون است درن - لے درن بیت محزون است -

۸۲۵  
 عمرم در آرزوے توفرت مست دمی رود  
 صبرم بہ جستجوے توفرت مست دمی رود  
 رفتے دلوے زلف تو ماند ہزار دل  
 دنبال تو بہ دلوے توفرت مست دمی رود  
 سوے در تو رہبر جانہاے عاشقاں  
 بادے کہ آں بہ کوے توفرت مست دمی رود  
 خونا بہ ایست از دل بچوں منے دگر  
 آہے کہ آں بہ جوے توفرت مست دمی رود  
 بالے قصاص بہر چہ آموزد رقیب ؟  
 کایں شیوہ ہا ز خوے توفرت مست دمی رود  
 درجاں ہی رود سخن دمن ہنادہ گوشش  
 ہر جا کہ گفت گوے توفرت مست دمی رود  
 در کس عناں کہ چوں سر خستہ ہزار بیشش

۸۲۶  
 پیشست از عشق رودے توفرت مست دمی رود

افسوس از ایں حیات کہ بربادی رود  
 کائین مانہ بر ریش داد می رود  
 ہر دم ز من کہ پیردی دیوخی کنم  
 بر آسماں فرشتہ بہ فریاد می رود  
 وہ کایں دل خراب عمارت کیاشود ؟  
 سیل منش چنین کہ ز بنیاد می رود  
 زاہد بہ پند دادن و بے چارہ مست لا  
 خاطر بہ سوے لعبت ناشاد می رود  
 گاہ خار صد نیت تو بہ می کنم  
 چوں ساقی آمد آں ہمہ از یاد می رود  
 اے من غلام دولت آں نیک بندہ ل  
 کز بندگی نفس بد آزاد می رود  
 ضایع میکن بہ خندہ کو بازی بسان گل  
 ایں پنج روزہ عمر کہ بربادی رود  
 اے نفس پند گیر کہ اختر بہ گردش مست  
 اے مرغ ہوش دار کہ صیاد می رود  
 آہستہ نہ بہ رودے زمیں پائے کا دمی  
 بر رودے زاہدان پری زاد می رود

زخم زبان خستہ اثر کے کند ترا ؟

۸۲۷  
 نے خود سخن بہ تیشہ سر باد می رود

باز آں سوار مست پہ بچہ می رود  
 دستم ز کار و کار ز تدبیر می رود

اے کاش باز بردیِ خوین من رسد  
اے کاش می دو اند دما کشته می شوم  
نقاشش چیس بہ قبلہ محراب برویش  
من بے ہشتم کہ می دہد از سر و نشان؟  
ہر ساعے کہ می گذرد قاتمتش بہ دل  
دیوانہ شد دلم، رہ زلف تو برگرفت  
عشقت نہ سرسری ست کہ با عشق آدمی  
ما و شراب دشاہد مستی د عاشقی  
نزدیک شد ہلاکت خسرو ز دوریت

در کار او ہنوز چہ تقصیر می رود؟  
چشم تو خفته است کہ در خواب می رود  
ہندو سنبلی تو چہ درد دلاد است؟  
ہر دم ز شور پستہ شیرین تو مرا  
گشتم در آب یدہ چناں غرق کایں زماں  
ساقی عیان سکرش گلگون کشیدہ دار  
ما را از طاق ابرو جانان گریز نیست  
خسرو چو شست معکف آستان دوست

بہرگز بہ طعن دشمن از این باب می رود  
دل می بری بہ رفتن و ہر کو چناں رود  
ہنگام باز رفتن تو مردن من ست  
مردم زمیں ز دیدہ کند تابداں رود  
ناچار مردنی بود آں دم کہ جہاں رود

لہ درن غزل مجذوف است۔

ہر خاشے کہ روے تو بند فغاں کند  
من منت جفاے تو بر جاں نغم از آن کہ  
ہر گہ کہ پیر سوسے تو آید جواں رود  
شمشیر دوستاں ہمہ بر نیکواں رود  
بچوں ہر چہ درد دل ست مہر زباں رود  
اے دل مباد بر تو کہ بادِ خزاں رود  
آساں مگر آہ و دم سر و عاشقاں  
فریاد خواست مست بگویش لے رقیب  
اے نہ کجا رسی بہ رکابِ نگارِ من  
مارانہ بخت یار و نہ یار آشنا، دروغ  
ایں عمر بے بدل کہ ہمہ را یگاں رود  
خسرو اگر بتاں بہ قصاصے رداں کنند

۸۳۰ خوش دل چخاں کسے کہ کسے میہاں رود

ایں دل کہ ہر شبیش ز سولے فزوں رود  
نہاں دل بریم ز سوداے عشق از آن کہ  
یک دم چہ باشد اوسے صبر سکوں رود  
دیوے ست ایں کہ نہ بہ دعا و فسون رود  
گر یہ ز چشم تو ز نہایت فزوں رود  
از چشم من گر از بہ دل آب خوں رود  
دل در درد و ز دیدہ عاشق بردوں رود  
باز فداش دیدہ دُل آن ماں کہ اد  
نظارہ تو ہست کشندہ ترا از فراق  
جاں زیرِ پایے تو بہ ہوس می دہم مگر

خسرو چو لافِ عشق زوی از بلا نترس

۸۳۱ زیناں براہلِ عشق سے آزموں رود

سوداے دیدن تو ز دیدن نہ می رود  
می آئی دہمی تیم از دور چوں کنم ؟  
عشق رخت بہ جو رکشیدن نہ می رود  
کایں زار ماندہ جاں بہ بین نہ می رود

لہ درن مقطع محذوف است - لہ درن غزل محذوف است۔

از دے چہ کم شود ز رخ ارجاں دہد بہ غلتی حسن بہت خانہ سوز خرمیدن نہ می رود  
 بیداریم بہ کشت اوہ لے سارباں نحوش کایں سوزم از فسانہ شنیدن نہ می رود  
 می بینش ز دورایم سیر چوں کنم ؟ چوں تشنگی آب ز دیدن نہ می رود  
 خسر و قولات زہد بہ خلوت چہ تی زنی  
 کایں آرزو بہ گوشہ خرمیدن نہ می رود ۸۳۲

شہبہا سیر در دم دخواہم نہ می برد دیں آب دیدہ سوزش تاہم نہ می برد  
 جور زمانہ برد ز من ہر چہ بود، دے کایں در دعا شقی و شستاہم نہ می برد  
 عہد بہت پرستی و مستی گذشت ہیچ خاطر بہ سوے زہد و ثوابم نہ می برد  
 گر چہ خوش است شربت صافی دے چہ شود ؟ کہ سینہ تشنگی شرباہم نہ می برد  
 از مسجد آ رہی می شنوم غنفل دعا از گوش، بانگ چنگ در باہم نہ می برد  
 دی یار نازنین کہ دل از دست ماہ برد می خندد و شک ز کب باہم نہ می برد  
 اشب و دمازی شب ظالم مرا بہ کشت کاندہ غم ز جان حسراہم نہ می برد  
 من گریہ ماہ جملہ نگہداشت می کنم در نہ کدام روز کہ آہم نہ می برد  
 لے دل ز قصہ من و از سر گذشت خویش افسانہ اے بگو کہ خواہم نہ می برد

چوں گل درید سینہ خسر و نسیم دوست

بوسے بہشت ہیچ عذابم نہ می برد ۸۳۳

سیمیں ز رخ کہ طرہ و عنبر نشان برد دل را در انگند بہ چہ در سیمیاں برد  
 می گفت سرودی کہ از ادیک سرم بلند کو باغبان کہ تا سر سردرداں برد  
 تیغ از چہ می برد ہمہ پیوند ہاے جاں فرقت بتر کہ ہمدی دوستاں برد  
 کے دردناک تہ بود از ضربت فراق ؟ جلا دگر بہ گاہ قصاص استخواب برد

لہ درون غزل محذوف است۔

بر عقل خویش تکیہ مکن پیش عشق از آن کہ دزدے سست کو غفلت سیر یاساں برد  
اے ہجر سخت بیخہ بہ بر بند بند من عیب ست آن کہ ترک زمست کمان برد  
یک بار سر بردہ رہاں مستمند را تا چند تیغ جو رہ تو نا ہر باں برد  
تو جان خسرو دی دہ جان و سرت کہ گھر

۸۳۴ بنود امید وصل ز جان و جہاں برد غ  
آں نخل تر کہ آب ز جوئے جگر خورد بے چارہ بلبلے کہ از آں نخل بر خورد  
کشتِ خبثت بہ دست نیاید دہلے قیاب جائے کہ پا گرفت خدنگ سحر خورد  
من بے خود ایں چنین ز رخسار شمع لے لطف در نہ کسے شراب ز من بیشتر خورد  
لے یاساں ز خواب ہم پرسی ہاں عمر پس تا آہ کہ جاہل ست غم خواب نور خورد  
خوش طویطے ست خسرو مسکین بہ دام ہجر

۸۳۵ کز بخت خویش خضہ بہ جلے شکر خورد غ  
عشقت خبر ز عالم بے پوشی آورد اہل صلاح را بہ قدح نوشی آورد  
دخسار تو کہ تو بہ صد پار شکست خود یک شد کہ رُو بہ سیم پوشی آورد  
شوق تو شمع است کہ سلطان عقل با مومے جہیں گزفتہ بہ چاد نشی آورد  
مردن بہ تیغ تو چو بہ کوشش میست مردہ ست آں کہ میل بہ کم کوشی آورد  
گفتم کہ ز لب زبانی دوانہ شربتے گفتاں مفرح ست کہ بے پوشی آورد  
من نا تو اں زیاد کہے شتم طیب آں دار و دم بدہ کہ فراموشی آورد

خسرو اگر فسون پر می نیست در سرت

چشم از فسون بہ پوش کہ مد پوشی آورد

۸۳۶ ناگاہ پیش از آن کہ کسے را خبر خود آں بے وفاے ہمد سکن را سفر خود

لہ لہ درن عزل محذوف است۔



کمر دند آگم کہ فلاں رفت دور رفت  
 ادھی رو دجو جاں دھراہست ہم آں  
 نزدیک بود کز تن من جاں بدر شود  
 کو بر سرم نیاید دھرم بسر شود  
 تا سوسے آں خلاصہ جاں دجگر شود  
 لیکن خبر چگونہ رساند بہ سوسے من  
 قاصد کہ ہم ندیدن اد بے خبر شود  
 بیگانہ تر بر آید و بار یک تر شود  
 بیرون کشم دد دیدہ اگر دست در شود  
 لے آب دیدہ ایں دل پر خون بہ بر زمو  
 در پای اد لگن مگرش دل دگر شود

مگر تا بہ لب رسید فلاں را ز دیدہ آب

۸۳۷ نال بیشتر بہ پایے کہ بالائے سر شود

ہر شب دلم ز دست خیالت زبوں شود  
 خوں ریز گشت مردم چغت چو ساتے  
 تا حال من بہ عاقبت کار چوں شود  
 کز دستے قراہے سرنگوں شود  
 دسم ہنوز زیر رخداں ستوں شود  
 ہر شب بہ چو رخ کاہش من نغزوں شود  
 گر لیک بیندت بہ تگ پایہوں شود  
 سو گندی خورد کہ بہ آتش دیوں شود

یک بارگی خیال تو مارا زبوں گرفت

۸۳۸ زیں گونہ کس چگونہ کسے را زبوں شود

ہر روز چشم من بہ جمالے سر د شود  
 لے دے ایں دد دیدہ بدین من بہ ہیں  
 ایں دل کہ پارہ باد گرفت ارا د شود  
 تاہر چہ بہ دیدن ر دے نکو شود  
 آید درون سینہ ددر جستجو شود

لے در غزل محذوف است۔ لے درن بیت محذوف است۔

گویم "بگو بے با من مسکین حکایت" گوید میان هر دو بهم گفتگو شود  
 ما آں که دیده هرگز از مردی نه دید هم در دو دیده مردم چشم بهم شود  
 شرمند گشت اشک من از چشم من چنانک هر لحظه آب گردد در خود فرد شود  
 ابرو کشد بگوش و رخ را کند نگاه بوجان هند بدوش بدنبال گو شود  
 اسال خود به دایم بلاے فتاده ام کز دے به هر دم غم صد ساله نو شود  
 گویم "فتاده را به کش از خاک" گویدم "از بدین قدر که قد من دو تو شود"  
 هر چند کاب ردے نه باشد چو آب جو هر روز آبرویم اند او آب جو شود

آرد هم از پے لب او آب در دهاں

غ

از جوهر پیرخ گر گل خسر و سبو شود

دل رفت آرزوے تو از دل نه می شود دل پاره گشت در دو زایل نه می شود  
 نه می شود مقابل ردے تو هر شبے یک روز بارخ تو مقابل نه می شود  
 ردیم ز راست و بر در تو خاک می کنم وصل تو کیمیاست که حاصل نه می شود  
 ضلالت من حایل گردد دل ز دست تو دستم به گردن تو حاصل نه می شود  
 بنشسته ام به غم که ز عشق تو خواستن با آن که جاں همی شود دم دل نه می شود  
 دل منزل غم آمد از رهزنان هجر یک کار و این صبر به منزل نه می شود

خسر و در افتاد به غرقاب آرزو

چون کشتی مراد به ساحل نه می شود

۴۴۰

کارے ست در سرم که به سامان می شود در دے ست در دلم که به درماں نه می شود  
 می کن به ناز خنده که دیوانه تر شوم دیوانگی من چو به پایاں نه می شود  
 جانم فدای نرگس او باد هر زمان خوں می کند هزار دیشماں نه می شود

لے لے درون بیت محزون است - لے لے درون محزون است -

دل راز عشق چند ملامت کنم کہ پہنچ ۹  
 ایں کس کہ گشت عاشق دے دل زدستی  
 ایں کافر تدبیریم مسلمان نہ ہی شود  
 گوئی نہ عاشق سنت کہ بے جاں نہ ہی شود  
 خسر و کہ ہست سوختہ و خام سوز عشق  
 آتش زنش کہ پختہ و بریاں نہ ہی شود

۴۴۱

زاں گل کہ اندکے بہ تہ مشک ناب شد  
 در خود گیش دیدم و گفتم کہ "مہ شوی"  
 بسیار خلق از مرہ درخون خضاب شد  
 او خود بر اے سوزش خلق آفتاب شد  
 آں سادگی کہ داشت بہ سرخی شدش بدل  
 قندے کہ داشت نیشکراد، شراب شد  
 بہر خدا و گر بہ دل من گذر ممکن  
 اے چشمہ حیات کہ خون من آب شد  
 جز بوسے خون نیامد از او در داغ من  
 از زلف او گئے کہ جہاں مشک ناب شد  
 مسکین کسے کہ جان دل او خراب شد  
 لے پند گوے نزد تو سهل ہست عشق لیک  
 دی دہچمن شد م کہ کشاید مکر دلم  
 آہے زدم کہ آں ہمہ گہما گلاب شد  
 در خواب پیش چہرہ خسر و پدید گشت

۴۴۲

سلطان گذشت و قصہ انقش آب شد  
 بر من کنوں کہ بے تو جہاں تیرہ فام شد  
 تو خوش بہ ناز خفتہ کہ عیشت حلال باد  
 ہر مرغ شاد با گل دہر سر در چین  
 ناز و کرشمہ لے کہ کنی ہر دم لے صبا  
 می ز میردت کہ پیش تو سلطان غلام شد  
 در آستانہ لای رسیدن کرار سد؟  
 لے شمع جاں در آے کہ روزم پر شام شد  
 مسکین کسے کہ خواب بہ چشمش حرام شد  
 بے چارہ بلبے کہ گرفتار دام شد  
 دانی چو بشنوی کہ فلا نے تمہام شد  
 آں عاشقے کہ دور زمانیک نام شد  
 بدنامی ہست عشق بتاں بہ دور بہ زما

لے درن بیت مخدوف است۔

دی آں کلاه زہد کہ صوفی بہ فرق داشت بر دست ساقیہ چو تو امر و زجام شد

خسرو کہ ز نسبت با ہمہ خواباں بہ تو سنے

ایک بہ نیم چاکب عشق تو رام شد

۸۴۳

باز این دلم خدنگِ بلا را نشاند شد وین ز ہر بار دوش بہ سوسے مار و نہ شد  
بیدار بختِ ماکہ تو دیدی بہ خواب رفت و ان عیشہلے خوش کہ شنیدی فسانہ شد  
محلے کہ در فراخی عیشم رفیق بود چون دید تنگی دل من بر کرانہ شد  
مرحے کہ آسمانِ قفس بود میہماں بگر قفس شکست و سوسے آشیانہ شد  
آں سر کہ صوفیانہ کلاہش گراں نمود بہر بتاں سبکوش مختارِ حسانہ شد  
صوفی کہ داغِ رابہ ہزار آبِ یدہ شست زاد بدوار چہ مست شرابِ مغانہ شد  
دوری باہر خود رگِ جانم گسستہ بود تیغے کہ ز رقیب بدانم ہسانہ شد  
کہ کاپشے ز دشمن و گہ طعنہ اس ز دوست مسکین کسے کہ بستہ بند زمانہ شد

خسرو ز بس غبارِ حسد خاک می خورد

ز ان خاک رہ کہ لازم آں آستانہ شد

۸۴۴

گفتی دلت مرا شد و از من جدا نہ شد گو شوا ز آں ہر کہ شود، گر صوانہ شد  
روزے صبانہ رفت بہ کویت کہ ہر دست صد جانِ پاک ہمدرد بادِ صبانہ شد  
پرسی مرا کہ از چہ چنین مبعلا شدی ؟ " آں کیست کو بہ دید ترا مبتلا نہ شد ؟  
بستیار داشتہم دل آبا و را خواب مانا رہا شود تپش من رہا نہ شد  
در گردن من آں ہمہ خونہا کہ می کند خون ریزما کہ بچ خدکش خطانہ شد  
دی گرم کہم کہم کہم رہش بسے ویدہ خاک گشت بد بختیم کہ چشم منش زہر پانہ شد  
کہ دلم میان خونِ جگر آسختا بسے کال آشتاے خونِ دلم آشتانہ شد

لے درن غزل محذوف است۔ لے درن بیت محذوف است۔ لے درن بیت  
ذیل ناہداست۔ غرضید من خیال تو از من گئے نہ رفت۔ مانند سایہ کہ ز مردم جدا نہ شد

چشم وصال نیست ایچ نعل دوت

۴۳۵ شکر خدا که حاجتِ خسرو روانه شد

از حال مات پنج حکایت نه می رسد در کار مات بیش عنایت نه می رسد  
گویند بگسلد چو به غایت رسید عشق جانم گسست عشق به غایت نه می رسد  
گمراه چنان شد دست دلم بادمان تو کش از کتاب صبر هدایت نه می رسد  
بگذشت دوش زلف زنت پیش چشم من ماهی گذشت شب بنایت نه می رسد  
از خون فوشته قصه در دشت سواد شک هر روز در کدام دلایت نه می رسد

ای عقل به گذرا ز سر خسرو که مر ترا

در کار اهل عشق کفایت نه می رسد

۴۳۶ باد صبا ز نافه پینت نه می رسد بوی به عاشقان غنیمت نه می رسد  
خاک توایم و چشم تو برمانه می نرسد ماهی و پر تو به زمینت نه می رسد  
شمع که آسمان و زمین زوموراند در روشنی به عکس حبیبیت نه می رسد  
گفتم که کام دل بستانم ز لعل تو دستم به پسته شکرینت نه می رسد  
ای درج لعل دوست مگر خاتم جمعی زینان که دست کس به نیکینت نه می رسد  
هرگز ترا چنان که قوی کس نشان نه داد پای گماں به حد یقینت نه می رسد  
مفتی پیوے بر در زندان که امر و نهی بر عاشقان بے دل و دینت نه می رسد

با خار ساز، خسرو اگر گل به دست نیست

۴۳۷ سز گلشن زمانه بجز اینت نه می رسد

یا به کش از کرشمه و خوبی نشان بود از دے وفا محو که تا هر یاباں بود

اے آفتابِ بارِ دگر چوں تو نت دید  
جائے کہ سایہ تو بر آسِ دل گراں بود  
نزدیکِ دل بوندِ بتاں داں کہ چو تست  
نزدیکِ دل منگوے کہ نزدیکِ جاں بود  
گر دے تانفتی سخنِ گوے در چمن  
گلِ راہِ ہند قیمتِ دبو را لگاں بود  
غلامِ شیشِ حکایتِ حالِ ستِ گوشِ دار  
عاشق کہ در حضورِ رختِ بے زباں بود  
گفتی کہ نالہ باے فلاں گوشِ من بہ برد  
آخِ چنیں چرا ہمہ شب در فغاں بود  
آں را کہ می غلی ہمہ شب در میانِ دل  
گونا بہ روزِ نالہ کند، جائے آں بود  
عنداً جدا مباش کہ در جانِ خسرو می

۸۳۸  
ترکے د خوب روے کسے کایں چنیں بود  
گر خود ہزار سالہ رہ اندر میاں بود  
مایم د خوباے پریشاں تمام شب  
خود عجب اگر دلِ ادا نہیں بود  
تبغیم نہ بر قفا، بہ گلوزن کہ گاہ مرگ  
خوش دقت آں کہ با چو توئی کف نہیں بود  
پیرایہ لگو بود از دستِ دست تیغ  
ردیم بہ سوے تو، نہ بہ روے زمیں بود  
د آں خوں کز اد چکہ علم آستیں بود  
اے مستِ ناز جوئے خود را بہ روے خاک  
مفکن کہ پاس لغزِ بزرگان دیں بود  
ساقی مرغِ از من در سوا کیم از آں کہ  
دیوانہ را شرابِ دہی ہم نہیں بود  
فریادِ عاشقاں ہمہ شب گرد کوے تو  
چوں بانگِ مؤذناں کہ بیاس پسیں بود  
شد جان صد ہزار چمن در سر لبت  
آرے بلاے مور مگس انگبیں بود  
یارِ بچگونہ خواب کند آں کہ خسروا  
ہر شب ہزار بارش اندر کمیں بود ؟

لہ بیت محدود است درن۔ لہ بیت محدود است درن و بہ جایش بیت ذیل  
اضافہ است ۵

زداں جا کہ هست کہ خندہ گلِ بلبلِ خواب  
برحق بود کہ عاشق روے چناں بود

مشتاقان چوں نظارہ آن سیمبر کند  
 صورت گریے نقش خود از جاں کند سخن  
 طاقت نند بہ گوشہ و آن کہ نظر کند  
 چون کسے ادبہ دید سخن مختصر کند  
 تا خانان گل ہمہ زیر و زبر کند  
 باشد کسے کہ پوسفت ما را خبر کند  
 من می کنم، گرایں دل بد خود بر کند  
 گویند دوستان دگر کن بہ عباس او  
 دی پاره کرد سینہ مجروح سن سرش  
 در آدمی مگر کہ بہ دیوار افتد

اندیشہ من از دل خود کام خستوست  
 صعب کفے بود کہ سر از خاک در کند

چشمی کہ قصد جان من تا تو اں کند  
 مرغ دل آشیانہ بہ زلف تو می کند  
 گویم کن بہ قصد دل من، یہاں کند  
 چوں طوطی کہ میل بہ ہشتاں کند  
 سودش ہیں بود کہ مے را زیاں کند  
 آسان شدہ دیکہ شمشیر میاں کند  
 از تیغ گردنش بزخم گرزباں کند  
 معنی ہزار بار دل من فغاں کند  
 از سوسن پر آمدن و زود رفتنت  
 شمع کہ پیش تو چو ماہ تو بر گشتند

خسرو چو در تومی نہ رسد بائے ارباب  
 دل را بر آب پیدہ نشانہ رواں کند

شوخی نگر کہ آن بُت حیار می کند  
 ہر دم بہ شیوہ مے ز کسے می برد دے  
 دل را بہ بنو زلف گرفتار می کند  
 در حلقہ مے زلف، لکڑں ساری کند  
 دامن در رخ بود کہ یافت پیروست  
 انکار عشق بازمی مای گشتند خلق  
 ما خاک آن کیم کہ این کار می کند

سہ جملہ مدح غزل محذوف است۔

تا دید شیخ رونق بازار عاشقان      هر باداد خرقه به بازار می کنند  
جز عقل عاقلان نه کند صید چشم تو      مست است قصد مردم بهیاری کند  
در خورد در مست نیست نثار سرو ترا

خسرو سرے که دارد ایثار می کند

تا همین زلفت بر رخ دلدار نشکند      بازار حسن و رونق بازار نشکند  
گر یار بشکند دل مارا هزار بار      دامن بدی قدر که دل یار نشکند  
ما را مباد تو به زمستی و عاشقی      تا جام عشق و کوزه خمار نشکند  
زا هر چه اطمینان صفا کنی ، بگو      تا عهد تو به مردم بهیاری نشکند  
و در عاشقی در مست نه باشد کسی که داد      هموس خویش به سر بازار نشکند  
باز عهد تست عهد دل مارا زینهار      در گوش ادبگو که زینهار نشکند  
در پای بوس یار ز خوغای عاشقان      سر دارد که گوشه دستار نشکند  
گر آب خضر خندانست با خود چه شد؟      ز رخ گهر به طعن حسد یار نشکند

خسرو ز زلفت یار غلامی طمع دارد

تا این دل شکسته به یک بار نشکند

چون طره تو سلسله بریا سمن هند      خورشید پیش وای تو سر پرزین هند  
هر بوی خوش که باد زلفت بزر بلبلغ      اندر قباے غنچه جنگ آشنی هند  
دیوانه لطافت اندام تست آب      ماناکه باد سلسله بر آب ز این هند  
در خوشن زین زگرانی فرد خود      جابے که قامت به نشستن سرین هند  
چشمست اگر به خست کلاه گنجش به ناز      خلق چه شد که بار بر آن نازین هند  
شکر کشید ما صفت از سبزه بر سمن      دین پس خراج بر گل بریا سمن هند

لعل مدد خزل کف دست است لعل و لعل بهد دران محو صداست



در بوسه لب ترش کنی و جفا بردارم  
 زان چاشنی بر سر که در انگبین نهد  
 سر زوت که پاسبان ناز بر این دیده می نهد  
 خسته و بر آستان شهر راستین نهد

چشم فسون گزیده دام فسون دهد  
 خونا به می خورم ز غم و گریه می کنم  
 غم در دل و جگر خور دارم بدای بود  
 مست نشاط و عیش کجا گردد آدمی؟  
 گفتی "برون ده غم خود" چون نهان کنم  
 اجر بے جور می کنمت بر خود لے محب  
 خسته و ز بهر آن که خور و سنگ بردارم  
 خود را میان حلقه طفلان بون دهد

هر گاه مُرغی از سر شاخه نوازند  
 فریاد از آن دے که به فریاد هر شب  
 بے نغمه طرب که بود از خوان مرگ  
 لے فاخته ز نازن آتش به بوتان  
 او در خرام و ددیده برایش چه کم شود؟  
 بے خواست کسب از دل من می زند به ترس  
 لے پند گوے شیفته را چون نه ماند رنگ  
 غلغله را کنیش که کلوش جفا زند

خسته و ز رشک غیر به جفا می رسد بے

خیزد و فیاضی چو گدا بر گدا زند

یک وزیر اگر قدمے سوئے من زند  
 خواہم ہزار جاں ز خدا تا کنم نثار  
 در خور دوست نیست مگر اشک چشم  
 مردم در انتظار کہ کے حلقہ بر درم  
 چشمش ہزار قلب شکست از مرہ ہنوز  
 بخت رمیہ خمیدہ پہلوئے من زند  
 در ہر قدم کہ سرو من بوئے من زند  
 در پیش مردمان ہمہ در روئے من زند  
 زلف نگاہ سلسلہ کیسوئے من زند  
 لشکر کشد کہ بردل بد خوئے من زند

خسرو ز ناز و کج عشق دم ز نیم زبانی

لاف محبتش سر بہ موئے من زند

آں خوں کہ گاہ مستی از آں مسحا چکد  
 شود چو رخ بہ صبح، کند غرقہ خلق را  
 لے زا ہزار دعاے بد امین مشوک شب  
 جام لبست کہ محتشماں را حلال باد  
 مردم در این ہوس کہ شبے سرخس بہ پاش  
 خاک درت بہ چشم من از گریہ خوں خورم  
 محکم قبا مبد کہ دامن بہ گیر دست  
 شمشیر آبدار کشیدی بر اہل عشق  
 از زلف فتنہ بارد و از جاں بلا چکد  
 ہر قطرہ لے کہ از رخ آں آشنا چکد  
 مستان دعا کنند کہ خوں از دعا چکد  
 زود جبرعہ لے چہ باشد اگر برگدا چکد  
 زان گوئہ کہ چشم من زیر پا چکد  
 تا خود جز لے چشم من آں تو تیا چکد  
 خون ہزار دل کہ ز بند قبا چکد  
 دولت بود کہ ضرب از آں سوا چکد

تو می روی و از پے خوں ریز خونین

خسرو دانا کہ خوف اسپت کجا چکد

شبے کہ دگریم از بام ہجر ماہ بر آید  
 بہ منزلی کہ گذشتی ز اکبیدہ ام آجاں  
 ز پردہ چوں بد را نمی برک دیدن دیت  
 ز جان سوخته ام صد ہزار آہ بر آید  
 ہزار لالہ خونیں ز خاک راہ بر آید  
 ہزار یوسف، تنہاں ز قعر چاہ بر آید

سلاہ و سلاہ در غل محذرت است

چہ عشوہ دُچ کرشمہ چہ دلبری است کہ چشمت ہمہ بہ مردم مسکین بے گناہ برآید  
 ز حالِ خستہ و مسکین نظر در بختِ مفرما  
 کہ کارِ ماز تو لے جاں بہ یک نگاہ برآید

۸۵۹  
 بہ بامِ خویش چو آں ماہ کج کلاہ برآید      نفیر و نالہ من بہ سپہر و ماہ برآید  
 نگہ تو داریش از سوزِ جانِ خلقِ خدایا      چو او خرامد ہر سو ہزار آہ برآید  
 چو چشمِ سرخِ کُشم بہ رخِ دیدارِ دخول      ہزار آہ کہ داد از دلِ سیاہ برآید  
 فتاد در زنجِ او، دلا کہ میر کہ زلفش      نہ رشتہ است کز او غرقے ز چاہ برآید  
 ز رے خوب مُراد تو محی دہند و لیکن      ہزار توبہ کجا پیشِ این گناہ برآید  
 شبے بگاہ ترک سر ز خوابِ ناز برآید      کہ آفتاب نیارد کہ صبح گاہ برآید  
 چنین کہ اخترِ خستہ بہ زیرِ خاک فروشد

۸۶۰  
 مگر ز دولتِ شاہِ جاں پناہ برآید  
 چو آں بت از سر کو با ہزار ناز برآید      ز خلقِ ہر طرفِ آہ جاں گداز برآید  
 ز تند بادِ جگر ہا مراد و نہ بہ لرزد      گلے کہ بر سرِ آں سر و سر فراز برآید  
 مرا نہالِ قدش بر جگرِ نشستِ بد انسان      کہ گر ہزار بار بر گنجد باز برآید  
 بہ یادِ آں قد و قامتِ سرشاکِ لعلِ چشم      بہ ہرزہاں کہ بریزد، در خستِ ناز برآید  
 چو پشتِ دستِ گزم از فسونِ حیرتِ پیش      فسونِ حیرتِ از نقشِ گاہِ گاز برآید  
 محبِ مدار ز بارانِ عشق و تخمِ محبت      چو سبزہ از گلِ محمود اگر ایا ز برآید

نماز نیست مرا بجز بہ ثوے بت نہ ہانا

کہ کارِ خستہ و گمراہ از آں نماز برآید

۸۶۱  
 چو ترکِ مستِ من آلودہ و شرابِ آید      ز شورِ او نیکے دردِ دلِ کباب در آید

لے دن غزلِ محذرت است

لبش اگر کشدم در سوال بوسه نہ ترسم  
 بیا که ز اہد خشک شبیت مست بیاید  
 بہ گمردیدہ خود خارستی از مژہ کردم  
 گئے کہ روئے بہ یوار بہرمان تو آرم  
 سر از ریحہ بردن کردہ امی بہ سوختم آخر  
 کجاست تیر مژہ راست می زنی بدل من  
 ز بہر دیدن بہنستان زلف تو بہر شب  
 و لیک غمزه مباد کہ در عتاب در آید  
 بہ جہنم ترکند آن زہد در شراب در آید  
 کہ نے خیال تو بہر دل دد خواب بر آید  
 عمارتے مست کہ اندر دل خراب بر آید  
 رہا کن کہ در آن وزن آفتاب بر آید  
 کہ تیر کج چو بہ آتش صہ بناب در آید  
 بیا بہین کہ ز سیلاب چشم آب در آید

ز گرمی در غم رویت بہ چشم خسرو بے دل

نہ ماند آب اگر بود کہ خون ناب در آید

دلم ز داشت برفتنہ ست پیش باز نیاید <sup>۹۶۲</sup>  
 تمام عرصہ عالم سپا و فتنہ بہ گیرد  
 درید پرده فرو رخت، راز دل بر مہر  
 بتاب ناز کشتی ہزار صاحب دل را  
 چو خاک پای تو گشتم بگو کہ در تہ پایت  
 گرم بگوئی "بوسے بز آن لب شیریں"  
 اگر بہ باغ رسد قامت بلند تو رونے  
 دہند بند کہ "باز آ" من آن مجال دارم  
 و نواز شے ہم از آن یار دل نواز نیاید  
 اگر ز عارض یارم خط جو از نیاید  
 ز پرده ک کہ چنین شد حجاب راز نیاید  
 کسے بہ پیش تو میرد کہ گلا و ناز نیاید  
 بہ خاک و فتن آن گیسوے دوا نیاید  
 مرا ز غایت شادی دہن مسر از نیاید  
 عجب بود کہ اگر سر و درسا ز نیاید  
 کہ ہر کہ رفت بہ کویت، بہ خانہ باز نیاید

جہاں بہ سوخت حدیث نیاز مند می خسرو

خنک بود سخن کز سر نیاید

ہے گذشت کہ چشم خبر خواب نہ دارد <sup>۹۶۳</sup>  
 مرا شبے مست سیہ کہ ماہتاب نہ دارد

بہ جان و دوست کہ مردہ ہزار بار بہ از من  
 کہ یائے از دل بد خوشی من عذاب شد دارد  
 تو کہ کہ با من ہفت ای بنا بر شبت خوش  
 منم کہ روزی مرا در من آفتاب نہ دارد  
 چو گویمت کہ تہ خواہم پس ہست یون ویت  
 مخدہ ہید بہ بے دے کہ خواب نہ دارد  
 نہ عقل ماند و نہ دانش نہ صبر ماند و نہ طاقت  
 کہے چنین دل ہے چارہ خواب نہ دارد  
 بہ کوے تو ہمہ دے زمین بہ گریہ غنیمت  
 ہنوز ہر دور تو دے نہ در دم آب نہ دارد

ز حال خسرو پر سیاہ پر سیش کہ ز حیرت

بہ پیش رے تو جز خاشا منشی جواب نہ دارد

کنت زلف تو عشاق را بہ کوے تو آرد  
 دہر بند کشی چشم فتنہ جوے تو آرد  
 ہزار کوہ غم از دل بہ یک نظر بر باید  
 ہر آں نسیم کہ بوے مرا نہ کوے تو آرد  
 ز باد خستہ شوم چو بہ گرد دے تو گرد  
 دے زلف صبا شا کر م کہ بوے تو آرد  
 کجا گر نہ کما ز تو بہ طرقت کہ گر یز م  
 خیال زلف تو ام ہو کشاں بہ سوے تو آرد  
 شوم براہ تو خاک در این غم کہ نہ باشد  
 صبا غبار غم آلود من بہ کوے تو آرد  
 بہ ہر سبب کہ خرمی بہ یک نظارہ و دیت  
 مرا کرشمہ و نازے کہ ز گس تو نماید  
 بہ صد ہزار دل فارغ آرزے تو آرد  
 گر یستم نہ تو خونما بے و با تو نہ گفتنم  
 دلیل کشتن مردم بہ بے خوشے تو آرد  
 چگونہ دوست از این اجرا بے تو آرد

صفعت چہ لہ کند خسرت کہ سنگ زمین

جہاں تو بہر باید بہ گفتگوے تو آرد

۸۶۵  
 مبدل بہ جہاں کایں جہاں پیشیز نیرد  
 بہ تیچ چیز گیرش کہ تیچ حسیز نیرد  
 اگرچہ عاقلہ اندہ بر زمانہ بہ غنمد  
 بہ خندہ میا یثاں بہ تیچ چیز نیرد  
 کلاہ مرتبہ خورشین رنگ من دل  
 کہ با قبایے تو نہ چرخ یک طرہ نیرد

لہ و لہ در لہ غزل محذوف است

دوست خوبی ہم صحبتان دہر مذر کن کہ خوس زشت بدای صحبت عزیز نیرزد  
 میں بہ بادوبرہ کے نیست مردی اورا بہ سبیلے کہ محاسن کم ست تیز نیرزد  
 چو حاصل از پے چرخ ست ہر چہ چرخ نہ گزرد اگر ست مایل قاروں بہ یک پشیز نیرزد

عروس دہر کنیزے ست خسرو ارچہ ہند

تمام ملک جہاں ننگ آں کنیز نیرزد

۸۶۱

از آں گئے کہ کشادہ بہ ویست این نظر خود چو خوں کہ خوردم از این چشم پُر و گہر خود  
 بہ باغ زنتم دوتے ز بوسے گل بہ گرفتیم ز بس کہ سوختم از تاب سوزش جگر خود  
 کجاست بنیم بہر بام تو چگونہ بر آیم؟ ہزاروں کہ مرغاں نہ می دہند پر خود  
 سرم کہ بردارفتا کہ پاست ز سجد بہ پشت پاچو کلوش دور کن ز در خود  
 چو بند رفتے بہ بند برآں شود کہ بہ گردد ہزار بار بہ گرد سر دو چشم تر خود  
 دلم کہ صدق نہ دارد بہ کا بہ عشق چہ بود؟ وہ این نگین رومے جدا کن از کمر خود

ز عشق آں کہ رسیدہ سپر نہ دیدہ غنکست

بر آں ست دیدہ خسرو کہ بنگند سپر خود

۸۶۲

ز حد گزشت غم ماؤ آں نگار نہ پرسد ز حد گزشت غم کہ یار نہ پرسد  
 دلم از دوست نگار و مباد، سیج گزندش اگر چہ بیچ گز ازین دل نگار نہ پرسد  
 بہ درو عشق بہ میرم دولے خویش نہ پرسم کہ عاشقم من عاشق صلاح کار نہ پرسد  
 در آشنایی دریائے عشق راستی کے داں کہ تن بغرق دلم ز لبے کنار نہ پرسد  
 بہر جفا کہ کنی را نصیم، گشتم اسیر ست شرمہار بہ بینی قیاس بار نہ پرسد  
 توئی بہشتن با خوش ز حال مات چہ پرش کسے کہ تیز زند ز حمیت شکار نہ پرسد

۱۔ درون غزل محذوف است۔ ۲۔ درون بیت ذیل زائد است۔

بگو کہ دیدن ہر چہ طالع آملے آخر بہ مردن آں کہ رد طالع و شمار نہ پرسد

گرم تو خاک ہی ازیں زکوے کیست گویم؟ گدا چور در دہش قیمت عیار نہ پڑسد

دلش کہ سوخته شد خسر و از تو پیش کسے را

سمن ز حسن جوانان گل عذار نہ پڑسد

۸۶۸۵ گماں مبر کہ مرا ہیچ کس بجائے تو باشد قسم بہ جانِ مبرمن کہ خاکِ پائے تو باشد

اگر بہ تر تہم آئی ہزار سال پس ازمن شگفتہ بر سر خاکم گلِ دفائے تو باشد

غم تو خاکِ وجودم بہ باد داد و نہ خواہم غبارِ خاطر گرے کہ در ہوائے تو باشد

غریب نیست کہ بیگانہ گرد از ہمہ عالم ہر آں غریب کہ در شہر آشنائے تو باشد

زہے جماعتِ کوتہ نظر کہ سر و سہی را گماں برند کہ چون قد در بایے تو باشد

چگونہ بر تو نہ ترسم کہ ہر طرف کہ در آئی ہزار دیدہ خوں ریز در قفائے تو باشد

بشوی دست ز خسر و اگر نہ پیش تو آید

کہ ہر قدم کہ زندہ دستِ غمبہائے تو باشد

۸۶۹۰ ز گشت مست سید بہ ہوش خویش نہ بود دلم ز صبر بے لاف نہ دولیش نہ بود

زدند راہ دلم آہواں بے انصاف کہ از ہزار خدنگش یکے بہ کیش نہ بود

بصد ہزار دلش عاشقاں خریدار نہ بدہاے یوسف اگر ہفتہ قلب پیش نہ بود

دل او فلکند مرا در چہ ز سخرانشس دگر نہ چشم من خوں گرفتہ پیش نہ بود

نمک بہ ریش من لے پار سامزن از پند بہ شکر آئی کہ دلت ہیچ گاہ ریش نہ بود

خوش اسعاش عشق بہ گفتن دے چہ دانی درد؟ ترا کہ بود لبے دُنمک بہ ریش نہ بود

چو وصل می طلبی خسر و، از بلا بگریز

کہ در جہاں عسلے بے گزندیش نہ بود

۸۶۹۱ مرا بہ صبح ازل جز رخت دلیل نہ بود بہ گاہ آمدنم جز بہ تہ سبیل نہ بود

۸۶۹۲ در آن غزل محذوف است۔

چناں بہ وز دودِ آتش ز دیدہ سبیل آمد  
کہ ہمرہاں مرا ہمرہ رحیل نہ بود  
گماں مبر کہ شود گل بے سببی کس آتش  
کہ از جلیل بدان لطف از غلیل نہ بود  
بہ قتل گاہ شہیدانِ عشق بگذاشتم  
کیے بہ غمزہ ترکاں چو من قاتل نہ بود  
بسے بہ مژدہ وصل تو دیدہ سیم نشانہ  
ولیک دوز وصالش بہ جز قلیل نہ بود  
مگر ز شرم لب لعل یار شد بے آب  
وگر نہ مردم چشم چنیں بخیل نہ بود  
بہ تشنگانِ صداعِ خمار برگوئید  
کہ ”دوش بادہ ما کم نہ سلسبیل نہ بود“  
حدیث لذتِ خرما ز ما پیرس کہ ہیج  
بغیر غار نصیبم از آں خیل نہ بود

مدام خسرو از آں جا مے نہ در پیش

کہ ہیج آئینہ جز جام مے صقیل نہ بود

نمازِ شام کہ آں مہ مرا جمال نمود  
ز نقشِ ابرو دیوانہ را ہلال نمود  
ز بس کہ روز و شہم در خیال انیم کشت  
کہ شب گذشت بہ پیشِ مرا خیال نمود  
نہ دانش ز کجا پریش دلم می کمر د  
دوید گر یہ خونیں ز چشم و حال نمود  
دلم بہرہ اگر نعم کہ ”دزد دل بنما“  
بہ ناز خندہ ز دیدہ کرد و خال نمود  
رقیب گفت کہ ”یاد تو می کند گہ گاہ“  
مرا ز بخت بدِ خویشقت محال نمود  
ترا بہ خواب تنعم چہ آگہی ز آں شب ؟  
کہ در فراق تو خاطر ہزار سال نمود  
نوید تیغِ سیاست ز چوں تو سلطانے  
سعادتے مست کہ در ویش را جمال نمود

نظارہ تو زد آتش بہ جان خسرو از آتشک

زد و تشنہ تفتیدہ را زلال نمود

گل و شکوہ ہمہ بہست یا نیست چہ سود ؟  
بُستِ شکر لب من در کنار نیست چہ سود ؟  
ہمارا آمد و ہر گل کہ باید آں ہمہ بہست  
گلے کہ می طلبم در بہار نیست چہ سود ؟



به انتظار تو آں سوسے دوستان دیدن  
دو دیده را چو سر انتظار نیست چه سود؟  
ز فرق تا به قدم ز رشدم ز گونه زرد  
دل ز شکیم عیار نیست چه سود؟  
ز بهر خوردن دل گر هزار عشم دارم  
چو بخت خواستم استوار نیست چه سود؟  
ز دوست مرده مقصود می رسد، لیکن  
از آں هزار یکی برقرار نیست چه سود؟

اگر چه باده امید می کشد خسرو  
ز دور چرخ سرش بے خار نیست چه سود؟

همه برآمد از ماه من خبر نه رسید  
لحی از سر آں زلف تازه تر نه رسید  
کدام دیده خوں بار خد عناں گیرش  
که دور مانده من هیچ از آں سفر نه رسید  
دباں ز پیش آینه گانم ابله شد  
کز آں مسافر ره دور من خبر نه رسید  
به سوختم شب بجز کج تنهای  
که کس ز حال من مستمند بر نه رسید  
کجا به صحبت یاس به عیش بنشستم؟  
که بجز تیغ کشیده دوا سپ در نه رسید  
ز خون دیده نو شتم هزار نامه درد  
هنوز قصه اندوه من به سر نه رسید  
گذشت بر دلم اندوه صد هزار قیاس  
هنوز این شب بجز مرا سحر نه رسید

به صدمه مانظر خواست در رخ خسرو

در انتظار به مرد و دباں نظر نه رسید

چمن ز سبز خطی بر رخ جمیل کشید  
به باغ سر درواں قامت طویل کشید  
به رنگ بوسه بیار است گلستان خود را  
به گوشه های گلستان بنفشه نیل کشید  
بتان آذری از بتکه بروں جستمند  
چو لاله زار به دشت آتش فلیل کشید  
بهار در ره آینه گان باغ لکره  
که فرش دیده ز گس به چند میل کشید  
سرود گویاں بلبیل به جام لاله شافت  
گله خفیف گرفت به گله ثقیل کشید

سطح درون "غزل محذوف است"

بهشت بخورم خوش کسے که باخواباں      در آں بهشت شرابے چو سلسبیل کشید  
به میئے سبیل کنم خون خود که خواباں را      به سوئے خویش توانم بدین سبیل کشید  
دوآلای ایمنی گز رکاب اہل کرم      دوآلای بستر و در گردن بخیل کشید  
بروں خرام کنوں خسروا اگر خواہی

قدح به سوئے خود و صورت جمیل کشید

۸۴۵  
مبصران که مزاج ہاں شناختہ اند      دور و زہ برگ اقامتے آں نہ ساختہ اند  
خراب گرد دایں باغ و بر پرند ہمہ      نوا ز ناں کہ درو عند لیبے فاختہ اند  
عجب ز موی گری تیز بر کشد آواز      بہ خانہ لے کہ سر و دطرب نواختہ اند  
سبیں ز سیم و ز آہن تن تو کاہن و سیم      بہ بونہ گل از ایناں سبے گداختہ اند  
سرے کہ زیر زمین شد نہفتہ شاہاں را      ہماں سرے ست کہ بر آساں فراختہ اند  
تہمتاں کہ بہ یک تیر چرخ می شکند      ز بہر حسیت کہ شمشیر و خنجر آختہ اند؟  
نگاہبانی جو ہر چہ نیست در حد کس؟      چہ سود از آں کہ ہمہ در در شناختہ اند؟

عنان نفس مدہ خسروا بطینت خویش

کہ عاقلان فرس اند و حل تاختہ اند

۸۴۶  
بہ دیدہ و دل من دست خانہ می طلبد      چرا در آتش آب آشیانہ می طلبد؟  
زباں بہ سوخت ز آہ و ز بہر شرح فراق      لبم ز جان پر آتش زبا نہ می طلبد  
دلہم بہ سوئے بتاں میل می کند اداں گاہ      مزاج عافیتم در زمانہ می طلبد

۸۴۷  
بیت محذوف است بہ جایش ذیل زائد است

نہاد ز گس بیارچوں بہ بالیں      حباب ز آب و اں شیشہ دلیل کشید  
دوید خون ز بنا گوش پیل مست سحاب      شب از ہلال کجک بر سران پیل کشید

۸۴۸  
بیت محذوف است۔ ۸۴۹ در "ن" غزل محذوف است۔

دلم کہ غرقہ بہ خون شد ز آشنائی چشم  
فتادہ درد دل دریا کرانہ می طلبد  
سواد دیدہ سیر ساختم کہ غمزه او  
ز بہر تیر، بلا را نشانہ می طلبد  
میان نازک اورا بہ بر بہ گیرم تنگ  
کہ از برے گسستن بہانہ می طلبد  
شدہ ست خسرو بے خویش در میانش گم  
شدہ ست خسرو بے خویش در میانش گم

تنے چو سوئے کہ سوئے دوشانہ می طلبد

اگر ز حال من آں شوخ را خبر باشد  
بہ سوز دار دلش از سنگ سخت تر باشد  
حکایت من و او عشق نیست می دانم  
کہ عشق دیگر و دیوانگی دگر باشد  
رواے نسیم صبا و از آں دو چشم سیاہ  
اگر نہ کشتنیم سہل یک نظر باشد  
وے تو سنگ دلی کے دلم نگہ داری؟  
نہ ہر کہ سنگ تراش است شیشہ گر باشد  
اگر نیک چکد از چشمہای من زان شب  
کہ دیدہ از خیال لبست اثر باشد  
زگرہ سوئے بر اندام من ہمی خیزد  
گیا بہ خاستن آید ز میں چو تر باشد  
نک چلو نہ نسائی بہ چشم من کہ مرا  
بہ نوک ہر مژہ پر کالہ حبگر باشد

بہ سوختی دل خسرو مگر نہ می دانی

کہ آہ سوختہ عشق را اثر باشد

در آں هجوم کہ یار تو پادشا باشد  
غم گدا کہ بود زیر پا، کرا باشد؟  
منم بہ سوز و گدازش بہ یاد نسیم برت  
چو مفلسے کہ ہو سناک نمکیا باشد  
یگانہ با تو چنانم کہ در جدائی تو  
چو یک تنم کہ از او نیمے جدا باشد  
تو پادشاہ بتانی و خاطر من است  
کہ شغل رویی بردرت مرا باشد  
شوم فذلے جہاے کہ گر ہزاراں سال  
کنم نظارہ، ہنوز آرزو بجا باشد  
بلا و فتنہ از آں نخل بادیا رب دور  
کہ برگ و فتنہ او میوہ بلا باشد

نہ دامن میں دل آوارہ را کہ فتوے داد کہ بُت پرستی در عاشقی روا باشد  
فغاں زیاد کہ بوسے تو بہر کشتن خلق ہمی برد کہ چمن بے دے کجا باشد

مخواہ عاقبت لے پند گوے خسرو را

چو عاشق است رہا کن کہ مبتلا باشد

کسے کہ عشق نہ در زد سیاہ دل باشد <sup>۸۷۹</sup> چو سر ز خاک کھد بر زند خجل باشد  
کسے کہ سر نہ ہند در درمیش چہ سردار دے دے کہ جاں نہ دہد در غمش چہ دل باشد؟  
ہوے دوست نہ سہ کے بڑوں کن عاشق؟ ہزار سال اگر زیر خشت و گل باشد  
ز ہجر سلسلہ شوق منقطع نہ شود پ مرا کہ رشتہ جاں با تو متصل باشد

اگر بہ تیغ جدائی مرا بہ خواہد کشت

بہل کہ تابہ کشد کو ز من بجل باشد

چہ شد کہ یار بر آہنگ کیں بروں آمد؟ بہ خون کیست کہ آں نازنین بڑوں آمد؟  
خداے مہر مسلمانیش کند روزے کہ باز کا فر من در کیں بروں آمد  
چہ آفت مست کہ باز آں سوار پیدا کرد؟ کد ام سہر ز بالائے زیں بروں آمد  
مددے لعل سمندش بہ خاکیاں بے سید نفیر گم شد گاں از زمین بروں آمد  
بہ شہر دی کہ در آمد برے دیدہ بد ہزار دست دعا راستیں بروں آمد  
کلیسیاے مغانم رہم دہید کجا مست؟ کہ باز این دل کا فر زیں بروں آمد  
دلہ ز پردہ بروں اوفتا دانے چہ چشم چناں دے چہ کنم چہ چنین بڑوں آمد

ہزار درد کہ من تازہ کردہ بر عاشق

ز بس کہ نالہ خسرو حزیں بروں آمد

ز خانہ دوش کہ آں غمزہ زن بروں آمد <sup>۸۸۰</sup> ہزار جان گرامی ز تن بروں آمد

بہ نر د کس دل آوارہ باز ہر سوئے  
کہ بہر دیدن آں مرد دوزن بروں آمد  
بہ زلف شانہ می کردی کہ چندین دل  
فشکستہ بستہ زہر یک شکن بروں آمد  
عجب بود کہ اگر من زیم در این نوروز  
کہ سبزہ تراد از حسن بروں آمد  
شبنم نہ گفت کہ ”چونی“ بہ سوزش نال گاہ  
کجا دہ از لبش این یک سخن بروں آمد  
دے ز خانہ بروں آ کہ بنیست نا گاہ  
کہ بہر دیدن من جان من بروں آمد

بہ عشق میر و خسر و صی طر نہ حالے بود ؟

ز غیب کای سخن از ہر دہن بروں آمد

غ  
فناں کہ جان من از عاشقی بہ جاں آمد  
بہ راہ دیدم گفت ”رود بہ خانہ“ نہ رفت  
نہ دیدہ بودم و دعوئے صبر می کردم  
تو دیر زی کہ مرا جان من بکشت امروز  
بہ گردن دگراں آمدم شب از بوییت  
غم تو دوش ہی برد جاں بدل شد صبح  
گراں نیاید کوہ غم تو برد دل من  
زا بردیت کہ بہشتی سہرنگوں ماند

نہ ماندہ بود ز خسر و اثر کہ دی نا گاہ

تو رخ نمودی و بے چارہ بر زباں آمد

گل رسید ہر کسے سوئے گلستاں می رود  
شد جہاں زندہ بہ بوسے گل وے من چون نیم  
کوئی آں دیدہ محروم، باز آں نازنین  
در چہنا بہر طر سہر و خرا ماں می رود  
کز گلم بوسے کسی آید و جاں می رود  
بر باط نر گس تر مسک غلطاں می رود

سلہ در ”ن“ غزل محمد ذکا است ۔

گر چمن خواہی دُفردوس اینک لاینک کدوست  
خلق آدارہ کجا در بلخ دبستان می رود؟  
وقت و خوش کش گل و صدف گفت از رود  
سوے ما بے همیشه باد بھراں می رود  
لے کہ ساماں جوئی از من کئے بود ثابت قدم؟  
مست بے چارہ کہ پاگ اور پیشاں می رود  
آں کہ در پائش ز دغا کار، کجا دانکہ حصیت؟  
درد آتش در تیر ہر مو پکیاں می رود  
خسروا بر خاک آسانی تپیدن دُور نیست  
ہست دشوار آں کہ داز دل آں می

دل مرا چو زروے تو یاد می آید  
ہزار شادی درد دل زیاد می آید  
تو پائے خویش فراموش کردہ اہل حسن  
کجا تا از من سرگشتہ یاد می آید  
غم تو درد دل آتش نہاد دوا ز علت  
صد آتش دگر اندر نہاد می آید  
سواد چیں شدہ زلفین تو، کہ ہر سحر  
نسیم مشک فشاں زان سواد می آید  
مراد سینہ خسرو توئی دُور سے ترا

ہر آں صفت کہ کنم بر مراد می آید  
بیانظارہ کن لے دل کہ یار می آید  
فرا ز مرکب نازاد سوار در عقبش  
زہر بردن جان نگار می آید  
رسید نازک من لے نظارگی ز نہار  
ہزار شیفۃ بے سترار می آید  
چہ گردما کہ بر آوردہ باشد از دلہا  
بہ بند دیدہ گرت دل بہ کار می آید  
دو تہیہ کاش مرا خاک آں زمیں بود  
کہ فراق تا بہ قدم پُرخبار می آید  
مرا کہ یاد کند گرد ز کوے او بہ روم  
کہ فعل تو سن آں شہسوار می آید  
یکے اگر بہ رود صد ہزار می آید

سہ در " غزل محذوٹ مست سہ در " بیت محذوٹ مست بہ عایشہ بیت ذیل زائد مست

ز مستی ارچہ بہ ہر سوے می فند لیکن  
ز سر د کئے گل و غنچہ دُبار می آید  
مکن بہ سر سہی نسبت درخت قدش

کنوں بنال بہ زاری چو بلبلان خستہ

کہ بہر نالہ بلبل ہزار می آید

بہار بے رُخ گل رنگ او چہ کار آید؟  
 اگر دو اسپہ دو اند بہ گرد تو نہ رسد  
 خیالِ روئے تو از دیدہ می رود بیرون  
 مرا چو موئے سرت ساخت چشمِ جادویت  
 ہزار کشتہ بہ فتر اک گیسو آویزاں  
 غم تو بارِ گران مست یک چوں از دست  
 توئی مراد دل دے بود ز آمدنت

مرادِ خسرو بے چارہ در کنار آید

لبالب آرقہ کز گلو منہ د آید  
 مگر کہ از دلم این آرزو فرو د آید  
 مباد کز سرین این سبو فرو د آید  
 فرشتہ چوں گس آں جابہ بُو فرو د آید  
 کہ باد از سر آں ماہر و منہ د آید  
 ہر آں عرق کہ زرے نکو منہ د آید  
 ترا چگونے اندر گلو منہ د آید  
 بدیں صفت کہ بھی خوں خوریم بردہ تو

نقاب بر کن لبہاے عاشقان بر بند

مگر کہ خسرو ازین گفتگو منہ د آید

کسے کہ شمعِ جمال تو در نظر دارد  
 ز آتشِ دل پروانہ کے خبر دارد

لہ و لہ درن "ہر دو بیت محذوف و بیت ذیل اضافہ است

خوش آن ماں کہ بیاد تو ہر شمع تار و ز  
 زدیدہ خونِ جگر سو بہ سو فرو د آید

زم ہمیشہ نہ شود سود در منہ سے را کہ زخم کاری تیغ تو بر جبکہ دارد  
 ز بے قرارئی ز لغت فستار یافت لم بہ زیر سایہ اوزاں سبب مقرر دارد  
 فضیلت کہ جہاں تراست بر خورشید فضیلتے سرت کہ خورشید بر فتر دارد  
 چہ طوطی است خط سبز تے پری چہ؟ کہ تکیہ بر گل و منقار بر شکر دارد  
 ز سوزِ عشق تو آم آتشے است در سینہ کہ اشک دیدہ چون نار داں شرر دارد  
 ز آتش دل آشفٹگاں حذر می کن

۸۸۹ کہ دودِ خاطر خسرو بسے اثر دارد  
 کسے کہ بہر تو جاں با ختن ہوس دارد  
 چہ غم ز شخنہ داندیشہ از عس دارد  
 مین غریب بہ راہ اُمید خاک شدم  
 خوش آں کسے کہ بر آں پائے دسترس دارد  
 مرا پسینِ نفس زیتن ہوس، داں مست  
 بہ خواب ناز کجا پاسِ این نفس دارد؟  
 ہلاک خویش جمی گویم ارچہ می داغم؟  
 کہ انگبینِ سپر غم از مردنِ مگس دارد  
 تو خفتہ می گذراے ماہِ روے ہمدنشیں  
 کہ بار بر شتر است و فغاں جرس دارد  
 بہ رفت جہاں ز تن من در آں جہان و ہنوز  
 ز بہر دیدن تو روے باز پس دارد

غہ بیت در "ن" محذوف و بیت ذیل زائد است

سر شک من ہمہ سیاب شدہ می انم کہ کیمیائے صبور کی کد ام کس دارد؟



تو خود بہ بوسہ دہی جاں دے نیارہ گفت  
 کہ باز مُردہ تو زندگی ہو سس دارد  
 بلاست میل تو در مرد زگار خسر و از آنک  
 چہ دوستی ست کہ آتش بہ سُوئے خس دارد

۸۹۷  
 کسے کہ یارِ وفا دار و مہرباں دارد  
 سعادتِ ابد و عمر جاوداں دارد  
 مگر کہ گرد لبِ لعلِ آن صنم گشت ست  
 کہ بادِ صبح دمِ امر و زبوں جاں دارد  
 حدیثِ او ہمہ روز و ہلاکِ او ہمہ شب  
 کسے بود کہ مرادِ ست بردہاں دارد  
 گل از جوانی مشغولِ حسنِ خندِ زناں  
 چہ آگست کہ بلبلِ چراغِ فغاں دارد  
 بترس از آہِ من لے چشمِ یارِ مہر شکن  
 کہ نا توانی ایں گرمیتِ زیاں دارد  
 تبارک اللہ چندیں دے کہ سوے توفت  
 کیے چہ گوئی از آں جملہ خاں ماں دارد  
 دباں نامد از نامتِ ہنوز سیے نیست

دریغِ خسر و مسکین کہ یک زباں دارد  
 ۸۹۸  
 بتم چو روے سوے خانہ کتا بگرد  
 ز خلق اگر نہ کند مرغِ نہاں کہ تاب بگرد  
 رخسِ جبریدہ حُسنِ است اندر ایں معنی  
 لبش بہ وجہِ حسنِ خطِ مشکِ ناب آرد  
 مگر عارضِ ادھی بردِ جمالتِ آب  
 کہ قطرہ ہائے عرقِ برنخ از حباب آرد

لہ در "ن" محذوف است۔

لہ بیت در "ن" محذوف است و دوبیت ذیل زائد است۔

مگر کہ جاں بہ توان برداے مسلماناں  
 کسے ز بے غمی اندر جہاں نشان دارد  
 روادار کہ مردار جاں دہم پیشیت  
 کہ چشمِ مستِ تو ہم تیر و ہم کساں دارد  
 لہ غزل در "ن" محذوف است۔

اگر به مجلس ما چنگ سر نهد نارد  
 بگو به مطرب عشاق تا رباب آرد  
 اگر تو گوش کنی دُرِ نظم خسرو را  
 به تحفه هر نفست گوهر خوشاب آرد

و  
 صبا نسیم از آں آشنایان می آرد  
 شدم خرابی نه دانهم چرانی می آرد؟  
 خوش است باد لکن چه سود، چون خبری  
 از آں مسافره دور مان می آرد  
 بکشت کن دن جانم نه هجر دُر مدنیست  
 اجل چگونه کنم جان خدا نه می آرد؟  
 کرشمه چند کنی بر من آخرا این جانے ست  
 نه می برد به فلک ز ارمیم هزار دعا  
 ز گشت کوس تو از بس که بند رفت از جا  
 چنان شد دست که خود را بجای نه می آرد

هزار خوشی آرد فلک همی خسرو  
 دے چه چاره که برگردان می آرد  
 نظر ز روی تو خورشید بر نه می گیرد  
 فلک به پیش تو نام مستر نه می گیرد  
 به زیر پات چو گل می کنند درم ریزی  
 بنفشه می چند و سر د بر نه می گیرد  
 کسے که برب و خال تو می نه انگشت  
 کدام نکست که او بر شکر نه می گیرد؟  
 چنین که از لب تو می چکد شکر عجب است  
 که آں دو لعل تو بر یک دگر نه می گیرد

له در "ن" غزل محذوف است -

له در "ن" غزل محذوف است -

صدف چو غره بدین شد که من دلمان تو آم  
 چرا دلمان قدرے تنگ تر نہ می گیرد  
 بہ آہِ خسرو بے دل حوالہ باید کمر د  
 بہ عالم آتش عشق تو در نہ می گیرد  
 سپیدہ دم کہ جانے ز خواب برخیزد  
 نقابِ شب ز رخ آفتاب برخیزد  
 ز بادِ صبح کہ برادِ آسماں گزرد  
 زردے شاہدِ مشرق نقاب برخیزد  
 خوش آں کسے کہ نشیند بہ بادہ دقتِ سحر  
 نمازِ خفتن مست و خراب برخیزد  
 بہ لڑوے دریا گنبد کناں رود چو سحاب  
 کسے کہ از سرے چوں حساب برخیزد  
 کجاست ساقی بیدار بخت و خواب آلود؟  
 کہ بہر دادن جامِ شراب برخیزد  
 غلامِ نرگس مستم کہ با دِ ادا پگاہ  
 قدح بہ دست گرفتہ ز خواب برخیزد  
 بہ آفتاب بہ گوئید بر نیاید تا  
 ز خوابِ خوش ملک کامیاب برخیزد  
 کجاست خسرو شب زندہ داسۃ کہ بہ صبح؟  
 بہ دست کردہ دے چوں کباب برخیزد

غم بہ کشت بہ کارِ جہاں کہ پردازد <sup>۸۹۵</sup>  
 دلہم اسیر شد و نیز جہاں کہ پردازد؟  
 من و زیارتِ حاجاتِ دلچسب ویرانہ  
 در این بلا بہ غمِ خانہاں کہ پردازد؟  
 ہزار شمعِ جمالِ آیدم بہ پیشِ نظر  
 دلہم بہ سوختنِ خودِ بدال کہ پردازد؟  
 بدیں صفت کہ تو مشغولِ حسنِ خویشتنی  
 بہ چارہٴ دلِ بے چارگان کہ پردازد؟  
 بہ ہمرہی تو رفتن بہ باغِ ہیودہ ست  
 کہ پیش تو بہ گل و ارغواں کہ پردازد؟

روادار بہ دوری ہلاکِ خسرو از آنک

بہ جزوِصالِ تو با عاشقاں کہ پردازد؟

جہاں چو ہمیں چوں دیدنی نہ می ارزد <sup>۸۹۶</sup>  
 خوش است دہر بہ ہر پُرسیدنی نہ می ارزد  
 از آن ست خوابِ اجلِ حشیم بندِ جملہ جہاں  
 کہ نقشہاے جہاں دیدنی نہ می ارزد  
 مکن ز چرخِ مُدّو رگلہ چو می دانی ؟  
 کہ جو رجام بہ جو رسیدنی نہ می ارزد  
 مرد بہ درگاہِ خلقِ جہاں کہ در دنیا  
 ہمہ متلع بہ کو بیدنی نہ می ارزد  
 مخند شاہ بہ زر ہاے زعفرانی رنگ  
 بہ جانِ تو کہ بہ خندنی نہ می ارزد  
 ہزار گو نہ گل است اندر این چمن لیکن  
 چو بے وفا ست ہمہ چیدنی نہ می ارزد

مخو بہ رفیقِ غم یا رہے خسرو خسرو

کہ پشتِ گاد بہ خار دیدنی نہ می ارزد

بہ راہِ عشقِ سلامتِ چگونہ در گنج <sup>۸۹۷</sup>  
 ب

زہے محال کہ در شوقِ خوابِ دُخو ر گنج

چو تیرِ غمزدہ کشاید رُسنیقِ تیر انداز

نہ دوستی بود ار در میانِ سر گنج

۱۷۰ "بیت ذیل زائد است - ہر آستانِ تو میرم کہ زید دیارت و چو جانِ ہم بین تو آرد  
 ۱۷۱ "درن" غزلِ محذوف است -

چو مادر آرزوے آستانش خاک شویم  
 غبارِ کیت که در زلفِ آں سپر گنجد  
 سخنِ ہماں صدے گو کہ من تو انم زبیت  
 نمکِ ہماں قدرے زن کہ در جگر گنجد  
 بہ دیدہ تو کہ با خویش کردہ بد خوئی  
 نہ مردمی بودار مردم دگر گنجد  
 ہماں بضاعتِ عشقت بیار و بردل نہ  
 کہ دردِ غم بہ دل تنگ بیشتر گنجد  
 بہ چشمِ تنگ تو چندیں کہ نازِ رعنائی است  
 چہ خوش بود کہ اگر شرمِ این صد ر گنجد  
 مپوشش روئے ز خستہ کہ تا ذخیرہٗ حشر  
 رخت بہ بیمِ چندان کہ در نظر گنجد

خطے کہ بر سمن آں گل عذار بنویسد  
 نسیم بادِ صبا شرحِ آں خطِ ریحاں  
 بسا رسالہ کہ در آبِ چشمِ مادر یا  
 بہ روزگار تواند اسیر درد و فراق  
 بہ یادِ لعلِ تو بہر لحظہٗ چشمِ من فصل  
 سوادِ خطِ تو یا قوت اگر دہد دستش  
 حدیثِ خونِ دلمِ اینِ خلیفہٗ چشمِ

بنفشہٗ نسخہٗ آں بہ بہار بنویسد  
 بہ مشکِ بر ورقِ لاله زار بنویسد  
 بہ دیدہ بر گسر آں بہار بنویسد  
 کہ شمعے ز غمِ روزگار بنویسد  
 بدیں دو لعلِ جو اہر نگار بنویسد  
 بر آفتاب بہ خطِ غبار بنویسد  
 از آں بہ گرد لب جو سار بنویسد

سہ در "ن" بیت محذوف است۔

سہ در "ن" غزل محذوف است۔

فلک چو قصہ منصور بشنود خسرو

بہ خون سوختہ برپایے دار بنولید

۸۹۹

سرم فداات چو تیغ تو گزد سر گزد

دل نہ ماند کہ تیر ترا سپر گزد

چو بر زمیں گذری، سیج جانور نہ زید

دلے بہ زیر زمیں مُرد حبانور گزد

مخور سرب جوانی بہ حسن دہ روزہ

کہ آفتاب چو برادج رفت در گزد

تو بر نہ گشتی جاناکہ بخت پاسم داد

مباد، سیج کسے را کہ بخت بر گزد

دل نہ بُردے تو مستقی است بر لب آب

کہ ہر چہ بیش خور د آب تشنہ تر گزد

چہ تاب جسمہ دُردی کشانِ عشق آرد

تنک دلے کہ ہم از بولے بے خبر گزد

ز دل چگونہ فراموش گزد د آں کہ دے

ہزار بار بہ جانِ حسرتاب در گزد

نہ آرزوست کہ خسرو بہ درد گرید، لیک

چو دل بہ سوز و ناچار دیدہ تر گزد

۹۰۰

چو نقش چشم تو آم در دلِ حزیں گزد

مرافض بہ دلِ خستہ تیغ کیں گزد

ترا بہ دیدہ شمع، لیک غیر تم بہ کشد

کہ با تو مردک دیدہ ہم نشیں گزد

شدہ مست خاک بہ کویت ہزار عاشق پیش

بدیں ہوس کہ تہ پایے بر زمیں گزد

کجا سلامت دہا بہ کوئے تو جاے  
ہزار بار بلا گردِ عقل و دین گردد  
چہ پر سیم غمِ شہا کہ چوں رود تار و زہ  
تمام شب بہ دلش چوں تو ناز میں گردد  
قبولِ تو نہ شود قطرِ ہائے خون از چشم  
اگر چہ حقہ من لعلِ راستیں گردد  
خیالِ بوسہ بھی گردد دم بہ سینہ دے  
کجا ست بخت کہ اندر دستِ ہمیں گردد  
شبے کجا ہم دلِ را سبک کنم با خویش  
غمِ آیدم بہ دلِ دیکوہ آہنیں گردد

در اہل شہوتِ خسرو مجھے عشقِ عقل

جو بہ ذوقِ نگس گردِ انگبین گردد

دے کہ ز گس مستش بہ ناز بستاند  
غ  
کراست زہرہ کہ آں حیلہ ساز بستاند  
زہے نوالہ شیریں دہانِ آں کس را  
کہ چاشنی خود از آں لب بہ گاز بستاند  
نہ داد بوسہ و یارب کہ باز بستاند  
بر برد جانم دے کا شکے کہ نہ دہد باز  
کہ من پیالہ دہم او بہ ناز بستاند  
خوشا جوانی دوستی من راں صاعقت  
خیالِ برد صلاحِ مرا کہ رود نے او  
بر آستانش بر آبِ یدہ را بہ نیاز  
مرا نہ خویش تنِ اکر نہ ساز بستاند  
کے کہ دل ز خیم زلفِ او بروں آرد  
مگر کہ تحفہ اہلِ نیاز بستاند  
کبوترے ست کہ از چنگ باز بستاند

قوی دے کہ بہ معشوقِ ادسیر سازد

نگو دے کہ ز محمود ایاز بستاند

اگر سیمِ صبا زلفِ او بر افشاند  
۹۰  
ہزار جانِ مقید زہرہ بند بر ہاند  
منش بہ پیغم و از دورِ مخنم بر خاک  
مرا بہ بیند و از دورِ رخ بگرداند

سہ در "ن" بیت ذیل ناگہراست

دلِ فرزند و دے دے تار و پوس را

۹۱ در "ن" غزل محذوف ہے

قد خمیده خود را همی کنم سحبه  
از آں جهت که به ابرو دست می ماند  
اگر مراد تو جان است کار بجان سهل است  
چه حاجت است که چشمت نه درستاند؟  
بسا چاره بے چارگان خود امروز  
که کار و عده فردا کسی نه می داند  
ز رفته دوست صبور می نه می توانم کرد  
چرا که تشنه صبور می ز آب نتواند  
کنون که کار من خسته از دوا بگذشت

بگو طبیب مرا تا قدم نه رنجاند

نیم زلف تو دل را دروں به جنباند  
بلاست چشم تو چون تیغ خون به جنباند  
چو باد بر سر زلفت رود ز هر جانب  
بسا که سلسله های جنوں به جنباند  
یکه نه می زند و دل همی برد چشمت  
چو باد دوزخ که لب اند فسون به جنباند  
به سوخت جانم و روتی دشمن شد که در  
مس بسوز من بے سکوں به جنباند  
به خفت بخت فلک هم نه مهربان که گئی  
ز خواب پهلوی بخت نگوں به جنباند  
میان خلق مگریم که ناله دارم  
که درد های کهن از دروں به جنباند

تو بایه هوش نه ای مست ناز پرورده

که عرش را دم خست و ستوں به جنباند

اگر ز پیش برانی مرا که بر خوانند  
که عرش را دم خست و ستوں به جنباند  
به دست تست دلم حال او تو می دانی  
دگر مراد نه بخشی که از تو بستاند  
به رفت آن که بلائی دل است آفت جا  
که حال آتش سوزنده شمع می داند  
چا و فتا که آن سرور استی برخواست  
مگر خصلت قلای بلا به گمرا داند  
چراغ مجلس دغانیاں فرو میرد  
خبر برید به دهقان که سر و بنشانند  
تختی که فرستاده شد بدان حضرت  
گزار به جلوه شب آستین برافشانند  
گراین مقوله نه خواند در او فرو ماند

له و له "ن" غزل مخدوف است -



سہرگاہ دیدہ خسرو چنیں کہ می بینم  
اگر بہ کوہ رسد کوہ را بہ غلط اند

۹۰۵

کسے کہ بوسے تو آتش درد داغ می افتد  
شدم ز زلفت تو دیوانہ، آہ مسکینے  
ز زنگانی خویشش فراغ می افتد  
کہ این خیال کجش درد داغ می افتد  
بہ قطرہ سوز دل من بھی کشد زین چشم  
چو شعلہ شعلہ گلہ کن چراغ می افتد  
نہ می زید کہ دل سوخته است خوردن او  
بگوئے اگر صیہ کہ بر کشتہ داغ می افتد  
خبر ز داغ دلم می رہد بہ بوسے جگر  
ز خون دیدہ کہ بر جامہ داغ می افتد  
زہر سوزش مرغان بہ باغ من چہ دم؟  
من او فتادہ بہ پایاں نہفتہ پیش درش

لبش بہ خندہ کہ خستہ بہ لاغ می افتد

۹۰۶

دفا ز یار جفا کار چون نہ می آید  
جفا چہ باشد و نام وفا کہ باز برد؟  
جفا ز یار دفا دار ہم نہ می شنید  
بہ حضرتے کہ دو عالم بہ تیغ ہر ناید  
مرا ز جملہ جہاں صحبت تو می باید  
ترا ز خدمت من دژہ اسے نہ می باید  
بہ رخم خاطر من قول دشمنان کردی  
چہ طالعے مست مرا کہ تا چہ پیش آید  
منوش مے بحر یقان سفلہ طبع خیس  
کہ تا بہ وقت خمارت صدراع نفراید  
بہ آب دے محبت کہ بے غرض لبش نو  
کہ از مصاحب نا جنس ہیچ نکشاید  
بہ ترس از آہ دل من کہ مبتلائے تو ام  
بہ سالہا دگر ت کے چو من بدست آید  
بہ روز وصل تو دار دخیل دل شائے  
مراد دیدہ شب بھر خوں بہ آکاید

اگر چہ خلوت خسرو منور است دے

بہ جز حضور تو آتش ہیچ در نہ می آید

لے و لے در "ن" غزل محذوف است۔

کدام شب که ترا در کنار خواہم کرد؟  
 بنائے خانہٴ عمر استوار خواہم کرد  
 کدام روز من بے قرار بے ساماں  
 بہ زیرِ پایے تو آخر قرار خواہم کرد  
 بہ آب دیدہ نگار گفت نہ خواہم شمس  
 بہ خونِ دل کفِ پایت نگار خواہم کرد  
 کنوں نہ ماند سیرِ انتظار دمی ترسم  
 کہ دیدہ در سرائیں انتظار خواہم کرد  
 دلم کہ تخته شد از دستِ خمِ چو آئینہ  
 نگاہ دار کہ ناگہ نگار خواہم کرد  
 مراد دیدہ کیے شد میانِ خونِ تاکے  
 دو چشمِ با چو تو شوخے چار خواہم کرد  
 مرا گوئے کہ در کارِ عشق کن جاں را  
 اگر من این نہ کنم خود چہ کار خواہم کرد

حدیثِ عشق تو بس یار داشتیم نہاں

بعد گذشت کنوں آشکار خواہم کرد

نہ بخت آن کہ بسوسے تو راہ خواہم کرد  
 ز خواب یا بہ خیانت نگاہ خواہم کرد  
 چنین کہ جاں پر لپ مد مر از دردِ فراق  
 شکیب سہل بود چند گاہ خواہم کرد  
 چو پنج قصہٴ شبائے مات باور نیست  
 کنوں ستارہٴ دُمر را گواہ خواہم کرد  
 نہ می رود ز من آن آفتِ نظر ترسم  
 کہ عمر در سرائیں یک نگاہ خواہم کرد  
 بہ پوشِ چشم من آبِ دیدگاں امروز  
 کہ من نظارہٴ آن گج کلاہ خواہم کرد  
 گذر چمی کنی آخر بہ سویم لے ساقی  
 مکن کہ تو بہِ عمر متباہ خواہم کرد  
 زہر آن کہ نہ بنیم برابر ت سا یہ  
 ز دو دِ سینہٴ جہانے سیاہ خواہم کرد  
 چرا مقابلِ رے تو می شود آخر؟  
 میںیں در آئینہٴ جانا کہ آہ خواہم کرد

جفا کہ می رود امشب ز ہجر برخیزد

حکایتِ اربہ زخمِ صبح گاہ خواہم کرد

ب  
 اگر چہ باتو حدیثِ جفا نہ خواہم کرد  
 ولیک نابہ تو انم و فائدہ خواہم کرد

بہ راہ وصل بہ یک بوسہ جان خواہم یافت  
 و ایک وقت شمر دن فانی خواہم کرد  
 خطاست بوسہ دن بر لب دہان تو یک  
 تو خواہ تیغ بہ زن من خطانہ خواہم کرد  
 چو دیں بہ کار بتاں رفت پیش بہت پس زیا  
 نماز اگر چہ نہ باشد روانہ خواہم کرد  
 ہر آن نماز کہ ناکردہ ماند پیش بتاں  
 اگر فضلے نہ خواہد قضا نہ خواہم کرد  
 "و ان یجاد" بہ رو نکو بہ خواہم خواند  
 نہ بہر دیدن بہ دہم دعا نہ خواہم کرد  
 چو دل بہ رفت ز خسرو چہ سود بند و صبر؟

نہ ۹۱  
 مرا غمے ملت کہ پیدانہ می توانم کرد  
 چو دل بیامد وقف شمانہ خواہم کرد  
 تو حال من خود ازیں کو زد بدیں بر  
 حکایت دل شیدانہ می توانم کرد  
 درون خوں شد و سختی جان من بنگر  
 کہ من بہر کہ تو پیدانہ می توانم کرد  
 بدیں خوشم کہ تو بالے درون جان منی  
 کہ دل ہنوز شکیبانہ می توانم کرد  
 مگر تو خود بہ کرم باز بخشی این دل ریش  
 من اربہ خاطر تو جانہ می توانم کرد  
 کہ من ز شرم تقاضانہ می توانم کرد  
 گدازتم دل خسرو بہ زلف تو، چہ کنم  
 زد ز خواہش کالانہ می توانم کرد

۹۱  
 شب و فنا دغم باز کار خواہد کرد  
 دو چشم تیرہ ستارہ شمار خواہد کرد  
 خیال یار گز کرد این طرف لے صبر  
 بیا کہ باز مرا بے مستدار خواہد کرد  
 مرا ز تنگی خاطر ہوا لے این خانہ  
 چنین کہ می نگرم سایہ وار خواہد کرد  
 دلم بہ صحبت ندان ہمی کشد ایم  
 دعا لے پیر خرابات کار خواہد کرد

۹۲  
 "درن" غزل محذوف است ۹۲  
 "درن" دو بیت ذیل زائد است ۹۲  
 بہ کینے لے بت نامہاں چنین خونم  
 مخور کہ این میثقات آخر خار خواہد کرد  
 چو یار دید کہ قصد رقیب دارم، گفت  
 گداگر کہ بہ سگ کارزار خواہد کرد

گر ز نیست ز تو، هر چنانکه هست به کن  
که بنده هر چه بود اختیار خواهد کرد  
گو حکایت اولی رفیق بد چندین  
که دردلم همه شب خار خار خواهد کرد  
مشو دبال زده ای اجل تو در حق من  
که آن چه مصلحت است یار خواهد کرد

به عشق مرد شود گشته دیں بهر خسرو

اگر حیات بود مرد دوار خواهد کرد

۹۱۲

منم که تا زیم، از عشق مست خواهم بود  
براه خواباں چون خاک پست خواهم بود  
چو عقل از سر تقوی ز دست افت کنوں  
شراب رسد ساغر به دست خواهم بود  
طلیحه باده در انداخته به پرده دل  
خدا ای تا در توبه نه پست خواهم بود  
به برد حسن بتاں دینم ای مسلماناں  
چو هندو الپس از سبت پست خواهم بود  
از اشتیاق تو در رنج نیست خواهم شد  
بسیه زن نه بدیده خدنگ غمزه از آنک  
در آرزوی تو تا عمر هست خواهم بود  
خط تو لغت در آناز خواستن کاینک  
به سینه زدن نه بدیده خدنگ غمزه از آنک  
دل از خط تو مرا گفت رد به گلشن باغ  
صلاح کا هیش جان مست عشق خواهم با  
نگارین جل زلف خود مرا فرما ای  
فساد لذت عیش است مست خواهم بود  
اگر چه روز و شب اندر شکست خواهم بود

چو خوردهم به ازل جام عاشقی خسرو

همیشه مست شراب است خواهم بود

۹۱۳

نه پیش از این مرزه زین گونه خورشام بود  
نظاره تو بلامتد که آن زمانم بود  
زبان حدیث تو می گفت شمشیر دل می خشت  
رسید کار به جان دشمن هانم بود  
خیال می رسم بسته در گلو می گشت  
هنوز دل به سوئے زلف تو کشانم بود

سه بیت محذوف است در "ن" سه در "ن" غزل محذوف است

بہ کش مراد و سر زندہ کن بہ خویش آخر  
در آں جہاں من و عشقت، گذاشتم بہ درت  
بہ جان کا لبدے چند ز نیردا نم بود  
جدا شدے ز فراق تو بند بندم، لیک  
ز جبرے ہائے تو پیوند استخوانم بود  
بہ ناز گوئی "خستہ صبور باش بہ عشق"

چرا نہ باشم جانا اگر تو انم بود؟

صبا ز لعل تو بوسے بہ عاشقاں آورد  
ہزار جہاں سوز از مرده گر بہ باد مہند  
نسیم آں بہ تن رفتہ باز جہاں آورد  
کہ نزد دل شد گال بکودل ستاں آورد  
خبر ز چین سر زلف مشکبوسے تو داد  
صبا چو از دل گم گشتہ ام نشاں آورد  
اگر نہ جان عزیز می، چرا دے بے تو  
بہ کام دل نفسے بر نہ می تو اں آورد  
دلہ ز لطف تو ریزے بگوش تو می گفت  
ز شوق مردم چشم آب درد ہاں آورد  
ہزار بوسہ لبم نوز شوق برد ہنم  
از آں کہ نام دہان تو برد ہاں آورد  
بیشست جبر تو بر جان بے قرارم زد  
بر آں خدنگ کہ ایام در کماں آورد  
کسے بہ قربت تو دست یافت چوں خسرو؟

کہ رو بہ سوسے تو دلپشت بر جہاں آورد

خطاب طلعت تو نامہ زمیں کردند  
بہ نیر بہر خم موئے برے کشتن خلق  
فرشتگان ہمہ برودیت آفریں کردند  
ہزار فتنہ چو دزدان شب کمیں کردند  
از آں گئے کہ برآمد خط تو گرد عذار  
بسا کساں کہ چو خط خانہ کاغذیں کردند  
بہ ناتوانی چشم تو خواست قربانی  
خوشم کہ طرہ دزد لعل مرا گزیں کردند  
بتاں کہ دست نمودند خلق را در خون  
بہ عہد تو ہمہ دست اندر آستین کردند  
ز خاک مہر گیارہ دست خود کجا بہ درت؟  
کساں زدائے دل تخم در زمیں کردند

اگر فرشته شود بستی چون گس نه عجب  
از آن بے که چو جلاب انگبین کردند  
زمن سوال کنی گر چه مست و مدیهوشی  
ز چشمهات که تاراج عقل دین کردند

زنند طعنه که "رسوا چرا شدی خسترد؟"

"مراقضاؤ قدر چون کنم، چنین کردند"

چو خط سبز تو بر آفتاب بنویسند <sup>۹۱۶</sup>  
حدیث لعل رواں پر دیر تو می خوار  
بسا که باده پرستان چشم ما هر دم  
معتین است که طوفاں دگر پدید آید  
سیاهی ارنه بود، مردماں دریائی  
سواد شعر من آب دیده بصفت نجوم  
محرران فلک شرح آه دل سوزم  
خطی که مردم چشم سواد کرد جواب  
براست من چه بود که بر آں لب شیرین  
به دود دل سبق مشک ناب بنویسند  
به دیده بر لب جام شراب بنویسند  
براست می به حقیق مذاق بنویسند  
چو نام دیده ما بر سحاب بنویسند  
حدیث موج سرشکم به آب بنویسند  
شان تیره به مشک دگلاب بنویسند  
به یک رساله که بر هفت باب بنویسند  
مگر به خون دل آں را جواب بنویسند  
به مشک سوده ز بر ثواب بنویسند

سز که بر رخ خسترد قلم زنان سرشک

دعای خسترد عالی جناب بنویسند

جماعتی که ز هم صحبتاں جدا باشند <sup>۹۱۷</sup>  
هلاکت من بے چاره از کسائی پس  
ز بنده پرسی کاخر کجا ہی باشی؟  
به شهر چون تو حریفی بلائی تو بر خلق  
شراب بصادق سلامت بهر بے خبری  
چگونه با خرد و صبر آشنا باشند؟  
که چند که ز عزیزان خود جدا باشند  
ز خان ماں بدر افتادگان کجا باشند؟  
محبوب زاهد و صوفی که پارسا باشند  
ولیک با خبراں تشنه بلا باشند

دلاز کردہ خود سوختی، نہ می گفتم  
 کہ خوب رویاں البتہ وفا باشد  
 بلائے عشق بکلی خسروا چو آن مرغاں

کہ صید چنگل شاہین پادشا باشند

۹۱۸  
 نہ باتو نسبت مدحین شود پیوند  
 نہ شاخ سبزہ بہ شاخ سمن شود پیوند  
 خوش است دولت آسم کہ جاں بہ جاں پیوست  
 کجا است بخت کہ تن ہم بہ تن شود پیوند؟  
 بسے نہ ماند کہ از رشتہ دراز فراق  
 لباس عمر مرا با کفن شود پیوند  
 نہ کشت بندے ز خیم غمزه لے خوردم  
 شکاف تیغ کجا از سخن شود پیوند؟  
 بہو ز دل مدے ہر زبان کہ رخسہ دل  
 بہ خون گرم نہ ز آب ہن شود پیوند

رسیدہ شد میں خسروا، نہ پندارم

کہ پیش خاک دل مردوزن شود پیوند

۹۱۹  
 جوان دہیر کہ در بند مال دفرزندند  
 نہ عاقلند کہ طفلان ناخر دمنند  
 جماعتی کہ بگریند بہر عیش و نشاط  
 یقین بدان تو کہ بر خویشی ہی خندند  
 خوش آن کساں کہ برفتند پاک چوں خورشید  
 کہ سایہ لے بہر ایں جاں نیفتند  
 بہ خانہ لے کہ رہ جاں نہ می توان بستن  
 چہ اہلند کسانے کہ دل ہی بستند  
 بہ سبزہ زارینک طرب نہ با ضایانند  
 کہ ہر نہال کہ شانند باز بہر کنند  
 جاں طلعت ہم صحبتاں غنیمت داں  
 کہ می روند نہ زان ساں کہ باز پیوندند  
 باز توشہ زہر مسافران وجود  
 کہ میان عزیزند و روزگے چندند  
 اگر تو آدمی ای در کساں بطرز مبہیں  
 کہ بہتر از من دو تو بندہ خدا دندند

۱۰۰ درمن "غزل محذون است"

۱۰۱ این غزل در تذکرہ دولت شاہ سمرقندی موجود است و در "و تذکرہ بیت ذیل اضافہ است"

بقا کہ نیست در او حاصلے ہمہ ہیچ است  
 چہ بنگری ہمہ مردم بہ ہیچ خورسندند

ترا به از عمل خیر نیست سرزندے کہ دشمنند شما زادگان نہ فرزند

محوے دنیا اگر اہل معنی ای خسرو

کہ از ہاے بہ مردار میں نہیں دند

فسردہ راسخن از عاشقی نہ باید راند ۹۲۰

بہ سوز عشق دلم پیش از این ہوس برے

بیارسانی جام و بساز مطرب چنگ

زگرہ می نہ تو انم نوشت نامہ بہ دوست

شبے کہ دست در آغوش کرد خسرو را

چرا بگردن او تیغ آبدار بہ ماند؟

چو کار ہاے جان مست جلد بہ بنیاد ۹۲۱

مشو مقیم در آبادی خراب ہاں

میں کہ ملک فرد بست شمع دولت را

مہر ز باد غرور در بلند پیے داری

چہست بندہ خلق آدمی ز بہر طمع

چنان بزی کہ نہ میری اگر توانی زیست

از آن خویش مالا خسرو کہ عاریت است

محتاج عمر کہ دادند، باز خواہی داد

دل ز تو بے غم نہ تو انیسیم کرد ۹۲۲

جرم اے از جام جہنما می کشیم

کرد غمت بر دل مسکین ما

آں چہ کہ بر غم نہ تو انیم کرد

۱۰۰ و ۱۰۰ و ۱۰۰ در "ن" غزلی محذوف است۔



پیش تو خواہم کہ آہے کنیم  
 از خنکی ہائے دم سرد خویش  
 آہ کہ آہم نہ توانیم کرد  
 دست سداہم نہ توانیم کرد  
 بادل ریش از توبہ ہر غصہ اے  
 فقط مرہم نہ توانیم کرد

۹۲۳  
 تاریخ تو زلفت ترا پیش کرد  
 زلف تو مرہم را پس خویش کرد  
 چشم تو دی ملک جہاں می گرفت  
 مست شد آن غمزدہ و فرویش کرد  
 دوش دہانت نکے می فشانند  
 قطره چکیدہ جگر ہم ریش کرد  
 کرد دلم پارہ و دانی کہ کرد؟  
 تیر تو اے کافر بد کیش کرد  
 چشم تو در خواب شد اورا بگوے  
 در نہ توان بر سگ خود پیش کرد

خامہ خسرو نہ تواند نوشت

آں چہ غمت بر من درویش کرد

۹۲۴  
 در تو گمانے کہ نظرمی کنند  
 ہستی خود زیر دوز بر می کنند  
 صندل درد سر عشق است از آنک  
 خاک درت تکیہ سرمی کنند  
 از پے بے تو نفسہائے من  
 خاصیت باد سحر می کنند  
 خندہ کہ بر من دولبت می زنند  
 زرخ گل و شکل گھر می کنند  
 توشہ جگر بختہ ام از بہر آنک  
 جان ددلم ہر دو سفر می کنند  
 عقل مرا کار سنزایان عشق  
 کہنہ درختہ سمت کہ بر می کنند  
 پند کہ گویند بہ دل سوزیم  
 سوختہ را سوختہ تر می کنند

خسرو، اگر سیر زبانیستند

خلق در آن روچہ نظرمی کنند

۹۱۵ مگر فتنہ عشق بیدار شد کہ خلوتِ نفیس سوئے غار شد  
 گوئید با پیسِ دیرِ مفاں کہ این کفر و تسبیح زُتار شد  
 عجب نیست سیرِ انا الحق از کائنات کہ مانند منصور بردار شد  
 ایادستانِ موسمِ یاری است کہ کارم بدین گونه دشوار شد  
 ایامِ عاشقانِ موسمِ زاری است کہ احوالِ یارانِ چنین زار شد  
 مگر بختِ سودے زلفش دلم کہ در چنگِ محنت گرفتار شد  
 بہ عیاری آموخت خست و کنوں

۹۱۶ کہ جو یائے آں شوخ عیار شد غ  
 سبز ہا تو دمید و یار نیامد تازہ شد باغِ دآں گلار نیامد  
 نو بہار آمد و حریفِ شرابم بہ تماثلے تو بہار نیامد  
 چشمِ من جو ببار گشت ز گریہ سرد من سوئے جو ببار نیامد  
 آمد آں گل کہ باز رفت زبستان وہ کہ آں آشتائے بار نیامد  
 عمر بگذشت ز آں مسافر بد خو یک سلائے بہ یادگار نیامد  
 خوب دیاں بے بدیم نیک دلِ گم گشتہ برقرار نیامد  
 با چنین آہ و اشک چو باران شاخِ امید من بہ بار نیامد  
 آں صبوری کہ تکیہ داشت بر دلد در چنین وقت بیج کار نیامد  
 خونِ دل خورد دم و بہ ختم آئے بر کس آں بادہ خوشگوار نیامد

انچہ از غم گذشت برد دلِ خسرو

ہر کہ را گفتم استوار نیامد

۹۱۷ نازِ چیں ز خاکِ کوئے تو زاد لالہ و باغِ رودے تو زاد

غنچہ کز پوسے گشتِ بستان      عاقبت چوں بہ زاد بوسے تو زاد  
گر چہ از سوسے کوہ کم زاید      کوہ غم در دلم ز سوسے تو زاد  
ہم بہ طفلی ہمہ جہاں بہ گرفت      غم دل کا اندر آرزوے تو زاد  
سوسے عاجز و فانی زاید      ہر جہاں کے کد سوسے تو زاد

بندہ خسرو بہ ناخوشی خود کرد

بہ جز از تو مگو ز خوئے تو زاد

۹۲۵  
دادِ من آں بیت طراز نہ داد      پاسخی نیز دل نواز نہ داد  
خواب مارا بہ بست باز نہ کرد      دل مارا بہ برد و باز نہ داد  
بہ کرشمہ نہ دید سوسے کسے      کہ بہ یک غمزہ دادِ ناز نہ داد  
کہ دراجع برایت بوسہ لبش      عارضش چوں خطِ جواز نہ داد  
بہ سرِ سر و چوں تو نہ توان گفت      کہ کسے دل بیاں دراز نہ داد  
برسنت دل نہ سوخت، گر چہ مرا      عشقِ جز سوزِ جاں گذار نہ داد  
تو چہ دانی "نیاز مندی ہیست؟"      چوں خدایت بہ کس نیاز نہ داد

داد خسرو بہ عشق جان دہنور

دادِ مردان پاک باز نہ داد

۹۲۶  
داد خواہم، اگر بہ خواہی داد      خواہم از آہ صبح گاہی داد  
جو رکم کن چو آرزو دے ترا      بردلِ من خدے شامی داد  
خطِ ترازو برائے کشتنِ من      فتویٰ خونِ بے گناہی داد  
غمِ دل می نہ فتم، آپ دے چشم      در حقِ من بہ خونِ گواہی داد

۹۲۷ "بیت ذیل زائد است۔"

لذتِ پیش و کارِ سلانی کا بھنہ

۹۲۸ "بیت ذیل محذوف است۔"

اد کہ جویم جو کار ساز نہ داد

لے پسر دیدہ سفید مرا      خالی مشکینِ توسیا ہی داد  
 سخنِ تستِ سلکِ مردارید      کابرِ نیاں ز مہ بہ ماہی داد  
 بوسہ لے خواہ بر من ز لب خویش

واں گہ از خاصِ خویش خواہی داد

۹۳۰

زلعت یارِ مرا بہ باد دہید      بادِ عنبرِ فشاں زیاد دہید  
 جادواں کو خطش سبق گیرند      شمع لے ہم از آں سواد دہید  
 لے کسانے کہ نزد یارِ من آید      از منشِ زود زود یاد دہید  
 سوے اور فتہ آید، می ترسم      کہ شمایز دل بہ باد دہید  
 از لبِ من بہ پایے ادگہ گاہ      بوسہ بہ دہید و بر مراد دہید  
 خرد سارے ہی کند بیداد      لے بزرگانِ شہر داد دہید

اشکِ خستہ می رود ز فراق

گر توانیش ایستاد دہید

۹۳۱

عاشقاں را چو نامہ باز کنید      نامِ من بر سرِ شطرا ز کنید  
 ز ہدفتِ مست لے مسلماناں      بادہ نوشید و چنگ ساز کنید  
 گر شادینِ عاشقاں دارید      بعد ازین پیشِ بُت نماز کنید  
 گاہِ مُردنِ شنیدم از محمود      گفت "رویم سوے ایاز کنید"  
 من غلامِ شمایم لے خواباں      بہ کشم گر ہزار ناز کنید  
 چند باشید مستِ حُسنِ آخر؟      چشمہا را ز خواب باز کنید  
 دیدہ باشید آں جوانِ مرا      صفتش پیشِ بندہ باز کنید  
 با چناں قاصدِ صبور و سرور      شرم ناید کہ پا دراز کنید  
 بشنود ایں حکایتِ خسرو      پیشِ آں سرورِ سرفراز کنید

۹۳۲۵ جاں سر انگشت آں نگاریں دید  
 عقل انگشت خوشتن بگزید  
 باد بویں بہ بوستاں آرد  
 غنچہ برغوش پیرہن بدرید  
 ہر شبے در ہواے لعل لبش  
 ماؤ چشم سر شک مردارید  
 عاشقاں جاں نثار ادا کردند  
 زلف بند دیش یک یک برچید  
 علیے در عنیم لبش بودند  
 بیچ کس طعم آں شکر نہ چشید  
 ہر کس از فے حکایتے گفتند  
 کس بہ کنہ کمال اد نہ رسید  
 باز لبش بہ دایم عشق کشید  
 ہر دے از کند عشق بہ جست  
 ہر کہ در قید عشق شد مجنوں  
 تا قیامت ز بند اد نہ رہید

بہم خوشد بہ سوخت از رخ او

ہر کہ آں شیوہ دُشمنان دید

۹۳۳۰

تا ترا جسم جاں شکار بود  
 ہر کہ رادل بود فگار بود  
 کشت خال لب تو ام آسے  
 مگر شہ نہ ہر دار بود  
 ہر کسے کز لب تو می نوشد  
 تا زید ہم در آں خار بود  
 آں زمانے کہ سوے تست دیشم  
 این دوا کا شکے دو چار بود  
 ہر کہ در کوے شاہد الے خورد  
 پیش ما مسجدش چہ کار بود؟  
 پار سائے کہ چون جوانان مست  
 در نازش کجا ستار بود؟  
 مست اگر دوزخی سے گویا  
 عاشقاں را از توبہ عار بود  
 غم مرا سوخت درمہ شرح دہم؟  
 بے غماں را کے استوار بود؟  
 گر تیرہ ام خوش نیایدت، کہے  
 خربت در دوش گوار بود  
 پاسے تو زیں پس و سہر خرد  
 عمر باید کہ پاکدار بود

۹۳۲ پیش روئے تو یاسمین کہ بود؟ پیش اعلیٰ تو انگبین کہ بود؟  
 ہر کجا نام طسره تو بر بند نافِ خام تو سنیں کہ بود؟  
 گل کہ اومی برد ز بادِ صبا با چناں روئے نارنیں کہ بود  
 چوں بہ بنیم کہ پانہی بہ زمیں سرنم من بہ ہر زمیں کہ بود  
 خسرو ت شد غلام و بندہ و لیک

۹۳۵ بہ جز از بندہ این چنین کہ بود؟ دل نہ گویم کہ سنگ خارہ بود  
 پیر مرے کہ از قفایے جواں خوں نہ خوردہ ست شیر خواہ بود  
 لے کہ مہ با کمالِ خوبی خویش پیش رے تو پیش کارہ بود  
 ہر کہ یک بار دید روئے ترا تا زید در عیش دوبارہ بود  
 گمرز کا فر بود ہزار سوار چشم تو میر آں ہزارہ بود  
 چوں لبست را بہ گاہ پارہ کسم لب نہ باشد نبات پارہ بود  
 نیست یک چارہ وصل اداں گاہ می زیم من ہزار چارہ بود  
 خاکِ پائے تو می کشم در چشم مگر این اشک لکنارہ بود

ہر شبے خستہ و است و بیداری

۹۳۶ موش گر بود ستارہ بود غ

عشق تو ہر گز ہم ز سر نہ رود و ز دل این آرزو بدر نہ رود  
 گر بر آید ز دوریت صد سال ہم خیال تو از نظر نہ رود  
 مگر ترکِ خفت و خیز، تا خورشید پیش بالائے بام بر نہ رود

۵۲۵ در "ن" غزل محذوف است

۵۲۶ در "ن" بیت محذوف است و بہ جایش بیت ذیل افتاد است

صبر من رفت تا عدم بہ رسید کز بہ پائے تو پیش تر نہ رود

بوسہ لے دے کہ تشنگی شراب  
 ہرگز از شربتِ دیگر نہ رود  
 آں کہ اور لب تو بد خو کرد  
 آرزو سے ہے از شکر نہ رود  
 چہ کنم دردِ دلست نہ می گنجم ؟  
 زان کہ در سنگ مو سے در نہ رود  
 گر سر از عشق می رود، گو "رود"  
 لبیک باید کہ دردِ سر نہ رود

خسرو اجاں بہ شوق بخش کہ مرد

اندر ایں راہ پر خطر نہ رود

۹۳۷ دل ز نادیدنت بہ جاں نہ شود  
 اگر مہوش بیش از آں نہ شود  
 مخرام ایں چنین بہ ناز کہ تا  
 خلق را جانِ دل زیاں نہ شود  
 دیدہ را خاکِ پاس و شن شد  
 نور بردیدہ با گراں نہ شود  
 تو چہ ساں می رہا بیم با سے  
 تن مرده بہ جیلہ جاں نہ شود  
 عشقِ پشتم شکست کیش گرایست

تیر خسرو چرا کہاں نہ شود ؟

۹۳۸ یار مارا از آن خویش نہ شد  
 بہر بیداد او بہ کیش نہ شد  
 دوش در پاش دیدہ می سودم  
 پاش آندو دیدہ ریش نہ شد  
 می دہم جاں بہ عشق و می دانم  
 کہ کسے را از آن خویش نہ شد  
 از تو محروم می روم چہ کنم ؟  
 عمر رونے و عہد بیش نہ شد  
 صناعِ غمہ تو قصا بے ست  
 کہ پیشیاں ز خونِ میش نہ شد  
 تا بہ رودے تو چشمِ کردم باز  
 ہم بہ دیت کہ بیش پیش نہ شد

دلِ خسرو کہ از قرار بہ رفت

برقرارِ نخست بیش نہ شد

۹۳۹  
 ہر کہ بر گفتہ تو گوش نہند      ز آتش دل بہ سینہ جوش نہند  
 رویت از زلفِ عنبریں مرا      حلقہ بندگی بہ گوشش نہند  
 سر و ثابت قدم بہ پیش قدمت      نہ تواند کہ پا بہ ہوش نہند  
 خلق را علت از شکر بہ کشد      خوں بہا بر شکر فردش نہند  
 نیش ز نبورِ عنبر نہ تو خورد      از لبست ہر کہ دل بہ نوش نہند

شد خیالی تو راست با خسرو  
 رونے ارکج نہند ہموش نہند

۹۴۰  
 لالہ پیش رخست کلہ بہ نہند      مشک ترزاں خط سیہ بہ نہند  
 غنچہ در نوبت جوانی تو      سر نہ بیند اگر کلہ بہ نہند  
 چشم ز گس کہ خویش تن بینست      دیدہ پیشت بہ خاک رہ بہ نہند  
 جزیرہ رودے چوں گلست ہر سال      بوستاں بر بہار گہ بہ نہند  
 شب کہ آبتن است از خورشید      پیش صبح رخ تو زہ بہ نہند  
 تو مرا کشتی د بہ گردن او      خون من کو ترا گنہ بہ نہند

بوسہ ہا دزد د از لبست خسرو

وز برے رکاب شہ بہ نہند

۹۴۱  
 عاشقی مرد را سزاے دہد      اشک را سوسے دوست را کہد  
 محنت عالم آ ز مایش را      بردلِ محنت آ ز مایے دہد  
 سو ختم از غم د چنین باشد      ہر کہ دل را بہ دلِ مریاے دہد  
 رنج برین در این سرے گذشت      دادم ایند در آں سرے دہد  
 کیست کور از من خبر گوید؟      شاہ اقصیٰ گداے دہد





۹۴۲۲ از دہانت سخن بہ کام رسد  
از زبان توئے بہ جام رسد  
از پے بستن لب، از زلفت  
ہر شبے صد ہزار و ام رسد  
زلفت ارچاشت کہ بہ پیایم  
تا بہ پایاں نماز شام رسد  
بہ سلامیت جاں بہ باد ہم  
اں زماں کنز تو ام سلام رسد  
تو کنی جو رو تیر نالہ من  
ہم بدیں جانِ ناتمام رسد  
غام کاری مکن مباد امرور  
کالتش من بہ چوں تو غام رسد  
وصل و ہجرت بہ کنہ کار من اند  
تا ازین ہر دو ام کدام رسد؟  
وصل اگر دست داد ہم در پے  
ہجر ناگہ بہ انتقام رسد  
کشد از ہجر و غفۃ گروئے

۹۴۲۳ وقت اں شد کہ گل شگفتہ شود  
بندہ خستہ و بداں غلام رسد  
خواہد ابرہ دو ندہ را گیرد  
چشم نرگس ز مے غنودہ شود  
معتدل شد ہوا چناں کہ ز چرخ  
سر و از بس کہ در ہوا بہ دود  
آتش لالہ را ہی بیند  
برچہن باد گرم ہم نہ رود  
می زند مرغ نغمہ لے کہ چناں  
زاع چوں ہندواں نہ می گردد  
باد گوش بنفشہ می پیچد  
ہر زمانے زدست می بہ شود  
کہ ز بلبل سخن نہ می شنود

ساقیا گر ترا چنین دستی

گذری بر من او فدا چہ شود

۹۴۲۴ لب لعل تو جُز کہ جاں نہ برد  
آشکارا برد نہاں نہ برد  
جاں بدیناں کہ می برد لب تو  
ہیچ کس از لب تو جاں نہ برد

۱۰۵ و ۱۰۶ در "ن" غزل محذوف است۔

نہ رود مہ برادج در شب تار      تا زلف تو نرد باں نہ برد  
پیش از ایں بر خودم یقینے بود      کہ دلم ہیج دل ستاں نہ برد  
تو بہ بردی ہمہ یقین دلم      بر طریقی کہ کس گماں نہ برد  
چشم پر خون کشم بہ پیش تو لیک      کس جگر پیش میہاں نہ برد  
برد چشمہ داں بود شستی      کایں ہمہ عمر بر کراں نہ برد  
برد از ضعف ہر طرف بادم      ہر گزم بر تو ناگہاں نہ برد  
خسرو افتاد برد تو چو خاک

باد را گو "کز آستان نہ برد"

از نگو بد، نگو نہ می آید      تو نگوئی نگو نہ می آید  
با من اربد کنی، نگو کن از آنک      بد جز از تو نگو نہ می آید  
می روی سوے باغ با آل لطف      آب در ہیچ جو نہ می آید  
آں کہ خورشید می کند بر چرخ      تو کنی بہ کز او نہ می آید  
عقل من با تو رفت دیں طرہ      کہ تو می آئی او نہ می آید  
تاب سنگیں دلت نہ دارم من      کار سنگ از سبو نہ می آید  
دل خسرو کہ در ہوا سے تو ماند

جائے دیگر من نہ می آید

مدتے شد کہ یار می ناید      داں بت گل عذار می ناید  
جان خود را شکار ادا کردم      رغبتش بر شکار می ناید  
می شمارند بس کہ یارانش      بندہ خود در شمار می ناید  
تا بر آرد گرد از دلہا      زد دے بر غنبار می ناید

روز گالے کہ بیشم آمد از او      پیش از روزگار می ناید  
 آرزویم کنار او چه شود ؟      کار زود در کنار می ناید  
 دل من کنز قرار خویش به نیت      دیر شب بر قرار می ناید  
 مکن ای دوست ذکر صبر به عشق      که مرا استوار می ناید

خسرو اگر در عشق می گردی

۹۴۹ مگر تاجاں به کار می ناید  
 شب که بادم ز سوے یار آمد      مست گشتم که بوی یار آمد  
 آب چشمم دوید از سر جاباں      پایے کوباں به سوے یار آمد  
 گریه خویش دگریه دیگر است      کای رفته به جوے بار آمد  
 می کنم یاد می خورم حسرت      بهر چه خوردم ز جوے یار آمد  
 نیک نبود که بد کنم دل اگر      بد زردی نگوے یار آمد

خویش را نیز کرد گم خسرو

جستن دل که سوے یار آمد

۹۵۰ سهر کرا خال عنبریں باشد      گر کند ناز ناز نہیں باشد  
 غمزہ ات چوں کمیں کند بر خلق      ترک جاباں باز در کمیں باشد  
 روے تو خرمن گلے سنا ز آنک      خرمن ماه خوشه چیں باشد  
 تا ترانیز قصد جان دل است      کارمانز در عقل دیں باشد  
 در سماعے که عشق بازاں را      بزم پیر آه آتشیں باشد  
 آستیں بر فناں که بهر نثار      همه را جاباں در آستیں باشد  
 پیش رخساره منور تو      روے خورشید بردیں باشد

آفرین بر حال تو که بر آو  
ز آفرینده آفرین باشد

۹۵۱  
هر کرایار یار می افتد      مقابل و بختیار می افتد  
لے بادُر، که در محیط سر شک      هر دم در کنار می افتد  
عقرباد و چو حلقه می گردد      تاب در جان مار می افتد  
شام ز لطف چو می دود در چین      شور در زنگبار می افتد  
گریه مست مست جادوش ز چه بود؟      بر زمین دیار می افتد  
گل صد برگ را در گرد دامن      همچو بلبل هزار می افتد  
چون زعالش همی کنم تقریر      بختیبر بر دوی کار می افتد  
دل از شوق چشم سرمستش      دم به دم در کنار می افتد  
رحم بر آں پیاده کو هر دم      در کمند سوار می افتد

هر که او خوار می افتد خستد

همچو ماباده خوار می افتد

۹۵۲  
دید با تو چه هم نظر گردد      نادک فتنه را سپر گردد  
هر که از درد عشق ناخبر است      چوں ترا دید، یا خبر گردد  
زلف رونے که بر رخست گذرد      سایه از چاشت بیشتر گردد  
تا خیالت در دین خانه بود      صبر می کن برون در گردد  
کیمیای مست آتش عشقت      که از آں لای بند ز گردد  
قصه یمن در از شد ز غمت      در به گویم در از تر گردد  
می خورم غم به یادت، اما زهر      که به یاد شکر شکر گردد

من ز برگشتن تو می میرم ز اں نہ میرم کہ عمر بر گردد  
 خسر د از کاہش تو شدنئے خشک  
 بوسہ لے دہ کہ نیشکر گگرد ۹۵۳

عاشق از سینہ جاں بروں گیرد تا غمت را بہ جاں دروں گیرد  
 رمے او گر شود گرفته بہ بین گر نہ بینی کہ ماہ چوں گیرد  
 دیگر اں از پری فسون گیرند از دو چشمت پری فسون گیرد  
 محنت و غم حریف مونس دے چوں تواند کہ دل سکوں گیرد  
 بے تو ایں چشم خوں گرفته بے

آخر ایں آب چند خوں گیرد؟

با تو در سینہ جاں نہ می گنجد تو در دنی از آں نہ می گنجد  
 تنگ دارد دل مرا کہ در او جز تو کس لے جواں نہ می گنجد  
 آں چنانی نشسته اندر دل کہ نفس ہم در آں نہ می گنجد  
 می نہ گنجی تو در میاں نہ جاں لیک جاں در میاں نہ می گنجد  
 غم تو آشکار خواہم کرد چہ کنم در نہاں نہ می گنجد  
 عشق در سرفنا دو عقل بہ رفت کایں دو در یک مکاں نہ می گنجد

تا کہ خسر و زباں کشاد از تو

سختش در ہماں نہ می گنجد ۹۵۵ غ

شبیوہ کاں ترک ماہر داند قتل یار ایں ہر جہ داند  
 گردلم خوں کند و گر سوزد من کیم زان اوست او داند؟

۹۵۵ درمن "غزل محمدت است ۹۵۵ درمن" بیت ذیل زائد است ۔

تا تو انم ز عشق و بیچ علاج در من تا تو اں نہ می گنجد

گل چہ داند کہ درد بیل چیست؟ ادہیں کار رنگ و بوداند  
 شاہد است گاہ سنگ انداز سر درویش را سبوداند  
 ہر کہ در عشق دیدہ را ترک کرد آبروے خود آب جوداند  
 چند گونی دلت کہ درد دیدست؟ بندہ چشم ترا نکوداند  
 بے زباں شد ز دیدنت خسرو  
 کاوہ ہر کار گفت گوداند

۹۵۶

دیدہ درخوں سزائے می بیند کاں خط مشک سائے می بیند  
 می رود مستی بے بسیر و خلق کاں رُخ جاں فزائے می بیند  
 پایے بردیدہ می بند و ز شرم دیدہ بر پشت پایے می بیند  
 گرچہ فریاد می کند سلطان کہ بسوے گدائے می بیند  
 کو ربا دار قیب کت ہر روز در میان سرائے می بیند  
 می کند بردلم کرشمہ بے ناز را نیز جائے می بیند  
 جو ر رویت بہ ہر کہ می گویم روے آں دل ربائے می بیند  
 دل کہ نہ شنید پند و عاشق شد اینک اینک سزائے می بیند  
 دیدہ من چہ است ایں کہ دلم؟ از جو تو خود نمائے می بیند

از جفا سوے من نہ می بینی

مکن آخر خدائے می بیند

۹۵۷

شخصہ غم دو اسپہ می آید صبر نزدیک من نہ می پاید  
 روزگارم بہ خشم می نارد و آسمانم بہ سرمہ می ساید  
 رفت روزے کہ با تو خوش بودیم ہرگز آں روز نہ رفتہ باز آید؟

لب صم خالی برائے کشتن من      خود فلک پٹ پٹ ست می خاید  
 زان لب آسائیشے بدہ دل را      زان کہ از گریہ می نیا ساید  
 بعد از انیم بہ بند زلف مہند      کز چہیں بستہ ہیج نکشاید  
 خسرو ت چوں بہ عشق شد بندہ

خوانی اش گر غلام خود، شاید

۹۵۷

دہنت رافض نہ می بیند      مگر ت بہت دس نہ می بیند  
 یک نفس نیست کزد بان تو دل      تنگی در نفس نہ می بیند  
 بلبے چوں من از گلت محروم      شکر ت جز مگس نہ می بیند  
 برگ کا ہے شد م ز غم، چہ کنم؟      چٹم تو سوے خس نہ می بیند  
 یک شبے خیز و میمان من آئے      فتنہ خفتہ عس نہ می بیند  
 با تو گویم کہ "از غم تو چہا ست      کایں دل بواہوس نہ می بیند؟  
 می رسد گرد لم کند فریاد      لیک فریاد رس نہ می بیند  
 آب چٹم کہ از سرم بگذخت      می رود، ہیچ کس نہ می بیند  
 نہ شود صبر نالہ خسرو

کارواں در جہرس نہ می بیند

۹۵۹

اگر آں ماہ مسر باں گردد      غم دل غم گسار جاں گردد  
 آں کہ چوں نامش آدرم نہ با      ہمہ اجڑے من زباں گردد  
 در کنم یادِ ناوک چشمش      موہر اعضاے من سناں گردد  
 چوں کنم نقش ابرویش بردل      قد چوں تیر من کماں گردد  
 من ز شرم جال تو ہر ماہ      در حجاب عدم نہاں گردد



یارب این آسیای دولابی      چند بر خون عاشقاں گردد؟  
چون دلم با غم تو گوید راز      در میاں خانه ترجاں گردد

چون ز لعلت سخن کند خسرو  
شکر از منقش رواں گردد

۹۶۱  
خیم زلفت که مشک ہیں آمد      با گل دلالہ ہم نشیں آمد  
لب لعل تو کاں پراز گہشتہ      خاتم حسن را انگیں آمد  
کوه را سایہ دار نتواں نکرد      جز دوزلفت کہ بر سریں آمد  
گر چہ گل ناز می کند بر شاخ      نہ چہ روی تو ناز نیں آمد  
لے کے پیکان تیر عنبرہ تو      تشنہ خون حور ہیں آمد  
صورت این کن کہ چین بروت      صورت حسن راجو ہیں آمد  
بہ گریہ لبست کہ خوں آید      خوں بردن نامہ انگیں آمد

از شب زلفت بہ رست دلم

۹۶۲  
گشت روشن کہ خسرو این آمد      غ  
دل زلفے تو دور نتواں کرد      بارخت یاد حور نتواں کرد  
جور تو در رخ تو نتواں گفت      گلہ اندر حضور نتواں کرد  
چشم بد دور از چناں ردئی      کہ از او چشم دور نتواں کرد  
ہم چناں سادہ خوشتر سے لبست      کاں شکر را بزور نتواں کرد  
کہ بہ گریہ گئے غزل خوانم      دل بدینا صبور نتواں کرد  
بخت بایں نہ زیرے کہ بہ ہند      ماتم خویش سور نتواں کرد

۹۶۳  
غزل مخدوت است ۹۶۴  
بیت ذیل زائد است ۹۶۵

بہ زبانی کہ یا ہم از چہ توئی      خویش را در غرور نتواں کرد

سوخت چوں شمع جانم دریں شمع  
کارِ خسرو به نور نتوان کرد

۹۶۲  
دلبرم بے وفاست چتوان کرد؟  
چوں دلِ پادشاهِ کشورِ حُسن  
میل او با جفاست چتوان کرد؟  
فارغ از هر گد است چتوان کرد؟  
ماجرای میانِ حسن و وفاست  
حُسن درازد وفاست چتوان کرد؟  
دلبر بے وفاست عید شکن  
چوں نه بر عهد است چتوان کرد؟  
از غمت جان به لب سید مرا  
چوں ترا این ضایع است چتوان کرد؟  
آں بُتِ محبتِ عهدِ سوختِ کیاں  
ظلم پیشش دوست چتوان کرد؟  
چوں هنوز آں نگارِ شهر آشوب  
بر سرِ ماجراست چتوان کرد؟  
دل به شوخی ر بود از دستم  
دلبر دل مُرباست چتوان کرد؟

کلیه اختیاری تو خسرو

چوں به دستِ قضا چتوان کرد؟

۹۶۳  
بارِ خشتِ شب چراغ نتوان کرد  
بے رخصتِ سینه داغ نتوان کرد  
پیشِ تو آفتاب نتوان جست  
روزِ روشن چراغ نتوان کرد  
از دوز لغت کماں شد دستِ تنم  
خود کماں زد دوزخ نتوان کرد  
باز کن لب که از چنان تنگی  
میل سوے فراغ نتوان کرد  
گرزِ بارِغِ رختِ برے به خورم  
نظرے هم به بارِغ نتوان کرد  
خشم در سرِ کنی به هر سخن  
با تو زین پیش لاغ نتوان کرد

بوی خسرو همی کشی به دماغ

بیش ازین هم دماغ نتوان کرد

۹۶۴  
 آن صبر یک چند آب حیواں کرد  
 لب لعلت ہزار چنداں کرد  
 چوں بدید آفتاب بے نگ بست  
 لعل را زیر سنگ پناں کرد  
 ابراز رشک در دندانت  
 گوہر خویش را پریشاں کرد  
 تو بست آذری کو نقش رخت  
 آتش سینہ را گلستاں کرد  
 تانہ روید گلے چو تو در باغ  
 از دم سر دمن زمستاں کرد  
 چشم بد دور از چناں روئے  
 کہ از او چشم دور نتواں کرد؟  
 عاشقاں را نہاد چشم تو بند  
 داں گہ اندر چہ زخداں کرد  
 دل در آدینخت جعد تو بہ رسن  
 داں گہ از غمزدہ تیر باراں کرد  
 بیچ رونے نہ گشت سایہ کہ غم  
 نہ سرم را چو سایہ گمرداں کرد

گشت دیراں ز گریہ خانہ چشم  
 غم چنین چند خانہ دیراں کرد

۹۶۵  
 دل بدین دبدونہ خواہم داد  
 جز بہ بار نکونہ خواہم داد  
 بے تو اے آرزوئے سینہ من  
 سینہ را آرزو نہ خواہم داد  
 مہر تو بر کس نہ خواہم بست  
 آب حیواں بہ جو نہ خواہم داد  
 گر بہستاں فکود خواہم شد  
 بے وفائی چو تو نہ خواہم داد  
 بوسہ لے گفتمہ ای توقف چیست؟  
 یا بدہ، یا بگو، نہ خواہم داد  
 بارخت سوے گل نظر نہ کنم  
 دل بہ رنگ بہ بو نہ خواہم داد

سگ کویت گزید خسر و را

بعد از ایں ہم از ادنہ خواہم داد

۹۶۶  
 دل یاد درد را کجا یا بند؟  
 گو نہ زرد را کجا یا بند؟

بار اندوہ بے دلاں چہ خوش است؟      نفسِ سر در اکجا یا بند؟  
 خوب سے من از بتاں فردا      این چنین سر در اکجا یا بند؟  
 چوں منے کو، کہ حالِ من پر سدا؟      یارِ ہم در در اکجا یا بند؟  
 صبرم از دستِ غم گر سخت کنوں      آں جہاں گردِ اکجا یا بند؟  
 ہر کہ در عشقِ جاں بد مرد است      این چنین مردِ اکجا یا بند؟  
 سگِ گوشتِ خستہ و اندر عشق

شیرِ نادر در اکجا یا بند؟

۹۶۷ شگنِ زلف باز خواہی کرد      بر منہ از شب طراز خواہی کرد  
 روزہ دارِ یم رخ بہ پوشار نہ      روزِ بر ما در از خواہی کرد  
 راست کردی ز ابرؤاں محراب      می ناپد نسا از خواہی کرد  
 بہ گدائی بہ گویت آیم بیک      در برویم فرا از خواہی کرد  
 کشت جو رو گویت کہ نہ کن      گر صہ صد بار باز خواہی کرد

کارِ خسرو ز دست شد وقت است

گر ز ظلمِ حستہ از خواہی کرد

۹۶۸ منازکے بت چیں کہ چیں ہم نہ ماند      قرارِ جہاں میں چیں ہم نہ ماند  
 بہ بحرِ غم ارعاشقاں کشتہ گردند      شکر خندہ ناز میں ہم نہ ماند  
 نہ جہم نہ نمایاں جانہ نقشِ نگینش      چہ نقشِ نگیں بل نگیں ہم نہ ماند  
 نہ ماند چیں ہیج بہت خانہ آوِخ      چہ بہت خانہ چیں کہ چیں ہم نہ ماند  
 بہ چرخِ بریں می کنی تکیہ دایم      بر آئی کہ چرخِ بریں ہم نہ ماند  
 چہ مونسِ ہی گیری از ہر قرینے؟      کہ مونس نہ پاید، قرین ہم نہ ماند

سخن گوئی گر چند سحر آفرین است    سر انجام سحر آفرین ہم نہ ماند  
 چو خسرو بجز نالش غم نہ ماند مت  
 از آن ترسم آں دم کہ این ہم نہ ماند

۹۹۹  
 اگر دلبری چوں تو جانی بر آید    بہ ہر جا کہ شیند بلاے بر آید  
 قدت چوں در گستاں در آئی    اگر سرے اندر قباے بر آید  
 بر آید بہ ہر جا گل اما چور دیت    بہ نزدیک مادر جاے بر آید  
 بہ کوے تو بہر سال از خون خلقے    ز بہر سبزہ مردم گیاے بر آید  
 رسد نالہ من ز پیشت بہ جلے    کہ از ہفت گنبد صدے بر آید  
 عنایت کن اندر حق بندہ خسرو

۹۰۰  
 مگر از تو کارِ گداے بر آید  
 چو آں شوخ مشب در دلِ ناز گردد    مرا خواب در دیدہ دشوار گردد  
 دلم گر در آں زلف گردد ہمیشہ شب    چو دزدے کہ اندر شب تار گردد  
 شب فروز گردد در آں کوے جام    چو بلے کہ بر بام و دیوار گردد  
 بلای جز این نیست بر جانِ مسکین    کہ آں شوخ در سینہ بسیار گردد  
 مرا کشت بیداری بخت مارا    ہوس ہم نیاید کہ بیدار گردد  
 چو بیزارش دیار جاں کیست باے؟    ز ہاکن کہ ادنیز بیزار گردد  
 گرفتار از طعن بد گوے یارب    بہ روز بد من گرفتار گردد

چگونہ کند وصف آں عے خسرو  
 کہ در دینش عقل بیکار گردد

۱۰۰۰ در "غرل محمد زوت است" بیت محمد زوت است در "ن" ۱۰۰۰ بیت ذیل در "ن" ۱۰۰۰ بیت ۱۰۰۰

طہیم ہاں بہ کہ سویم نیاید    کہ ترسم ز درو من افکار گردد

بدان دل منربی که گیتی نماید :  
 خردمند را دل نهادن نه شاید  
 چه بندی دل اندر خیالات عالم  
 که آئینه رو عاریت می نماید  
 گره های عنسزه مبین سخت و محکم  
 که چرخش نه دید آں مگر کمی کشاید  
 چه بیوده گوئی که "پاینده مانم"  
 تو مانا اگر زندگانی نه پاید :  
 کسے زنده ماند به معنی دُ صورت :  
 که از راه صورت به معنی گمراید  
 دل خلق سنگین و دل در حیرانی :  
 از آں سنگها این عمارت نه شاید  
 خس است آدمی چوں گرفتار ز رشد  
 چو آں کاه کش کمر بامی رباید :  
 ز اصحاب نا جنس زادے نیابی  
 که اشتر شود جفت و کمره نه زاید  
 چو تو تلخ گوئی همان است پاسخ :  
 عدد گاه دشنام شکر نه حناید  
 بیاں ماند از حنّام جستن بصیرت  
 که بر خشت حنّام ابلهی سر نه ساید

حدیث جہاں گزمن راست پرسی

دروغے سنت آسماں کہ خسر و سرائید

۹۷۲

بر آں است جانم کو ناگہ بر آید  
چوں از بہر یک دیدنت می نہ پاید  
مزن غمزہ چوں من ز ہجران بہ مردم  
کو کس تیغ بر گشتگان ناز ماید  
از آں دیدہ بر خاک پائے تو سایم  
کو زنگار اشکم زراہت زدا ید  
دلت در قبار است کاری نہ داند  
چو کج باشد آئینہ رو کج نماید  
اگر در وفا ہائے وعدہ بخمیلی  
جواں مروی عشق چندیں نہ شاید  
مگو خسر و ترک دل بند خود گیر

دلم باد اگر کس کجای می کشاید؟

۹۷۳

زمن بشنوائے دل کہ خواہاں چہ چیزند  
عزیزان قومند و قومے عزیزند  
بہ لعل چو آتش جہانے بسوزند  
بہ تیغ مژہ خلق راخوں بہ ریزند  
کمان ابر دانند با تیر عمرہ  
بہ نخوں ریختن بچو شمشیر تیزند  
بہ جزو دور چہ نالشی خود کس ندیدہست  
کہ مستان بہ ہشیارہ مردم میزنند  
بہ چشم آہوانند و مردم بہ صورت  
ازاں بچو آہو ز مردم گویزند  
نشستن بدیشاں کجای توانند؟  
کساں گز سر دین و دنیا خیزند

نیابند یک ذرہ بے مہر ایشاں

اگر خاک خسر و پس از مرگ بیزند

۹۷۴

خوش آن شب کہ چشم بر آں مایہ بود  
مژہ ہر زماں اشک پالائے بود  
بیائے جہاں بر سر من بہ گرد  
کہ این سر شبے زیر آں پائے بود  
تم برود دوست پامال گشت  
چہ تد بہر چوں خاک آں جائے بود

لحہ در غزل محمد وین است لہ در غزل محمد وین است لہ در غزل محمد وین است

شبِ دوش ہم بد بود از خیال      اگر چه دراز و غم افزاے بود  
 ز منے ہائے دوشینہ مستم ہنوز      منے کزد و چشم جگر ز اے بود  
 بہ گویم چہ خوش داشت وقت مرا      سر و دے کہ از نالہ دواے بود  
 بکش ز ادم اے عشق کاں دل نہ ماند      کہ صبر مرا کار فرماے بود  
 بفساد چندیں دلِ خلق دی      کہ شانہ ترا گیسوا افزاے بود  
 یکے کار ز آل لب در یغم مدار  
 کہ تا بود خسر و شکر خاے بود

۹۶۵  
 دوشینہ را بہ خواہی نمود      کہ سر و دگل را نہ خواہد ستود  
 خطت کز لبانت بر آورد سر      بر آورد از خانِ عشاق دود  
 بہ خون کساں آستیں بر زدی      نہ دانم کہ راست خواہی نمود  
 بہ بازی مزین غمرہ بر جان من      کہ کس تیغ بر دوستان نازود  
 ز ہجرم چہ پرس کہ یارب مباد      ز صبرم چہ گویم کہ ہرگز نمود  
 و زایل آشنائیم دستے ملگیر      کہ سیلاب چشم ز جادو ر بود  
 ز غم نا تو انم شفاے بخشش      از آں پس کہ امن مرده باشم چہ بود  
 تو با آن کہ گفت کہے فشنوی

۹۶۶  
 دوشینہ کہ تیر بلامی زند      چناں تیر بہر چرا می زند  
 کماں جانب دیگرے می کشد      دے تیر بہ جانِ مامی زند  
 زہ دیدہ کز توضیح دچا کی      کجای نماید کجای می زند  
 دوزخ تو از پشتے رودے او      شب تیرہ را در قفای زند

... درون غزل نموده است ... درون بیت دین زاندا است ...



بہ ہنگام رفتار بالائے تو <sup>موت</sup> تنگ کباب را از غ پامی زند  
نوامی زند بلبل از را و عشق دے راہ این بے نوامی زند

مریزد آب خسرو ہمیں غم بس است

کہ آتش در این مبتلا می زند

۹۷۷  
لبش در شکر خندہ جاں می برد / شکیب از من ناتواں می برد  
پیالہ بہ کھن چوں رواں می شود / دل عاشقاں را رواں می برد  
کمر بستہ در دل دروں می رود / پس آں گاہ جاں از میاں می برد  
چہ شکل است این وہ کہ پیش حرف / سہمی بگذرد دست و جاں می برد  
گرم پرسد از بردن دل کسے / اشارت کنم کاں چواں می برد  
سر زلف کاہد سہمی بر لبش / ناک سوے ہند و ستاں می برد  
نگار ا جگر بختہ کردم کہ چشم / خیال ترا میہاں می برد  
شبے میہاں شو بہ بین گار زوت

صبر می ز خسرو چساں می برد

۹۷۸  
دل از بند زلفت رہا کے شود؟ / دلت بار دم آشنا کے شود؟  
نہ گوی کہ از لعل سیراب تو / مراد دل مار دہا کے شود؟  
دے مریم لعل خود کام تو / بہ کام دل ریش ما کے شود؟  
نہ می شد دل از بند زلفش رہا / کنوں دل نہادیم تا کے شود؟

کجا سہدم دیار خستہ و شومی؟

کہ شہ ہم نشیں گدا کے شود؟

۹۷۹  
شبے آں پس دل میں سا اگر این طرف گد / چونکہ گند غم و درد میں بد دل خوش اثر کند

لہ بیت محذوف است درن۔ لہ غلہ غنوں بہت درن سہ۔ درن غزل محذوف است

دل و جاں ندائے نگاہ او چو برآ کشتن چو نئے  
نکو دہ سوئے من سخن بہ کرشمہ باد گرے کند  
سخن دے است و سرشک من چو گم بہ روئے او  
کہ بہ کام او شکرے نہد بہ دہان من جگرے کند  
غم سمندر تو خاک رہ کہ ز درد دل بہ برنگم  
بہ از آں مخرج و بہتر آں کہ دوانہ درو سر کند  
گلچہ بہ خسر خستہ دل سخن کند کہ رسم بہ تو

مشو دلا تو حدیث او کہ بہانہ باد گرے کند غ

۹۸۰  
تو رفتہ امی دُز تو نامہ اے بہ من نہ رسد  
چگونہ قصہ دلدوم بہ مرد و زن نہ رسد  
دل کہ می پرداندر ہوائے تو مرغے مست  
کہ از وطن بہ رود باز با وطن نہ رسد  
مرا کشی دہن پوشی بہ عیب من دامن  
شہید را چہ تفادات اگر کفن نہ رسد  
گرفت گریہ من دامن تو نمکیں چشم  
اگر یوسف بابوئے پیرین نہ رسد  
چنانا ہی رود و اشکم کہ گر کشائی تیسر  
چشم من رسد اما بہ اشک من نہ رسد  
بہ ماند در شکن گیسوئے تو دل بہیار

کہ آتش دل خسرو بدایا شکن نہ رسد

۹۸۱  
از اشک من بہ کویت جز سرخ گل نہ روید  
زاں گل کہ بلویت آید، میرد کسے کہ بلوید  
جائے کہ از لب تو باران بوسہ بارد  
دل غنچہ غنچہ خیزد جاں خوشہ خوشہ روید  
چشم کہ خورد و غولم از بس کہ خوں گرفت  
خود ریخت خود را بے آں کہ کس نہ جوید  
جانم ندانم چوں او خود را بہ چشم سازد  
باجلد در حکایت با من سخن نہ گوید

زین غم کہ از جدائی خسرو بہ سینہ دارد

شاید کہ بر تن او ہر موئے او بہ موید

۹۸۲  
زلفت صمنا تافتہ چند بی چہ شیند؟  
واں چشم تو باروئے پرچیں نشیند؟  
پدین چو رخسار تو ہر صبح بہ خند  
تا بر دل خورشید ز پروں چہ نشیند؟

گر نیشکر از دست تو بر خاک نشسته است  
 این دیده بر آں قامت شیریں چه نشیند؟  
 در تیرہ خواہد دل من حالت خود را  
 با گیسوے مشکین تو چندیں چه نشیند؟  
 در مشورت ریختن خون کسے نیست  
 خط تو بر آں طرہ مشکین چه نشیند؟  
 چون وصل تو مارانہ دید دست بہ بایں  
 چندیں غم تو بر سر بایں چه نشیند؟  
 تو شاد بزی گز برخسرد نہ نشستی

از سچو توئی بر من میکنی چه نشیند؟

۹۸۳  
 اگر سرو من در چین جا بگیرد  
 عجب باشد از سرو بالا بگیرد  
 جوشانہ کند زلف عنبر نشان را  
 جہانے بوئے عنبریں را بگیرد  
 بہ زلفش مدام از پیے خون دہا  
 ہمہ سوے ادیک دگر را بگیرد  
 کسے کو گرفتار آں دوشد او را  
 دل از جملہ دو ہائے زیبا بگیرد  
 اگر بخت یاری دہد آید آں مر  
 شے با من و جام و صہبا بگیرد  
 چنان عالم ای چشمہ برفرق پایش  
 کہ این دیدہ رنگ آں کفن پا بگیرد

یہ دنبال آں سرو دہر روز خسرو

چو باد صبارا ہ صحرایا بگیرد

۹۸۴  
 بہ ہر جنبش کہ در زلفت ز باد صبح گاہ افتد  
 بسا دہمائے میکناں کہ آں زلف و دواہ افتد  
 گل اندر خواب گاہ و ز گس افتد گرد زہد تو  
 دلیکین عشق باز آں را خسک در خواب گاہ افتد  
 تومی و دست و غلتاں گوہر آں تو بہ باطل  
 چہ غم دارد از آں شاہد کہ ز اہد در گناہ افتد  
 ز چشمت کاروان صبر من تاراج کا فرشد  
 مسلماناں کسے دید ہمت کا نہ رہر ماہ افتد  
 تو جولاں می زنی و طالبایں چون گرد دنیاں  
 مباد اکاں عنان در دست ہمت ادخواہ افتد  
 سرم خاک ہسروے کہ چون میند بالایش  
 کلاہ افتد ز سر بر خاک سپیش کلاہ افتد

ملہ مطابق نسخہ ۱۰۰۰ مطابق نسخہ ۱۰۰۰

ہوس دار دکہ دیہایت سراندازی کند خسر  
ولیکن کے گدار ارادہ پیش بادشاہ افت ب

۹۸۵

بیاساقی پوئے در دہ کرگل در بوستان آمد  
شرابے خور و غنچہ از ہواے ابر در پردہ  
میان غنچہ و گل از پئے زر بود اشکالے  
نفیر بلبلان نہ گذاشت خوردن چشم زگر  
اگرچہ سر در ابادے مست در سرمہ پیش گل  
اگرچہ بوستان بر دے ہائے خوب شد از گل  
الائے ماہ خروگاہی کہ ماندی در پس پردہ  
ز جام لالہ بلبل مست گشت و در فغان آمد  
صبا ناگہ لبش بوسید و بوش در دہان آمد  
کشاد آں عقدہ مشکل صبا چون رمیا آمد  
شبے گر خواہے اندر دیدہ آں ناناں آمد  
قیلے می کند کا زادگی ماہیں نشان آمد  
بر دے خویش رو خوشتر خرمچوں توان آمد  
بر دے آسے و تماشا کن کرگل در بوستان آمد

گلستانے مست خاک آستان از مرغ خویاں  
کہ مرغ آں گلستان خسر و سحر البیاں آمد

۹۸۶

ہوائے خرم مست بہر طرف باران بھی بارد  
نگوں شکر چہائے سبزہ گوی در بھی جبہ  
چکان قطرہ ز سر ہائے انار تازہ پیرای  
خوش آں وقتے کہ مطرب در سماع و نیکوای  
زہر پائے خواباں را باطامبہ می شود  
دے ہر قطرہ بر جال آب دادہ ہست پیکار  
نہ گویم قطرہ کز بالاکل و ریحان بھی بارد  
زس کاہ در افشاں بولے غلتان بھی بارد  
کہ ہر دانہ کہ بود مست اندروں پہناں بھی بارد  
خواماں در میان سبزہ و باران بھی بارد  
ہر آہے کز ہوا بر سبزہ بستان بھی بارد  
جد افتادہ را کہ مرثہ طوفاں بھی بارد

ہوائے ابر باہم صحنہاں خسر و غنیمت داں

کو عیش و خوش دلی از صحبت ایشان بھی بارد

۹۸۷

ہوائے خرم مست و ابر لولو بار می بارد  
زالال زندگی بر شلخ خضر آثار می بارد

۱۔ مطابق نسخہ ۱ ۲۔ مطابق نسخہ ۳ ۳۔ مطابق نسخہ ۴

بہ روئے سبز ہائے ترکِ قطرہ می چکد، گوی  
 گلِ سربخِ انار از شلخِ سبزش چو چکانِ بوی  
 کہ بر سطحِ زمرود دانہ ہائے نار می بارد  
 توینِ باری کہ طوطی گوہر از منقار می بارد  
 چہ ناز دست و کرشمہ وہ کزاں رفتار می بارد  
 زہر جانِ عاشقِ خضرِ غولِ خوار می بارد  
 نگہ کن قطرہ ہائے خوش کہ برگزار می بارد  
 فرشتہ چوں مگسِ پایستہ می گردد بہ شیرینی

۹۸۸ چو در وصفِ تو خسر و شکر از گفتار می بارد

چو صبح از روئے تو دانی نقابِ تار بکشاید  
 نہ باشد حاجتِ مطربِ حریفانِ صبحی  
 نسیم از ہر طرف صد نافہ تا تار بکشاید  
 چو مرغِ صبح گاہی نالہ ہائے زار بکشاید  
 خوش آن عاشق کہ خواہش برده باشد دیر  
 غلامِ خوابِ آن شوخم کز آواز خوش ساقی  
 چو خیزد ناگہاں، دیدہ بہ روئے یار بکشاید  
 بہ صد ناز و کرشمہ ز کس بیچار بکشاید  
 دلت نکشاید الا بالِ و روئے تبارِ خمر

۹۸۹ دلِ ہر کس دے از سبزہ گلزار بکشاید

سفیدہ دم چو در از ابر در فشاں بہ چکد  
 رواں کن آن مئے چوں آفتابِ گرما گرم  
 بہ کامِ لالہ و سوسن زلالِ جاں بہ چکد  
 چنایں کہ خوں ز بنا گوش دوستان بہ چکد  
 شربابِ آبِ حیاتِ سست و جانِ ماسرود  
 خوشا کشیدنِ مئے بر لبِ طسبزہ چو ابر  
 چنایں بہ آبِ خود آید چمنِ زار بہار  
 بہ روئے نازکِ گل تیز منگوائے ز کس  
 ز شلخِ سبزہ چنایں آبِ می چکد ز تری  
 کہ در دوزخِ خسر و بہ ہر زماں بہ چکد

۱۰ مطابق نسخہ ۱۰۰۰

۹۹۰؎ یوستان خوش گشت آباد بطن جاداد  
 کون کس کس کجاں داد و ہوائے بوستان داد  
 سحر کہ بکری غنچہ بادہ باخوردہ مست در پردہ  
 کون دل بستگی غنچہ باگل کئے نہا ماندہ  
 اذآں ہر لحظہ بینی تازہ تر داغ دل لالہ  
 کہ بلبل روز تاشب ناہماے عاشقا داد  
 رہا کن تاترا بنیم گرم جاں می رود، گو رود  
 کہ مشغول جہالت کئے سر تشویش جاں داد  
 زماں ستے ست اکونں توبہ از توبہ بہ کن خسرو

۹۹۱؎ دل اندر رخ توبہ گھمائے تازہ رود نہ رود  
 کہ کار امر و ز ساقی دئے چوں ارغواں داد  
 کہے کہ یاد لبست ہر دشمن محلو گیر مست  
 کہ آرزوے عزیزاں بہ رنگ دیو نہ رود  
 خطے کشیدہ بہ انوس بہ گرد وئے تو حسن  
 نہ مئے کہ چشمہ حیوانش در گلو نہ رود  
 بہ زیر پائے تو ام آرزو دست خاک شد  
 کہ ہر دے کہ درو شد پہنچ سو نہ رود  
 لطافتی نہ چنین داد و آب دیدہ من  
 اگرچہ خاک شوم، نیزم آرزو نہ رود  
 ز سینہ جاں بہ سمہ حال چوں بہ خواہد رفت  
 دگر نہ سرو من اندر کنار جو نہ رود  
 اذآں پری نہ برم جان خسرو بہ لبم  
 دویغ باشد اگر زیہ پائے اد نہ رود

۹۹۲؎ رسید موسم عید وصلائے نئے در داد  
 دعا کے دولت شاہ فرشتہ خونہ رود  
 مئے کہ ساقی رعنا ز خون مستان خورد  
 پیالہ بر کف خوبان ماو پیکر داد  
 مگر بر آب خود آیم ز خشکی روزہ  
 چہ خواب ہاک بدای غمرہ ہائے کافراد  
 بسان نیمہ برضیہ ز جام فقرہ تمام  
 دوسہ پیالہ بیاید مرا سراسر داد  
 خضر بر بخت بہ ساغر ز مئے کہ آب حیات  
 کہ نعل مجلس مستان بطو کہوتر داد  
 پس آں گئے بہ کعبہ ثانی سکندر داد

بر آستانش خضر و شاد موسم عید

به وزن شعر مہر بر کشیدہ گوہر داد

۹۹۳

آنے کے اندر کمر شمع و نازت سرشته اند  
جہاں بودہ اند ریختہ در چشمہ حیات  
غلاب ہائے ترکہ ازاں می چکد نبات  
گو پر توے ز دودے تو بر صالحاں فتد  
عشاق را بہ جز جگر خستہ بردہ داد  
از ہر کام دل چہ تنم بردہ تو بچوں

فقتے چو تیز کلک قضا کم نوشته اند  
تا زان خمیر مایہ بہ علت شبثہ اند  
پیش لب تو خشک و ترش رو چو کشتاند  
در حال سایہ گیر و شان فرشته اند  
داں دانہ ہائے دل کہ بہ کسے تو کشتاند  
در پود چرخ تار مراے نہ رشتہ اند

خسر د ازاں بہ چاہ ز نذران تو فتاد

ککش پیش دیدہ پردہ تقدیر پشستہ اند

۹۹۴

بہ کئے عاشقی از عافیت نشان نہ دہند  
چو عشق جہاں بردن شکر گوے کایں دولت  
زدست می نہ توان داد خوب رویاں را  
گوت تبے و شرابے ست وقت را خوشتر دای  
بہ گفتم اش کہ بکش تا بمیرم و نہ ہم  
چو یار نیست یہ تسکین خلق نہ توان زیت  
چو جہاں ہم بہ غمش درد ہش کنیدم خاک  
زہے جلادت تیغ از کفن نکور دیاں  
چو دل جہاں تو شد ز بہار اسے ساقی  
بہر ترک جہاں طریق خسر و نیست

ہر آن کسے کہ بہ افایں دہند داں نہ دہند  
عطیہ ایست کہ کس را بہ را ایگاہ نہ دہند  
اگر چہ داد دل یار مہرباں نہ دہند  
کہ در جہاں بہ کسے عمر جاوداں نہ دہند  
جو اب داد کہ راحت بہ عاشقانہ دہند  
کہ دوستان اگر دم دل دہند جہاں نہ دہند  
حقیقت ست کہ جانم بر آستان نہ دہند  
اگر بہ دست رقیبان بد گماں نہ دہند  
تنک شراب مرا ساغر گراں نہ دہند  
ہمیں بود کہ زخوں ز یوشین اماں نہ دہند

۱۰ مطابق نسخہ ۱۰ علیہ مطابق نسخہ ۱۰

باز آید آمد و بر سبز گل افشانی کرد  
 قدح لاله جواز باد صبا گرداں گشت  
 شاید باغ ز یک ریختن بارانے  
 مرغ در پرده عشاق سرودے می گفت  
 اے صبا دمی که فلاںے به چین سے می خورد  
 آخراں شر بنم آں بود که ادخندہ زناں  
 حق چشم من میکند خدا یا مپسند  
 ہمہ عمرت نہ کنم اے گل بد عہد بجل  
 غصہ ام خیزد کائے دل سخن صبر کنی  
 آخر اے گریہ می جان مرا خواہی سوخت  
 کس بر آں روئے نہ می یار و گفتن جانا  
 عشق در سینہ دروں آمد و خالی فرود  
 شہ جلال الدین فیروز شد آں کو در  
 بیچ دشواریے در نوبت اولیت از آکا

برگ گل را صدف تو کو مر جانی  
 مست شد بلبل و آہنگ غزل  
 گوش بار اسمہ بر لولو زمانی کر  
 چاک زہیہ من خود گل و بارانی  
 بیچ یاد من گم گشتہ زندانی کرد  
 بر لب آب نشت و شکر افشانی  
 پایش آں گشت کہ بر زکس بستا  
 آں زہر خندہ کہ بر روئے تو پنهانی  
 وہ چرا گوئی از آں چیز کہ نتوانی کہ  
 بیچ آمد و دل ادکا دمی دانی کرد  
 زلف گرد آد کہ بسیار پدیشانی  
 صبر کیس نہ توانست گراں جانی کہ  
 تا اید خواہد شامی و جہاں بانی کہ  
 فتنہ بر بستر خواب آمد و آسانی کہ

تو پری روی و دیوانہ کن خستہ در ا

عہد شہ راجہ فلک عہد سلیمانی کرد

دو عالم در تہ پایت فشان  
 بہ کش جاناں مرا گر زندہ مان  
 کہ می گوید دروغے راست مان  
 نہ می دانم کہ آں خط را چہ خوانند

عہد حسن گراں دل بد دانند  
 مسیح و خضر را آں روئے بنماے  
 میں کا بیکہ لاف از ضمیرت  
 بہت راجاں تو اں خواندن و لیکن



مرغ اے پاک دامن عاشقانت  
نہ خواہم زیت زخم عشق کا رست  
مکن برانصحت ضائع اے دست  
بہ گولیش اے صبا گمہ گمہ ہم از ما  
اگر ہر چشم تزدامن نشانند  
رقبیاں ما بہ گوئی غم نہ دانند  
کہ مستان لذت تقویٰ نہ دانند  
کہ اہل خاک خدمت می رسانند  
نہ جائے کز گل رویت چکد خوں

دو چشم خسرو آں جاخوں چکانند

۹۹۷  
خوش آں شبے کہ سرم زیر پایے پایہ ماند  
شراب ک کشیدم بر روی ساقی خوش  
چراش سیر نہ دیدم کہ زد و گشتم ست؟  
گھر آب خضر خودم در دسر دلد کہ مرا  
گذشت آں شب و آں عیش و آں نشاط  
چہ گو نہ برکنم آخو کہ خاک بر سرم  
بہ یاد پاک یکے بوسہ یادگار دہم  
حدیث اہل نصیحت نہ گنجدم در دل  
کنوں چناں کہ ہی بایدت بکشائے دست  
مرا ز بخت دے بودیش زیں نالان  
دو دیدہ در رہ آں سر و گل عذرا بہ ماند  
بہ رفت از سر و در دسر و خاد بہ ماند  
مرا در دل آں داغ باد گار بہ ماند  
بہ کام لذت مہمان خوش گوار بہ ماند  
بہ یاد گار دین سینہ فگار بہ ماند  
سکر کہ در رہ جولان آں سوار بہ ماند  
کہ جاں ہی رود و دست و پا ز کار بہ ماند  
کہ در درون سخن ہائے آں نگار بہ ماند  
کہ عقل و صبر مرا دست اختیار بہ ماند  
بہ رفت آں دل واپس نالہ ہائے زار بہ ماند

غم بگشت بہ زادی گو ہم خوشم بارے

کہ ایں فسانہ خسرو بہ گویش یار بہ ماند

۹۹۸  
دل شد ز دست و بر مرہ از خون نشان ماند  
از ناخن ارچہ سینہ کنم کئے بڑن خود؟  
دنبال یار بہ رفت رواں کرد آج چشم  
جان رفت و یار گم شدہ بر جائے جانی ماند  
یارے کہ در درونہ جام نہاں سماںند  
آں رفتہ باز نالہ و اشکم رواں بہ ماند

۱۔ مطابق نسخہ "ن" ۲۔ مطابق نسخہ "ن" ۳۔ ذکر کردہ دولت شاہ مکر ترقیدی

مہم نہ کر دلش مرا پسند دوستاں  
اے دیدہ ماجرا اے دلِ خوش شدہ کنوں  
یک چند ہر چہ بہت بود دست و پست  
گفتم کنگم بہ تو بہ سبک دستے، ولے  
ماہ و داغ کرد دل و عقل ہر چہ بود  
می خواست ووش عذر جہا بے او خیال  
خستہ دزد آو گرم بر آتش نہاد نعل

۴۹۹ طے  
زلفین تو سر گشتہ جو باد سحر کرد  
من خود ز تو دیوانہ مطلق شدہ بودم  
گفتم بہ من افکن نظر، چشم بہستی  
اندر جگہم بود خیال تو کہ است کم  
بفر دخت مرا بکھ اندیشہ خیالت  
آسودہ دے داشتہ و بے خبر از غم  
۱۰۰۰ طے  
زین جائے حوالت بہ سراے درگم کرد

غ  
خوہاں تن ویراں شدہ آباد نہ خواہند  
گردن ز چہاں سلسلہ آزاد نہ خواہند  
در جور بہ میرند و کس داد نہ خواہند  
ایں بے غمی است از من ناشاد نہ خواہند

در دام تو مردیم و بر دے تو نہ گفتیم      کا ازادی کجشک زیاد نہ خواہند  
از باد ہمیں جوے تو آید کہ برد جاں      آں گل کہ چور ویت بود از باد نہ خواہند

خسرو ز دل خویش مجروح سلامت

کایں قصہ شیریں ست ز فرمانہ خواہند

۱۰۰۱ ع      عشاق ہر شب از توبہ خون تاب خفتہ اند      چوں شمع صبح مرده و بے تاب خفتہ اند  
آخر نصیحت بہ کن آں ہر دو چشم را      مست اند در میانہ محراب خفتہ اند  
از ماچہ آگہی ست کساں را کہ تابہ دند      بے التفات در شب مہتاب خفتہ اند  
یک شب بردل خام نظر کن بہ کو خویش      تا چند خوں گرفتہ بہ ہر باب خفتہ اند  
در آرزوے خارہ و خارلہ تو اند

شاہنشاہاں کہ بر سر سنجاب خفتہ اند

۱۰۰۲ ع      غارت عشقت رسید رخت دل ز ماہ برد      فتنہ بہ کیں سر کشید شمنہ بہ پئے فشر د  
جاں کہ بہ دنبال تست، چند عنایت کش      چوں ز پئے ات رفتی ست ہم بہ تو باید سپرد  
عشق اگر ذرہ الیت سہل نہ باید گرفت      آتش اگر شعلہ الیت خرد نہ باید شمر د  
عشق کہ مرد ال کشد، سفلہ نہ جوید چوین      تیغ کہ سر ہا برد، موند نہ اند سپرد  
شوق کہ باقی بود پارچہ خوب دچہ زشت      دوست چو ساقی بود، بادہ چہ صا دچہ درد  
ہستی ما زان تست ترک دے گیر از آنک      نزد مقام خطاست قلبنہ دن گاہ برد  
در ہوس مردنم لیک تیر پائے او      گرنہ کثر از زناگ، ماہ تو انیم مرد

خسرو اگر عاشقی سر بہ میاں آد از آنک

۱۰۰۳ ع      ہر کہ بدیں راہ رفت، سر بہ سلامت نہ برد      غ  
گوچہ خواباں ز مہ فزوں باشند      پیش آں ماہ من ز بوں باشند

سہ مطابق نسخہ ن۔ سہ مطابق نسخہ ن۔ سہ مطابق نسخہ ن۔

مردمانے کہ روئے از دیدند  
توبہ باشند سرنگوں باشند  
گفتش "بندہ ایم" گفت خموش  
توچہ دانی کہ بندہ چوں باشند؟  
یار مہمان نست اے دیدہ  
مرد مال را بگو جبروں باشند  
اے دل خوں گرفته عشق میار  
کہ بتاں تشنگان خوں باشند  
عافیت را بہ خواب می جویند  
در دمنداں کہ بے سبکوں باشند  
عقل در دست، ندیں معنی  
عارفان عاشق جنوں باشند  
توبروں کہ دز سینه ام کائے جاں  
یار یاران از دروں باشند

عشق بازی ز خسرو آموزند

بیل و مجنوں ار کنوں باشند

۱۰۰۴ طے  
مراغی ست کہ پیدا نہ می توانم کرد  
شکایت از دل شیدا نہ می توانم کرد  
تو حال من خود اذیں روئے ز دہیں پیر  
کمن بہ روئے تو پیدا نہ می توانم کرد  
در وہ خوں شدہ سختی جان من بہ نگر  
کہ دل بنو ز شکبیا نہ می توانم کرد  
بدیں خوشم کہ تو بارے درون جان  
من از بہ خاطر تو جانہ می توانم کرد  
ازاں گچے کہ تماشا ئے روئے تو کرم  
بہ پیش باغ تماشا نہ می توانم کرد  
مگر تو خود بہ کرم باز بخشیم دل ریش  
کمن ز شرم تقاضا نہ می توانم کرد  
گذشتہم دل خسرو بہ زلف توچہ کنم؟  
ز در و خواہش کالانہ می توانم کرد

۱۰۰۵ طے  
ما یقیم دروں سوختہ بیرون شدہ چند  
یک سلسلہ بیل و مجنوں شدہ اے چند  
خود دیم سبے خوں ز تو اکنوں تو ہم آخر  
یک مئے بہ خور از دست جبروں شدہ چند  
چوں حال دگر گوں شدہ زان وہ تو مارا  
تو دے مگر داں ز دگر گوں شدہ چند

طے مطابق نسخہ اول

اے مرغِ چرخوانی سوے باغم بہ غم ہجر  
بگذا دریں باد یہ مجنوں شدہ اسے چند  
در عشقِ فدا شد دل و جاں و تنِ خستہ

۱۳۶  
نہ با تو نسبت سرو چین شود پیوندد  
ز شاخِ سرو بہ شاخِ سمن شود پیوندد  
خوش است دولتِ آنم کہ جاں بہ جاں پیوست  
کجا است سخت کہ تن را بہ تن شود پیوندد  
نیکو است پسند و لذتِ غمِ غمرہ خورد و لم  
ننگات تیغ کجا از سمن شود پیوندد  
بے نہ ماند کہ از رشتہ دراز فراق  
لباسِ عمر مرابا کفن شود پیوندد  
بہ سو ز دل مدد سے بہ زباں کہ خستہ  
بہ خون گرم نہ ز آب دهن شود پیوندد

بہ ہجر شد ہمہ عمرم گہیت خواہم یافت

۱۳۷  
یاراں کہ بودہ اند نہ دانم کجا شدند؟  
گر نو بہار آید و پدید سدا و دستان  
اے گلِ چو آمدی ز زمیں، گو چگونہ اند؟  
اے گلِ چو آمدی ز زمیں، گو چگونہ اند؟  
اں سرو راں کہ تاجِ سر خلق بودہ اند  
اں سرو راں کہ تاجِ سر خلق بودہ اند  
خویشید بودہ اند کہ رفتند زیر خاک  
خویشید بودہ اند کہ رفتند زیر خاک  
ز بچہ است طفلِ فریبِ ایں متلاع دہر  
ز بچہ است طفلِ فریبِ ایں متلاع دہر  
خستہ دگر ز کن کہ و فارت زیں جہاں  
خستہ دگر ز کن کہ و فارت زیں جہاں

۱۳۸  
ما نخلِ ترکِ آبِ زجوعے جگر خورد  
بے چارہ بلبلی کہ ازاں نخلِ بد خورد  
ن بے خود ایں چنین ز رخسارِ شمع اے خرف  
ور نہ کسے شرابِ زمیں بیش تر خورد؟

۱۳۹  
نہ مطابق نسخوں ۱۳۸ مطابق نسخوں ۱۳۷ مطابق نسخوں ۱۳۶

من کیستم که برد تو بے سپر شوم ؟  
 خاشاک خون من به چنای خاک خود  
 جاں شد خراب هم زمی اول و هنوز  
 دیوانه باش تا دوسر کو بر دگر خور و  
 بهر می مراد فراوان بود حریف  
 مرد آن بود که تیغ سیاست به سر خود  
 خوش طوطی است خسته و سبکیں به دام بھر

۱۰۰۹ هـ  
 از بخت خویش غصه به جائے شکر خورد

آں مست ناز جان جانے کی می رود  
 دال گل به دست سرور دالے کی رود  
 بنگر که تالے کی کشش ہی رود  
 تاہر خاطر نگرانے کی می رود  
 زہی سوے نگرید کہ کشتہ از آن کیست  
 زان سو نگہ کنید کہ جانے کی می رود  
 جان و دلم میں کہ چو چادش در فغانست  
 ایں میں کہ در رکاب و عنانے کی می رود  
 دی جان ہی سپردم داد بود بر سرم  
 امر و زیانہ تا بہ سرانے کی می رود  
 از خواب جستہ امی کہ مرا لوسہ زد کسے  
 جائز نہ است بار گمانے کی می رود  
 گفتی کہ گمن جفانہ کنم کہ گنہ می کنی  
 ہر روز پیش شاہ فغانے کی می رود  
 خستہ و کمی کشد ز تو دامن ، بہ حیرتم

۱۰۱۰ هـ  
 کتر بہ زمین بہ آمانے کی می رود  
 اے اہل دل نخست زجاں زکجا کنید  
 ب  
 دال کہ نظارہ در رخ آں دل ستا کنید  
 سولیش ہی کنید بہ بازی نظر خطاست  
 مانا دال شونہ کہ ہا زمی بہ جاں کنید  
 از سر مرہ و دسیہ چہ غوید اے دو چشم من  
 از خاک پاش دامن بہت گراں کنید  
 باز آں کشید بر سرم خنجر ستم  
 وز بہر کشت شہر سرم بر شاں کنید  
 در من زیند آتش و خاکستر مرا  
 بریل چشم خویش بہ سولیش رواں کنید  
 من اے چہ خاک بوس درش می کنم بوس  
 اے خلق خاک خواریم اندر دہاں کنید

آکشتی مراد من اندر عدم شود مدوے نہ پردہ دل من بادباں کنید

خسرو ز درد دل چو جش شد بد دوست

پیشانی اش بہ داغ غلامی نشاں کنید

۱۰۱۱ بیار بادہ روشن کہ صبح روئے نمود کہ در چنین فتنے بے شراب نتوان بود

شراب درد دم و تو بہ ہم کجاست قیج؟ کہ دل بہ شویم از آل تو بہ شراب آلود

گرفت شعلہ اشوقم بہ زیر دجلہ مے کہ دل تمام بہ موزد گردش نہ ریزی نمود

عللج خویش کن ضلع اے طیب یحیٰ کہ بر جرحت عاشق دوانہ دارد سود

بہ بندہ ملا نیلیم، کہ زور پیچہ و عشق عناں صبر و سلامت زد دست من بہ بود

گمان مبر کہ یکے چوں فراق دوست بود اگر ہزارہا آید از سپہر کبود

ازاں سیاہ شود ہر نماز شام جہاں

کنز آتش دل خسرو رود بہ گردوں دُور

۱۰۱۲ پستے نازار چہ گئے جانب مانگدارد ہم تو اں زیستن از جائے بہ جا نگدارد

ایں کہ ہر ماہ گذارد قدم دزار کشد ہم بہ یک بار ہماں تیغ چرا نگدارد

میچ زنجیر مبادا چہ دریں بیماری ہیچ روزے قدمے جانب مانگدارد

خود و دامنک بہ کورد و دل مغلز نک انجہ اندر دل ماسہست صبا نگدارد

طاق آمد دے بلند تو قوسی محرابے ست کہ دراد چشم تو جز خواب قضا نگدارد

غزداے گوئی گرت کشتن جمع ہوسست

کہ کسے بہتر از ادھی بلا نگدارد

۱۰۱۳ تنہا غم خود گفتن بایار چہ خوب آید از کار برآں لہا آزار چہ خوب آید

جاناں چو بد فرماں در کشتن مستاق پیش نظرش رفتن بردار چہ خوب آید

سہ مطابق نسخہ ن سہ مطابق نسخہ ن سہ مطابق نسخہ ن

می سوزم ز می گروم گرد سر شمع خود  
رقاصی پروانه بر ناز چه خوب آید  
هم باد بختا بر دم، هم جام و فنا خودم  
ایں کار که من کردم از پیر چه خوب آید  
آں روز که جاں به دهم در حسرت و حسد  
بر خاک من آن بت را زنتار چه خوب آید  
روزے که پس از عمر شب روز کند بان  
شب تا به سحر پیش گشتار چه خوب آید  
من خود بکشم خود را از دست غش لیکن  
یارب که یم از دستش این کار چه خوب آید  
چوں پیش بتاں زاهد تسبیح گسل گردد  
از رشتہ تسبیحش ز ناز چه خوب آید  
چوں دوست کند بر جاں و عوا خدا ندک

۱۰۱۲ ط  
جہاں بہ خواب و شبے چشم من نیامد  
در بندگی از خسر و اقرار چه خوب آید  
غلام ز گس نامہربان یار خودم  
چو دلی بخت ز کاتے بدہ گدایاں را  
کسے کہ در دل شب خواب بے غمی کرد  
چو دل بہ جائے نہ باشد، چگونہ خواب آید  
چو مایہ بہت ز کاتے بدہ گدایاں را  
کہ کشتہ میند و بخشا شستہ نہ فرماید  
ہلاک من اگر از دست دوست اے زاهد  
کہ مال دُحسن و جوانی بہ کس نہ می آید  
چہ کم شود ز تو اے بے وفائے سنگدل  
بر آب دیدہ بے چارہ گان دہ بخشاید  
دل مشاہد ساقی دُر و سے در محراب  
زمن میرس دلا، گر تو تو بہ می شکنی  
توجع باش کہ عمر از دعا بیفزاید  
بہ یک نظارہ کہ دہ ماندہ اے بیاساید  
دلم مشاہد ساقی دُر و سے در محراب  
بیار سنے کہ ز تنزدیر، ہیچ نکشاید  
کمرست و عاشق و دیوانہ را بہیشاید

بہ بندگی نہ رسد چوں بہ سعادت خسرو

مکش مگر کہ بہ خوں دست تو بہیالا

۱۰۱۵ ط

ترکے کہ حسرت و جوئے دل من ہجر آؤ بود  
اور از لے نہ بود کہ درخت و جو نہ بود  
شمشیر مہر زو بہ من بے دل و برید  
شمشیر نیک بودا، بریدن نگو نہ بود

ط مطابق نسخہ ان - ط مطابق نسخہ ن -



بہ فریفت مر مرا بہ سخن ہائے دل و لب  
در نہ دل مرا سر ہر گفت و گو نہ بود  
در حیرت کہ یارب از او بود ایں کرم  
یا خود بہ جائے او دگرے بود، او نہ بود  
خسرو ببا زبانشب تنہا کی فراق  
گر گویمت کہ شمع کجا رفت کاو نہ بود

۱۰۱۶ طہ  
چوں گاہ خرامیدن یار ہند میں خیزد  
سرد قد تو خیزش بنشست مراد دل  
شبہا کہ کنم نالہ بد یاد قدش از من  
گوئی کہ صبا خود را برداشت زجائے خود  
پس کہ حسد چشمش بیمار شود ز کس  
ترساں گذرم سولیش کہ گوشہ چشم او  
من سوختہ عشقم چوں دم نہ دہم آری  
کز تیغ کشد ز من، من سرنہ کشم از او  
گر لعل لبش یابد زان گو نہ کہ ز خسرو

۱۰۱۷ طہ  
چو باز صبح در آں سر و بخوش خرام شود  
غلام اویم و ہر کس کہ بیند آں صورت  
عنایتی کہ از ہے نیم گشت، غمزہ تست  
جفا کنی تو دمن پیش خلق شک کنم  
لب و دہان در سخت ہر یکے بلا دلاند  
بہ چند سوز دل از آہ کار بخت کنم  
سلام گوید و جال ہمرہ سلام شود  
ضرورت ست کہ بچو منش غلام شود  
بہ یک اشارت ابروے تو تمام شود  
مرا جالی تو باید کہ نیک نام شود  
یکے دلم چہ کند، جانب کدام شود؟  
دگر رہ از خنکی ہائے بخت بھام شود

میانہ غم زد گانم بخواں کہ پیش ملک فقیر نیز نہ گنجد کہ بار عام شود

بہر د خواب ز سہ پایہ نالہ خسرو

۱۰۱۸ مباد مرغ چمن پائے بند دام شود ت

دلبر من دوش بہ مہمان رسید در شب ہجرم مہر تابان رسید

ذرہ کم چشمہ نغور شد یافت مورچہ را ملک سلیمان رسید

سایہ صفت لبت شد من زیر پائے چوں بہ من آں سر و خرامان رسید

زیستہ باد مبارک کہ بہ او در تن مردہ قدم جان رسید

آتش دل کشتہ شد و من خدم زندہ چو آں چشمہ حیوان رسید

جلوہ طاووس خرامان در او بر گیسو کاں شکرستان رسید

گہریہ خسرو چونکہ کرد گفت

خانہ روم زود کہ باران رسید

۱۰۱۹

دل ز نادیدنت بہ جان نہ شود اگر مہوش پیش از اں نہ شود

محرام این چنین بہ ناز کہ تا خلق را جان و دل زیاں نہ شود

دیدہ از خاک پات نامہ تنگ فورہ دیدہ با گراں نہ شود

تو چہ سال بے زبانیم بارے تن مہر دم بہ جیلہ جان نہ شود

عشق پشتہ شکست کیش گراں گشت

تیر خسرو چہرا کماں نہ شود

ب

۱۰۲۰

دلے کاو عاشق رو نیست در گلزار نکشاید گرہ کاہر دل یارے ست از غبار نکشاید

ردائے باد و تماشا دیگر اں را بہ سو گل کہ مار اغنچہ پر خون ست در گلزار نکشاید

چہ طالع دارم این کز آسمان کاروان غم کہ آید ز میں جز بردل من بار نکشاید

طہ مطابق نسخہ ان طہ مطابق نسخہ ان طہ مطابق نسخہ ان

مراد رکاز خود کند ست دندان ترا بد  
اسیر کفر گیسوئے صنم چوں بر سمن باید  
زند بسیار لاف زبده و تقویٰ پایا لیکن  
بہر ہم عشق اگر کافر کنندم، خلق کو تمی کمن  
چہ ساخت بود آں کاندہ رخ اوسنہ تفکیم  
دل خود باد رود دیوار خالی می کند خستہ

۱۰۲۱ طہ ب میرد گر غم خود باد رود دیوار نکشاید ب

دل داد مرا بہرہ بہر غم نہ فرستاد  
چندیں شب غم رفت کہ ہفتاب جمالش  
عمرم بہ سر آورد بہ اسید مئے وصل  
مایم دسر جوش جگر، جام لب لباب  
دی نرم ترے گفت سخن، نیز خفاش  
علش کہ عطا کرد بہ شاہاں دُر و یاقوت  
یک خندہ نہ کرد از بے جاں دار کی ہمایا  
شادم بہ جگر سوزی ہجرانش کہ بارے

بوسے بہ صبادہ کہ شدہ لنگر خسرو

۱۰۲۲ طہ تابا در دیش از حد عالم نہ فرستاد غ

دست ز کار شد مراد دست بیار دہند  
آہ کہ صبر چوں کند ایں دل بے قرار من  
دل کہ بہ ہدیہ دادش کایں رخ زرد نگرد  
لابہ نمودش بے بیج نہ کار در نہ شد  
کز بے تنگی اندر او صبر و قرار در نہ شد  
مسک قلب داشتم ز رہ عیار در نہ شد

طہ مطابق نسخہ - طہ مطابق نسخہ -

دی به کوشمه می شدی گشت چمن بسان گل شوخی گل که از حیا باز به خار در نه شد  
گشت غبار جنگ تو سر حشمت پیچ که سرمه بدان نمط درین دیده تار نه شد  
من به غبار خواستم در روم و نه تمبیش لیک ز بس ضعیفی ام تن به غبار در نه شد  
نالہ خسرو از غمش رفت به گوش آسمان

۱۰۲۳ هـ  
تو که سوزم نه ای واقف دلت بری نه می  
ز غیرت سوختم جانما چون در غیرم زدی تنش  
رخت کز دانه لعل نماده خال بر عارض  
نه سازد دوست جز باد و دست تا سوزد دلش  
مرا آن جا که جان سوزد، ترا دامن نه می سوزد  
تو آتش می زنی در غیره غیر از من نه می سوزد  
کدامین روز کال یک دانه صدق من نه می سوزد  
تو چندین دوست می سوزی که کس تو من نه می سوزد

مزن بے گریه خسرو دم اگر از عشق می لانی

۱۰۲۴ هـ  
به هجر سوخته شد جان من سپند تو باد  
در یغ باشد جولان تو سنت بر خاک  
چو هند وال که به سوئے دخت سجده زند  
بهراحت تو که بے درد ذوق من به شناخت  
اگرچه من به رخت همچو چشم بر دو زدم  
دلم که خوان میحش به چشم در نایم  
دلم همیشه اسیر خم کند تو باد  
سواد دیده با طعم سم کند تو باد  
نماز من به سوئے قامت بلند تو باد  
دوائے سینه عشاق در دمنده تو باد  
هزار همچو من سوخته سپند تو باد  
طفلی نگسان لب چو قند تو باد

که از گنج سخن تلخ عیش خسرو را

گذشته بر لب شیرین نوش خند تو باد

۱۰۲۵ هـ  
صبا چو در سر آں زلف نیم تاب شود  
شکيب در دل بینده تنگ تاب شود

بہ ترکِ دینِ سلیمانیش بہ باید گفت  
 سیاہِ روئے شدم زیں سفیدِ خساراں  
 یکے ز پرده بروں آئے تا بہ دیدہ من  
 بہ ہر جفا کہ کند چشم تو ر ضا دادم  
 بہ ہر ز میں کہ آبِ حیات بجز ارمی  
 بہ مجلسے کہ تو حاضر شوی چہ حاجتِ نقل  
 سوالِ غم زدگان را ز لب درے بہ کشا  
 نہ خفت خسرو مسکین دریں ہوشِ شہا

کہ دیدہ بر کف پایت ہند بہ خوابِ شود  
 غمِ کشتِ مرا آں بتِ نوشاد <sup>۱۰۲۶</sup> نیامد  
 کینخشک بگردانِ خفہ صیا و نیامد  
 عاشقِ شدم ایں بود گنہ واسے کہ ہجرش  
 جاں برد دازیں یک گنہ آزاد نیامد  
 برگریہ عاشق کہ ز دم خندہ نہ مردم  
 تاپشیں دو چشم من ناشاد نیامد  
 روزے یہ سر تربتِ فرہاد نیامد  
 چہ سودا زیں مردن بے بہرہ کہ شیریں  
 کال نیز بہ روزِ دگر ت یاد نیامد  
 گفتی کہ شبے زود رسم، روزِ بد میں  
 امروز کہ از جانب تو باد نیامد  
 با خاک نہ سازد چہ کند ایں تنِ خاکی  
 آں جا کہ مراد دیش رہ افتاد نیامد  
 فریاد کنناں دی بہ سر کوئے تو رفتم  
 جنز گریہ کسے در بچے فریاد نیامد

خسرو بہستم جاں دہ انصافِ محمود

در مذہبِ خواباں روشِ دا د نیامد  
 کد ام دل کہ تو غمخیز دی نگار نہ شد <sup>۱۰۲۷</sup>  
 کد ام کس کہ ترا دید بے قرار نہ شد

سوام باد ز خاک تو بر در ہر چشم  
کہ پہنچ بہرہٴ ایں چشم خاکسار نہ شد  
نبوخت نالہٴ من سنگ را عجب سنگ سخت  
دلت کہ سوختہ زیں نالہ ہائے زار نہ شد  
جہاں پُر از گل و سرور و انام از من نہ  
حساب من بہ جہاں گویا بہار نہ شد  
خوشا کہ شمعہٴ آں یاد، دوش زاری من  
بہ دیوہر کنگاں داد و شتر سار نہ شد

بہ عشق دوزخی خام سو ز شد خستہ  
ازاں کہ سوخت دریں کار و بختہ کار نہ شد

۱۰۲۸ طہ  
گل آمد و زد دوست صباے نہ می رسد  
از باغ وصل مہر گیائے نہ می رسد  
ہنگام برگ ریز حیاتم شد و مہنوز  
زاں تو بہار حسن صباے نہ می رسد  
بابا سموم باد یہ ہجر ہم خوش ایم  
گزراں شلوغہٴ بولے و فائے نہ می رسد  
من چوں زیم بیج شجے نیست کایں طرن  
زاں غمزہ کاروان بلائے نہ می رسد  
سلطان بہ خواب ناز چہ آگہ ز خلق چوں  
در گوش غیب نقد تمنا ہے ست لیک  
در دسترا حیات ابد باد و در دم  
مارا بہ چرخ دست و عاے نہ می رسد  
کو شتم کہ سر ہم بہ درت لیک چوں کنم؟  
کال ہم دو است گر چہ دو اعے نہ می رسد  
مردم بہ جہد غولیش بہ جائے نہ می رسد

گر خستہ را بہ وصل سزائیمی، سرنج

۱۰۲۹ طہ  
کسے کہ دیدن آں ترک بادہ نوش اردو  
ملک سہراں بہ بے سرو پایے نہ می رسد  
تبارک اللہ از آں کہ بہرہ خواہد برد  
بہ پایے آید و چوں مہینہ شش بہ روشاود  
گر آں حرف اردو سوئے قبلہ صوفی را  
چو ہم ز دیدن او آدمی ز ہوش اردو  
کس کہ بے ہشتم ازوے چو چشم پاک کنم  
ہلیم نہ بد بہ و کان مئے فردش اردو  
بہ سوئے چشم برم دست و کو گوش اردو

لہ مطابق نسخہ ان طہ مطابق نسخہ ان -

خراشِ سینہٴ سہمایہ شد خردش دلم کیسے مباد کہ در گزشتش این خرویش رود  
 صلائے عیش ہی آیدم زیاراں لیک دلم نہ ماند کہ سوئے نشاط و نوش رود  
 طریق سر و قبا پوشش دید تا خسر و  
 دلش نہ خواست کہ بر سر و سہر پوش رود

۱۰۳۰ مکتے کہ دیدن آں چشم خواہ بناک رود عجب ملاں کہ بہ خوابِ خوشش ہلاک رود  
 زمیں بہ یاد بخت بوسہ می زخم لیکن چگونہ آرد وے انگلیں بہ خاک رود؟  
 چنیں کہ دے تو گلہ رگ نازک ست مباد کہ سویت از دل من آوہ سوزناک رود  
 بہ عشق و عوی آتش پرستی اش نہ رسد بچہ کہ در آتش بہ ترسناک رود  
 فرد خود کہ رہاں نہ دہاں دل ہے گزبروں فلکند شعلہ بر سماک رود  
 فدائے غمزہ ز نے باد جاں کہ جانباں درست آید و دلہائے چاک چاک رود  
 گناہ خسر و اگر دوستی ست، غمزہ بزن

۱۰۳۱ گذشت مجلسِ عیش و خمار می نہ رود کہ از جہاں چو شہیدانِ عشق پاک رود غ  
 شبے خواب شد دم نئے زمئے، از ساقیِ نوش بہ ماند در دلم ایں یاد گار می نہ رود  
 چہ وقت بود کہ آمد کہ، پیچم از خاطر؟ بہ رفت آں شب و از سر خاومی نہ رود  
 چہاں مردم در زیر پائے گلگونش؟ طریق آمدن آں سوار می نہ رود  
 ہماں زماں کہ بروں شد، رقیبِ الگم ہنوز از دلم ایں خار خار می نہ رود  
 بجائے ساقی مارا خبر کہ بیرون رفت کہ رفتی دگرست آں نگار می نہ رود  
 چنیں بہارے و من ہم بہ بونے او چہ کنم کہ کس رحلیں ماہو مشیار می نہ رود  
 ز گوشِ خسر و آن زخم چنگ نئے بہ رفت کہ ایں ہوس زینم بہار می نہ رود  
 دے زمینہ فغاں ہاے را از می نہ رود

۱۰۳۲ زلفت کہ ہر خم از دے در شانہ در نہ گنجید  
دل را چنباں کہ دانی خوں کن کہ من خشمم  
گرمی کشیم خود کش بر غمزرہ باز مغلن  
در اہل دل از خواباں معنی دود نہ صورت  
افسردہ وصل خواہد بار بار تیغ داغ سحر  
در جمع خود پرستان سر باز عشق ماند

دلہا کہ افشانند در خانہ در نہ گنجید  
در کار آشتیاں بیگانہ در نہ گنجید  
در بخشش کریاں پروانہ در نہ گنجید  
در دل شراب گنجید پیانہ در نہ گنجید  
برے گس نشیند بدوانہ در نہ گنجید  
کاند رصفِ عروساں مردانہ در نہ گنجید

زین نازکان رعنای خسر نہ گریز آں را

در کوئے شنیشہ کاراں دیوانہ در نہ گنجید

۱۰۳۳ زمین بہ خاطر آں نازیش کہ یاد دہد  
جوان زمست و فراموش کار ناداں است  
مراد جویم و گوید "خدا دید" آری  
دل بہ ششدر غم ماندہ کعبتین چشم  
تکلیف کو کہ سر شک سبک رکاب مرا  
عناں بگیرد و یک ساعت ایستاد دہد

ز جوہر او بہ کہ نام مرا کہ داد دہد  
زماں زماں زمین بے دلش کہ یاد دہد  
خدا مگر من بے چارہ را مراد دہد  
سفید گشت کہ ایں مہرہ را کشاد دہد  
عناں بگیرد و یک ساعت ایستاد دہد

بدیں صفت کہ دم سرد می زند خسر

عجب نہ باشند اگر خوشیش را بہ باد دہد

۱۰۳۴ ہوائے می رسد کہ سرگرمیاں چاک خویم  
براں گل رخ جو را ہے نیست سوئے باغ خویم  
بہ تلخی فراق اے پند گو بگذارد ہم جاں  
بہ شبہائے غم بے تو چہ جا عقل و ہوش جاں  
بر ایں بس شد کہ بر خالم سوارہ بگذردی رفت

کلاہ عاقبت با سر ہم بر خاک خواہم زد  
بہ یاد شد پیش ہر سرگرمیاں چاک خواہم زد  
گذشت است آں کہ من این ہوا تر باں خواہم زد  
بہ اے شمع جاں کاتش دریں خاشاک خواہم زد  
نہ می گویم کہ من دست انداز فراق خواہم زد



بہ جان تو کہ چوں تا پاک باشد جال دم آخ  
ہم ہی گفت از تو شویم دست ازین غم گزود روز  
دخونم گرچہ ناپاک ست از آن ہم سودر کاشب  
دم مہر و فایت ہم در آن تا پاک خواہم زد  
بساگر یہ کہ پیش زین دل غمناک خواہم زد  
من آہے در درت زین دیدہ ناپاک خواہم زد

ازین پس خستہ و دیوانگی زیر اندازند آن ل

کہ لاف صبر پیش آن صفت چالاک خواہم زد

۱۰۳۵

ہوائے در سرم افتادہ جانم خاک خواہد شد  
تو می زن غمرہ تا من می خورم خوش خوش بجایک  
میس زین سو کہ جانم از خیال مہرہ چہشت  
بسوزم خویش را از جور بخت بدولے زہم  
خدا یاد نہ پرسی دمر اسوزی بجائے او  
روید اسے دوستاں ہر کمی باید بر آن کوش  
زہے شادی گراو آید کہ سینہ حال بن لیکن  
خیال خط تو ہمراہ من بس باشد آن بچہ

از آن لب تلخ می گوئی ترس او مردن خستہ و

کہ ہر زہرے کہ آید از لبش تریاک خواہد شد

۱۰۳۶

ہمیشہ زان نمک شولہ در جگر باشد  
شہید عشق کہ آلودہ شد بہ خون کفکش  
دل از نسیم تو صد جاد و یل و چوں نہ درو  
ہمہ شرم رود از دیدہ خون و چوں نہ درو  
بیرم دزد تو پرستش طبع نہ دارم از آنک  
کجاست بر سر بے چار گاہ گذر باشد؟

۱۰۳۷

خونم کہ بارے داغ تو تازہ تر باشد  
در آفتاب قیامت سہوہ تر باشد  
حجاب غنچہ ز بادے کہ پردہ در باشد  
کسے کہ غمرہ خوبانش در جگر باشد  
کجاست بر سر بے چار گاہ گذر باشد؟

۱۰۳۸

خونم کہ بارے داغ تو تازہ تر باشد  
در آفتاب قیامت سہوہ تر باشد  
حجاب غنچہ ز بادے کہ پردہ در باشد  
کسے کہ غمرہ خوبانش در جگر باشد  
کجاست بر سر بے چار گاہ گذر باشد؟

کنم گراؤ تو فراموش خاک بر سر من  
 بہ ذری خاک کہ ختم بہ زیر سر باشد  
 میائے تنگ زانہوئی گرفتار اں  
 کہے مگس نہ بود ہر کجا شکر باشد  
 ز تو بہ زہر گیاہ فراق خور سندم  
 درخت و سل نہ دانیم کش چہ بر باشد  
 ہمیشہ خسرو بیدار و بخشش اندر خواہ

۱۰۳۷ عہ  
 چہ باشد آدشب مارا گنج سحر باشد  
 یک روز بہ عمرے ز منت یاد نیاید  
 یارب کہ مئے خوش دل ات باز گوارا  
 ہر چند کہ از مات گنج یاد نیاید  
 جانم کہ بہ ویرانی غم ماند بخوابید  
 کایں مرغ خوابے ست در آباد نیاید  
 و شوارہ باشد اگر از بندگی دل  
 دیوانہ نہ گردم من اگر ہر دم از آن سو  
 آساں کہے از جان خود آزاد نیاید  
 فرداش بخوانید بہ بالین منش زانک  
 دیوانہ دش اں ترک پری زاد نیاید  
 نور و زلکا اید ز برائے ہمسر مرغاں  
 شیریں بہ سر تربت فرما د نیاید  
 از بوسے تو ام سوخت صبا دہ دم آخر  
 بارے ز پئے بلبل صبا د نیاید  
 کم تر شود ایں شغلہ اگر باد نیاید  
 خسرو چو کند نالہ و فریاد شیخہ نیت

۱۰۳۸ عہ  
 کز نالہ و کوہ بہ فریاد نیاید  
 یارب ایں اندیشہ بخواب ز جانم چوں رود  
 جوں کہم از سینہ ایں آہ و فغانم چوں رود  
 نقش خواباں را اگر فتم خود بر اں زانم ختم  
 آں کہ اندر سینہ دارد جاعے آنم چوں رود  
 در غم خلقے کہ ایں افتادہ در رہ خاک شد  
 من دریں غم کاں قدم بر استخوانم چوں رود  
 ہاں و ہاں اے کتبک کہ ساری کمی تازی کا  
 تو مرا بہ خاکدان مرودانم چوں رود  
 کشتہ بر دیگر اں می بندد آں جا کا و بود  
 اے مسلماناں جہ سو یک کس گمانم چوں رود

حاشا لشدا بس حکایت بر زبانم چوں رود؟  
کز دل شوریدہ شکل آں جو انم چوں رود؟  
از دل آں کا فر نامہر بانم چوں رود؟

ارزوے رزے آں جانِ جهانم چوں رود؟  
دل را بہ چہ در افکند و در شمایں کرد؟  
گو یا غماں کو تا سر سرور داں بزد  
جلا د اگر بہ گاہ قصاص استخوان برد  
در دے ست کاؤ خنیت سر باہاں برد  
فرقت بہ شرک سجد می دوستاں برد  
تا چند جو کہ تو ایں نا تو اں برد  
عجب ست آں کہ ترک زمستی کماں برد  
کس نیست تاکہ پیچ منے را زباں برد  
نہو دا مید و صل ز جایت دہماں برد

خود شید کیست بارے کاؤ بر صبا بر آید؟  
کز گو شور بختاں خار عنا بر آید  
سیلاب فتنہ خیز موج بلا بر آید  
”جگانے کہ ماند بے ما بگذا رتا بر آید“  
بر زلف عنبر نیش ہر دم صبا بر آید  
چوں ناشے کہ شبہا از آسیا بر آید  
دو دے کہ ہر شب ز مانوسے ہوا بر آید  
حاجات تیرہ روزاں کئے ذراں دعا بر آید  
ہر جا کہ خونم افتد مہر گیا بر آید

مرد ماں گویند از او دعوائے خون خود بکن  
اے کہ پند می دی آخر نیا موزی مرا؟  
دی جفا کار دستم گر خواندش کاہی وہ سخن

گر چہ خسرو رود دہان دہماں دہر بہرست  
سپہیں ز رخ کہ طرہ عنبر فشاں بہرست  
می گفت سرودی کہ از ادبک سرم بلند  
کئے درناک تر بود از ضربت فرات  
بر عقل خویش تکیہ کن پیش عشق از انک  
شیخ ارجمی برد شہر پیوند آئے جہاں  
یک باد سر بہ سر بر ماں مستند را  
اے ہجر سخت پنجہ مزن بند بند من  
جانا بہ نام گفتن جاں بلب رسد  
تو جانِ خسرو دی وہ جان و سر کہ نگر

بر بام آسمان دش گرامو ما بر آید  
گل گشت ادب خواہم بر خاک خود چو میرم  
چوں در خواست ازوے باران ناز بار  
گفتم کہ صبی بر آید جانم ز ہجر گفتہ  
من چوں زیم کہ جانم در آرزوے بوس  
ہر شب مرا بر آید نالہ ز جان سنگیں  
ابرے شود کہ بر کش سیارہ دالبوز  
شب ہر صبح رویت گویم دعا و لیکن  
از بجز جفایت خوں دینر تابہ کویت

غلے مطابق نسخہ ن علی مطابق نسخہ ن -

در کوئے تو که جانهاں ذرات خاک باشد  
 سوار چاک من پیش چشم من گذر  
 بس که چشم کسی چوں بود زهر خدا  
 بیانه می طلبند اهل دل که جاں بدست  
 سرم به خاک ره تست پر شکسته مرد  
 به دید که دل و جاں بگذری که جان تو ام  
 غبار باست ز جلد تو در دلم بسیار

دل از زلف گذر بر لبست اگر نتوان

۱۰۳۲ هـ و لیک تا بتوانی از آں دهن مگذر

امرو ز که از باران شد سبزه رعنا تر  
 صد جان نیکه باید تا صفت کنم درده  
 آهنگ بروی داری آبست به ده چشم  
 در سبزه خرامیدن کردی پویش شستن  
 بالاتر هر جاد و چشم تو نمی بینم  
 خسته و صفت خوبان می گوئی که خود تو  
 بیاجان و ضایع من نگه دار  
 رضایت بردن دل بود دلم  
 همه بردی گراں قسمت کن غم  
 مرا عشقت بلا شد دیگران را  
 لبست ناگفته، بوسیدم خطا رفت

در غول محذوف است که در غول درون بیت ذیل زانکه است به احوال چشم من هرگز یکگزین چون خانه بزرگ است  
 که بیت محذوف است درون سخن بیت محذوف است درون - ه بیت محذوف است درون

لے ہو بے کاں فردوسی زیدی از چشم برائے آشنائے من نگہدار  
 صبور سی باغش می گفت دریا کہ من رفتم تو جاسے من نگہدار  
 بدہ بوسے خیالت را انت کرایں ہر گدا سے من نگہدار  
 مرد و ترساں بکوسے دوست خرم

۱۰۴۴ھ توکل کن خدا سے من نگہدار غ  
 زگار از چشم رحمت سوسے من دار عنایت بر تن چوں مویں من دار  
 دو تاشد بازویم زیر سر آفر دے سر درد خم بازوے من دار  
 جفا کم کن دے کہ خود بت دل نہ می گویم کہ شرم از دے من دار  
 ہنوزم چند خواہی سوخت اے ہر خ بکش یاد دست را پہلوے من دار  
 دلم کرد دست بچراں خوں شد آشک بہر در پیش آں بہ خوسے من دار  
 مکن بے چارہ خسرو را فراموش زباں کہ کہ بگفت و گوے من دار  
 ۱۰۴۵ھ مسلک ناں گرفتارم گرفتار و زباں جان دل افکارم گرفتار  
 نظر بر نیکیاں چنداں نہاد کہ شد ناگہ دل زارم گرفتار  
 چو خود کردم نظر در دے خواباں بدیں محنت سزاوارم گرفتار  
 گمنان گیسو انگندہ ست و کردہ یکے خوں ریز عیارم گرفتار  
 گستن را نہ ارم طاقت ارچہ ز مویں او بہ یک تارم گرفتار  
 شہم را حال کے دانند کہ ہرگز بہ روز من نہ شد یارم گرفتار

ہو دا ز دید کہ خسرو کہ بادا

بہ آب چشم بیدارم گرفتار

۱۰۴۵ھ درن بیت محزون است۔ کہ درین غزل بیت ذیلہ درن زانکہ است۔

سہ بدہ اے پارہا ہودہ پندم پدے گوی توانی سوسے من دار سہ درن غزل محزون است

چنان چنان ز دیرم دور می دار  
چشم خسته و زنجور می دار  
سہمی کن باد رعنائی زیادت  
چراغ عاشقاں بے نور می دار  
بروں شد پایے ستوراں ز دامن  
تو دلہا میسر و ستور می دار  
دلم را سوختی از دور می خویش  
دلم می سوز و خود را دور می دار  
کسے کا حوال من بیند و ہر پند  
کہ بر خود عقل را دستور می دار  
من از جاں بشنوم پند تو اے دوست  
ولیکن عاشقم معذور می دار  
نگار اچوں غلام تست خسرو

۱۰۴۷  
اے دل ز بتاں دو دیدہ بر گیر  
بہ چشم رحمتش منظور می دار  
تا شمع غم ترا در این راہ  
اندیشہ ز عالم دگر گیر  
شور و شر ہے خودی ست این جا  
سر نہ گرفت پایے بر گیر  
نے نے غلظم کہ چوں اسیراں  
با خود شود ترک شور و شر گیر  
گر در دسریت بہت از عشق  
دنبال جہد ہائے تر گیر  
سر باز مکش ز پایے خوباں  
بادر دلباز و تو گبر گیر  
خاکے کہ بر او بتے گذشت ست  
گے بے سپر ست بے سپر گیر  
خارے کہ بر او گلے نشست ست  
از مردم دیدہ در گھر گیر  
در عقل ریت زندہ کوشش  
در دیدہ میل سرمہ بر گیر  
ترک من مست بے خبر گیر

خسرو بنشین و دختر را نہ

۱۰۴۸  
با خوش پیران سیم بر گیر  
لے لعل لبست چو بر شکر شیر  
شکر ز لبہ تو چاشنی گیر

درد غزل محذوف است۔ یہ درد غزل محذوف است۔ یہ درد غزل محذوف است۔

از زلف بریدن دل من      دیوانه شد و برید زنجیر  
 زلفش بگرفت و کرد در هم      فریاد نهر را باد شب گیر  
 می گیری و می زنی به تیرم      من کشته شدم از این زد و گیر  
 مادر چه قوی نه زاد بر تو      چوں دیده فرو نیاورد شیر  
 تقصیر نه می کنی تو هر چند      تقصیر همی کند چه تقصیر  
 در بند تو بسته ماند خسرو

محبوس کجاست و ز زنجیر؟

۱۳۹ هـ      ای بر دلم از فراق صد بار  
 در بار گهر وصال غولیشم      ناگشته به وصل شاد یک بار  
 شب تیره و بار و خر شده لنگ      ترسم نه رسد به منزل این بار  
 بلبل به هواست بوستان بوخت      دین خار نه می دهد گل بار  
 باران سعادت الهی      از بهر عطا بخسرت بار  
 امید به کس نه دارم الا      بمدرحت و لطف ایزد بار  
 خسر و که ز فرقت تو سوزد

روزهای نظری به سوئے اودار

۱۰۵۰ هـ      ای شمع رخ تو مطلع نور  
 زبیر حسن و جمال چشم بد دور      چوں شمع در آفتاب بے نور  
 بایر تو عارضی تو خورشید      مانند آفتاب مشهور  
 خسار تو در جهان فردوسی      دزد زلف تو صبح شام و بخور  
 از روی تو شام صبح گردد      آمیخته مشک را از کافور  
 انگشته شام را ز خورشید

ده درن غزل محذوف است - هـ درن غزل محذوف است

از دست غم تو در زمانہ یک خانہ دل نہ ماند معبود  
 بردار غمت حلال باشد زود وصل تو گشتہ هیچ منصور  
 خاطر نہ رود بہ گلستانے آن را کہ جلال تست منظور  
 خسرو کہ ہمیشہ بر در تست

۱۰۵۱ از در گہر خود مکن در آلودہ ت  
 در سینہ دارم کوہ غم داند گریہ این قند  
 بے چارہ اے از دست شد آخر چہ کم کرد  
 گر بہر چوں تو کعبہ اے عمر بے دیدہ رہ دوم  
 از دیدہ زہر پایے تو چنداں نشاندہم حاصل  
 گر چہ دلم خوں شد ز تو نے از تو می رنج دلم  
 با آن کہ زارم می کشی دشواری نباید ترا  
 در یوزہ دارم خندہ اے از نقل این غمک  
 تالہ کہ خسرو می کند در آرزوی روے تو

۱۰۵۲ کم نالہ اندر فصل گل بلبل بگذارد این قند غ  
 جانے نہ دانم این چنین یا زندگان آہ پیر  
 دل می برد رفتار تو خوں می کند گفتار تو  
 ز دیں کمر بالاے سر جہدے فرد ترا ز کمر  
 گر بچ روے چوں سمن ز آئینہ بینی بیک سخن  
 بہر چہ تو مرد افکنے کردم فدا جان و تنے  
 چوں نیست صبر از روے تو صبا بے بر کو تو  
 کہ خوب رویان جہاں با کس نہ مانی آہ پیر  
 حیرانم اندر کار تو تا بر جستانی اے پیر  
 رہ می روی و ز جہد ترا جامی نشانی آہ پیر  
 چوں تو بہر روے خویشین حیران نہ مانی آہ پیر  
 گر چہ تو قدر چوں منے ہر گز نہ دانی آہ پیر  
 چوں مگد دوم در کوے تو گرچہ نہ خوانی آہ پیر



آزادہ جانے داکش بے خانانے راکش مسکس جوانے راکش تو ہم جوانی اے پسر  
 خسرو در این بے چارگی دار دسر آزارگی  
 در کار او کیبارگی نامہربانی اے پسر

۱۰۵۳ صبح است و دسر از خرمی چوں روز خیزد نگر  
 خندید خورشید فلک چوں سبز گل در تپان  
 در چشمه خورشید اگر آبے نہ دیدستی گہے  
 و کن سیر ملک کز دولت قطب جہاں  
 دالاحسن دستور شد کہ بر دجر عالمے  
 بنمودہ پیش مہر و مہ از لوح محفوظ آیتے  
 جنیدن باد صبا جلوہ گر بستان نگر  
 از خندہ آں سرخ گل فاق را خندان نگر  
 خیزند چوں از خواب خوش روشتن چو بانگر  
 ارکان ملک و دی تو می از روی چار اراکانگر  
 از کف دستش بر خط دیباچہ احساں نگر  
 کاینک زہر عمر خود منشور جا دیداں نگر  
 گر صبح مشرق خسرو از آسمان طالع شود

۱۰۵۴ صبح سعادت را طلوع از فرخ خیزد خاں نگر  
 اے از تو خوباں خورده خوں تو از ہمہ خواہ تر  
 من عاشقم بر روی تو ناداں چہ سازم خوش  
 در کشتن بے چارگاں اشغلی دہر من زدی  
 ہر روزت آیم بنگرم پس بار دیگر بے خبر  
 عیارہ کافر دلی چشمت ز تو عیارہ تر  
 دانی کہ نمود بے سبب جہنم کسے سوارہ تر  
 دانم نہ دیدی در جہاں کس را ز من بے چارہ تر  
 صد بارہ گشتہ جامہ ہمزجامہ جانم پارہ تر  
 بگذارد دل را خسرو چوں پند تو می نشود  
 خاموش کن دیوانہ را اورا از آں غم خواہ تر

۱۰۵۵ صبح  
 ماہ ندیدی ار دلایار چو ماہ من نگر  
 گفتمش از لببت چساں گفت برو تو ز این ہر  
 دفع کنم ز گریہ من شعلہ دے ز تو تیا  
 در رخ او نظارہ کن صنع الہ من نگر  
 بجدہ ہزار ہم چو خون بر سر راہ من نگر  
 سوختہ جان و دل بے زائش و او من نگر

ملہ درن بیت ذیل زلم است سہ کشتی اگر دل برکنی مردم آلودہ را فلک جزیرہ کریم چاکلانی ہم نہ گمانی مبارکواران بیت مخدہ ہست نہ دنایت محمدت

چند خوردمند تو لاله زرخون عاشقاں  
گو که گئی بشکراں روے چو کاه من نگر  
کشتیم بدین گزکت نظرے ہی کسمن  
بوسه چوست خواہش عذر گناہ من نگر  
سینه زخم ناختم چاہ شده مست دیر زخون  
رگ چو نمود از درون دشته چاه من نگر  
صوفی به خلوت دلم دامن از دیده خوں  
پارہ مقنع منم ترک کلاه من نگر

خسرو عاشقاں منم درو دلم که در سوا

گرد شده مست بر سرم چتر سیاه من نگر

۱۰۵۶

اے به پتیدن از تو دل پوش که می بری مبر  
وے به خرابی از تو جاں باد که می خوری نذر  
خوردن غم ز دل بود چند به خلق غم دها  
گر غرض این مست از کساں دل که می بری مبر  
کجک روانی در هست سبب درون سینه ما  
دانه دل بخور دے دور که می پری مبر  
شاد بتانی و بتال بنده تو ز بنده کم  
غاشیه نه به فرق شایسته که می خری مخر

خسرو خسته از تو پرده در دیده شد

یار از آن دیگران پرده که می درمی مدر

۱۰۵۷

گر تو گناه کج نمی پوش ز ما شود مگر  
ور شکن بر قبا که ت قبا شود مگر  
خفته به است ز گشت و در بکشا کشن  
شهر تمام کو بکوی ز بلا شود مگر  
مست و خراب شود و اں پای به هر طرف گن  
دیده که خاک شد به دره در تنه پاشود مگر  
بنده چشم تو شدم آل دو از آن من نشد  
خدمت لعل تو کنم این دو مرا شود مگر  
مردم دیده مانده را بر در خوشی بین  
در دل همچو سنگ تو میل و فاشود مگر  
ولی که خراب داشتم در دلم من رها شد  
خواهم از خراب تر از تو دها شود مگر  
از سر زلفش اے صبا سوسه آر که گئی  
دل که ز جاع خود به شد تا که به جاشود مگر  
خسرو خسته را اگر دل نه دها بخیاں تو  
جان و تنم ز یک دگر هر دو جدا شود مگر

له در غزل مخدوم است علی بیت ذیل زانکه است چشم تو مست شد کن است ترش بخون من به نام تیر به خطاب معانی

۱۰۵۰  
 اے زچوں تو بت شدہ صد پاسا زار دار  
 چوں غم داندہ خالت را فراواں میثوا  
 در بلا و فتنہ چشمت را ہزاراں کار دار  
 رشک آید ز آں پد عنہایت دگر یاراں خود  
 آں ہمہ یک جا کن و پیش من عوار دار  
 ناز کے زن بردم کز زحمت خود دار ہم  
 خویش را بہر دلم یک دم درایں پیکار دار  
 درد دل چوں از تو یاد می دہم مر مکن  
 بردگ دلم را دیر و دلم افکار دار  
 من نہ آں دارم کہ دارم پیش تو خود را عزیز  
 راضیم خواہی عزیزم دار و خواہی خوار دار  
 از جو تو ہندوے کا فر کیش گل چہرہ ریش  
 گل بہ ہندوستان بود چوں بر کن ز نار دار  
 و نگ می آرد کعبہ پایت ز خون چہنم من  
 کیے دے پا را بزمین دودیدہ خوبنار دار  
 چند گوئی نیست بے ہوشی ز شتا قافل من

۱۰۵۰  
 من توانی خسرو بے چارہ را ہشیار دار  
 بے چراغ جانم از شمع جمالت نور دار  
 بارک اللہ چشم بد ز آں روے زیبا دہر دار  
 چوں دلم را بت پرستی نوشہ اندر عہد تو  
 پارے ایں بت خانہ دیرینہ را معمور دار  
 کار دل کردی بہ انگن ہی از ایں بنیا و عقل  
 من نہ آںم کز دہت سر بہ کنم تا زندہ ام  
 شمعہ را چوں دور کردی دست در دستو دار  
 تابانی حال خوں آشامی شہبہاے من  
 گر اجل از کوی تو دورم کند معذور دار  
 من بہ جاں در ماندہ و تو ترک بدنامی کنی  
 جہرہ اے زیں بادہ پیش نرگس محمود دار  
 می توانی حال رسوائی چوں مستور دار

خسرو بے چارہ مر نقش شیرین تو نمیت

صورت فرہاد کش در دفتر شالہ ر دار

۱۰۶۰  
 یارب ایں مالیم از آں جان و جہا افتادہ  
 سایہ وادرا از آفتابے ناگماں افتادہ دور  
 چوں کنم یاراں کمن بیچارم و مرکب ضعیف  
 جاں بلب نزدیکٹ را سے در میاں افتادہ دور

لہ در غزل محذوف است لہ دران بیت محذوف است لہ دران غزل محذوف است

بے نوا چوں بلبلم بے برگ چوں شمع ز زان  
آن چنای کا انداخت چشم بدمرادر از راجت  
دور از کوی تو سرگردن کبھ شرب تا به روز  
در خیال ابرویت تنہا و بیکس سالہاست  
یاد کن از بچوں منی اسے دوست گریا چوں تولی  
گفتہ ای کو کیستی ماندہ در این کو ای چنین  
دی خیالت گفت خستہ و حال تنہا یکتا چیت

چیت بچوں حال تنہائی ز حال افتادہ دور

ت

ذری عیسیٰ خرم نگار ز بخرائیکر ان تو در  
در عرب وے را کثیت است اسم و در تانا  
نافر در حبیب ملوک و بادہ در جام بلور  
پیل را چوں پست خواہی چارہ نیکو تر ز در  
پانہی کا تبی ہتی تاگ در در پیلان چو نور  
در ستودا بنامہ گہر کہ بود سود ستور  
خبر باش چہ کن کن بلرب در یاے نمود  
باش تا سیم تو گرد و گرد و سنگ گور  
گور و بناکش رواں زان گونہ کا و دناں گور  
حسن در ز ناگ و حبش چوں عقل در ملت و غول  
روغن اندر دیک دینری بیشتر گرد و جو در  
کو تر گرد و باد عیسوی دجال کو در  
در جنب سر شستنت باید چہ در یا بچہ

۱۰۶۱

گر سہر دار کی مرنج ارم نشینی در ستور  
و ز حروفی نام رخس و دار دت ہر جاحود  
نیک و بد در آدمی تنہا نہ می ماند چنانک  
نفس را چوں رام چوئی ساکنی بہتر ز جہد  
چند بہر کھدے کش خوردہ و نثرانی ز جہش  
احقے باش کہ گنجہ دار و در جہش نیست  
مزد باش عرض بخشش پیش دکان بخیل  
در عیار سیم ز در تاکہ پرستی سنگ ماہ  
ترک در دنیا کہ گور و ز گور شد یاد نہ  
صنع پندواں شہ چنایا دیدہ عیش میں  
در نگرد مندہ خواہش ذرہ ذرہ کن چو رنگ  
خام تر گرد و ز پندہ معنوی دانای خام  
گر بہر نند از نستی باز آئی چو خستہ و حکیم  
عہ بیت درن معدون انت

یار بے آل و شویت با گل برگ خن آن نظر  
اے خوش آن ساعت کہ بینم آن رخ دیگر  
تا تو اے سرو خرمالہ در چمن بگذاشتی  
در تو می بینم ز درد دل ز حسرت بقیہ  
یک زمان از دل فرو تائی ہمہ شب تا بہ روز  
در نظر با صورت جہاں گر نیاید گو میا  
خلق گل بیند و من رو تو زیر آغوش تراست

یار بے آل بالاست با سر و خرمالہ در نظر  
باد و خوش بر کف و گلزار خنداں در نظر  
می نیاید بیش لب لب را گلستاں در نظر  
تشنہ را کے سود داد و آب حیاں در نظر  
گر چہ باشد تا بہ روزم ماہ تاباں در نظر  
در تو بینم کاہم چیزے بہ از جہاں در نظر  
یک نظر در دست از صد سالہ دستاں در نظر

درد و ندان تو ز آل بینم کہ دل می خواہم

۱۰۶۳  
اے ترا در زیر سرب لشکر ستانے دگر  
من غم دل گویم و تو رنجیاں مشغول یار  
من بہ تو حیاں تو می گوئی کہ بچاں ناز کن  
وہ کہ چندال جان محنت کش مرا سوزی لبزد  
زاں لب چوں آب حیاں کشته شد شہرے کا  
بر دل من غارت کافر میارید اے تہاں  
ہر چہ ممکن بود کہ دم بجارہ و در مان خویش

درد نہ در یانا یدم از بادلِ سلطان و نظر  
جز لببت مارا نمک ندہد نمک دانے دگر  
تو بشہرے دیگر دمن در سیا بانے دگر  
بارے اول عمر و آن کہ عمر و پیمانے دگر  
خانہ خالی کن کہ آمد باز مہمانے دگر  
اے خضر بنما اگر بہت آب حیاں دگر  
زاں کہ بود ایں کافرستاں را مسلمانے دگر  
بعد از ایں جز جہاں سپردن نیست در مان دگر

با چہیں خورنا بہ دست از چشمہا خستہ و بشوے

زاں کہ ایں خانہ نیار و تاب بارانے دگر

۱۰۶۴  
پر تو خورشید ہیں تا بندہ از دوسے قمر  
راست بخول ماہ نوم کا سیدہ و زار و زار  
شاد باش اے رہشنی دوسے نیوک قمر  
کز پس ماہے یو دیک روز پہلے قمر

ہر شے تا صبح بیدارم بہ بازی خیال  
اے دل ادخواستی کہ حلوائے خوری ز عیال  
ماو من چاؤ ز نذران تو شد از خون پر آب  
نیکوای خاک توانداے ماہ در تو کے رہا  
سر بر دوسے خاک ماندیم چشم بر دوسے قمر  
من حلات می نمایم آن گہ ابر دوسے قمر  
پاک کن کر دوسے در آب انگندہ اے گویے قمر  
کے رسد خاک کے کوا اعدا زد کسے سوے قمر

کشت پہاں می کنی و منع خستہ و سہدہ

۱۰۶۵  
میں نیا بد چشم من پر آستان او گذر  
یاد ہر دم تازہ تر نوہ و ز عمرش گرچہ بہت  
ناوک ہر شے گذشت و این قدر روزی نادر  
او بہ دشنام و مرا بہر زبانش افسول ز آنک  
سر گذشتے باز گوی از دل من ز بہار  
چوں روز و جان شہیدان بز فلک جان مرا  
عشق بس ناخوش بیاے لیکن اہ پرسی ز من  
جان من از صبری پریا دلی مادا سپرس

ہر شے کا نہ دل خستہ و گنہ شتی شب نہ

کرد گوی ناوکے در استخوان او گذر

۱۰۶۶  
خوش بود باد گل رنگ در ایام بہار  
عاشق زاد بہار است نہانی سو سن  
برچمن بود بے دام بہار از نہ و سیم  
بعد از این بینی در سایہ ہر سرو بلند  
خاصہ در سایہ گلہاے تر اندام بہار  
لیک از شرم نیاد بہ زباں نام بہار  
غنیہ بکشا دگر تا بدہ و ام بہار  
مجلسے کردہ جو انان مے آشام بہار  
گر بہستی گذر اند سحر و شام بہار  
ہو شیادوست بہ نزد ہمہ اہل معنی

بہ ضحیت شمرے دوست اگر یافتہ ای  
روے زبیا وے روشن وایام بہار  
از پے خود دل مے با سخنانِ خسرو

۱۰۶۷ طے باد می آرد ازاں روے تو پیغام بہار  
یکے امر و زسر زلف پریشاں بگزار  
گر سرم نیست به ساماں ز غمت پیچ گھٹے  
نیک دانند لب چشمت تو مردم گشتن  
طرہ را کار مفرماے به شہر آشوبے  
گویم جان غمین تو گرفتار من بست  
گر ز در ماند گئی عشق ترا در دے ہست  
ہم باراں در دقتاعت کن و در راں بگزار

خسرو یا بہ گریبان و فاسد کن

۱۰۶۸ یاد کن دامن اندیشہ خوباں بگزار

زلفت از باد دگر باشد و از شانہ دگر  
دہ غمت جہاں ز تنم رفت و خیال تو بماند  
دل آسودہ و دگر حال پریشاں دگر است  
اصل شہوت کہ خود آدے بود و خنق است  
اے دل آفسانہ کہ گفتی و سیر دی غولم  
بہ تکلف بٹو عشق گر آں جان و خرد  
مست بگرفتہ لب ساغر مستانہ دگر  
عاقبت غولیش دگر باشد و بریگانہ دگر  
شہر آباد دگر باشد و ویرانہ دگر  
کرم شب تاب دگر باشد و پروانہ دگر  
بہر خواب اجل گوے یک افسانہ دگر  
بیہش بادہ دگر باشد و دیوانہ دگر

گفت مجموعہ دروغ آں چہ کھاں می زند

ب کہ چوں خسرو نہ بود عاقل و فرزاند دگر

۱۰۶۹ گم زمین جہاں بر دو باد ہواے کم گیر  
در جہانم نہ بود کہنہ سراے کم گیر

نہ دران غزل محذوف است - نہ دران بیت محذوف است - نہ دران بیت محذوف است

ایں دل سوختہ با گوشہ محنت خو کر د  
 ز ہر من خد مست زندانِ خرابات بسست  
 ز اہلِ مومے من از ننگ نہ بیند ہرگز  
 گردِ مردہ سازند گئی تو بہ نہ یافت  
 خلق از مشک و من از خاکِ رد و ست خرم  
 گردِ عشاق تو من کشتہ شد م عمر تو باد  
 غم مخور گر شود آوارہ ز کویت جو منے  
 من کہ باشم کہسے از چو منے یاد کند؟  
 صد چو خسرو بہ درت ہست یکے کو کم ہاں  
 در طرب خانہ جمشید گداے کم گیر

۱۰۴۰ سر بہ کوسے عشق غلتانیدہ گیر  
 زلفِ پچانت چو گیرم بیہدہ  
 چشم تو خوں می نہ غلتد در دروں  
 چوں نہ می گردد دولت چوں آسیا  
 چند ترکانہ بہ خوں اغرا کنی  
 پس کند تاکے زباں کردن چو شمع  
 گرچہ خسرو را بمیرانی ز غم

۱۰۴۱ نام چوں باقی ست میرانیدہ گیر  
 اے دخت از مہ جہاں آراے تر  
 وے لبست از مے نشاط افزاے تر  
 کآب می ریزد از آں بالائے تر  
 ترکم جہاں در دست چوں مردہ دومی

۱۰۴۲ در غزل محذوف است - ۱۰۴۳ در غزل محذوف است -



مانده گشتی از چه از خوں و بختن  
خوں خود جویم نمی تا در تو دید  
خوں بدیز اند عارض ز میاے تر  
از که زین چشم جگر پالاے تر  
مردم چشم نیاساید ز خواب  
زاں که سستش روز تا شب جاکتر  
در غمت آب از سر خست و گذشت

گر چش از دریانه گشته پایے تر

۱۰۷۲  
با تو در سینه نفس را چه گذد؟  
باغ نشکفت و نیامد موسم  
در دلم غیر تو کس را چه گذد؟  
در دل خسته یوس را چه گذد؟  
من اسیرم ز کلم باد و مده  
در چین مرغ نفس را چه گذد؟  
خلق گویند نفس زن در وصل  
در تن مرد نفس را چه گذد؟  
اندراں دل که توئی، غم چه کند؟  
خانه کشته عس را چه گذد؟  
وصل بخورانه بود لذت عشق  
در ملکساپ گس را چه گذد؟

می کند خنده که در یاز تو آم

در دلت خست و خست را چه گذد؟

۱۰۷۳  
در عشق یار خود را بد نام کردم از سر  
سر بهر خاک گشتن پیش دوش نهادم  
یار بفرمود مباد ای مے که خود دم از سر  
چه جاعے آں که یاراں رو بند کردم از سر  
عشق و بلا اندا پس باز نه کردم از سر  
شاد وقت آں که اکنون دیوانه گوم از سر  
جراتش ریش کهنه کن تازه در دم از سر  
ای دل گواه پاشی کا قرار کردم از سر  
در عشق یار خود را بد نام کردم از سر  
سر بهر خاک گشتن پیش دوش نهادم  
مهره زین جاباشد در تن ز بهر جاناں  
جانا بهار حسنت آغاز سبزه دارد  
مطرب بهر نوک غمزه بکشاے سینه بمن  
دنت آں که بود خست و نیکو ز شاد و مے

له دن غزل محمد زلف است له دن بیت ذیل زان دست سه خواهم شد امشب آں سوی باید داد و

ای گره سرخ گداں رخسار زدم از سر

جو کائنات تو پیش میں ہر سو غبار دیکر  
دلہا اسیرِ گردِ جاناں شکار ساز د  
بخشم بہ زلفش ایساں ہم نابد استوارش  
سہت ارچہ کارِ عیسیٰ جاناں ہر مردہ والا  
از خضرؑ تو ہر جاں یک یاد گار دادم  
تا بادِ راست گے کہ ہر طرح تو بازی  
گفتی کہ بیار دیکر نہ نشست در دلِ تو  
یک بار دل بہ من دہ سو گند می خورم من

از دست خوب رویاں دیوانہ گفت خضرؑ

تنہا نہ ادا کہ چوں اوجھد میں ہزار دیکر

۱۰۴۵

اے باد صبح دمِ خبر آشنا بیار  
مانا کہ یام از دلِ گم گشتہ آگهی  
تو یاز عمر بایدم اندر شبِ فراق  
گفتی سلام آرم از اوج چشمِ مد سہت  
تا کے زیند بہیدہ گوشتم گراں بود  
زاں بوستان کہ میوہ بہ اعیان می دہد  
در غیر تم کز دوست خاندنِ بہر دے  
جان مرا خرید خیالش بہ بندگی  
زاں جام لب کہ جوہرِ زشاہاں در بلیغ دشت  
از جرعه گاہ او قدرے آبرو بخواد

بوے نہفتہ زان صنم دلر با بیار  
یک تارِ مواذ آں سر زلفِ دو تابیار  
یک نامہ زان مسافرِ فرخ تھا بیار  
یا خود میاے تانہ شوم گشتہ یا بیار  
آخر از ادے ہم سخن اے صبا بیار  
برگے بہ سوے فاختہ بے نوا بیار  
یکرہ از آں کیے ز پے جانِ ما بیار  
ایں بندہ زان دوست از آں بت رضایا  
پر وادہ خواہی مشتے گدا بیار  
بر دردِ باے کہنہ خضرؑ دوا بیار

اے دل از ایں خواب و حشت کرانہ گیر  
ہستی بہ فقر یار و بہانہ کن کنیت  
سنگ گران خود بہ تر از دے بہت آرد  
از کیش پاک سہم سعادت سنان و بس  
گیتی فسانہ گیر و خیالے کہ اندر اوست  
رخش زمانہ نزد تو، خواہی قرار عمر  
در عشق خون دل خورد از شوق ناله کن  
آں با در ابد از مزہ ایں ترانہ گیر

خسرو ز نام و ننگ جہاں بہ کہ دادی

نا داشت گرد دست شود شاخصانہ گیر

۱۰۴۷

اے شہسوار دست بہ کوی عنان مہر  
چوں در شرکالہ مہر آہو گذر کنی  
در بعد چوں کھنڈ تو من صید لا غرم  
دانی کہ چند دست دل اندر عنایت  
چند از مہ و ستارہ تو تنہا شنیدہ اسی  
گفتی کہ نیست یاد منت از خدا ترس  
دل بردہ اسی بیانشہ مردم شکار دہ

سودے بکن ہمیں کہ بیانی بیسوی من

صبر و قرار خسرو و مکیں زیاں مہر

۱۰۴۸

از چشم تو کہ بہت از تو جہاں شرکار تر  
می گوئی تلخ از آں لہب شیریں کہ دہر تر  
دل نیست در جہاں زد دل من نگار تر  
ز آب حیات بردل و جہاں سازگار تر

خلق از تو با کمال وفا با شکایت ند  
پیش تو جان شکر گفتم و باور نیایدت  
گفتم که هو شیاء شوای دل به کار عشق  
در عشق بد گواری بودین دشمنان  
پری که چون نخست دلت بفریاد نیست  
رخ هر چه پیش بر در تویی زخم به سنگ  
من هر چه پیش می کشیم شرمسار تر  
هرگز نه دیده ام و تو بے استوار تر  
عقلم بگوش گفت "زمن هو شیاء تر"  
حقا که بنده دوست از آن ناگوار تر  
گر بادرم کنی قدر بے بقدر تر  
بختم نگار که مبت زدم بے عیار تر

هم خود بروں بر آرد چه خسته و بگودیت

کاخ و زحیمیت چشم من سو گوار تر ؟

۱۰۷۹

هر شب منم ز سحر پریشان و دیده تر  
افغان ز تو که هست به گوشت فغان من  
شیرین غمی هست عشق و لیکن زباں کجاست  
خلق به راه منتظرت جاں سپرده اند  
تو فتنه ز مانه شدی و زنه ز گار  
اے دوست پرده پوشی بخون و عقل نیست  
دل از برم دیده و من زور میدره تر  
هر چند پیش می شنوی ناشنیده تر  
اے دل بگویمت که بخواں لیک دیده تر  
اے ترک مست دار عناں را کشیده تر  
بودست پیش از این قدر از میدره تر  
که راست دانسته ز گریبان دیده تر

خسته و زمان رفتن و بردوش با عشق

راه دراز می روی آخر جریده تر

۱۰۸۰

نه زنجیر است ز چشم خوش تو عیدیه می تر  
اگر چه سوخت مرا سحر خام و وعده داریت  
من از قضا است که میرم به بن بسله گویا  
به سخت چشم یارال کشی همیشه چو تر که  
خوشم که دوزخ نقد از بهشت نسیم نکو تر  
بیا که نیست کس از تو به دهر سلسله مو تر  
که از گویه سنگین کنده شکار کبوتر تر

شرابم از نه دی تیغ مان به خلق که بارے  
میس که مایه دیوانگی ست عشق تو ای من  
ز دولت تو کمزداں دگر شراب مگو تر  
که عقل او لیس از وے پیاده اے ست فز  
گرت یوید از آن منی مرنج ز خسر و  
که نیست زو کسے اندر زمانه بهمه گو تر

۱۰۸۱

مضای من طلب اشب، طریق ناز گیر  
ز دل گزیده شدم زلفت را بدو مگذار  
مبند چشم غنایت نظر فرا ز  
منم غریب تو سنگ دار سن دراز گیر  
ز دست من بردن شب طریقی باز گیر  
فوالا اے به دهن آمده ست باز گیر  
مرا که جنگ شکستم را اے ساز گیر  
چشم پیش تو باشد شکر به گاز گیر  
بهرده ای دل خسر و مگوے که بر دم

۱۰۸۲

عنان ناز بکش را و احتراز گیر  
قمر بید از من مهر من خراب قمر  
خواب با همه چون از قمر شود بدوشن  
تمام شب قمر آسمان نه می خپد  
کجا سدمه گردون بدین قمر بارے  
زلف باشد هر قطره چشمه اخورشید  
کنون دمیدن صبح از رخ قمر باشد  
گراید و برود زود تر نه جال گلاست  
از آل که نیست نهان خسر و اشتاب قمر

۱۰۸۳  
 ہم نجانہ تن میں جاؤ جاں بہ جاؤ دگر  
 بہ بوستانِ روم از غم دے چہ سود کہست  
 کجا بکوی تو ماند نسیم باغ بہشت  
 چو جاں دہم نہ رود دل بہ کویت ایچہ برند  
 نشان ز سوسے تو پر سند وین نہ برفت  
 گو کہ یار دگر کنی کم اگر عینم  
 بگو چگونہ تو ان گفت زندہ خبر در  
 رخ گل خوش مست : از دے خست آنگا خوش  
 چہ روم بہ باغ دستاں چو گل بہ تو نہ ماند  
 بیکے سخن کہ گوئی بید دوبارہ مردہ  
 چہ خوش شست یک کرشمہ ذراے مردن میں  
 منم دشبے دبا دل ہمہ شب حکایت اد  
 چہ روم بہ خاک جانم کند این سخن بہ حرت

بہ دل توئی دسخن بر زباں بہ جائے دگر  
 دلم بجائے دگر بوستان بہ جائے دگر  
 زمیں مست جائے دگر آسماں بہ جائے دگر  
 سرگان کوئے تو ہر استخاں بہ جائے دگر  
 تو جلے دیگر دگویم لاشاں بہ جائے دگر  
 لطفے کہ تو داری ہماں بہ جائے دگر  
 کہ اد بجائے دگر ماند و جاں بہ جائے دگر  
 چہ بود گل کہ رویت زد و صد بہار خوش تر  
 ز گل کہے تو بنیم بہ دو دیدہ خار خوش تر  
 کہ ز آب زندگانی دولبت دو بار خوش تر  
 کہ اگر زیم بہ دیدن یکے از ہزار خوش تر  
 کہ غم دراز گفتن بہ بیان تار خوش تر  
 کہ بر این تن زمین رہ آں سوار خوش تر

چو غلام تست خسرو زید و مرد بہ فریاد  
 تو ازین دو گوئے پیشیت کہ کدام کار خوش تر

۱۰۸۵  
 سپیدہ دم کہ گھر بار دابر در گزار  
 عجب نہ باشد اگر از نسیم روح افزا  
 چہ عشقہائے کہن ما کہ تو کند از سر  
 گھر فروش شود روئے نیکو از عرق  
 خوش آں کرشمہ و نازے کہ می کند ز گس

شود بہ جلہ گل اندر نگار خانہ یار  
 دم حیات زندہ نقش خامہ بردیوار  
 چو عندلیب بر آرد ز شوق نالہ ازاد  
 گئے کہ گرم شود آفتاب دا بازار  
 چو چشم شقایق عنایان خواب خمار

میان لالہ و گل میں صبا ز نغمہ مرغ  
کہ رقص می کن راز بے خودی بر آتش خار  
نشدت صحن گلستاں زار غواں و سمن

۱۰۸۶ طے چو آستان شہر از مدعے خسروان دیار

اے سرمہ رانجاک پاست نیاز عاشقی را ز سر کفم آغاز  
جاں ز نازت نہ می شکبہ نیست چارہ اے چوں برآمدہ ست نیاز  
گفتی از من نہاں کن رازت کے شنید ہی کہ من نہ گفتم رازت  
یادم آید ز زلفت از اے دل باز گوئی بہ ما شب است در راز  
گو شہ می گیرم از کمان تو لیک می زنداغزہ تو تیرم باز  
یک دم اے بخت باز روشن کن چشم محمود را بہ پاے ایاز

خسرو آواز خوب دارد دست

کیست کاؤ نیست عاشق آواز

۱۰۸۷

فزون شد عشق جانان روز تاروز کجایں پس شب ماؤ کجا روز  
ز بے ہوشی نہ دانم روز و شب را شہم گوئی یکے گشت ست بار روز  
دل ست ایسیج پیدا نیست یاخوں شب ست ایسیج پیدا نیست یا روز  
چہ غمتی، خیز اے مرغ سحر خیز ترا روزی ہی باید مرا روز  
گو جاناکہ روزے بر تو آیم نہ داد دچوں شب اندوہ مار روز  
تو خوش خفتہ بہ خواب ناز تا صبح مرا بیدار باید بود تا روز

چہ عیش ست ایں کہ خسرو را بہ ہجرت

شود ہر شب ہزار می و د عار روز

۱۰۸۸ طے

زمن چوں دل را دومی رفت جاں نیز کہ در دل داشت شوق ت ای و آن نیز

لہ درن غزل محذوف است طے درن غزل محذوف است -

زیادت لبث مارا طمعهاست  
کز او زنده هست جان و هم رواں نیز  
رقیب را مده دشنام از آل لب  
که دل را سخت می آید رواں نیز  
سر پایوس، تو تنها نه دل راست  
که مشتاق است جان ناتواں نیز  
دلے بودم شد آل پابند زلفت  
نه می یابم از او نام و نشان نیز  
تعالی الله چه تنگ است او دہانت  
که فکر آں جانہ می کنجد گھماں نیز  
غنمت خستہ و چه گوید آشکارا؟

۱۰۸۹  
کشتادی چشم خواب آلود را باز  
که نتوان گفت راز تو سہاں نیز  
به دور ماہ رویت زلف شب زد  
در فتنہ بہ عالم کرده امی باز  
خط سبوت اگر نہ خضر وقت است  
پریشاں کاری اکنون کرد آغاز  
بلبتاں گردی در سجدہ آید  
چرا شد بالہ جاں بخش دم ساز؟  
ربودی دل زمین و اں گہ سپردی  
ہ پیش قامت سر و سر قرار نہ  
چہ جائے جاں کہ بردل می زند تیر  
بہ دست طرہ دل دوز غار نہ  
اگر ندہی بہ عمرے کام خسرو  
چو گرد ترک حشمت نادر انداز

۱۰۹۰  
برجان من شکستہ دل، باز  
دنا باشد بغیر او مہر دانہ  
جانا خود این قدر، کہ مستی  
کودمی تو شراب خود دن آغاز  
شد نوبت شربت پسینم  
لب را بزل و بہ من بدہ باز  
مرا غم تو ز خلق بہر بید  
جرعہ بہ پیالہ امن انداز  
پرسی کہ چگونہ امی، چہ گویم؟  
در صحبت دوستان دم ساز  
کز مرده ہر دہاں نیاید آواز

لہ درن غزل محذوف است۔



گویند مرا تیرا ز این کوئے " دل گم کردم ، کجا روم باز ؟  
خوش نیست سرود ، خست و اں دا

۱۰۹۱ ط مہربان مست و جنگ ناساز

مبتلا شد چوں دل مکیں بہ زلف یار باز  
دل بہ ابروی بتاں دارد چو اقرار دست  
جاں سلامت کے تو اں بردن از اں طراز  
می کند از مونسے تصدیق آں اقرار باز  
از خجالت خشک بر جاماندا ز رفتار باز  
ہم مگر لطف تو گرد بندہ دا غمخوار باز  
چاہے بیچارہ گاہ چوں در لب شیرینیت  
دامنست خواہم گرفتن اے صنم ناچار باز  
چند کہ پر کار چرخ اکر داز ہم ماں جدا  
عاقبت باہم رسانید آں سر پر کار باز  
بر حالت دل نہ کنوں عاشق است ای جان  
مہر تو در سینہ دارم مدت بسیار باز  
گر ہواے وصل آں مہ داری اے خستہ دل

۱۰۹۲ ط چشم غیرت را بلند از دیدن اغیار باز

در فراقتش رو و رخس از دیدہ می بارم بنہ  
سالہا تا گلبن مقصود را می بارم  
داں ز دل گرمی نہ گوید ترک از ادم بنہ  
ز آب چشم نہ می آید گل از خادم بنہ  
تخم مہرش در میان جاں ہی کا دم بنہ  
داغ مہرش بر جبین دوستی داوم بنہ  
من بدستہ نامیدے سر نہ می خادم بنہ  
داس نگار آگہ نہ گشت از نالہ زارم بنہ  
تخم عشقش در زمین دل ہی کلوم بنہ  
در دجام خود برای رسواے مردوزن بنہ  
دبر از کوئے محبت پا اگر بیرون نہاد  
زار می و افغان من بے او گذشت فلک  
گر چہ جان خسرو از مہر بخش از دست رفت  
نست من چوں جرمہ نوشہ بادہ اے برمن برید

ط دلوغزل محذوف است - ع دلوغزل محذوف است -

چشم تو مست است مگر ایستد ناکرده خیل  
 دشمن جان من است آں غزوه نانا خوش گرداو  
 خون من در پیش آں قتال مردان گن بریز  
 دل شد از تیر غمت روزن چون خوابت جا  
 شربت از جام خود بارے بر آں روزن بریز  
 نیمه دیگر برای دستار و پیراں بریز  
 تار کم بشکن پان و خون من بر من بریز  
 مست می رفتم سیو بر سر قنوم و آں شکست  
 تیر گز عیش مشتاقان ترا چون روشن است

۱۰۹۴  
 بر دل تار یک خسرو بادۀ روشن بریز  
 سویم آں زنگس بے خواب نہ بیند هرگز  
 بختم آں طره قلاب نہ بیند هرگز  
 هر دشمن سجده کنند انجم و مهر و مهرخ  
 یوسف ایں مرتبه خواب نہ بیند هرگز  
 روے قربانی مقصاب نہ بیند هرگز  
 بے محابا کشد و شرم نہ دارد آردے  
 مرد عشق ایں همه اسباب نہ بیند هرگز  
 طبع مهر و وفا هست کوه نظر آں مست  
 سیری از نازک پر تاب نہ بیند هرگز  
 هر شکا لکے که فتد پیش تو آے تیر انداز  
 بت پرستے که بجز آب نہ بیند هرگز  
 اچھی مودن مکش آذ که هست ایں دل کن  
 خسرو آں شب که بکوه تو رود و لذت غیرت

سایه خویش به مهتاب نہ بیند هرگز  
 ۱۰۹۵  
 رویت از غول همه پرورد خوشاب است امروز  
 هر خیالے که زخور شد در آب افتاد است  
 آفتاب تو زیاده تاب است امروز  
 پیش رخسار تو زنده حجاب است امروز  
 چشم سیاه تو پر سبز که می کرد ز می  
 می فتد هر طرخی است و خواب است امروز  
 دالم آں چشم تو فتنه مست و زمستی خصمه است  
 خصمه لایح نہ دالم که چه خواب است امروز

له درن بیت محزون است آله درن بیت ذیل زانما است  
 بهر زمان خنده و یگانگی و دغ و یزید و یزید  
 درن بیت محزون است یا درن بیت محزون است  
 درن بیت محزون است و درن بیت محزون است

دوش گشتی کہ دہم بوسہ پس می گوئی کہ لبم ریش شود ای چہ جواب است امروز

خندہ ات دید و دین باز بماند دست خند

از دہانت کہ پُراند ز رخ شتاب است امروز

۱۰۹۶

دل ز تن بردمی و در جانی مہنوز	در دہاد کی و در مانی مہنوز
آشکارا سینہ ام بکافتی	ہمچنان در سینہ پنہانی مہنوز
ملک دل کردی خراب از تیغ کبس	داند را ب ویرانہ سلاطانی مہنوز
ہر دو عالم قیمت خود گفتہ ای	نرخ بالا کن کہ از زانی مہنوز
خون کس یارب نہ گیرد دامت	گرچہ در خون نے پیشانی مہنوز
چو کردی سالہا چوں کافراں	بہر رحمت نامسانی مہنوز
ما ز گر یہ چوں شک بگذاختیم	تو بہ خندہ شگستہ ستانی مہنوز
جان نہ بنو کا لید آزاد گشت	دل بہ گیسوے تو زندانی مہنوز

پیری و شاہد پرستی ناخوش است

خسر و اتا کجے پریشانی مہنوز

۱۰۹۷

تن پیر گشت و آرزوے دل بچا ہونو	دل خوں شد و حدیث تباں بر زبان ہونو
عمر بہ آخر آمد و روزم بہ شب رسید	مستی و بت پرستی من ہمچنان مہنوز
آہنگ کردہ سوے تباں جان کمترین	کافر دلاں حسن دروں سوے جان ہونو
صد غم رسید و مرگ مہنوم نمی رسد	صد کعبہ رفت و مہر دلم را ٹیگاں مہنوز
عالم تمام پر ز شہیدان خفتہ گشت	ترک مرا خدنگ بلا در کماں مہنوز
بیدار ماندہ شب سہمہ خلق از نفیر من	واں چشم نیم مست بہ خواب گراں مہنوز
ہر مردم کہ شتمہ ماے وے افزو دان	خسر و ز بند او بہ امید اماں مہنوز

لہ درن بیت محم و نہ است - علا درن غزل محم و نہ است -

اقتدا لہان راہ تو سیم از سریناز  
 شمع جہاں فروز توئی در جہاں ولے  
 دستے بگیر و در قدمت سر ز مابہاد  
 ہرگز نہ کرد شمع ز پدوانہ احتراز  
 مایم از براے تو در سوز و در گداز  
 مایم کنیم در نجم ابروے تو نماز  
 بسرید زلفت و کرد بہ خسر و اشارتے

یعنی کہ عمر گشت نہ می خواہم شمس دماز

۱۰۹۹

نہجا بود من بدوش را حضور نماز؟  
 مرا محو اں بہ نماز اے امام و وعظ گوے  
 کہ کج کعبہ ز دیر مغاں نہ دالم باز  
 کہ از نیاز نہ می باشم حضور نماز  
 مباحش منکر دُر دے کشان شاہد باز  
 چو بلبل سحر می کند سماع آغاذ  
 مرا ز ساز چہ می افگنی بہ سوز و بہ ساز  
 دو ویدہ ام شدہ از شام تا سحر گراز  
 کہ بر سر آرد از این ظلمت شبان دراز  
 کہ ناز مابہ نیاز است و نازش توبہ ناز  
 بنہد و چوں سر ز لغم بہ آفتاب افلاز  
 مگر بہ لطف خداوند گار بندہ نواز  
 چہر کہ از پے آوازہ می رود آواز  
 گذشت شعر ز شعری و سوزش از گداز

خود مجھے ز خسر کہ اہل معنی را

نظر بہ عشق حقیقت بود نہ عقل مجاز

۱۱۰۰

خیال دوست یہ چشم من اندر آمد باز  
 ہواے عشق و گربارہ در سر آمد باز

لہ در غزل محذوف است - ہمہ در غزل محذوف است - در غزل محذوف است

کشیده غمره از شر و ولایت صبر  
 خراب کرد که غوغای کافر آمد باز  
 سبک سوار من از کوی فتنه سر بر کرد  
 فغان به شهر تظلم بد اور آمد باز  
 کبوترے بدم از جنگ باز رسته دین  
 که جنگ باز به پایے کبوتر آمد باز  
 جز آب دیده نه شوید غبار سینه کنون  
 که خیل غمره به صحراے دل در آمد باز  
 بسوز حسرت اگر بخت سایه ات نکند

۱۱۰۱ طه  
 امید صبح مبارک طلوع ، ساقی خبیر  
 که نوش می صافی به جام روشن ریز  
 شراب و شاد و مطرب به مجلس آکنون  
 که در صبح نشسته ست صوفی که خبیر  
 بوقت توبه ام اوصاف نیست در سایه  
 بیار و در کله صوفیان من ریز  
 به درد عشق میرم و لے دو اچه کنم؟  
 نشان هجر و بیاباں ببرد راه حجیر  
 ره حجاز بزن گریه خرابی من  
 بیالام به لب و غول چکاں ز دیده من  
 چه خوش می خورم آن باده های غول آمیز  
 بکش مرا به من و در فراق باز رهان  
 که زنده گردم از این مردن خیال انگیز

مدام جرعه خود ریز بر سر خست و

ز لب مردن و بر گور بالشش آویز

۱۱۰۲ طه  
 نازنین و چار بالش ناز  
 خاکدان و آستان نیاز  
 جود خوار می کشین اند محبوب  
 خوش تراست از هزار نعمت و ناز  
 گوش مجنون و حلقه لبلی  
 سر محمود و آستان ایاز  
 نام و ناموس و دین و دنیا رله  
 چه محل پیش عاشق جاں باز  
 اے که عیبم نمی کنی در عشق  
 یک نظر بر جمال او انداز

له در غزل محذوف است - له در غزل محذوف است -

عشق در ہر دلی فرو و ناید  
من از این دور کجا تو انم رفت؟  
نہ قرارے کہ لب فرو و بندم  
گم بہ بوسے تو جاں بر اٹشانم  
ہم گفتار دشمنان مشنہ  
صاحتے ایں شکستہ را در یاب  
امشب از رفتہ باز نتوان گفت  
ز اں کہ ہر سینہ نیست محرم ماند  
مرغ پر بستہ کے کند پر واز؟  
نہ مجالے کہ بر کشم آواز  
ہم بہ بوسے تو زندہ گردم باز  
یک دم آخر بہ دوستان پر داز  
یک زماں ایں غریب را بنواز  
ز اں کہ شب کوتہ است و قصہ دراز

خسرو از گریہ کرد معذور است

کشم چہ شمع است کار سوز و گئی از

۱۱۰۳

شب زلف تو شد نشانہ روز  
طرفہ خالے ست در میان رخت  
روز و شب زان تست زان خط و خال  
روے تو می کند جہاں روشن  
بندہ تست آفتاب کہ سہت  
زیر پایے تو ریزم اریا بزم  
بار و تاج دولت بزم

دور کن اں شب از کرانہ روز  
شب کہ دیدہ ست در میانہ روز  
دام شب کردہ اسی و دانہ روز  
چہ نہی بر جہاں بہانہ روز  
چشم روشن بہ چشم خانہ روز  
گو ہر مشرق از خزانہ روز  
نوبت ملک پنج گاہ روز

بندہ شدہ پیچو خسرو ت خود شد

گرچہ بہت افسردہ شدہ ریگاہ روز

۱۱۰۴

باز نور و آمد و دور ہائے بستان کردار  
غینچہ بہر صد درم گل دابہ زنداں کردہ بود  
گل جہانے دابہ روے غریب خندان کردہ بود  
زربہ داد آں گہ صبا و قفل زنداں کردہ بود

لہ دن غزل محذوف است - لہ مطابق نسخہ

در عرق شد غنچه از گرامه تنگ آمد ز خویش  
 باد خوش می آید از گرامه بیاں کرده باز  
 چرخ گواں بہر ما ساخت از گل گود ما  
 ابر آں گدازہ ما بر آب جواں کرده باز  
 بالش سلطان گل در خاد جائے شلخ میں  
 جو ز بہر بار دادن چتر سلطان کردہ باز  
 چند سوزی زلف سنبل بتی، اسے دگر تر  
 آمد دے دیدن خواب پریشاں کردہ باز  
 یارب ایں ابرست در صحن چمن گوہر نشاں  
 یا شہنشاہ جہاں دست زرافشاں کردہ باز  
 تازہ خسرو دست گیری یافت در محض قلم

۱۱۰۵  
 بوستان بشکفت دروے لاله خداں گشت باز  
 از سخن گفتن زباں بردہ تر حماں کردہ باز  
 سنبہ خط چند بہر خواندن بلبل نوشت  
 ت  
 خون لاله گویا خواہ چکید از تیغ کوہ  
 بر رخ گل طرہ سنبل پریشاں گشت باز  
 بی ہم بر سایہ خود تیغ لہ زان بد کشید  
 بلبل آں گداز خط خواں غزل خواں گشت باز  
 ساغر لاله پیر از مئے گشت و ہم از لہ آو  
 با چکید آں خوں کوہ آلودہ دماں گشت باز  
 بس کہ مرغاں در ہواے باغ بہر پر زدند  
 سایہ بر دے زمین افغان و خیزاں گشت باز  
 ماہ رویاں دمی تماشا سوے ستاں می شد  
 باد گفتہ کایں مگر چتر سلیمان گشت باز  
 سایہ می گیرد ز میں زانیں تعجب در چمن  
 آفتاب از بر رخ نمود و پنہاں گشت باز  
 بس کہ بہر سایہ فشاں در نشاں گشت آفتاب  
 سایہ ماے گل پیر از خورشید تاباں گشت باز  
 زلف خواں سرفرو افکنده و در ہم باند  
 کہ پریشانی مرا گشت و پریشاں گشت باز  
 یا سمین و لاله را یک دست بردی باد گرم  
 بوسہ ماے نازک از رخسار ایشان گشت باز  
 خفت دگر گس مست و از فریا بلبل برخاست  
 نیم شب کہ مجلس میزدیم گہاں گشت باز  
 شعر خسرو و دافرد خواندند مرغال چمن  
 بے دلی کا مدہ سوے باغ بے جیا گشت باز

باپستہ میگون تو شکستہ چه کند کس؟  
 باروے خود آئینہ برابر منہ اے جاں  
 چوں روئے توام نیست، جہاں اچہ کیم من؟  
 دل زلفت تو صدور کند بر دل عاشق  
 با چشم جفا کار تو گویم کہ "وفا کن"  
 بسیار بکوشم کہ رسم من بہ تو، لیکن  
 گفتی کہ فلان جہد نہ کرد از پے و صلہ  
 خسرو کہ نداد کہ دل تو جاں ز پے تبت  
 ۱۱۰۷

کار و دم از دست شد اے دریا فریاد رس  
 تا چند بر من دم بہ دم از ہجر عاشق کشستم؟  
 تاکے رقیبت ہر زماں در خون ما گوید سخن؟  
 تا از تو دلبر ماندہ ام بے خواب و بے خور ماندم  
 شد جام عیشم بے صفا جاویم لگد کوب جفا

آں ہر دو چشم دل ستاں از علی بولود جاں

یک جاں خسرو را از آں ہر دو بلا فریاد رس

۱۱۰۸  
 بیا کہ بزم طرب را چمن نہاد اساس  
 بیا کہ باد صبا گشت عیسوی انفاس  
 بنوش بادہ گلگوں بہ طرب باغ کہ من  
 ز پافتادہ ام از دست محنت افلاس  
 چه حکمت است نہ دانم کہ ساقی گردوں  
 مادام خوں جگر می دہد مرا از کاس  
 کہسہ ز چہرہ مقصود خود نہ یافت نشان  
 از آں زماں کہ نہادند سرنگوں این کاس

بہت درون محزون است۔ بلکہ بیت محزون است۔ بہت دل بہ جانش اضافہ است۔ جہاں کہ حدیث لب شیرین تو دیند۔ بہت  
 از لب تو ہر چه کند کس۔ بہت درون بیت محزون است۔ بہت دل بہت۔ بلکہ است۔ شب تاصبح کہ گرا کہ تیراں گفتہ  
 جگہ مشت بہوں از او جہ صہ فریاد مافریاد رس۔ بہت درون غزل محزون است۔



بہر او کعبہ کہ از ہر طرف کمیں گاہے ست  
اگر ز خویش گدیشتی قدم منہ بہ ہراس  
کھسے بہ دلق مرقع کجا شود در ویش؟  
چو سینہ صاف نہ باشد چہ سود ترک نکاش؟  
در دل چو پاک شود از کی بردت اغیار  
تو خواہ جامہ اطلس پہوش خواہ پلاس  
حدیث دوزخ و جنت دگر مگو خسر و

۱۱۰۹ وصال یار طلب کن گذرا ازیں دوس

خوابی من از آن چشم پر خدای پیرس  
ہلاک جانم از آن لالہ بہاری پیرس  
از خم غمرہ چہ پرسی کہ در جگہ چند است؟  
از صدف زدن ست و لے ز خہلے کاری پیرس  
غلام چشم تو ام گر چہ ناوک تو خوش است  
ولیک لذت آن از دل شرکاری پیرس  
دل کم ز دود فراموش می کند خود را  
پیرس ہیچ ز ہجران و بقراری پیرس  
مراسمت در دوسے از خمارستی عشق  
علاج در دم از آن زنگس خدای پیرس  
کجاست دولت آنم کہ بردت باشم؟  
فشان من بہ سر کوے خاکساری پیرس  
رواے صبا و زہر مسافران فراق  
از آن دولب سخنے چند یاد گاری پیرس

سرود و ذوق فراوان شنیدہ امی کنوں

۱۱۱۰ بیاز خسر و ذوق فغان و زاری پیرس

دل بہر ذی بہ جنگ جوئی و بس  
خوگرفتی بہ تند خوئی و بس  
بس کن ای چند از این جفا کردن  
یابہ عالم تو خوب روئی و بس  
مردم از غم و صیتیم این ست  
کہ ز دل خون من بجوئی و بس  
سحر تو نیک می کشم در یاب  
اندر این فن تو یار اوئی و بس

پیش تو حال بے کسی مرا  
کس نہ گوید مگر تو گوئی و بس

۱۱۱۱ اے زوکار سازی سمہ کس  
 بہت عرفاں تو بہ عقل چنانک  
 از من ادراک تو بدارا ماند  
 در صفات کمال ہستی تو  
 پیش حکم تو بہت ہیجہ نہار  
 مردم از تو بزرگ معنی شد  
 کہ میادت نفس زنند بہ صدق  
 زیہ پاسے گلیم پوشا منت  
 کے رسم در تو کن کہ در پیشیت؟  
 سمہ دایم تو کار سازی دلبس  
 کوہ سجده کسے بہ پرہم گس  
 کا بلجے کردہ باد را بہ نفس  
 عقل مست ست و ناطقہ اجرس  
 روز طوفان و باد پارہ خص  
 نے بہ صورت لبان فیل و فیل  
 آسمان بہ پردہ ز باد نفس  
 پائمال ست مفرش اطلس  
 سد آہن شد از ہوا دہرس

سوختہ باد خسرو از شوق

راست چوں دیوانہ شہاب نفس

۱۱۱۲ تعالیٰ اللہ چہ دولت داشتہ دیش  
 چو در گرد سر خود گشتنم داد  
 در آں چشمے کہ نہ خفتہ نہ بیدار  
 خوش آں حالت کہ گاہ گفتن باز  
 چہ سودا می پزی اے جان شیرین  
 دوسہ بار اے خیال یا بارہا من  
 نہ گویم حال خود یا کس کہ قصاب  
 کہ بود آں بخت بیدارم در آغوش  
 نہ شادی پاسے خود کہ دم فراموش  
 نہ بہش بودم از بودن نہ باہوش  
 و مانم بود نزد یک بنا گوش  
 مگس خفتہ چہ بیند مشرب نوش؟  
 بگو خواہے کہ دیدستم شب دیش  
 بہ قطعہ کردن ست و گشتہ خاموش

فغان خسرو ست از سوزش دل

نبالہ دیگ چوں ز آتش کند جوش

مرآۃ کا رے ست مشکل بادلِ بزم  
 خیالت داند و چشم من و غم  
 زوایا پس ماند گالِ یادے کنِ آفر  
 مراد را دلیں منزل رہ افتاد  
 نہ من زان گو نورد در یافت دم  
 چلے فرشتہا کہ گم کردم در این راه  
 کہ گفتن می نیارم مشکلِ خویش  
 کہ ہر شب در چہ کارم بادلِ خویش  
 چہ را نی تند جانِ محملِ خویش  
 ترا خوش باد راہ و منزلِ خویش  
 کہ آید کشتنم در ساحلِ خویش  
 ز بختِ خواہناک غافلِ خویش  
 کہ از بولانی آخر در رہ ما

۱۱۱۴  
 چو خسرو خاک کز دآب و گلِ خویش  
 دل من بد نتوان یافت بازش  
 کہ دستے نیست بر زلفِ رازش  
 ز چشم نیم مست و نیم بازش  
 کہ میرم ہر زماں در پیشِ نازش  
 کہ میرد دیگرے پیشِ ایازش  
 کہ با بزرگانہ نتوان گفت رازش  
 پس آں کہ شویم از اشکِ نیازش  
 تو در خوابِ خوش و من در گدازش  
 بہ بازی گوے دیوانہ سازش  
 جفا ہمی کنی بر من مکن شرم  
 کہ شد شرمندہ خسرو زان نوازش

۱۱۱۵  
 دل من چوں سودا از ناتاقش  
 کہ ماند آدینختہ زابروے طاقش  
 عجب سیارہ اے وار د دل من  
 کہ می سوزد دہانے از احتراقش

هزارم دیدہ باید گاہ جولاش  
که بندم فرش در داغ و براتش  
مکن ضالغ طیبیا مرسم خویش  
که خوش می سووم از داغ و فراتش  
گزیدہ شد دلم از جاں که جانش  
سگ دیوانہ شد در اشتیاقش  
کجا با چوں تو سمیں ساق ماند؟  
درخت گل که پر خار است ساتش

جفا بے ترا گرداں کند چرخ

نہ رنجی جانِ خستہ و از نفاقش

غ

اگرچہ پرکشش من نیست رایش  
در باکن تا بمیرم زیر پایش  
زمین را بہرہ لڑاں پاؤں سرم دور  
بہ غیرت ہر دم از خاک سریش  
سرم را در کند و شد بہ جولان  
چہ غم می دارم از مشت گدایش  
چو از ما رفت یاد اں جان بے شرم  
بدلائی توانی داشت جالیش  
ترا خوں و نیز عاشق نیست حاجت  
کہ سہراں نیک می دانند سزایش  
شراب شوق کہ جنت دلم خورد  
گو اراں باد آں نقلی بلایش

تو کش یاد را کہ خواہم مرد بے تو

کہ خستہ و کرد خود را آزار مالیش

۱۱۱۴ ط

بایم و شبے و یار در پیش  
جام مے خوشگوار در پیش  
وقت چمن و شگفتہ باغے  
بے زحمت خاک و خار در پیش  
گل آمدہ و خزاں گذشتہ  
دی رفقہ و کو بہار در پیش  
من بہیش و مست یار و یارم  
نہ مست و نہ ہوشیار در پیش  
دستم بہ لب و نظر بہ دلش  
مے بر کف دلالہ زادہ در پیش  
رفت آں کہ چو غنچہ بود یک چند  
در بستہ و پردہ دار در پیش

امروز چو شاخ گل به صاف لطف آمدند مراے یار در پیش  
 اے دو در فلک اگر ترا هست وقتے به از این بیار در پیش  
 مست حق را که هست بادوست زب گو نه هزار کار در پیش  
 خست و منے ناب کش که زب پس

نار و فلکت خمار در پیش ۱۱۱۸

دزدانه در آواز درم دوش انگنده کمند زلف بر دوش  
 برخاستم و فتادم از پای چون اند بنشست رفتم از پیش  
 گشتم به نظاره که جمالش حیراں و خراب دست و پایش  
 آن ز آگس نیم مست جادوش آمو بره اے به خواب خبر گویش  
 هر کس که بیندت به یک روز ملک دو جهان کند فراموش  
 بے روی تو دیش می شود نیش و ز دست تو نیش می شود دوش

یک حلقه به گوش خسرو انداز

کو بنده تست و حلقه و گوش ت

۱۱۱۹

ای زده ناو کم بجاں یک دوسه چار و پنج و شش  
 کشته چو بنده هر زمان یک دوسه چار و پنج و شش  
 گفته به وعده که گنج یک شب از آن تو شوم  
 روز گذشته در میاں یک دوسه چار و پنج و شش  
 گفت صبا ز غیر تم کا پیدا گرد کوے تو  
 همره بوی تست جاں یک دوسه چار و پنج و شش

پیش در تو هر نفس از ہوس و مان تو  
 بوسہ زخم بر آستان یک دوسہ چارہ پنج و شش  
 منع و وحشہم کن کہ شد از دل خستہ ہر دم  
 را بیت آں دو ناتواں یک دوسہ چارہ پنج و شش  
 گاہ نظارہ ہوں کہ تو جلوہ کنی جمال را  
 کشتہ شبنم عاشقاں یک دوسہ چارہ پنج و شش  
 آہ نغاں ز مرد ماں بس کہ ہی کند دے  
 خستہ و خستہ دل نغاں یک دوسہ چارہ پنج و شش  
 پیش چشم خود مگر گر با تو گویم سو ز خویش  
 زان کہ می دانی مزاج غمزہ کیں تو ز خویش  
 غمزہ را گویت شاہاں زن کہ نہ مردانگی است  
 برگدایاں از بودن خجرفیر و ز خویش  
 من چو گردم کشتہ گاہے بگردانی بہ زلف  
 جان من گرد سر آں ناوک دل و ز خویش  
 ہمرہ جان کہ دم اند جو لانت گردی تا کنم  
 تو شہر فرداے حشر این نعمت امر و ز خویش  
 خاک شد جاننا بہ رہ سپند از ہر خدا  
 ای غبار غم بر آں رے جہاں افروز خویش  
 ہر شبے پیش چراغے سو ز خود گویم از آنک  
 سوختہ با سوختہ بیرون فشانہ سو ز خویش

در دلم باز آمد او یاری کن اے خون جگر

تا بگریم سیر من بر روزگار و روز خویش  
بندہ خسرو بر رخ ازخون خون بے صبر کافور

تا کند تعلیم رسوائی به صبر آموزد خویش

۱۱۷۱ لے  
گر نه من دیوانه گشتم زین دل بدنام خویش

بهر چه گویم صبا مرغ را پیغام خویش  
چوں در آید شام آتش در دلم گیرد ز بهر

خوش چراغی مافروزم هر شب اندر شام خویش  
رفت خوابم ناگهیاں، چند از خیال موی تو

سلسله بندم به پائے جان بے آرام خویش  
نیت چوں بخت و صالم بهر صرا از خون دل

سر دلمے یک جانو لیسیم نام تو بانام خویش  
صد سموم فتنه ز آو خلق سویت می دزد

روے پنهان کن بخشا بر رخ گلفام خویش  
بکشت خسرو تالاب خود در نخبه دار می درخشا

۱۱۷۲ لے  
این چنین هم جای جاضای کن دشنام خویش

سایه ناخون خورده ام از بخت بے سامان خویش

تا زمانے دیدہ ام ددے خوش جانان خویش  
از خیال او چه نالم، رفت چوں کارم دست

من به خون خویش پر ددم بلاے جان خویش  
لے درن غزل مخدو است لے درن غزل مخدو است

بس کہ خود را گم کنم شہا بگرد کوئے تو  
 رہ نہ یابم باز کوئے خانہ ویرانِ خویش  
 مزد و ندانم بر آں دردم کہ خیزد بس از  
 بے تو چوں انگشتِ حسرتِ خایم از دندانِ خویش  
 گر کشدم بہر او پیش و بہ من آتش زند  
 تا ہی کو دم ہی بینم رخِ سلطانِ خویش  
 شہ سو از عاشقانِ را در دستِ خاک شد  
 تو کجا از می سر دیوانہ یک رانِ خویش  
 می کشم خاکِ درت و بر چشمِ کشته می شود  
 چند خوانا بہ محرومِ زین دیدہ گریانِ خویش  
 از بھائے تستِ خوں اندر دلِ خسرِ عالم  
 ۱۱۲۲ از وفا نبود کہ باشم در پے سامانِ خویش  
 اے بھاءِ موختی از غمِ کدہِ بد خوئے خویش  
 نیکو می تا موز می آخو از رخِ نیکوئے خویش  
 می روم در داو پیدا و بھاء از خوئے تو  
 بدنہ باشد گردے بازار بس از خوئے خویش  
 چوں تنم از ناتوانی موئے شد بے میجِ فرق  
 فرق کن گم می توانی از تنم تا موئے خویش  
 چون بہ پہلوئے خودم در رخِ دلبسِ ترم کپش  
 خویشتن را ہم بہ بینم بعد از میں پہلوئے خویش



روے من اذا شک درویت از صفا آینه شد

روے خود دروے من بین روے من دروے خویش

یک دم اے آئینہ جاں رو نما تا جا کنم

بر سر دست خودت یاد بر سر زانب خویش

چشم باشد زیر ابرو در تو باشی چشم من

از عزیزی شایستگی بالاتر از ابروے خویش

از تزاری آں چنان گشتم که گرمی بنگم

می توانم دیدن از یک سوے دیگر سوے خویش

یک شبے در دیده می خواهم که آیم سوے تو

که شفیق عفو باشی بر سگان کوهے خویش

مهر خیال قامت اندر سر سر داشتند

سرنگوں ہیچوں خیال خود رفت در جوے خویش

گوشتش بند و پاره باشد در منم بند و تو

پاره کن گداز و کن پاره دل بند وے خویش

ہر زماں گوی کہ خسر و جادوے چوں می گداز

ایں میرس از من، میرس از غزہ جادوے خویش

۱۱۲۴ گدرا با بخت کارے نیست گوهر گز مباحش

در با ماں روزگارے نیست گوهر گز مباحش

من سگ خشک استخوانم بس که از تیر قضا

بهر من فریب شکارے نیست گوهر گز مباحش

۱۱۲۵ درن بیت محزون است که درن بیت محزون است که درن بیت محزون است که درن بیت محزون است

ہر خصلہ را از گلستانِ جہاں گلہا شکفت

مگر مرا لولے بہارے نیت گو ہرگز مباحث

چہرہ زریں و سیمیں سینہ تر کاں بسم

باز دروسیم شہارے نیت گو ہرگز مباحث

آسمان و ابرست و امانِ مرادِ ناکسان

مگر مرا پیوند دارے نیت گو ہرگز مباحث

غم خود از عشق ست گو در جانِ من جاوید باد

مگر غم را غم گسارے نیت گو ہرگز مباحث

عشق باز می با خیالِ بارہم شبہا خوش است

بازے از لولوں و کنارے نیت گو ہرگز مباحث

سرخوشم از درد و درد از ساقی عینِ نظر

بہر من چوں درد و خوارے نیت گو ہرگز مباحث

من خواب و دست یاراں ہم کہ گوداد و مرا

مگر یہ مجلس ہو تیارے نیت گو ہرگز مباحث

مجلس عیش ست و جو خسر و سمہ مستند اگر

۱۱۲۵ نا کے دُنا بہ کارے نیت گو ہرگز مباحث

ست و لایققل گزشتہم از دہ میخانہ دوش

سالکے دیدم نشستہ پیش پیرے فردش

گشتہ از دنیا و مافیہا بہ کلّی اختیار

از پے یک جرعمہ بر باد وادہ عقل ہوش

۱۔ درن بیت مخدوف است و بیت ذیل زائد است۔  
سر بہ حشمت ختم خوش گشت اگر تاج سرے پہر چوں من خاکسارے نیت گو ہرگز مباحث  
۲۔ درن بیت مخدوف است۔ درن غزل مخدوف است۔

مطہران افتادہ بے خود ہر یکے بر یک طرف  
 از لغیر آسودہ چنگ داد فغاں بر بطن خموش  
 شمع مجلس ایستادہ در دوزخان و نزار  
 آتش بر سر دودیدہ آمدہ خوش بہ خوش  
 خواستم تا بگذرم زان در کہ ناگزاردوں  
 چشم سالک بر من افتادہ در آمدہ درخوش  
 محنت اے غافل کجائی چند گز می ہر طرف  
 بگذرا ز خویش و در آمدہ شرب مایک جہوش  
 تو ہم از دزدی کشاں شود در خرابات مناں  
 تابیای ہر چہ خواہی این نصیحت دادہ گوش  
 نیست در خورد و تو خرد این حکایت ہا بدو  
 آتش چنداں نہ دادہ می پیہدہ چندین خوش ب  
 ۱۱۲۶ دل کہ بردا ز ما اگر چہ مبتلا می دادہ دش  
 گر خوش ست او را بدیں بگذار تا می داردش  
 از کپرسم تا کجائی داد دال در ماندہ داد  
 اے صبا از من پرسی ہر کجائی دادہ دش  
 پند گوید عقل ، لیکن کے کند فرمان عقل  
 آں کہ بے فرمان اند دل در بلای دادہ دش  
 اے مسلماناں ز آہ عاشقان یادش دہید  
 کال قریب نامساں بر بلای دادہ دش

غمخیزہ جاں دارے ست آں سلطانِ خواہد عقیق  
 کز پے جاں بردنِ منت گرامی داردش  
 چند ماند جان میکنی کہ ہر شب تا سحر  
 بچو بیماراں بہ انوس و دعامی داردش ؟  
 سرور انہو و قبا، سر دست بالایش ویک  
 بے بلاے نیت آں کاندہ قبا می داردش  
 ازا جل نالہ سمجہ کس کا و کند جاں را جدا  
 من ز بخت خویشتن کز من جدا می داردش  
 چہرہ دیگر نہ خواہم کرد ہم با او و نا  
 آن ہمہ خوبے کہ با ما بے و فامی داردش  
 گز سلامت نیت بارے کم زد شناسی کزو  
 گوش خسرو را کہ در راہ صبا می داردش ۱۱۲۷  
 ماہ جاں در ماندہ ز دل سوے مامی خواندش  
 وہ کہ این بر خوردنہ بخشد وہ کجا می خواندش ؟  
 تاہوس بد ز بختن دل را سہی گفتم خواں  
 چوں ز جاں بر خاستم بگذاردت مامی خواندش  
 چوں ستادہ بر رفتن دین و دل بیگانہ خواہ  
 غیر تے ہم نیت کز دست صبا می خواندش  
 خیزاے ابد و بسر زیں دیدہ آبے و بڑے  
 پائے آں سر و و بگر آں گر کہ مامی خواندش

ن درن بیت محزون است نہ درن بیت محزون است نہ درن بیت محزون است نہ درن بیت محزون است نہ درن بیت محزون است

مردمان را از و بلاے دل مرا تشریش جان  
 من قیامت خوانم و خلقه بلا می خواندش  
 چشم از در جاودے تا خلق دیدانه شوند  
 خلق دیوانه شده ہر دم و عامی خواندش  
 خوانمش در جاں و گوید خانہ شدت این  
 باچنیں بریکانگی دل آشنای خواندش  
 ماؤ مردن بردش، مشتاق را با آں چه کار؟  
 کوہی را انداز پیش خویش یا می خواندش  
 راست می گویند: باشد کوہ عاشق "زال کینت"  
 خاک پایش، چشم خسرو قیامی خواندش ۱۱۲۸  
 مشک تر بر سر پر آئندگی شب لمی خوانیش  
 برگ گل را پر شکر کردی و لب می خوانیش  
 آفتاب نیم روزی و بہ خدمت کردنت  
 می رسد خورشید اگر در نیم شب می خوانیش  
 بہت بر خورشید بیشت نام خورشیدے خطا  
 تو بدی نام از پی حسن ادب می خوانیش  
 نوازے کہ خط تست انداز دل سوزان من  
 سحر آتش بند یا تو یزید تب می خوانیش  
 لب رطب سازی و آں کہ خستہ از دندان کنی  
 خستہ از دندان من کن گر رطب می خوانیش

ماہ من زلفِ ذنب و شِ راچہ می گیر کی بہت  
 ماہ کے گیر و ذنب راچوں ذنب می خویش  
 نالہ عشاق را شور و شغب گفتی ز صحبت  
 نفع صورت است این کہ تو شور و شغب می خویش  
 بارِ قُبِ بیت کار و خویش می دالم این

تا مرا سوزی ز حسرت بے سبب می خویش  
 سجدہ کردن پیش طاق ابرویت از دوستی  
 فرض شد بر خسر و از تو مستحب می خویش

دوش ما بودیم و جام باد و بہت خوش ۱۱۲۹  
 سوے لب می برد جام و انگبیس می خوش  
 از خم ابرو سخن می گفت آن خوبش  
 گفتیم امشب خرم و خوش دیست در خواب  
 خواب بود آن یا خیال آخر کجا شد نشاط  
 بر لبش تا سرعہ کرم دیدہ پرچون باد چشم  
 خسر و انوش خوش زد دیدہ خوں نابے می خوری

تا نم از چشم خود ہرگز نہ خوردیم آبِ خوش ۱۱۳۰  
 خوش رفیقہ ادک کہ در نظر می آیدش  
 لبیک حیرانم کہ دل بر جاے چوں می باید  
 زلف بر بالیں داد و خواب خوش دہ قیب  
 با چنان تشویش دہا خواب چوں می آیدش  
 صوفی ما دعویٰ پرہیز گاری می کند  
 باش تا ساقی متاں روے خود نہ لیدش

لہ درن بیت مخدوف است و درن بیت مخدوف است، لہ درن بیت مخدوف است  
 لہ درن غزل مخدوف است۔

ساقیا چوں دور گردانی ز خون من بشوے      آں لب سناغر کہ لبہائے قومی آلایدش  
 عشق را اسباب خون من بہ حاصل شدت      یک کمر خمار میرا بروئے قومی بایدش  
 باغ رو جانا کہ ز کس در ہولے روئے تست      یوئے گل می بیند ادا دل نہ می آسایدش  
 عاشق مسکین و کنجے و خیالے و غمے      چون کند بے چارہ چون لب با کسے نکشایدش  
 نیست عاشق را دلوائے بہتر از صبر و شکیب      گر بود دانا چنین دانم ہی فرمایدش  
 خسروا دل بد ممکن گریا ربد خوشت از آنک      ہرچہ با آں روئے زیبای کند می شایدش

و

۱۱۳۱

آیتے از رحمت آمد گرچہ سرتا پا تنش !      ہم دعا کے می دہم از سوز دل پیرانش  
 سوخت جان شعلہ نامد بروں و پیش او      زان کہ ترسم دل بسوز ناگہ از سوز منش  
 شمع را سوز دل پروانہ چوں روشن بود      سوخت خود را و آتش خود کرد پیدار و شنش  
 بازویم طوقی سگان کوئے او بودہ بے      حیف باشد کایں سفال آدیزم اندر گردنش  
 وہ کہ دامنش چرا گیرد زخوں چوں منے      من کہ پسندم سرشک خون خود پیرانش  
 دل کہ باد امان یوسف حنیم یعقوبے نہ داشت      آں نہ خون خود در دغے نیست بر پیرانش  
 خاک می سازد تن خود خسرو اندر راہ دست      تا شود گدے و ہنشیند بہ روئے دانش

۱۱۳۲

شد دل من خوں ز داغ ہجرا و یارب کیش ؟      بینم وار دیدہ و دل آورم نقل و میش  
 دی برہ بودا دروان و من فتادم ہر زمیں      می شدا و چون آفتاب من چو سایہ از پیش  
 شرح روزنہا کہ از تیر تو دارد سینہ ام      تا بگوید پیش تو بنوازی کم چوں نیش

لہ درن بیت محذوف است

لہ درن غزل محذوف است

تاز تاپ عافش خلقے بسوز دهر زماں می زند بر آتش رخسارِ او آبِ خویش  
 آں کہ برخاکِ درت لاف از گدائی می زند کے بر پیشِ چشم آید شاہی روم و ریش  
 راوغنیسایں ست اگر بسا ز خسرو را هنوز  
 رہ ببايد کرد تا وادی در این منزل طیش

۱۱۳۳

صبح دولت می دید از رویِ آں خورشیدش در چنین فرخ صبحی سا قیام یک جام کش  
 چوں من از بازوئے تہمت و ز روز افزونِ کم دنیا رم سر بہ تاج روم و اکلیل حبش  
 مے کہ بر ما ز ہر شد ہم تو کنی آبِ حیات تانہ گیری عیب ما اول بگو یا خود بہ پیش  
 بر لبِ گازے ز دم بوی دل و دین و خرد مرہ بر چیں چوں کہ نقشِ کعبین آمد دوش  
 بہتریں روز مرا روز بدی آمد از آنک  
 ہمت خسرو شیشہ و آں سنگدلِ یوانہ دوش

۱۱۳۴

نامِ سرچشمہ حیواں چہ بری بادہنش؟ سخنِ قندگو بالِپِ شکر شکنش  
 اگر زند بادہنش پستہ زبے مغزی لاف ہر کہ بند شکنند بالِپ و دندانِ دہنش  
 اے صبا گوئے ز من غنچہ تودا من را "چیت آں غنچہ کہ پہاں شد در پیرِ منش؟"  
 دوشِ جستم ز دہانش خبر آبِ حیات گفت "باید طلبید از لبِ شیرین منش"  
 گر شود در غم تو چہرہ عاشق کا ہے باز کل گوں کند از خونِ دلِ خویش منش  
 زلفِ کج طبع تو ہمدمے بلا انگیز است چنمِ سرست تو ترے ست کہ نیماست منش  
 روز و شب و صبح و ریح خوب تو گوید خسرو  
 تا چہ طوطی ست کہ از آئینہ باشد سخنش



۱۱۳۵

آن سخن گفتن تو هست هنوزم در گوش  
و آن شکر خنده شیرین تو از چشمه نوش  
گریه می آیدم از دور به آواز بلند  
که از آن گریه نمی آیدم آواز به گوش  
سرو قد از چمن سبز به بیرون چه روی ؟  
سر برون نازده از لاله تر مرز نگوش  
دوش در خواب بدیدم رخ چو خورشید  
نیم شب دزدان شعله آه شب دوش  
اے به چشم از بر من رفته و تنها خفته  
چشم را گوئی که چندین طرف خواب بهوش

خسروا گرم بروی می دودت خواب از چشم  
دیگ دل شد مگر از بختن سودا خاموش

۱۱۳۶

از خدنگ غمزه دلدوز خویش  
پاره سازم سینه بهر سوزِ خویش  
تا شب بهران ناخوش در رسید  
بعد از آن هرگز نه دیدم روزِ خویش  
ز آشنایان بر سر بالین من  
نیست غیر از شمع کس دل سوزِ خویش  
در خزان هجرم از دست رقیب  
از دصالت که رسد نوزِ خویش  
از رخت بر آسمان مه شد خجل  
در چمن هم بوتان افروزِ خویش  
وار هم از محنت بهران تمام  
گر بیابم طایع فیروزِ خویش  
خسروا در کنج تنهایی مگوئی  
راز دل با جانِ غم اندوزِ خویش

۱۱۳۷

زلف تو هر موئی و بادے در سرش  
لعل تو هر گنج و خوبی بر درش  
هست رویت شعله آتش و لے  
شسته اند از هفت آب کوثرش

له تائه هر غزلات دین محذوف است

من نہ گردم گرد آں چشمہ و لے      باد بیچیدہ ست بر نیلو فرش  
خانہ اے کاں جا توئی پرده بند      کا قتاب اندر نیاید از درش  
چشم من در سبزہ خطا تو یافت      چشمہ اے کو خضر جنت اسکندرش  
ز آب میرد آتش این روشن تر است      آتشیں روئے کہ خون دارد برش

آں زردہ کز زلف در بر کردہ ای  
آہ خسرو بس بود پیکاں گرش

۱۱۳۸

آں کہ از جاں دوست ترمی دارمش      گرم را بگذشت من نگذارمش  
دل بدو وادم زمن رنجید و رفت      می دہم جاں تا مگر باز آرمش  
آں کہ در خون دل من خستہ است      من دو چشم خویش می پندارمش  
قالب بے روح دارم می برم      تا بہ خاک کوئے او بسپارمش  
می دہم جاں روز و شب در کوئے دست      گوہرے زین بیش اگر در کارمش  
روے در پائے قومی مالم، مرغ      گر بہ روئے سخت خودی آرمش  
گر چہ رویش داد بر بادم جو زلف      ہچناں جانب نگہ می دارمش  
گر چہ ہست او یار من، من یار او      من کجا یارم کہ گویم یارمش  
ہیچ رحمے نیست بر بیمار خویش      آں طیبے را کہ من بیمارمش

بادل خود گفتم او را "چستی"؟  
گفت خسرو "ادگل و من خارش"

۱۱۳۹

اے لب چوں شکر چشمہ نوش      اے ریخ چوں قمر غارت ہوش

لہ و لہ درن ہر دو غزل محذوف است

ورق گل بدریدہ ست صبا      تابدید آں خط چوں مرزگوش  
 ہر دم از روئے خوں آلودہ تو      لالہ را خون دل آید در جوش  
 دل عشاق چنان می ببری      کہ خبر می نہ شود گوش بہ گوش  
 کے بود آں کہ نشینم با تو؟      بادہ در دست و گل اندر آغوش  
 من قدح دیر نہ دارم بردست      تا قومتانہ نہ گوئی کہ "نبوش"  
 لب ہم بر لب لغت واں گاہ      مے لبالب کنم و نوشا نوش  
 خسروا تو بہ چونے در حدیست  
 بارے اندر طرب و مستی کوش

۱۱۴۰

شاد باش لے شب فرخندہ دوش      کہ فلاں بود مرا در آغوش  
 نہ ہی سیر شد از رویش چشم      نہ ہی پُرسندے از قولش گوش  
 ماجرائے دل خوں گشتہ من      دیدہ می ریخت بروں من خاموش  
 مست بودم خبر از خویش نہ داشت      بادہ را اگر چہ نہ می کردم نوش  
 ادہی گفت سخن، من حیراں      ادہی خوردے و من بے ہوش  
 لے کہ آں روئے نہ دیدی زینار      گر مقابل شوی اش دیدہ میوش  
 ہست با زار تو در دلہا گرم      حسن چندان کہ توانی بفروش  
 نالا خسرو و بشنو کہ خوش است  
 بردہ شاہ فغان چا ووش

۱۱۴۱

در غم آں دل کہ نگہدارندش      زیر آں زلف سیہ دارندش  
 لے درن غل محذوف است      لے درن غل محذوف است

منک بے زلف تو نتواند بود      گر بہ شمشیر نگہدارندش  
 بر رخ خوب تو ماند چیزے      مہ اگر زیرِ کلمہ دارندش  
 در زمان سر نہند بر پایت      پایت ابرہ سر مہ دارندش  
 چشم خسرو بہ گر آمدنت  
 منتظر بر سر رہ دارندش

ب

۱۱۴۲

خلق بہر کار و من بر سرودائے خویش      در ہوسے ہر کسے من بہ تمنائے خویش  
 گوید مہسایہ ام ہر شب ایں نالہ جیت؟      مویہ خودی کم بر تن تنہائے خویش  
 سیدہ بہ طاباک و من بنگرم از بیم جاں      چند عقوبت کم بر دل بشدائے خویش  
 من چون می بینمت، لطف کن اگر گئے      من نہ ہمہ جلے خود بلکہ ہمہ جائے خویش  
 حسن فروشی بہ دل نالہ فروشی بہ جاں      سہل چین ہم مکن قیمت کالائے خویش  
 در دل تنگم ہی جز تو نہ گنجد کسے      کز نہ اذایں بہ محوہ جت بلالائے خویش  
 پا جو بہ کویت ہم غیرت کوئے ترا      سر مہ دیدہ کم خاک کف پائے خویش  
 من جو زاند وہ عشق جاں نہ برم لیک تو      خالی ملامت منہ بر رخ زیبائے خویش

در حق خسرو فتد ہیج کہ ضایع کنی

رحمت امروز خود از پے فردائے خویش

۱۱۴۳

مستی گرفت شیوہ آں چشم پُر خارش      شد ختم جاں فزائی بر لعلِ ابدارش  
 تابا رخ حسن گیر دزہمت، قہانہادہ      سروے ز قامت و بطن جویبارش  
 افزود مرش آں دم دل را کہ بے حجابے      بنمود روئے تاباں خورشید سایہ دارش

لے دن غزل محذوف است

لے دن بیت محذوف است

آوازہ بُتِ حنِ نبشت بے توفیق  
از شبِ اثر نہ ماند از شامِ چوں بیاید  
بکشت از قفلِ پا قوتِ اس درجِ زربخندہ  
خوں ریز تیر غمزہ اش زانِ بوسے شد کہ دارد  
ظلمش گذشت از حد زانِ قصہ غصہ کردم  
تا قافیہ ست باقی راند کلامِ خسرو  
لیکن طریقِ حسنِ این جاست اختصارش

۱۱۴۴

خواہم کہ سیرِ بنیمِ روئے چو یا سمینش  
بسیار ز ہد و تو بہ باطل شد از لبانش  
دل رفت و روز ہا شد کز دوسے خبر نیامد  
طاقت نہ دارد آں رخ از ناز کی نفس را  
اے جامہ دار از ایناں حبتش بند کی تا  
بارے بہ تیغِ راندنِ آں ساعدش بہنیم  
گویند شادمانِ شوِ شخفے چو غمزہ او  
من خود ز بہر خوبی بر روئے او نیارم

خسرو بہ یک نظارہ دل را بہ باد دادی

گر جاں بہ کارت آید بارِ دگر مینش

۱۱۴۵

دیدم چو آفتابے در سایہ کلاہش  
از بس کہ در کلاہش برد و ختم دودیدہ  
سایہ گرفتہ مر را زانِ طرہ سیاہش  
بادام لے نشاندم بر پستہ کلاہش

لے درن بیت محذوف است

او چشم داشت بر من، من زلف او گرفتم  
 دل رفت در زنجانش آواز دادم اورا  
 گفت اینکم معلق در نیمہ راہ جا ہش  
 آں کہ برگرد عارض صف می کشد جا ہش  
 من چشم می نیارم کزوئے نگاہ دارم  
 یارب مگر تو داری از چشم من نگاہ ہش  
 کرد آں گنہ کہ خسر و بخشیدہ خواست بوسے  
 بخشید فیست جا ناگر ہست ایس گنا ہش

غ

۱۱۴۶

چندیں شہم گزشت بہ کیخ خواب خویش  
 روئے چنان پیوش ز عشاق کاہل دل  
 دی سیر دیدم آں رخ و گشتم خراب بیک  
 احوال پڑسا ز من و گریہ دہد جواب  
 معمورہ مراد چہ گویم کہ جان من ؟  
 از عشق سوختم چہ کنم چون ز روز بد  
 بینم شدت بہ خواب و زمستی و بے خودی  
 گرنہ کباب کردن دہما شدنش حلال  
 نوری نہ دادی ام شبے از ماہتاب خویش  
 از تشنگاں دریغ نہ دارند آب خویش  
 نہ شناخت جان تشنہ قیاس تہرب خویش  
 فریاد من ز گریہ حاضر جواب خویش  
 خو کرد با خرابہ عیش خراب خویش  
 صبح دروغ می ددم ز آفتاب خویش  
 گویم بہ درد باد و دیوار خواب خویش  
 آں مست را بکل نہ کنم من کباب خویش  
 گز نزد دوست کشتن عاشق صواب شد  
 خسر و نہ دوستی ست کہ جوید صواب خویش

۱۱۴۷

نہما من و دے و غمے ہر جان خویش  
 ناکورد با دلبے از آں مرغ بارغ ما  
 مشغول با خیال کسے در نہان خویش  
 نزدیک شد کہ بر پر داز آشیان خویش

اے یوسف زمانہ بیا تا بگویمت خوش وقت ماچوا زپے مردن بہ چشمِ جاں  
 تفسیر "حسن القصص" از داستانِ خویش بنیم خاکِ کوئے قدور استخوانِ خویش  
 تاثیر خوابِ بوکِ زیم ہر شبے ز تو خولے دروغ و راست کم ہر جاںِ خویش  
 در خود گماں برم کہ تو زانِ منی و باز گم کردم از جنسِ عجیہ در گماںِ خویش  
 بخت بد از نکوئے تو مارا بروں فگند کم گیر خلکے از شرفِ آستانِ خویش  
 رفت از درِ تو خسرو و اینک بہ یادگار  
 از خونِ دل گذاشت بہ ہر جانشانِ خویش

۱۱۴۸

ابرِ خوشِ ست وقتِ خوشِ ست ہوئے خوش ساقی مست دادہ بہ متانِ صلائے خوش  
 بارانِ خوش رسید و حریفانِ عیش را گشت آشتائے جانِ نہ پستائے خوش  
 امروز پارسانی زاہد زبے زری ست کوزر کہ بے خبر شود آں پارسائے خوش  
 آں کس ز ہوشیاری عقلِ ست بے خبر کز باد بے خبر نہ شود در ہوئے خوش  
 گرچہ دعلے تو بہ خوشِ ست اے فرشتہ ہاں تاسوئے آسمان نہ بری یں دعلے خوش  
 متانِ عشق را دل و جانِ قہر شاہد ست حجت ز خطِ ساقی و مطربِ گوئے خوش  
 بے روئے خوب خوش نہ بود دل بہ پیچ جا کل گرچہ خوب رو بود و باغِ جائے خوش  
 عشقِ بتان اگرچہ بلائے ست جاں گذار  
 خسرو بہ جان و دیدہ خرید ایں بلائے خوش

۱۱۴۹

دل بردوز بہرہ نیست کہ آں باز خواہش یا خود ز صبر رفتہ نشان باز خواہش

لہ درن بیت محذوف است۔ لہ درن بیت محذوف است و بہ جایش بیت ذیل زائد است۔

بگذار کز زبانِ کھن پات آبلہ کنم از ذکر تو چو آبلہ کردم زبانِ خویش  
 لہ درن بیت محذوف است لہ درن غزل محذوف است

زبان جاکر ناصبوری دیوانگان بود  
پیدایش دل دہم بہ نہاں باز خواہش  
نے خود چو دل کہ جانِ گرامی ست زمین  
ہرگز دلم نہ خواست کہ جان باز خواہش  
باز رہے کہ تا بہ سحر راز گویش  
واں رازِ گفتہ صبح دماں باز خواہش  
بوسے بہ دام برد خیالش زمین بہ خواب  
بارِ درِ چو نیست ہماں باز خواہش  
دام یقین کہ باز نیام از او، ولیک  
تسکین خویش را بہ گماں باز خواہش  
دی باز کرد لب کہ زبانے دہد مرا  
امروز عذری بہ زبان باز خواہش  
بس عذر ہا کہ گفت بہ خسرو بہ گاہ وصل

۱۱۵۰  
ایں عذر نیز اگر بہ تو اں باز خواہش  
ہر ہا مداد تا بہ شہم بر سر رہش  
زبان گئی کہ یو ز خوئے گل کند زرخ  
وقتے مگر کہ بنگم از دور ناگش  
آبے کنند ہر کسے اندر رہے سبیل  
آتش سزد گلاب چو سبیل بود چہش  
گویم بخش جان من ادگویدم کہ ”نہ“  
من خون خود سبیل کم بر سر رہش  
چوں گل ز رشک جامہ را نم کہ تاجراست  
جان بخش من بس ست ہماں گفتن نمیش  
منگل کہ خویش را بتواند باز یافت  
در گرد کوئے گشتن باد سحر گش  
آناں کہ گم شدند در آں یوے چوں ہمیش  
فریاد من ز ناہ خسرو کہ ہر شبے  
خفتن نہ می توان ز نفیر الا اللہش

۱۱۵۱  
فرستہ می نہ نویسد گناہ دم بہ دمش  
کہ از تحیر آں رو نہ می رود قلش  
نہ عید دیدن خلق ست روئے تو مگر آنک  
قضا بہ قدر دو یوسف دہد جمال کش  
اگر بہ باغ روم دل بہ گیر دم در دم  
کہ خون گرفتہ دل من بہ گوشہ ہائے غمش



سماع و ناله من نے زخون دل جویند      کہ ارغنون حکمِ خوارِ ست زیر و بمش  
 کشم ز دست تو بر چوب جامہ پرخون      کہ ہر کہ شاہ ہتاں شد چہیں بود علمش  
 کجا ز چاشنی درد دل خبر دارد      کہے کہ نیست خلاص از وظیفہ ستمش ؟  
 جفلے دوست بہ مقدار دوستی ست عزیز      اسیر عشق شناسد حلاوت المَش  
 چہ بجائے بانگ مؤذن بدین دل بدروز      کہ روزگار بر سر بند بہ طاعتِ صمنش  
 بہ یک دم ست کز او جانِ خسرو مکیں  
 بہ میرد ار نہ بود یا و دوست دم بہ دمش

۱۱۵۲  
 گر اے نسیم ترا رہ دہند در حرمش      بہو سی از من خاکِ نشانی قدمش  
 بخواں بہ حضرت اور ز مینار از سر سوز      تھینے کہ نوشتم ہم بہ خون رقمش  
 ز بعدِ عرضِ تحیت اگر بہ ماند بہ رسد      غریب تانہ شمار سی ز غایتِ کرمش  
 میانِ دبر و دل حاجتِ رسالتِ نیت      ولیک ہم بہوشتم ماجرا اے غمش  
 بہ تشنگانِ بیابان بحر باز رساں      کہ آپِ خضر نہ یابی ز رستخیز قلمش  
 طرازِ زر نہ بود ز یب جامہ عثمان      بر آستیں بود از داغِ عاشقی علمش  
 زخون دیدہ خسرو عجب مدار کہ خلق  
 بجائے نقلِ حکمرمی دہند دم بہ دمش

۱۱۵۳  
 ستمگرے کہ دلم نہاد نیست جز بہ غمش      بہ خامہ راست نیاید شکایتِ ستمش  
 ہزار نادوکِ غمزہ زدہ ست بردلِ من      کہ پیچ آہِ زمین بر نیامد از المَش  
 اگر نہ دستِ اجل چند کہ اماں یا بم      بہ خاکِ پاش کہ سر بر نہ دارم از قدمش

ہزار نامہ نوشتم بہ خونِ دیدہ و لے      بایں دیار نیامد کبوترِ حشرِ مش  
کسے کہ دیدین رخسار ادبوس دارد      و گر خلاص نہ یابد زلفِ خم بہ خمِ مش  
مباشرے کہ بہ کینج فراق می نوشد      سفالی بادہ نماید بہ چشم، جامِ حشرِ مش  
اگر بہ زہد شوی شہرہ جہاں خسرو  
چہ سود تانہ کنی اعتماد بر کرمش

۱۱۵۴

قبا و پیرہن او کہ می رسد بہ تنش      من از قباش بہ رشک قبا ز پیرہنِ مش  
کرشمہ می کند و مردماں بھی میرند      چہ غم ز مردن چندیں ہزار ہنجو مش  
عجب اگر نہ تو ان نفسِ خاطرش دریا      زنا زکی، بہ تو ان دید روح در بدنش  
طفیل آں کہ کساں را بہ زلف در بندی      بیار یک رسن و در گلوئے من گلنش  
بہ کوئے او کہ شوم خاکِ نیت غم مگر آنک      زبا و گردِ غم آلود من رسد بہ تنش  
شہیدِ عشق کہ شد بار در زیارت او      مبارک آمد و فرخندہ خلعتِ گلنش  
وصال باوئے از این بیش نیست عشق را      کہ کشتہ گشت و در آمد بہ زلفِ پر شکنش

زباں کہ خواست ز تو خسروانہ کردی فہم  
کنایتے ست کہ بر گیر تیغ و سر گلنش

۱۱۵۵

کرشمہ ہائے سر زلف در بنا گوشش      حدیثِ درودِ دم رہ نہ داد در گشنش  
بیا کہ سر بہ فدایت نمادہ ام، ورنہ      چنیں عزیز نیارم نمادہ بردوشش  
نگو کہ غمزہ من خونِ کس نہ می ریزد      تو یادمی دہ اگر می شود فراموشش  
دلِ ز پختن سودائے وصل سوختہ شد      کہ پہچ بختہ نہ شد کار من بہ صد جوشش

ز عشق دیدن رویت برد و سیر نہ دید      کہ گاہ دیدن رویت ز دل بند پوشش  
 شد آتشم بہ جہاں روشن و چرا نہ رود      کمی کتم بہ تن بجو گاہ خس پوشش  
 بہ ناشناختگان بیند و نظر نہ بود      بہ بعد شناخت در این مستمند پوشش  
 چنان شدم کہ نہ بیند مرا دُنہ شناسد      اگر شبے بہ غلط در کشم در آغوشش  
 بہ چو ردتلخی ہجر تو چوں شکر خسرو  
 حلاوتے ست در آں بادہ تا ابد پوشش

۱۱۵۶

کے کنیت نظر بہ جمالِ میمونش      ز بے نشاطِ دل و طایح ہا یونش  
 در آپ خضر کہ محلولِ اوست پایہ لطف      کہ در لطافتِ محلولِ ریخت بے چونش  
 ہوس نہ دید کہ خورشید و ماہ خاک شوند      در آں زمیں کہ زندگامِ عجم کل گونش  
 بہ یک حدیث کند تلخیِ عشق ہمہ محو      چو ز ہر ناب کہ جادو کند بہ افسونش  
 غلامِ آں نفسم گامدم بہ خانہ او      بہ خشم گفت کہ "از در کنید بیرونش"  
 خونم ز گریہ چشتم اگر چہ غم زائد      ز چاشنیِ مفرح زُدہ مکنونش  
 شد از تو خونِ دلِ خسرو اب نہادم لاک  
 نماز از خوئے پاستین تو شد خولش

ت

۱۱۵۷

نظر ز دیدہ بدزدم چو بنگرم رویش      کہ دیدہ نیز نہ خواہم کہ بنگر دسویش  
 مرا بہ دیدہ دروں خواب از کجا آید؟      کہ شب نہ ماند بہ عالم ز پر تو رویش  
 دے ز رویش اگر در جہاں نہ ماند شبے      ہزار شب نہ توان ساختن زیک مویش  
 ز فرق تا بہ قدم ماہ نو شد و پہلو      بدان امید کہ پہلو ہند بہ پہلویش

ز بس کہ آئینہ گشت مست بوئے زانوئے من      کہ آئینہ زچہ شد ہم نشین زانویش ؟  
 بہ مرد می اگر آیم بگوئے اور روزے      ”سگم کند بہ فسوں ہائے جہنم جادویش“  
 بدیں صفت کہ کنم کام عیش را شیریں      شراب تلخ نہ ماند ز تلخی خویش  
 خوش آں کسے کہ کشد جرعلے ز جام لبش  
 کہ مت گشت جہانے چو خسرو از بُویش

۱۱۵۸

شد آں کہ پائے مرا بر سر می زندا و باش      بیار بادہ کہ گشتم قلندر و قلاش  
 چو تو بہ رفت مرصوفیے چو من لے مست      بہ جہرے تر کن وہم از سفال خم بر اش  
 مرا ز مقنع ز اہد کنید خرقة زہد      کہ ز ایں لباس فرو پوشم آں عبادت فاش  
 منم ز عشق تو خشنواش ذرہ ذرہ ولے      ہفتہ چند تو اں سر برید از خشنواش  
 شدیم ما ہم بے پوست بس کہ چہرہ ما      بر آستانہ بسیمیں براں گرفت خراش  
 بہ بزم آں کہ دعائے کنند اہل صفا      زہے سعادت اگر طعنہ نام زندا و باش  
 اگر ز خامہ کج افتاد نقش ماچہ کنیم ؟      چگونہ عیب تو انیم کرد بر نقاش ؟  
 نہ بود بر در مسجد چو خسروا بارم  
 گر وہ خانہ خمار کردم ایں تین لاش

۱۱۵۹

ترک من سرکش زپردہ خویش      درکش آخر غبار زردہ خویش  
 درمے انداز نا توانی را      با فراق ہزار مردہ خویش  
 نظرے کردم و چناں گشتم      کہ پشیمان شدم ز کردہ خویش  
 مطرب از نا رام چناں شد مست      کہ فراموش کرد پردہ خویش

ساقیا خون من بخور به تمام      مے بدره لیک نیم خورده خویش  
 به غلامی نیرزدت خسرو  
 تو فروں کن بهلے برده خویش

۱۱۶۰

باغ بشکفت و سوری و سمنش      تازه گشت ارغواں و نسر نش  
 صفت باغ می کند بلبل      شاخ دیشاخ می رود سمنش  
 یوسف گل رسید و شد روشن      ز گس از بوی بوی پیر مینش  
 تا کجا باشد آں سمن بر من؟      کآب و آتش شود گل از سمنش  
 مهر او ذره ذره کرد مرا      گر چه یک ذره نیست میرنش  
 گر به حلقم رس کن زلفش      بگسلم هم زلف چوں رسنش  
 دیده در پیش او کشد خسرو  
 که ببیند به چشم خویش تنش

۱۱۶۱

رفت دل نیست روشنم حالش      بروی جان تو هم به دنبالش  
 من بدینسان که حال خود بینم      نه برم جان ز چشم اقبالش  
 چه خبر شهسوار رعنا را      که صفت مورگشت پالمالش؟  
 هر که از شمع سوخت پروانه      کاتش دل فتاد در بالش  
 دل شناسد که چیت حالت عشق      نیست عقل حکیم دلالتش  
 هر که بر حال عاشقان خندد      گریه واجب برت بر حالش  
 من مسکین نه مرد در توام      کوه البرز و پشته حمالش

له غزل درن محذوف است      له غزل درن محذوف است

در چہ آں دم فتاد دل کا ند سورہ یوسف از رخت فالش  
 چہ در اند دست ہیں غم خسرو  
 کرودے تو ہر شبے سالش

۱۱۶۲

لب نگر و اں دہانِ خدانش و اں خم طرہ پریشانش  
 روئے چوں باند او تابستان زلف ہچوں شب زمستانش  
 تیر بالائے او بخت مرا از کشاوِ رو گریبانش  
 دامن از ما ہی کشد امروز جنگِ مار و زحشر و دامانش  
 کوفتہ ما ند شخص چوں زرمن از دلِ سخت ہچو سندانش  
 چوں فرو برد در دلم دندان جہاں فرستم بہ مزد دندانش  
 دلِ من گشت خون و خون دلم آب شد در چہ ز سندانش  
 خسروا پر مسمیٰ بکن کہ بہ دل  
 خار دارم ز نوکِ مژگانش

۱۶۳

سوار من از من عنان در کش یک امروز از گفت من سرکش  
 ز دلِ نقی ابروئے خود برگیر بہ کشتن ز قرباں کماں برکش  
 اگر خنجرِ غمزہ بہر سزا است سرایکِ فدائے تو خنجرِ مکش  
 چو سلطان شدی بردلم خطمایا ولایت بہ فرماں ست لشکرِ مکش  
 مژہ تیز بر جانِ خسرو مزن  
 چنان تیر بر صیدِ لاغر مکش

۱۱۶۳  
 آں چشم سخن گو نگرواں لب خاموش  
 رسوا شدہ از حالت خودزاں کہ ہر جہت  
 پوشیدہ نہ ماند آتش من در تن چوں کاه  
 من دامن و جانے کہ بہ تن کاش نہ بودے  
 تو خواہ دلاخون شو و خواہی بروئے جاں  
 لئے دام ملک زلف تو دہا چہ کنی صید؟  
 عمر مٹو روزے پر رخت سیر نہ دیدم  
 ابنوہ گدایان جمالست بہ کویت  
 آتش جو دم بے توبہ آگندہ لے دوزخ  
 گر لطف و کریمیت کم از ضربت تیغ  
 از رہ زدن خسرو اگر منکر می لے شوخ  
 آں دزدو سیر را چہ نشانے بہ بنا گوش؟

۱۱۶۵  
 اوی روی رود و عاشق مسکین نگران  
 بے ہر سوارے کہ عناں باز نہ بیچد  
 یادست کہ در خواب شبش دیدہ ام اما  
 یادش دہی لے با دگم نام گدائے  
 بسیار بگو ختم کہ بہو شتم غم خود لیک  
 از نالہ ام از خلق نہ خشد عجیب نیست  
 جوں مردہ کہ در سینہ بود حسرت جان  
 آوینختہ چندیں دل خلق بہ فغان  
 از بے خبری یاد نہ دارم کہ چسان  
 تا دولت و شنام بر آید ز بان  
 آتش جو بگیرد نہ توان داشت نہ انش  
 از بخت خود دم در عجب و خواب گران

خسرو نگرانیش ہمہ بردل خود گیر  
کورے دے را کہ نہ باشد نگرانیش

ب

۱۱۴۹

بہ سنگے چون سکاں از دو خرمندم در بانش  
بہ بازوئے من گردن زدہ کئے باشند این دولت؟  
ز دور انگشت می خایم چہ حلیت چون نہ می یابم  
چہ طعنہ بر گرفتارے کا و مانند ست از یابے  
سر و سامان چہ خواہی لے نگو خواہ اندرین فتنہ  
چو خوردم بے اجل تیرش دے بگزار کز گریہ  
غبار آلودہ خون عاشقے با دوست سرگرداں  
بہو سی آستان کعبے بادار رسی از ما  
سگس عزت کجا دارد کہ مبتلاند بر خواش  
کہ من در گردن آرم تنگ دستی از گریبانیش  
ز بخت شور و کاغذتے رسانم بہ ننگ دانیش  
ہومی داند و جانیش کہ تنها جستہ بر جانیش  
ایسے را کہ نئے سرکاری آید نہ سامانیش  
مستویم خون غم پرورد خود از نوک ہر مکانیش  
ہر آن ذرہ کہ بالامی رود از گردیکے انیش  
کہ ما گم گشتہ گان مردیم تشنہ در میانیش

نہیدن ہوئے خسرو گرنیارد دار معذورش

کہ بوئے خون دل می آید از فریاد و افغانیش

ت

۱۱۴۷

خضر و کوئے اورہ گم کند زان شکل موزونش  
مباداں پائے را در دے خرمایاں کرد گو بگذر  
نثارے کہ کند چشم بہ پیشیت پامزن جانا  
جریم از چنان روزے کہ با شتم رفتہ از عالم  
در دغ ستایں کہ گردا آلودہ از خون مریدوں  
بہ وصف لیل از شرمندہ ام در عاشقی با لے  
تقائی اشد مگر از آب حواں رنجیت بے چونش  
توی دانی کہ خاک ستاں دے خون ست معونش  
کہ حاصل شد بہ صد خون جگر ہر دو رنگونش  
تعلق بھجناں باقی بہوئے زلف تہب گونش  
کہ چون چشم یعقوبک ملاودہ شد از خونش  
بجدا شد کہ مندرہ نیم از روئے مجنونش



فنون خواں را بہ صد زاری بھی ہوسم قدم لیکن  
 چہ چارہ چوں پری حاضر نہ می گردد بہ فسونش  
 حدمی بردی لے دشمن ز عقل و دانش خسرو  
 بیاتابرم را دِ خاطر خود بینی اکنو نش

ب

۱۱۹۸

دل من دشت ہا ز می می کن ہر خط با موش  
 معاذ اللہ کہ گر ناگہ بہ بیند چشم بہ خویش  
 گئے کز درہوں آید بہ عیاری و رعنائی  
 زبے تاراج جان دل بہ ہر سو کا وقت موش  
 گرفتہ آتش اندر جہاں دی سوز دہمہ مستی  
 من از خود بے خبر مشغول در نظارہٴ رُوش  
 بہ زمی شانہ کن در موش لے مشاطہ کز درش  
 رگ جہاں بگسلد مارا مبادا بگسلد موش  
 گذشت استاں کہ مستم کردی از بوش صبا کلو  
 خرام ہم بہ بے خود گداز من می زند بوش  
 چہ عیش ستایں کہ من ایں جا و جان من بد رعنا  
 دواں گر گشتہ بچوں گر دیادے بر میر کوش  
 دل گم کردہ می جسم میان خاک کوئے او  
 بچندہ گفت "چوں خسرو نہ خواہی یافت می بوش"

ت

۱۱۹۹

زلفت کہ باد از ہر طرف گدگہ پریشاں داردش  
 ہر نوک بر باید از در بخیر صد جہاں داردش  
 جو رہے کہ ہر دم می کند گرم دی باشد دراد  
 آخر نہ چندان کردہ ہا وقتے پشیمان داردش  
 خانکے کا ذکریت برم در دیدہ پشانش کنم  
 مفلس کہ باید گوہے ناچار پشمان داردش  
 گفتار تو کا دید برون از جان در جان درود  
 ہر دم کشد از چہ لبش در آب جہاں داردش  
 دور از من آن کو دور شد از چوں توئی نزدیک  
 تلخ ست بھیشش در فلک در شکرستان داردش  
 پروانہ کش ناگماں شمعے بہ مہماں در رسد  
 خود را مگر بریاں کند دیگر چہ مہماں داردش

بے چارہ خسرو را کنوں ساماں نہ می باشد مگر  
ہوئے کمر دم را بود گو تا بہ ساماں داودش

و

۱۱۶۰

کہ گز نظر بے بازدار از من در ویش  
مارا دل صد بارہ جرات نک آلود  
حسن تو فزون باد و جفاے تو فزون تر  
جانا مکش اکنونم از آن شیوہ کہ دانی  
خوش باش کہ آن غمزہ خون ریزہ تو مارا  
ایمن ز خیال تو نیم با ہمہ برسنش  
ساقی منکر تو بہ قہج بہ سر من ریز  
ایمان من اندر شکن زلف بتاں شد  
اے آں کہ زنی نطفہ بہ خسرو پے عشق

تو فارغی از درد کہ من خوردم این نیش

ب

۱۱۶۱

نماید گرچہ ہر گز از فرامش کشتگان یادش  
بہ مکتب دانستہ ناموخت جز از ارمکیناں  
اگرچہ با من دلہا نازنین من نہ می دارد  
فرامش کردی در دود و دوازاہ مظلومان  
مرا ای آہ یہودہ مست پیش آں دل سنگین  
رولے است کہ رواں کن پیش یارِ شکریے جو  
غلام آں سر زلفم کہ در ہم می کند بادش  
کہ داند تا کہ این سنگ دل بود دست استا  
دعائے عاشقان ہر جا کہ باشد پاسبان  
خدا یکجہ مکن موئے زیاری ہلے بیدادش  
کزین آتش کہ من دارم نہ گرد گرم پولادش  
کہ گرد آلودہ خواہد بود آں سوری و شمشادش

دل می شد به نظاره که با دافکند زلفش را      نیاید باز در خواب که هم در ره شب افتادش  
جھلے روزگار و جور خواباں خسرو مسکین  
شد آستین ز غم لے کاش که مادر نمی زادش

۱۱۷۲

گرم روزی به دست افتد کند زلف دل بندش      ستانم داد این سینه که بے دل نیست یک چندش  
ز خوں تلخ او برب رسیده جان شیرینم      هنوز این دل که خوں با دایه صد جان زو مندش  
خزان دید نهال خشک بود از روزگار این جا      در آمد با د زلف نیکان از پنج بر کندش  
چپه بایه بند بیسوده دل سرگشته مارا      نه آن دیوانه دارم که توان اشت در بندش  
نستاپ عمر من بینی میرزد و ستان جانا      گره بکسل ز تن جان را که دشوار است پیوندش  
حیاتم به تو دشوار است کای با تو خوش دل هست      به جان زنگانی چون تو نام داشت خورندش  
نمی بینم خلاص جان نا بخشوده خسرو  
مگر بختانش آرد از کرم کیش خداوندش

۱۱۷۳

هر کس نشسته شد بکام و هوای خویش      بے چاره من سیر دل مبتلائے خویش  
هم جان درون این دل هم دست و ده که من      خواب با خورم ز دل بے وفای خویش  
فردستار به بنده جدائی، دلا بیا      کام روز فوصلے بکنم از برائے خویش  
تا من از آن دل شدم دل از آن دوست      این جان من کیلے من کیلے خویش  
جانا رسم به کوئے تو من آن کبوترم      کاید به میهمانی شاهیں به پایے خویش  
بارنده بر تو نواک آه و منت ز ره      با فم ز آب دیده زاید دعایے خویش

خسرو ز خویش بہر تو بیگانہ شد چنانک  
گوئی کہ بیج گاہ نہ بود آشنائے خویش

۱۱۴۴

چوں سبزہ بردمید ز گلزارِ یار خط  
دارم غبارِ خاطر از آں مشک بار خط  
جانا محقق است کہ جز کا تب ازل  
بر برگِ لاله ات نہ نوشت از غبار خط  
حیا قوت جو ہر دہنت آب زندگی ست  
کمزوے مدام زندہ بود خضر دار خط  
مشکِ خط کہ بہت واں تر ز آب جوئے  
بر خواندہ ام نہ دیدہ شد لے گل عذار خط  
از تو دلم بہ باغ و بہارے نہ می کشد  
باغِ من است روئے تو ز بہارِ من خط  
یار بچہ خوش بہ خانہ تقدیر دستِ صنع  
بنوشتہ است بر ورقِ روئے یار خط

خسرو چہ وجہ بود کہ نادیدہ روئے او  
آرد لبش بہ خونِ من دل فکارِ خط؟

۱۱۴۵

تا شد ز مطلعِ غیب خورشیدِ حسن طالع  
عشاق بے نوار امسعود گشت طالع  
ما از جہاں ملویم از خویش و غیر فارغ  
گشتہ بہ نیم جرعه در کج دیر قانع  
ساقی بیار جائے کہ خود ہم زمانے  
گذارتا گذارم بے بادہ عمر ضائع  
جز جام تو نہ نوشد عشاق در خرابات  
جز نام تو نہ گویند ز یاد در صوامع  
چوں تیل و قال ہر کس بامست در نہ گیرد  
در حق مانہ باشد پندِ فقہی نافع  
حالِ درون بہ خونِ از خلق چوں پیوستم؟  
چوں کرد پیش مردم اشکم بیانِ واقع  
بگذر ز خویش خسرو گروصل یار جوئی  
زاں رو کہ نیست جز تو در را و وصل مانع

۱۱۷۶

چو مهر می کند از مشرق پیا لہ طلوع  
 جہاں پیر چو روشن شد از فرغ قدح  
 جماعتی کہ بہ تقویٰ و شرح می نوشتند  
 کتاب فقہ نہ دانند در مدارس ما  
 فقہ شرع کہ مارا بہ مئے کند تکفیر  
 چو نامہ لے بنو سیم بہ سوائے دلبر خویش  
 شود منور از انوار او جہاں مجموع  
 چہ باک اگر نہ کند آفتاب چرخ طلوع؟  
 چرا بہ بادہ پرستی نہ می کنند شروع؟  
 درین عمر کہ صرف در اصول و فروع  
 بہ عمر خویش نہ کردہ ست سجدائے بھنوع  
 فَمِنْهُ أَمَّنْ قَلْبِي عَلَى الْكِتَابِ دُمُوعُ  
 گوئے پند بہ خسرو، از او گذر و اعظ  
 کہ پند خلقی بود نزد مست نامموع

۱۱۷۷

گل نہ نیم باد زیر پردہ می دارد چراغ  
 ہر شبے پرویں کہ عکس خویش در آب آئند  
 برگ می ریزد ز گل، دائم خزاں خواہد رسید  
 چوں در افتد برق در ابرسیہ نظارہ کن  
 ابر ہاتیرہ مست نگذارم مئے روشن ز کف  
 کس بہ تاریکی رواں از دست نگذار چراغ  
 اھرے اھرے باد طاقت نہ می آرد چراغ  
 آسماں گوئی میان کپ می کار در چراغ  
 میہماں آید بہ خانہ جوں کہ گل بار در چراغ  
 ابر را شب داند و آں را چہ پندار در چراغ  
 بے چراغ مے جہاں بر دیدہ خسر و شب است  
 ساقی، خورشید روئے کو کہ بسپارد چراغ

۱۱۷۸

شاہ حسنی و زمناغ نیکوای داری فراغ  
 داغ ہجرانم نہ بس، خالم بہ رخ ہم می نئے  
 می نہ ز مبد بہ کنی در پیش مسکیناں دماغ  
 چند سوزم وہ کہ داغ می نہی بالائے داغ

لہ درن غزل محذوف است    لہ درن غزل محذوف است    لہ درن غزل محذوف است

ہم توں حاجات کائنات کائی شبے پیشیم جو شمع  
 ہم توں گنیم گفت حال و ہمدست زیر پس بر آہ  
 می نیم از سوز دل ہر شب بہ ہر مسجد چہ راغ  
 ہم توں دانی کہ بود بر رسولان جز بلاغ  
 زان کہ بودم با گل خندان تو یک دم بہ باغ  
 گر زمر دار استخوانے نشنوی بانگ کلاغ  
 ہست نالان سوختہ جانم بر آہے کبک ناز  
 عقل و دین لہم شہد رفت از پس ما و عشق  
 یافتہ چون خسرو ز صحبتہائے بے دردان فراغ

غ

۱۱۷۹

دی می گذشت و سحے او دہارواں زہر طرف  
 گلگون نازش زیر زین غمرہ بلائے در کمین  
 صدرہ اشقی کہ کردہ دل سونیش رواں زہر طرف  
 می مرد از ان پیکان کیں پیر و جوان زہر طرف  
 زو لیہ مویش قندہ جو منور چشمش کینہ جو  
 سو با پریشان کردہ روا و خون چکان زہر طرف  
 زنجیر دلہا موئے از دلال سر با خوئے او  
 در چار سوئے روئے او باز ارجاں زہر طرف  
 در کچ غم افتادہ من بر باد و سر و خوشن  
 زانم چہ گاید در جہن سر و رواں زہر طرف  
 کعبہ کہ از ش می رود لبیک جان می بشنود  
 گر چہ بہ پا بوسش ز دودھ کلاواں زہر طرف  
 چون با توں ناسا یدم گر تیغ سر بر نایدم  
 چہ باک از آنم کایدم زخم زباں زہر طرف  
 زین پس کہ از خوئے بدت آہنگا پیر و زب باشد  
 ز سہم کہ چون خسرو بے گیر دعناں زہر طرف

ت

۱۱۸۰

دی مست می رہی بتا رو کردہ از نایک طرف  
 شہر ز را مطلق عناں پیچیدہ عمدایک طرف

لہ بعد از ہی درن دو بیت ذیل زانکہ است  
 جانا و دہما چوں شے در را ش آپ ہر کسے  
 دہما کے ہر خون جگر گرد کر گہ مسر بہ سر  
 می رفت جان و دل بے کیو کشتاں زہر طرف  
 جوں لعل و یاقوت و گہر گرد میاں زہر طرف  
 لہ مطابق نسخہ ن

تا بر رخ زیبائے تو افتاده ز اہدرا نظر  
تیرے کردی ز دبر دلم پیداست تا غایت مہن  
در چہ تیر کوئے خود افتادہ بینی بندہ را  
سلطانِ خواباں می رسد ہر سو گدوہ عاشقاں  
نوشِ شرابِ لعلِ او شد مجلسِ مابے خبر  
ساقی صراحی یک طرف، مستانِ سوا یک طرف  
تنبیج زہدش یک طرف ماندہ مصلا یک طرف  
پیکان و کلکش یک طرف، سوار و پر ہایک طرف  
تن یک طرف، جاں یک طرف، سر یک طرف، پایک طرف  
چاوش شمشیر کوتا کنہ مشتہ گدرا یک طرف  
ساقی صراحی یک طرف، مستانِ سوا یک طرف  
جاں خسرو دل خستہ لاخوں ریختن فرمودہ است  
خلقے ہر منت یک طرف، آن شوخ تنہا یک طرف

۱۱۸۱

لے ز سوطائے تو در دل مدنی بازارِ عشق  
دی کہ می رفتی بہ پیش عاشقاں غمرہ زناں  
من بدان ندزم کہ گر میرم بہ سوزم بنگری  
تیغ خود بگذار تا و اہم تو بگذارم از آنک  
عاشق اربرزیتن میرد بخش ہمائے سیر  
از دعایت من چلے ز اہد نہ گشتم نیک بخت  
آں کہ بیداریش بہر خواب خوش باشاہد است  
شادش دل آں کہ حق است این چنین بیدار عشق  
مرہم جاہناست از یاد لبث آزارِ عشق  
دیگران سہل شدند من شدم مردارِ عشق  
ہیں کہ چون من چند کس مُردست دہ بازارِ عشق  
دام معشوق است سر بہر گردن عیارِ عشق  
تا بہر دزاں مفرح جاں کنان رکازِ عشق  
تو بیا بالے چو من بہ بخت شو درکارِ عشق  
شاہدش دل آں کہ حق است این چنین بیدار عشق  
خسرو با جان و دل ہم قصہ جاناں گوئے  
زاں کہ نتوان گفت بانا حراماں اسرارِ عشق

۱۱۸۲

رسید دوش ندائے از این بلند رواق  
در این حصیفہ چاکستہ ای چنین محبوس ؟  
کہلے مقیم زوایلے شہر بندِ فراق !  
گذر چو طائر قدسی زاوچ این نہ طاق

لے دن غول مخدوف است

لے دن غول مخدوف است

منافق اندو ریائی جمیع اپنی بشر  
 ترازہ روزِ نازل با صیبِ تہمت بود  
 بیجا محبت یاران بے ریا و نفاق  
 مرو بہ قولِ مخالف بہرہ را و حجاز  
 چہ آمدت کہ فراموش کردہ ای میثاق  
 کیسے کہ سکین اصلیش عالمِ علوی دست  
 و گمراہ نہ یابی پیر پد کہ عشتاق  
 چہ می کند بہ خراساں چہ می رود بہ عراق؟  
 ز خویش بگذر و باز آے سوئے ما خسرو  
 کہ نیست خوش ترازیں تجلے در ہمہ آفاق

۱۱۸۳

دو چہمت آفت دہماست ہریک  
 شکنائے سیر زلفِ کج تست  
 روزِ لغت عقد مشکبار است ہریک  
 فراموش خانہ دہماست ہریک  
 نشیمن ہا کہ ہر خاک دیر تست  
 زہر دیدہ منزلہماست ہریک  
 کنندار عاشقانِ خاک بر سر  
 سزد چوں بائے در گہماست ہریک  
 مدہ پند اہل دل را ز اہداز آنک  
 جو خسرو مست باطلماست ہریک

۱۱۸۴

راہِ بادِ لطفی کن برودر کوئے جاناں ساکنک  
 گوشتِ سنا بد جہاں گرزندہ می خواہی دے  
 احوالِ من در گوشِ او یک لحظہ بہرِ خواں ساکنک  
 از لعلِ شکر با خود بفرست درماں ساکنک  
 رفتہ ز جہاں برخاستم در خواب بوداں نازنہ  
 چوں خواست از خوابِ غجیش افتادم اند پائے او  
 برداشت مرا ز پائے خود خندان نازاں ساکنک  
 گفتا "کہ من کن تو ام ہم رقیباں ساکنک  
 دیر باغ و بہستان ام ہم افشاں و خیزاں ساکنک  
 کہے گل بوئے من وقتے نہ گشتی ام من  
 بایار بودم ساعتے رفتہ بہ باغ و بوستاں

لہ درن غزل محذوف است



بروئے و مویش بوسه می دادم می گفت  
 دشتا مباحی داد او هر دم به زیر لب مرا  
 چون کافران غارت کن آخر مسلمان سائک  
 من بستی خود بر پائے او نالان و مالان سائک  
 خسرو اگر در کوئے تو رفتن ندانم روز را  
 لابد رو در نیم شب از خلق پنهان سائک

۱۱۸۵

ب

بوستان جلوه در گرفت اینک  
 آتش لاله برفروخت ز باد  
 گل زرخ پرده برگرفت اینک  
 دامن کوه در گرفت اینک  
 بلبل آمد نشست بر سر گل  
 بے نوا بود زر گرفت اینک  
 فنج در پیش فاخته ز اصول  
 سبقت تازه برگرفت اینک  
 آب را اگر چه چشمها پاک ست  
 بوستان را به برگرفت اینک  
 بید در لرزه گشت و تیغ کشید  
 آب را ره گذر گرفت اینک  
 خار چون تیز کرد پیکان را  
 گل به بر گش سپر گرفت اینک  
 شاخ گل گون نه بار گیر گل ست  
 ناله از باد برگرفت اینک  
 مرغ می گفت "گل نه خواهد رفت"  
 لاله گوئی کمر گرفت اینک  
 آید در گریه شد ز ناله خویش  
 پرده تنگ در گرفت اینک  
 کرد بروئے سحاب ریختنی  
 باغ را در و زر گرفت اینک

طوطی آغاز شعر خسرو کرد  
 روئے گل در شکر گرفت اینک

۱۱۸۶

ترک تغیر روئے و سیر چشم و لاله رنگ  
 مثلت نه زاد مادر ایام شوخ و تنگ

له مطابق سخن  
 له و قیچ که نم زده بود  
 نه درون غزل محفوظ است  
 درفش یک در گرفت اینک به بیت ناکداست

زلف تو بر رخ تو ہر آن کس کہ دید گفت  
 گرفت ملک چین و حبش پادشاہ زنگ  
 باتیر چشم جادو و ابروئے جوں کہاں  
 داری قبرے کشیدہ تراز قامت خدنگ  
 آہو صفت شکا و دل عاشقاں کند  
 آن شیر گیر آہوئے چشم تو جوں بلنگ  
 درنگ سیم باث و این طرفہ تر کہ تو  
 داری دروین سینہ سیمیں نے چو سنگ  
 آپ حیاتم از لب و دندان رواں شود  
 گر پر لے بہ بندہ دی زان نہاں تنگ  
 بہ نظم خسرو از سر مستی سخن گیر  
 کوہست در ہولے تو فارغ ز نام و ننگ

ت

۱۱۸۷

دل رفت ز تن بیروں دلدار ہماں در دل  
 افتاد سخن درجاں گفتار ہماں در دل  
 گفتیم ”بکنم یادش ماند کہ بماند جاں“  
 شد کیسہ ہمہ خالی طرار ہماں در دل  
 یک شہر پیر از خواہاں دہ باغ پیر از نگہاں  
 صد جالے ہم دیدہ دلدار ہماں در دل  
 آزار چو سر آرد گویند کہ ”بہ گرد“  
 خونا بہ رواں از چشم آزار ہماں در دل  
 در کعبہ و تبخانہ ہر جا کہ رود خسرو  
 دل باد ز تو بد خود دیدار ہماں در دل

۱۱۸۸

خبی در ہر نظر چون خوش مقبول  
 چو من صد بیش در کوئے تو مقتول  
 کم اندر عبادت عقل و دانش  
 چو بیند مصلحت در خویش معزول

لہ درن دو بیت ذیل زائد است ۵

قربان شوی ہر ش کافروں شوی عمرش  
 با جان خود این خواہم بیا رہاں در دل  
 نے بگلم از مویش کز شرم مسلمان  
 تن را بہ نماز آدم زنا رہاں در دل  
 لہ درن غزل محذوف است

خوئے حسنی کہ از رویت چکیده      بشنید دفر معقول و منقول  
 تو اے دانا که عاشق را دہی بند      مکن دل در غم بیہودہ مشغول  
 بے دیدم فلاطون و ارسطو      شدہ در عاشقی مجنوں و ہلول  
 فرو خواں قصہ شیریں و خسرو  
 کہ ز لیلی و مجنوں ہست مسجول

۱۱۸۹

مرا بہر تھنومتہاست با دل      فکرنوں با من و رایں سودا و بادل  
 اگر باد میر زلفت ہمیں ست      کجا ما و کجا جان و کجا دل  
 ز تو از گوشہ چشمے اشارت      ز ما عقل و ز ما جان و ز ما دل  
 دل را بیگانہ گشت از من نہ رنجم      کہ عاشق را نہ باشد آشنا دل  
 مرا گوئی کہ جاننت از چیست در سوز      بلا شد جان مرا جان را بلادل  
 بداندم در بلائے دل کہ بار ب      مبادا پیچ کس را مبتلا دل  
 چہ گویندم کہ دل نئے پند بشنو      کہ صد منزل ز من راہ ست با دل  
 بہ یک دلدارین کن خسرو از آنک  
 نہ بندد پیچ عاشق جا بجا دل

۱۱۹۰

نگار صحبت از اغیار بگل      گل خندان من از خار بگل  
 تخت از بند جان پیوند بکشتائے      پس آن کہ دوستی از یار بگل

لہ درن بیت ذیل زائد است

بہ خون گرم دل پیوست با جان      بدیناں چوں توان کردن جہا دل؟  
 لہ درن غزل محذوف است

نہ دامنم تاکہ گفت آں بے وفا را  
 بزن مطرب ز رحمت را و عشاق  
 کہ مرا ز دور تاں یک بار بگسل  
 رگ جان و دل انگار بگسل  
 گلیم صوفیاں را تا بگسل  
 گلیم صوفیاں را تا بگسل  
 نہ می گفتم از آں گلزار بگسل  
 مسلمان شود از آں گلزار بگسل  
 برو سر رشته پسند از بگسل  
 کند عشق را نتوان گسستن  
 نہ یابی داد خواں خسرو از کس  
 بزن دست و عنان یار بگسل

۱۱۹۱

ز بے زلفت شکستہ نریخ سنبل  
 رسانده خط یا قوت تو ریحاں  
 گلستان رخت خندیدہ بر گل  
 کشیدہ خط ز کافور تو سنبل  
 چو دریا بدگرش نبود تحمل  
 مکن در کار مسکینان تفاضل  
 چو سودا از ناله شکیب لب لب  
 نہ باشد کوہ سنگیں را نفس  
 تو نیز اے شب کن بر من تطاول  
 کندستی بہ پادشہ تعقل  
 بزن مطرب کہ مستان صبحی  
 از آں مست ندو خسر و تا مل

۱۱۹۲

مسلمان برفت از دست من دل  
 چو دیدم آں چنان شکل و شمائل

جہانے را بدین شخص و شائل  
 زہرہ مالغیا کی نطفہ بگاشت  
 ہی ہمیں جو خود امروز اکل  
 از اینسان صورتیہ از آب از گل  
 اگر خوردن شد بنشیند بہ محفل  
 نہ خواهد رفت ازین فرخندہ منزل  
 زلفش جان نہ خواهد گشتہ اکل  
 زرد دیا مگر ہستند غافل  
 نہ دارم طاقت درد و فراق  
 فراق دوستان سے مست مشکل

ہدایں رہ خسر وادی و اندھی باش  
 نہ می باید متذیرن ہند عاقل

۱۱۹۳  
 خیز کہ جلوہ می کند چہرہ دل کشائے گل  
 نافر کشائے بوستان سکہ بہ نام گل زدہ  
 عام بہ خودی خوش مسخ جامہ کہ در ہوائے گل  
 خطبہ لہ لہاں ہم نیست مگر نہاں در غل  
 تاج مرصع آورد شاخ زہر شکوفاے  
 ابرو و اسپہی رود بہر نظارہ چمن  
 حیف بود کہ ماد و گل خواہنت از سر ہوا  
 سرو پیادہ می شود پیش در سرائے گل  
 لے تو بہ از ہزار مہ چند بود بقائے گل

مستی ما بہ ہوئے تو بہر خدا چہ جائے  
 شادی من بہ روئے تو بہر جان چہ جائے

۱۱۹۴  
 ترک من رفتم ز کویت گر ز من گشتی ملول  
 زور و زربا شد اسباب وصال امانرا  
 خیر یاری می کنم یک سجدہ فردا قبول  
 نیست چیز غیر زاری و رقتائے وصال

درن بیت محمدت است  
 درن غزل محمدت است

بس کہ چشم سیلِ خون می بار دواز ہجران تو  
کار و اس در رہ بھی یاد ز گل جانے نرول  
دم بہ دم از خون دل با تو نویسم نامہ لیک  
جز نسیم صبح دم دیگر نہ می یا ہم رسول  
در حریم کعبہ روحانیاں یعنی کہ دل  
جز خیال دوست کس لانیست امکان نرول  
تا بخواند آیت عشق از خط مشکین یار  
رفت از یادم روایات فروغ بے اصول

عاقلاں گر غافل نذر احوالِ خسرو عیب نیست

از مجانیں کے خبر دار نذر اباب عقول؟

غ

۱۱۹۵

می رو دیار و مرا آزار می ماند بہ دل  
وائے مسکینے کش اس رفتار می ماند بہ دل  
زیتن دشواری بینم کہ از غمزہ مرا  
اندک اندک ہر زماں آزار می ماند بہ دل  
پند می گوئی وے معذور داری دوتاںک  
دل پریشاں دارم و دشواری ماند بہ دل  
گر شود جانادلم زیر و زبر برحق بود  
زاں کہ زلف او نہ بر سنجار می ماند بہ دل  
وہ کہ جانم بر لب آمد چہ بے خوابی کشم؟  
کاند کش می بینم و بسیار می ماند بہ دل  
گر نہ خواہی کستم غمزہ زناں زینو میا

کان غمزہ ہر شب مرا چوں خاد می ماند بہ دل

۱۱۹۶

من مسکین چہ کنم پیش کہ گویم غم دل؟  
کہ ز عشق تو بہ جز غصہ نہ دارم حاصل  
لے صبا حال دل من پر دلدار گویے  
کہ جہانے ز غم عشق تو شد لا یعقل  
غافل از یاد تو یک سخط نیم تادانی  
زینہارا ز من دل خستہ نہ باشی غافل

لے درن بیت ذیل زانداست

اے ہم از عجب سکت در دل نہ باید گفت من ۛۛۛ ورنہ از خسرو ہم گفتار می ماند بہ دل

لے درن غزل محذوف است

طبع دانہ کند مرغ کہ در دام افتد      در نہ در دام غم و غصہ نیفتد عاقل  
 خلق را میل بہ جوران بہشتی باشد      چہ کم نیست مراجزہ بہ تو خاطر مایل ؟  
 بہ وصال تو بس امید وفا بود مرا      آہ کاندیشہ غلط بود و تصور باطل  
 بہ قیامت برد از عشق تو حسرت خسرو  
 کہ بہ تشریف وصال تو نہ گرد واصل

۱۱۹۷

رستہ بودم مہر من چند گہ از زاری دل      از ننگ دہان تو شد تازہ جگر خواری دل  
 تو ہی آئی و صد غارت جاں از ہر سو      در چنین فتنہ کجا صبر کند یاری دل ؟  
 ہر کسے بادی آزاد ازین شہر گذشت      من گرفتار ہاندم بہ گرفتاری دل  
 دل گنہ کرد کہ عاشق شد و نزد خواہاں      نہ شود عفو ہمہ عمر گنہ گاری دل  
 وقتے افکن نظرے جانب من لے خورشید      کہ سیرہ روئے ہاندم ز شب تاری دل  
 وقت آں مست کہ دستے وہی لے دست بطف      کہ فرو رفتم در گل ز گراں باری دل  
 عشقت افکنند میان من و دل بیزاری      بروخ از خون نگر، نیک خط بیاری دل  
 می شود زلف تو ز آسیب نیسمہ در ہم      بس کہ بیتاب شد از رحمت بیاری دل

عشق گویند کہ کار دل بیدار بود

بہرہ ام خواب اجل بود ز بیداری دل

۱۱۹۸

مدہ بندم کہ من در سینہ سودائے دگر دارم      زباں با خلق در گفت ست دل جابے دگر دارم  
 خراماں ہر طرف مرقے و جان من نیا ساید      کہ من این خار خار از سر و بالائے دگر دارم  
 مرا این تشنگی از ہر آبے دیگر ست ار نہ      نہ می بینی کہ در ہر دیدہ دریائے دگر دارم

لے مطابق نسخہ ان

طبعیا خویش از حمت مدہ چوں بہ خواہم شد  
 کمن اندر سر شوریدہ سودائے دگر دارم  
 ترا گریئے خون ریز من سکیں مست بسم اللہ  
 چہ می پرسی ز من جانانہ من رائے دگر دارم؟  
 بہ باز آید تو دل را من بریدم یک نظر کردی  
 کرم کن یک نظر دیگر کہ کالائے دگر دارم  
 ہمہ سستی من در کار حشمت و زلف و رویت شد  
 بسم خاموش و در ہر یک تقاضائے دگر دارم  
 مراں سوئے کسانم چوں تنم شد خاک رکویت  
 نہ مانداں سر کہ جز پائے تو در پائے دگر دارم

نہی اندیشی از دھماکے سر دمن نہ میانی

کہ در ہر کو چہ خسرو باد پچائے دگر دارم

۱۱۹۹  
 ہی خواہم ترا بینم نظر سوئے کہ من دارم  
 بہ خواہاں دیدنم خند عجب خیلے کہ من دارم  
 اگر بچاک می غلتم مراد یا ست بار ویت  
 تعالیٰ اللہ عجائب پشت پہلوئے کہ من دارم  
 ز بہت چوں آہم آخر کہ ہر یک بند زلفت را  
 گریہ بر بستہ اسی محکم بہ ہر موئے کہ من دارم  
 جفایت ہر کرا گویم ہمہ کس روئے تو بیند  
 نہ چہ نیت چوں توان یدن بدینے کہ من دارم  
 ترا زو کردی از من تیر و گوئی "بر کشم آں را"  
 چہ خواہی بر کشیدن میں ترا زوئے کہ من دارم  
 اشارت کن زاہر و کاشم سر زید پائے تو  
 کز آں چوگاں توان بردن چنین گئے کہ من دارم  
 صبادی آمد از کویت دماغم خوش شد از بویت  
 دوجہم جوئے شد کہ تو نہ داری آرزوئے من  
 دماغم خوش توان کردن ازیں بے کہ من دارم  
 دو چشم جوئے شد کہ تو نہ داری آرزوئے من

لطیف گوئیم خسرو توانی زلیت در ہجر م

توانم خاصہ بایں زویر بازوئے کہ من دارم غ

۱۲۰۰  
 من امیں آہ جگر سوز از دل پیاں تنگ دارم  
 چرا از دیگرے نالم کہ درد از خویش تن دارم؟

لہ درن بیت محذوف است

لہ درن غزل محذوف است

لہ درن بیت ذیل زائد است

مراد دابہ دشواری بردن آرنند باز گل کز آں چہ پشیمان عاشق کش بے خون در کھن دارم



چہ جائے محنتِ ایوب و اندوہِ دلِ یعقوب  
 گئے ازدیدہ در رنجِ گرازدل در جگرِ خواری  
 چہ دینست و بیماری و تہائی کہ من دارم  
 کہے ازدیدہ در رنجِ گرازدل در جگرِ خواری  
 چہ دانستم کہ من چندین بلا از خوشیتن دارم  
 چو سروش در قبائے سبزگون دیدم یقینم شد  
 کہ چوں گل چاک خواہم زداگر صد پیر می دارم  
 مگر ہر پارہ اے زین دل بد لہارے دہم ورنہ  
 چہ خواہم کرد با خواہاں بریں یک ل کہ من دارم  
 چو من قدر ترا جویم چہ پردائے جہن دارم؟  
 چو من روئے ترا بینم چرا ز گل سخن گویم؟

زدنیامی رود خسرو بہ زربلب ہی گوید

۱۲۰۱ "دل بگرفتہ در غربت، تمنائے وطن دارم" ت

بروں آاند کے جانا کہ بسیار آرزو دارم  
 مرا بخار بادا ہر دو دیدہ بلکہ پر گل ہم  
 وداع عمر نزدیک ست و دیدار آرزو دارم  
 اگر بے روئے تو ہرگز بہ گلزار آرزو دارم  
 ہمہ گل آرزو داند و من خارا آرزو دارم  
 کہ این بخشش از آن لعل شکمہ بار آرزو دارم  
 خلاصی از پے مشتے گرفتار آرزو دارم  
 زلفت یک گرہ بکشان از بہر دلم لیکن  
 ہنوز اندر سر شوریدہ بسیار آرزو دارم  
 اگر شد عقل و دین در کار عشقت بسمل باشد آن  
 نصیحت می کنی لے آشنا کا سودہ شو خسرو

چہ بنداری کہ من این مردن زار آرزو دارم

۱۲۰۲

بیا دیدن روئے تو گلزار آرزو دارم  
 ہوس دارم پس از مردن قید سرو رواں یعنی  
 از آن قامت بجاک خویش رفتار آرزو دارم  
 چنانش دوست می دارم کہ دارند از خلق  
 اگر دارند از آن راحت مکن زار آرزو دارم  
 چو آزادی ز بند موئے او دارم دلم اورا  
 ہمیشہ در خم زلفش گرفتار آرزو دارم

مرا گنتی کہ ”لے خسرو چہ داری آرزو از من“

”میر نیست ورنہ از تو بسیار آرزو دارم“

۱۲.۳

من آن خاکم کہ در راہ و فار و بر زمین دارم      ز سود لے بتاں داغ غلامی بر جبین دارم  
ز مردن غم نہ دارم یک روزے کز غمت میر      فراموشت شود از من بہ عالم غم ہیں دارم  
فدا کر دیم در عشقت دل دین و زمین مانده      ہمیں جانے کہ آں ہم بہر روز و اسپین دارم  
مرا گویند ”کاند رصل او خوش باش“ چون باشم      کہ چون ہجرانِ شان لے دیکیں دارم

بے گفتہ خسرو را ”دل از ہر بتاں برکن

سخن نشنودہ ام کنوں نہ دل دارم نہ دین ت

۱۲.۴

نہ ترسم از بلا چون یدہ بر رخا رہ لے دارم      کہ جان غم کتے بے غیرتے بیکارہ اے دارم  
بخواہم سوخت لے عاقبت ایر کشایاں ا      کہ ہر شب بر سر کوشی ہے خو خواہ اے دارم  
نظر دیا رہ مشغول است جان بہار بہر بہتن      تو لے نظارگی دانی کہ من نظار اے دارم  
نہ می دانم حکیمانہ دل کجا شد در جگر خودن      ببینی در غریبستاں کیے آوارہ اے دارم  
برآمد و دم از جاں چند سوزم نہ دل پاؤ      مسلمانان نہ دل دارم کہ آتش پاؤ لے دارم  
چو خاک خفتہ کاں رستم بہ رخ و انکوں کہ خفتہ      چگونہ بر چناں یا لے چنین رخا رہ لے دارم

زاہہ خسرو ش یارب نہ گیری گر چہاں ناؤں

نیار و پہنچ کہ در دل کہ من بیچارہ لے دارم

۱۲.۵

خیرے ہم سائیم نہ بود عجب بیداریے دارم      شفا از جہنم تو خواہم عجب بیاریے دارم  
ہمہ شب می گزم انگشت حسرت اپنندان من      ہمیں است از رخسارِ عمر بر خورداریے دارم  
اللہ ساقیِ فالغ دلاں ہے ہم بدیشان      کہ من باروزگارِ خویشیں خو خواہیے دارم

لے درن غزل مخدوف است      لے مدن بیت ذیل زائد است  
مرا گوئی کہ دور از چوں سے زندہ چہ می ملن؟      خیالت را بقاباداک آرزوے یاریے دارم

بروائے بخت خواب آلود از پہلوئے بیداراں  
کہ تو شب کو ریے داری و من شب کا لیے دارم  
جگر بریاں و نالہ مطرب دے گریہ تلخ ،  
بیا نمان من جانا کہ شب بیداریے دارم  
بیا درویت از یاد تو خالی نیستم کیے م  
ز تشویش غمت گرچہ فراموش کاریے دارم  
چو خاک ز رشدم در زیر پائے خود عزیم کن  
بداں عزبت کہ پیش آستان خوابیے دارم  
بہ چشمت می کند خسرو حق آں گرنہ می دانی

۱۲۰۳  
دروغ ہم نہ می گوئی کہ مردم سالیے دارم  
بہ چشم تر دے کاں در دل بریانش می دارم  
خیال زلف اور از بخمی سازم بیالے جاں  
لے اندر خواب من نزدیکی دہم انش می دارم  
رخ اوبہ نیم و با خویشتن گویم نہ می بینم  
کہ بیرون آید آں کہ چشم بر جلا نش می دارم  
اگر میرم فنوے نیست بر جانم جزاں حسرت  
عجائب غیرتے کہ خویشتن بہانش می دارم  
کہاں بوش گرفت از بس کاںد ز جانش می دارم  
مہو زان غارت سیمیں بر آں خونہ می گردد

دل خسرو کہ چندیں سال شد ویرانش می دارم

۱۲۰۴  
من و شما و یاداں سر کوئے کہ من دانم  
دلم رفت مست جاں ہم می دوسوے کہ من دانم  
صبا بوائے خوش می آرد از ہر بوستان لیکن  
کہ خواہد زیست چوں می نارد آں نئے کہ من دانم  
سر خود گیر و روائے جان دل برداشتہ از تن  
کراں سر خاک آید گشت در کوئے کہ من دانم  
اگر تن موشد و گر بگسلد جاں نیز گو "بگسل"  
مرا از دل نہ خواہد رفت کں موشے کہ من دانم  
بسوزی ہرچہ ہست لے با د اگر آں سوزی اما  
بہ تندی نگذری ز نثار بر روئے کہ من دانم  
چو کشتن رسم خوابان ست جاں گر حیلہ می دارم  
ذخیرہ می کنم از ہر بد بخائے کہ من دانم

لے دن غزل محذوف است  
سبوری ہرچہ ہست لے برق گزراں سوزی اما  
لے دن بیت ذیل زائد است  
بہ تندی نگذری ز نثار زان روئے کہ من دانم

چہ پیچم بردار زیہائے شبِ تہمت چہ می دانم؟  
کہ ہمت این پیچش خسرو ز کیسے کہ من دانم

۱۲۰۸

توئی در پیش من یا خود مر و پر ویش می دانم  
ردی در باغ و می گوئی کہ "گل ہیں" چون منم  
چنانم لذت یاد تو بنشست ست اند جاں  
خرد را گفت "اندر عاشقی دخلے بکن" گفتا  
بر بالینم رسیده یار و من در مردن از سوش  
کجائی در زبان و کیست در بالین نہ می دا

سولے می کنی از من کہ "خسرو من کیہ پیشت؟"

شنیدم لیک از حسرت جواب این نہ می دانم

۱۲۰۹

چو خواہم با تو حال خود بگویم جانہ می یابم  
بر جان و دل ترا جویم اگر ناگاہ پیش آئی  
تعالیٰ اندر چہ گلزارے ست حن عالم افروزت  
نہ دارم دہج پر وائے بہ حال زار مسکیناں

بہ کویت عاشقان مستند اما در رو عفت

بسان خسرو دیوانہ شنیدانہ می یابم

۱۲۱۰

ہمیشہ در فراقت بادل افکار می گریہ  
شبے کا ندر حرمت رہ نہ می یابم بصد زاری  
اگر مردم بہ مستی گاہ گاہے گریہ لے دارند  
گئے در خلوت تاریک از ہجر تو می نالم

لہ درن غزل محذوف است لکھ درن غزل محذوف است لکھ درن غزل محذوف است

چہ سوز است این نہی دامن بہ جانِ تیر و مکیں

۱۲۱۱

کہ چون ابر بہار اندر سر کسار می گمزم  
خراش سینہ خود بایکے خون خوار می گویم  
فراہم کے شود ریش دلم زیناں کہ من ہر  
بہ جانان گفتہ ام ناگہ خواہد رفت جان یارب  
درون خوش خیالی می گمزم زان زندہ می نام  
چو محنوں در میان غم دور اندر رخ یلی  
زبانم تیشہ فرما دشد ہر دلم سنگیں  
من از سر زندہ گردم گر تو بامن یک سخن گوئی  
اگر بامن ز بد گفتن خوش ای لے من فداے تو  
حساب عمری دامن کہ غم بایار می گویم  
حدیث آں نک پیش دل افکار می گویم؟  
نہی دامن چہ نام ست این کہ من ہر رازی گویم  
کہ ذکر ت روز و شب پیش درو دیواری گویم  
کہ در دوشین با پستہ ہائے خسار می گویم  
ز بس کافسانہ شیرین خود بسیار می گویم  
توی دانی نہ گوئی ایک من گفتار می گویم  
تو بدی کن کہ من ہر تو استغفار می گویم

رقیباً برحق گر با ورت ناید غم خسرو

کہ من بیمار بلبل پیش تو بیماری گویم

۱۲۱۲

بگویم حال خویشت ایک از آزار می ترسم  
چہ حال ست این کہ از بیم رقیبان سنگرم و  
معاذ اللہ کہ از من مردن بہرسم و غمگین  
یسے دارم کہ اب از دست غم پیشت گم گین  
نوشب در خواب مستی و مرا تا روز بیداری  
جوانی خندہ بر خوانہ پیراں مکن زیرا  
رازیں دیدہ آزار جرات می ترا و دل  
درد من دلت ہر سوئے زہمت می کند لیکن  
و گرنہ ہم ہر دوں ز اندیشہ گفتار می ترسم  
ہوس می آیدم کل چیدن از خار می ترسم  
ز داغ دوری و محرومی دیدار می ترسم  
ز خوشے نازک آں ترس خون خوار می ترسم  
مخپاین کہ من زین دیدہ بیدار می ترسم  
توی خندی و من زین گریہ بیماری ترسم  
مبادا کا ندر و ماندا زین آزار می ترسم  
ز بے سامانی بخت پریشان کار می ترسم

لہ درن بیت مخذوف است

لہ درن بیت مخذوف است

نیم و خسرو که فریادم، نه مانده جانم از عشقت

اگر ماندست از شیرینی گفتار می ترسم

ت

۱۲۱۳

همه شب بادل خود نقش آں دلدار در بندم  
مگر ممکن بر دکایں دیده بیدار در بندم  
مژه در چشم من شد خار و خواب دیده رفت اکل  
مگر کایں رخنه پرفتنه را از خار در بندم  
جہاں بے دوست نتوان دید بنشینم بهر کج غم  
به روستے خود درون کلبه خوں خوار در بندم  
غمت گفتم پروں ندہم کتادی چشم از حسرت  
فروستی بہم بے آں کہ من گفتار در بندم  
تو خود را اگر نہ می دانی سلمان گوید اے  
مرا نزد یک شد کز دست تو زنا در بندم

سر زلفی کز او دیوانہ شد خسرو بہ دستم ده

کہ تا زان رشتہ دست عقل دعوی دارد در بندم

۱۲۱۴

تو مرستی و من عاشق بیا تا با تو در غلتم  
ز دست لعل تو تا چند در خون جگر غلتم  
بغلتم ہر زماں در زیر بایت باز بر خیزم  
چو رویت بنگرم بار دیگر از پایے در غلتم  
چنان گشتہ ست حال عیش من از تلخی ہچل  
نگس ہر من نیار و شست اگر اندر شکر غلتم  
سر شکم گفت در وقتے کہ می غلتید برویم  
”چو مروارید غلتانم کہ بر بالائے زر غلتم“

بہ کار عیش در خون دو چشم خویش می غلتم

چہ بہتر زان بود خسرو کہ در کار دیگر غلتم؟

۱۲۱۵

نیارم تاب دیدن دیر دیرت ہر اک بینم  
بیاید ہر زماں جانے کہ رویت ہر زماں بینم  
مرا گویند ”کش چوں مردماں بین مرواز جا“  
دلہم بہ جائے باید کش چشم مردماں بینم  
بدیں ساں کا ملاز روئے تو کار من جہاں نگ  
من دیوانہ را بر خود نہ بخشو دو ہماں بینم

لہ درن بیت محذوف است وہ جایش بیت ذیل اضافہ است ۵

غبارے یادگارم وہ ز کسے خود کہ می خواہم ۶ کز بس جاہد غربستان عقبی بار بر بندم

۷ درن غزل محذوف است ۸ درن غزل محذوف است

اگر من کشتنی گشتم نہ می گویم "مکش لے غم"  
 چہ حاجت بردلم ناوک ہمیں بس نیست مرگ من  
 کہ جو لاں نیارم دیدنش ازیم جاں لیکن  
 ز نور روز جوانی گرچہ بشگفتہ ست بُستانش  
 و لے بگذاز چندان کہ روئے آں جوان بینم  
 کہ کہ گرجاشنی از دست آں نازک کماں بینم  
 جو من بے طاقم دزدیدہ در دست کماں بینم  
 مبادا سبزہ پیرا ہن آں بوستان بینم

در یغا آں چناں رویے دگر خواہد شدن یاب

۱۲۱۴ مرا آں روز تیماری کہ رویش آں چناں بینم

ب  
 جہن چوں بوئے تو آرد بہ بویت در جہن میرم  
 زیم اند تو بمیرم ہم ز تو فارغ ز جان و تن  
 خوش آں وقتی کہ تو از ناز سویم بنگری و من  
 شدیم رسوا درون شہر در صحرا و دم کنوں  
 بخور جملہ تنم لے ز مرغ جز دیدہ کہ دید اورا  
 مرا پیرا ہن صد جاک پرخواست از آں یوسف  
 بہ یاد قد تو در سایہ سرو سمن میرم  
 نیم چوں یگانہ کز جاں نیم یا خود ز تن میرم  
 بہ زاری کشتہ انگشت او فکند و در دہن میرم  
 علم رسوا تر شوم گرد میان مرد و زن میرم  
 کہ بیرون او فتم در عرصہ زارغ و زغن میرم  
 ہمیں آرایش گورم کنیا آں دم من میرم

سخن بر بستی از خسرو مگر حقیقت فرود آمد

کرم کن یک سخن جاناکہ تا ز آں یک سخن میرم

۱۲۱۵  
 سوارہ آمدی و صید خود کردی دل و تن ہم  
 بہ دامن می ہنہفتم گریہ ناگہ مست بگزشتی  
 تو ناوک می زنی بر جان جان من ہی گوید  
 نہاد و مہرچہ بود از ہر سرے ماندہ مرا بر تن  
 شے روشن کن آخر کلبہ تاریک من چون من  
 کند عقل بگسستی بجای نفس تو سن ہم  
 شدم رسوا من تو دامن صد جاک دامن ہم  
 کہ "چشم بہ جہا ز ناوک و زان ناوک افکن ہم  
 چو بارہ سرسبک کردی سبک کن بارہ گردن ہم  
 دل تاریک در کار تو کردم چشم روشن ہم

لے درن عزل محذوف است      لے درن بیت ذیل زائد است  
 بہ دامن می ہنہفتم گریہ ناگہ مست بگزشتی      شدم رسوا من تو دامن صد جاک کن میرم

عقوبت می کشتم تا زنده ام ده کاندرا این ندان  
همه کجای کنده صورت مرا جاس مست دشمن هم  
ملاست بر دل صد پایاد عاشق بدان ماند  
که باشد زخم پیکان و بدوزندش بجزن هم  
چو کیش است آخزلے خسرو که بے خواب نای یکدم

۱۲۱۸ زمانے آخرا زبت بازمی ماند برهن هم  
ندانم کیست اندر دل که در جاس می خلد بازم  
همه کس بابت در خواب من در کج تنهائی  
چنان مشغول او گشتم که با خود می نه بر دازم  
عنت گشت منور امشب را قبال خیال تو  
چو باشد گر شب پوشیده گردد دیده بازم؟  
میر خود گیر و ولے جان دل برداشته از من  
امید زیستن باشد اگر من دل بیندازم  
اگر چشم ناله هائے درد ناکم در نمی گیرد  
که من مرغ گرفتارم میسر نیست پروازم  
مسلمانی همه در باختم در کار بت رویاں  
من و شما و درے و حدیث بود از حسنت  
به دشواری ز کویت دوش جان ابرده ام سنا  
ممن و شما و درے و حدیث بود از حسنت  
تو در بازی دلم در خون نخواهم زیستن دامن  
که داد آں دو لسم جاناک تا خود بشنوی لازم  
ز در داگ نیم حالے که من مشغول جان بازم  
اگر کشتن ہی فرماں بغفت چشم غمازم  
ز در داگ نیم حالے که من مشغول جان بازم

چگونه جاس برد خسرو از این اندیشه کت هر دم  
فرامش می کنی عمداً و در جاس می خلی بازم

۱۲۱۹ ز جاس و ز من شب گشت و بے بود چنین روزم؟  
بر آید زین هوس جانم که یک شب شمع تو شام  
بلا و غم خریدار آمدند از سوسے تو بر من  
شبه گر روز کفے با من آں ماه شب آخر روزم  
تو خوش خوش تن داده می نوشی و من شمع می سوختم  
بلا و غم خریدار آمدند از سوسے تو بر من  
بھی افسر که در کفے تو بازار است امروزم  
سگب کوی ترا بالے وفاداری بیاموزم  
بلا و غم خریدار آمدند از سوسے تو بر من

له ورن غزل محذوف است



ہناں تاجند دارم در دُخسَور از تو آخر؟

دلہم پردہ زکف داس کہ لب بہودہ می دوزم

۱۲۲۰

ز دستم شد عثمان دل چہ داند کس کہ من چہ نم؟  
 من و شہما و نقش او کہ برے فتنہ شد جانم  
 زندہ ہر دم ز بد خوئی مرا سنگ جہاں  
 شبِ حامل برے من بزاید ہر زمان دروے  
 جدا شد کاروانِ صبر و راہ ہجرے پایاں  
 مرا خرد خلاصا فتاد و از آبِ دو چشم خود  
 در این تیار بے حاصل چہ داند کس کہ من چہ نم؟  
 ہمہ روزم بد و مایل چہ داند کس کہ من چہ نم؟  
 از آں بد خوئی سنگیں دل چہ داند کس کہ من چہ نم؟  
 ز در دایں شبِ حامل چہ داند کس کہ من چہ نم؟  
 چو دور افتادم از منزل چہ داند کس کہ من چہ نم؟  
 چو کس اینست پادِ رگل چہ داند کس کہ من چہ نم؟

چو کس را دیدہ بینش نہ می بینم کہ می بیند

بہ چیز شاہنشہ عادل چہ داند کس کہ من چہ نم؟

۱۲۲۱

بد و بدویم شے، افسانہ آں شب بگوئیدم  
 مرا امروز بردار بلا جلوہ ست بہر او  
 شہیدِ خنجر عشقم بہ خون دیدہ آلودہ  
 گلے کز خاکِ من روید بہ گوش اہل دل گوید  
 ہمہ جا از شہیدان نور خیزد و دلم آتش  
 گراز گل شود پیدا ز من خواہد زدن بولش  
 و گر میرم بہ تعظیمِ سگان او بہوئیدم  
 سر و جلوہ کاں در لوحہ گوئید آں گوئیدم  
 بہ خاکم، ہنجاں پر خون را رید و مشوئیدم  
 کہ ”من بے فلان ارم بہوئیدم، بہوئیدم“  
 نشان است این میان کشتگانِش گز بہوئیدم  
 نہ بوییدم کہ از غیرت بسوزم گر بہوئیدم  
 پس از کشتن کہ خون آلودہ خپد بردش خسرو

از آں بہتر کہ باعث بہ خون دیدہ نشوئیدم

۱۲۲۲

نگار اعظم آں دارم کہ جانِ دہایت افتانم  
 مرا تا دادہ ای رخصت کہ کہ می گذرد رہ  
 بہ بوسہ ز لب شیرین تو اوصافِ بستانم  
 چنانم کشتی از نادادی کہ رہ رفتن نہ می دانم

لے درن غزل محذوف است    ۵۵ درن غزل محذوف است    ۵۶ درن غزل محذوف است

نیست کز زلف تو سوسے خود کشم موسیٰ  
 سلمان نیستم گر نیست زلفت کافر مطلق  
 را با آں که نگذاهند گرد کوئے تو گشتن  
 بے کو شتم که پائے خود کشم در گوشه عزلت  
 چون باد دیدن رویت بدینسانم که می بینی  
 هر جائے که بنشینم ز عنوان وفائے تو  
 چو خود کردم در کاپے دیده از دریا نیندیشم  
 تو مست ناز اگر آنگه نهای از روزگار من

ز خسرو پرس کت وا گوید از حال پریشانم

چو دادی مژده ای نعمت کت روئے بنمایم  
 به پات اردیده سایم زنده گردم یک کشتنم  
 ز خون دیده خود شرمسارم پیش تو کز وے  
 بمحرم زبیں هوس کاید شبخواب و ترا بنیم  
 شنیدن چوں تو انم ذکر تا ز گفتار هر غیرے  
 مزن طعنه که از کویم عزیز چشمها گشتی  
 بیا بد سوختن صد بار و بازدم آفرید از سر

دعا ای می کند خسرو که گردم خاک در کویت

مگر بختم کند یائے که روزے زیر پات آیم

مروی و اذول بستان خودت خوانم  
 اول بد و صد زاری جان پیشکش کردم  
 در دمی و از جاں درمان خودت خوانم  
 واک گاه به صد عزت مهبان خودت خوانم

صمانت چہ خواہم من نہ خضر نہ عیسیٰ تاہ  
 ہر چند کہ جان من دید از تو جفاے چند  
 ہر محظ مرا بدل چنگے ست در این معنی  
 از بس کہ نہ می ارزم نزد تو بہ کشتن ہم  
 بر آکب خودت جویم بر خوان خودت خوئم  
 با این ہمدرد دل جانان خودت خوئم  
 کو زان خودت گوید من زان خودت خوئم  
 قربان شوم اگر کوئی "قربان خودت خوئم"  
 از گوئے روئے خود از زدم شب خسرو  
 زیں پس کہ اگر کوئی "سلطان خودت خوئم"

۱۲۲۵

سودائے تیر زلفت کا نہ در دل جان ارم  
 گر سرنہ ہم پیشت خلکے بہنی بر سر  
 از تو نگراہنا افتاد مرا در دل  
 بے خواب کنی چشم تو دیدہ آں داری  
 گرد دلم از عشقت گرداب بلا شد غم  
 گفتم کہ "بیاب من اندیشہ مدار از کس"  
 با تو چہ دہم ہر دم چوں بہت دم سردم  
 ز اندیشہ دلم خوں شد تا چند نماں دارم؟  
 من سرمہ کنم آں را در دیدہ جان دارم  
 تا چند بہ روئے تو دیدہ نگراں دارم  
 چوں باز کنم پیشت من تیرہ آں دارم  
 تا چند از این طوفان خود را بکراں دارم  
 گر بخت دہد یاری اندیشہ آں دارم  
 گل را چہ برم صماں چوں با خزان ارم  
 در بجز تو خسرو را اینک بہ لب آمد جان

جلنے کہ رسد بر لب چندش بہ بان ارم؟

۱۲۲۶

اے گل صفت حسنت برو جہ حسن گویم  
 آں میم دہاں داندا از ابروئے چوں نوش  
 ہے ہے سخن کفر است آں موئے رس گفتن  
 زلف کہ از او آید بوئے چو دم عیسیٰ  
 سر تا بہ قدم جلنے، کفر است کہ تن گویم  
 نے نے کہ غلط گفتن من دامن و من گویم  
 بہریدہ زباں بادم گر پیش رس گویم  
 بس فکر خطا باشد گر مشک ختن گویم  
 ایں قلم زمیر خون اچوں نام عدن گویم  
 چشتم کہ دو صد دریا دار نہ ہر مژگان

لہ درن غزل محذوف است      لہ درن غزل محذوف است

پیراہن خود گھما سازند قبا درخوں گرا ز رخ جاں بخت و صفیہ ختن گویم  
گفتی: "ز دہان من خسرو تو حدیثے گوے"

۱۲۲۷ در وصف دہان تو من خود چہ سخن گویم؟

در دیدہ چہ کار آید ایں اشک چو بارانم بردیدہ اگر جانا سروے چو تو بنشانم  
خود را بہ سر کومت بدنام ابد کردم از ہر چہ جزائیں کردم از کردہ پشیمانم  
جانم بہ فدا ت آں دم کہ ز بعد دوسہ بوسہ گویم کہ "یکے دیگر" کوئی تو کہ "نتوانم"  
از تیغ جانم کش بے ہیچ دیت، زیرا زیں بیش نہ می از در درخ و فاجانم  
گر با تو غمے گویم در خواب کنی خود را ایں در دل ست آخر افسانہ نمی خوانم  
تو نام کرم گیری، من جو رستم خوانم گرچہ بہ زبان کوئی من نام تومی دانم  
چاک دلے محرم چوں دوخت نہ میانی ضائع چہ کنی رشتہ در چاک گریبانم؟

عشق بت و بیم جاں ایں نقد بہ کف تلکے؟  
خسرو بہ غزل بر گوتا دست بر افشانم

۱۲۲۸ نبض دل شوریدہ رنجور گرتیم  
زیں خانہ ویرانہ چو شد سرودل ما ماراہ در آں خانہ معمور گرتیم  
گر راہ دراز است چہ اندیشہ کہ بہناں؟ رہ تو مشہ از آں منظر منظور گرتیم  
در صورت حور آن نفس نیست ز ششش تادیدہ ز دیدار چہاں حور گرتیم  
مامردہ دلاں را ز کف غم برہانیم چوں روح نفس در نفس صور گرتیم

۱۳ درن بیت ذیل زائد است ۱۳

جانے دگر مہ باید شکرانہ فرامنت ۱۳۳ اس خط کہ در کشتن آید ز تو فرمانم  
۱۳۳ دن غزل محذوف است

## در حضرت سلطان معانی حقیقت

۱۲۲۹  
 بر دیم مثال خود و منشور گرفتیم  
 ماترک رضانے دل خود کام گرفتیم  
 در زادیہ نسیستی آرام گرفتیم  
 بدنامی و آوارگی ماچو ز دل بود  
 ترک دل آوارہ بدنام گرفتیم  
 دل زحمت خود برد ماؤ ز بلارست  
 آزاد نہ شد مرغ کزین دام گرفتیم  
 سو دلے ہم سوختگاں خام گرفتیم  
 غم خوردن پیدا بد و خون خوردن نہاں  
 ذوقے کہ ز خوبان گل اندام گرفتیم  
 ہر کس در پیری زد و داد من خمار  
 زین عاشقی عاریت آرام گرفتیم  
 اے اہل سلامت کہ نہ داری خبر زنا  
 رو سبھ ترا باد کہ ما جام گرفتیم  
 گفتمی کم جانی و تنی گیر در این راہ  
 ماراہ تولے شیخ بہ ناکام گرفتیم  
 مائیم دشا گوے و زاقبال رقیبت  
 کز وے قدرے لذت شام گرفتیم

می کن ز جفا ہر چہ توانی و میندیش  
 کاں در حق خسرو کریم عام گرفتیم

۱۲۳۰  
 آں ز گس پر ناز و جفا را ز کہ دانیم؟  
 آں ز گس بے سرو وفا را ز کہ دانیم؟  
 گر یار جفا کرد گنہ بردل ریش است  
 لے خلق جفا گوے شمار از کہ دانیم؟  
 مردم ز پے کشتن آں زلف تو جنبند  
 لے خرمین گل باد صبار از کہ دانیم؟  
 ہر شب کہ بود ماہ کہ بر بام بر آید  
 آں شہرہ انگشت نما را ز کہ دانیم؟

لے درن بیت محذوف و بہ جانش بیت ذیل زائد است  
 سودے تو تا کام دل از کام بردن برد ۛ ہر چیز ہمہ خوبان جہاں کام گرفتیم  
 لے درن غزل محذوف است

دیوانگی خسرو از اندیشہ شد آخر

آں سلسلہ زلف دوتا راز کہ دانیم ؟

۱۲۳۱

ما از ہوس روئے بتاں باز نیائیم      تیغ ست حد ما بہ زبان باز نیائیم  
گر تیر زنی بر جگر اے یا رکماں کش      تیریم کہ رفتہ زگماں باز نیائیم  
مردانہ نہادیم چو با بر سر کویت      گر سر برد و داز سر آں باز نیائیم  
باز آمدن از ہر جواناں نہ تو انیم      یک از چوتوی چوں بتواں باز نیائیم  
باز آمدن از عشق تو اماند اگر دل      لیکن زپے ماندن جاں باز نیائیم  
راندیم چناں بے تو ز عالم کا جل و عمر      گر ہر دو بگیرند عناں باز نیائیم

پیدا نفس امروز زند گر چہ کہ خسرو

زینا چہ شود گر بہ نہاں باز نیائیم

۱۲۳۲

جان ز رحمت خود برد و جاناں نہ رسیدیم      دل رخنہ شد از درد و بہ درماں نہ رسیدیم  
موریم کہ گشتیم لگد کوپ سواراں      در گوشہ کہ بر پائے سلیمان نہ رسیدیم  
دنبال دل دوست دویدیم فراواں      بگرفت اجل راہ و بدیشاں نہ رسیدیم  
در عشق غبار سر زلفش تن خاکے      شد خاک بدن زلف پریشاں نہ رسیدیم  
چوں مرغ کہ دارند نگاہ از پے کشتن      در دام بماندیم و بہ لبستاں نہ رسیدیم  
لے باد سلاے برسانی تو، اگر ما      در خدمت آں سر و خرمایاں نہ رسیدیم  
چہ سود کہ فردا رخ چوں عید نمائی      کامروز میردیم و بہ ساماں نہ رسیدیم  
از خون جگر نامہ درد تو نوشتیم      بگذاشت ہمہ عمرو بہ جاناں نہ رسیدیم

دل نزل بہ بیگانہ بہ خسرو جگرے بس

ما خود سگ کوئیم و بہ ہماں نہ رسیدیم

۱۲۳۳

غ

عمرے شد و ما عاشق و دیوانہ بنانیم  
ہر مرغ زباغے و گل بہرہ گرفتند  
وقتے دل و جان و خردے ہمرو مابود  
یاراں چو فرشتہ ز خرابات رسیدند  
در کوئے بتاں رفت ہمہ عمر در یغا  
لے بخت سیر روئے تو خوش بخت کہ بشما  
خاکستر افتادہ، نہ دم ماندہ و نہ دود  
ناگاہ بری صورتے اندر نظر آمد  
دیدیم در آں صورت دیوانہ بنانیم

خسرو بہ زبانہا کہ فتادیم ز زلفش

گوئی تو کہ موئیم کہ در شانہ بنانیم

۱۲۳۴

صافی مدعلے دوست کہ ما در کشتانیم  
ایں کا سہ سر ہرچہ داریم بہ عزت  
ہر چند کہ در کیم نہ داریم پشیزے  
کو ساقی نوخیز کہ بالائے دودیدہ  
پیش آئے لے ساقی خونین کہ پیشیت  
گر زندہ نہ داریم شبے پیش تو گر زانک  
نے رند تمامیم کزین رند و شنائیم  
گر در صف متان نش بسوئے نہ کشتانیم  
در ہمت مابین تو کہ جمشید و شنائیم  
چندان کہ دوا برو نبشاند، بنشائیم  
از لب بخوریم و ز مزہ باز فشتانیم  
خود را بہ سر کوئے تو یک شب بکشتانیم

خون خور دہم لے مست جوانی چونہ دانی

دانی چو ترا شربت خسرو بہ چشتانیم

۱۲۳۵

ت

اے از نظرم رفتہ، نظر سوئے کہ دارم؟  
دل کز تو ستانم بہ خیم موئے کہ دارم؟

تسلیم جنایت چہ کنم گر نہ کنم جاں  
چوں باز رہم قوت بازوئے کہ دارم؟  
گفتی کہ "تو ایں بے دلی از روئے کہ داری؟"  
"از روئے تو دارم دیگر از روئے کہ دارم؟"  
ہر جا کہ یکے روئے نکو جان من کس جہت  
یارب بہ چنین خوکہ منم خوئے کہ دارم؟  
اندازہ من نیست کہ برگیرم از کس چشم  
کاس چشم کہ برگیرم از کس سوئے کہ دارم؟  
دستے کہ دو تماند بہ بالین فراقم  
گر باز رسم درتہ پہلوئے کہ دارم؟  
گویند کہ "روخسرو و زو جادوئے آموز"

۱۲۳۶ چندیں دیگر از نرگس جادوئے کہ دارم؟ ب

عاشق شدم و محرم ایں کار نہ دارم  
فریاد کہ غم دارم و غم خوار نہ دارم  
آں عیش کیارے دہم صبر نہ دیدم  
داں بخت کہ پُرسش کند میانہ دارم  
بسیار شدم عاشق و دیوانہ از ایں پیش  
آں صبر کہ ہر بار بر ایں بار نہ دارم  
یک سینہ پر از قہقہہ ہجراست ولیکن  
از تنگ دلی طاقت گفتار نہ دارم  
چوں را ز بردن لغتدم از پردہ کہہ چنید؟  
گویند مرا گریہ نگہ دار نہ دارم  
ایں کوری چشم غم نادیدن یار است  
ور نہ غم ایں چشم گم بار نہ دارم  
گویند کہ "بیدار ما را ایں شب غم را"  
اندازہ من نیست کہ بیدار نہ دارم  
جانا چو دل خستہ بہ سودای تو دارم  
او داند و سودائے تو من کار نہ دارم  
خون شیر شکر دست لب تہل نہ گیم  
صمان عزیز است غمت خوار نہ دارم  
مرگم ز کتو دورا کنند اندیشہ ام ایں بہت  
اندیشہ از ایں جان گرفتار نہ دارم

۱۳۷ دن بعد بیت ذیل زائد است

تیرے کہ مرا هست بہ سینہ ز کمانے ۱۳۷ من دامن و دل کز خیم ابروئے کہ دارم  
۱۳۷ دن بیت محذوف است ۱۳۷ دن بیت محذوف است و بجایش بیت ذیل زائد است  
۱۳۷ دارم ہوس زبستی نیز ولیکن ۱۳۷ پروانہ آں علی شکر بار نہ دارم



خوں شد دل خسرو زنگ داشتین راز

چوں پہنچ کسے محرم اسرار نہ دارم

۱۲۳۷

گر آہ شدیم رہ سوے جانان ز کہ پرسم؟      دزد بھر بر دم خبر جاں ز کہ پرسم؟  
از سر زلفی مرده دلاں جاں بلب گد      داروے دل زایہ پریشان ز کہ پرسم؟  
خواب اجلم در سرو من مست خیالت      تفسیر چنین خواب پریشان ز کہ پرسم؟  
لے رات ب عشق تو رواں کشتن عشاق      در آد میاں فتویٰ قرباں ز کہ پرسم؟  
یک درد تو گرد درد و گرم زان کہ نہ پرسی      این درد کہ را گویم و دریاں ز کہ پرسم؟  
خواہم کہ کشم پیش دو بادام تو خود را      سلطان دو بیک مرتب فزاں ز کہ پرسم؟

دادند نشان دل خسرو سوے جہنمت

مست است چو آن زگیں فتان ز کہ پرسم؟

۱۲۳۸

یار غم آں سرو خراماں بہ کہ گویم؟      دل نیست بہ دلم سخن جاں بہ کہ گویم؟  
آہ از دل من دود بر آرد ہمہ شب آہ      کایں سوختگی غم ہجر اں بہ کہ گویم؟  
افسانہ من ناخوش و کس محرم آن نیست      اندک نہ بود صبر فراداں بہ کہ گویم؟  
خونابہ پیدا ہمہ بیند خود از چشم      احوال جگر خوردن پنهان بہ کہ گویم؟  
دردے مست در ایں سینہ کہ ہمہ رزقش آید      بیدرد چو باور نہ کند آں بہ کہ گویم؟  
دشنام دہد دشمن و تشنیع زند دوست      چندیں شنوم از کہ و چنداں بہ کہ گویم؟  
من قصہ دہم شرح و زمستی نہ ہند گوش      آں زود کشی دیر پیشماں بہ کہ گویم؟

بلبل نہ کند نالہ چو خسرو بہ سحر گاہ

چوں بشنود آں سرو خراماں بہ کہ گویم؟

۱۲۳۹

ہر دم غم خود بادلی انگار بگویم      چوں زہرہ آں نیست کہ بایاں بگویم

لے دین غزل محذوف است

ہر شب روم اندر سرکوں کو سے وغم خود  
 کو جان گرفتار کہ باور کند از من ؟  
 افکار کنم، محمود دل خود دل آں کس  
 شب خواب شہم نے کہ گزشتہ کس جا  
 در دے دست در آیں سینہ کہ ہیوں نتوان اد  
 خوں شد ز منتقن دل و اکنون ہم ایجا  
 چوں نشنودا و باد رو دیوار بگویم  
 گرم غم آیں جان گرفتار بگویم  
 کو راسخے زان دل انگار بگویم  
 خوابہ آیں دیدہ بیدار بگویم  
 حیف است کہ درد تو بہ اغیار بگویم  
 رسوا شوم و بر سر بازار بگویم

یک روز پیرس آخرا ز آں محنت شہما

تا کے غم خسرو لبش تار بگویم

۱۲۴۰

زیں پائے ادب نیست کہ در کوئے تو آیم ؟  
 اے کاش شوم زود ترے خاک کہ بارے  
 در کوئے تو گمہ شوم ز بونے تو با آنک  
 خورشیدی و من ذرہ کنہ بے روبرا قص  
 گفتی کہ "سیاست کنت" کے بود آں تا  
 گفتی کہ "بروجاں برا من" چہ روم چوں  
 سازم زد و دیدہ قدم و سوسے تو آیم  
 بابا دشوم ہمرہ و پہلوئے تو آیم  
 آں جا ہمہ زان رہبری بونے تو آیم  
 آں محظہ کہ در جلوہ گرہ بونے تو آیم  
 کل بستہ و آراستہ در کوئے تو آیم ؟  
 ہر جا کہ روم بستہ بہ یک موئے تو آیم

پرسی غم خسرو ز پے شرح زباں کو

چوں پیش منکدان سخن گوئے تو آیم

۱۲۴۱

بیاساقی کہ مادر مے قتادیم  
 سر رندی چو گم کردیم در عشق  
 رہا کن غرقہ گردیم ارہ برانیم  
 چہ بجائے توبہ چوں مے می نوشیم  
 بہ خدمت پیش مے خواہاں ستادیم  
 کلاہ صوفیاں را کج نہادیم  
 میان مے چو اندر مے قتادیم  
 کہ از خواباں بہ خوں روزہ کشادیم

لہ درن غزل محذوف است

لہ درن بیت محذوف است

مرادے از غم او عشق داریم چه داند او گرا ز غم نامرادیم  
 بکش اے خوش پسرا به یک ناز ہماں پندار کز مادر نہ زادیم  
 بدہ یک جام کینفس و بہ خسرو

۱۲۴۲ ہماں انگار ما ہم کیقبا دیم  
 بر رخ خاک دُرّت رفتیم و رفتیم دعائے دولت گفتیم و رفتیم  
 ز روئے خویش کردی دور مارا چو گیسویت بر سر رفتیم و رفتیم  
 جفا ہلے ترا با کس نہ گفتیم درون سینہ بہنہ رفتیم و رفتیم  
 چو غنچہ بس کہ پر خوں شد دلِ ما چو گل ناگاہ بشگفتیم و رفتیم  
 بہ خود بیروں نہ می رفتیم از ایں در دے از خود بدر رفتیم و رفتیم  
 بہ عمدت خواب خوش ہرگز نہ کردیم کنوں آسودہ دل نہ رفتیم و رفتیم  
 نہ دارد قوت رفتار خسرو

۱۲۴۳ میانِ سیلِ خوںِ افتم و رفتیم  
 ہی دزدی ز من اندام چوں سیم کد ایں سیم دزدت کرد تعلیم؟  
 زہر سیم پیشانی گرہ چیست؟ گرہ ناچند بتواں سبت بر سیم؟  
 بتای آذری بشکن از آں روئے کز آتش سبزہ برزد چوں براہیم  
 مرا حرفِ مختس است از جاں میر زلفت کہ شد چوں حلقہ جیم  
 خوش است آں حال نزدیک دہانت اگر چنینست حاجت نقطہ بریم  
 چہ بیم اندر دے چوں خرم در چشم نہ خرم از چشم داری نہ زدل بیم  
 منم در کاغذیں پیرا من از تو چو نفقہ ماہ نو بر روئے تقویم

لہ درن بیت محذوف است

لہ درن غزل محذوف است

لہ درن بیت محذوف است

چو ترک کردیم پیشیت دیدہ و دل از این پس ما و جان خشک و تسلیم  
گر آئی سوئے خسرو نیم روزے

۱۲۴۴ دوروزه عمر باز آید بد و نیم ب  
سفر کردند یا دامن جان ماہم بے بیگانگان دآشناہم  
ز مایک بار بر کنند دل را ز صحبت خیمہ مرو و فساہم  
چہ تاب رنج راہ آں نازنین را کہ راہش در دل و در دیدہ جاہم  
دو بے یادگارے داد مارا دوے می دادش از دیدہ باہم  
طفیل آہوئے صحرایچہ بودی کہ در فتراک خود بستی مراہم  
جراحت می کند از جان من عشق جدائی بند بند من جداہم  
فلک را کور بادا دیدہ ہر کہ نارد دوستان را دیدہ باہم  
اگر آں سوری از خسرواے باد

۱۲۴۵ ہو سی باد پائے مار ماہم د  
بہ بستی چشم من ز انھوں زباں ہم دلم بردی نہ تنہا بلکہ جاں ہم  
خرابم می کنی از رخ زلب نیز از نیم می کشی جانا از آں ہم  
ز تیرست مارا دعویٰ خوں گواہی می دہد دل آں کماں ہم  
ز بیدار تو خرمند ہمہ عمر اگر خوں ریزیم راضی بداراں ہم  
برو اے باد بوسے زن بگاں پائے اگر چیزے نہ گوید بر دہاں ہم  
بدہ ساقی کہ من مست و خرابم پیالہ خوردہ ام رطلی گراں ہم  
غنے دارم کہ باد از دوستان دور بہ حق دوستی کنز دشمنان ہم

بت اندر قبلہ دارم نہ ہمیں بت کز نارِ مغانہ بر میان ہم

اگر افتد قبول این جان خسرو

بہ بوسے می فروشم را نیگاں ہم

۱۲۴۶

بتے ہر روز بردل میر سازم بہ خوردن خون خود را تیر سازم

تن پیرم گرفتارِ جوانان بدیں طفلی چه خود را پیر سازم ؟

دل پارہ نیارم دوخت ہر چند رگ جہاں رشتہ تدبیر سازم

چو کا فوری نہ خواہد گشت روزم ضرورت باشپ چون قیر سازم

نہ پائے آں کہ بگریم ز تقدیر ہماں بہتر کہ با تقدیر سازم

نہ دارم چوں بہ حالِ صدق تاکے ز زہد آئینہ تروید سازم

بس از یہودہ گفتن خسرو آں بہ

ہمہ قوت تو مرغ اسخیر سازم

۱۲۴۷

خیالت بردل خود شاہ سازم ز بہریش دیدہ منزل گاہ سازم

ہمہ جاننا کم چاک ارتوانم کہ از بہر سمندت راہ سازم

جو دل خواہم برآرم از زنجیرانت رگ جہاں رشتہ آں چارہ سازم

چو کا فوری نہ خواہد گشت روزم کہ شہمائے غمت کوتاہ سازم

چو بدخواہیم صد جہاں بایدم تا نگو خواہ چو تو بدخواہ سازم

چو خسرو را تو خود شاداں نہ خواہی

ضرورت بارخ چوں گاہ سازم

۱۲۴۸

زہر موی تو دل در بند دارم دلم خوں گشت پنهان چند دارم

بہ سو گند تو جہاں را بہتام وائے کہ چندش دل بر این سو گند دارم

غمت باخویشتن گویم ہمہ شب  
 بدیناں خویش را خرسند دارم  
 برو جائے کہ من می دانم لے باد  
 کہ من آں جادے در بند دارم  
 مرا از صحبت جاں شرم بادا  
 کہ با جز تو چرا پیوند دارم؟  
 دہندم پند گفتار تو در گوش  
 چہ گوش خویش سوئے پند دارم

بہ خسرو دہ کہ من نادادہ دے

بر آں بہائے شکر خند دارم

۱۲۴۹  
 مرا دل دہ کہ من سنگے نہ دارم  
 بہ جز خونِ جسگر رنگے نہ دارم  
 دل من بردہ ای نیکو شمی دار  
 و گزہ داری اش جنگے نہ دارم  
 سر کوئے گرم رسوا کند عشق  
 چو من عاشق شدم ننگے نہ دارم  
 سرود در خود باخویشتن گویم  
 کہ نالاں تر ز خود چنگے نہ دارم  
 ز من تا صبر صد فرسنگ راہ ست  
 دے من پائے فرسنگے نہ دارم  
 دہندم پند و با من در نہ گیرد  
 کہ من عقلے و فرہنگے نہ دارم

من خسرو کہ از غم کوہ فرہاد

بہ سینہ دارم و سنگے نہ دارم

۱۲۵۰  
 غمت بآین و آں گفتم نہ گفتم  
 اگرچہ ترک جاں گفتم نہ گفتم  
 تو آجاں گفتم لے دبر تو دانی  
 کہ من ایں اندزاں گفتم نہ گفتم  
 بہ خاموشی بکش مسکین منے را  
 چہیں دریا چناں گفتم نہ گفتم  
 خوش آں لحظہ کہ تو گوئی جدناز  
 "ہیں داں کاں فلاں گفتم نہ گفتم"

بہ گوشت گرچہ گفتم را ز خسرو

تو گوئی "بود آں گفتم نہ گفتم"

۵۱ شے در کوئے آں مردوئے رفتم      سرو پاگم جو آب جوئے رفتم  
 نہ می رفتم بلا شد بوئے زلفش      خراب اندر پے آں بوئے رفتم  
 بہ کوشش رو نہ دادم بہر رفتن      زبے ہوشی بہ دیگر سوئے رفتم  
 شبت خوش باد لے دل نزد آں ماہ      کہ من خالی شدم زیں کوئے رفتم  
 شدم بد خو بہ رویش ہر دم اکنوں      کجا من دیدن آں روئے رفتم  
 بہ سینہ نقد جاں تشویش می داد      بہ رشوت دادن آں خوئے رفتم

کج ست آں زلف و می دامن بہ سوش

۱۲۵۲ بہ گفت خسرو بد گوئے رفتم      غ  
 بہ دست باد کاں سو جاں فرستم      مرا بوئے ست آخر آں فرستم  
 اگر خود تیر بر جانم کشتائی      بہ استقبال تیرت جاں فرستم  
 بہ کشتن خوں بہ ایم آں قدر بس      کہ کوئی بہر خوں فرماں فرستم  
 ہمای جوں تو داں کہ استخوانم      بگو تا برسگ درباں فرستم  
 نہ مانند اندر تنم نقدے کہ در شاہ      خراجے زیں دوہ ویراں فرستم  
 ز تیزی نظر کش نہ بہ شمشیر

۱۲۵۳ کہ خسرو را بہ تو قرباں فرستم      ت  
 پری روئے کہ من حیران اویم      بہ جاں آمد دل از حیران اویم  
 رقیبا دیدم با سے رہا کن      دور و زہ عمر تا مہمان اویم  
 بگفتندش ”فلاں مرد از غمت“ گفت      ”نہ خواہم مرد چوں من جان اویم  
 صبا ہم بر شکست از ما کہ روزے      نیا مرد بوئے از بتان اویم  
 چو مردم تشنہ من در وادی ہجر      چہ سود از چشمہ حیوان اویم  
 ز زلفش دل ہی جسم دلم گفت      کہ ”زان تو نیم من زان اویم“

چو بر خسر و سیاست را اند گفتم  
کہ با تو گفت من سلطان اومیم

۱۲۵۴  
دل بے عشق را من دل نگویم      تن بے سوز را جز گل نہ گویم  
نکایت نا درم از عشق بر عقل      جھائے شجنہ با عاقل نہ گویم  
الاے آپ حیواں پیش زلفت      رہ ظلمات را مشکل نہ گویم  
بگیرم زلفت تو فردا ولیکن      چہ زائد آں شب و حامل نہ گویم  
بہ اقطاع تو دل را خاص کریم      کہ جاں را ہم در آں داخل نہ گویم  
ز جانب نیک گویم تا تو انم      و گرد گویمت از دل نہ گویم  
بسوزم در غمت ویں راز با کس      فراقم گر کند بسمل نہ گویم

بہ خسر و گویم ای غم کو اسیر است  
و گر خود بینش عاقل نہ گویم

۱۲۵۵  
ز عشقت بقرارم با کہ گویم؟      ز ہجرت خوار و زارم با کہ گویم؟  
نہ می پرسی ز احوال کہ چونی؟      پریشاں روزگارم با کہ گویم؟  
ہمی خواہم بفرستم سلائے      چو یک محرم نہ دارم با کہ گویم؟  
نیک محرم کہ راز دل تو ان گفت      فراواں راز دارم با کہ گویم؟  
دلہ بردی غم کارم نہ خوردی      خواب ست روزگارم با کہ گویم؟

ندارد جز تمنائے تو خسرو

جمالت دوست دارم با کہ گویم؟

۱۲۵۶  
بہائی چہد سوئے یار بینم؟      نہاں دارم غم و آزار بینم  
ز صد جانب نظر دوزم کہ یک رہ      بدزدی سوئے آں غیار بینم

درد غل مخدود است      درد غل مخدود است



گہے تنہا نش خواہم یافت یارب  
 کہ بے اندیشہ آں رخسارِ بینم  
 چنین ہم پہنچ کہ باشد حذایا  
 کہ سیر آں روئے چوں گلزارِ بینم  
 ہمہ عمرم دریں حسرت بسرشد  
 کہ رویش بینم و بسیارِ بینم  
 تماشا سمیت باشد بے رخ دوست  
 کہ جانان نبود و گلزارِ بینم  
 بروئے گل تو آن دیدن چین را  
 جو گل نبود چہ بینم خارِ بینم  
 روئے رضاں تو دانی و بہشتت  
 مرا بگذار تا دیدارِ بینم  
 ز غم شب می نہ خشم باشد گل روز  
 کہ بختِ خویش را بیدارِ بینم  
 فرو گویم بہ چہشت قصہ خوش  
 اگر آں مسّت را ہستیارِ بینم  
 چنین کا فتاد خسرو در رہ عشق

۱۲۵۷  
 رہ بیرون شدن دستوارِ بینم  
 منت ہر شب کہ گرد کوئے گردم  
 نہ بہر آں رخ دل جوئے گردم  
 ہی گوید کہ جاں دہ پیش رویم  
 چہ می گوئی سیر آں روئے گردم  
 ہماں تلخ کی می گوئی ہی گوئے  
 کہ گر بنوازم بد خوئے گردم  
 زمن پرسی کہ ”بر در کیستی تو؟“  
 ”سگم گردِ سر آں کوئے گردم“  
 ز کویت بگذرم گر خاک گردم  
 ز زلفت نیکم گر موئے گردم  
 دل خسرو تو داری گر ہمہ عمر  
 بر گرد لالہ خود روئے گردم

لہ درن سہ بیت ذیل زائد است ۷

مرا جانا ز گل بوئے تو آید  
 بہر بتاں از بے آں بوئے گردم  
 زمن دی یاد و اونت بہ بد گفت  
 فدائے گفت آں بد گوئے گردم  
 صبور ہی شب فرامی گفت تا چند؟  
 گریزاں از ولت بہر گوئے گردم

۱۲۵۸

ز تو صد فتنه بر جہاں بیش دیدم  
چہیں باشد چو گفت دل شنیدم  
گذر کردم بہ بازارِ جہالت  
دلے بغر و ختم جلنے خریدم  
جہانے کشتہ اے از من مکن تنگ  
کہ من ہم در صفِ ایشان نہیدم  
بہ کویت مردنم روزے ہوس بود  
بہداشتہ بہ کام دل رسیدم  
بدار اے پندگوارِ دامنم دست  
کہ من پیرا ہن عصمت دریدم  
چہ داند بے خبر خوں خوردنِ عشق  
تو از من پرس کایں ثمرِ چشیدم  
ز گلزارِ گنہ کارم بہ بوئی  
ملکش چوں نہ بدیدم نہ چشیدم  
اگر گوئی ز من بر بادِ خویش

۱۲۵۹

ز تو نتوانم از خسرو بریدم غ  
لبالب کن قدح ساقی کہ مستم  
بہ مئے دہ جملگی اسبابِ ہستم  
مرا کن سُخِ رُو از جرعہٗ خویش  
چہ می رانی؟ کہ پیشِ خاکِ بستم  
اگر اصحابِ عشرت مے پرستند  
بیا ساقی کہ من ساقی پرستم  
مرا گویند "درستی چہ دیدی  
کہ می گوئی دل اندر بادہ بستم"  
تعالے! اندازیں بہتر چہ باشد  
کہ از ننگِ وجودِ خود برستم  
چہ مستی اے نگار تیغِ زنِ زانک  
نہ من از مے زروئے خوب مستم  
مرا گوئی کہ از کے باز مستی

از آن روزے کہ با خسر و شستم

۱۲۶۰

بیا جانا کہ جانبِ را بمیرم  
وگر میرم بہ جہاں منت پذیرم  
خلاص من بجوئیدے رفیقان  
کہ من در قیدِ میرادِ اسیرم

لے درن غزل محذوف است

لے درن غزل محذوف است

نظر گفتند داری با فقراں      من مسکین نہ آخر ہم فقیرم  
نہ می آید بہ گوشت نالہ من ؟      کہ گوش چرخ کرگشت از فقیرم  
ہی ترسم سر آید عمر خسرو

۱۲۶۱  
نہ می داند مہ نامہر بانم      کہ دور از روی خوش برچہ سامن  
چو زلف بقرارش بقرارم      چو چشم ناتوانش نا توانم  
بر باد و گدائی کن بہ کوش      بگو با آں مہ نامہر بانم  
"کہ گرچہ می ہنہ بار فراقم      و گرچہ می زنی تیغ ز بانم  
مہنوزم مہرت اندر سینہ باشد      اگر در خاک ریزد استخوانم"

بہر س از شمع حال سوز خسرو  
کہ تا گوید کہ نہما برچہ سامن ؟

۱۲۶۲  
اشتبہ سوئے دوست راہ گیریم      بے بر رخ ہجو ماہ گیریم  
دی زہد فروختیم بسیار      امروز ز مے پناہ گیریم  
اقرار بہ مئے کنیم و شاہد      بر خود ہمہ را گواہ گیریم  
زناہ کمر سوئے مئے تاج      برد کمر و کلاہ گیریم  
آں دوست کہ با صلاح کوشد      با دشمن کینہ خواہ گیریم  
نہ جان زیادتے ست مارا      کاں سلسلہ دوتاہ گیریم  
بنمائے رخ چو گل کہ نالہ      چوں بلبل صبح گاہ گیریم  
می خواند اجل بر آستان      بوسے بز نیم دراہ گیریم

خسرو کہ قلم زکارِ ما خاست

چوں ترک خطِ سیاہ گیرم

۱۲۶۳

ما دل شدگانِ بے قراریم	ما سوختگانِ خام کاریم
آتشِ زدگانِ سوزِ عشقِ	سوا شدگانِ کُئے یاریم
بودیم خرابِ ساقی دوش	امروز ہم اندر آں خماریم
ایں کاسِ سرسبویِ می رست	زیراکہ سرسبویِ نہ داریم
اے ترک چہ جائے زحمتِ این جا	تو تیرِ بزن کہ ما لشکاریم
جائے ستِ فدائے یکِ نظارہ	نہ درِ ہوسِ لب و کناریم
جنتِ طلبا تو دانی و حور	باشا ہر خود نہ می گذاریم

ما خاکِ ہمیم، مہجو خسرو

وز کُئے بتاں بہ یادگاریم

۱۲۶۴

از دستِ غمت بہ نالہ مائیم	در خونِ جگرِ چو لالہ مائیم
خورشید تو در کلالہ نہاں است	در سایہ آں کلالہ مائیم
با خاک یکے شدہ بہ کویت	چوں مردہ دیر سالہ مائیم
یک سینه ز خونِ دل لبالب	از دستِ تو چوں پیالہ مائیم
از قطرہ اشکِ وازدیم سرد	یک دامنِ پیرِ ز ثرالہ مائیم
چوں ہمیزِ تیرہ روئے آتش	در گریہ و سوز و نالہ مائیم
از محنتِ اگر نوالہ بخشند	بر یانی آں نوالہ مائیم

لہ درن بیتِ ذیل زانکہ است

از خارِ روجاں چہ پاک است؟ گر تیغِ زمند سر نہ خاریم

لہ درن غزلِ محذوف است

می کن غم خود بہ ما حوالہ

چوں درخویراں حوالہ مانیم

۱۲۶۵

ما عاشق روئے نیکو انیم      دیوانہ شکل ہر جوانیم  
ہر جا کہ چکید خوئے ز خوباں      ماخوں زد و چشم خود چکانیم  
ہر چند ز عشق موئے گشتیم      بر خاطر ناز کاں گرانیم  
ما زندہ نہ ایم جز بہ یک دوست      نہ یک تن و نہ ہزار جانیم  
ہجر است کمین جان گرفتہ      جانا تو بیا کہ زندہ مانیم  
دل خود ز غمت دگر نہ ماندہ      کاں عمر حساب راندہ دانیم  
تلمی ممنا کہ شور بختیم      شمشیر کمش کہ بے زبانیم

گر سنگ زنی و گر دہی قوت

خسرو سگ بست و ما ہمانیم

۱۲۶۶

آں مرغ کہ بود زیر کش نام      افتادہ بہ ہر دو پائے درد ام  
در دام بلا افتاد ز آغاز      تا خود بہ کجا رسد سر انجام؟  
آیا تو کجا و ما کجا ایم؟      دردا کہ بہ ہرزہ رفت ایام  
ترسم کہ بہ جور تو بر آید      ناگاہ بہ شہر فتنہ عام  
خرم دل آں کہ بانگ ارے      در گوشہ خلوتے کشد جام  
رخسار تو زیر زلف مشکیں      صبح است مقیم بر درِ شام  
چوں کام دل از تو بر نیاید      صبر از تو بھی کم نہ ناکام

نومید مشو دلا چہ دانی؟

باشد کہ بیابی خسرو اکام

۲۶۷ اندوشت رے بہ یار دارم نہ طاقت انتظار دارم  
 ہر جو کہ از تو بر من آید از گردش روزگار دارم  
 در دل غم تو کنم خزینہ گر یک دل و گہزار دارم  
 این خستہ دل چو موی باریک از زلف تو یادگار دارم  
 من کاندہ تو کشیدہ باشم اندوہ زمانہ خار دارم  
 در آب دودیدہ از تو غرقم و امید لب و کنار دارم  
 دل بردی و تن زدی ہمیں بود من بارہ بسے شمار دارم

دشنام ہی دید بہ خسرو

من بادولپ تو کار دارم

۱۲۶۸ من کشتہ روئے یار خویشم در ماندہ روزگار خویشم  
 زین غم کہ بس نہ می توان گفت بہتاست کہ غم گسار خویشم  
 در خون خود از با شمت یار بس یار توئی کہ یار خویشم  
 ساقی بدہ آن قدح مازانگ من سوختہ خسار خویشم  
 یاراں چو قرار و صبر جویند از من نہ کہ بر قرار خویشم  
 اے ناصح من کمی دہی پند می گوئی کہ من بہ کار خویشم

گویند کہ "خسروا چہ نالی؟"

من فاختہ بہار خویشم

۱۲۶۹ اے روئے تو عمر جاودانم عمرے مت کہ بے تو در فغانم  
 از زگیں جادوئے تو ہر روز پیداست کہ چہیت در نہانم؟  
 جوں سحر دو چشم تو بینم "ہذاں لیساحراں" بخوانم

لہ درن غزل محذوف است لہ درن غزل محذوف است لہ درن غزل محذوف است

رویت دیدم نگو نہ کردم  
 غم خور کہ ز عاشقی زبونم  
 می نالم ز اراذاکں کہ چون تلے  
 در اول عشق رفتم از دست  
 بر خاکِ درت فتاده ماندم  
 گفתי "غم خود بگو" چه گویم؟  
 نے با تو دے ہی نشینم  
 ہر بد کہ کنی سزائے آنم  
 مے دہ کہ زبے دلی زبانم  
 بے مغز شدت استخوانم  
 تا جوں شود آخرش نہ دایم؟  
 گذار کہ ہم چنین بعالم  
 چوں کار نہ می کند زبانم  
 نے خاستن از قومی تو انم  
 غم خسرو را بہ بیج بفروخت

بتاں کہ غلام رائیگانم

۱۲۶۰

من عاشقِ آں رخ جو ماہم  
 تا راجِ غمت شدم کہ فتنہ  
 از شعلہ بے گریخت بستم  
 در زبستم نہ ماند امید  
 بر من نفی بجند تا بوک  
 بختہ نہ شدم ز عشق ہر چند  
 گوزار ملکش کہ بے گناہم  
 زد در شب گیسوئے تو راہم  
 ہم داد از این مند کلاہم  
 ور ماند ترا حیات خواہم  
 صبحی و مد از شبِ سیاہم  
 جاں سوختہ شد ز دودِ آہم  
 گفتم نہ داشت خسرو

آں صبر کہ بود چند گاہم

۱۲۶۱

اے گر تھے ترا چہ شکر گویم؟  
 آید ہمہ بوئے آتشِ دل  
 بیگانہ و آشنا بہ یک بار  
 کز تست ہزار آبرویم  
 ہر بار کہ از جگر بہویم  
 دانند کہ من غلام اویم

لہ درن غزل محذوف است

لہ درن بیت محذوف است

اے دیدہ بجائے اشکِ خونِ نیرِ یادست ز دیدنت بشویم

گفتی کہ ”اسیرِ کیمت خسرو؟“

از غمزه بہر من چہ گویم؟

۱۲۷۲ زان غمزه خونِ خواہاں افکارِ خوش می آیدم  
اے آں کہ برد در دلم تدبیر در ماں می کنی  
ناخوش بود زخمِ نہاں زان یا خوش می آیدم  
شاہدِ پرستم خواندہ ای لے زابد و منکرِ نیم  
بگذار کاین دل بچنیں افکارِ خوش می آیدم  
تبیخ و زہد لے پاس داد نامِ کہ خوش باشد وے  
بہناں چہ دارم پیش تو این کا خوش می آیدم  
گر راست می پرسی ز من ز ناخوش می آیدم  
واں پلے نازک چون کنم رفتارِ خوش می آیدم  
خوردند اگر چہ خون من ہر چارِ خوش می آیدم  
از دیدہ رفتن سوئے تو بر خارِ خوش می آیدم  
انگریز من خار بہت اندر سرِ کویت کنوں  
خلقِ چناں داند مگر گلزارِ خوش می آیدم  
بر یاد رویت روئے گل می بینم و خون می خورم

خسرو چہ خواندی ذکر او یک بار بد گئے خوش بود

می گو کہ یاد آں صنم ہر بار خوش می آیدم

۱۲۷۳ یارب چہ باشد کہ گہے جاناں دلا خوش آیدم  
مستقی لعلِ یم یک شربت نوش آیدم  
در رہ فتادہ ماندہ ام دیدہ نہادہ بر رہم  
ماز و کشادہ ماندہ ام تلکے دلا خوش آیدم؟  
خواہم شبے کز بولے او بے خود شوم پہلوئے او  
کہ روئیم بر روئے او گرد و دوش بردوش آیدم  
گا ہے کہ عجز آید بر رہ سلطان باتاج و کلہ  
گریہ از این روزن بر رہ مانند جادوش آیدم  
اے دل مرہ یاد مازاد در چشم من کہ یہ مجو  
ناگہ مبادا کرد و سو سیلابِ رجوش آیدم  
مسکین دلم سونش رود گم گشتہ بر بوش رود  
ہشیار در کونش رود مجنون و مہوش آیدم  
اے آمدہ با صد فتن بردہ ہمہ ہوشم ز تن  
در بے ہشی مگذر ز من بنشین کتا ہوش آیدم



بس کز غمت شب تا سحر غلتید گویم بے خبر از دیدہ مروارید تر غلتاں سوئے گوش آیدم

خواہم چو سوز دہر منم پوشیدہ ماند در تنم

از آہ خسرو چوں کنم کا تش بخش پوش آیدم

۱۲۴۴ مستم کہ امشب گویاے ہائے بہناں خوردہ ام من با خیال خویشے، بانا مسلمان رخ رددہ ام

نے نے کہ خوردہ ام خونِ دچوں پوشتم از تو چوں زخم بر من گواہی می ہد ہرے کہ پیناں خوردہ ام

از تشنگی آں دولب می آیدم خوں در جگر مردم کہ در خواب از لبش دوش آبِ جوی خوردہ ام

ایں نیم کشت غمرہ را بیوں میارید از لبش تا جاں ہم آں جایم و دگر بیاہ پیکانِ رخ رددہ ام

لے مست جاں خوشی لی بر جان من طعنہ من تو جامِ عشرت خوردہ امی من جامِ ہجران خوردہ ام

وقتے بہ خسرو گفتہ امی "کت من دست خود کشتم"

۱۲۴۵ چندیں ہر غم ہائے توارشادی آں خوردہ ام ب

امشب میانِ نو خطاں مرست غلتاں بودہ ام جمع کہ بائے یک شبے مرست پریشاں بودہ ام

در جمعِ خواباں بودہ ام گر بتنے عاشق شدم عیسم مکن لے پارسا در کا فرستاں بودہ ام

گر من اسیر بت شدم لے پارسا عیسم مکن آخر من گمراہ ہم روزے مسلمان بودہ ام

با او بدم شب میں زماں در خود گم یعنی دلا من آں گد لے ام کہ شبِ ہر خوانِ سلطان بودہ ام

پرسی کہ "با من بودہ امی وقتے و عنما خوردہ امی" دوازا تو انکوں مردہ ام آں و ز با جاں بودہ ام

گفتی کہ "در داماں من خود را نشانم دست زن" عمرے کہ از شرمندگی سرور گریباں بودہ ام

شد خسرو عشقم بلا زیں پس من و دیوانگی

رفت آں کہ وقتے عقل را در بند فرماں بودہ ام

۱۲۴۶ ایک بر کوئے یا رخود من بہر مردن می روم با من کہ خواہا مکن بجاں سپردن می روم

من می روم تا بنگر مچند است کشتہ ہر درش خود را میانِ کشتگاں بہر شردن می روم

لے درن غزل محذوف است۔ لے درن غزل محذوف است۔ لے درن غزل محذوف است

چوں دیگراں مے می خوردند از ساغر وصل تو من زین غصہ سوائے میکده خوانا خوردن می روم  
میدانِ صلت لے پیر جاں می ہندگو "می ہند" من نیز از سر خاتم چوں گئے بردن می روم  
بر کشتن خسرو مگر دار دشر من آرزو

جاں بر کھٹا کنوں بردش من بہر مردن می دوم

۱۲۷۷

از غمرہ ناوگ زن شدی آماج گاہت چوں کنم ہر روز جلنے بایدم تا بردت منزل کنم  
دل رفت جہاں ہم می و دو کوئی کہ بجا خوش نیں گیم کہ ہر کس دل دہد جاں ز کجا حاصل کنم؟  
جو جو بہر مخلص را از تیغ بر خاک درت تا خوشتر مہرم دہد تخم وفا در گل کنم  
حاصل مرا صبح طرب دل عاشق شہلے غم بدر و زما در زادرا از حیلہ چوں مقبل کنم  
دی گفت "صید جاں کنم" گفت "پنہاری از عمل؟" گفتا کہ "ترک کافر" ہر سوشکا ردل کنم  
گفتم کہ "خلق از دیدت جاں می دہد بایے بکش" گفتا "منی باید مرا چندان کساں سہل کنم"

گویند خسرو میل کن بردیگراں زان بے وفا

جان و دلم بردی کرا بردیگراں مایل کنم؟

۱۲۷۸

بسیار خواہم از نظر تاروئے او یک سو کنم می خواست چشم سوئے ادا زچہ دگر سو رو کنم  
گرمی زندانم کو وفا دور است حقے نازکت این چشم خوں بالائے راد چشم آن بد خو کنم  
در چار سوئے آرزو کارے ست بار ویت مرا روسوئے من کن یک ناں تا کار خود یک سو کنم  
پہلو کنم از غم کہ او شکست پہلوئے مرا من خود سگم گرفتہ مثل شیرم ز غم پہلو کنم  
بیماریے دارم نہاں زان نرگس جادوئے تو در دم زیادت می شود ہر چندے دار و کنم  
چوں نگذرا ند زلف تو بوسے بجاناش جا کنم ہر جا کہ زلفت بگذرد خاک زمیں را بو کنم

خسرو ہمہ تن موئے شد در آرزوئے لڑوئے تو

یک مویت از سر کم شود ایں ابہ جلے او کنم

ب

جائے کہ روزے دیدہ ام روکارم اُس جا بنگرم  
ممکن نہ گرد و پیچ گ کاں پوئے زیبا بنگرم  
بیرون دم در بیرون گھمائے صحرا بنگرم  
گر نخل نہ بدیو ملے بارے تا شا بنگرم  
بگذر اباے یک نظر در پشت اُس پا بنگرم

ہر دم چونہ زانم کہ اُس رخسار زیبا بنگرم  
کہ گریہ پوشد خیم و گریہ خود شوم چون درسد  
آتش بتر گریہ دل ہر چند بر یاد و خوش  
اے باغبان لطفے مکن در بوستاں رہ وہ مرا  
دیدن نہ یارم چون رخت پا بوس خود نگذازم

خونابہ خسرو بہ دل افسرد تو بر تو بدل

چرخ منہ داداں بخت کت از خلق تہما بنگرم

۱۲۸۰

عقل نہ ماند و ہوش ہم بر نازنیناں کے رسم؟  
دشمن ہزاراں رکیں بردوست کساں کے رسم؟  
نالندہ بچوں بلبلم تا در گلستاں کے رسم؟  
صد سالہ رہ در پیش من تا در سلیمان کے رسم؟  
من بندہ ام بے جاں تے تا بر تو اے جاں کے رسم؟  
تا خود نخوا ہی خواند من ناخواندہ مہماں کے رسم؟  
باے تو زان خود دکن من خود بدماں کے رسم؟  
من شمر بند کافرے ماند من بدیشاں کے رسم؟

جانم بروں آمد ز غم آخر بہ جاناں کے رسم؟  
من عاشق و رسوا چیں خلقے زہر نفث من  
از یاد روئے جوں کلم اشک است ہر نگلم  
ہستم بہ صحرائے چمن موہ صغیف ممغن  
در جانم از غم خرمنے صد پارہ گشتم دامنے  
با این سرشتک فشاندم حیف است از تو ماندنم  
تو کردیم درد کہن اُس گاہ در مان سخن  
ہر جا کہ یار و ہمسرے رفتند در ہر کشورے

ہر شام خسرو تا سحر انجم شمار د سر بہ سر

لیکن نہ دانم این قدر تا من بہ جاناں کے رسم؟

۱۳ بعد ازین درن دو بیت ذیل زانک است ۱۳

لیکن من بے ہوش را کو ہوش دل تا بنگرم  
حیرانم اندک را خود کت جاں دہم تا بنگرم

تو خود ز بہر آزمون شوخی کنی کا یں سو میں  
از دینت جاں ہی رود در جاں و چون نیست  
۱۴ غزل درن محذوف است

۱۲۸۱

خواہم دل خوش گشتہ را از دست تو درخون کشم  
یعنی بدیدہ آرمش و ز دیدہ در جیوں کشم  
چشم کشم کہ زیر ہر مزہ دارد و صد دریائے خون  
زاں رو بہ لوک ہر مزہ صد گو ہر مکنوں کشم  
چشم خوششت مستانہ ز دتیبہ بدل دی از نظر  
بادا بہ جانم تا ابد از دل اگر بیرون کشم  
گفتی کہ چشم از لعل من بردارد بر رویم فلک  
چشم بہ خون پر دہدہ است از خون من در کشم

خواہد کہ روئے زرد را خست و بسا ز دیار سرخ

گرمیاں بہ یاد آں لبان جامے گلگون کشم

۱۲۸۲

یک شب اگر من دور از آں کیسوئے درہم افتم  
بالین سودا ز بر سر بر بستر غم افتم  
چوں در نگاہ دوسو ز من باشم رویش دل از آں  
رو سوئے دیوار آرم در شب بہ ماتم افتم  
دامن جو صبح از ہوا زمیناں کہ درخون کشم  
ہر خطہ در صد بوج خون زیں چشم پُر غم افتم  
چوں نقطہ پیش خطہ ناز خاک گندم کوں خوش  
زاں دانہ دلداز بلا روئے جو آدم افتم  
ہر سو بہ جستجوئے او چوں آب می گردم رواں  
در پائے آں سرو سی ہر جا کہ یا ہم افتم  
با غزہ کوتا ز آں کماں تیرے ز زند جان من  
بائے بہ فراق تو ز آں ابروئے پُر خم افتم

خواہم چو خست و یک شبے افتم بدان مرد در چار

بسیار می خواہم ولے از بخت بد کم افتم

غ

۱۲۸۳

باز آمد آں وقتے کہ من از گریہ درخون افتم  
دامان عصمت بردرم و ز پردہ بیرون افتم  
غنمائے خود گویم کہ او ہمدرد را باورشود  
گر من بہ محشر ناگماں پہلوئے مجنوں افتم  
سیارہ دولت مرا اگر پایہ برگردوں برد  
ہر زیں بوس درت از اوچ گردوں افتم  
چوں قرعہ گردم ہر شبے پہلو بہ پہلو تا مگر  
وقتے بہ زیر پائے تو زیں خال میوں افتم  
این گریہ گوئی بہ و غن است از ہر سوزا کہ ظلم  
کافروں شود شعلہ مرا اگر خود بہ جیوں افتم

لہ غزل دون محذوف است

لہ غزل دون محذوف است

خوابِ اجل می آیدم لابد می آید چو من بر بالین غم سر نهم، بر بسترِ خویش اوفتم  
در محنت آباد دلم خسرو نه می گنجِ غمش

فریاد و آراکون مگر در کوه و بامون اوفتم ۱۲۸۴

دیدم بلائے ناگہاں عاشق شدیم دیوانه  
دیوانه بشد ز عشق ہم ناگہ بر آورد آتش  
شمعِ ند خوابِ کالِ دل اندر سوزِ داغِ شان  
مانده دو چشمم من به جانا مکن بیگانگی  
ز آئینه هر دم تاجر اگر دخیالت را ببر  
همکام مستی و خوشی چون بحر لیانِ طرب  
بر من جفا با کرد دلست آید چه خواهی عذر آن  
چون خواب ناید بر شمعِ خسرو فداه بردرت

درواه و بدوین بنگر دغم گوید و افسانه هم ۱۲۸۵

هر سحری به کوئے تو سخله و لے خود کشتم  
بس که بغتم از غمت فرق نه باشدم دیگر  
عشق بود بلبلے من کاش بود هزار جاں  
شب که بگشت کوئے تو خام اگر به یا خلد  
رفت خطا که سر به شد خاک دیر تو تیغ کو  
چند بسینه خلق را داغ جفائے خود کشتم  
گر به درونِ پیرهن رفته به جفائے خود کشتم  
کز پے دوستی همه پیش بلائے خود کشتم  
از قره سوزنی کنم خاار زپائے خود کشتم  
تا بر خود قلم کنم خط به خطائے خود کشتم

له درن غزل محذوف است ۳ درن غزل محذوف است و به جایش بیت ذیل زائد است ۴

دوا برویت سرا با هم در کار دزدی بلبلے دل ۵ دزدیده چشمک می زنداں زگیستانه هم

۳ درن بیت محذوف است و به جایش بیت ذیل زائد است ۴

تا بر سر لے خویش یک نفیست دیده ام ۵ هر نفس به درد خود درد دیرائے خود کشتم

دعویٰ یار و زہد بد وہ کہ نسبت رہ بہ دل پیش در تو ہمیت صدق و صفائے خود کشم

بہر دھالی می کشد خسرو خستہ درد و غم

بر تو چہ منت ست چون جور بے خود کشم

۱۲۸۶

بر در تو ز دشمنان گر چہ کہ صد جفا کشم  
غنجہ دل بہ ناز کی بشکند ہم بہ سان گل  
طعنہ زنی تو از جفا من نہ بہ ترک ز رصفا  
شرم زدیدہ نادیم کو بتو دید و اں گئے  
کشت فراق و کافرم وہ کہ بیاؤ زندہ کن  
سر بہ در تو کردہ خون می کم و ز درد روں  
ولے کہ خونم آب شد چند زدیدہ خون خورم  
ہر شہم از خیال تو دل نہ دہد زباں زدن  
دوستیم حرام باد از تو پائے واکشم  
صبح دے کہ ناگہاں بوئے خوش نصبا کشم  
تحفہ پادشاہ را پیش در گدا کشم  
خاک درت گذاشتم منت تو تیا کشم  
پیش چناں لب دہاں منت جاں چرا کشم  
ناتشہ سر جو خاک راہ از تو چگونہ پاکشم؟  
آہ کہ سوخت جان من چند ز دل بلا کشم؟  
من بہ جینیں عقوبتے تا بہ سحر کجا کشم؟

بخت ستیزہ کار من ای ہمت تاخت بر سرم

خسرو مستمند را چند بہ ماجرا کشم؟

۱۲۸۷

آن نہ منم کہ از جفا دست زیار در کشم  
دل بہ خطا بتاں شد و دامن خویش می کشد  
شاہ سوار من کجا تنگ قبائے کج کلا  
عمر من ست بار تنگ پیچ و فغانہ می کند  
طاقت صبر طاق شد بر سر راہ اور دم  
خیز و قیامتے منا بہر شمار عاشقان  
یک سہروزہ خطا خود از پے کشتنم بکش  
یا پس زانوے خرد پائے قرار در کشم  
دامن من بہ چند جا از سر خار در کشم  
تاش دروین چشم خود اسب سوار در کشم  
عمر اگر وفا کند ہم بہ کنار در کشم  
دیدہ آپ رفتہ را بو کہ غبار در کشم  
تا بہ میانہ خویش را گاہ شمار در کشم  
تا بہ عوض بہ جائے او ایں تن از در کشم

لے درن بیت محذوف است

ساقی بخت اگر شبے بادہ بہ کام ما دید جام مراد تا بہ لب از لب یار در کشم

خسرو بے لب تو ام مست شبانہ بہت

یک دو لب ہم بدہ تا بہ خمار در کشم

۱۲۸۸

ملکت عشق ملک شد از کرم الہیم  
قاضی شہرم ار کشد بہر وطن روا بود  
شد سیم ز عشق رو گریہ در اواز کم  
چند بہ ناز خفتنت وہ کہ مباد ناگیاں  
پشت من و پلاس غم اس مست قبلے شکیم  
خاصہ کہ آب دیدگاں داد بخوں گواہیم  
گریہ چہ سود چوں زرخ شستہ نہ شکیم  
شعلہ بہ دامت زندانالہ صبح گاہیم  
حیف بود زہر جاں دعوئے بے گناہیم  
من و کہ این عمارتم گر تو خراب خواہیم  
توے لعل خور کہ من بر سر تا بہ ماہیم

ہم رہ خسرو مست داس تا بہ عدم و فائے تو

شکر کہ عقل بے وفا ماند ز نیم راہیم

۱۲۸۹

گر گلے نہ دی ز باغ خود بہ خائے ہم خوشیم  
چوں عنان دولت نے تقدیر دست او بہت  
بادہ و صلت گوارا باد و ہر کس را کہ من  
روئے زرد ماؤ سنگ آستان و زو شب  
در دہائے کہنہ داریم از تو درد دل یادگار  
گر میان عاقلان سگے نہ داریم از خبر د  
چوں بہ گاہ آمدن در دم بہ بند رفتنی  
تا ہنوز اندر رہے با انتظارے ہم خوشیم

گرچہ جان خسرو از بیداد تو بہ لب رسید

جو ریا را ز انشکایت نیست بائے ہم خوشیم

۱۲۹۰

اے خوش آں روزے کہ بابا یا خود خوش ہو گم  
 ہوئے او خوش خوش بھی یریم می دادیم جاں  
 قامت و تیر و قدم او کماں ہر دو ہم  
 دی ہر پائے من زہ ہریدہ و من ساختہ  
 از خیال او کہ سرتا پائے باشند نقشبند  
 انقلاب چرخ بگر کہ پے یک وزہ دل  
 ہر یک ساعت کہ دست اندر کھنڈ و دشتیم  
 سی و ہشت عمر در شش پنج غم شد سر بہ سر  
 ہر کے گوید کہ سونے داشت خسرویش از اس

ایں نہاں خاکسرم از وقتے آتش بودہ ایم

۱۲۹۱

ماگر فتا و غم و از خویش تن و اماندہ ایم  
 سخت جانیم و بلاکش ز آرزوئے یوئے دوست  
 ہجر خواہد گشت انکوں کہ بہ چند میں عاشقی  
 صبر تا با کار گردش از بلائے ماگر بہ سخت  
 گر بگویم مسلمانان نہ شاید منع از آنک  
 دوستان از ما جدا گشتند چوں خون نگریہیم

گر بیائی جان خسرو لیتیم ورنہ ز شوق

مردن آمد یا خود اینک بر سر پا مانده ایم

۱۲۹۲

بادہ مددہ سا قیما تا جائے در جانش کنیم  
 و در درون دل دروین آید سہودانش کنیم

لے تاکہ ہر سہ غزلیات مخلوق است در ن



در دل ما گر عمارت خانہ اے کردہ است غم  
 آدمی گرے خورد سرتا قدم گو ہر شود  
 نہ ہرہ گرد بزم مایک جو بہ جنبانہ ترک  
 چوں برقص آئندستان و کمان بر کشند  
 ساقی خورشید و شگور نور بخت ماہ را  
 دل بہ سکر است کش غم زہر داند شراب  
 ساقیا گر ز اہل اسے خوارہ را کافر کنند  
 ہر کسے گوید "مخوے عقل فرماں می دہد"  
 بادہ در اسلام اگر کوئی "سوام" ایں ست کفر  
 بادہ را نیم وہ سیل تند ویرانش کنیم  
 ماہہ از مے گرسازیم و غلتانش کنیم  
 گاوش از گردوں فرو آریم و قرانش کنیم  
 چشم بد گرتیز بیند تیر بارانش کنیم  
 گرنہ از خورشید خواہد نور یا یانش کنیم  
 یک دو شربت دیگرش بد مہم سانش کنیم  
 ماہ محراب دوا برویت مسلمانش کنیم  
 عقل بائے کیست در عالم کفرانش کنیم  
 کایں چنین نعمت خور یکاں گاہ کفرانش کنیم

مجلس آرا نیم گربائے قدم رنجہ کند  
 از زبان بندہ خسرو گوہر افشانش کنیم

۱۲۹۳  
 اے سفر کردہ رچشم و در دل و جانے مقیم  
 پیش از آں روزے کجاں ابا بدن شہ اتحاد  
 کس مقیم کعبہ مقصود نتواند شدن  
 بادہ نوشیدن بہ خلوت لذتے دارم بدم  
 اشک گرد از سموم قبر تو آب حیات  
 مدعی فقرم میں کز دولت عشقش مرا  
 روز باشد تا نیاید از سر کویت نسیم  
 عشق تو با جان من بودند ما را قدیم  
 تانہ گرد خاک پائے محراب آں حریم  
 خاصاں ساعت کہ باشد نازک اندامے ندیم  
 زندہ گردد از نسیم طبع تو عظم رمیم  
 ہر نفس دہ پیچے می دہد طبع کریم

ہم بہ مکتوبے ز خسرو یاد می کن گاہ گاہ

چند باشی محتر ز از طعنہ مشتے نسیم

۱۲۹۴  
 گر گذرا فتنہ ترا در کوئے جاناں اے نسیم  
 خدمت من عرصہ کن در خدمت یا را قدیم

لے درن غزل محذوف است

لے درن غزل محذوف است

طوہر ہستی را حجاب دیدہ بینا ساز  
تا جواب "لن ترانی" نشنوی ہجوں کلیم  
سب انکم از جنابش کے رود ہر جانبہ؟  
سائل کے روئے بر تابد ز درگاہ کریم؟  
شد دلم بیا و چشم نا توان او و بیج  
آن طبع مانہ می برد از حوالِ سقیم  
گر صبا آرد نسیمے از تو بر خاک ریش  
جاں برا فشانم روان و سنتے دارم عظیم  
از درش زاہد بہ بارغ جہنم دعوت مکن  
سرفرونا رد سگ کویش بہ جنات نعیم

بس بدی با کردہ ام یارب طفیل نیکواں

عفو فرما ہر چہ خسرو کرد از لطف عمیم

۱۲۹۵

ہر شبے چو آں رخسار گلناری کنم  
تا بوقت صبح از مژگاں گری باری کنم  
گاہ از تھن دہاں دامن بسوزم زہد را  
کہ ز دود سینہ سقف آساں تازی کنم  
تیر مژگانش بہ جانم تار سیدان لوک آہ  
ز خما ہر صبح در نہ طاقی زنگاری کنم  
گر تمنائے جفائے او بہ خون ریزم بود  
سختہ غم را بہ خون خویش ہم یاری کنم

ضربت غم می خورم سلطانی آسا تا بہ کے؟

قبلہاں روئے آں رخسار گلناری کنم

۱۲۹۶

بخت گویم نیست تا پیش تو سربازی کنم  
تو بہ جاں چو گاں زنی گیمن مرندازی کنم  
پوستے دارم کہ دروے نقد ہستی ہم نہ ماند  
با خریدارانِ غم چوں کیسہ پردازی کنم؟  
با خیالت جاں بہ یک تن کے روا باشد گن؟  
بافرشتہ دیو را خانہ بہ انبازی کنم  
چند نالام دریں ویرانہ دور از کئے تو؟  
آفتابم در پس دیوار سجڑا ماند و من  
من نہ آں مرغم کہ با بلبل ہم دازی کنم  
چشم او تر کے مست مست و خنجر خونی بہ دست  
سایہ را مانم کہ با دیوار ہمر ازی کنم  
چشم او تر کے مست مست و خنجر خونی بہ دست  
وہ کہ بایں مست خونی چند جاں بازی کنم  
سر و گفتش خط ہم از سبزہ پیش بند گیش  
گر ز آنادی برم با خود سرا فرازی کنم

لے درن غزل محذوف است

لے درن غزل محذوف است

ہرکے گوید کہ ”کو حالِ خودِش خسرو بہ شعر“

دل کجا دارم کہ دعویٰ سخن سازی کنم

۱۲۹۶  
بخت اگر مارے دہچوں جاں دلا خوش کنم  
تلخ گوید آں لب و ہچوں شکر نوش کنم  
بر سرِ من عقل اگر دعوائے ہشیاری کند  
روئے تو بنایم و از خوش بے ہوش کنم  
آتشِ عشقش فرو پوشم در این شخص چو کاہ  
شعلہ روشن تر شود ہر چند خد پویش کنم  
سرفرو آرم زدوش و رانم اندر راہ او  
چو فرو نام ز رفتن باز بردوش کنم  
آفتابِ عارضِ آں مروریاد من مست  
کافرم تا صبحِ عشر گھر فراموش کنم  
گو سکے از کوئے تو تازہ برائے زندگی ؟  
من دیم اد گیرم و چوں حلقہ در گشت کنم

آشنا باید کہ گیر دستِ خسرو زان زمین

ہیں در آیم زان کہ چون یاسٹ بجوش کنم

۱۲۹۸  
منزلِ عشقت کہ من پوشیدہ در جاں می کنم  
رخ گواہی می دہد ہر چند پناہ می کنم  
جاں کہ بند رفتن مست ماندش ز بہر است  
کز کمانت ہر زماں من وعدہ پیکان می کنم  
تو شدہ جانِ گراں گشت از برائے آں جہاں  
بس کہ غم ہایت ذخیرہ از پئے آں می کنم  
گفتی ام ”خاکِ دم بہر چہ می داری بہ چشم ؟“  
گر یہ چشم را جراح ت کرد در ماں می کنم  
دیدہ بیریدایں زماں از دیدن غم ہائے تو  
ہر کجا شنیم دلِ حلقے پریشاں می کنم  
غزہ می زد گفتش ”چوں عاشقاں جاں می کنند  
چیتاں ؟ گفتا ”برایشاں مردن آں می کنم“  
لے کہ دلہامی ست از خلِ نفتم ”ایں چہ راست ؟“  
گفت در بازار غم نریخ دل از زان می کنم

جان و دل دادم خیالش را کجا ماند بہ جا ؟

خسرو اچوں درد بر کا لانگہباں می کنم

۱۲۹۹  
سایہ وارم ہر شب از سودائے زلفت چوں کنم ؟  
چند گردِ خویش تن کہ سحر و گد افسوں کنم ؟

از دل بد خوئے خود خوئی ناب لے دارم کہ گر  
 قوبہ بند کشتن من من بر آں کزد و سستی  
 قطره لے از دل بروں ریزم جگر باخوں کنم  
 عمر خود را بگسلم در عمر تو افزدوں کنم  
 چو نثار خاک پایت گو لے مکشوں کنم  
 گر تو ام جان خود از دست تو بیرون کنم  
 ده که شاه رخانه لے را وقت می چوں کنم؟  
 گفتمی ام دل را چرا از عشق تازی سوئے زبده

روح مجنوں آید و آموزد آیت هائے عشق

۱۳۰۰  
 عزم آں دارم که از دل نقد جان بیرون کنم  
 قائم از غم و دوا کردی ز آه من بترس  
 آرمش در پیش خود را از میان بیرون کنم  
 کاسماں دوزد خدنگے کز کماں بیرون کنم  
 تیر تو بیرون نیارم کرد جاں بیرون کنم  
 سرو اگر چه نارون باشد و اں بیرون کنم  
 تند رستی را به شیراز جهاں بیرون کنم  
 گر چنین باشد مگر از خانه بیرون کنم  
 ماه را گردن نه گیرم ز آسماں بیرون کنم  
 گر نه در پیش تو ماه و آسماں گردن بند

مهر تو گر نیست خسرو را به مغیر استخوان

۱۳۰۱  
 یک سخن گز از لب شکر فشاں بیرون کشم  
 آرزو دارم میان بنگر مے پیرهن  
 صد دل گم گشته را از وے نشاں بیرون کشم  
 ماه من بگذارت لے از کتاں بیرون کشم  
 نیم جان هست اگر گوئی هماں بیرون کشم  
 هم به بوس جان دیگر زان دهاں بیرون کشم  
 مغیر او از نوک غمزہ از استخوان بیرون کشم

خطا تو در چشم من بنشست تدبیرے بساز  
تا کلیم خود گم ز آب رواں بیرون کشم  
چوں جہاں لایم طوفان مست ز آب چشم  
رفت مہتی گم توانم زیں جہاں بیرون کشم  
بس کہ آہ آتشیم در جہاں دار و گذر  
آبائے بینی سراسر از زباں بیرون کشم  
لے ترا صد کشتہ چوں من چند گوئی کز جفا  
خوں بہ ماں نیم و جان فلاں بیرون کشم

یک شبے مہاں خسرو باش تا از جملہ تو

۱۳۰۲  
سینہ را خالی کنم را زبناں بیرون کشم  
نے مجال آں کہ اورا از دل خود بر کشم  
دیدہ را اگر حق آں نبود کہ دیدہ اور دے تو  
من زخوں ہائے کز و خوردم ز چشمش بر کشم  
گر نہ ترسم زان چہ در خوانہ ماند یا ر من  
بر کشم دیدہ بجائے دیدہ اورا در کشم  
در رہے کورفت ایں سرتانہ گرد خاکِ ہ  
ہم بہ خاکِ راہ اورا زان خاکِ اش بر کشم  
بر خودش خوانم فضولی ہیں کمی خواہم بہ جہد  
عاقبت روشن شود ہم خانہ بار اسوز من  
چہ جہ آہ آتشیں از خلق پہناں در کشم  
جوں بر آں انسون تواند داشت خسرو ساہا

۱۳۰۳  
گر توانم یک سخن زان لعلِ جاں پرور کشم  
لے خوش آں شہبا کہ من در دیدہ خوابے دشم  
بارہا یاد آورم در خواب بے ہوشی روم  
ب کہ چراغِ روشن و گہ ماہتابے داشتم  
چند داغ بے دلی بیوستہ بینم پیش ازیں  
آں کہ وقتے با خیالِ دوست خوابے داشتم  
روزگارِ آیدہ نتوانست دید و کرد و خوں  
دل مرا بود از جہ ویران و خرابے داشتم  
محرے دیدم شبے ز دیدہ بیرون ر کشم  
من کہ بر رویم ز چشمش خویش آ بے داشتم  
آں چہ دولت بود کاندہ یک شبے خنور زان  
آں مہر خوانہ ہا کاندہ کبابے داشتم  
کوئی از فردوسِ عظم فتح بابے داشتم

گفت "نوازم برت" گفت "آں چہ شرب من گذشت" کائے ہشتی روئے دور از تو عذابے داشتم  
 زاریم بہ شنید یار و گفت "می نالی ز عشق"

۱۳۰۳ خرم آں روئے کہ من بادوست کائے داشتم  
 باوصال ادبہ شادی روز گائے داشتم  
 داشتم بایسازیں اندیشہ کا یہ جاں بروں  
 برزباں راندنی آرام کہ یائے داشتم  
 تن جو گل صد بارہ شد ازس کہ غلقتیم خاک  
 ازضوں آں کہ خرم نو بسائے داشتم  
 خوش نیاید کایم ازخانہ بروں کا یہ خانہ را  
 دوست می دارم کہ درمے دوستائے داشتم  
 نیست ربغے گر تن از غم موند و نہج مرستیں  
 کائے ز تار مویں خوباں یا دگائے داشتم  
 چند گوئی "صبر کن درد ز شادی در رسد"  
 طاقتم شد صبر کردم تا قرائے داشتم  
 عشق گوید "خروا وقتے دل خوش داشتی"

ایں زماں جوں نیست جوں گویم کہ "آئے داشتم"

۱۳۰۵ یاد باد آں کز لبش ہر بھٹہ جائے داشتم  
 وزمے و شلش بہ نو ہر روز جائے داشتم  
 مست آں ذوق کہ درد و زخاں چہم او  
 زماں لب یا قوت گوں عیش مدائے داشتم  
 آخرے جاں یا دکن یک شب دور افتا گوں  
 روزے آخر با تو من حق سلامے داشتم  
 روزہا می خواہم آں شب کز عبیر زلف او  
 جوں نسیم صبح دم مشکیں مثلے داشتم  
 ایں سرافرازی کجا یا ہم من کوتاہ دست؟  
 کز ہواداری سرو خوش خراے داشتم

یا دخر و گر فراموش ز نام و ننگ شد

ایں قدر بایے بگو "وقتے غلامے داشتم"

۱۳۰۶ دوش من روئے جوانہ آں شلے دیدہ ام  
 جہاں فدائش گرچہ ہر جاں بلالے دیدہ ام  
 کشت آں ذوق کہ دی از حال من گفتند گفت  
 "یاد می آید کہ من روزنیش جائے دیدہ ام"

خواستے بدھ زکوٰۃ حسن چون باں مرا  
بر کستم میں دیدہ کنزے پر کستم خوانا بہ لیک  
زادہ ویش فرخندہ شد فام چو جان عشق رفت  
عشق را گفتم "کمال عقل" گفت آخر گئے  
دیدہ برگفت "اندر ایں کوچہ گدائے دیدہ ام"  
زافش می دارم کہ وقتے زیر پلے دیدہ ام  
کامیں مر فومن بہ روئے آشنائے دیدہ ام  
معنی پیر خرد در روستائے دیدہ ام

صدقبائے خوں چو گل پوشیدہ خسرو از دوجنم

خلعتِ سروے کہ دی زیر قبائے دیدہ ام

۱۳۰۷

من کہ دور از دوستان و زیار دور افتادہ ام  
چوں زیم کزدل دہند خلق و دلدار کی کنند؟  
گر نہ خواہی یاری از جان و بزم در فراق  
پیش ہر سنگے ہی ریزم ز دل خوانا بہ اے  
گرچہ ہجر کشت ہم شادی کہ بازی چند گاہ  
لے کہ ساماں جوئی از من ترک جام گیرانگ  
مرغ نالام کہ از گلزار دور افتادہ ام  
من کہ ہم از دل ہم از دلدار دور افتادہ ام  
حق بہ دست من بود کز یار دور افتادہ ام  
چوں کنم چوں کزد و دیوار دور افتادہ ام  
زاں دل بد بخت بد کردار دور افتادہ ام  
سالما باشد کہ من زیں کار دور افتادہ ام

عیش من گو تلخ باش لے آشنا یادم مدہ

زاں لب شیریں کہ خسرو از دور افتادہ ام

۱۳۰۸

این سہم یارب کہ بادلدار ہم زافوشدم  
دور دور از آفتاب روئے اومی سوختم  
وصل و از بس کہ باد شادی اندر می مید  
شکر ایزد را کہ گشتم جمع و رفت از من فراق  
از پے دیدن ہمدرد و چشم گشتم ہمجو شمع  
چندیم بگذار چوں دیدن رہا کردی بہ بلغ  
پہلوئے اور فتم اندر خواب و ہم پہلو شدم  
گشت جہاں آسودہ چون در سایہ کیسو شدم  
من نہ بگم در جہاں گرچہ از فراق تو شدم  
رفت جہاں کیسو دل کیسو و من کیسو شدم  
وز بزلے شدہ چوں آتش ہمہ تن بدوشدم  
مردنم بگذار چوں باز یستن بدوشدم

لے دن غزل محذوف است

مرد دُوری نیتم گر خود دل شیرم دهند

خسروا دل ده کمین زین پس سگایین گشتم

ب

۱۳۰۹

باز وقت آمد که من سرور پریشانی نهم  
سودہ گشت از سجدہ راہ بتاں پیتانیم  
تو بہ جنب لے بخت و دشواری بشہایم پس  
دل بہ زلف یا روا زن صد پیام غم بر او  
او نہد تیر بلا را در کمان ناز و من  
اے صبا گم دے ز لعل مکتبش بر من ساں  
دیدہ گاں ہر تو ہم لے سرو آزادت غلام  
بر من افتاں جرعلے زان حالہم خود تا از نشاط  
روئے زیبا بینم دبر خاک پیتانی نهم  
چند بردل تہمت دین مسلمان نهم  
من گرفتارم کجا پہلو بہ آسانی نهم  
چند داغ غم برایں مسکین زندانی نهم  
جاں نهم در پیش و بردل منت جانی نهم  
تا دوائے ہر جراحت ملے پینانی نهم  
ایں ست کہ تہ بینی ار بر سر و بستانی نهم  
رخبت ہستی را بہ بازار پریشانی نهم

جوں پریشاں گشت کا خسرو از عشقت چہ سود؟

گر کنوں صد پے بر سر دست پیتانی نهم

۱۳۱۰

نہ کنم عشق کو بہ کہ سر گناہ دارم  
چونیاں و نیاید ز رہے جزاں کہ پیش  
ز فراق شہر بندم بہ کدام سو گریزم؟  
شیکہ ز سوز سینه کمت چو شمع روشن  
چہ کنم کہ آپ حسرت نہ کنم رواں زمرگاں  
چو فرو شدم بہ طوفاں چہ کنم جفاے دیدہ  
چہ کنم نہ می توانم دل خود نگاہ دارم  
جلوے برخاک ریزم نظرے بہ راہ دارم  
کہ بہ گرد قلعہ جاں نہ بلا سپاہ دارم  
ہمہ تیرگی کہ دد دل نہ شب سپاہ دارم  
کہ بہ سینه ز آتش دل ہمہ دود آہ دارم  
چو گذشت آہم از سرچہ غم کلاہ دارم

مکش اربہ نامہ جاں رقم وفا نوشتم

نہ من سیاہ نامہ بہ جزاں گناہ دارم



ب

شب من سیر شد از غم من کن کجاست جویم؟  
 نہ ای آں گلے کا رد سوائے مات ہیج بائے  
 ز پے دل خود ست این کہ من انصبات جویم  
 سخت بہ سرو گویم خبرت ز باد پرسم  
 تو درون دیدہ کدل ز کساں حیرات جویم؟  
 بہ دل و دو دیدہ و جاں ہمہ جا ہفتہ ہستی  
 چونہ بنیم آشکارا بہ کدام جات جویم؟  
 تو کہ بردیر تو گم شد سر و تاج پادشاہاں  
 چہ خیال فاسد ست این کہ من گدات جویم؟  
 دلِ مٹے گرفت از دیں بت من کجاست یا بزم  
 شب من سیر شد از غم من کن کجاست جویم؟  
 تن زار من شکستی دل و جاں ذات سازم  
 طلب از کئی سیر من ز سیر رضات جویم  
 جو ز آہ درد منداں سوئے تو رو د بلاے  
 بہ میاں سپر شوم ہم روہ آں بلات جویم

سیر گم شدہ بخوید مگر از دیو تو خسرو

ز کجاست بخت آنم کہ بہ زیر پات جویم؟

ب

ز تو نعمت ست و راحت لب شکرین روہم  
 بہ من آفت ست و فتنہ دل پر بلاؤں ہم  
 ہمہ عشق و آرزوئے غلظ کہ در لطافت  
 شدہ بقرار و مجنوں ز تو عشق و آرزو ہم  
 نہ فقیہ اگر فرشتہ چو تو گر حریف یا بد  
 نہ ہند ز کف پیالہ بہر د سیر سبوح ہم  
 تو کہ خون خلق ریزی چہ غمت آں کہ ہر دم  
 رو د آب دیدہ ماز غم تو آرزو ہم  
 چہ بلاست بارک اللہ مخ تو کز اں تحیر؟  
 بہ خوشی اندامندہ ہمہ کس بہ گفتگو ہم  
 بہ کرشمہ کہ گہ ایں سو گزے کہ بہر رویت  
 جگرے دو بارہ دارم نظرے چہا سو ہم  
 کشتی و بہ ناز گوئی کہ "اجل ہی بر جاں"  
 دل تو اگر نہ رنج میر من رخ نگو ہم

بہ فدا ہزار جانت دی ارچہ صد چو خسرو

بہ خراش غمرہ کشتی بہ شکجھائے موہم

۱۳۱۳

نفسے بروں نہ دادم کہ حدیث دل نہ گفتم  
 سخن نہ گفتم از تو کہ ز دیدہ دُر نہ بگفتم  
 چہ کنوں نہفتہ گویم کہ شرم ز عشق رسوا  
 کہ بر روئے آیم آمد غم دل کہ می نہفتم  
 من از آن گمے کہ دیدم بہ دو چشم خوابناک  
 بہ دو چشم خوابناک کہ اگر شبے بختتم  
 ہمہ خلق خواند مجنوں ز پے تو آم کہ ہر دم  
 بر صبا پیام دادم، بہ پرندہ را ز گفتم  
 من اگر ز دیدہ رفتم میر کوئے تو چہ رنجی؟  
 کہ رہے ز دور رفتم نہ ستانہ تو رفتم  
 شب من ہزار سالہ تو بہ سینہ طرفہ کا لے  
 کہ ہزار سالہ را ہم بہ میان وبا تو خفتم

رسدت کہ بوئے خسرو نہ کشی کہ ناز نینی

کہ من آن گلِ عذابم کہ ز خاز غم شگفتم

۱۳۱۴

وقت آنست کہ ما رو بہ خرابات نہیم  
 چند بر زرق وریا نام مناجات نہیم؟  
 گہ فروشیم مصلّا ز پے بہ از آنک  
 رخت تزد ویر بہ بازار مکافات نہیم  
 مست گہ پائے بلبل ز چو در آن ثابت پاست  
 دیدہ داریم دل و جان تن از عشق خراب  
 عاشق صورتِ خوبیم کہ خلق ہمہ سر  
 شاہ جاں گشت چو باز بچہ نفسی کج ناز  
 دیدہ داریم دل و جان تن از عشق خراب  
 بر رخابی دوسرہ وجہ خرابات نہیم  
 بردر کعبہ و ماہر قدیم لات نہیم  
 بینم اندر محل نشہ مریخ و سمرات نہیم  
 بردر کعبہ و ماہر قدیم لات نہیم

دل خسرو کہ ہمہ شیشہ می می سجد

رنگ قلب است کہ در پلہ طاعات نہیم

۱۳۱۵

عمدہ بار آگہ آن شد کہ ز سرتازہ کنیم  
 غزل سوختہ خواہیم از آن مطرب مست  
 غمناک را کہ آگہ آن شد کہ ز سرتازہ کنیم  
 داغ دیرینہ خود باز ز سرتازہ کنیم  
 جگر سوختہ را ریش کنن بکشا ئیم  
 دردہا را بہ ہمہ شہر خبر تازہ کنیم  
 دردہا را بہ ہمہ شہر خبر تازہ کنیم

لہ تا لہ ہر سہ غزلیات درن محذوف است

مست ولا یعقل بادوست بہ بازار شویم قصہ عشق بہ ہر کوچہ و در تازہ کنیم  
چوں خورد بادہ لبش پاک کنیم از دامن و ز سر لودہ گئے دامن تر تازہ کنیم  
امشب کن ست کہ افسانہ ہجراں گوئیم ورترا خواب برد بار دگر تازہ کنیم  
زندہ داریم از این پس شب اگر عمر شود پس دعائے شہ جمشید گھر تازہ کنیم

زلف آشفتنہ از آن روئے بہ یک سوئے نینیم

جان آزرده خسرو بہ نظر تازہ کنیم غ

۱۳۱۴

ماہ کوئے تو سکانیم و بہ راہ تو خیمم این کہ پیش تو پس مست از ہمہ رؤین برسیم  
دیگر اے راجہ کنی گرد رخ خویش پسند کن پے سوختنی ہم من و دل ہر دو بسیم  
گرو از ندر قیبان تو مارا، خاکیم و بسوزند، بسوزیم، کہ خاشاک و خیم  
ماکہ ہاشیم کہ مارا سگ خود نام ہی؟ این سخن بادگرے گوئے کہ ما ہیج کسیم  
در میاں ہیج نہ و خشک زہانے بہ دہاں عالمے کردہ پر آواز تو گوئی جریم  
عذر تقصیر نہ خواہیم کہ از خدمت رفت گرخدا خواستہ باشد کہ بہ خدمت برسیم  
بہ یکے جرعے باد خرا از خود مارا کہ بہ بازار فنا در گر و یک نفسیم

مومیائی بہ کرم ہا بہ فلک بر خسرو

کہ زنا چیزی چوں سایہ پیر لکسیم

۱۳۱۵

فرخ آں روز کہ دیدہ بہ رخت باز کنم تو مرا جانپ خود خوانی و من ناز کنم  
چند گوئی کہ "توی نال کہ من می شنوم؟" این نہ چنگست کہ پیش تو چوم ساز کنم  
سالما شد کہ نہ یا ہم خبر و در کویت دل بیروں شدہ را آیم و آواز کنم  
باغبان ناز تو کہ گد بود ار فرمانم بلبلم بر سر خود آیم و پرواز کنم  
بہر لبستگی اے دوست رو بہ بگذار این گرہ من نہ توانم کہ دگر باز کنم

خلق از صحبت من غمزدہ گشتند از آنک  
 ہر کجا شنیدم و عنہائے خود آغاز کنم  
 ابر را مایہ کم آید گرہ باریدن آب  
 گر نہ در گریہ خون باخودش انبار کنم  
 دل بہ یک قلب زدن برد بہ یکے او و کنوں  
 جہاں ہم اندر سیر آں چشم دعا باز کنم  
 خسرو ا جان و دل تن ز تو بیگانہ شدند

دیگہاں را چہ غم آر محرم این را نہ کنم  
 ۱۳۱۸  
 اے خوش آں دم کہ سخنہائے تو در گوش کنم  
 جاشنی کردہ از آں لب بہ سخن گوش کنم  
 مست آئی تو و پس گوئی "از ہوش مرو"  
 باش بارے بزم دآں کہ سخن گوش کنم  
 می خلی روز و شب اندر دل آزرده من  
 بہ چہ مشغول شوم کہ تو فراموش کنم؟  
 وہ کہ از دو دیکہاں تن چوں کاہ بسخت  
 تملکے این آتش افروختہ بخش پوش کنم؟  
 اے خردمند در این گوشہ سخنہائے کسے مست  
 کے تو انم کہ سخنہائے تو در گوش کنم؟  
 کیست خسرو کہ عنای گیر تو گردد بہ وصال؟

لیکن ار حکم کنی غاشیہ بردوش کنم  
 ۱۳۱۹  
 پیش روئے تو حدیث مہ و جو زانہ کنم  
 در کنم نیز یقیں داں کہ بہ عمدانہ کنم  
 بہ تماشائے رخ چوں گل تو می آیم  
 در بگوئی بہ چین بیش تماشا نہ کنم  
 آں چہ بر من لب تو می کند لے جہاں من نیز  
 می تو انم کہ کنم بر بہت امانہ کنم  
 تا بگویم کہ فلاں در دل من آرد جلے  
 خویشتن را بہ دل پہنچ کسی جہاں نہ کنم  
 تو ہمہ خوں کنی از غمزدہ و من آہ کنم  
 پس بگوئی "مکن لے شوخ، مکن بتانہ کنم"  
 دوش گفتی کہ "دولے بکنم" ترسم از آنک  
 ناگہاں در دولت آید کہ "کنم یا نہ کنم"

بوسلے چند بگفتی کہ ترا خواہم داد

گر بہ خسرو نہ دہی بیش تقاضا نہ کنم

غ

۱۳۲۰

خویش را شمره و بدنام بدنیساں نہ کنم  
 نہ تو انم کہ ترا بینم و افغاں نہ کنم  
 من ہاں بہ کہ گذر بیش بہ بتاں نہ کنم  
 من نہ می گفتم کا فسانہ ہجراں نہ کنم  
 بعد از ایں چارہ ہماست کردیاں نہ کنم  
 ہر کسے مصلحتے گوید و من آں نہ کنم  
 تا نظر بازی از ایں بیش بہ خواں نہ کنم  
 روزگار خوش درویش پریشاں نہ کنم

من اگر ہر دیر تو ہر شبے افغاں نہ کنم  
 گرد ہم در دوسرے تنگ میا برن از آنک  
 روزے انیا درخت پیش گلے خواہم مرد  
 وہ کہ دیوانہ دلم باز بہ بازار افتاد  
 غم خورد ایں دل بے چارہ ز بانہ داری  
 آستایاں ہمہ بیگانہ شدند از من از آنک  
 شکر گویم ز تو اے توبہ کہ کورم کردی  
 خلق گویند دعا خواہ ز خواں نہ روم

چند گویند کہ خسرو ز بتاں چشم بدوز

گر میسر شودم روئے بدیشاں نہ کنم

۱۳۲۱

وز دلم پوشش ایں راز نیاید چہ کنم؟  
 دیدہ باز آمد و دل باز نیاید چہ کنم؟  
 چوں رضا دوم انبا ز نیاید چہ کنم؟  
 وز تحیر ز من آواز نیاید چہ کنم؟

بے تو جان رفت و بہ تن باز نیاید چہ کنم؟  
 باز داری کہ من دیدہ بہ رویم چندیں  
 از یک ابرو دہیم دل کہ بہ خشم جانت  
 تن کم طعمہ ز اغان بیاباں لیکن

خسرو از یاد لب گریخت خود بگذرد

آں حلاوت ز چین کا ر نیاید چہ کنم؟

۱۳۲۲

آں چین ملتقم می نگذارد چہ کنم؟  
 ہرچہ آں شوخ چو در چشم نیارد چہ کنم؟  
 گر بود چہ نہ حیواں نہ گوار چہ کنم؟

المقاتے بہ من آں ماہ ندارد چہ کنم؟  
 سودہ شد بر صفت سرمہ تن سنگینم  
 ہر پیالہ کہ زے بر لب او نوش کنم

لہ درن بیت محذوف است لہ درن غزل محذوف است لہ درن غزل محذوف است

باد را گفتم "پیغام من اورا بگذا ر"      آں قدم ست سبک چون نگذار دچہ کنم؟  
 برگ کا ہے شدم از کاہش بسیار و مرا      باد زلفش برخسے ہم نہ شمار دچہ کنم؟  
 زلف او در سر ہر موی جفلے دارد      وز وفا یک ہر مو نیز نہ دارد چہ کنم؟  
 گوید "چشم تو چندین پیر می بار د خوں؟"      ہم نہ خواہم کہ بیمار د' چو بیمار دچہ کنم؟

می کشد ہر دم از اندیشہ خود خسرو را

یک دم اندیشہ بہ خود می نہ نگار دچہ کنم؟

۱۳۲۳ ہر شب از دست غمت دیدہ و دل خوں شوم      واں کہ از ہر فرہ را وق شدہ بیروں شوم  
 گاہ گاہ بہ سر زلف تو در می آیم      بادے در ہم واں ہم ز غمت خوں شوم  
 مردم دیدہ کند رقص بہ صحرائے دورخ      چوں ہم وز یر دل خستہ بہ گردوں شوم  
 روزگارے ست مرا سخت پریشاں غمت      چہ کہنے بہ تو و ایں عمر بہ سر چوں شوم؟

خار خارت نہ شود از دل خسرو بیروں

گر چہ از خون جگر رخ ہمہ کلکوں شوم

۱۳۲۴ سوئے من ہیں کہ ز ہجرت بگذا ر آمدہ ام      روئے ہمائے کہ بہشت بہ نیاز آمدہ ام  
 بہ سر زلف درازت کششے داشتے      زان کشش کردہ بہ شہلے دراز آمدہ ام  
 از تو رفتم چہ کنم صبر چو نتوانستم      ایک آشفقہ و عاجز شدہ باز آمدہ ام  
 گردا بردئے تو بینم من مدہوش مرغ      چہ کنم مست بہ مہراب نماز آمدہ ام  
 دل من جہاں تو بخشید و منم بردانہ      وز پے سوختن شمع طر از آمدہ ام

خسروم از چو منے دور مکن جستم کہ من

خاک در گاہ شدہ بندہ لواز آمدہ ام

۱۳۲۵ بے تو امید نہ دارم کہ زمانے بزمیم      سہل آں ست کہ تا چند بہ جانے بزمیم

رضعت زیتنم نیست ز چہنم تو ولے      گرد بد غمرہ شوخ تو امانے بزم  
چو دہان تو یقین نیست رہا کن بانے      چند گاہے کہ تو اتم بہ گمانے بزم  
دست دہ بردہن خویش ہوے تو مرا      مگر از لطف تو دستی بدہانے بزم  
خسروم لیک چو فرہاد شدم کشتہ عشق

گر بہ گوئی کہ چلو نہ است فلانے بزم

۱۳۲۶  
بخت برگشتہ زمن تا تو بر فنی زہرم      کے بود باز کہ چوں بخت در آئی زہرم  
گفتم احوال دل خویش بہ گویم بہ کسے      لیکن از بے خبری رفت بہ عالم خبرم  
پیش از ایں یک نفسم بے تو میرفت بسر      بعد از ایں تا فراق تو چہ آید بہ سرم  
جاں سپر ساختہ ام ناوک ہجران ترا      تا ہمہ خلق بدانند کہ من جاں سپرم  
بے گل روی تو چوں غچہ دلم تنگ آمد      بہم آں ست کہ بر خویش گریباں بدرم  
سرو گفتم کہ بہ بالائے تو مانند روزی      زہرہ ام نیست کز یں شرم بہ بالانگرم  
خون دم می طلبم باز یقین می دامنم      کہ من از دست تو گردل بہر جاں بہرم  
ترک دنیا کنم از سوائے خودم راہ دے      کو سر کوئے تو تا من ز جہاں در گذرم  
تا خیال رخ خوب تو مرا در نظر است      می نماید ہمہ ملک دو جہاں در نظرم  
بہ صوری بہ تو اں کرد مدا و خسرو

۱۳۲۷  
من و کج غم و در سینہ ہماں سیم تنم      بہم آں است کہ ہر روز کہ آید بہرم  
چوں دلم زمزمہ شوق بر آرد ہر صبح      چہ کند دل نہ کشاید بہ بہار و چہنم  
عاشقی ام کہ گر آواز دہی جان مرا      از سیر حال بہ قص آیم و چہرخی بزم  
بس کہ ہیروں و درونم ہنگی دوست گرفت      دوست از سینہ ام آواز بر آرد کہ "منم"  
بوسے پوسف زند از باز کنی پیر ہنم

لہ درن غزل مخدوف است

رنگم آید کہ گس بر شکرش سایہ کند  
در فرشتہ بدو آں سو پر و بالش فگنم  
سایہ ہچو ہایم بہ سرا فگن زان پیش  
کہ فراق تو کند طعمہ ز اغ و ز غنم  
ہمہ شب نام تومی گویم و جان در طاپاک  
کیست آں محظہ کہ چیزے بزند بر دہنم؟  
من کہ بر بویے تو در را و صبا خاک شدم  
چوں کشاید ز نسیم گل و بویے سمنم؟

خسروا بیچ نہ دامن کہ چہ طاعت بودایں

روئے در کعبہ و دل سوئے بتانِ ختم

۱۳۲۸

خرم آں روز کہ من آں رُخ زیبا بینم  
او کند ناز و من از دور تماشا بینم  
شکر جانِش کہ پیرا ہن دلمہا گوئی  
بس نش خواہم از اغیار کہ تنها بینم  
دلِ من گاہ خرامیدنش از دست برفت  
ہر کجا پائے نہادست من آں جا بینم  
دل نہ و صبر نہ و ہوش نہ و طاقت نہ  
من در آں صورت زیبا بہ چہ یارا بینم؟  
آخر لے شاخ گل تازہ نو بر تا چند؟  
خارِ حسرت خورم و جانبِ خراب بینم؟  
کیست خسرو کہ کند بوسہ ز پائے تو ہوس؟

ایں بسم نیست کہ از دور در آں پا بینم

۱۳۲۹

یارِ بے آں روز بیاہم کہ جمالت بینم  
چند بر یادِ جمالت بہ خیالت بینم

لہ درن بیت ذیل زائد است ۵

من چو جاں بدہم باید کہ بہ خون دیدہ  
تھہ دوست ذلیند و دعائے فگنم

لہ درن بیت محذوف و بہ جایش سہ بیت ذیل زائد اند ۵

دوش مہ دیدم و گفتم کہ تراجی ماند  
زہر اہم نیست ازین خرم کہ بالا بینم  
وعدہ فرداست نہ فردا کبشم من مگر آنک  
باد اوں رُخ شہزادہ والا بینم  
شمس آفاق خضر خاں کہ بطعہ جان بخش  
ہر دمش معجزہ خضر و مسیحا بینم

لہ درن غزل محذوف است



شاہِ حسنی دُ سپاہ تو بلا و فتنہ  
چوں بہ گنج بہ دولہا بس بودم کایں تن خوش  
نیست بس آں کہ شہم بے تو چو سائے گزرد  
خواہیم سیر بہ بینم کہ بمیرم در حال  
چشم از گوش بردر شک کہ نامت شنود  
می خورم خون ز سفایے کہ تو می نوشی  
لے کہ می سوزیم از پند و نصیحت یارب

صفا خسروم آخر بہ قفس ماندہ اسیر

تلمکے از دُور در آں کنجدِ حالتِ بینم

۱۳۳۰  
حالِ خود باز بر آئینِ دگر می بینم  
آں پسر باز کناں می رود اندر درہ من  
کہ تواند کہ مرا باز رہاند امروزہ  
جاں بہ طاپاک بروں می رود می آید  
ہم بہ اقبالِ غمش جاں بہ غمش خواہم داد  
ایں نیم تفتہ دیرینہ فرو پوش کن دے  
آخر آں پائے تو جلے بز میں می آید  
پیش آں زلفِ پریشان تو آید روزے

باز کارِ دل خود زیرِ وزیر می بینم  
دل افتادہ آں راہ گذر می بینم  
کیست آں فتنہ کہ در پیشِ نظر می بینم  
خلق دانند کہ من عارضِ تری می بینم  
راہ یک خندہ از آں تنگ شکر می بینم  
شر بت سیر بدہ زان کہ خطر می بینم  
من برایں دوشِ چرامنتِ سر می بینم  
آں چمن زدہ بہ شب تابہ سحر می بینم

لے درن بیت محذوف است

لے درن بیت محذوف است

لے درن بیت محذوف است و بہ جایش بیت ذیل زائد است

مہرِ بدایہ من رنجِ کمین روز بہ روز  
روزگارِ دلِ شوریدہ بتری بینم

بیم خسرو ز فراق تو بہ رسوائی بود

آخر الامر ہاں مست چودر می بینم

۱۳۳۱

می گذشتی و بہ سویت نگراں می دیدم  
 بچو دزدے کہ بہ کالائے کساں می نگرد  
 ز ادمی مردم و در رفتن جاں می دیدم  
 جاں بہ کف کردہ در آن نیناں می دیدم  
 از دل گم شدہ سر رشته ہی جستم باز  
 پرستش حال دل از طرہ اوزہر نہ بود  
 اوز محرومی بخت بد من می خندید  
 عاشقہ گرچہ شود کشتہ غمی نیست چہ بابک؟  
 اے خوش آن شب کہ بہ یاد رخ اونی خفتم  
 ہم ز اول اجل خویش ہی دانستم  
 ز ادمی مردم و در رفتن جاں می دیدم  
 جاں بہ کف کردہ در آن نیناں می دیدم  
 کہ بہ فزاک و گمے سوئے عنان می دیدم  
 گرچہ از خوں تہ ہر سوئے نشان می دیدم  
 من طبع بستہ در آن شکل دہاں می دیدم  
 گاہ گلے ست بہان گذراں می دیدم  
 در دلم بودی و در خواب ہاں می دیدم  
 کہ دل و دیدہ بہ سویت نگراں می دیدم

مردن خویش ز تو بود گماں خسرو را

شد یقین اینک ہر آن چہ گیاں می دیدم

۱۳۳۲

مردے شد کہ نظر بر رخ یارے دارم  
 نازینے مست کہ بہر شل دیں می بازم  
 بلبل امیں ہما فغاں ز ہما لے دارم  
 خوب فئے مست کہ با او سرو کالے دارم  
 مست لدارم اگر می نہ بود ورنہ از آنک  
 ہر کہ بہر سد کہ "تو دل سوئے فلانے داری؟"  
 می روم غاشیہ بردوش غبار آلودہ  
 با ملا دانش گر فتم کہ بیامے نوشتم  
 بیخ منکر نہ شوم، گویش "آئے دارم"  
 چہ کنم خدمت دیوانہ سوا لے دارم؟  
 گفت "بگذار بجسم کہ خمالے دارم"

لہ درن بیت مخدوف است۔ لہ درن بیت مخدوف است و بجایش بیت ذیل زائد است۔

اوستا ز دیدہ من غائب و من ہم زان سو : جاں کناں می شدم و دیدہ کناں می آیم

لہ درن غزل مخدوف است

## خسر و خدمت خواباں کسم از دیدہ از آنک

۱۳۳۳ ہرچہ دارم من بے چارہ زیائے دارم غ  
گرچہ از عقل و دل و دیدہ و جہاں برخیزم حاشا للہ کہ ز سودائے فلاں برخیزم  
یک سال پیش من اے جہاں ہمیشہ تابداں خوش دلی از جہاں جہاں برخیزم  
گفتیم یا ز من و یا ز سر جہاں برخیزم از تو نتوانم ولیک از سر جہاں برخیزم  
از پس مرگ اگر بر سر خاکم گذری بانگ پایت شنوم نغمہ زناں برخیزم  
ہرگز حشر چو از خاک بر انگیزند ہم زہر تو بہ ہر سو نگران برخیزم

خسر و ہمیدہ ہمیدہ کہ ہر دم با تو

شادمان شینم و با آہ و فغاں برخیزم

۱۳۳۴ کس بدیں روز مبادا کہ من بد روزم کس بدیں گونہ مسو ز اد کہ من می سو ز م ت  
دیں نہ مانندست کہ تا نامہ عصمت خوانم دل نہ مانندست کہ تا تحتہ صبر کہ موزم  
شب بے رفتہ بہ بیداری و آں نخت نہ بد چند شب تا بہ سحر ہیچ چراغ افروزم  
آ خر ای چشمہ خورشید کیے روئے ہمائے کہ دم صبح مرادی ز رخت یک روزم  
ترک قتال و مرا گریہ و زاری بسیار آں گناہست کہ بروئے نہ کند فیروزم  
چند گویند کہ رسوا شدی از دامن چاک چاک دل را چہ کسم گیر کہ دامن دوزم؟

غم نہ بود از دگران تا رہ خسر و تو زدی

گشت معلوم حد طاقت خود امر و زم

لہ درن سہ بیت ذیل زانکند سہ

ہویم ہست کہ پیش تو دے بخشینم دوز سر ہرچہ بگوئی پس از ان برخیزم  
مردم دیدہ ملاہر تو در خون بنشانند من بہ رویت نگریم دوز سر جہاں برخیزم  
نا توان گشتم از ان گونہ کہ نتوان خاست و مرادست گیری تو رواں برخیزم

۱۳۳۵  
 دل آواره بر جایست که من می دانم  
 بوی خون دل مشک سر زلفیم رسید  
 بجای گرفتار بود ایست که من می دانم  
 سبزه بر خاک شهیدانش دلخوار بمیس  
 نگر این بادز جایست که من می دانم  
 چشم وزلف رختار چه هم عشاق کنند  
 زان که این مهر گایست که من می دانم  
 گفتی از تیغ سیاست کنم این لطف بود  
 لیکن این شکل بلا ایست که من می دانم  
 زانکه بجز تو سرا نیست که من می دانم  
 آنکه با خسر و گوئی که وفا خواهم کرد

۱۳۳۶  
 اینم ای شوخ جفا ایست که من می دانم  
 دل شکسته باره که صد جا گمیش بر بستم  
 نقد عشق است که در هر گریه در بستم  
 حاصل این بود که من از دل خود بر بستم  
 تممت بیده بر زلف معنر بستم  
 دلم از خوس بد خویش به زنجیر افتاد  
 که کشاید که هم از خون گمیش در بستم  
 دل من بسته زلف شد و نکشاید باز  
 سر به دیوار که من میکده را در بستم  
 دی خرابات شد گفت سبکوش می زن  
 من که با تابه همت کنم از اطلس چرخ  
 خسر و عشق در آینه دلم مرده ترا  
 که به دایم شیر جبریل منور بستم

۱۳۳۷  
 سبزه باغی و دلد بیروں رویم  
 مست در صحرائے مینا گوں رویم  
 دوستان مستند و باران می چکد  
 همچنان خیزان فرا بیروں رویم

له درن بیت ذیل زالمداست ه  
 غم در کوئے توام رفت و نه گفتی روزی  
 به درن غزل محذوف است  
 کنیں ہم کہنہ گوئے مست کہ من می دانم  
 به درن غزل محذوف است

مطرب وے گرچہ موجود است لیک  
خوب دے نیست آخر چوں رویم  
اے صبا آں سروبالا را بخوان  
تا بروں با آں رخ کلگون رویم  
چند یا در سرو بارے چند گاہ  
ہم وہ آں قامتِ موزوں رویم  
روئے خواباں دا دے بے ہوشی است  
چوں نہیم را با چینل فیوں رویم

جدا و گیریم و بر خسترو بریم

سلسلہ درد دست بر مجنوں رویم

۱۳۳۸

اے بہ چشم تو خوار و خواب ہم  
در لب تو انگبین حلا ب ہم  
زلف مشکینت کہ دل درد در او  
ہست مثل تاب چون بیتاب ہم  
در خیالِ روے و موت ہر شبے  
طالبِ شب می کنم ہمتاب ہم  
دل گرفتار است چوں خون خوار است  
زاں کہ خون گیرا بود جلّاب ہم  
بس کہ خارا است آب چشم پیش تو  
غرق آیم بردت بے آب ہم  
چند چوں بے رحمتاں خواہیم کشت  
مہرے آخر می کند قصاب ہم

دین خسرو ہیں کز ابرو و رخسار

شد دلش بت خانہ و قصاب ہم

۱۳۳۹

اے رخت چوں ماہ و از مہ بیش ہم  
خستہ کردی سینہ مارش ہم  
غمزہ تو بر صفِ خواباں زند  
گر نہ رنجی بردل در ویش ہم  
تیرہ کردی عیش ما و روز دل  
روزگار عقل دور اندیش ہم  
کشم از دست جفایت خویش  
بر تو آساں کردم و بر خویش ہم  
می رود صبر من آوارہ زمن  
بس نہ می بیند زیم و پیش ہم

لہ درن غزل محذوف است

لہ درن غزل محذوف است

گرچہ برجہاںم قیامتہا از دوست

تا قیامت عمر بادش بیش ہم

۱۳۴۰  
 در فراق زندگانی چوں کنم  
 با چنین غم شادمانی چوں کنم؟  
 یا ربد خو و فلک نامر باں  
 تکیہ بر عمر و جوانی چوں کنم؟  
 عشق و افلاس و غریبی و فراق  
 من بدینسان زندگانی چوں کنم؟  
 ماہ من گفستی کہ "جاں دہ" می دہم  
 عاشق آ خر گرانی چوں کنم؟  
 خواہ بخونم ریز و خواہی زندہ کن  
 بندہ ام من را ایگانی چوں کنم؟  
 من نہ بودم مرد سودائے تو لیک  
 بے درم بازار گانی چوں کنم؟  
 حال خود دانم کہ از غم چوں بود  
 چوں تو حال من دانای چوں کنم؟  
 ما جزلے دل نوشتم بر دورخ  
 گر تو بینی و نہ خوانی چوں کنم؟  
 ترخ بوسہ لیک میدانم و لیک  
 باقضاے آسمانی چوں کنم؟  
 مست باشی پاس چوں فرمائیم  
 من کہ دزدم پاسانی چوں کنم؟

در بہ خسر و بوسہ ندہی آشکار

مراہم زخم نہانی چوں کنم؟

۱۳۴۱  
 باز باد درد جدائی چوں کنم؟  
 باز با ہجر آشنائی چوں کنم؟  
 دل زجاں چوں برکنم روز و ناز  
 ترک آں ترک ختائی چوں کنم؟  
 عقل گوید "پارسائی پیشہ کن"  
 مست عشق، پارسائی چوں کنم؟  
 گفتش روز و دایع دوستان  
 گر بہ زودی بازمانی چوں کنم؟

گفت "کائے مستغرق در یائے عشق

خسروم، من بیوفائی چوں کنم؟

۱۳۴۲  
 بر جہالت مبتلا یم چوں کنم؟      من بر عشقت بنیایم چوں کنم؟  
 لاف عشقت می زخم جانا دے      بس فقیر بے نوایم چوں کنم؟  
 گفتی ”از کویم برو بیگانہ باش“      با سگانت آشنایم چوں کنم؟  
 سر بہ شاہاں در نہ می آر دھریف      من کہ درویش گدایم چوں کنم؟  
 روزگارے شد کہ از لعل لبش      کشتہ یک مرحبایم چوں کنم؟

خسر و بے چارہ می گوید بہ صدق

”عاشق روئے ستایم چوں کنم؟“

۱۳۴۳  
 می زنی تو غمزه من جاں می کنم      وز دل مجروح پیکاں می کنم  
 چوں نہ می یارم کہ بوسم پائے تو      پشت دست خود بہ نڈں می کنم  
 می رود جاں رخصت نظارہ دہ      ما کہ خوش این می کنم آں می کنم  
 عاشق سیم کہ چوں کاوش زخم      کوئے آں چاہ ز ننداں می کنم  
 بر سیم ”کاندر چہ کاری خسر و ا؟“

اینک از دوری تو جاں می کنم

۱۳۴۴  
 راہِ دل پوشیدہ پا جاتاں برم      در درادر خدمت درماں برم  
 نیک می دانم کہ خویش باز گشت      چوں برو در دیر میر بھراں برم  
 اے مسلماناں نہ پندارم کہ من      از چناں کا فردے ایماں برم  
 دل برازیں ساں کہ دیدم شکل تو      من عجب باشد کہ از تو جاں برم  
 دادیم تو جاں کہ جانا دل بدہ      بندہ ام از جان دل فرماں برم  
 دل بہ موئے آونختہ پیش کشتم      دزد گردن بستہ بر سلطان برم

لے تا لے درن ہر سر غزلیات محذوف است

زلف را از بند خسر و گو کہ چند

۱۳۴۵ رنج ایں سودائے بے پایاں برم؟ و

دوش رخ بر آستانش سودہ ام  
گرد دولت را برا و اندودہ ام  
جاں بہانہ جوئے وی بنیم زخمت  
ہیں کہ من بر خود چہ نا بخشودہ ام  
از درت سنگے زدندم نیم شب  
سگ گماں بردند و آن من دہم  
در پذیرائے کعبہ چوں مردم بہ راہ  
گر نہ کردم جج رہے پیو دہ ام  
کشت ہجرم خوں بہا یل میں است  
کایں قدر گوئی کہ من فرسودہ ام  
دیدنت رونے بہ خواہم ہم مباد  
کہ شبے در ہجر تو نغمو دہ ام  
دل بے جاں می کند با من بہ عشق  
در تپ غمناش از آن افزودہ ام  
از تری خواہد چکیدن گویا  
آں لبان لعل کش بستودہ ام

غم بہ کشت و پریم "خسر و چہ حال؟"

شکر کہ لطف تو بخت آسودہ ام

۱۳۴۶ ہر شبے با گریہ ہائے خود خوشم  
گرچہ ہست آں روغنے بر آئشتم  
مرگ شیریں شد مرا از عیش تلخ  
زندہ کردم وہ کزین شربت خوشتم  
گل زباغ وصل نزدیکیاں بر بند  
من چو سگ از دور با سگے خوشتم  
لے کہ با بوسی فغانم زن کہ من  
زاہد کو یم دے شاہد و شتم  
بس کہ جانم عاشق و شنام است  
ہر کہرا گوید بہ سوئے خود کشتم  
یک نفس بنشین کہ میرم پیش تو  
تافض باقی ست پنج و یا ششتم  
مور کہ میرد نہ باشد خوں بہا  
پے سپر کن زیر پائے ابر شتم



ز آہِ خسر و جانِ من امین مباش

کاسماں دوزست تیر ترکشم ۱۳۴۷

توبہ دیرینہ نامی بہ شکم  
ساقیا درده شرابِ روشم  
ساقیم گرچوں توبت روئے بود  
توبہ چو دھرا یاں بشکم؟  
دقتِ آید عاشق از مستی خوش  
آں کہ زان مے مست میر کاں منم  
دامم از گریہ خوں آلود چیست؟  
من کہ با یوسف بہ یک پیرا ہنم  
بہ رسمِ کاندو چہ حالی باز گوئے؟  
ایک از اقبالِ تو جاں می کنم  
ہر نفس آہے کشم وز روز بد  
روزگارِ خویش را آتش زدم  
زندگی و مردن من چوں زست  
تحتِ جاں چیست بارے بر تنم؟  
بارِ عشقت بس پذیرم منتے  
باز سر گر کم کنی از گردنم

گفتِ خسر و سوزشے دارد از آنک

بلبلِ دامن نہ مرغِ گلشنم

دلِ برادر جاں نشیں فی العین ہم ۱۳۴۸  
اے ز قوتِ دادی بہ جاں فی القلب ہم  
گریہ خوں ہیں و می کن پرستے  
چوں بہ ماند اکنوں مرا فی الجسم ہم  
چوں کنم من خوابِ خوش در گشتِ چشم؟  
توبہ خندہ گوئیم فی المحشر ہم  
تا زہر دل برد غمِ حالِ رخت  
میں ہمہ جا غمِ بحرا لحال ہم

عمرِ خسر و در غمِ رویت گذشت

چند باشند دوریم و الصبر ہم؟

۱۳۴۹

از دوزلے تو شکن و ام کنم  
وز برائے دل خود دام کنم  
از پے آں کہ بہ رویت نہ رسد  
چشمِ بد را بہ سخن رام کنم

۱۴ درن غولِ مخدوف است

۱۵ درن غولِ مخدوف است

تا تو نمائی رو، گرم زلف  
چشم از زلف سیاه تو کشم  
از تو صد جور و جفا می بینم  
دل نه دارم که نهم بر دگرے  
بوسه خواهم و گرتند شوی  
خوشتن را عجبی نام کنم  
نیست حلوائے تو بر خسر و

چو بدان لب طبع خام کنم؟  
غم آن لعل شکر خند کشم  
زلف تو هر سروے نانے ست  
نیست مانند رخت آئینه  
نه کشم من سخن تلخ از کس  
ور کشم از لب چوں قند کشم  
کورم از گرد مگر در دیده

خاک در گاه خداوند کشم

گر سخن زان قدر عنا گویم  
با چنان قدر کمر بر بندی  
تا تو در سینه درونی دل را  
دل من حامل غم کردی و من  
هر دو چشمم که در آب اندیکه  
به رقیب آئے شب تابینیت  
سر نهم بر کف پایت و ان گاه  
"لَیْسَتِی کُنْتُ تَرّاً" با گویم  
بیش از آن ست که زیبا گویم  
جائے آن ست که بر جا گویم  
تیر در خانه جو را گویم  
"زَا دَهْ اَللّٰهُ تَعَالٰی" گویم  
هر یکے دویم دریا گویم  
حال خود گویم و تنها گویم  
"لَیْسَتِی کُنْتُ تَرّاً" با گویم

نه درن غزل مخدوف است

نه درن غزل مخدوف است

آں چناں سوختہ ام از جورت      کہ بسوزد دلت اورا گویم  
 حالِ خسرو نگر ابر و مشکن

۱۳۵۲  
 گر نگویم سخنی      یا گویم  
 روئے تو ماہِ سامی گوئیم      موی تو مشکِ ختامی گوئیم  
 پیش آں قامتِ چون نیشکر      سرور از ہر گسای گوئیم  
 مرتزایک نظر از ماند رسد      گرچہ انگشتِ نمائی گوئیم  
 دیدہ را خاکِ درت می دانیم      تانہ دانی کہ ریامی گوئیم  
 شکر آن ست کہ اندر لبست      سخن این ست کہ مای گوئیم  
 قہر خود ز لبست می جوئیم      غصہ خویش ترا می گوئیم  
 کعبتین ست دو چشمت کورا      مہر بازی بہ دغای گوئیم

طایقِ محرابِ دوا بردت زدود  
 ما بسینیم و دعای گوئیم

۱۳۵۳

من عاشقِ نہ رعنا کرد دست کام خواہم      کام ہمیں کزاں در خاکے بہ گام خواہم  
 دارم ہوس کہ میرم در پیش تو رکیم من؟      نہ خضر و نہ مسیحا نہ این مقام خواہم  
 از زندہ داری شبِ چون نیم کشتہ گشتم      از کشتگان ت مانا خواہے تمام خواہم  
 من خونِ دیدہ نوشتم این است عشرت من      آیا چہ جائے بادا بے تو کہ جام خواہم  
 یا ہم اگر گدائے شاہ بہ گرد کویت      نقصان بود بہمتِ گر ملکِ شام خواہم  
 دیدن ز بس کہ بینم حسن تو دیگران را      نہ گلِ درست بینم نہ مہ تمام خواہم  
 خود را سلام گویم از تو بدین شوم خوش      تو ز ریختہ بختی من سیم خام خواہم

لے درن غزل محذوف است

لے درن غزل محذوف است

بر در عشق بازی خسرو دوانہ خواہد

در دش نصیب من شد من بردوام خواہم

۱۳۵۴

ب

ابر بہار باران دین چشم خوں فتان ہم  
صحرا و بوستان خوش وین جان زار ماندہ  
بلبل بہ باغ نالان عاشق چہد فغان ہم  
ناسایدے بہ صحرا در باغ و بوستان ہم  
در شہر بے تو نتوان داشت کہ در جہاں ہم  
ز آب حیات خوش تر وز عمر جاوداں ہم  
خواہی بہ دیدہ بنشین خواہی بہ سینہ جاکن  
گفتی بہ حجت خط شد ملک من دل تو  
صد منت از تو بر من کرد دولت جہالت  
گر راست پرسی از من جانان توئی کجاں ہم  
بدنام شہر گشتم رسوائے مردماں ہم

شد نرخ بندہ خسرو از چشم تو نگاہے

گرایں قدر نیرزد بندہ بہ راہیکان ہم

۱۳۵۵

از دل پیام دارم، برد دست چوں سالم؟  
آں باد را کہ آرد از تو پیام لے جاں  
آں جا کہ اوست بالے خود را دروں سالم  
یک جاں چہ باشد اورا صد جاں فزون سالم  
گرد حضور بانہی دانی کہ چوں رسالم  
تو دست خود مر نجاب تا من بروں رسالم  
تا من بدان تمنا دل را سکون رسالم  
تا سر نہم ہم آں جا ہم خوں بہ خوں رسالم  
گفتی کہ "خود مرا کس چوں باکے رساند"  
جاں می بری ز سینہ و ز دل گرانی غم  
گیرم جواب ند ہی، دشنام گوئے بارے  
آں جا کہ گشتہ ای دل شمشیر تیز برکش

۱۴ قبل ازین درن بیت ذیل زائد است ۱۵

نام نشانہ اے شد در تمہت ملامت ۱۶ اے کاش کہ نہ بوجے نام من و نشان ہم

۱۷ درن غزل محذوف است

حکم ارکشی بہ مردن بردیگراں توانی  
لیکن اگر بہ محشر کوئی گنوں رسانم

۱۳۵۶

جانا ہر آستان روزے کہ جبا بگیرم  
پیش تو روئے چوں زر مال بہ خاک جانا  
خویشی اگر بخواند یشت برات خوبی  
باریکے میانت تا غایتی ست کزوے  
حالم ترا کہ گوید پیشتر مرا کہ آرد؟  
اے کاش پر بر آید بر بازوئے نیازم  
کہ دست کیس بر آری کہ پا بہ خون فتاری  
خاک دلت بہ دیدہ چوں تو تیا بگیرم  
و نہ دلت چو سنگت زین روئے جبا بگیرم  
در روز نامہ او صد جا خطا بگیرم  
تیغ بہ دست ناید از ہر کجا بگیرم  
دست کرا بہو سم پائے کرا بگیرم  
تا بر پریم بہ سویت راہ ہوا بگیرم  
پیش آیدم بہ زاری گردست پا بگیرم

شد بندہ تو خسرو گر باورش نہ داری  
اورا کہ تو بگوئی بر خود گوا بگیرم

۱۳۵۷

از دست دل بر آنم کز جان خود بہ شوم  
دبا و طہن لے دل زان شمع یادم آدر  
ذوق خرد نہ جویم کز غم کشتان عشقم  
ہر مردہ از گناہے سوزند من چو سوزم  
زاں نور آفتابم بینا و کور ہر دم  
من چوں زیم کہ دید با خط مور ماش  
بیرون ہم کہ باشد خواہ گوزن و گورم  
کاتش ز غم جہاں را ناگہ اگر بشورم  
فضل عرب نہ دانم کز دوستائے غورم  
از سوز عشق باہے باشد عذاب گورم  
نیلو فرم نہ دانند یا بوم روز گورم  
اودر دل و جگر شد سوراخ ہائے مورم

گویند خسرواں سو چندین مرد بہ زاری

نے خود بھی روم من دل می برد بہ زورم

۱۳۵۸

چوں نامم آن کہ فارغ زان آشتا گریزم  
کہ در فنون نشینم کہ در دعا گریزم

لے درن غول محذوف است لے درن غول محذوف است

بُوئے کشیدہ او خود ہمرہ صبا شد      خلق از سموم وادی من از صبا گریزم  
 تمشیر بر کشیدہ عشق و مراد راں کوئے      ہائے خرد شکستہ چوں از بلا گریزم؟  
 ہر جانور کہ باشد بگر یزد از بلائے      من خود بلائے خویشم از خود کجا گریزم؟

خسرو گوئے در کش پا از طواف کولیش

کونیت آں حریفے کزوے بہ پا گریزم

۱۳۵۹

کارٹے چو بر نیاید از آہ صبح خیزم      تا چند ہر زمانے با بخت برستیزم؟  
 در آرزوئے خوابم کت گئے بہ بینم      میرم چناں کہ ہرگز تا حشر بد نہ خیزم  
 از تیغ جور جانا گر خون من بریزی      مہرت ز دل نہ ریزم گر بہ ز میں بریزم  
 بر تیغ کند باید کشتن چو من کسے را      زحمت بود کہ داری مہماں بہ تیغ تیزم  
 از بول رستخیزم و اشد خبر نہ باشد      پیش آید اربہ ناگہ در حشر رستخیزم  
 سوئے قومی گریزم آں کہ کہ زندہ ماندم      بکشد مرا خیالت گرسوئے خود گریزم

براست نظم خسرو ناوک زنی نہ دامن

کا ہوئے ہند دم من یا اشتر حجیزم

۱۳۶۰

رفتم باؤ دل بہ یکے سو گذاشتیم      جان خراب نیز ہاں سو گذاشتیم  
 ماہیم و راہ دوری و تا باز کے رسد؟      جان ددے کہ بر سر آں کو گذاشتیم  
 بگذاشتیم روئے عزیزے کہ سالہا      عمر عزیز خویش بر آں رو گذاشتیم  
 آں بخت کو کہ در خیم بازو کشیم باز      آں گردنے کہ از عیم بازو گذاشتیم  
 آں دل کہ اوز ما میر ہوئے جدا نہ بود      آویختہ بہ حلقہ آں مو گذاشتیم

۵۴ درن بیت ذیل نازلہ است ۵۴

از عزت دیر تو خواہم کشم بہ دیدہ      خاکِ درت کہ از فے خاشاکِ رخس نہ نیزم

۵۵ درن غزل مخدوف است ۵۵

دل ہوئے وصلِ داختم کنوں نگینِ گرفت  
ہر بار گفتہ ای کہ ”ز پہلوئے من برو“  
خوئے کہ دل بہ صحبتِ یاراں گرفتہ بود  
ان رنگ از آن ماسد و آں بو گدشتیم  
فتیم اینک از تو و پہلو گدشتیم  
بگست سلبِ صحبت و آں خو گدشتیم

زیں میں وفاز عمر نہ جوئیم خسروا

چوں روئے دوستانِ وفا جو گدشتیم

۱۳۶۱

ہر دم گذر بہ کوئے و سرائے کہ ماکنیم  
باماد لآں چہ کرد کنیش اگر کباب  
روز از کجا گواہی شہمائے ماکند؟  
اے بند گو ”لگو کہ دعا کن ز بہر صبر“  
بر بختِ بڑے فرشتہ کہ در خوردِ کعبہ نیست  
لاف و فاز نیم و بنا لیم از جفات  
بر مشتری خرام کہ از زی ہزار مر  
ہوئے قد ز نالہ و دوائے کہ ماکنیم  
ہستش مہنوز سہل سزائے کہ ماکنیم  
چوں صبح کافرے ست گوائے کہ ماکنیم  
تقوید شہادت ’ دوائے کہ ماکنیم  
کاہ نماز رسم و ریائے کہ ماکنیم  
سگ بہ بے بود ز وفائے کہ ماکنیم  
جانے و دیدہ ملے ست بجائے کہ ماکنیم

خسرو ز عشق بے سرو پا شد جہیں بود

حوالِ خویش را سرو پا بے کہ ماکنیم

۱۳۶۲

ہر شب بہ کوئے وصل تو دزدیدہ رہ کنیم  
دزدیم ہر طرف نظر از نیم مردماں  
روزے دودیدہ چارہ شد وہ کہ با تو چند  
شطرنجِ عشق باز کہ ما بہر نزد تو  
پیش دراز طہیلِ سگاں خواہگہ کنیم  
واں گاہ در رخِ توبہ دزدی نگہ کنیم  
در چارہ کوئے راہ تو دیدہ بہ رہ کنیم  
خود را بہ مات گاہ رسانیم و نشہ کنیم

لہ درن بیت محذوف است کہ درن بیت محذوف است بہ جایش بیت ذیل زائد است

باہجہ تو حر لہن کہ جاں می برد بلباغ

کہ درن بیت محذوف است کہ درن بیت محذوف است

سخت کن لے فرشتہ خط یا رہر ما  
 ہاں لے حرفِ مے خور وے زندہ ایم ما  
 بارے چہیں چو نامہ خود را سیہ کنیم  
 ورتو بہ مردن است بیا تا گنہ کنیم  
 بہ گرز پائے تا بہ مستان کلمہ کنیم  
 ختمائے سبیل بہ ہر کئے و رہ کنیم  
 زندانِ مفلسیم و اگر دسترس بود  
 گفتی کہ ”پر دہم دوسرہ گز خسروا خوری“

۱۳۶۳ درمانے بیار، مبادا کہ نہ کنیم  
 عاقبتِ نشانِ روہ درد کردہ ایم  
 جاں را بہ مے بریدِ عدم فرد کردہ ایم  
 دل را ز آب خوردِ جہاں سرد کردہ ایم  
 گر نیک و بد ہر آنچہ توان کرد کردہ ایم  
 روئے امل کہ پیش کساں زرد کردہ ایم  
 کردیم پیرِ غبار و چہ در خورد کردہ ایم  
 دہرا ز غبارِ سینہ پُر از گرد کردہ ایم  
 ایں کعبتین در خورِ آں نرد کردہ ایم  
 اے عشق درد بخش کہ درماں مراد نیست

۱۳۶۴ درمانِ جانِ خسروا ز ایں درد کردہ ایم  
 رنجے کہ بردِ تو غریب او فتادہ ام  
 دی باد صبح ہوئے تو آور دسوائے من  
 از بہر نیم ہوسہ کہ بر پائے تو دہم  
 آں روز نیست کہ تو نہ می زایدم غم  
 گفتی ”دل شکستہ بہر درد زلف من“  
 در خونِ دل زدست تو چوں جامِ بادہ ام  
 امر و دل بہوئے تو بہر باد دادہ ام  
 یارب کہ چند بار بہ پایت فتادہ ام  
 غم نیست چوں من انپہ ایں روز زادہ ام  
 من خود شکستہ وارہ بر ایں دل ہنوادہ ام



رو برو دماد خسر و دل خستہ یک دمے

تا چند گوئیم کہ ہیں ایستادہ ام؟

۱۳۴۵

تا دامن از بساط جہاں در کشیدہ ایم  
اے ساقی از قرابہ فرو در بندے کہ ما  
در حقہ سفید و سیر بر بساط خاک  
فقر است و صد ہزار معانی در وجود موئے  
چوں جیبِ حرص پر نہ شد از حاصلِ جہاں  
دامان ہمت از سر آں در کشیدہ ایم

خسرو نہ کو دیکم کہ جو نیم و سرخ و زرد

چوں بالغاں دل از زرد و گوہر کشیدہ ایم

۱۳۴۶

خیز لے بہ دل نشستہ کہ بے دل نشستہ ایم  
آں رہ روئے تو نہ کشائیم ما شبے  
آلودہ جھائے تو جہاں می رود دروں  
سامان زما طلب کن لے بار سا کہ من  
در دہ شراب شادی از آں رو کہ عقل رفت  
دانی کہ از کدام بلا باز رستہ ایم؟

خسرو چہ جائے ہر ذہان ست و بیم سر

مارا کہ پیش سنگ ملامت نشستہ ایم

۱۳۴۷

بخرام تابہ زیر قدم پے سپر شویم  
گر بخششے دگر نہ کنی خون من بریز  
عقلم ز نام و ننگ خبری دہد ہنوز  
بہما قرار نیست دمے گر بود قرار  
حاکیم در دہت قدمے خاک تر شویم  
بالے بدیں بہانہ بہ نامت سمر شویم  
بنائے یک کرشمہ کہ تابے خبر شویم  
بادے وز دزلعل تو زیر وز بر شویم

لہ درن غول محذوف است

لہ درن بیت بیت محذوف است

مارانہ مانند خواب رہا کن کہ بعد از این      بر بات رو نہیم و بہ خواب دگر شویم  
 مارا دگر گولے کہ جائے حوالہ نیست      دل کو کہ ناوک دگرے را سپر شویم  
 مقصود خسر و است ز تو یک نظر کہ تا

ہر روز نیم کشتہ آں یک نظر شویم

۱۳۶۸

معی خواستم کہ روزہ کشایم نماز شام      سر بر زد آفتاب جہاں سوز من ز بام  
 باقائے کہ سرو سہی گر بیندشش      یک پاستادہ تا بہ قیامت کند قیام  
 برداشت پردہ از رخ و چون در غرض کرد      بر من نماز صبح بہ وقت نماز شام  
 کردم سلام و سر بہنادم بہ روئے خاک      ہر چند سجدہ سہو بود از پے سلام  
 اے عید روزگار ہماں کن یخ چو باہ      بر عاشقان خویش مکن روزہ احرام  
 من بے قرار ماندہ و تو بر قرار خویش      درویش روزہ بستہ و حلوا مہنڈ خام

روزہ مدار چوں لب تو پُر ز شکرست

آزاد کن غلامے اے خسرو ت غلام

۱۳۶۹

از طرہ تو جز رہ سودا نہ یافتم      وز غمزدہ تو جز در غوغا نہ یافتم  
 در زلف تو شدم کہ بگویم نشان دل      خود را ز دست دادم و دل انہ یافتم  
 تا دردی غم تو بہ کام دلم رسید      در دیدہ جز سر تنک مصفا نہ یافتم  
 گویند "یافت ہر کے از دوستاں وفا"      بارے من ستم کش رسوا نہ یافتم  
 بوسے بہ حیلہ باز لبست یا فتم شجے      پیش آں چہاں مراد مہیا نہ یافتم  
 ہر کام من ہر سچہ ز جام لبست رسید      از جام خضر و کام مسیحا نہ یافتم

سلطانی از نسیم وصال تو بہرہ مند

من جز سموم ہجر در اعضا نہ یافتم

لے دون غول محذوف است

ت

۱۳۴۰

عمرم گذشت دروئے تو دیدن نہ یافتم  
طاقت رسید با تو رسیدن نہ یافتم  
گفتم "رخت بہینم و میرم بہ پیش تو"  
ہم در ہوس مردم دیدن نہ یافتم  
گفتی "بہ خون من سخن ہم خوشم" ولیک  
چسود کز لب تو نشیدن نہ یافتم  
دی بر رخ گلت بہ چمن ہم نشین شدم  
خود باغبان در آمد و چیدن نہ یافتم  
بر دوست خواستم کہ تو یسم حکایت  
از آب دیدہ دست کشیدن نہ یافتم  
مرغم کز آشیان سلامت جدا شدم  
ماندم ز آشیان و پریدن نہ یافتم

شد جان خسرو آب کہ از ساغر امید

یک شربت مراد چشیدن نہ یافتم

۱۳۴۱

ہرگز نہ دور چرخ وفائے نہ یافتم  
وز گلشن مراد صفائے نہ یافتم  
گر ہم چونائے در شعب آیم عجب مدار  
کز چنگ روزگار وفائے نہ یافتم  
ایام ناشت صفت آداز این قبل  
بر خواہی امید صلائے نہ یافتم  
در دم ز حد گذشت صفائے نہ شد پدید  
کارم بہ جاں رسید و دوائے نہ یافتم  
خونم بر یخت عالم و خون دگر ز چشم  
عنداً بر یختم کہ بہائے نہ یافتم

سلطانیا بہ صحبت دشمن گذار عمر

کز دوستان عہد وفائے نہ یافتم

۱۳۴۲

شب تابہ روز خون جگر نوش کردہ ام  
خوش عشرتے ست این کہ شہد نوش کردہ ام  
خون شد حرام شرع وے من چو عاشقم  
بر من حلال باد کہ خوش نوش کردہ ام  
گر سر و لالہ لے بہر نیست این بس است  
کز خون دیدہ لالہ در آغوش کردہ ام  
گفتی "بہ فرق بر میر کویم طواف کن"  
زین لطف پائے خویش فراموش کردہ ام

لے درن غزل محذوف است

ایں نہ کہ نیست یک نفس از درِ عشقِ دُورِ بایں ز محنتِ ست کہ بردوش کرده ام

گویند "کز چہ عاشق دیوانہ گشتہ ای؟"

گفتا ز خسر و است کہ در گوش کرده ام

۱۳۷۳ اولِ بسینہ بہرِ غمتِ جابے کرده ام و آں گاہِ دلبرے چو تو خود رائے کرده ام

شادی بہ روئے تو جو غم بہ روئے ست اینک درونِ جانِ خود جابے کرده ام

سنگم کہ می زند گویا کینِ نفثہ دار کاین جلوه خویش را بہ پائے کرده ام

بیرون کشتم در دیدہ کہ در عہدِ حسنِ تو کہ گہ نظر بہ ماہِ شب آرائے کرده ام

مجنونِ روزگارِ تو ام کز غمِ تو خو با آہوانِ بادِ بہمیاے کرده ام

وصفِ تو نیست در خویش و من این صفت

وام از سخنورانِ شکر خائے کرده ام غ

۱۳۷۴

ہر شبِ فسادہ بردِ تو خاکِ درِ خورم باشد ز باسانِ تو سنگے دگر خورم

جائے کہ تو کمانِ کشی لے غلِ فتنہ بار پیکانِ آبِ دادہ چو خرمائے تر خورم

روزے کہ بیعتِ زپے دیدنِ دگر شب تا بہ روزِ حسرتِ روزِ دگر خورم

گر تو خوشی کہ برگِ مرادے نہ باشدم از شاخِ عمرِ خویش مبادا کہ بر خورم

مستم کند ز شوقِ بسانِ شرابِ تلخ خوانا بہ غمت کہ چو شیر و شکر خورم

سیری ہنوز نیست لبِ خونِ گرفتہ را چندے کہ من بھی ز فراقِ جگر خورم؟

کم تر کہ شمعِ کن کہ کشندہ ست این شراب

بے چارہ خسر و ارِ قدرے بیشتر خورم

۵ درن بعد از این بیت ذیل زانکہ است ۵

بکشد وہ مرا کہ خفت ست آں نگاہ زان ناہا کہ شبِ من بے ہوش کرده ام  
۵ درن غزلِ مخدوف است ۵

۱۳۷۵

تلخ آبِ حسرتِ ست ہر آبے کہ من خورم      خونا بے دل ست شرابے کہ من خورم  
 از خوردنِ جگر جگر من کباب شد      نبود سزائے خوردنِ کبابے کہ من خورم  
 ہرگز نہ خوردم آبِ خوش خویش در جگر      تیغِ ست بے تو قطرہ کبے کہ من خورم  
 و رخنِ خورم بر یادِ لبِ قطرہ لکے نیست      طوفانِ آفتِ ایں مے نابے کہ من خورم  
 سنگِ ستِ خسروار نہ کجا طاقت آورد؟

۱۳۷۶

از شعلہ ہائے دلِ تفت و تابے کہ من خورم      امشب بھی آنِ نیم کہ فغاں را فرو برم  
 شمعِ بہ سینہ و نہ تو اتم بروں دہم      جہاں سوخت چند سوزناں را فرو برم  
 بشناختم کہ لذتِ شمشیر و تیر چسیت      ہر دم زبس کہ آہ و فغاں را فرو برم  
 حسرتِ فردِ برم جو بہ سینہ گرہ شود      آشامِ خونِ دلِ کم آں را فرو برم  
 نے سنگِ ماندوئے دلِ سنگیں دریں خواب      تا طعنہ ہائے پیر و جواں را فرو برم  
 وہ گرنہ مردی بلا اجلِ آخر بہ پلے زود      تا من ز خویش نام و نشان را فرو برم  
 روزے بہ روئے تر شاہِ ابروئے تو نہ رفت      تاکے ز دورِ آبِ دہاں را فرو برم؟  
 من خسروم شکر شکن اما بہ ذکرِ دوست

خواہم ز ذوقِ کام و زباں را فرو برم

۱۳۷۷

ہر شب بے دلِ تصورِ نازش فرو برم      با خونِ دلِ فسانہ را زش فرو برم  
 نازش کہ نیست بلبِ شیریں بر آں شوم      کاندہ میانِ آں گہ نازش فرو برم  
 چوں تیر بر کمانِ نندا و خواہم از ہوس      پیکانہائے دیدہ نوازش فرو برم  
 شہما ز ذوقِ خاکِ درش در ہاں کم      در آبِ دیدگانِ نیازش فرو برم

لے درن غزلِ محذوف است      لے درن بیتِ محذوف است      لے درن غزلِ محذوف است

دیوانه شد دل من و زنجیر واجب است      خواهد از او که زلف درازش فرو برم  
 باشد که یک دے لب خود بر لبم بند      تا من زبان عمریده سازش فرو برم  
 خسرو اگر چه عشق مجاز است زان او

تحقیق خویش من به مجازش فرو برم  
 فریاد از این جفا که من از یاری کشم      اندک همی شمارم و بسیار می کشم  
 خاکم که کوب می خورد و پست می شوم      مودم که رنج می برم و بار می کشم  
 گراز جفلے او دلم افکار می شود      بازم هم اندر این دل افکار می کشم  
 همسایه می بسورد و فریاد می کند      زان ناله با که من پس دیوار می کشم

خسرو خراب گشته و جفا هم شده خراب  
 کز دیده باده های جو گلنار می کشم و

۱۳۴۹  
 چون ناله بر دیدنت از ناز بر کشم      خواهم که ای دو دیده غمازه بر کشم  
 بانگ بلن خیزد از آتش چو شد بلند      نالیدنم همان ست جو آواز بر کشم  
 صبر نه باشد آنچه که هر دم ز خون دل      در خانه نقش آن بت طناز بر کشم  
 بر یاد قامتت جو بگریم عجب مدار      کز گل هزار سر و سرافراز بر کشم  
 او در دل ست و صبر نه کردم هزار بار      گر خویش را فرو برم و باز بر کشم  
 رسوا شدم ز خلق گرم دسترس بود      یک یک زبان سفل و غماز بر کشم

یارا بسوختند من خسرو آه گرم  
 تا چند پیش همدم و هم راه بر کشم؟

له درن غزل مخدوف است      به بعد ازین درن بیت ذیل زانکه است  
 دست عزیز که بکشاید به کشتنم      خود تیغ آن سوار مراند از بر کشم

۱۳۸۰

نے پائے آں کہ از سر کویت سفر کنم  
چندیں شہم گذشت بہ کنج خواب خوش  
ماہے متارع صبر کنم جمع ز آب چشم  
خواہم نہ ماند و خواب اجل ہم خوش است لیک  
عمرم گذشت، بچ نیا مد زمان آنک  
ذوق جفا و جور تو بر من حرام باد  
چشمت بہ خواب ناز و مراقبہ دراز  
ہر کس بہ سوئے خود رود من بہ سوئے تو  
روزے گذشتہ بود برائے سوار و من  
دردش بہ از سرست و من سر بریدہ را

یا راں ز پند بس کہ ز خسر و رہا نہ شد

آں دل کہ پیش تیر ملامت بہر کنم

۱۳۸۱

ہر روز دیدہ بر رہ باد صبا نہم  
ز و صد جفا کشم کہ نیا دم بہ روئے گفت  
ندہم ہیروں غمش کہ مرا خود سوخت غم  
گفتند "یاد می کنند" دل نہ می دہد  
شاہاں مجال نیست کہ سر بردش نہند  
روزے جو خواست کشتنم از بوئے تو صبا  
چوں دل ز گفت دیدہ مرا سوخت دہد  
بشما کہ گردوئے تو گردم بہ یک قدم

نے دست آں کہ دست بہ زلف تو در کنم  
ممکن نہ شد کہ لوح صبور می زہر کنم  
در مجلس خیال تو یک روز ترکم  
گر خشت ز آستانہ تو زیر سر کنم  
روزے بہ روئے تو شب غم را سحر کنم  
گر من بجز وفائے تو کارے دگر کنم  
آمد شہم بہ روز، سخن مختصر کنم  
چوں بامداد خستہ سرا ز خواب بر کنم  
ہر بامداد آیم و آں سو نظر کنم  
آں سر کجا کہ در سر آں درد سر کنم

بر دیدگان خاکِ درش تو تیا نہم  
کایں درد خود چگونہ بر آں یے فنا نہم  
دلہائے دیگر اں چہ دگر در بلا نہم  
کایں تہمت دروغ بر آں آشتا نہم  
چوں من گدا رسیدہ کہ کا سہ کجا نہم  
آں بہ کجاں بہو سہم و پیش صبا نہم  
بیروں کشم بہ پیش دل مبتلا نہم  
ادل نہم دو دیدہ و آں گاہ پا نہم

بگذار بارہ بارہ کنم بر تو خویش را پس طعمه پیش هر سگ کویت جدا نهم  
گفتی که "گل به جلے کھم ہیں" زہے خطا کاں دل گمراہ می نہ کنم برگیا نهم  
ز میں گو نہ کر لبت سخن نیست روزیم

۱۳۸۲ زہناں بر جراحِ خسرو دوا نهم و  
با توجہ روز بود کہ من آشنا شدم؟ کز روزگار صبر و سلامت جدا شدم  
ہر دم بہ خون دیدہ خود غرق می شوم من خوں گرفتہ با تو کجا آشنا شدم؟  
از من قرار و صبر نہ دایم کجا شدند؟ من خود ز خویش پیچ نہ دایم کجا شدم  
از بس کہ گم شدم بہ خیالات زلف تو مورے بدم کہ درد ہین از دہا شدم  
بارم نہ بود کوفہ غم، اما بہ بوئے تو در زیر بار منت باد صبا شدم  
اے پند گوئے تاریخ اورا نہ دیدہ اسی بگریز و جاں بہر تو کہ من مبتلا شدم  
اور خ نہ می نمود بہ زاری بدیش من خود ہرے جان و دل خود بلا شدم  
ہر دم بہ داغ ہجر و عیش عذاب بود بالے ز ننگ زسیتن خود رہا شدم

خسرو بہ بند گیت غلامے ست بے بہا  
خاصہ کنوں کہ بندہ توبے بہا شدم

۱۳۸۳ اے دیدہ پائے شو کہ ہیرا رمی روم در جلوہ گاہ آں بت عیار می روم  
را ہش ز رفتن مرزہ پر خار کردہ اند من باز دیدہ کردہ برکن خار می روم  
اے خار خار ہجر ز دل دور شو کہ من بہر نظارہ گل رخسار می روم  
گر سر ز نذر قیب کسے را برا و چہ باک؟ من سر زدہ خود از پلے کایں کار می روم  
اے باد پیش از آں تو برد پر دہ زان جمال برکن کہ من بہ دیدن دیدار می روم  
گوزلف را "کمند کن، کمز میان تو من خود بہ تار موئے گرفتار می روم"



من خسر دم که ز مرغ سیہ گشتم از فراق  
بلبل کنوں شوم کہ بر گلزار می روم

۱۳۸۴ رحمتی کہ بر در تو غریب او فتاده ام  
دل داده ام بہ دل برو جانے خریدہ ام  
غنمت کہ بہت قیمت و صد ہزار جاں  
جاں ست در ہولے پریدن کہ شب بخواب  
لے سارباں من اترستم کن کہ من  
نظارہ ام کنند کہ در کوئے عاشقی  
خسر و غم بکشت ہماں بدم ست این  
کش سالما بہ خون جگر پروریدہ ام

۱۳۸۵ گر خود سخن ز زہرہ و از ماہ بشنوم  
بے خوابیم بکشت وہ از من کہ ہر شبے  
تینم زن لے رقیب کہ قرباں شوم ترا  
آواز ارغنون نہ بہد و قہم آں چناں  
دل پارہ ہائے خون فگندہ چو برگ گل  
خود را کم پسندونہ خواہم ترا گزند  
مدح و ثنائے خسرو خواں کہ گفتہ ای  
خسرو بخوانش تا من گراہ بشنوم

۱۳۸۶ رُو ز روئے از من است ز چشم سیہ گرم  
ورنہ کئی آں کہ من اندر تو بنگرم  
من دامن و دے کہ شد ست آب چھائے او  
کز دست چشم خویش چہ خونابہ می خورم

لے درن غزل محذون است ۴ درن بیت محذون است ۴ درن غزل محذون است

در جنتن مشکوٰۃ روئے تو شد رواں  
 بادے کہ از جوانی خود بود در سرم  
 اکنون کہ مر مرا غم تو سرخ روئے کرد  
 پیش کہ گویم این غم و این زر کجا برم؟  
 بکشتا نقاب کز رخ چوں آفتاب تو  
 روزی فرو درفته خود در برابر آدم  
 دل چوں چراغ سوخته شد ز آتش فراق  
 از شام غم مہوز بہ تاریکی اندرم  
 سودے خاک پائے تو تا در سمن بست  
 سر در کلاہ سبز فلک در نیاورم  
 من خسروم ولیک نگر کز فراق تو

گوئی کہ از نگارش شاہ رود فرم

اگر نہ روئے تو بینم بہ ماہتاب نہ بینم  
 دیگر چہ ماہ نہ تابد بہ ماہ تاب نہ بینم  
 در آں زمان کہ نہ بینم ترا بہ چشم چو ابرم  
 چنان بہار دباراں کہ آفتاب نہ بینم  
 بہ خانہ سایہ ہی گیر دم ز فکر زلفت  
 کہ آفتاب در ایں خانہ خراب نہ بینم  
 وصال خواہم و ایں در یہ روئے من کہ شاید؟  
 ز خندہ شکر نیت چو فتح باب نہ بینم  
 بہ وصل چند توان گفتنم مہوز تو قف  
 کم توقع اگر عمر را ستاب نہ بینم  
 طبع بود ز دہان تو شر بتیم ولیکن  
 سوال از کہ کم چوں رہ جواب نہ بینم  
 چو دل سخن نہ شنود تو عاقبت بر بودی  
 رواں بکش کہ نگہ داشتن صواب نہ بینم

جز آب می نہ رود از دو چشم خسرو و ترسم

کہ چند روز دگر خوں رود کہ آب نہ بینم

کہ شمع کردنت اچہ بلاست باز نہ دارم  
 ۱۳۸۸  
 چہ روز بود کہ پیچید نقش زلف تو بر من  
 وے بہ تیغ کشتی بہ کہ تاب ناز نہ دارم  
 چنان بہ روز بد خود خوشم بہ دولت عشقت  
 کہ عمر رفت و خلاص از شب ناز نہ دارم  
 بیا رسائی و در دہ بہ ما صلائے خرابی  
 کہ سوئے روز نکوئے کساں نیاز نہ دارم  
 کہ بیش از ایں سر عین عقل حیلہ ساز نہ دارم

مرا مسجد معذور دارِ خواجہ مؤذن      کہ من ز شاہد دے فرصت نماز نہ دارم  
چوبت پرست دلم شد چنان کہ باز نہامد      بہ ہفت کہ بود گو "بہ باش" باز نہ دارم  
چسپاں رو د غم خسرو کہ دوست دے کشتن  
زد دیگرے سخنے نیز دل نواز نہ دارم

۱۳۸۹

برفت عمر و بہرے خدائے روئے نہ کردم      بہ شد غنیمت و اوقات جستجوئے نہ کردم  
ز لوث فسق دل من چگونہ دست پرشود؟      بہ غسل جلے نہ امت چو دیدہ حجے نہ کردم  
سیاہ روی خود را بہ آب دیدہ نہ شستم      بصف مرداں خود را سفید رویئے نہ کردم  
طریق شیر دلہائے شب و اں چہ شناسم؟      کہ صحبتے دوسرے شب با سکان کوئے نہ کردم  
کجا بہ حضرت سلطان قبول حال بیابد      سرے کہ در خم چو کان عشق کوئے نہ کردم  
دماغ کردم چہ نیم کہ طیب خلق نہ دانم      ز کام داشت بر آئم کہ متک بوئے نہ کردم  
بہ ترک خوئے بدم می دہند پند و لیکن      کنوں چگونہ کم از تخت خوئے نہ کردم  
تمام عمر بر انداختم بہ کذب کہ ہرگز نہ      بہ صدق پیش خدا قامت دوائے نہ کردم

و بال من ہمہ شعرا آمد و در بیغ کہ خسرو

نہ گفت خامش و من ترک گفتگیئے نہ کردم

۱۳۹۰

خواب کرد بہ یک بار خواب نہ گسستم      خبر دہید بہ جاناں کہ دل برفت ز دستم  
ز بس کہ این دل خون گشتہ در دیدہ بہ چشمم      نہ ای تا دلم تا میان خون نہ شستم  
ہزار شب رو د و من بہ خواب چشم نہ بندم      کنوں چگونہ ببندم کہ از تخت نہ بستم  
مہ من اربہ تو بنیم گو "کہ بت چہ پرستی؟"      چو دیں بہ کار تو کردم چگونہ بت نہ پرستم؟  
مشو بہ چشم کہ "در من تو کیستی کہ نہ بینی؟"      گر آں گناہ نہ بخشی جوان و عاشق و مستم  
مرا ز روئے بتاں تو بہ دادہ بود عزیزے      تو شوخ بار بر آں داشتی کہ تو بہ شکستم

لہ درن غزل محذوف است

نہا د داغ سکے پاساں کوئے تو برمن من ارجہ سگ نیم اما برائے داغ تو ہستم  
دہند پند کہ خسر و صبور باش کہ رستی

اگر سخن بہ صبور ی بود بیاں کہ نہ رستم ب

۱۳۹۱ گذشت عمر و دمے در رخ تو سر نہ دیدم ز ہجر جاں بہ لب آمد بہ کام دل نہ رسیدم  
چو غنچہ تابہ تو دل بستم لے بہار جوانی بہ ہیج جانہ نشستم کہ جامہ لے نہ دیدم  
کہ جدا شدن جان تن بیاں تو کہ ہرگز عفو تے کہ من اندر جدائی تو بدیدم  
جز این ز مردن خوشیم فوس نیست بسینہ کہ زیر پایے تو شادی مرگ خوش نہ دیدم  
سرم ز سرزنش مدعی بہ خاک فروشد جنیں بود کہ نصیحت زدوستان نہ شنیدم  
اگر بہ تیغ سیاست مرا جدا کنی از خود ز تو برید نیارم و لے ز خوش بریدم  
فریب و عشوہ کہ نزد خرد بہ ہیج نیز زد بدہ کہ گرز تو باشد بہ ہر دو کون خریدم  
چو سایہ در پسِ خواباں بسے دویدم و انو ز روئے خوب چو سایہ ز آفتاب میدم  
بر عین بے ہوشیم رخ نمود و گفت کہ "چونی؟" چہ تشنگی برد آئے کہ من بہ خواب بدیدم

چہ بجائے طعنہ کہ "خسر و چہ از نفس اسیری؟"

نہ من بلائے دل خود بہ اختیار گزیدم

۱۳۹۲ اگر ز من بر روئے تاب دوری تو نہ ارم اگر نمائیم آں روزے نیز تاب نہ دارم  
ہمی خورم ز تو صفا غم ہمیں برآم آرد چو کار خوشی بدنبالِ بخت تیرہ گز ارم  
مباد ہیچ زوالت چو زیر پا کنی آں خط کہ خالِ خوشی بہ خار رہت بہ گریہ نگارم  
دولب بہ گریہ بشویم چو خاک پایے تو بوسم لگیہ خشم اگر آب دیدہ پاک نہ دارم

بہ زندہ داشتنِ شب بمر و خسر و مسکین

زہے حفا کہ من این عمر در حساب نیارم

لے درن بیت محذوف است لے درن بیت محذوف است لے درن عزل محذوف است

۱۳۹۳

کجائی لے لے بے فدا لے تو گشت جان و جہانم  
صبا سلام تو اگر دو لے بہ من نہ رساند  
بیامیا کہ جدا بودن از تومی نہ تو انم  
کہ در غلط فتد از دیدنم از آن کہ نہ آنم  
فتاد دیدہ بہ رویت زد دست فتعنا نم  
مرا کشی و نہ دانی نہ دانم این ز کہ دانم؟  
ز تیر ہم چہ کشاید چو نم گرفت کمانم  
گرہ گرفتہ بہ صد حیل می رسد بہ ہانم

بسوخت خستہ و مسکین در آرزوئے لب تو

بہ بخش از پے تسکین دو شربت ہم از آنم

۱۳۹۴

دلم نہ دست تو خوں شد نہ دانم این بہ کہ گویم؟  
برختا شک من آں را کہ پاہ گشت در غم  
علاج خود ز کہ سازم دولے دل ز کہ جویم؟  
برفت آپ من آں اگر خنہ گشت بسویم  
چہ آب رختگیہا کہ آمدہ است بہ رویم  
تو سوائے خود نہ دی ہ نہ دانم این بہ کہ گویم؟  
نہ خوردہ شربتے آخر چلو نہ دست بسویم؟  
کندر ہر آں چہ باید چومی بیاید از اویم  
کہ پے گست در آمد غنت بہ بخش چو مویم

تبسمی کہ تو آں جانہ دہرے گل باغے

نواز شے کہ من این جانہ خستہ و سگ گویم

۱۳۹۵

بیار ساقی دریائے بیکرا نہ بہ سویم  
طفیل خاک یکے جردہ ریز بر سر من ریز  
کہ کشتہ می نہ شود آتش جگر بہ سویم  
کہ گرہ دو بہ از این دلق بے نیاز بسویم

نہ گنجیم آ رہ در ز ابدال ز بہر ہرک  
 بس مست خدمتِ زندانِ مست بر سر کویم  
 خوش آن خمار پیایے کہ لعبتانِ خاری  
 شہم دہند شراب و رہ در و نہ رہویم  
 بہر یک سفالِ لبالب فرو ختم ہی جنت  
 کہ در نقد بہ از سلسبیلِ نسیم بجویم  
 حریفِ بیشتر از من شود خراب کہ پیش  
 بہ ہر پیالہ سروے زد در خویش بگویم  
 صلاحِ رہزن من شد کہ ذوق بت بگرفتم  
 کجاست شاہد بت رو کہ رہ بہ قبلہ بجویم؟  
 بہ بت پرستی خلقے کہ سنگسار کنندم  
 نہ صبر آن کہ ز سنگے بود ز روے بہ رویم  
 دلم بہ خدمتِ او بود دوش گفت کہ خسرو

تو دانی و در مسجد کہ من سگِ در اُویم  
 نہفتہ می خورد آں شوخ و منکر است برویم  
 شبیش دیدم در خواب سالہاست کہ ہرز  
 کجاست دولتِ آنم کہ تا دہانش بہویم؟  
 مگر ز وادی جاناں صبا بر دخیل من  
 ز شام تا سحر آں خواب پیش خویش بگویم  
 بہ نا تو انیم از دے چہ آں کہ حالِ پریش  
 کہ کاروانِ سلامت گذر نہ کرد بہ سویم  
 کنوں کہ تو بہ شکستہ کدے مے بہ سرم نہ  
 ہمیں بل است کہ من سر بر آستانہ اُویم  
 چنان کہ کاسہ سر بسکند ز با رہ سویم  
 تو بر گلوے من اریغ آبدار برانی

بے ز شربتِ آبِ حیات بہ بہ گلویم  
 غمِ بکشت کہ از یار ماندہ ام چہ کنم؟  
 نہ ماندہ طاقِ زاری و مالہ ام آں شوخ  
 نہ می رود ز دل زار ماندہ ام چہ کنم؟  
 بروں دہم غمِ ہجران و باورم نہ کند  
 اسیر صحبتِ اغیار ماندہ ام چہ کنم؟  
 شدم زیار و ز خویش و ز جان دل بیزار  
 کہ ہم ز خویش دہم از یار ماندہ ام چہ کنم؟  
 ہی کشند کہ منگر بہ روے خوب چو من  
 بہ عالم از پے این کار ماندہ ام چہ کنم؟

لہ درن بیت محذوف است لہ درن بیت محذوف است لہ درن غزل محذوف است

ہی کفند ملامت کہ چند گرجی خوں ز زخم غمزہ دل افکار ماندہ ام چہ کنم؟  
 رقیب گفت کہ "ممنور از چہ اسی خسرو"

بے شب ست کہ بیدار ماندہ ام چہ کنم؟

۱۳۹۸

برونم از دل پر خوں نہ می شوی چہ کنم؟ ز جان سوخته بیروں نہ می شوی چہ کنم؟  
 توئی بہ حسن چو لیلی و لیک پیچ شبے انیس خاطر مجنوں نہ می شوی چہ کنم؟  
 بہ یک فنوں کہ بگردی در آدی بہ دلم کنوں ز دل بہ صدا فسون نہ می شوی چہ کنم؟  
 ہزار قصہ نوشتم ز خون دل بر تو تو پیچ بر سر مضمون نہ می شوی چہ کنم؟  
 مگو بہ طعن کہ خسرو کمن فراموشم کمن اگر بشوی چوں نہ می شوی چہ کنم؟  
 بہ جان تو کہ فراموش نیستی نفسے

اگر چہ می شدی انکوں نہ می شوی چہ کنم؟

۱۳۹۹

گذشت یار و نہ سازم بہ خوئے او چہ کنم؟ چو صبر نیست ز روئے نگوئے او چہ کنم؟  
 رقیب گویدم لے خوں گرفتہ چشم بہ بند چو عاشقم من مسکین بہ روئے او چہ کنم؟  
 شدیم اسیر سمند و خلاص می جویم دلیک می کشدم دل بہ سوئے او چہ کنم؟  
 بہ جوئے دوست کنوں آب و من چنین تشنہ دے ز خون من ست آب جوئے او چہ کنم؟  
 روم بہ باغ بدیں بو کہ خوش شود دل تنگ بہ پیچ باغ نہ یابم چو موئے او چہ کنم؟  
 چہ جائے آن ست کہ گویند "آبرئے مریز" بسوخت ست مرا آرزوئے او چہ کنم؟  
 فتادگی خودش عرصہ می دہم از پے فتادہ چند بریں خاک کوئے او چہ کنم؟

چو شیر خور دہم خون خسرو آن بد خو  
 ز شیر خوارگی این ست خوئے او چہ کنم؟

۱۳۰۰  
 بر آبِ لبِ او انگبیس چگونہ کنم؟ مقابلِ رخِ او یاسمین چگونہ کنم؟  
 خدائے چوں سخت راز انگبیس کردہ ست بہ پیش تو سخن از انگبیس چگونہ کنم؟  
 بہ وادی دل من زلف تو ہی آید بگو گرفتار او را کیس چگونہ کنم؟  
 بہ تاب ویدہ نشیں کاندیں ہوس مردم کہ دیدہ باجو توئی ہم نشیں چگونہ کنم؟  
 زگر یہ دیدہ سفیدم بے بہ نطیع امید سفیدی شودم این چنین چگونہ کنم؟

بر آستیں گہرازد دیدہ بر تو می ریزم

بہر از جہیں گہر آستیں چگونہ کنم

۱۳۰۱  
 گہر آشکار حدیثِ نمانِ خویش کنم بہ آشکار دہناں قصہ جانِ خویش کنم  
 زگر یہ راز تو بر سینہ چوں رسد چہ کنم؟ رواں زگر یہ گرہ ہر ز بانِ خویش کنم  
 بہ حیلہ آں چہ توانستم آں خود کردم ولے ترانہ تو انم کہ آں خویش کنم  
 از آں تست حفا و از آں بندہ وفا تو آں خویش کن من از آں خویش کنم  
 رواں شدی بہ سفر می رسد مرا چہ جس کہ نالہ ہانہ سیر کا رواں خویش کنم  
 وداع کردی و چشم رواں شد از بر تو کنوی وداع دو چشم رواں خویش کنم

طیب رفت دُخسر و دگر کنوں وقت است

کہ خود علاجِ دلِ ناتوانِ خویش کنم

۱۳۰۲  
 نہ بخت آں کہ بسوئے تو جائے خویش کنم نہ صبر آں کہ سکوں در سرائے خویش کنم  
 بہ گشت کوئے تو تقصیر کردہ باشم اگر دو چشم خویش منار دو پایے خویش کنم  
 ز غیرتِ دو لبم جان و دیدہ خوں گر دند چو آستانہ تو بوسہ جائے خویش کنم  
 خوش آں زماں کہ دگر جانہ بینی و شنوی چمن بہ گریہ خوں ما جرائے خویش کنم

لے تاتہ درن ہر سہ عزائمات محذوف است



مرخت کشت بلا دیدہ را یکے بنائے کہ دیدہ پیشکش دل بلائے خویش کنم

ہر خسرو ہر آستان و سلطان را

بدل نہ کشت کہ باد گمائے خویش کنم

۱۴۰۳

نہ یار وعدہ بوس و کنار می کنم درون دل نہ یکے صد ہزار فسون ست  
 نہ دل زدیدن رویش قرار می کنم مہو ز آرزوئے آں سواری کنم  
 فرو بہی خورم ارچہ فگار می کنم خجے ز بیم گزندش ہزار ناوک آہ  
 ہمیں بس است کہ پیش تو خوار می کنم و گرز بخت خودم عزتے نہ می باید  
 شفیعی می شود و شرمساری کنم تو اطم بہ تیغ کشی و خیال کشت کہ او  
 کہ آں شراب شبانہ خمار می کنم شہم بہ خوردن خون رفت ساقیے دہ  
 کہ نالہ ہائے تو در سینه کار می کنم پگہ بیامد و ہمسایہ گفت خواہم نیت  
 کہ ہامداد اجل ہو شیاری کنم شراب عشق تو می بایدم بہ سر ہر چند  
 بہ ناز گفت خجے "خسرو ادلت نہ شکست"

مہو ز آں سخن خار خار می کنم

۱۴۰۴

من آں نیم کہ بہ عراز و فائے خود بروم ز آستان بہ حسن رصفائے خود بروم  
 منم فتادہ بہ خاکے و ہر زماں چوں باد گذر کنی بہ میرمن ز جلے خود بروم  
 بہ راہ بے سرو پای روی روم کہ آب و چشم رہانہ می کنم تا بہ پائے خود بروم  
 چنان ضعیف شدم گردعائے وصل کنم ز آو خود بہ فلک بادعائے خود بروم  
 مرا چنان بکلا بر سر است و می خواہم کہ سرہنم بہ چہاں با بلوائے خود بروم

لے درن بیت مخدوف و بہ جایش بیت ذیل ناکد است ۵

بھی خلد بہ دل من چو ناوک و دشمن نصیحت کہ کے دوستداری کنم

۵ درن غزل مخدوف است

بر دست بوس خیال تو گر شو ممکن درون دیدہ صورت نائے خود بروم  
در انتظار وصال زد دست شد خست و

دلت نہ شد کہ برسوئے گدائے خود بروم

۱۴۰۵

بہیں کہ باز بہ دست تو او فتاد دلم ہزار عمد بکردم کہ سنگرم رویش  
بر جائے بود دلم تانشتہ بوداں زلف تمام عمر من اندر غم جو اناں رفت  
متارح کا سد خود را کجا نساد دلم کہ پہچ گاہ از ایشاں نہ بود شا دلم  
بر باد شد جو پریشاں بہو فتاد دلم اگر خوش است ہمہ عمر خوش مباد دلم  
ہزار عمد بکردم کہ سنگرم رویش دلت بہ ناخوشی روزگار سوختگاں  
تمام عمر من اندر غم جو اناں رفت از آں گہے کہ شدم با تو دوستی ہرگز  
ز دوستاں گذشتہ نہ کرد یا دلم ز دوستاں گذشتہ نہ کرد یا دلم

نہ ماند خسرو محروم، بخت اگر ایں است

زبہ محال کہ یا بد گئے مراد دلم

۱۴۰۶

نعلت بچت من از بار غم چہ چارہ کنم؟ ز غصہ چند خورم خون خویش و دم نہ ز نم  
بہ تیغ ہجر دل من ہزار پارہ شد دست عجب نہ باشد اگر خون بر آید از دہنم  
ز بس کہ سینہ خراشم چو گل زد دست فراق چو لالہ غرقہ خون ست چاک پیر ہنم  
ز بعد مردنم اسوز دل چنین باشد بہ سوز داز تپ ہجر تو در لحد کفہم  
از آں دمے کہ دلم شد بہ صحبت مائل نہ ماند میل بہ بالائے سرو و نار و نم  
حدیث باغ چگویم کہ با خیال رخت؟ نہ می کشد دل غمگیں بہ لالہ و سمنم

بیا کہ بے توبہ جانم ز محنت خسرو

بہ لطف خویش رہاں از عذاب خویشتم

۱۴۰۷

گذشت با زبیدی سوئے ترک کج کلمہ کنوں من و چو سگاں خواب گہ بہ خاک لہ ہم

زبس کہ من بہ زرخندانش در شدم بخیاں  
دلم بہ ماند بہ دنبال چشم او کہ مگر  
زہے در اندی عمر و ہلاک من زین غم  
مکن نصیحت اے آشنا کہ بے خبرم  
گرت ز عشق گناہم سیاستم کن یک  
بہ پیش دیدہ خسرو توئی و بس چہ کنم؟

بہ پیش چشم نیا یند آفتاب و ہم

زبان نہ ماند ز علت سخن کجا یا ہم؟  
ز زلف تو ہمہ چوں بوی عشق می آید  
دلم ز شکل تو بد خو بہ بوستاں چہ روم؟  
علاج زیستنم جز نظر نہ بد بہ رخت  
در این زمان کہ مرادش فراق بکشت  
گرم بہ گوئی دو بوسہ بہ صد ہوس میرم

ز دوریت غم خسرو جو کوہ و محرم نہ

شکاف چوں کنم این کوہن کجا یا ہم؟

کجاست جویم و گر جویمت کجا یا ہم؟  
حدیث من ہمہ جا و مرا شنیدن کشت  
از آں زمان کہ ز ہجرم بہ مردن آمد کار  
یکے بیا و بر این سینہ پائے نہ نفی  
ز باد چند زید آدمی بے چارہ  
کہ من زیم ز نسیم تو گر صبا یا ہم؟

خوشم بہ خون خود آرقمے بہرت من زیارت آئی و ایں بایہ خون بہا یا بم؟

چہ کم شود ز تو اے پادشاہ کشور حسن

کہ یک نظر ز تو برخسرو گدایا بم؟ غ

۱۴۱۰

کدام سوئے روم کز فراق اماں یا بم؟ کدام تیرہ شب ہجر را کراں یا بم؟

ز تند باد فراقم بر بخت برگ و وجود کجاست بوئے ازاں بوستان کجاں یا بم؟

زباں نہ ماند ز پیشش ہنوز نتوان زبیت اگر بیافتش را کسے زباں یا بم

بہ ہجر چند کنم جاں بمیرم ار کیا رہ؟ خلاص یا بم بل عمر جاد داں یا بم

بر جاں ستاند اگر باد گردے آرد آزو کہ کیمیاے سعادت ز را یگاں یا بم

ز آفتاب جمالش بسو ختم یا رب کجا روم کہ ازاں روز بد اماں یا بم؟

ستارہ سوخته می آید از دلم در خم چو طالع ایں بوداں ماہ رحیاں یا بم؟

چو جاں دہم من ازاں سو برے صبا خاکم مگر ز گم شدن خویشتن نشان یا بم

بہ خواب دادم خسر و از بیت شکرے

مگر کہ بوسہ بدینگونہ زان دہاں یا بم

۱۴۱۱

بہ جاں رسیدم و از دل خبر نہ می یا بم و ز اں کہ نیز دلم برداشتم نہ می یا بم

از ایں دودیدہ بے خواب شب شمار شدم دے قیاس شب ہجر در نہ می یا بم

بہار آمد و گل ہا شگفت، لیک چہ سود کہ بوئے تو ز نسیم سحر نہ می یا بم

کجا روم کہ بہ ہر انجمن حکایت شست بہ شہر ہیچ بلا زیں بہرنہ می یا بم

تو لے عزیز کہ با یوسفی، غنیمت داں کہ من ز گم شدہ خود خبر نہ می یا بم

لے درن بیت ذیل زانکہ است ۷

نہ مستجاب و علیے ست بہرتاں را کہ ہائے بوسہ بہت چوں تو از دعا یا بم

۷ درن غزل محذوف است

## دلے خسر و مسکین خوش است بلبل وار

۱۴۱۲ دے دریغ کہ از باغ بر نہ می یابم  
من آں چہ دوش بدیں جان مبتلا گفتم  
ہمہ حکایت آں طرہ دو تا گفتم  
گرت ہولے سے است و شرابخوارہ من  
بیا کہ خون دل و دیدہ را صلا گفتم  
بہ شہر درد رسوائیم بزد ہمہ خلق  
کجا بہ پیش تو دیوانہ ماجرا گفتم  
تبارک اللہ تا من بدو چھا گفتم  
ہنوز باز نہ می آید ایں دل بے شرم  
کہ ترک صحبت مردان پارسا گفتم  
کنوں مرا بہ سر کوئے شاہاں جویند  
کہ بے دلاں را بسیار ناسزا گفتم  
ز صبر اگر سخنے گفتم اے فراق کش  
گناہ کردم و بد کردم و خطا گفتم  
اگر بہ خدمت یاران من رسی لے باد  
سلام من برسانی کہ من دعا گفتم

دے کہ رفت ز تو خسر و ادراں سر زلف

بجورے و خواہ مجو باز من ترا گفتم

۱۴۱۳ نہ بودے آں کہ منت دل نوازی گفتم  
ہمہ حکایت ناز تو کفعمے زیں پیش  
چرا ز سادہ دے با تو رازی گفتم  
دلا بہ سوختی و تلخ می نمود ترا  
کنوں بلایے من است آں کہ نازی گفتم  
خوش آں شبے کہ بیوئے تو بادہ می خوردم  
من از پند حدیث ست بازی گفتم  
عظیم درد سراورد نازنین مرا  
بہ آپ دیدہ ہمہ شب نسیازی گفتم  
دلش گرا ز سخن من گرفت بر حق بود  
کہ من فسانہ بغایت درازی گفتم  
ہر آں سخن کہ از یاد بود شب تا روز  
کہ درد ہائے دل جاں گدازی گفتم  
تمام می شد و ہر بار بازی گفتم

خیال خندہ نہ می سوخت جان خسر و من

دعائے آں لب کمتر نوازی گفتم

غ

۱۴۱۴  
 بیا کہ ہر توجاں در بلا گرو کردم  
 تے شکستہ بہ خاکے فرو ختم بردر  
 غلام را تہ خواہ غم تو ام مفروش  
 اگر چہ سر بفروشم خرید نتواں باز  
 چہ روز بود کہ افتاد در سرائیں سودا  
 اگر تاند و منکر شود حلاش باد  
 سگم اگر نہ دہم جاں بہوئے او بر باد  
 بے خریدم و ہر دوسرا گرو کردم  
 دے خراب بہ تیغ جفا گرو کردم  
 کہ دل بہ درد زبان و دعا گرو کردم  
 چہیں کہ دل بہ گل عشق و پا گرو کردم  
 کہ رخت عمر بہ دست بلا گرو کردم  
 متاع دل کہ بداں آشنا گرو کردم  
 بدیں قرار نفس با صبا گرو کردم

دلت چو در غور عشق ست خستہ افوس

ب

۱۴۱۵  
 تو ام از ہمہ خواہاں نظر بگردانم  
 خوش آن نماں کہ بہ بوش ہفتہ می نگرا  
 مرا بہ بند موذن زبوں کند ہر روز  
 چہاں زد دست تو مسکین شدم کہ خواہاں  
 کمر چہ بندی بگذا رتا بہ گرد میان  
 کفایت گری بر گدا گرو کردم  
 مجال نیست کراں خوش پس بگردانم  
 چو سوئے من نگر دبیں نظر بگردانم  
 چہاں کہ آب در ایں چشم تر بگردانم  
 اگر بہ راہ بہ بنیم گذر بگردانم  
 دو دست خویش بہ جائے کمر بگردانم

زر شک سوختہ شد خستہ و آہ بود دستم

زر زلف تو رو باد سحر بگردانم

۱۴۱۶  
 خراب گشتہ و با خویش بس نہ می آیم  
 تو تیری زنی از غمزدہ و من بے دل  
 کہ بیج با جو توئی ہم نفس نہ می آیم  
 بہ دیدہ می خورم و باز پس نہ می آیم

لہ درن بہت محزون است لہ درن بہت محزون است و بچایش بہت ذلیلانہ است  
 تو ام ایں گس از شکرہ برانم لیک ز دل گس بہ چہاں از شکرہ بگردانم ؟

مرا گوئے "کجائی" من اینکم لیکن ز بس ضعیفم و در چشم کس نہ می آیم  
 ز دست جو رہ نہ می خواہمت کہ بنہم رئے ولیک بادل خود کام پس نہ می آیم  
 مرا بر تو گلو بستہ می بردن لغت و گر نہ من بہ ہوا دہوس نہ می آیم  
 کلام ہاد بہ کوئے تو می رود ہر روز؟ کہ من بہ ہمرہی او چو خس نہ می آیم  
 رقیب تو بہ جفا خستہ کرد خستہ را

۱۴۱۷  
 چو طوطیم کہ بہ چشمم لکس نہ می آیم  
 منم کہ بے تو بہ صد گونہ داغ می سوزم  
 تو لایہ دانی و من لاغ لاغ می سوزم  
 فراغ وصل نہ دارم ز مفلسی ہر چند  
 چو مفلساں ز بولے فراغ می سوزم  
 شب سیاہ مرا نیست روشنی ہر چند  
 کہ شام تابہ سحر چوں چراغ می سوزم  
 مرا بہ داغ سکے سوختی و درد نہ کرد  
 سگم نہ خواندی از این درد داغ می سوزم  
 مباحث گرم دماغ و بسوز خستہ را  
 من آخر از تو نہ ہم زیں دماغ می سوزم

۱۴۱۸  
 ہمہ شب از تو بہ دیوار خانہ غم گویم  
 ہمہ شب از تو بہ دیوار خانہ غم گویم  
 چو غنچہ گشت دلم خون قہقہ تو ز رشک  
 چو غنچہ گشت دلم خون قہقہ تو ز رشک  
 تو خود لعلیت ست کہ خوش کردی از غم لیکن  
 تو خود لعلیت ست کہ خوش کردی از غم لیکن  
 خوش آں شبے کہ تو در خواب ناز باشی بومن  
 خوش آں شبے کہ تو در خواب ناز باشی بومن  
 تو آں کہ می دہیم بند بگذر از سیر من  
 تو آں کہ می دہیم بند بگذر از سیر من  
 حدیث جان دزم بر سدم ہمہ کس و من  
 حدیث جان دزم بر سدم ہمہ کس و من  
 فسانہ گویم و با چشم بڑ ز نم گویم  
 فسانہ گویم و با چشم بڑ ز نم گویم  
 دلم نہ خواست کہ با باد صبح دم گویم  
 دلم نہ خواست کہ با باد صبح دم گویم  
 کجاست دولت آنم کہ با تو غم گویم؟  
 کجاست دولت آنم کہ با تو غم گویم؟  
 نیا ز خویش بدان زلف خم بہ خم گویم  
 نیا ز خویش بدان زلف خم بہ خم گویم  
 ہماں بے است کہ من درد خویش کم گویم  
 ہماں بے است کہ من درد خویش کم گویم  
 ہمہ حکایت آں ز گس دزم گویم  
 ہمہ حکایت آں ز گس دزم گویم

لہ درن بیت محذوف دہ جایش بیت ذیل است  
 سکون دل را گویم فلاں از آن من است چنان اگرچہ نہ باشد دروغ ہم گویم

# مرنج از شعیب بے تکلفِ خسرو

سرود نیست که اورا بہ زیر و بم گویم ۱۴۱۹

در نیم آید اگر برگل و سمن مالم	رنخے کہ بہ کھن پائے تو سیم تن مالم
دودیدہ را بہ کھن پائے خوشتن مالم	حد آں شبے کہ کنم گشت توئے تو ہمہ روز
بہ زیر پائے چو نسریں و نترن مالم	گرم بہ راہ سناں روید از ہوائے رخت
زیم سنگ لاں خاک بردہن مالم	بہ یاد تو ہمہ شب خوں خورم چو روز شود
عبیر رحمت جاوید بر کفن مالم	غبار کوئے تو با خوشتن برم در خاک
زدیدہ خون دروغیں بہ پیرہن مالم	چو بہر یوسف خود نیست گریم تا چند

مگر سدر رخ خسرو بہ پاش ہر دم رخ

بہ صد نیازتہ پائے مردوزن مالم ۱۴۲۰

بدیں خوشم کہتہ چوں تو نازنین دارم	اگر چہ از تو دل خستہ و غمیں دارم
دل ستم زدہ را چند گہ برائیں دارم	بہ بند زلف تو زنجیر جان خود سازم
کہ شخصلے چو فراق تو در کمیں دارم	بہ وصل تو چو نیارم نمود گستاخی
کہ دلبرے چو تو بد خو و نازنین دارم	بہ ناز بینی و بد خوشندی و ہمہ بندیت
ہنوز داغ غلامیت بر جبین دارم	مرا اگر چہ کہ ہر دست غم فروختہ اسی

اگر چہ خسرو روئے زمیں شدم بہ سخن

ہم از وفا سوئے تو روئے بر زمین ارم ۱۴۲۱

کہ من کرشمہ آں ترک فتنہ جو دائم	نیک دل ارچہ ہزار است آں اودانم
رسد زیار نہ یاری بود کزو دانم	مرا چو بخت بدست ارچہ صد بلا بہ سرم

لہ درن بیت ذیل زائد است ۷

برائے آں کہ کشم پیش چشم بیار ت ۷ متاع عافیت اینک در آستین دارم



خونتم ز تو بہ جفلے مدہ فریب وفا  
چہیں کہ بر سر کوئے تو راہ گم کردم  
ہوئے روئے تو برداں ہمہ ہوس ز سرم  
دلہم بیار کہ می آید از تو بولے دلم  
کہ من فریب تو دُنیکوای نکو دالم  
ز آستان تو رفتن کدام سودا نم؟  
کہ گشت سبزہ و رفتن بہ باغ وجودا نم  
کہ من سگ تو ام و بولے را نکو دالم

اگرچہ گریہ خسر و نشان رسوائی ست

ولیک من بہ حضور تو آبرو دالم

۱۴۳۲

نیایمہ ست بہ چشم آدمی بدیں سامن  
نظر بہ روئے تو کردہ دودیدہ حیراں شد  
چناں مقابل تو باد عاشقی در سر  
دریدہ ہمدہ دل تیر غمزہ تو چنانک  
بہ صبر گفتہ "یک محظہ مولس من باش"  
کہ شمرہ تو دُو جور رقیب ددر دِ فراق  
خوش آں زماں کہ حریفِ معاشراں بودم  
نہ دالم آں ہمہ ہم محبتاں کجا رفتند؟  
بریں ویالکی، جیتی نہ می دالم  
تو رفتی از نظر دمن ہنوز حیراںم  
ہمی روم کہ بہ شمشیر و نہ گرداںم  
شکاف گشت ہمہ را از ہلے پنہاںم  
جواب داد کہ "از ہجر نیست در امانم"  
بدیں صفت من بے چارہ زیست تو امانم  
فراغ شاہد و مے بود و برگ بستانم  
کہ ایچ باز نیا مد خبر از ایشانم

کنوں ز دولتِ عشقت امید خسر نیست

کہ بیش جمع شود خاطر پریشاںم  
چہیں کہ غمزہ خواباں نشست در کینم  
حلال باد چوے خون من بر آں ساقی  
بیشاںم  
مداں کہ یک نفس امین ز فتنہ بنشینم  
کہ غرہ کرد بہ یک جرعه تقویٰ و دہنم

۱۴۳۳

لہ درن بیت محذوف و بہ جانش بیت ذیل زائد است

بہ جز بہ بند گیم روزگار می پرسی

بہ جز میر پائے تو مردن بہ آرزو دالم

لہ درن غزل محذوف است

چنان اسیر بت ام، کم ز قبلہ نیست خبر  
گذشت عمر و عمارت نہی پذیر دار آنگ  
بہ بوستان نہ روم کاں ہوں تخت گذشت  
خوش است و گر بہ واکں ہم نہ گوہر است کزو  
بہ خواب دیدہ ام آفتاب کہ در کنار منی  
ہنود با تو مقام دو کن خواہم باخت  
زمن حکایت بطی مہر س کز چینم  
خواب کردہ نظارہ نختینم  
کہ دل کشد بہ سوئے ارغوان و نسیم  
مفرجے بتوان ساخت بہر تسکینم  
چہ خواہلے پریشاں ستایں کہ می بینم  
اگر چہ مرہ ز نطع حیات بر چینم  
بکش بہ تیغ کہ راضی ست خسرو مسکین

ککش ز بہر خدا از زبان شیرینم

۱۲۲۲

چون ز دوست بہ داغ دہ و نہ خرمدم  
اگر بہ تیغ بہ برند بند بند مرا  
جو مو کہ بر کنی و باز روی کاں غم تست  
ہزار کو غم ار بردلم نہی بکشم  
ز بہر کشتن خویش حیات خواہم و بس  
رو انداز کہ از دیدت شوم محروم  
نہ ددستی بودم از بہ ہمری بندم  
تو ذکر و صل خودم کن کہ باز پیوندم  
کہ باز دست بہ دل ہر پیش کہ برکندم  
غبار خنک تو بردام تو بر بندم  
اگر حیات دہد بعد از این خدا دندم  
چنین کہ من بہ جمال تو آرزو مندم

دل شکستہ خسرو بتی کنم یک بار

نہوند محرم اگر دل شکستہ امی چندم

۱۲۲۵

بہ دیدہ امے کہ ترا دیدہ ام نہی آرام  
چہ وقت بود کہ افتاد با تو ام سر و کار؟  
کجا روم چہ کنم کز تو ہر کجا کہ روم؟  
کنوں کہ پیش رخت ہمو زلف می پیچم  
کز ان نظر بہ سوئے دیگے بہ بار آرام  
کہ کار بہر شد و در سرنہ می شود کارم  
کنید گیوئے قومی کند گر فتارم  
فر و گذشت کن این چنین بہ یک بارم

لے دن غزل محذوف است

لے دن غزل محذوف است

مخپ این از آہے کہ می زخم ہر شب  
کہ قفسہ باری تو ام تا بہ روز بیدارم  
مرا بہ ہر سخن از زبان غمزہ مسوز  
بہ دست خویش بزن تیغ اگر گنہ گارم  
بہ پیش روئے تو از بیم آن کہ گنہ شوم  
چو شمع سو ختم و دم زدن نہ می یارم  
فتادہ بردہ تو خسرو و نہ دانستی

۱۳۲۶ کہ ادفتادہ خود را فرو دنگذارم  
بہ دینت کہ من خوگر فتنہ می آیم  
جو ہر دیدن روئے خودم بخوابی گشت  
بکشن بہ غمزہ کہ بر خویش می نہ بخشایم  
شبے بہ خواب نیا سوده ام بیا کہ مگر  
بہ خشم روئے نہ تابانی گرت بہ خواب آیم  
گر سیت یہ بے خون ز رشک حشر از آنک  
زدولت تو بہ خواب اجل نیا سایم  
ز ہیراں کہ نہ بوسد کے دہت جز من  
شبے بہ کوئے تو خارے خلید در پایم  
گئے فتادہ بدم نیم سوخته جانے  
ز خون دل ہمہ خاک دہت بیالایم  
وزید بادے از آن کوئے و بردہ بجایم

بروں نہ می رود از کام تلخی ہجرم

اگرچہ من بہ سخن خسرو شکر خایم

۱۳۲۷ ماکہ در راو غم قدم زدہ ایم  
بر خط عافیت رقم زدہ ایم  
ما بہ طوفان عشق غرقہ شدیم  
بر سر نہ فلک قدم زدہ ایم  
قدمے کو براو عشق شافت  
دیدہ بر راہ آن قدم زدہ ایم  
چوں کہ اندر وجود نیست ثبات  
دست در نامہ عدم زدہ ایم  
آستیں بر زد آپ دیدہ بہ رقص  
بس کہ در سینہ ساز غم زدہ ایم

از سر نیستی جو سلطانی

ہستی ہر دو کون کم زدہ ایم

۱۴۲۸  
 مادر ایں شہر پائے بند تو ایم عاشقِ قامتِ بلند تو ایم  
 مردہ آں دہانِ چوں پستہ کشتہ آں لبِ چو قندِ تو ایم  
 می دوانی و می کشتی مارا چوں بدیدی کہ در کندِ تو ایم  
 اے جفا بردلم پسندیدہ دوستی بودار پسند تو ایم  
 گور فیکاں سفر کنید کہ ما نہ تو انیم پائے بند تو ایم  
 باز برسی تو حالِ خسرو را

۱۴۲۹  
 تاجہ غایتِ نیاز مندِ تو ایم غم کئے چند یا رخِ خویش کنم  
 گریہ بروز گارِ خویش کنم بادلِ خویش دردِ خود گویم  
 موبہ بر سو گوارِ خویش کنم می رود چوں ز خونِ دل رقتے  
 بردرت یا دگارِ خویش کنم دل نہ دُجاں نہ پیش تو چہ کنم؟  
 کہ ترا شرمسارِ خویش کنم چوں بہ جز غم کے نہ محرمِ بات  
 غمِ خود غمِ گسارِ خویش کنم  
 بار یا بد بہ وقتِ خوردنِ غم

۱۴۳۰  
 خسرو خستہ یا رخِ خویش کنم خیز تا بادہ در پیالہ کنیم  
 گل درونِ قدحِ چولہ کنیم ساقیِ جاں فزا و نغمہ چنگ  
 تاجکے خوں خوریم و نالہ کنیم با گلِ دلالہ ہمجو بلبلِ مست  
 وصفِ آں غبوسِ کلالہ کنیم شاد خواراں چو بادہ پیمایند  
 دفعِ غمِ راست بر حوالہ کنیم وز شکر فانِ چارہ سالہ  
 طلبِ غیرِ شصت سالہ کنیم

وز به خارِ شرابِ آتش خام ورقِ چهره پُر ز ثالہ کنیم

بہجو خسرو بہ نام مے خواراں

ملکِ دیوان بہ خوں قبالہ کنیم ۱۴۳۱

ب ہر شب از شوق جامہ بارہ کنیم عاشقِ عاشقِ چہ چارہ کنم؟

گر بر آید مہ از گرِ یبانش دامن از گریہ پُرستارہ کنم

از دردِ برون نہ خواہد رفت گر چہ صد جائے سینہ بارہ کنم

خونِ شدائیں دل نگر ز بہر جفات دلِ دیگر ز سنگ خارہ کنم

جرعے گر بیابم از لب تو صوفیاں را شرابِ خوارہ کنم

چند گوئی کہ "صبر کن در ہجر؟" گر تو انم ہزار بارہ کنم

من ہی میرم و تو آبِ حیات چوں تو انم ز تو کنارہ کنم؟

تو کنی چور بر دلِ خسرو

من چو بیگانگان نظارہ کنم

چون شکر زان دو لعل تر بکنم دل نہ خواہم کہ از شکر بکنم

لب تو آبِ زندگانی را طرہٴ خوں شود اگر بکنم

تا بسوزم در آتشِ غم تو گوشہ اے ہر دم از جگر بکنم

گر نہ باشد امیدِ دیدن تو دیدہٴ خویش را ز سر بکنم

پیشِ رویت در آتش اندازم گل کہ از باغِ تازہ تر بکنم

نہ کنم دل ز صہرت او ہر شب جاں ز عشق تو تا سحر بکنم

بر مکن چشمتِ مردے از من کہ نیارم ز تو نظر بکنم

۱۴۳۲

جان کند خسرو از لببت هر دم

خنده اے زن که بیشتر بکنم

ت

۱۳۳۳

جانی من از غمت چنان شده ام	که ز غم خوارگی به جان شده ام
غم جان بود پیش از این و کنون	بکنم خویش را بران شده ام
تا تو بهمان من نشوی خود را	از اجل یک شبه صفا شده ام
پندت اے نیک خواه می شنوم	من که خود پند مردمان شده ام
کوہ دردم ترا گنه چه کنم؟	که اگر بردلت گراں شده ام
گر سگان تو التفات کنند	دور از آن دروے مستحان شده ام

خوار منگر که خسروم آخر

که غلام تو را یگان شده ام

۱۳۳۴

گردیده وصل را کشتاد دهم	دیدم را مرده مرا داد دهم
پانادی به خاک دول دادیم	جانی همت بر آن نژاد دهم
دی برفتی و خواستم جان را	که نوید برو فساد دهم
و عده کردی و فانه فرمودی	در فراموش گشت یاد دهم

صبر را گر هان به دست آورم

اشک را یک دم ایستاد دهم

۱۳۳۵

تیغ بر کش که تاز سر بریم	تیر بکشاے کن نظر بریم
آشکارا مکش که تا بارے	هم ز سر هم ز درد سر بریم
خشم کن تا بیرم اندر حال	از تو در خویشتن دگر بریم
آخرم جرعه اے به بخش از لب	تا از من عقلی حیلہ گر بریم

لے درن غزل محذوف است

لے درن غزل محذوف است

گفتی ام "خوش بزی و عشق مبار"      زنده اند دست تو اگر بریم  
 وہ کہ شب در میاں کم نہ روم      از تو روزے کئے پسر بریم  
 غم خسرو بگویت کہ اگر

از رفیقان بے ہنر بریم  
 گل دل تازہ گردد از دم ختم      دل گل زندہ گردد از نیم ختم  
 روح پاک است چشم عیسی اجام      و شک لعل است خون مریم ختم  
 تاشوی محرم محرم حرم      غوطہ اے خور بہ آب زمزم ختم  
 در بہستان مے پرستان کش      شاہد جام را از طایر ختم  
 خیز تا صبح دم فرو شویم      گل روئیں قدح بہ شبنم ختم  
 داد عیش از ربیع بتانیم      بہ طلوع مہ محرم ختم  
 جان خسرو مگر بہ وقت صبح

بجو ساغر بر آمد از غم ختم  
 ایں قوی یا بہ خواب می بینم      یا بہ شب آفتاب می بینم  
 در دل خویشتن خیال بہت      نیکے بر کباب می بینم  
 یک شب از خویشتن مکن دورم      کہ ز ہجران عذاب می بینم  
 را ز دل چون مناں کم از اشک      ہمہ بر روئے آب می بینم  
 با کہ گویم غم تو کز غم تو؟      ہمہ عالم خراب می بینم  
 مگر امروز کز پس عمرے      ز گشت را بہ خواب می بینم  
 جان خسرو مرد شتاب مکن  
 عمر خود در شتاب می بینم

۱۳۳۸ غ  
 رویت اے نازنیں کہ می بینم  
 گفتم "از رویکم آرزوئے تو چیست؟"  
 دیدنت مردنی ست ہر روزم  
 نہ توان رنج عشق او بشنید  
 من بے چارہ میں کہ می بینم  
 ہر گل و یاسمین کہ می بینم  
 ہم از آں انگبیں کہ می بینم

یا خود از ہر جاں خسرو راست

ایں ہمہ خشم و کین کہ می بینم

۱۳۳۹  
 دوش می رفت و آہ می کردم  
 ہر دم از خون دیدہ در پے او  
 در پے او نگاہ می کردم  
 قاصدے رو بہ راہ می کردم  
 شب ہمہ شب ز دردِ سینہ خویش  
 سرمد در چشم ماہ می کردم  
 ناکِ غمزہ در دلم می زد  
 من دل خستہ آہ می کردم  
 خون دل تا بہ روز می خوردم  
 نالہ تا صبح گاہ می کردم  
 گریہ می کردم و بہ حالت خویش  
 خندہ ہم گاہ گاہ می کردم  
 آفتابے بہ صبح باز آمد  
 کا انتظارش نگاہ می کردم  
 یافتہ عاقبت منے کو را  
 طلبش سال و ماہ می کردم

بعد از ایں وقت تو بہ شد خسرو

پیش از ایں گر گناہ می کردم

۱۳۴۰  
 دل بہ زلفت سپردم و رفتم  
 در بہ زنجیر کردم و رفتم

لے درن غول محذوف است

لے درن غول محذوف است



در شب وصل ماند نم بیمار  
 پیچھے داختم نہ ہر مویش  
 روز ہجراں شمر دم و رفتم  
 ہمہ از دل بردم و رفتم  
 غم تو جملہ خوردم و رفتم  
 تو ہماں دال کہ مردم و رفتم  
 زحمت خویش بردم و رفتم  
 گر ترا بود زحمتی از من  
 جان خسرو کہ کس قبول نہ کرد

۱۴۳۱  
 ہم بہ خدمت سپردم و رفتم  
 دل نہ میر تو در کہ پیوندم؟  
 دل نہ صرت کجا کند بندم؟  
 یک دل ست و ہزار پیوندم؟  
 پیش از نیم دے دودے بود  
 دل شد اکنوں بہ درد خرمدم  
 بہ یکے دل غم تو نتواں خورد  
 بو کہ زلفت دہد دے چندم؟  
 روئے من ز عفران شد وزین دے  
 خیرہ بروئے خود ہی خندم  
 ہر دم از تند باد سینہ خویش  
 صبر از شاخ و بیج بر کندم  
 پند کم دہ مرا کز آن بگذشت  
 کہ نصیحت کند خسرو منددم

بعد از این دل بہ نیکوای نہ دہم

خسرو ارجاں دہد خداوندم

۱۴۳۲  
 من اگر دوست ہی دارم  
 کش اکنوں برائے این کارم  
 من خود از ہجر مردہ ام لیکن  
 خویشتن را بد و نہ می آرم  
 لاف یاری نہ می زخم ہر چند  
 با تو در خویشتن نہ می آرم  
 در نشان سارگان سپہر  
 ہمہ شب تا بہ روز بیدارم

لے درن غزل محذوف است

لے درن غزل محذوف است

می دہم جاں بہ یاد گیسویت شب بدیں یاد زندہ می دارم

نہستانی تو جانِ خسرو لیک

گر بگوئی بہ غمزہ نسپارم

۱۴۲۳  
اے وجود تو دیدہ جانم جسم پیدا و جان پناہم

بس کہ سوئے قومی و دم بہ خیال سوئے خود باز رہ نہ می دانم

گر کشمہ کنی و گاہے ناز من بدیں گونہ زیست نتوانم

صرت از جان من بروں نہ رود جان من گبروں رود جانم

تا ترا دیدم و نہ دادم جان وانش از زیستن پشیمانم

چوں جوئے دردلت نہ می گردد آسایے تنی چه گردانم؟

پندم اے دوست می نفتم از آنک تو ز شہرے من از بیابانم

این چنین با خیال یا رب من

خسروم یا خیال جانانم

۱۴۲۴  
سحر گر که بیدار گردیدہ بودم صبحی دوسہ بادہ نوشیدہ بودم

شدم بامدادان بمانسان کدال کتم خوش کہ محمود ز دلیدہ بودم

ہم نا کہ آمد بہ پیش وز دستم فروخت ہر گل کہ بر چیدہ بودم

بدیدم ز رخ را و دیوانہ گشتم من این روز را پیش ازین دیدہ بودم

بخندید بر حال من خلق عالم کہ دانند کہ من بر کہ خندیدہ بودم؟

مرنج اردر آ و بنجم با تو جانا کہ دیوانہ و مست و شوریدہ بودم

نگار را چہ خوش آشنا ہا کہ کردی ہر آ بے کہ از دیدہ باریدہ بودم

مرا فتنہ بودی و زان چشم بودی ترا بندم بودم و زین دیدہ بودم

لے درن غزل محذوف است

لے درن غزل محذوف است

ز غم ہائے خسرو شدم آزمودہ

۱۴۴۵ کہ من عشق بازیت در زیدہ بودم ت

من از دست دل دوش دیوانہ بودم  
ہمہ شب در افنون و افسانہ بودم  
غمش بود من گم شدم در دل خود  
کہ ہمارو غولے بہ ویرانہ بودم  
زدل شعلہ شوق می زد بہ یادش  
بر آں شعلہ شوق پروانہ بودم  
بہ مسجد رود صبح ہر کس بہ مذہب  
من نامسلمان بہت خانہ بودم  
دل و جان و با خیالش یکے شد  
ہمیں من در آں جمع بیگانہ بودم  
در لغا خیالش بہ سیری نہ دیدم  
کہ شوریدہ و مست دیوانہ بودم

خرابی خسرو نہ گفتم بہ رویش

کہ بے ہوش از آں شکل مستانہ بودم

۱۴۴۶ من آں ترک طنا ز رami شناسم  
من آں شوخ بد ساز رami شناسم  
مبینید تami توانید دروے  
کہ من آں سر انداز رami شناسم  
نہ بنیم بہ سونیش ز بیم دو چشمش  
کہ آں ہر دو غما ز رami شناسم  
شہم تازہ شد جہاں بہ دشنام متے  
تو بودی من آواز رami شناسم

ز من پرس ذوق سخنہائے خسرو

کہ من آں رہ و ساز رami شناسم

۱۴۴۷ ز عشقت من خستہ جان می خراشم  
چگونہ ز ہر دیدہ خونے نہ پا شتم  
بہ یک جرعہ لے ساقیا جلد زہدم  
کزیں بیشتر می نیرزد قما شتم  
سیر گنج شاہاں نہ دارم مرا بس  
رخ خوب رویاں وجوہ معاشتم  
نہ میخانہ ہا بس کہ دیوانہ کشتم  
مراد یو گیرد جو ز دور با شتم

۵۰ درن غزل محذوف است

۵۱ درن غزل محذوف است

چو بر سر کله شد سخال شرابم ز سر خود سزد گد سفالے تراشتم  
 زبے سرخ روئی خسرو که خوش خوی

۱۴۴۸  
 به سنگ در میکره رد فراشتم و  
 گذشت آن که من صبر و دین داشتم تو کوئی نه آن و نه این داشتم  
 همی رفت و با بوس زهره نه بود هم از درد و بر زین داشتم  
 نه دیدم در آن بایه زندگی که من مردن خود یقین داشتم  
 رقیبش زنگنه گشت از نه من سرو تیغ در آستین داشتم  
 به یادش ز خورشیدی سوختم همیں سایه همیشی داشتم  
 هنوز از گمان صبوریم از آنک نه ماند آن که من پیش ازین داشتم

فتادم به چاه زنج گرچه من  
 چو خسرو دله دور بین داشتم

۱۴۴۹  
 چو نامم تو در نامه دیده ام به نامت که بر دیده مالیده ام  
 به یاد زین بوس درگاه تو سراپای آن نامه بوسیده ام  
 ز نام تو آن نامه نامدار سر بندگی بر نه پیچیده ام  
 جز این یک هنر نیست مکتوب را و گرنیت بالی من این دیده ام  
 که آنما که در روئے او خوانده ام جوابی اند او باز نشنیده ام  
 قلم چوں سر یک زبانی نیست از آن تا ترا شنیده بریده ام  
 و لے این که بنهاد سر بر خطم از او راستی را پسندیده ام  
 زبانه چو یار لے نطقش نه ماند زبان زنی بر ترا شنیده ام  
 بیا اے دبیر از نه داری مداد سیاه بی بروں آورا ز دیده ام

سخن ہائے بگزیدہ بنویں و گوے ق کہ اے مفلس دیار بگزیدہ ام  
چو زلف تو شوریدہ شد حال من بہ بختلے بر حال شوریدہ ام  
سیہ کردہ ام نامہ ازد و دل سیہ رُو ترا خاک کن دیدہ ام  
چو خسر و درایں رقعہ از سوز دل

۱۳۵۰ بنئے آتشیں تیز پوشیدہ ام ت  
بیاتابے گل و صہبانہ باہتم کہ گل باشد بے دمانہ باہتم  
ز گل نازک تریم و چند گاہے بہ جز زیر گل و خار نہ باہتم  
بیایا رُو با ما باش امروز چومی دانی کہ ما فردا نہ باہتم  
چو تنہا بودے باید ہماں بہ کہ باہم صحبتاں تنہا نہ باہتم  
چو نگذارند یک جادو رتاں ا جہاں بادوستاں یک جانہ باہتم؟  
چو زیر پائے می باید شدن خاک جہاں چوں خاک زیر پانہ باہتم؟  
چو بودن نیست خسر و جز دور وے

۱۳۵۱ دور وے نیز بگذر تا نہ باہتم غ  
بجل کن آں ہمہ خوں ہا کہ در غمت خودم کہ عمرے از دل و جاں شکر این کوہ کرم  
حدیث وصل نہ گویم کہ گفتہ شد روزے زنجت بدوچہ لکد ہا کہ بر جگر خوردم  
بمردم و نہ دہم درد خود بروں یراک کجاست دل کہ شتا سہ صلاوت دردم؟  
جہاں خوش مست جفایت کہ گرتو تیرنی قبول اگر نہ کنم من بہ دیدہ نامردم  
چہ کارم آید اگر خاک کوئے تو نہ شود تنے کہ از پئے ایں سالما تیش پروردم  
شعبہ کہ گرد میر کوئے تو تو انم گشت بے عشق کہ دیر خود ہزار می گردم

گر سیت خون بہ جفائے تو خسرو احد شکر

۱۳۵۲  
 رخ زدوئے من مت ز چشم ستم کرم  
 که سرخ کرد به گاه و فایز زردم  
 در تن شکوئہ روئے تو شد بیرون  
 در نہ کہ پائے آں که من اندر تو بنگرم  
 من دالم و دے که دستک پخون او  
 کزدست چشم خویش چو خونا به می خورم  
 در جتن شکوئہ روئے تو شد بیرون  
 بائے که از جوانی خود بود در سرم  
 دل چوں چراغ سوخته شد ز آتش فراق  
 از شام غم هنوز به تاریکی اندرم  
 سودے خاک پائے تو تا در میر من است  
 سر در کلاه سبز فلک در نیا درم  
 من ستردم و لیک نگر ز فراق تو

گوئی که از نگارش شا پور دخرم

۱۳۵۳  
 دوستان در دیو دل سنگ گراں مستم  
 چه کنم تا زده این سنگ به یک سو فگم ؟  
 بلبل جان به مولے چمن خویش سوخت  
 کئے بود کئے نفس تنگ بهم بر شکم ؟  
 شا مہبازم کہ شکارم بود از عالم دل  
 تا کیم زین دل مردار نہ زارغ و زغم  
 آپ خوش خوردم از عقل بدست نہ شود  
 وقت مے خوش کہ کند بے خبر از خستیم  
 مستم از عقل لب خویش کن لے دست چنانک  
 خوشتر اب قیامت نہ شناسم کہ منم  
 من دردی کش دیرینہ جو میرم سرمست  
 بر مئے ام شویے و نالے ہم از و کن کفتم  
 مکیسم و به خم بادہ در افتاده جو من  
 بہ کرانے نہ رسم چند پر و بال زخم

ساقیا غرقہ بر مے کن قدے خسرو را

چند با شد ز بتاں غرقہ خونا به تم ؟

۱۳۵۴  
 گر رسم روزے بہ تو نہ آشنائی با کنم  
 ہر چه باید خواہم و بخت آزمائی با کنم  
 او چو شاہ از گوشہ ہائے چشم میدکھے من  
 من از اں بہا بعد منت گدائی با کنم

بے خوش آن وقتے که خوش خوش شد در خواب من  
 از شراب عشق سِلِ آمد مصلایم بهر د  
 از دریا و مست بیرون آیم و در پیش خلق  
 در شبے در کینج تاریکیم ستر در پیش او  
 بندگی را خط نویسم بر رخ از خون حکم  
 گر طفیل با سباناں بنم اندر کوی تو  
 یک غزل که بشنود آن مہ بہ گوش خود من

۱۳۵۵  
 چو ز توئی نہ توانم کہ شکلیا باشم  
 در فراق تو که داند کہ کجا خاک شوم؟  
 شب نہ دامن زپے دیدن او چوں گذر؟  
 اے خوش آن دم کہ برانی بہ گلویم شمشیر  
 تا بہ جز من نہ خورد کس غم تو بیشترے  
 رشک آید کہ سکاں بر سر کویت کردند  
 وعده خواہم و در بند و فانیہ نہ نیم  
 از سرم در گذراں خواب خوش خوش باد  
 حجت بندگی من خط یا راست از انک  
 خسرو من کہ غلام خط زیا باشم

۱۳۵۶  
 ز عشقت خواستم از جان و یک دم با تو نشستم  
 تو در بر و گرہ بستی و گفتی "خون تو ریزم"  
 و  
 بریدم از جہاں بہر تو و با تو نہ پیوستم  
 من این فال مبارک ادد و دل گرہ بستم

نہ دارم حدّاں کز شب و ان زلف تو لا فتم  
چو از ان نیست کج دولت کہ پیشت باریا کیں  
چو در دل شستی و جالیں سخن گفت بروں آمد  
بر بالائے ہجوتیر کز شست پہلویم  
بر غمزہ عاشقے را کش کہ اور از نہ میانی  
کہ من از دولت ہجرت زنگ لیتن رستم  
گلد می کرد خسرو "کز جہا بشکستیم" گفتی

۱۳۵۷  
عاشق شدم بیا رب عہد وفا کردم  
ما رب چہ شد آن پُر فن دل را کہ ست از من  
مطرب غزلے تر زد، در د کہنم نوشد  
یک چند زہر سودا باز آمد بوداں دل  
بر ہر ضئے رفتم، در ہر پیرے دیدم  
تا مار دگر خسرو دل بر پیراں نہ ہند  
د کتمکش عشقت نیکش سزا کردم

۱۳۵۸  
ہر نیم شب نفقہ بہ کوئے تورہ کنم  
روزے دو دیدہ چار نہ شد با تو دہ کہ چند  
شطرنج عشق باز کہ ما ہر نزد تو  
رندان مغلیسم کہ گر دسترس بود  
واں گاہ در رخ تو بہ دزدی نگہ کنم  
در چار سوئے راہ تو در دیدہ رہہ کنم  
خود را بہ مات گاہ رسانیم و شبہ کنم  
خوار مئے سبیل بہ ہر کوئے ورہہ کنم  
گفتی کہ "پر دہم دورہ گر خسرو اخوری"  
در یائے مئے بیا ر مبادا کہ نہ کنم



۱۲۵۹ رفتیم ماؤ دل بہ یکے کو گداشتیم  
جان خراب نیز بہ یک سو گداشتیم  
مائم و راہ دور بہ ما باز کے رسید  
جان ودے کہ بر سر آں کو گداشتیم  
بگداشتیم روئے عزیزے کہ ساہا  
عمر عزیز خویش بر آں رو گداشتیم  
آں بخت کو کہ بر سر باز و کشتیم  
آں گر دے کہ از خم باز و گداشتیم  
آں دل آں ز ما سر موئے جدا نہ بود  
آویختہ بہ حلقہ آں مو گداشتیم  
ہر بار گفتہ اسی کہ نہ پہلوئے من برد  
رفتیم اینک از تو و پہلو گداشتیم

زیں پس دفاے عمر نہ خواہیم خیر و

چوں روئے دوستان و فا گداشتیم

۱۲۶۰ زیں پس سر آں نیست کہ من زہد فروشم  
جائے کہ نیز زہد بجائے دین درستم  
ساقی قصے وہ کہ بر روئے تو بنو شتم  
ابن تو بہ صد جائے شکستہ چہ فرو شتم؟  
بس پیر خرابات کہ ہر دم بتقاعت  
تا باز کشادند دیر میکدہ دو شتم  
اکنوں کہ سرم شد بہ دیر میکدہ پامال  
چوں بیم دہد محسب از مالش گو شتم  
بودست زہوش و دلم اندیشہ تیمار  
المنقہ للہ کہ نہ دل ماند نہ ہو شتم  
رفت آں کہ مصلیٰ یہ کشف داشتیم اکنوں  
باز بچہ کہ مغ بچگان شد سرودو شتم  
پوشید بے خدمت بت کردم زیں پس  
زنا رہوس می کندم اند توجہ پوشتم؟

چوں باز نیامد زبت و بکدہ خسرو

اصلاح مزاج سگب دیوانہ چہ کو شتم؟

۱۲۶۱ گر من بہ کشتہ تو گر فتار نہ باشم  
آخر تو چیزے ست دریں سینہ و گرنہ  
افتادہ دریں سایہ دیوار نہ باشم  
چندیں بہ سر کوئے تو بیدار نہ باشم

زنجیر کشایم بہ برد زلف تو گر من  
خوننا خورم و شکر تو گویم کہ ازیں مئے  
خوش وقت دے کو بود آزاد کہائے  
چوں خاص خیالت شدم اے جانِ خرد

گویند کہ "خسر و مگری" وائے کہ چندیں

۱۴۶۲  
چوں دولتِ آں نیست کہ پہلوئے تو باشم  
کشتن جو ترا خوئے شد کنوں من این رد  
ہر صبح بہ قبلہ ہمہ خلق و من بد کیش  
روز از ہوسِ قد تو کُشتم بہ چین ہا  
خورشید بر آید خبرم نبود و نہ نیز  
بنواز بہ یک ناوکم اے ترک کہ بارے  
آں دم کہ تو در کشتن من دست براری  
نایم بدر از منیت دشتام تو ہرگز

ایں ست بہار دلِ خسرو کہ چو غنچہ

ب صد پارہ جگر از ہوسِ روئے تو باشم

۱۴۶۳  
عشقِ نصیبِ من ہمہ غم داد، درد ہم  
دردا کہ او گرم بہ تنہائیم بسوخت  
عشاق را کہے کہ جفا گفت عیب کرد  
جرم کہ از وفاست بہ بختائے و غفوکن

ہوش و قرار من نہ شد و خواب خورد ہم  
تنہا نہ آہ گرم کہ دم ہائے سرد ہم  
دید آں چہ گفت و یاد کند آں چہ کرد ہم  
اینک شفیعِ خونِ دل دروئے زرد ہم

اشکم رواں بہوئے تو آورد چوں کنم؟  
 اے جا کہ پائے خود منی از ناز بر زمیں  
 ایں خاک روزیم بدو ایں خواب خوردیم  
 خاک درت ز دیدہ دریغ مست گردیم  
 بر جان خود نهم ہمہ درد تو بہر آنک  
 نامرد را چه ز ہرہ و یا را کہ مرد ہم  
 تا مرد نیست مرد تحمل بہ راو عشق  
 خسر و دریں رہ از سیرم دانگیت نیست

ب  
 باد و عشق جفت نشو از خویش خوردیم

۱۳۶۴  
 مایہ رود و من ہمہ شب خواب نہ دامن  
 گفتم کہ "چسانی، ز غم باز نہ کوئی؟"  
 وہ ایں چہ حیات ست کہ من می گذرانم  
 من با تو چہ گویم چہ نہ دامن کہ چسانم؟  
 تا قہقہ اندوہ تو آم پیش تو خوانم  
 جاوید بزی تو کہ یقین گشت گمانم  
 اے کہ من ایں قصہ بہ گوشت نہ رسانم  
 یہودہ لکس از شکرستان کہ رانم؟  
 من خود ز دل سوخته خویش بہ جانم  
 مانی تو دریں سینہ و من بندہ نہ مانم  
 گویند کہ "خسر و تو شوی خاک بہ کویش"

ناچار چو رفتن بہ درش می نہ توانم

۱۳۶۵  
 دریاب کہ من طاقت، ہجر تو نہ دارم  
 از من تو کراں کردی و خون اند بہ چشمم  
 ہر روز دم سرد، مگرہ باد و خزانم  
 ہر شب ز پئے طالع بد تا بہ سحر گاہ  
 بشتاب کہ افتاد بہ جاں بہر تو کارم  
 گوہر زہرم رفتہ و دریا بہ کنارم  
 ہر لحظہ ز غم اشک، مگر ابر بہارم  
 قطرہ ز مژہ بارم و سیارہ شمارم

آن دل کہ ز من بستہ ای بہر خدا را      بسیار بہ من تا بہ خدایت بسیارم  
گر صد ستم از بہر تو بروئے من آید      آرم ہمہ بر خویش و بہر دے تو نیارم  
ہندار دل خسرو اگر زلف تو گیرد

تا نالہ شب گیر بہ رویت نہ گمارم

۱۴۶۶  
ابر می بارہ دو من بار سفری بندم      چشم می گردید و من از تو نظری بندم  
چشم گمیاں بہ لبش داشتہ یعنی در راہ      بر سر آب رواں پل ز شکر می بندم  
بہر بستن بہر دگر چیز می آرم دست      وز تحیر بہ غلط چیز دگر می بندم  
گفتی "اے دوست کہ بہر بند بچے دل خوشی"      حال این ست کہ می بینی اگر می بندم  
در تو می دیدم و چون آمد چشم بہ بست      بنگرا از چشم خودے دیدہ چہ بر می بندم؟

منکے بخش بہ خسرو کہ برائے تو شہ

خون بروں می کشم از دیدہ جگر می بندم

۱۴۶۷  
بر در تو ز دشمنان گر چہ کہ صد جفا کشم      دوستیم حرام با دار ز تو بایے واکشم  
غنیچہ دل ز ناز کی نشکفدم بساں گل      صبح دے کہ ناہما بویے تو از صبا کشم  
طعنہ زنی تو از جفا من بہ تبرک و رضا      تحفہ بادشاہ را پیش دل گدا کشم  
شرم ز دیدن تا یدم کوئے تو دیدن واں گے      خاک درت گذاشتہ ز حمت تو تیا کشم  
وائے کہ خونم آب شد چند ز دیدہ خون رخسارم؟      آہ کہ سوخت جان من چند ز دل ملا کشم  
ہر شبم از خیالی تو دل ز دہن زماں زماں      من بہ چنین عقوبتے تا بہ سحر کجا کشم  
گشت فراق و کافرم وہ کہ بہ ناز زندہ کن      پیش چناں لب دہن منت جان چہ کشم؟  
من بہ در تو کردہ خون می بخت نہ در برون      ناشدہ سر ہنوز خاک از تو چگونہ پا کشم؟

بختِ سقیزہ کا رمن میں عہدِ تاخت بر سر

خسرو مستمند را چند بہ ماجرا کشم ؟

۱۳۶۸  
مرا ہیں کا ندریں حالتِ سرو سامان می خواہم  
بہ غمزہ ز ابدانِ آتشِ بناؤں مصلحاں از ان  
ہنای خند لے ہم زان لب زندان می خواہم  
کہ من خونِ پلیدِ خود بپاں اماں نہ می خواہم  
وگر زیں بگذرد من لیسن چندان می خواہم  
کہ بت می جویم لے کافر تو ایمان می خواہم  
کہ من این از دل می خواہم از جان می خواہم  
کہ من یوانہ عشقم سرو سامان نہ می خواہم  
بروئے عہدِ مستوری، ورا لے دورِ بدنامی  
زدست بے دلی خسرو بجاں مد اگر بخشی

وے می خواہم از تو یک آبادان می خواہم

۱۳۶۹  
از آں لب می وزد بے وئے خونِ بابت  
زمستی چشم نکشائی و تیر بے خطا بر جاں  
بیاتاتر کنم لب اگر بجئے شراب است این  
جہلے کشتہ شکر خرمی کوئی صواب است این ؟  
زین جاں می دھیرن می انم چہ خواب است این  
ترای بینم و اندر گمانم کا قتاب است این  
کہ خوں بدہ ست آخر پیش ز این مروز است این  
”در این خانہ جگر می سوزد و بجئے کہا است این“  
بدہ لے درد جان شکر لے مشکلیں است این  
قوای ز اخ می کوئی و مارا فتح باب است این  
از آں لب می وزد بے وئے خونِ بابت  
زمستی چشم نکشائی و تیر بے خطا بر جاں  
بیاتاتر کنم لب اگر بجئے شراب است این  
جہلے کشتہ شکر خرمی کوئی صواب است این ؟  
زین جاں می دھیرن می انم چہ خواب است این  
ترای بینم و اندر گمانم کا قتاب است این  
کہ خوں بدہ ست آخر پیش ز این مروز است این  
”در این خانہ جگر می سوزد و بجئے کہا است این“  
بدہ لے درد جان شکر لے مشکلیں است این  
قوای ز اخ می کوئی و مارا فتح باب است این

تو لے ساقی کہ ہر دم می دہی خواب لے مارا

چرخِ سوسے چہ می بدہی کہ خود مستِ خراب است این

۱۴۷۰ غبارِ مشک می خیزدند دامنِ تاجِ باد است؟  
 به زلفش صد دلِ مظلوم در فریاد می بینم  
 سوادِ مست می یافدا دست فساد است این  
 همه کس از یادِ دوستانِ ردل نشاط آید  
 که از خونِ دلش پروردِ طفلِ خاندانِ باد است این  
 دلادر مانده گشتی از خیالِ من هم از اول  
 که اوراجلے می دادی می گفتم "فساد است این"

پرامیدِ سلائے رفت روزِ عمر در کوشش  
 شبت خوش خمر بگزر که وقتِ خیر باد است این

۱۴۷۱ ہی فقی کوئی گفتند اندر حسنِ فردست این؟  
 نگہم چشمِ وغرہ ست این کہ بہر جانِ من داری  
 بیت کہ کہ چندیدی بروئے زعفرانِ رنگم  
 خوشم با آبِ چشمِ خوش تا گفتم کہ "غم می خور"  
 ہر آن خلکے کہ می یزد بترط از دیدہ بہ پذیریم  
 بہتوخی می زنی سنگم کل ست این بر رخ عاشق

۱۴۷۲ شبت است این وہ چہ بیایان یا خود لعلِ باد است؟  
 رسیدہ موسمِ نوروز و ہر کس در گلستانے  
 مرست این پیش چشمِ با خیالِ آن نگارست این  
 جہاں در چشمِ من ندان چہ ایامِ بہارست این  
 بہ دیدہ می نمایم دل بہن گوید کہ "خارست این"  
 نہ روزا سائشتم باشد نہ شبت چوں روزگارست این؟  
 گلِ مُرداں مزن بروئے خسرو چوں کمر داس

لے درن غزل محذوف است لے درن بیت ذیل ناکند است  
 مراد دے ست اندھ جان کہ ہم با جانِ رود و دیروں دگر در دکن کہ ہمدردے نہ یابم وہ چہ دردست این

غیم ہجرم کہ می سوزد رہا کن تا ہی سوزم  
کہ از ناہر بانی چون بہینی یادگارست این  
غبار آرد چشم ز انتظار و باد ہم رونے  
غبار نار داز کوشش کہ ز انتظارست این  
بر غم خوردن موافق نہ شوندم دوستان ہر دم  
ندارم من و ازیرانہ نقل خوشگوارست این

مرا فسوس می آید ز تیرش بر دل خسرو

در آئے شاخ گل خندان مجلس انگستاں کن  
از آن زلف پریشان مز کن باد را در کس  
لگو "پیرا ہن بیانی کہ صحت بر یوسف"  
تو ہم ہشتاس خود را و یکے سرد گر میاں کن  
فرداں بت پرستیدم بہ محراب بنا ز اکنوں  
بر محراب و ابروے خودم از سر مسلمان کن  
پیش از مردن مینہ تا بوم اندر گوشہ مسجد  
بہر آن ہمیدہ ادر کار آتش گاہ گہراں کن  
منہ بر آئینہ آں فے وہ گرمی نہی بارے  
بسوز این جان کم بخت مرا خاکستر آں کن  
چو نتواں بوئے تو بشنید از فے می درم جامہ  
اگر چہ بر تو دشوارست ہائے بر من آساں کن  
کہ جان آدن سٹ شربت دیلری خواہم  
بروئی چوں سواد دیدہ لے بر سیرداں کہ  
طیسا در دمن دارد نہفتہ در دلم کارے  
نشاہت چوں جاں ہائے مشتاقان تو با لے  
ندارم خواب من از آستانہ بو کہ خواب آید

لہ درن بیت ذیل نامک است ۵

مرا گویند پیکاراں چکارست این کہ قوداری  
ز دل پُرسیدایں، من ہم نہ می انہ چکارستایں؟

لہ درن بیت محذوف است

لہ درن بیت محذوف است

بنائے عشق جانان نوشند اندر مینہ خسرو

بنابائے کہن از کار کاغذ و غمزہ ویران کن

۱۴۷۴ ہمارا آمدنے سرو گلستاں چوں توں کر دین  
گستہ سلک صحبت دوستانم باز و من زندہ  
مرا گوئی "فراموشش کنی آزاد شو از غم"  
بگویند آن مسافر اکھد بارہ شدہ جام  
بہ فراق تو دل بندم مرا چوں نیست کس پیچہ  
کجا انداز ہمہ مرغیاں کہ رفتن از چین یارب

ب کہ بے یاران خود حیف است گشت ہوتا کرد  
بدین خاری نہ ازرا هست یاد دوستاں کردن  
مسلماناں چنین دئے فراموش چوں توں کردن؟  
کم از یک نامہ لے کر دئے توں پیوند جہاں کردن  
کہ تہاوند ترا دست شفاعت در عیناں کردن  
نہ دانستند پندارید یا دوا شیاں کردن

بیاتاشکر غم گویم خسرو بعد از این چوں ما

نہ دانستیم در ایام شادی شکر آں کردن

۱۴۷۵ نہ بے رسم بنا گوشت گل اندر سبزہ پروردن  
لطافت گویم آں یا حسن یا خود آدمی کشتن  
چہ رویت کس لعل اللہ کہ توں زیست کس اد  
گیمہ از رخ فشاندن کرد و گرد در دل فگدن  
اگر گویم کہ دارم بر لب کاہی بہ جای لب  
خوش است آں لب زیندگانہ شور انگیزی خندہ

حرامت بادہ بے یاراں مے اندر غروردن  
شما کس خوانم آں یا شکل یا خود مردم آزدن  
چہ شکل است آں می ام کہ توں پیش از دفرن؟  
گیمہ بر دئے بردن ست و گرد آستیں کردن  
روا باشد چنین در کار یادنداں فرو بردن  
اگرچہ نیست از معبود حلوا با منک خوردن

مہر در خسروا در دل خیال خوب رویاں را

نہ شاید دشمن خود را بہ خون خویش پروردن

۱۴۷۶ مرا قامت چو چوگان ست سر چوں گوی سرگرداں  
ہمہ شب جان من گرداں ست گرداگرد رخسار

بیالے ترک چو گانے بدیں سر گشتہ در گرداں  
بدان گو نہ کہ باشد گرد گل باد سحر گرداں

لے درن غزل محذوف است

لے درن غزل محذوف است



سرت گردم زمانے گویش کن بر ناله ہائے من  
ز غم شب تاب سحر جاں می کنم بردار زلف از رخ  
چہ منعم می کنی ز اہدایں دئے و بدیں دیدن  
شبے آفتاب حسن در مہتاب گشتے کن  
گرت در دستر باشد مرا برگرد سرگرداں  
اگر مردن نہ باشد زود بایسے خبر گرداں  
تو ان گفتن مٹمان اگر دئے از قبلہ برگرداں  
در دویار را از سایہ خود جاناور گرداں

بروں آزد در دیوانہ گرداں ہونیا راں را

ولیکن خسر و دیوانہ را دیوانہ تر گرداں

۱۴۷۷  
شبے با ما خیال خویشتن را میہماں گرداں  
بر زیبائی و رعنائی بروں ایکہ انخانہ  
ہوس دارم از آن نگرس نگاہے سوائے من بگر  
خدا را چند سوزم ز آتش بے ہری آں مہ؟  
غیر عشق کو دار دبا مالم تا شوم کشتہ  
تو ہم با او جفا را بہر قلم ہم عیاں گرداں

چہ نہیاں می شوی بملے دئے خویش خلقے را

چو خسر و ہر طرف از عشق خود بے خانماں گرداں

۱۴۷۸  
و حیت می کنم گر بشنود ایر و کمان من  
زبان دوست ترکی گوے و من ترکی نہ می انم  
بہ شکوہ نسبت لعل لب جاں پرورش کردم  
اگر با ما سخن گوئی ز دئے مرہمت می گو  
چنان از عشق می سوز و تم در زیر پیراہن  
پہل ز مردن نشان تیر سازد استخوان من  
چہ خوش دئے اگر بوجے بانہش درد ہاں من  
بروں کن از پس سر غلط کردم زبان من  
منم فرہاد سرگرداں توئی شیریں زبان من  
کہ از بیرون پیراہن نماید استخوان من

مرا و خسر و بے دل بر آرد یک زماں بنشین

کہ رستمہ بردلت آید ز فریاد و فغان من

۱۴۷۹

دارم لے دینے از دودیت بہ جز حیرت گردیدن  
گرد ز دیدن جاں می نہ خواہی چسبیت از شونجی؟  
بے کو عاشق شمعے بود خیزد چو پروانہ  
عکس خار لے پیکان غمزدہ خواہاں رولے رعنا  
چہ سود از دیدن بتاں چو نتوان میوے چیدن  
بہ ہنگام خرامش خویش را صد جائے دزدیدن  
کہ بر آتش بریوئی بود چوں دود لہزدیدن  
کہ تا گردنا زین طاقت نہ ناخن پشت خا ریدن

مرنج از جویرا را عاشقی، خسرو کہ بہ بنود

مزاج نیکو از دستن فریویش پوشیدن

مخند از درد من جانانہ بر بازی ست آہ من  
کنایہ جز وفاداری من اندر خود نہ می بینم  
اگر از ناز خویش یزی، حملات کردم لے بد خو  
مراد رباغ می خوانی مگر آگہی از خود  
الائے ساقی، مستان طفیل جبرے زنداں  
بہراز من بہرہ سبب ہستی جز و فلے خود  
دردن تا آتشے نبود نہ خیزد و داز روزن  
نہ دانم تا کہ فرمودت کہ ”دل زدستوں بہ کن“  
و گرد از دستوں خواہی، رضایت ہم لے دشمن  
رہا کن تا ترا بنیم چہ جائے لالہ و نسرن  
خبر لے گر نہ می از زم سفا لے بر سرم بشکن  
کہاں چو خاک ہد رفت و راز لے تو با من

۱۴۸۰  
لے دردن چہار بیت ذیل زانکہ است ۵

زکات آں بہت بر جان من یک خندہ ضائع کن  
ب و چشم بر شکنند از بے خاک درت با ہم  
خجہ گفتم کہ ”سوز من نہ بینی کہ گہے“ گفتا  
کہے کو جان نہ باز دشتی او بازی ست با جاناں

۵ دردن دودیت ذیل زانکہ است ۵

ز جامہ گر چہ جان بارہ کم کئے باورم داری؟  
رقیباً گردنش باز نگول ماہر نہ می تا بد  
کہاں دیوانہ زان لب ہا ہی از دہ خندیدن  
کہاں در گردن سرمہ ست و آن رہنہ بوسیدن  
کہ با شد خس نہ بہر سوختن نئے از بچے دیدن  
نہ شاید خود پرستاں ملاطفت عشق و رزیدن  
تلا کا سیب خواری، ہیچ کہ نگرفت درد من  
توا ز خون مسلمانان کجاں باری مکن گردن

برفتا ز یادِ خسرو زاد و بومِ کمند در کوش

چو مرغی در قفس ماند فراموش گردش مسکن

ت

۱۴۸۱

با چوں تو جمعی یک شب گر خواب تو آن کرد  
بهر خوشی عمری است سیلاب تو آن کردن  
گر پائے ترا وقتے از گریه تو شستن  
از بهر چنینی کارے خواب تو آن کردن  
آں طره به یک سو نہ و ز گوشہ تاباں  
بشملے سیاه را مہتاب تو آن کردن  
گر غمزه تو جوید شاگرد به خون ریزے  
صد خضر و مسیحا را قصاب تو آن کردن  
بیداری من بود دست از ریخ فراق مشب  
چندان کہ بسایش ده خواب تو آن کردن  
زابد کہ ترا بیند کمر قبلہ بہ دل خواب  
از طاق دو ابرویت محراب تو آن کردن  
آں خوں کہ ز روئے تو کہ گاہ چکد بر لب

کام دلِ خسرو را جلاب تو آن کردن

۱۴۸۲

گیسوئے ترا نسبت با شب نہ تو آن کردن  
وزناہِ جمالت را غنچ نہ تو آن کردن  
جاں عزیم سفر دار دبر دار ز رخ پرده  
منزل گیرم عمدہ عقرب نہ تو آن کردن  
تو ظلم کنی بر من، من بندہ دعا گویم  
یارب چه کنم کاین جایارب نہ تو آن کردن  
گیرم کہ تو پیکار را بیکار نہ می خواهی  
خوں ریختن خلقے مذہب نہ تو آن کردن  
کودک شدی و جانم باز بچہ خود کردی  
ور خود ز تن من شد مرکب نہ تو آن کردن  
شربت ز لب تو خواہم وین ہمیدہ گوئی را  
بہر دل گیرم خود در تب نہ تو آن کردن  
حلوائے لب خود نہ اندر دہم تا خود  
از غایت شیرینی در لب نہ تو آن کردن

خسرو بہر جہاں اندر از بہر تو می باشد

ور نہ بہ چنینی جائے یک شب نہ تو آن کردن

۱۴۸۳

یوسف چو رخت مایہ در خواب دیدہ ست این  
خورشید چنان زلفی در تاب دیدہ ست این

لہ درن غزل محذوف است      لہ درن غزل محذوف است

دو چشم چو باد امت در خواب بود دایم      بادهام چنان چشم در خواب دیدہ ست این  
 محراب دوا بر دیت طاق ست در این عالم      طاقے کہ چنان ہرگز محراب دیدہ ست این  
 بوئے کہ دہد زلفت گلزار کجا دارد؟      خونے کہ خور دلعلت عناب دیدہ ست این  
 بالائے تو گر بند مہتاب شود سایہ      خود سایے بالایت مہتاب دیدہ ست این  
 نقشے کہ رخت دارد در آہ دو چشم من      یک چشم چنان نقشے در آہ دیدہ ست این

صدرن فرو خواندہ ست از دفتر تو خسرو

بے دائرہ عشقت یک باب دیدہ ست این

۱۴۸۴ م      مبارک باد ماہ روزہ داراں  
 مدہ اے محبت تشویش چشمش      یدان متی فرائے ہوشیاراں  
 زگریہ بیش می سوزیم با آنک      کہ در خواب خوش ناک پر خاراں  
 رخت در چشم مشتاقاں چنان است      نہ گیر دہیمہ اے آتش زباراں  
 خور دغون من آں کا فرہمہ روز      کہ شربت درد بان روزہ داراں  
 غنیمت دار خواب بے عنے را      گوارا بادے بر بادہ خواراں  
 بیار آں وہ قدح اے ساتی ہوش      کہ شب ناخوش بود بر سوگواراں

کہ بخسرونہ بوداں مے گواراں

۱۴۸۵ م      خمار و خواب و چشم کا فرش ہیں  
 دل پاکان و جانِ بارسایاں      فکنج و بیچش زلفِ ترش ہیں  
 چو غوغائے کس در خانہ شہد      ہلاکِ غمزہ ہلے ساحر ش ہیں  
 بہ جلے آب اگر ساکن نہ دیدی      نفیر مستمنداں بردر ش ہیں  
 بتا جعدت پیرا ز دل ہارت خواہی      درونِ پیرہن سمیں بر ش ہیں  
 گرہ بکشا بہ ہر مو اندر ش ہیں

لے درن غزل محذوف است      لے درن غزل محذوف است

ہم شب بادہ نوشیدہ مست تاروز ہنوز آں خواب مستی در سرش ہیں  
 بہ دیدیم یک ریش دیوانہ گشتم دلم گوید کہ "بار دیگر شش ہیں"  
 دلم را سوختی و رباورت نیست در و نم چاک کن خاک ترش ہیں  
 چو گوید خسرو از غم گر یہ چشم  
 ز خاک پائے شاہ کشورش ہیں

۱۳۸۶  
 برآمد ماہ عید از اوج گردوں طرب چوں ماہ نوشد ہر دم افزوں  
 بر اوج آسمان نوئے ست یا عین کہ بیرون آمدہ مست از کھک بے چوں  
 بہ گردش چیمت چندین نقطہ زانجم اگر یک نقطہ باشد بر سر نوں  
 بہ بین اندر رکوع آں پارہ نور ہلاش گویے خواہ خواہ ذوالنوں  
 ہما نا حلقہ گوش سپہرست جو لیلیٰ است در پہلوئے مجنوں  
 شفق بین و سیاہی شب عید تو پنداری کسایں مشک مست کنوں  
 چنین ماہ نو و عید خجستہ مبارک باد بر ذات ہمایوں

در اوصاف کمالت نظم خسرو

۱۳۸۷  
 شبے بہ خرام و مہ را کار بشکن نیامیزد ہمہ سحرست و افسوں  
 ز سر جوش دلم بر گیر جامے رخے ہماؤ گل را بار بشکن  
 مخور با مردمان عشق بادہ خمار ز گسی ہمیا ر بشکن  
 صبحی کردہ از مجلس بروں آئے سفارش بر میر اغیار بشکن  
 جہان مئے کشی ہر روز بنشین بتاں را چاشت گر بازار بشکن  
 یک امروز از پے من کار بشکن

لہ درن غزل محذوف است لہ درن میت ذیل زائد است

سرم نطع ست پائے کوبائے مست : دماغ عقلی دعویٰ دار بشکن

خطِ مشکینِ یارے گل نہ سہل است ورق کاں جا رہی زہار بشکن  
بر آں دامن نہ خواہم خونِ خود نیز قبا را عطفِ خوئیں وار بشکن  
دل خسرو شکستی وہ کہ گفتست  
کہ مہر حقہ اسرار بشکن

۱۳۸۸ خوش آمد با تو ام دیدار کردن نظر در روئے چوں گلزار کردن  
کشیدن بادہ بر روئے تو واں گاہ تاشائے گل و گلزار کردن  
چہ خوش باشد ترا از خواب مستی بہ زخمِ بوسہ با بیدار کردن  
زمن در پیش تو کارے نیاید بہ جز نظارہ دیدار کردن  
نیارم از لبِ دل را جدا کرد کہ تو اں خوئے زخوں بیزار کردن  
بہ جرمِ عشق اگر خونم بریزند نہ خواہم ہرگز استغفار کردن  
بہ تمشیرے نہ گردم منکر از عشق ز تو کشتن زمن اقرار کردن  
مگو خسرو کہ ایں با گفتنی نیست

نہ می شاید سخن بسیار کردن

۱۳۸۹ بر آں روئے کہ تو اں مے گرفتن ترش بر روئے ماتا کے گرفتن  
حلاش باد خونم آں چناں کوست جہایت چوں تو اں برے گرفتن  
صبا بستاں کباب نیم سوزم بہ دستش دہ بہ جائے مے گرفتن  
کجا افتادہ امی زاہد زما دور نہ شاید مفلساں را پے گرفتن  
چہیں کز غمزہ شوخت ماں یافت نہ خواہد فتنہ روم وے گرفتن  
تراہم مست شوئے لیک فرق است بتا از سوختن تا خوئے گرفتن

ز تو در خان و ماں سوزی اشارت

ز خسرو آتش اندر نے گر فتن

۱۳۹۰  
 نہ بے یادت برایت یک دم از من      نہ بے رویت جدا گرد غم از من  
 بزن بر جانم آن زخمی کہ دانی      بہ شرط آں کہ گوئی مرہم از من  
 دلم را خوں تومی ریزی و ترسم      کہ خواہی خوں بہائے دل ہم از من  
 مرا از ہر کہ دیدی بیش کشتی      مگر کس را نہ می بینی کم از من  
 اگر آہے بر آرم از دل تنگ      بہ تنگ آید خلق عالم از من  
 کجا کارم بنہ عالم راست گردد؟  
 کہ برگشتی چو زلف پر خم از من

۱۳۹۱  
 روئے کہ بہ عالم است شب داں      پر سیدن کرم را ز تب داں  
 ز شکال زمانہ نور ہر کار      خورشید بہ عقدہ ذنب داں  
 لا فیدن سفلہ باشد از مال      بر جیفہ کلاہ بر شعب داں  
 در فاقہ بود فروغ تقویٰ      پیرایہ گوجراغ شب داں  
 بر انک حریم عارفان را      صد خندہ ذخیرہ زیر لب داں  
 نقب افکن حرص تو ز دیں ست      مہ پردہ درندہ قہب داں  
 از خسرو پند تلخ سودست

۱۳۹۲  
 پذیر و ملیلہ را محب داں      غ  
 از ہمو توئی برید نتوان      بر تو دگرے گزید نتوان  
 تا چند کستم جفایت آخر؟      محنت ہمہ عمر دید نتوان  
 زیں پس من وجو عشق و تسلیم      کز آمدہ سرکشید نتوان

لہ درن غزل محذوف است      لہ درن غزل محذوف است

غم سینہ بسوخت چوں توان کرد؟ خود پرده خود درید نتوان  
 یاران عزیز پسند گویند گویند و لے شنید نتوان  
 من کز پے خواہم چه تدبیر؟ عزت به درم خرید نتوان  
 بے یارم بخت کام دل نیست بے پر به ہوا پرید نتوان  
 ایوان مراد بس بلند است آں جا به ہوس رسید نتوان  
 ایں شربت عاشقی است خسرو

۱۴۹۳ بے خون جگر چشید نتوان ب  
 اے میر ہمہ شکر فروشاں تو بہ شکن صلاح کوشاں  
 عشاق زدست چوں تو ساتی خوانا بہ جائے بادہ نوشاں  
 در میکدہ غمت سفاے نریخ ہمہ معرفت فروشاں  
 یک خرقد رخت درست نگذاشت در صومعہ کبود پوشاں  
 از پردہ چو گل دے بروں آئے باوے ہمہ نیکو اں فروشاں  
 خوش وقت تو کا گئی نہ داری از آتش سینہ ہائے جوشاں  
 بیدار نہ گشت ز گسی مست از نالہ بلبل خروشاں  
 از تو سخن بہ ہر ولایت

۱۴۹۴ خسرو بہ ولایت خوشاں ت  
 زین خوش پسران و شکل ایشاں بیگانہ شدم ز جملہ خویشاں  
 خوان ہمہ شہر و یک دل من بے چارہ دلم بہ دست ایشاں  
 با ما سر راستی نہ دارند ایں کج کلہان مو پریشاں

لہ درن بیت ذیل زائد است ۵

در کاوش کنہ خوبی تو :::: کندست خیال تیز ہوشاں



کشتند بہ تیغِ غمزه مارا      این سخت دلاں سست کیشاں  
جانا مگذرِ ننگِ فشانان      برسوخکاں و سینہ ریشاں  
اے مرہم نیکواں فدایت      لیکن دل و جانِ منِ فداشاں  
گر خوں ریزی ز صد چو خسرو

۱۴۹۵  
با گرگ چہ دم زنند میشاں و  
اے آرزوئے امیدواراں      اے مرہم دردِ دل فکاراں  
از دشمنی آں چہ بود کردی      لے دوست جنہیں کنند یاراں؟  
تاسایہ زلف تو بدیدم      دیوانہ شدم چو سایہ داراں  
افگند تن چو موئے باریک      در زیرِ گلیم سوگواراں  
می گریم بر غریبی خویش      چوں ابر بہ موسم بہاراں  
گر شرح دہم غم تو صد سال      یک قہقہ نہ گویم از ہزاراں  
آں ہاکہ تومی کنی بریں دل      از دل نہ شود بہ روزگاراں  
با این ہمہ چشم بر سیرِ راہ      می دارم چوں امیدواراں  
تا کہ گزری بہ سوئے خسرو؟

۱۴۹۶  
چوں بر سرِ کشتِ خشتک باراں غ  
سرست رود چو در گلستاں      پامال کند جالِ بُستاں  
من نالہ کنان ز غم ہمہ شب      او خفتہ بہ ناز در شستاں  
یارب کہ از آں خدائے ناترس      انصافِ من نکستہ بستاں  
اے چشمِ ترا بہ کشتن من      یک غمزه و صد ہزار دستاں  
ہم مستی و ہم خوشی ہمہ وقت      خوش باد ہمیشہ وقتِ مستاں  
فریاد ز بلبلان بر آمد      مخرام بہ ناز در گلستاں

داغی کہ فراق بر دلم کرد به شکاف و بیں مہنوزہست آں  
شد کشتہ بہ دست جور خسرو  
آخر نگہی بہ زیرِ دستان

۱۲۹۷ تا از بر تو جدا شدم من یارب کہ غمت چہ کرد با من ؟  
از دیدن تو زد دست رفتم اے کاش نہ دیدے ترا من  
سیماب شدی و از خیالت در خویش گم ام چو کیمیا من  
رفت آں کہ بہ یک دگر رسیدم من بعد کجا تو و کجا من  
گیرم بہ غم رہا کنی تو ہر گز غم تو رہا کنم من  
گر زندہ بمانم اندر این غم جز مرگ نہ خواہم از خدا من  
کس نیست بدین ستم گرفتار

یا خسرو دل شکستہ یا من

۱۲۹۸ جانان گزشتے بہ بوستان کن بادہ خورد رخ چو ارغواں کن  
جاں ہاکہ گراں ست ز رخ ایشان یک بار بخند و رائیگاں کن  
از غم زہ روانہ کن خدنگے یک جاں مرا ہزار جاں کن  
گرمی کشیم ز کس چہ برسی ؟ چیزے کہ ترا خوش آید آں کن

زن در دلِ خسرو آتش اما

خود را ز میانہ بر کراں کن

۱۲۹۹ یکدم فراموشم نہ ای گر چہ نیای یاد من انصافِ حسنت می دہم با آن کہ نہ دہی یاد من

لے درن غزل محذوف است لے درن غزل محذوف است

سے درن بیت ذیل زائد است

من می نہ گفتم کجاں جواں یکے و ز خواہد برد جاں دیدی چو جب ز دنا گماں یں صبر بے بنیاد من

گفتم کہ "نزد من نشیں مگذا زارم این چنین  
 ہر ساعت از مرگان خود خوئی لم پیش او فتد  
 شب مو نسیم پرویں بود روزم ز خون بالیں بود  
 جاں می شود از تن جدا پیچ اگر گذرافت ترا  
 اے دل در آں زلف دو تابی با نس تسلیم بلا  
 تو نازکی، و نازنیں تنگ آئی از فریاد من  
 زین ارماند بخت بدایں ست پیش افتاد من  
 پیوستہ گر غم این بود مسکین دل ناشار من  
 بے بیاری لے صبا زان سوں آزاد من  
 کا ساں نہ خواہد شد با از دام این صیاد من  
 فریاد خسرو پیچ گراندر دلش نگر فت رہ

۱۵۰۰  
 سو دئے خواباں کہ نہ شد زین جان غم فرسود من  
 باہر کہ بنمودم و فادیدم جھائے عاقبت  
 من خود ز دست ہجر تو در تلخی جاں کند من  
 بنشیں بہ بالینم دے من خود نہ خواہم زیستن  
 زین کہ و در داغ نیز من بگریت چشم خلق خو  
 نالیدن یعقوبیم در سنگ می گردد ہی  
 امشب ہنای رئے را بر آستانش سودام  
 ہستی ہمہ کہ درم نیالیں بود ز لیاں سود من  
 شکرے نہ گفت از پیچ کس این جان ناخستود من  
 ابر و ترش کردہ مروائے ترک ختم آلود من  
 بالے بہ بنیم رئے تو کافی ست خود مقصود من  
 یارب چہ بوی چشم تو گر پُرسدے از دود من  
 دیوار در رقص آورد ایں نغمہ داود من  
 لے گریہ امروزے مشوایں رئے خاک آلود من

۱۵۰۱  
 خواہد خسرو چنین دیدہ نیفگندی ہر دں  
 گردل نہ داری ہر دمش اشکِ ہلکریاود من  
 ب

ماہے گذشت شب نہ خفت این دیدہ بیدار من  
 فریاد شہنام چنین کز درد می آرد خبر  
 یائے نہ کرد از دوستان یارِ فرامش کار من  
 بسیار دلمہا خو کنڈ این لہ ہائے زار من  
 بیرون نیاید چوں کمز این جان بد کردار من

لے بیت محذوف و بہ جایش درن بیت ذیل زائد است  
 از نالہ و زاری زباں یکے نہ می آساید م بی تاچہ خواہد کرد باز این کہ و زود از زود من

یار اچھا از چشم نکو دیدن نہ می آرد مرا  
لے دیدہ بد کو رشتو، گرننگری دریا رمن  
ہاں لے رقیب ارمی کشی ہم بکفش نہ تیغ را  
مانا کہ شرے آیدت از دیدہ خوں بار من  
گر تو نیازی بگو تا خویش را قرباں کنم  
چہ پرسی از آزا بد دل می ہیں جہان آزا رمن  
من بے خون خود کہ دم محل اں گونہ کت باید کش  
باشد کہ خشت کم شود لے کا فرخون خوا رمن

گفتی کہ راز این روں سوئے نہ داراں چنان

تو راست می گوئی و لے پیدا است از گفتار من

۱۵۰۲  
ماہ ہلال ابروئے من عقل مرا شیدا کن  
غمرہ زنانیں سو میا آہنگ جان ما کن  
کہ زلف سوئے رخ بری، کہ خال پیش لب نہی  
جان ارد آخر ہر کسے چندیں بلا یک جا کن  
گر من ز جو چشم تو کہ دم تکایت گونہ اے  
زارم بکش لیکن نکو در روئے من پیدا کن  
دیرینہ یاران من اندلے بند گواند وہ غم  
و ربے غمی منملے رہ زیشاں مرا تنہا کن  
گفتی "شوم فرداے ہجر آں کشتنت ساختہ"  
امروز مہمان تو ام تو وعدہ فردا کن  
گر نہ ہدی و زری لا پروانہ لے شوئے مگس  
بالائے آتش چرخ زن پرواز بر حلو کن  
گفتم "ز زلف چوں توئی ز نار بندم" گفت "و"  
در کفر ہم صادق نہ ای ز نار را رسوا کن

خسرو اگر بخت گہے یاری دہد کاں جا رسی

ہم بر زمین نہ دیدہ و گستاخی آں پا کن

و

۱۵۰۳

مانا کہ بکشتایدلم بندے ز گیسو باز کن  
گم گشتگان عشق را پنہاں کیے آواز کن

لے درن بیت محذوف است لے درن بیت محذوف و بہ جائش بیت ذیل زائد است ۵  
برجان من آخر ہمز از چہیت برآمد گرہ ۶  
بسن نیست ایں کاں لے ز چندیں گرہ درکار من

لے درن بیت ذیل زائد است ۵

مے من غلام روئے تو گر جو رخوا ہی ورستم ۶  
بر بندہ خودی کنی چوں گویت "کن یا کن"

غم ہاست دہر دل ز تو ہر یک بہ دیگر چاشنی  
گو تا مراد رکوئے تو سوزند پیش عاشقان  
کہ جہاں درون و گہ بروں کارم مگر کیلتا شود  
پیش رقیب کافرت درد دارا چشم تو  
باز آندایں باد صبا آورد بویے از چین  
بکشد عشق از دیدہ خون لال شعلے شخص نگوں  
چون زہد با تو بہ را بشکست عاشق شہ ترا  
خوہی برو جہ فشاں خواہیش رنگ انداز کن

گر بہت پرستان را رسد ہر تارک از خواری لگد

آغاز آں لے محسبے میں ہر شاہد باز کن

۱۵۰۴

ہر محلے و ساقی من در خوارِ خویشتن  
زیں سوئے جو رو شمنان زان سوئے طعنِ دوستان  
لے پند گوہر دم دگر چہ آتشم در می زنی  
جانا چو خواہی کشتم در آرزوئے یک سخن  
می دانی آخر مردم عدا چہ می گوئی سخن ؟  
تو در درون جان من ہر دم در اندوہ دگر  
بر دہشتم رہ در عدم بگذاشتم دل در بہرت

د  
ہر بے دل کا دم بخود من بر قرارِ خویشتن  
خلقے بہ طعن گفتگو عاشق بہ کارِ خویشتن  
من خود بہ جانِ رماندام بار و زگارِ خویشتن  
ہاے بہ دشنامی مرا کن شرمسارِ خویشتن  
در ماندہ لے راکشتہ گیر از انتظارِ خویشتن  
یارب کہ چوں پارہ کنم جانِ فگارِ خویشتن  
کہ گم گر یاد آوری از یادگارِ خویشتن

لے درن بیت محذوف است

لے درن بیت محذوف است

تہ درن بیت محذوف است و بہ جایش قطع ذیل زائد است ۷

خسرو تو در وے کے رہی لیکن بہ کویش کن گذر  
در خاک باہر ڈھلے بنشیں بیانِ راز کن  
تہ درن بیت محذوف است ۷ درن بیت محذوف و بہ جایش بیت ذیل زائد است ۷  
ایں خون خود کردم محلِ شکنِ خوارِ خویشتن

خود غمزدہ بر خستہ وزنی بردیگاں تہمت بنی

مانا بہ فتراک کساں بندی شکارِ خویش

ب

۱۵۰۵

خونے زچشم می رود در انتظارِ کیست این؟ تیرے بہ جان می ہنہ از خارِ خارِ کیست این؟

دل کز بتانِ بوالہوس آوردہ بودم باز پس بائے دگردید کس بنگر کہ کارِ کیست این؟

ہر دم بہ خاک کے منزل ہم غم بائے حاصلم لے خاک بر فرقِ دلم آخر غبارِ کیست این؟

ایںک سید آں کینہ کش جان در کارِ کشِ کینہ کش بر کشتنم دل کردہ خوش مردمِ نکارِ کیست این؟

گل گوں مانا ناگنجتہ گیسو کند آویختہ دل خستہ و خون ریختہ چایک سوارِ کیست این؟

بستہ میانے در کمر چوں رسیمانے و گھر بائے مرا نادمہ بر تادار کنارِ کیست این؟

بر خستہ و بے دل زکیں اسپ جفا کردہ زیں

گر بریزدش خون در زمیں در زینہا کیست این؟

۱۵۰۶

آمد بہار لے یار من شگفت گہادر چمن شد در نوا ہر بلبلے بر شاخ سرو و نارون

با دِ صبا گل ریزش ساقی بدہ مے تا شوم گرا از خارِ چشم تو مست و گرا زردی و ن

با عارضِ زیبائے تو مارا چہ جائے باغ و گل با قامتِ عنائے تو چہ جائے سرو و نارون

چند اں بہ یاد عارضتِ بارم زجئے دیدہ و خوں تالارِ ایت را دم سنبُل بر اطرافِ چمن

چشم چو در ہر گوشے رشاد دار چشم لے در چشم از ناری گہے بائے بیادِ چشم من

منادم اگر میرم ز غم بائے ز محنتِ دادم از ہجرت لے زیبا صمم تا چند با شمم ممکن؟

گا ہم ساز دے خبر گا ہم نادر در نظر با عاشقانِ چشم را باز این چہ سحر است فتن؟

داریم بازلفت بتا وقتِ خوش این قہر کسائے با دِ صبا وقتِ مرا بر ہم مزین

لے درن بیت محذوف و بہ جایش بیت ذیل را کماست ۵

گویند اگر آں خوش پس کہید چہ آری در نظر؟ در چشم من چندیں گم بہر نثارِ کیست این؟

۵ درن غزل محذوف است

از انتظارت دیدہ باشد خسرو بے چارہ را

لے یوسف فرخ لقابے فرست از پیر ہن

۱۵۰۷  
بالائے قست امیں پیش من یا ربستانی ست ایں  
چشم من ست ایں پیش تو یا ابر نیسانی ست ایں  
توی روی وزیر کراں غلقہ فریاد و فغاں  
لے کافر نامرباں آخر مسلمانی ست ایں  
ہر سو کہ می افتد گذر ہر غم کراں نبود ہتر  
ہر لحظہ می آید بہر سرا را چہ پیشانی ست ایں  
ترساں ہی بودم کہ جہاں خوبی ستاندا نگاہاں  
لے دل کنوں ہنساں ہاں کافرت جانی ست ایں  
ہر چہ کہ بدست حق روشن لے جان محنت کش کش  
سیار بودے جمع و خوش وقت پریشانی ست ایں  
شہرے بکشت اُس تند خو زہنا رجا مے مجو  
گستاخی بینی درو خسرو چہ دانی ست ایں

۱۵۰۸  
زندانہ بگذشت از رز و طاقت نہ دارم پیشانی  
دیدم کہ بجاں چوں بود دیگر نیارم پیشانی  
دل تشنہ دیدار تو جہاں میمان یک نفس  
لے آفتاب بردر مراں بیگانہ دارم پیشانی  
بگذارد بوسم پائے تو بس از جہاں محنت برم  
ہم جہاں تو کا نہر جہاں کالے نہ دارم پیشانی  
آزاد وہ دیرینہ را یک غم زہن کاں بہر شود  
مرہم نہ می خواہد ز تو جان نگارم پیشانی  
لے ابر نیسانی مزین لاف از در غلتان خود  
کہ بہر ایثار رمش در دیدہ دارم پیشانی  
آرام گیر لے بے وفا یک دم نشیں بر چشم تر  
زاں رو کہ دیدار ترا نبود قرارم پیشانی  
خسرو جو سودا ز غمت زندوہ تو بار گراں  
آخر مسلمانی منہ بر سینہ بارم پیشانی

لے درن بیت ذیل زانکہ است

مردم بہ جہاں چا کر ترا دیو و پری لشکر ترا  
نئے خوبی ست ایں مر ترا ملک سلیمانی ست ایں  
لے درن غزل محذوف است

۱۵۰۹

خواہی دلا فردوس جانِ خسارِ جاناں ابیں  
لے دل کہ ہستی میقرار از ہر دے آں سوار  
لے بُت پرست ہند و چین کنیا دُبت بونہی  
دی شب کمی رفتی چو مری گفت با من لے  
دارم ز تو دایع کہن و نیست باور ای سخن  
بخوام بچوں عاقلان از بہر جانِ غافلان  
لے چوں پری ز دلبری در حسن خود گشتہ پری

ب  
ور با بیدت سر و رواں آں میخواباں ابیں  
از جانت می آید بکاراں شکل جولان ابیں  
چندیں چہ گوئی بُت چیناں یکے کلمان ابیں  
”گر جہاں دیدی پہنچ گزین جابیا جہاں ابیں“  
بیدار دل من پارہ کن ز اس داغ پنهان ابیں  
در ہم ز آو بے دلاں زلف پریشان ابیں  
خواہی سلیمان بنگری بر تخت سلطان ابیں

می گوئی ہر دم خسروا سلطان مبارک ادعا

در راست خواہی قبلہ را آں قطبے راں ابیں

۱۵۱۰

خوابِ بختیم من پرستِ بختیم تو بخت خواب من  
فتنہ بختیم تو بخت خواب مرا بہ عہد تو  
تشنہ خونِ فتنہ ام بس کہ بخورد خون من  
در دسریت می دہد گریہ زار من بے  
سوزش خود چہ گویت بس کہ گفت مہم  
روز من از تو گشت شب ز غم روشنی خورم  
در شبِ مہتاب اگر سگ مہم شبِ فغان کند  
عمرِ شباب می کند وقتِ فغانِ عہد شد

تا پئے ماندہ دتتم زلف تو بر دتاب من  
فتنہ جو خواب کم کند ہر چہ بردہ خواب من  
دشمن آید یہ ام بس کہ بر بختِ آپ من  
خود ہمہ دردِ سر بود حاصلِ این گلاب من  
آتشِ دل چسب زبانِ حالِ لکباپ من  
آہ جہاں فروزد دل بس بود آفتاب من  
آں سگ با فغان منم رے تو ماہتاب من  
ہست ز عمر بے وفا بینتر ایں شباب من

لے بیت درن محذوف است لے درن بیت محذوف و بجایش بیت ذیل اضافہ است  
گم کرد جہاں بردرت ہم جان ہم دل چاکرت  
لے درن غزل محذوف است  
در گیسوئے غدا ز درت ایں را بجوآن را ابیں



از تو ہائے کفد سایہ بر آشیان ما      چند بہ جلیہ می پر در وطن خراب من  
دی در تو ہی ز دم لب بہ جفا کشا دیم      بخت در دگر کشود از پے فتح باب من  
بوسہ سوال کرد مت بوسہ زدی بہ زرب لب      گر نہ من بلہم ہمیں بس نہ بود جواب من  
خسرو از انقلاب تو گر چہ کہ ماند بے سکون

ہم ز سکون بدل شود ایں ہمہ انقلاب من

۱۵۱۱  
آفت زہد تو بہ شد ترک شراب خوار من      یار گرا دوست کے شود تو بہ وز ہدیار من  
بادہ ہجیر خوردنم رنج خار در تنم      جز ز حلاوت لبش نشکند ایں خار من  
اے چو توئی نہ خاستہ پہلوئے من نشیں دے      تا بنشیند از دروں آتش انتظار من  
رغبت اگر نہ می کنم ساقی خون خود شوم      مطرب را رنگان تو نالہ زیدوار من  
بے تو دو چشم چار شد خاک در تو سر مرام      سرمہ گرا تو با یدم خاک بہر چہسار من  
چوں تو سوار بگندمی دیدہ گہر نشان کنم      خواہ قبول و خواہ ردیست جنائینتار من  
بس کہ پراز غبار شد دل ز تو گرفتار زخم      خاک بہ رویم افکند ایں دل پر غبار من  
لاغ مکن کہ خسرو ادا من خود ز من مکش  
چوں کہ ز دست من بشد دامن اختیار من

د

۱۵۱۲

گر چہ ز خوئے نازکت سوختہ گشت جان من      سوئے قومی کشد ہنوز ایں دل ناتوان من  
خواب نہ ماند خلق را در ہمہ شہر از غمت      دور شنیدہ می شود در دل شب فغان من  
ہیچ عبارت از دروں می نہ پذیرد دم سکون      گر چہ شد آب جملہ خوں در تن ناتوان من

لے درن غزل محذوف است      ۷۴۷      درن دو بیت ذیل زائد است ۷۴۸

گفتی ام "از چہ ناخوشی ہیچ تو چہیت باز گو؟"      دوری دوستان و پس دور ز دوستان من  
ختم کماں بیا کہ ما صلح کنیم یک دگر      جان و دل من آن تو رنج و غم تو آن من

وہ کہ جو رچوں توئی نام غبار برزباں  
گر دہیم بہ جاں اماں نزل رہ تو عمر من  
بس کہ تو شوخ و دلبری گم شود دل کسے  
دور مکن ز دانش گم رہاں اناک  
خون دل من آب شد از پے دے شستش

بگذرد و نیو فتد پیچ بہ خسروش نظر

بیک شتاب می رود ترک سبک عنان من

تنگ نبات چوں بود لب بکشا کہ ہم چنیں  
ہر کہ بگویدت کہ تو دل بہرچہ خل می بری؟  
ہر کہ بگویدت کہ "جہاں چون بود اندرین تن؟"  
ہر کہ بگویدت کہ گل خند چگونہ می زند؟  
و رہ تو گویم لے پشرت بہ کنار چوں کشم؟  
لاف وفا زنی و لے نیست بر لے نام را

ہر کہ نہ خواند پیچ کہ نام عشق چوں بود

قصہ حال خسروش باز نہا کہ ہم چنیں

۱۹۱۴

رفتی و شد بے تو جانم زار باز کے و میں  
بر سر راہ تو زان بادے کہ از سویت رسید  
گر بیائی و بہ بینی حال من از گفت من  
چوں تو رفتی از من من از خود اکنون لطف من  
سینہ لے دارم ز ہجر افکار باز کے و میں  
دیدہ من پرخس و پرخار باز کے و میں  
بو کہ بریم جان من یک بار باز کے و میں  
گاہ رفتن آخریں دیدار باز کے و میں

من نہ می گویم "بیاویں شخص چوں ہویم نگر" از خیم گیسوئے خود یک بار باز آئے و ہمیں

گر نہ دیدی سوزشِ محبوں زد و دودِ داغِ عشق

- دودِ داغِ خسرو غمِ خوار باز آئے و ہمیں

۱۵۱۵

آخِ خزلے خود بینِ منِ رونے بہ غمِ خوابے نہ ہمیں از گرفتارے پرس و در گرفتارے ہمیں

ایک ایک بر سر کوئے تو زارم می کشند گرز کشتن باز نتائیم باز آئے ہمیں

چوں نہ خواہی دیداں خوئے یزدانے دیدہ پیش بالے این ساعت کہ در قتلِ بیاہے ہمیں

نیست ہمدردی کہ گویم حالِ خود دلے صبا بیلے ناندہ تراز من بہ گلزارے ہمیں

وہلِ خاصاں ستِ منِ نشانِ نیم لے بختِ بد بہر من اندازہ ادبارِ من کلمے ہمیں

بلبلِ امروز من در گشتاںم گلِ بجوے از جگر پرگارے بروک ہر خالے ہمیں

لے دلِ آخری باید داشتِ پارسِ ریخوش

خسرو اگر شد سگے دیگر بہ بازارے ہمیں

و

۱۵۱۶

آں کلاہِ کج بر آں سرو بلند او ہمیں واں شراب آلودہ لبہائے چوقند او ہمیں

دلِ در آں لعلِ مستِ عذرتش شولے بادِ صبا موبہ موے او بہ خود پیوند و بند او ہمیں

لے کمی با فیشِ مو آہستہ تر کنِ شانہ را ریش دلمار بہ جبرِ چوں کند او ہمیں

ہاں وہاں لے خیم من کا نہ کہیں آن لے جانِ من بر آتشِ سینہ سپند او ہمیں

دلِ اسیرِ عشق شد اقبالِ بختِ من نگر سرفدے تیغِ شد بختِ بلند او ہمیں

پیش من رونے سوارہ می گذشت آہم بخت ایک ایک داغِ ہر رانِ سمند او ہمیں

جانِ من محرامِ غافلِ پیشِ ہر ماندہ لے ناگہاں آہے ز جانِ مستمند او ہمیں

لے درن این بیتِ مخدوف و بیتِ ذیل زانکہ است

اے رقیبِ ارمی کشی اولِ دلِ من بارہ کن داغِ ہلے خنجرِ بیداد مند او ہمیں

پند خسرو شاد ساقی ست ہاں تا نشنوی

خان و ماں ہائے خرابایک ز پند او ہمیں

۱۵۱۷

صبح دولت می دیا خود رخ جاناں ست ایسے  
بوسے گل می آید ایسے پائے اس بیتاں ست ایسے  
ز آبِ حیم من گیا وہ جہری روید مدام  
بگلے نامہراں تا چہ عجب باراں ست ایسے  
جانم از ہجران برون فت مست می بینم ترا  
دل گواہی می دہد با من کہ اینک آن ست ایسے  
ہر کہ دید آن صفحہ رخسار خواند الحمد و گفت  
اندک آیت از رحمت یزداں ست ایسے  
رکن حق دالائے دیں کا خسر بتعظیم تمام  
پاش می بوسد گہ دستور سلطانی ست ایسے

دی رسیدہ ارغنون عشرت شادی بہ دست

داد خسرو را کہ خد حکا رخسرو خاں ست ایسے

ب

۱۵۱۸

لے بہ کویت بر نشاں گہ جائے تنہا ماندگاں  
چوں بہ کویت دوست تنہا پائے را خاکے کند  
رحمتے بر حیم خوں پالائے تنہا ماندگاں  
کز بہ جز گریہ نہ نشوید پائے تنہا ماندگاں  
یاد آید رونے طر بہ شملے تنہا ماندگاں  
کاندہ سخت مست در سوئے تنہا ماندگاں  
سایہ باشد مونس شملے تنہا ماندگاں  
ولے تنہا ماندگاں لے وائے تنہا ماندگاں

تو غم خسرو کجا دانی کہ نشنیدی گہے؟

نالہ و فریاد در دافرائے تنہا ماندگاں

لے درن غزل محذوف است لے درن دو بیت ذیل زائد است  
کشتی از تنہا یکم آخر نیامد وقت اس  
در وقتن باشد و لیکن نئے بسان درودل  
کت گذر باشد بہ محنت جائے تنہا ماندگاں  
در مثل گردوں رو دبالے تنہا ماندگاں

۱۵۱۹

باش تا مشکلت ز برگ یا صمیں آید بروں  
تیر ز ہر آلود چہمت قہد جا نم می کند  
ماندہ در زہر ز میں خورشید آخو رخ بپوش  
گر لب چوں انگینت را بہ دندان برکنم  
تنبہش تو بردیدہ خسرو نشست از انتظار

گر نیایا چشم من با ہمنشیں آید بروں

۱۵۲۰

دوش سرمست آن نگار نازیں آمد بروں  
قامت ز بہا و روئے چوں بہار آراستہ  
او میاں مطلق نہ دارد ایں کہ می بینی چہیت؟  
نازینا تا میان خویش بہائی مرا  
چوں سخن می گوئی از روئے قومی گوید سخن  
ہم چو طاووسے کا ز خلد بریں آمد بروں  
راستی گوئی کہ سرو راستیں آمد بروں  
تار موئے کزدوز لعل عنبریں آمد بروں  
زا انتظارم دیدہ باریک ہیں آید بروں  
صوتے کر خامہ نقاش ہیں آمد بروں

تا بدیدانگشترین لعل تو خسرو نہ دید

دیدہ کو آب از لب انگشتر ہیں آمد بروں

۱۵۲۱

نام گل بردن بہ پیشت بر زبان آید گراں  
دہ ترا ز قے دل از سخم ترا با جان خویش  
دم زدن بے یاد رومیت از دہان آید گراں  
از لطافت تو سبک آئی و جان آید گراں

لہ دن دو بیت ذیل زانداست

چوں بہ پیشت زمین نشینی گر نہ دیدستی ہیں  
زہرہ من بس کہ اندوست جفا ہایت نہ شد  
کز میان بید سرد راستیں آید بروں  
خون ہی از چشمہ انگیں آید بروں

لہ دن غزل محذوف است

آں گرانی دارم از غم ہا کہ بایں لا غری  
سایہ ادب ز من دامن آید گراں

اے رویت در سینه ام بست می لرزم ز بیم  
گر بمیرم از غمت رونے نہ دارم غم جز آنک  
کیں چنین توی برآں زیاکماں آید گراں  
بر چنان خاک عزیزاں استخوان آید گراں  
منّت کم همتاں بر میهماں آید گراں  
گر بریزد ابر کے برنا وداں آید گراں  
بوجہ مولے گشتم از خالے گر انم بر همه  
بوجہ مولے کہ بر جلد جہاں آید گراں

گرچہ پند دوستاں تلخ ست لے خسرو نکوست

کز طیلباں کن مکن برنا تو اں آید بروں

۱۵۲۲ عافیت را در همه عالم نہ می یابم نشاں  
آدمیت را کجا بر تخته وطنیت کنم؟  
مردمی حبتن زہر نامری نامردمی ست  
طالع نام خوب و از آخر نہ می بینم اثر  
دل ز من گم گشت و من از دل بایں نطق بلا  
از کہ خواہم جفتش کز غم نہ می یابم نشاں

خسرو لیکن جو کے خسرو تر کاں اہل

شہر بند ظلم از رستم نہ می یابم نشاں

۱۵۲۳ آں کہ فصل گل ہی گویند اینک آمد آں  
شکر ستانے ست کوئی باغ از شکرلباں  
شاہد با طاعت بادہ ست کز بے زندايم  
ماکیلے زہداہل فسق را خاک رہیم  
بستر خاشاک کا سودیم و بر خفتم مست  
بہتر از دیباہے ہر تنوش زریں مرقد اں

لے درن غزل محذوف است

لے درن غزل محذوف است

ہست فرق اندر میانِ دونِ عالی ہمتاں  
خاں لے از عود و صندل ساختنِ دُرِ داں  
چوں جدائی خواست بودے دوست دامنِ برنجیں  
قدرِ صحتہا بدانِ قدر گیر ازِ بحرِ داں  
گر جو جو را کیم یا چوں فرقداں ہم محرمِ ست  
زاں کہ ہم جو را جدا خواہد شدن ہم فرقداں  
خسرو چوں ایچ عاقل را نہ دیدی خوش دلی

خوش دلی دیوانگانِ دعا ستخانِ ہجڑاں  
۱۵۲۴  
جانِ من از بے دلاں آخر گہے یادے کن  
ور بہ انصافے نہ می از نیم بے دادے کن  
شادمانی ماست از حسن و جوانی در سرت  
شکر آں لایک نظر در حالِ ناشادی کن  
ہر شبے ما ئیم و تمنائی کُز ندان و فراق  
گر توانی از فراموشِ گشتگان یادے کن  
گر بہ دولتِ خانہ و سلم نہ خوانی بے پسر  
بائے ایں جائے و سر در محنت آبا بے کن  
امشب ایں ہجرانِ عاشق کش نہ خواہد گشتنم  
لے مؤذنِ گرنہ مردی با نگ و فریادے کن  
خاکِ کویت کردم اندر چشم تو زین بگل  
ہم در ایں خانہ ز بہر خویش بنیادے کن  
اشکِ خسرو را نہاں در گئے خود را ہے بدہ

جسے شیریں را رواں از خونِ فریادے کن  
غ

۱۵۲۵  
چشمِ را در ملکِ خوبی شمعہ بیداد کن  
غمرہ خوںِ خواہ را بر جادواںِ ستاد کن  
زلفِ بر دستِ صبا نہ تا پریشا نش کند  
خانِ دمانے را بہ ہر موئے از آں آباد کن  
تیغِ عیارِ بکش سر ہائے فستا قاں بہر  
پس طریقِ عشقِ بازی را ز سر بنیاد کن  
لے کرا ز حسنِ جوانی مست و خواب آلودہ  
گاہ گاہ از حالِ بیدارانِ شہما یاد کن  
نالہ را ہر چند می خواہم کہ پہاں بر گشتم  
سینہ می گوید کہ من تنگ آمدم فریاد کن  
دل بہ زلفتِ بستم از در بندگی در خورد نیست  
لے سرت گردم بگرداں گرد سر آ زاد کن  
حسرتِ رویت ہلاکم کرد از بہر خدا  
روئے بنماؤ دلی در ماند ہلے را شاد کن

من نتم زین با که خواہم کہ از جنابت کس شیم  
خواہ فرمانِ تم فرمائی و خواہی داد کن  
ملک خوبی را شنیدم سگہ نوزد لے صبا  
اولش جاں خدمتے دہ پس مبارک باد کن

سینہ من کوہ دردست و بہ ناخن می کنم  
آں کہ نامم بود خسر و بعد از ایں فر باد کن

عاشقانی را کہ گہ از رخ نولے تازه کن  
خستگان را کہ گداز پاسخ جھائے تازه کن  
غمزہ را آشفته ساز و خون ما بر خاک ریز  
خندہ را بر لب گمار و خون بہائے تازه کن  
بوسلے دزدیدہ خواہم کہ نہ بدھی ظاہراً  
و عدائے پوشیدہ دلہا کو اے تازه کن  
لعل تو در مان جان ست لبم را در دمنہ  
درد من خویش را آخر دوائے تازه کن  
بے وفائی را دہاں بر بستہ ای بکشا دہاں  
یا ز ما خون ریز یا با ما و فلے تازه کن

صبح دم بویے ز زلف خود سولے خسر و فرست  
ملک افریدون و خاقاں برگدائے تازه کن

ترک من بر عزم رفتن تیر در ترکش مکن  
غمزہ خوں ریز را بر فتنہ لشکر کش مکن  
زاں دل سنگیں چو کردی تیر پیکانِ مژہ  
تا مرا جاں ہست در تن تیر در ترکش مکن  
گر نہ داری زاں لب شیریں شکر در زید نم  
خندہ دزدیدہ زاں لبہائے شکر و ش مکن  
پائے کوباں می رود خنک بر آتش لاخ نہ  
گو برائے جان ما را لعل در آتش مکن  
چرخ مہ گم کرد و زلفت یافت نہمانش ملار  
ہفت دوران ست سیار فلک آتش مکن

پیش رفت ست آپ حشیم خسر و از بہر وداع

ابر بارانی ست درہ تنگ بر آبرش مکن

نازد حشیم و کرشمہ در سیر ابر و مکن  
در کنی خیر و بلا با لے نظر ہر سو مکن



باز می داری ز کشتن نرگس بدخواه را  
 بوسه دادی و کشتی ده که دیگر گاه گاه  
 تیغ بر زنی زن که پیشیت لاف ازادی زند  
 در ددل می گویم و با آن که خوی نازکت  
 تشنه خونِ مسلمان ست چشمِ کافرت  
 پرده عناق تو صد پاره خواهد شد چو گل  
 من که از جاں دست شستم دادین پندم چو؟  
 این صنوں گیرانه می آید بر آن جادو مکن  
 در دعا شق را به در ماں می کنی بد خو مکن  
 ما گرفتاریم تندی بر سر ابرو مکن  
 گردل این جانمیت بائے سوئے دیگر دکن  
 گر مسلمانی تو کا فر گفت آن هندو مکن  
 بادہ در گستاخ با آن زلف عنبر بو مکن  
 لے طیب را ہوشیاری مرده را دارو مکن

لے کہ چوں خسرو گرفتار ہوئے دل نہ ای

عافیت خواہی نظر انداز رخ نیکو مکن ۱۵۲۹

بے وفایا را چنین ہم بے وفاداری مکن  
 چند کوئی "کر جفا کردن دلت را خون کنم"  
 بر نیفتاد آخر از عالم نشانِ مردمی  
 چشم را دل می دہی در کشتن ما بے گنہ  
 آیتِ حسنی و رویت ہدیہ دہما بسست  
 در خیالش بے ہشتم چہ جائے پنداست لے حکیم  
 گرو فلے نیستت بائے جفا کاری مکن  
 ہر چہ خواہی کن ہمیں از بندہ میزاری مکن  
 شرم دانا از مردمان و مردم آزاری مکن  
 کافراں را در قصاص مؤمنان یاری مکن  
 بر لب شکر فام این رنگ ننگاری مکن  
 خواب دیوانہ ست تعبیرے بہ ہشیاری مکن

خسرو با او بہ عزت جاں برابر می نہی  
 ہم بدلاں عزت کہ یاد او بدیں خواری مکن

۱۵۳۰  
 تاکے لے مہر دے کیس انگیختن؟  
 تنگ بر بستن کمیست فتنہ را  
 خون را ہر خاک عدا ریختن  
 در شکارستان عشق انگیختن

لے درن غزل محذوف است

کے روا باشد ہر کوئے عاشقاں؟ دل زما دزدیدن و بگریختن  
جاں بہ مہر خویش بستان داں گہے کشتہ خود را بہ زلف آویختن  
گشت خسر و موئے از خود گسلسش  
سہل باشد موئے را انگینختن

۱۵۳۱  
خویش را در کوئے بے خویشی فگن تا بہ بینی خویش را بے خویشتن  
جرعے بر خاک میخواراں فشاں آتشی در جان ہتیاراں فگن  
ہر کہ را دادند مستی در ازل تا ابد گو "خیمہ در میخانہ زن"  
مرغ نتواند کہ در بند زباں صبح دم چوں غنچہ بکشايد دہن  
بادا گر بوئے تو بر خاکم دہد ہچو گل بر خود بہ دَر اتم کفن  
از تم جز پیرہن موجود نیست جان من جاناں شد و تن پیرہن  
آں چناں بدنام و رسوا گشتہ ام کز در دیرم رہا نہد برہمن  
جز خیالش در بدن یک موئے نیست وز غم او ہمت یک موہم بدن  
معرفت خسر و ز پیر عشق جوئے  
تا سخن ملک تو گر دد بے سخن ت

۱۵۳۲  
عمر گرفت و زلفت عشق ز سودائے من ترک جاناں نگفت ایں دل شیدائے من  
بستہ بہ جانم کمر پیش بتاں چوں کم خاصیت ایں می دہد طالع جو زائے من  
تا بہ خرابات عشق دامنم آلودہ گشت بر سیر باز آ عشق پیش نہ شد پائے من  
پنچتن سودائے وصل جان و دلم را بسخت چوں نگرم خام بود ایں ہمہ سودائے من  
آئینہ گر روئے تست آہ دل لے آہ دل علت اگر عشق تست وائے من لے وائے من

توبہ قتال منی من بہ تماشائے تو بہتر از این خود نہ بود هیچ تمنائے من  
 تا تو بہ چشم آمدی از پس این، هیچ گہ در رُخِ خواباں نہ دید چشم گمرائے من  
 پیش نہ یاد مرا شکل گلے پیش چشم در خورِ کوش تو نیست لولے لالائے من  
 قصہ باران اشک پیش نہ گویم ز آنک در خورِ کن ایں تیغ را بہر تقاضائے من  
 ہر چہ می دایم بندہ اگر کشتی ست خسرو بے دل ز شوق بردر تو خاک شد

۱۵۳۳  
 هیچ نہ گفتی "کجاست عاشق تمنائے من؟" غ  
 اے دل از آن ہا کہ رفت گرتوانی مکن یاد جوانی بلاست بیش تو دانی مکن  
 قسم خودے جاں ز تن جملہ گرفتگی کنوں خانہ تو دیگر ست خیز و گرائی مکن  
 اے لب و حنمت بلا غزہ پناہاں مرن تیغ بزن آشکار داغ نہانی مکن  
 چند خراماں روی وہ کہ بر سر از خدا غارت پیران راہ بین و جوانی مکن  
 ہر چہ بہ خواہی ز جو بر سر افتادگاں می بہ توانی ولیک گر بتوانی مکن  
 نرم نرم زن گرہ بر سر بروئے یا ر

۱۵۳۴  
 حال دلم دیدہ ای سخت کمائی مکن از شب گیسوئے تست روشنی روز من  
 تا کہ شکستہ دلم صحبت زلفت گزید از رخ چوں انجمت روشنی انجم  
 صحبت دل کرد اثر زلف تو شد پر شکن

۱۵ دن بیت محذوف است

۱۵ " " " "

۱۵ دن بیت محذوف است

۱۵ دن بیت محذوف است

۱۵ دن بیت ذیل زائد است

۱۵ ہوا دل از پیش ازین کشتہ خواباں شدند باقی از آن تواند دل نگرانی مکن

۱۵ دن غزل محذوف است

از سر زلفت نہ خاست این دل گردن دہ من ز سرش خواستم گردن اورا بزین  
 من ہمہ سرمی کشم پیش تو بے گفت تو ہمہ سرمی کشی پیش من از گفت من  
 بر رخ خسرو بماند نقش ز خوبان دل  
 تادلی پر خون اوست نقش رختِ وطن

۱۵۳۵

اے دل بہ چشمِ عبرت نظارہ جہاں کن ظاہر نہاں چہ بینی نظارہ نہاں کن  
 بد و از کن بہ ہمت بر پرہ اوج عزت جبریل اوج خود شو بر سرہ آئیاں کن  
 چشمت چو تند گیری چوں پردہ ہائے دیدہ بکشا ی پردہ دل سر پوش از آن واں کن  
 عمر روندہ خواہی پایندہ تا قیامت نہ نہا نام نیکو با عمر ہم عناں کن  
 گر تحتِ عاج خواہی خود را بلند منگر در خاک تست با دے زان مشبہ استخوان کن  
 در در صد چنانی کار نہ لے در تو آئینہ ہائے خود را آئینہ جہاں کن  
 خسرو بہ ملکِ شہرت چندت زبان ہرزہ؟

عالم ہمہ گزفتی شمشیر در میاں کن

۱۵۳۶

یک رزہ ز در بروں آہد ہزار جہاں کن قرباں ہزار چوں من بر چشمِ ناتواں کن  
 رویت بلاست بنما تا جان ہند خلق در عہدِ خود از این ساں نرخ بلا گراں کن  
 از دیدن تو مردم تا بزیم و نہ میرم در شخص مردہ من خود را بیار و جاں کن  
 از نوک غمزہ تاکے خونما کنی دما دم شہرے بکشتن اکنون شمشیر در میاں کن  
 از کو بش غم تو بگسست بند بندم یک جرعه سئے ام دہ پیوندا استخوان کن  
 از لب چو دیگر نام چوں شکری بہ بخشی باے طفیل ایثاں خا کے در این آں کن

گر دل بری توانی ورجاں بری ز من ہم

تسلیم تست خسرو خواہ این و خواہ آں کن

۱۵۳۷

تا چند کوشی آخر در خون بے گناہاں ؟  
 چنداں کہ بینم آں رو چشم نہ می شود پُر  
 بے تو دودیدہ چون نیست از پیچ گریہ غایغ  
 من چشم باز کہ دم خاک در تو دیدم  
 غوغا ست پیش رویت از عانتقاں کہ باد  
 عشاق روسیہ را لازم بود ملامت  
 آہستہ تر زمانے اے میر کج کلاہاں  
 جوں دیدن گدایاں بر خوان پادشاہاں  
 من داد خود نہ یا ہم ہرگز از این گواہاں  
 جوں کوریم نیاید از سرمہ سپاہاں  
 بازار بردگان را گرمی بہ چاشت کاہاں  
 جوں لعنت ملائک بہ نامہ گناہاں

خسرو بہ زلف و حالش اندوہ خود چہ گوئی؟

دانی کہ غم نیاید اندر دل سیاہاں

۱۵۳۸

اے دور ماندہ از نظر دور ماندگان  
 عمرم بہ باد رفت دنیا بدہ سوئے من  
 مردم ز زندہ داشتن شب کہ در فراق  
 خلقے بسوزدم کہ رسیدن رفتگان  
 بنودہ از نظارہ دیدار رفتہ دیر  
 ہر شب رویم و گریہ خون جگر کنیم  
 ہر ساعت ز خوردن غم خواب مردن است  
 آہمیں ست خواب خود دور ماندگان  
 باز آے ہم بہ جان و سر دور ماندگان  
 آں باد کاورد خیر دور ماندگان  
 دستاوری رسد سحر دور ماندگان  
 این ست داغ تازہ تر دور ماندگان  
 ہر تحفہ کاید از سفر دور ماندگان  
 آں جا کہ خود بود گذر دور ماندگان  
 آیا ہمیں ست خواب خود دور ماندگان

دلما شود کباب چو خسرو کند نفیر

جوں دور ماندگان زیر دور ماندگان

غ

۱۵۳۹

اے تیغ بر کشیدہ چو مردم کشندگان  
 زنجیر خود بہ گردن گردن کشندگان

لہ درن غزل محذوف است

از رفتن تو مرده شود زنده زیر خاک  
چوں تو یکے نہ یافت اگر آپ چشم من  
ہر بامداد بر سیر راہت روم بہ درد  
من دامن و کسے کہ چمن طالب کسے است  
باقے ست کاش من از آں بیش می شود  
صبر و قرار چشم و دل گفت "صبر کن"

بے چارہ خسرو آں بے خواباں بہ جاں رسید

یارب خلاص بخش مرا زیں کشندگاں

۱۵۴۰

اے بے خبر ز دیدہ بے خواب عاشقاں  
ذکر لب و دہان تو بستیج بے دلاں  
شب خواب دیدمت بہ بر خوشتن ولے  
یک شب بہ میمانی / خوابہ من آے  
گفتی کہ گشتن تو ہوس دارم آشکار  
گرچہ درون حجرہ جانناست جائے تو  
مردن ہم رہا نہ کنی زیر پائے خویش  
زیں گو نہ ہم بہرہ من آپ عاشقاں

خسرو نزار و غمرہ خواباں کشید تیغ

شرمندہ می شویم ز قصاب عاشقاں

غ

۱۵۴۱

اے باد بویے یار بدیں مبتلا رساں  
گر پہنچ از آں طرف گزے افتد ز من  
در چشم من ز خاک دیش تو تیا رساں  
خدمت برا و سلام بگوے و دعا رساں

لہ درن بیت محذوف است

یک تار بہر پرکشش من زان قبا بکش  
تشریف پادشاہ بہ پیش گدا رساں  
آں دل کہ بردہ ای زمن از نیست قبول  
باز آروہم بہ سینہ این مبتلا رساں  
گفتی کہ "نالہ توبہ یارِ تومی رسد"  
آں جا کہ نالہ می رسد ایں جا مہر رساں  
از دیدہ غرق آب شدم مردمی بکن  
این آب را نہفتہ ہواں آشنا رساں  
ماچوں نہ می رسم ہواں آرزوے دل  
یارب تو آرزوے دلِ ما بہ ما رساں  
خسرو کہ از فراق خیالے شد لے صبا

۱۵۴۲  
از جانش در ز باو ہواں دل رُبارساں  
غ  
برداشتن نظر ز نگارے نہ می توان  
ور نیز می توان ز تو بارے نہ می توان  
از چوں تو گلِ گو کہے آستین کشد  
دامن کشید از سر خارے نہ می توان  
گرد کشید گردن خورشید را دوال  
جز در رکاب چوں تو نگاہے نہ می توان  
چون صید طرہ تو نہ گشت ست آسمان  
مہ را گرفت از دم مارے نہ می توان  
در یاست از ہوائے لب تو کنار من  
آخر کم از لب جو کنارے نہ می توان  
با آن کہ در شکنجہ غم بستہ ماندہ ام  
ہم باز ماندہ از تو جو یارے نہ می توان  
خسرو ز دور دور تو دور دے ہی دہ  
چوں بردرت ز دیدہ شکے نہ می توان

۱۵۴۳  
ب  
بنشست عشق یار بہ جانم چناں دروں  
کز عافیت نہ ماند نشانے در آں دروں  
خواب گشت و گشت نہ می گرددم ہنوز  
آں آتشے کہ ہمت در این استخوان دروں

لہ درن بیت ذیل زانکہ است ۷

جانے خراب دارم و در دستِ نام او  
ایں درد را گرفتہ بہ نزد دو ارساں  
لہ بیت محذوف است درن

ہر کس زدے زمر دین فر باد داستان  
 یارب کسے بود کہ ز بانم بروں کشد  
 گفتم چو دیدمش کہ بجانش دروں کشم  
 در ہر دے کہ دندہ رود دہے بسوز  
 خوش وقت آں زماں کہ بود گاہ مردنم  
 مردم بر آستان و نہ رفتم دروں کنوں  
 آئے مرغ جاں بخندیکے تا بروں پرد  
 مانیز آدیم در این داستان دروں  
 یک دم ز نالہ می نہ رود از دہاں دروں  
 اورفت بے اجازت من خود جہاں دروں  
 آتش جہانہ اش کند شد میہماں دروں  
 آں بت در آید از ورین ناگماں دروں  
 خاکم نگر کہ باد برد را ستاں دروں  
 مرغ کہ بر شست در این کشیاں دروں

گفتی کہ ”خسروا بہ دلم جائے کردہ امی“

۱۵۴۴  
 دل می بری و در خیم مومی کنی مکن  
 تو جو رمی کنی و من از دیدہ می کشم  
 خلقے ز بوی تو ہمہ دیوانہ گشت مست  
 گاہم ز رخ نمائی و گد زلف می کشی  
 خوں می کنی دل من و بندی بہ لعل خویش  
 جائے دگر مدہ دل گم گشتہ را نشان  
 آزدن دل ہمہ خوں می کنی مکن  
 ایں شیوہ گر چہ نیک نکو می کنی مکن  
 بالے تو گل ز ہر چہ بو می کنی مکن  
 بے رشتہ ام بہ چاہ فرو می کنی مکن  
 خود می کنی دبر سراو می کنی مکن  
 آوارہ ام چہ سوے بہو می کنی مکن

گفتی کہ ”خسروا چہ کنم کت بود خلاص؟“

۱۵۴۵  
 آں شانہ را کہ در خیم مومی کنی مکن  
 لے دیدہ بیش در رخ جاناں نظر مکن  
 در می کنی بر آں بُت بیداد گر مکن

لہ درن بیت محذوف است ۴۴ درن بیت محذوف و بیت ذیل زائد است ۴۵

لہذاں مست بر توجان من انا جے دلاں ۴۴ رگ کہ گشت یرلپ جو می کنی مکن

۴۵ درن غزل محذوف است



اے دل نہ مانند طاقتِ آنم کہ بشنوم  
 می رفت و من بہ خاک بنادہ سر عزیز  
 با من ہمہ بکن سخن آں پسر مکن  
 گروے نہ دید، یارب از ایں خوار تر مکن  
 از زیر موئے زلف پریشان و ترکن  
 "سحر ز عاشقی، سخن خواب و خور مکن"  
 یک مرد می بکن کہ از ایں سوگذر مکن  
 ماندہ ایم حلقہ بہ گوشان بندگیت  
 اے ماہِ نوز حلقہ بہ گوشان بندگیت  
 خسرو بہر آستان تو افتاد و خاک شد

خواہی در او نظر کن و خواہی نظر مکن  
 ۱۵۴۶  
 عزم بردن چو مست خمائے شوی مکن  
 تاراج نقشِ آذری ما نوی مکن  
 جاں کش غمت در قدم شب و ان عشق  
 خوبی و بے چہ سود کہ بدی شوی مکن  
 گرچہ خوش است جو روح جانائے نیکو  
 لیکن اگر نصیحت من بشنوی مکن  
 کج می نہی بہ گاہ خرامش بہ دیدہ پلے  
 افکار گشت حشمت من ایں کج روی مکن  
 گیرم کہ از بیم نہ رسانی گل انگبیس  
 بارے بدیں سخن دل دشمن قوی مکن  
 بنمے زود و چشم مرا منتظر مدار  
 بکشائے زلف و کار مرا یک قوی مکن

عشق آفت ست خسرو پارا بہ ہوش نہ  
 تسلیم شو بہ بندگی و خسروی مکن

۱۵۴۷  
 اے دل ز وعدہ کج آں شوخ یاد کن  
 خود را بہ عشوہ گرچہ دروغ ست شاد کن  
 بنویس نامے و رواں کن بہ ستاشک  
 لیک اول از سیاہی چشم سواد کن  
 تا چند خود مرادہ کنی صد ہزار کار  
 یک کار بر مراد من بے مراد کن

ایک سوارہ می رود و تا بہ بینش اے آپ دیدہ یک نفسے ایستادہ کن

خسرو چو زو عشق بہ جہاں با ختی کنوں

ماندی سرے بہ دست گرا و را زیاد کن

۱۵۴۸

اے دل علم بہ ملک قناعت بلند کن بر آتش درونہ آں جہاں سپند کن

آں کش ریا کھتے نہ بود خود ز مند نہ و آں کش محاسنے نہ بود ریش خند کن

آں کو س عقل برد سلطان عشق زن وین تاج لبکن از سر و نعل سمند کن

تا چند زاغ مذبلہ لختے ہمائے باش خود را بہ نامودن خویش ارجمند کن

جاں کش نخست در قدم شب و ان عشق برج حصار چرخ ز ہمت کند کن

دشمن گرت ز سستی ہمت لگد زند تو خاک راہ او شو و ہمت بلند کن

سنگ اریکے زنند دعا شان دوبارہ گوئے کبر اریکے کنند تواضع دو چند کن

ایں آستانہ ملک کسے زان دیگرست

خسرو برد تو پیچ کسے را پسند کن

۱۵۴۹

جانا شبے بہ کوئے غریباں مقام کن جوں جہاں دہیم در کین پایت خرام کن

داری بر زید غمزہ و لب مرگ و زندگی تا چند جہاں دہم بہ زباں نا تمام کن

دعوائی خوں بہلے دل خویش می کم یک بوسہ بر لبم زن و قطع کلام کن

مے کت حلال باد بنوش و بروں خرام بر ز اہدان صومعہ تقویٰ حرام کن

اے باد صبح دم چو بیاں سوئے بگذری از من سگان آں سر کو را سلام کن

اے دل چو سوختی ز ہوس ہائے خام خویش عمر عزیز در سر سودائے خام کن

لہ درن غزل محذوف است ۵۴ درن دو بیت ذیل زائد است ۵۵

یک کاسہ نیم خوردہ خود بر زمیں بریز در کام مردہ شربت یحییٰ العظام کن

تا بو کہ بر لب تو رسم خون من بریز و ان کہ بہ جام بادہ رنگیں بہ جام کن

خسرو نظر در آن رخ و اواں گہ حدیث صبر

۱۵۵۰ اندازہ تو نیست زباں را بہ کام کن غ

امروز باز شکلِ دگر گشت یارِ من یادے نہ کرد از من و از روزگارِ من  
صد رہ فتادہ بر رہ خوشیم بدید و پیچ رحمت نہ کرد بر دلِ امیدوارِ من  
مردم در آرزوئے کنائے و بختِ بد نہاد آرزوئے من اندر کنارِ من  
عمرم در انتظار شد و یک دم آں حرلین نامد کہ ولئے بر من و بر انتظارِ من  
گہ آہ و گاہ گریہ و زاری و گہ نفیر یارب کجا شد آں ہمہ صبر و قرارِ من ؟  
گر من بہ کوئے می دوم از ہر یک نظر تابا کہ گشت می زند آں شہ سوارِ من ؟  
اے مردماں بہ زہرہ و مہ بنگرید لیک ز نثار مگر بد بہ سوئے نگارِ من  
ایزد کجاست ہر ہلاکِ من آفرید ؟ لے آفتِ دلِ من و آشوبِ کارِ من

دشمن بدید گریہ خسرو دلش بسوخت

۱۵۵۱ ہرگز نہ گفتش کہ بس اے دوستدارِ من

ماز آمد آں کہ سوختہ اوست جانِ من خوں گشتہ از جفاش دلِ ناتوانِ من  
ہر چند ہمیش ہوسم بیش می شود روزے در ایں ہوس رود البتہ جانِ من  
آں جا طلب مرا کہ بود گردِ تو سنش روزے اگر ز خاک نہ یابی نشانِ من  
لے ز اہد آں قدر کہ دعای کئی مرا نامش بہ گوئے ہر خدا از زبانِ من  
داغِ غلامی تو در غیم بود از آنک پیچ ست و باز پیچ نہ یابی کرانِ من  
گفتی "حدیث بوسہ تو دانی ز من پیرس" زیرا نہ گنجد ایں سخن اندر دہانِ من  
چوں نالم از غم تو کہ پروردہ دے ست گر بست کنند بند ز بند استخوانِ من

لہ درن بہت محزون است لہ درن بہت محزون است بہ جایش بہت ذیل زائد است ہ

بیکانگی مکن چو در آیمتی بہ جاں ۛ جاں خود از آں ست و خلاص تو آنِ من

اے میرا زوئے زخسرو بتا فقی

نشرمت نیامد از من و انشک و ان من

۱۵۵۲ اے بودہ در قفائے تو دایم دعلے من بیگانگی مکن کہ شدمی آشنائے من  
دست از جفا بدار و گرنہ دعا کنم تا داد من ز تو بستاند خداے من  
گر من دعا کنم بہ سحر گاہ وائے تو گردست من نگیری صبار وائے من  
تو از برائے عشقی و عشق از برائے تو من از برائے دردم و درد از برائے من

تو بادشاہ حسنی و خسرو گدائے تو

اے جاں بگو کہ کیست فقیر و گدائے من؟

۱۵۵۳ کم زان کہ تجاں بہ کوئے تو دایم سوختن گر جہلہ و ام رانہ تو انیم سوختن  
گر تو نظارہ آئی و یا پرستے کنی مارا کدام چارہ بہ از جامہ دوختن  
در پردہ پوشی ام چہ کنی کوشش لے رقیب؟ جہل است چاک دامن دیوانہ دوختن  
جانانہ اگر دو جہانت دہند از آنک یوسف بمن یزید نہ شاید فسر وختن  
شہلے من سپاہ تراست از چہ نیم شب از آہ من چراغ تو اں بر فروختن

دعویٰ عشق کردہ خسرو ببا یدت

چوں ہندواں در آتش غم زندہ سوختن

۱۵۵۴ خوش ست میکہ ساقی پر وئے ہم نفساں ز جام ساقی دوشینہ جرعه اے برساں  
محقق است کہ خیاط غیب روز ازل نزدخت خلعت ندی بقدر الوساں  
بر کج میکہ بنشین مدام و قانع باش کہ خون خویش خوری بہ کسے ز دست کساں  
چراغ عیش برافروز از شراب کہ رود شود ز دست تو رغبت چور و غن بلساں

۱۵ دن بیت محذوف است

۱۵ دن بیت محذوف است

۳۵ دن بیت محذوف است

کسے کہ گوہر ذاتیش بے خلل باشد      چہ التقات نماید بہ اختیار خساں؟  
ہفتہ دار قدح را درون خلوتِ خلاص      رومدار کہ افتند اندر او نگساں

بیار بادہ کہ مارا نہ ماند چوں خسرو

۱۵۵۵ غمے ز ستمہ و قاضی و بیچارہ سساں غ

روائے صبا و سلام دل نواز رساں      نیاز بندہ بدان شوخ عشوہ ساز رساں  
بہ جان کا ستہ افسانہ فراق بگو      بہ شمع سوختہ پروانہ گداز رساں  
کجائی لے کہ دلت بر ہلاک ناخوش بود؟      بیا و مژدہ بدان لعل دل نواز رساں  
من آں چہ می کشم نذر درازی شہا      بہ روزگار سیر زلف او فراز رساں  
دلم بردی و ترسم کہ در داک رسد      دلم بہ زلف نگہ دار و درد باز رساں  
حریف می طلبد ز کس مقام تو      خبر بہ حلقہ مردان پاکباز رساں  
چونیم خوردہ خود بادہ بر زمیں فگنی      بگو بہ روح ستم کشتگان ناز رساں

زنا ز این ہمہ نتوان فروخت بر خسرو

شکستہ را قدرے مرہم نیاز رساں

۱۵۵۶ نظر چہ گوئد تو آں در ہمہ جہاں کردن      چون نیست آں کہ بہ رویش نظر تو آں کردن  
بہ ہر چہ بے رخ تو پیش از این نظر کردم      بہ جان تو کہ پشیمان شدم از آں کردن  
بہ فتویٰ خطا تو کایتہ ست در خوبی      حلال نیست تماشائے بوستاں کردن  
چو کبتیں شگرف ست چہیم تو کہ چناں      مقام را نہ توانم از استخوان کردن  
گراں کنی دل اگر گویت کہ "سنگ دلی"      اگر نہ سنگ دلی چہیت دل گراں کردن

لہ درن بہت ذیل زانکہ است سہ

بردم و نہ کشادم غمش چو جاں بدہم      بر حکایت و بر محرمان راز رساں  
لہ درن غول محذوف است

عزت کہ دانہ دلہا خورد و عجب مرغ است      کہ جز بہ سینہ نہ می بارد آشیان کردن  
 عمان صبر شد از دست در چہ آویزم؟      کہ پیچ می نہ توں دست در غشاں کردن  
 غلام تو شوم از التفات کم نہ کنی      خدائے صبر دہادت بدیں زباں کردن  
 پر آب دیدہ شدم کشتیے می باید

۱۵۵۷  
 صواب نیست بہ تو فکر جو عیس کردن      خطاست نسبت زلفت بہ مشک چین کردن  
 برائے خاطر دشمن ز دوست برگشتی      روانہ باشد باد و ستاں چنیں کردن  
 شکار آئے نہ بہر دجاں نہ تیر غمزدہ تو      چہ حاجت است بہ ہر جانبہ کمیں کردن؟  
 ہزار جہان گرامی ہنوز کم با ستار      فدائے خاک رہ مرد دور بین کردن  
 مکن تعجب از این داغے بر این خرقہ      بہ خستہ خواہم از این داغ بر جہیں کردن

نہ دارد از تو دے صبر در جہاں خسرو

۱۵۵۸  
 گس شکیب نہ دارد ز انگیس کردن

میرا شود از چوں تو نخل بر خوردن      ز شاخ عمر توں میوہ ہائے تر خوردن  
 من از لب تو خورم خون تو از دل و جگر      چہ دوستی بوداں خون یک گز خوردن؟  
 چو مفلسان ہوساک با تو چن از دور      بہ وہم خویش در اندیشہ گل شکر خوردن  
 گرائں گل مست خود انداز خاک در دہنم      کہ تو بہ خوردن مے من بہ خاک در خوردن  
 غمت کہ لقمہ جان مست کے تواند خورد؟      شکم پرست کہ نشناسد او مگر خوردن  
 چنینست کہ سر زدہ در کوئے دوست قفس      نہ آتیم بخواہیم یا بہ سر خوردن  
 بہ غمزدہ تو کشاں می بود دلم ورنہ      کسے بہ خود نہ رود دشنہ بر جگر خوردن

بہ جاں پذیر نہ از دیدہ زخم او خسر و

کہ عاشقی نہ بود زخم بر سپر خوردن

ت

۱۵۵۹

چہیں کہ بے تو زمانے نہ می توان بودن  
دے بہ سوئے من آں چہ عیب شاہست  
زدیدہ گوہر دُر بردرت فشانم از آنک  
صبور بودم از دیدن رخت گویند  
نہ جان من نہ ہمانا بروں روی ہمہ عمر  
ملا مت نہ کنم کہ جفا کنی زیر اک  
بہ بند سخت شدن در شکنجہ جاں دادن  
طریق بوالہوسان ست نئے رو عشاق

نہ مردی بود از چشم ما ہنساں بودن  
بہ کین محنت در دیش میہماں بودن  
نہ دوستی ست بہ کوئے تو را ییگاں بودن  
چرا زدیدہ نہ باشم اگر توان بودن  
چہیں کہ خوئے شدت در میاں جاں بودن  
رہا نہ می کندت حسن مہرباں بودن  
از آں بہ است کہ در بند نیکواں بودن  
ز عشق لاف پس از فتنہ بر کر اں بودن

مہر س قصہ خسر و چہ جائے بس آں را

کہ حیرت رخت آموخت بے زباں بودن

۱۵۶۰

اگر بخواہش آں روئے دل ستا دیدن  
چو روئے او نگرم جاں دہم کہ حیف بود  
رخس بدیدم و شد سرخ چشم من پیشش  
بے زیان دل و جاں بہ ہجر او دیدم  
تمام ہستی من برد، گر کند نظرے  
نگار من ز خیم جعد یک گرہ بکشا  
کران گر یہ نہ می بینم از غمت دیں سیل  
ہزار خوں بہ زمیں رنجی دگر گویم

بہ ہیچ روئے نہ خواہم بہ گلستاں دیدن  
چناں جہاںے واں کہ بہ را ییگاں دیدن  
بہ شیر دیدم و خونم نمود آں دیدن  
کہ ہیچ سود نہ دیدم از ایں زباں دیدن  
نہ خواہم آں ہمہ را ہیچ در میاں دیدن  
مگر کہ دل بہ تواند خلاص جاں دیدن  
بہ غایتی ست کہ نتوانیش کر اں دیدن  
ز شرم سوئے ز میں حلیت ہر مان دیدن؟

چو در بہ بنید خسر و گرش بریزی خوں

زہی محال کہ باز آید از چنای دیدن

۱۵۶۱

ز زلف تو کمر فتنہ بر میاں بستن      ز من بہ یک سر سویت ہمہ جہاں بستن  
دلی پر آتش من زان بہ زلف درستی      کہ بس عجب بود آتش بہ رسیاں بستن  
ز عشق طرہ تو نافہ می کند آہو      و گر کہ چند گرہ بر شکم تو اں بستن  
نگار بستن تو جادوئے ست اندرست      کز اں نگار تو اں ست جادو اں بستن  
زنا تو انی چمخت جہاں چو گشت خراب      طیب رانہ بود چارہ از دکان بستن

نہ بست خسر و مسکین دے بہ تو کہ تراست

اگر چہ چیز کشاید از این میاں بستن

۱۵۶۲

دل کہ سوخت ز عشقش چراغ جان من است آں      غبار کہ ز تو رسد نور دیدگان من است آں  
مسوز جان دگر عاشقاں بدان غم خود      کہ من ز رشک بر دم کہ حتی جان من است آں  
بر آستان کہ حالے ز خون دیدہ نوشتم      بخواں کہ در دفن آید کہ داستان من است آں  
بہ خاک کوئے تو مردن کہ خواستم بہ دعا من      تو نام اجل بنی و عمر جادو اں من است آں  
شد از چہ خار مغیلاں ز ہجر بستر خاکم      چو یاد می دیدم از تو پر نیان من است آں  
اگر چہ گوشہ غم ناخوش است بر ہمہ لیکن      چو در خیال تو ام باغ و بوستان من است آں  
گر لے صباروی آں جاں بچاں عاشق کوئے      ز من دلیک نہ کوئی کہ از نہان من است آں

شود بہ راو تو خسر و چو خاک تا بنشانی

غبار با چو نہ دانی کہ استخوان من است آں

۱۵ درن مقطع محذوف و بیت ذیل زائد است ۳

خیال روئے تو شد شہر بند سینہ من      ہائے رانہ تو اں جز بہ استخوان بستن



۱۵۶۳  
 بیار ساقی دُجامِ شراب در گرداں      خراب کردہ خود را خراب تر گرداں  
 ز بہر درد کشاں آ بگینہ حاجت نیست      یکے سفالِ شکستہ بیار و در گرداں  
 ہنوز عقل ز تو دیر می دہد خبرم      بابلیم دوسہ پیش آور بے خبر گرداں  
 گر آں حریف مرا بینی لے صبا جائے      خبر ہمیشہ از ایں مستمند سر گرداں  
 بہ ترک صحبت دیر نہ گفتش ہوسست      بہ فضل خویش خدا یادش دگر گرداں  
 کساں بہ یارب اوست و بے خبر یارب      کہ پیش تیر ہمہ جان من سپر گرداں

نماند خسر و لب خشک و ز آہ گرم آخر

۱۵۶۴  
 دل یغ صحبت دیر یث و فاداراں      خوش آن نشاط و تنعم کہ بود بایاراں  
 چو از شگفتن نور و ز عیش یاد کنم      بہ چشم من گل اگر نیستند از آن یاراں  
 چو دوستان وفا دار رخت بر بستند      جہاں چگونہ توان دید بے وفاداراں  
 پدید نیست یکے ہم از آں تعالی اللہ      نہ بودہ اند مگر آں تجستہ دلداراں  
 فراق کردہ دل ما خراب و مرہم نہ      بہ حقہ فلک از بہر این دل افکاراں  
 دلا بدان کہ بہ تعبیر ہم نہ می ارزد      جہاں کہ صورت خواب ست پیش بیداراں  
 عزیز من بہ متابع زمانہ غرہ مشو      کہ آں ست دار فے کیسہ بران و طراراں  
 چو عمری رود از حرص و آرزجاں چه کنی؟      بہ ہرزہ چند توان کرد کار بیکاراں؟

صلاح نفس بخیر و از دل خود از آنک

طیب مردہ نہ سازد علاج بیماراں

۱۵۶۵

آخر نگاہ ہے بر حال ماکن  
از دستِ ہجران من در بلایم  
گفتی ”یہ وصلت روزے لازم“  
من در فراقِ شوریدہ عالم  
دردِ دلم را روزے دوا کن  
یا رب بہ فضلِ آں ادا کن  
وقتِ ست جانا وعدہ وفا کن  
باز آئے و رنجِ بر حال ماکن  
امید مارا بارے وفا کن  
این زشتِ روئی آخر رہا کن  
اندیشہ آخر روزِ حبرا کن  
در عشقِ خسرو دل را چہ قیمت ؟

۱۵۶۶

جانِ درواں را پیشش فنا کن  
بازہ ہماں و گل و صحرا ہماں  
گر دہن شاید زیبا بے  
پہلوئے من صدمتِ جانِ بخش دئے  
غ  
باغِ ہماں سایہ ہماں جا ہماں  
دردِ دلِ من شاید زیبا ہماں  
آں کہ مرا می کشد الا ہماں  
باغِ من آن ست و تماشا ہماں  
عشقِ ہماں ست و تماشا ہماں  
سوختگیِ دلِ شیدا ہماں  
خارِ ہماں باشد و خرما ہماں  
خضرِ ہماں ست و میحا ہماں  
فرقِ میانِ دو لبست کے تو اں  
از تو بلا وز دلِ خسرو رضا  
کز تو ہماں شاید و از ما ہماں

۱۵۹۷

روئے ترش کردہ بیاراں میں سرکہ فروشی مکن اے انگلیں غ  
چاہ مزین زیر لب چوں سمن رخنہ مکن در شکم یا سیمیں  
روئے زمین را توئی آبِ حیات تشنه ز تو ہر کہ بہ روئے زمین  
زلف کہ شد طوق گلوی تو کرد سلسلہ در گردن ماہ معیں  
بے گنہ چشم ز ما بر گیر بے جہتہ چہرہ زما در مجہیں  
لیک از آن چشم کیس می کنی دیدہ بد نیز بہ ہیں در کمیں  
پائے بریں دیدہ پر خوں منہ بہمدہ در خون و دلم منشیں  
اے کہ ز روئے تو جہاں روشن آہ من سوختہ راہم ہمیں

خسرو آخر چو سگ از خود مراں

چند چو روبہ کنیم پوستیں

۱۵۹۸

اے سمن نامہ وفا بتاں نسخہ زان روئے دلربا بتاں غ  
وے ہفتہ ز رشکِ طرہ تو کوثر پستی براؤ عصا بتاں  
خاک او تو تیا شد لے ز گس دیدہ بفروش و تو تیا بتاں  
گر توانی بد و رسانیدن یک سلام از من لے صبا بتاں  
پس بگو کرد و چشم فتنہ پرست بدہ انصاف ماؤ یا بتاں  
روئے چوں ماہ را بہ چرخ نمائے ہفت آئینہ رونا بتاں  
بہ سلامے بخر مرا از من چشم گریام آشنا بتاں  
پس بہ چشم خیال خود بفروش لیکن از چشم خود رضا بتاں  
دل بردی و جہاں ہی خواہی گر بخواہی ستد بیا بتاں  
زرچہ جونی ہمیں رُخ زردم وز غم خویش کمیاباں

نامہ ما اگر نہ می خوانی قصہ بارے زدست مابستان  
داد خسرو زدست قہہ ہجر

از برائے خدائے رابستان ۱۵۶۹

عالم از جام لب خراب مکن تمہ اند میر شراب مکن  
ہر زمان تافتہ مشو بر ما تو می کار آفتاب مکن  
با چنان رہ مرو بہ غارت شب کار دزدی بہا متاب مکن  
گر چہ زان غمرہ فتنہ شہری امشبے آرزوئے خواب مکن  
ور تر آرزوئے کشتن ماست غمرہ خود می رود متاب مکن  
از زبان تو آم سو الے ہست گر نہ داری دہن خواب مکن  
چشم از گریہ یک زمان باز آر خانہ مردمان خراب مکن

بے چراغ ست خانہ خسرو

ہر زمان روئے در نقاب مکن

گو آہ جبین ست بر در دمن سر شک رواں بر رخ زرد دمن  
بہ بختائے بر نالہ عندلیب الای گل ناز پرور دمن  
کہ گر ہم بدین نوع باشد فراق بہ کوئے تو آرد صبا گر دمن  
کہ دیدہ ست ہرگز جنیں آفتہ؟ کزومی بر آید دم سرد دمن  
فغان من از دست جور تو نیست کہ از طایع مادر آورد دمن

۱۵۷۰ درن دو بیت ذیل زالم است

خمیر حسن را بہ صحرا زن گردن عاشقان طناب مکن

زلف خود را بہ زیر گوش منہ دام ماہی بہ زیر آب مکن

۱۵۷۱ درن غزل محذوف است

من اندر خور بندگی نیستم وز اندازہ بیرون تو در خور دمن

تو در دے نداری کہ دردت مباد

از آن رحمت نیست بر در دمن

۱۵۷۱<sup>هـ</sup> دل شکبا نہ می توان کردن و اشکارا نہ می توان کردن

سوخت جانم درون تن چه کنم؟ پرده بالا نہ می توان کردن

گفتی "اندر دل تو پنهان کیست؟" آہ پیدا نہ می توان کردن

گرچہ گویند ہرچہ زیبا نیست ترک زیبا نہ می توان کردن

بخت بد بہ نہ گردد از کوشش خار خرمانہ می توان کردن

"صبر گویند" خسروا دانی؟

دانم اما نہ می توان کردن

۱۵۷۲<sup>هـ</sup> من خستہ را از آن خود کن ببین یک امروز ہمان خود کن ببین

مخور بادہ آئینہ در پیش دار نظر در گلستان خود کن ببین

نہ دیدی کہ مہ در گریبان بود سر اندر گریبان خود کن ببین

اگر نشکند در زندان تو یکے زیر دندان خود کن ببین

چہ گوئی کہ "خسروا از آن من است"

من خستہ را از آن خود کن ببین

۱۵۷۳<sup>هـ</sup> چہ کنم کہ دل من آں صنم آید بیرون؟ یاد دل از سلسلہ خم بہ خم آید بیرون

آخر لے آہ دروں ماند دے بیرون؟ مگر اندول قدرے دو دغم آید بیرون

مرثہ تست چو پیکان کج اندر حکم بکشم لیکن با جاں ہم آید بیرون

لہ درن غول محذوف است لہ درن غول محذوف است

لہ مطابق نسخہ

جاں رو دلیک دم مہر و وفایت گردد  
آخر ایں روز کہ از سینہ ام آید بیرون  
من و رسوائی جاوید کہ عشق تو بلاست  
ہر کراختاد و دریں فتنہ کم آید بیرون  
گر معماے خط را بہ خرد بر خوانند  
قصہ لے بید لے از ہر رقم آید بیرون  
چنگ را ماند خسرو کہ زند چوں رہ عشق

۱۵۷۴  
اے تھل و بالایت ملا از بہر جان مردماں  
بہس کن ز جولاں ورنہ شد از کف عنان مردماں  
تا بر نہ خواہد آمدن ناگہ ز کویت آتش  
آگہ نہ خواہد شد دلت ز آہ نہان مردماں  
باے ز لعل می وز دھانے زہر سمی برد  
کو اں کہ بودے پیش ازیں سنگ گران مردماں  
ہر ذرہ از خاکِ رش جانے دوسہ گردش دل  
یارب چہ سرگردانی ست از بہر جان مردماں  
بہنای سگم خواندی خوشم گیرم کند ہی لقمہ لے  
باے بہ سنگے شاد کن سگ امیان مردماں  
ہر شب من و کیج غمت گویند خلقے "باتو ام"  
آ خر مسلمانی ست یکن غمزہ را بندی بدہ  
آ خر ز صد شب است کن یک شب گمان مردماں  
تاریح کا فر تابہ کئے در خان مان مردماں

من برد تو ناکساں آخر ہی بار آورد

۱۵۷۵  
چہ بلاست از دو چشمت نظر نیاز کردن  
مژہ را کساد دادن در فتنہ باز کردن  
چو کمال صنع بے چوں ز جمال ست پیدا  
نہ توان حدیث عشقت ز رہ مجاز کردن  
ہمہ خواب مردماں شد بد و دیدہ تلخ یارب  
ز کجاست گشت شیریں حرکات ناز کردن  
چہ خوشست باد خلوت کہ دہر بر شکافے نہیں  
ز خراش دل گواہی بہ زبان راز کردن  
تو بہ خسیختن کہ مار از غمش چو شمع خوشد  
ہمہ روز زندہ بودن ہمہ شب گذار کردن  
بر حفات دل نہاد مکن آن چہ می توانی  
چہ کنم نہ می توانم ز تو احسراں کردن

بہ ہوسِ خدا کنم جاں بہ درت کہ نیست عالمے      پیر سبکتگس را ہوسِ ایا ز کردن  
صفِ عاشقان ست ایچا مدائے فقیر ز      کہ بہ شہرت پرتاں نہ توان نماز کردن

چہ بود متاعِ خسرو کہ گذشتارِ جاناں ؟

۱۵۷۹ ملے چہ طعمہ راند بہ دہان باز کردن ؟ غ

گر ز شوخی نیست پروائے من      رحتے بہ چشمِ خوں پا لائے من  
ناگماں گر گشتِ کویت می کنم      چشم من در غیرتِ ست از پائے من  
من چو جاں بدہم سگِ خود را گئے      تا نگہدار دہ کویت جائے من  
سوزش من از چراغِ خانہ پرس      کوست سوزاں ہر دم از سودائے من  
سنگ ہائے کاں بہ کویت می خورم      گو، گوارا باد بر رسوائے من

جانِ خسرو در دو چشمت یک نظر

گرچہ سر زداں قدر کا لائے من و

۱۵۷۷ یاربے فرماں دلِ من ہچناں      یک دمے باقی و ہدم ہچناں  
شانہ کردن زلف را چندیں چہ سود ؟      بستہ چندیں دل بہ ہر خم ہچناں  
ہر کسے پندے شنید و صبر کرد      کار من دشوار و درہم ہچناں  
عشق صد گو نہ بر من فکند      کفرائے امید من کم ہچناں  
ہر شبے تا روز با خود بہر صبر      صافسانہ گویم و غم ہچناں  
جاں نفس بشکرت و در پروا ز شد      دل بہ دایم فتنہ گر کم ہچناں

شد زیاراں دیدہ خسرو را خراب

عشق را بنیادِ محکم ہچناں

ت

۱۵۷۸

چنیں باشد سرائے دوست داراں  
 کہ کس را ناید ایس شربت گواراں  
 چو مئے در میان ہوشت یاراں  
 حیات من چو شام سو گواراں  
 چناں کز مئے سفال بادہ خواراں  
 نہ گنجد در دل نا استواراں  
 چو گوئے افتادہ در پیش سواراں  
 مرا از ناوک مردم شکاراں  
 بھی ریزی بہ بازی خون یاراں  
 بہ خون بے دلاں خوردن مکن خوئے  
 من رسواؤ ہر سو خندہ خلت  
 برائے صبح پیروزی کہ بے تست  
 تنم پروردہ شد در خون دیدہ  
 نہ گویم درد خود با کس کز ایں از  
 منم سرکش زہیر پائے خواباں  
 نکالے را ز تیر ترک روزی ست

جہ خوش می نالدا نہ در عشق خسرو  
 جو بلبل در قفس وقت بہاراں

و

۱۵۷۹

مارا جگر بریاں شد او میہان دیگر ایں  
 بیہود افغاں می کنی در بوستان دیگر ایں  
 من بولہ فصولی می کنم کالا از ایں دیگر ایں  
 با من جواں مردی کند بخت جواں دیگر ایں  
 بائے بہ تیغ خویش کش چہ از زبان دیگر ایں؟  
 مفرست خاک کوئے خود بر آستان دیگر ایں  
 جوں خود بستی از دل نام نشان دیگر ایں  
 سہل است آخر جان من مردن جانی دیگر ایں  
 پسند بہر سود خود چندیں زبان دیگر ایں  
 عشق آتشم در جان دو جانان زانی گیر ایں  
 لے مرغ جانیں نالہ چوں نیست جانان زانی  
 گر نقد جان لب آدم کہ مایہ دل دیدہ را  
 جوی زہیراں بے غمی لیکن جنین ختم کجا؟  
 گر کشتی شد بے تارکے ز خلم سرزنش؟  
 بگذار میرم بردرت ممائے خوابان دیگر  
 برد گیر ایں می بندی ام لے چشمہ حیواں مکن  
 گویم کہ ”مردم از غمت“ گوئی کہ ”نتوانی بقدر“  
 تو سود کردی بندہ را من جانیاں را بہ تو



تو مئے خوری من درد و غم یعنی روا باشد چنین  
 شربت تو آشامی و تب در استخوان دیگران  
 خسرو به تار موی تو جان می دهد دیگر جهان

۱۵۸۰  
 گر چه علی الرغم منے جان و جهان دیگران

دل گم گشته به بازار خریدن نہ توان  
 عشوہ می ده که خریدار به جانم تا آنک  
 مردمی کن قدرے، چند درشتی و جفا؟  
 آہ دل نیک نہ باشد تو جوانی آخر  
 جان بہودات ہم لیک بدیں نقد حقیر  
 مابلک و توبہ درویش نہ بینی چه کنم؟  
 خسرو از رہ میاں آ، چه جائے سخن مست؟

۱۵۸۱  
 ابرچوں سیم بہ گفتار خریدن نہ توان

تا عشق در سینہ باشد نشاد نتوان زیستن  
 دشمنی چون عشق در بنیاد دل افشرد پایے  
 بر امید صبر بے بنیاد نتوان زیستن  
 قوت جان من توئی چند از صبا بویے و بس  
 آخر این کس قرن مست از باد نتوان زیستن  
 دل مرا شاہد پرست و نازاں بد خو بلا  
 با چنین دل از بلا آزاد نتوان زیستن  
 من بہ جاں مرغ اسیر و خلق گوید "صبر کن"  
 ایمن اندر رشتہ صیاد نتوان زیستن  
 ہر کجا گفتار شیریں رخنہ در جان افکند  
 حاضر مردن کم از فریاد نتوان زیستن  
 گر چه من سنجی کشم آخر جفا را ہم حدست  
 ہم تو دانی کا ندیں بیدار نتوان زیستن  
 روزگار من پریشان شد زیاد زلف تو  
 در چنین ویرانہ آباد نتوان زیستن

جو رکش خسرو مزن دم از جھلے دوستان

روز و شب بانالہ و فریاد نتوان زسین

ب

۱۵۸۲

اے راکش مجلسِ تویی مجلسِ بیارا ہر زمان  
زین ساں کہ برہم ہوئے تو از نفسِ خود در غیر تم  
چوں عاشقانت را نہ ماند از نقد ہستی مایے  
جاں می رسد ہر دم لبِ دانی کہ بارے نیست آن  
لے سربہ زودی خاکِ شو پیش دریاں نازیں  
گرچہ نیز زم از رہش گردی تو لے بادِ صبا  
گر نیست بارانِ کرم سگے بیار لے آسمان  
خسرو اگر عاشقِ شندی از تیغِ عذرش بخواہیں

تا چند عاری بر زبان آں یک خطا را ہر زمان؟

ب

۱۵۸۳

یہ ذکرِ خلق یہ سودائے دل و جاں گفتن  
پرسی ام "برکہ شندی عاشق؟" و اشد بر تو  
گفت تلخ از لب شیرین تو زہرست و گر  
خون شود دل کہ کم با تو زلف تو گلہ  
بہترین روز مرا خوابِ اجل خواب بود  
نام تو گویم و حسرتِ خورم آسے چہ کم؟  
چند گوی غم خود گو "ز سر من بگذر"  
گفتی ام "سجانت چگونہ ست ز ہجرم؟" یعنی

من و سودائے و ہمہ شب غم پہاں گفتن  
مختصر شد ہنسے نیست فراواں گفتن  
پرسی از بندہ تو "آں چشمہ حیواں گفتن"  
بر چناں روئے و آں گاہ پریشاں گفتن  
زین شب بد بہ دلِ فسانہ ہجران گفتن  
کام شیریں نہ شود از شکرستان گفتن  
کایں حدیث ست کہ بردوئے تو نتوان گفتن  
جز ترانہ ترانہ با دگرے جاں گفتن

شود خسرو ہم پر سداوے چوں نہ کم؟

کاش جان و جگر پیش شود زان گفتن

ت

۱۵۸۴

جانان! ہاں دل ہاں درد من شیدا ہاں ہر کس پر سداوے کئے جان مرا سودا ہاں  
در باغ ہر کس از گلے مست و من شوریدہ را دیدہ ہر سوسے سرو گل اندر دل شیدا ہاں  
گویند کہ ہر چرا چندین خوری غم "چوں کم؟" کا مدخوشی بخش ہم بخش من تنہا ہاں  
زاد بہ محرابم محواں صوفی ز سبیم کھوئے مائیم کوئی ذنبی محراب و درد ما ہاں  
سویں بہ پائے خود تدم و ز پائے دیگر اندم اب بار سر خواہم ہنا کاں اک مست پا ہاں  
چنداں چہ جوئی کشتنم کاں غم کہ دار دہجرتو خواہی شنیدن ناگہاں امروز تا فردا ہاں

ہندم و ہند و شنوم خواہم کہ ہم صبرے کم

چوں تو بخاطر بگذری دل باز خسرو را ہاں

غ

۱۵۸۵

صبح دمید و روز شد شمع بہ گوشہ نہ کنوں شمع چہ آفتاب ہم چوں تو نشستہ ای دروں  
ساقی! حسن خود تو متوسا قی خون خوشین من تو زیلا بادہ خور من زد دل کباب خوں  
از تو کہ شمع سینہ ای سوخته گشت جان من جان بچہاں بڑن کشتم تا تو زد دل دی بروں؟  
فتویٰ بت پرستیم داد رخ تو چوں کم؟ چوں بہ شریعت غمت مفعی عقل شد بروں  
لاہستان عاستقاں ہر رخ تو خون دل نوشد و ہر ہمیں دہ دیدن یوئے لالہ گوں  
من ز وجود بے خبر خیل خیال در نظر بحر بہ خواب در کشم تشنگی ام شود فروں  
ساغر آرزوئے من وہ کہ چگونہ بُر شود؟ چرخ چین کی می دہد دور بہ کارہ نگوں

جہدِ حسود خسروا در طلب مراد دل

رام کسے نہ می شود بخت بہ جیلہ و فسوں

۱۵۸۶

اے مشک دام دادہ زلفت ہر سوسے چیں زان زلف منک قامت عشاق کشتہ نکیں

لہ مطابق نسخہ ن ۷۸۱ مطابق نسخہ ن ۷۸۱ مطابق نسخہ ن ۷۸۱

برخواست بے رجاں زان طرہ چو سنبل  
بنشست بادہ بہتان اں عارض چو نسریں  
یک رہ بہ نیم خندہ دندان منائے مارا  
تا و فتادن آید دندا منائے برویں  
بیاد روئے خواباں دیدم ولیک بے تو  
خاطر نہ می پذیرد از پیچ روئے تسکیں  
چوں من نہ می توانم برخاستن ز عشقت  
کہ کہ اگر توانی نزد من آئے و پیشیں  
پیرا بن جفا را ہر روز می بہ پوشی  
حالم چہ نیک دانی بر خود مپوش چندیں  
لب خواہد از تو خسر و گوی کہ پیچ ندہم

ب  
گر پیچ نیست جانا بارے زبان شہریں  
خاز کجا ہا ہی رسی آلودہ مئے بچنیں ؟  
چوں دشمنانم میکشی من خود شدم کشتہ دے  
ہر دشمنانے ستا میں اے دست تلمکے بچنیں ؟  
سخنی 'حانم' ہیں کہ چوں سوز ترا تاب آورم  
تاخیر گرد گرد گدے یک سفلہ درئے بچنیں  
ہر شب خورم در بزم غم کہ خون دل گاہے جگر  
وہ چوں خرابی نار و دم نقل آں چناں مئے بچنیں  
خسرو کہ نالہ کہ گئے از جور و از بیداد تو

غ  
کہ لان عشقت می زند نہیں دم ازوئے بچنیں  
از خانہ دشمن خاست دل فریاد کردن چوں تو اں  
لے دوست چندیں غم مخور بہر خرابی 'دلم  
بہر چند کو نشیدم بجاں دل باز مانند زباناں  
گفتم "دلم آزاد کن" گفتا "بہ بازی بستم"  
غزہ زناں اں شوخ و من خوش ہواں و مدش  
گفتی کہ "از جہاں یاد کن، از من چہ حیرانی؟"  
بچاں کشیدہ تیغ کیں، تو سست پیاں دل وہی  
بے صبرم از پے خان ماں بر باد کردن چوں تو اں  
تا دولت خواباں بود آباد کردن چوں تو اں  
شاگرد ماز و راستا کردن چوں تو اں  
دریں ساں کتاں ادہ بہار آزاد کردن چوں تو اں  
سلطان چو خود خجستہ فریاد کردن چوں تو اں  
آں جا کہ حاضر تو شوی یا کردن چوں تو اں  
بر اعتماد چوں توئی، دل شاگردن چوں تو اں ؟

من خود کشم چورت دے، تو خود بگئی بی وفا  
چندیں پہنئے دوستاں بیدا کردن چوں توانی

خسرو ز دل غرقہ بہ خون، یا ماں بہ تیمارش

در روز طوفانی خانہ را بنیاد کردن چوں توانی

ب

آستان یار و آں گہ خون من  
شاد باش لے طالع میمون من

بادہ خواہی خورد، روشن شد مزاج  
چون چنین شد بار اول خون من

بوالعجب کارے ست من مشغول جاں  
واں رقیبت در چراؤ چوں من

کار افتادست با شبہا مرا  
تو خسپ اے بخت دیگرگون من

کشتی و بازم رہائی شد ز ہجر  
دیرزی درودوں افزوں من

خون دل از دامن لے دیدہ نشوی  
یادگارست این ازاں مجنون من

سحر خسرو مایہ دیوانگی ست

تا نیا موزد کے افسون من

ب

عیش من تلخ ست ازاں شکر کپ شیریں سخن  
چوں بخند، در چہ بات؛ ہست پڑیں سخن

مردم نزدیک شد ہنگام شربت داد و ست  
کیست کار دیک سخن بر من ازاں شیریں سخن؟

بوکہ ہم لے صبا تر بہر من بہر خدا  
گہ گہے جا سوسی می کن زد دے بر چہیں سخن

کاش بے دردے بدیدندے بر رخ زیبائے  
تا نہ گفتندے بہ طعن بے دلاں چندیں سخن

اے کہ کوئی "عشق چہ بود؟" باش تا از خون من  
بعد از انت مرد خوانم، گر بگویی ایں سخن

عاشق امی؟ اں کہ مُسلمانی، نہ دانی اے سلیم  
دوستی چوں با بتاں افتد، رود در دیں سخن؟

بہترین روز گفتے می بہیم از تو در جہاں  
گفت من بہ تو مکن جانا بدیں آئیں سخن

در ہوائے روئے تو خون می چکاند از غزل

خسرو رنگیں سخن کز رنگ تازی زیں سخن

د

۱۵۹۱

صدرہ گزری ہر دم بر جان خراب من  
برزد زرد ماغم دو داند شر بہ عشق آئے  
ہر چند دلم خون شد سوزاک من افزون شد  
جانم بہ گداز آمد کو اس ہمہ عیش من ؟  
چوں گریہ کند جہنم ماتم کدہ اسے باید  
می سوز دل تنگم لے ہجر، مگر زیں سو  
در دوزخ اگر سوزم زیں نیست مراد دے

رحمت نہ کنی ہرگز بر چشم پیر آپ من  
بے درد سری نبود مستی شراب من  
کشتہ نہ شد اس آتش از آپ کباب من  
بہمہائے دراز آمد کو اس ہمہ خواب من  
تا بر سر ہمدرداں ریزند گلاب من  
بر بونے کباب آید اس مرست خراب من  
ہستی تو بہشتی رود، این مست عذاب من

یک تار قبایم وہ خلوت ز پئے خسرو

دراں نہ بود بایے تشریف جواب من

ب

۱۵۹۲

سوارہ اینک اس سرور دامن می رود بیرون  
دعائے خوانش لے زاہد کہ چندیں خاطر خست  
کمر مکتائے لے کا فکر دینمی شود غارت  
بیچاناں گفتنم ناگہ خوابد رفت جاں یا رب  
چہ دلہا زان کہ خست این لہ ہائے زار من یا رب  
دلیری می کنم پیشش کہ خواہم ترک جاں گفتن

بگیریدیش کز کف عنانم می رود بیرون  
بہمہرائی اس جانِ جہانم می رود بیرون  
عنان گرد آرائے خونیں کہ جانم می رود بیرون  
چہ نام مرست اس کہ ہر بار از زبانم می رود بیرون  
جگر دوز مرست تیرے کز کمانم می رود بیرون  
دلِ مرغ اندوہم من کہ جانم می رود بیرون

عجب حالے کہ خالی می نہ گرد سینہ خسرو

بدیں گونہ کلاں اشک دامن می رود بیرون

ت

۱۵۹۳

چشم مرست یا رب اس چناں یا خود ملے جان  
شوخ و مقام پیش لے قتال بجا ندیش لے

جو مرست از اس ساں دستان یا غارت یا ان  
خونیں چو شیریں قیش لے صیدت دلِ قربان من

لہ مطابق در نسخہ ان لہ مطابق نسخہ ان لہ مطابق نسخہ ان

ہر روز آہم سوئے تو دل جو ہم از گیسوئے تو  
 کا دل تو دار دو بے تو کوہِ سترونے آن من  
 از غارتِ خوابِ مرا جانِ رہا شد مبتلا  
 تو شوخ دیگر از کجا پیدا شدی از جانِ من؟  
 اے کج دہا مستی ات، در قتلِ جا بکِ مستی ات  
 در دمن آمد مستی ات، دیوانگی در مانِ من  
 ہجرم مکنت و شوق ہم روزے نہ گفتی از کرم  
 ”چون ست در شبائے غم آن عاشقِ حیرانِ من؟“  
 با عاشقانِ تنگ دلِ یں ساں منہ در جنگِ دل  
 آخر تبرس لے سنگ دل زاودلِ بریانِ من  
 خیزائے صباے مشک بو، برگلِ بُخ من اہ جو

۱۵۹۳  
 حالِ من مسکین بگو در خدمتِ جانانِ من غ  
 آہ ازین تنگ قبا آمدہ تنگ آں داماں  
 کہ نہ سر ماند مرا در غمِ ایشاں داماں  
 لب کشا بند و نباتے نہ دہندم آ رے  
 کام خود را نہ توان یافتن از خود کا ماں  
 گر ہم در برشاں دست بدزدید اندام  
 رُخ جو آتش بنمایند و جگر پختہ کنند  
 یسم دزدے عجی نیست ز سیم انداماں  
 ایں دلِ پختہ من سوختہ شدنِ حاماں  
 خسرو از بہر تو بدنام شد ازوے بگریز

۱۵۹۵  
 نیک نامی نہ بود در روشِ بدناماں د  
 اے جہانے کشتہ جانِ چند کس خواہی شدن؟  
 تمت آلود زبانِ چند کس خواہی شدن؟  
 من ز دورت ہم نہ بینم تو علیٰ ر غم مرا  
 مونسِ چشم و روانِ چند کس خواہی شدن؟  
 جاں دہد ہر کس کہ بیند ناگہت زیں گو نہ کو  
 تا بلاے ناگہانِ چند کس خواہی شدن؟  
 از خرامت بس کہ می میرد بے نظارگی

۱۵۹۴  
 جانِ خسرو جانِ ستانِ چند کس خواہی شدن؟ غ  
 بنشین نفیے کہ ہر لطف تو بس ست ایں  
 بتاں کہ ز جانم نفس باز بس ست ایں

دور مہستی من چند زنی شعلہ بجسراں  
گفتم کہ "گزیدم لب چوں قند تو در خواب"  
اے باد برو این نفس از ما برسانش  
خوش می کنم اندر ہوس روئے تو جانے  
گفتم کہ "بہ فریاد رس از غمزه خویشت"  
من بندہ آن چشم کہ از گوشہ چشم  
آخردل و جان مست نہ خاشاک و خست  
خندید و شکر رینت کہ خواب گسست  
کائے عیسیٰ جاں ہاگرویک نفس مست  
ہستار چہ خوش آیندہ ناخوش ہوس مست  
تیرے بہ من انداخت کہ فریاد رس مست  
شب دیدی و گفنی کہ "ہر این دیکس مست  
خسرو چہ کند نالہ عشاق میا تنگ

۱۵۹۷ کاخ رہم از آن قافلہ بانگ جرس مست  
غ  
دلم را کرد صد بارہ بہ سینہ خار خار تو  
مرا ای گل شگفت و بس ہمہ عمر از بہار تو  
تو سلطان چوں گدایان از کات حسن فرمائی  
مرا ای بس کہ زیر پا شوم ہنگام بار تو  
سیر خود می زلم بر آستان تا بر آید جاں  
کہ ای سر درد خواہم برد با خود یادگار تو  
ہمہ کس بندت جز من و ابا شد کزین نعمت  
بہ محرومی بسر دیش در امیدوار تو  
نیارم چشم کس پوشید لیکن چشم خود بندم  
اگر بینندگان بنیند روئے چوں نگار تو  
چشم گفتم کہ ای "کاند دل جانان زلم آتش"  
"زہے دولت اگر خاشاک من آید بکار تو"  
اگر سبکافیم سید من از جانان کم یاری  
وگر بیرون کنی چشم منم از دیدہ یار تو  
اگر نگر فتنم دستے لگد بر سر ہوس دارم  
بدین مقدار ہم روزے نہ گشتم ترسار تو

عفاک اندہ ز چشم خسرواں خونہا کہ افشانہ

معاذ اللہ کہ گویم پیش چشم پُر خمار تو

۱۵۹۸ دلم آشفتم نہ جانابہ بالائے بلالے تو  
بکن رجمے بجان من کہ گشتم مبتلائے تو



اگر رے تو ایں باشد کہ من دائم حفا بینم      جفاے جملہ عالم را کستم جانا برائے تو  
 میاں بگشتائے در نہ پیر ہن صد چاک خواہم      کہ در دل بسکہ رہ دارم من از بند قبلے تو  
 رقیبت را نہ می خواہم الہی نیست گردانش      کہ دائم می کند محروم ما را از لقائے تو  
 اگر تو ہر رقیبے را بہ جائے بندہ می داری  
 بحدائقہ کہ خسرو را کہے نبود بہ جائے تو

۱۵۹۹

مہ شب گرد من امشب چو مہ می گشت من باو      بے و صد فنون دروے خطے و صد فتن باو  
 قبا را بر زہدہ دامن بہ خون ریزی از مرگاں      چو قصبے کشیدہ تیغ و زلف چوں رسن باو  
 زہیم خلق از دور می کشیدم پائے خود لیکن      مرا برداشتہ می برد آپ جہنم من باو  
 فلک ہرگز گذارد ماہ را در گردن شب گشتن      اگر زان طرہ شہرنگ باشد یک شکن باو  
 مرا کوئی کہ "ہر کس بیند از سودائے آں روزے      کہ آں دیوانہ می آید جہانے مردوزن باو"  
 گر بیانم بہ صد چاکست ازین حسرت کہ تا روزے

نکارا، بچو جاں در تن در آند بر خسرو

بروں کن جان رسمی را کہ راضی نیست تن باو

۱۶۰۰

دور بخ بنلے و باز را کو اکب لبیکن از ہر دو      کہ گرد تا فتنہ خورشید و ماہت و من از ہر دو  
 ز جان و دل چو یاد می کنم دارم عجبا ز فے      کہ جان و دل زیک دیگر بر شکند و من از ہر دو  
 کشیدند آں دو لب فتولے خط بچوں مسلماناں      بلا بنگر کہ تعلیم تو چوں گشت این فن از ہر دو  
 ہیں لے پوسعت جان گرنہ زان دو چشم یعقوبی      کہ غرق خون مخوناب ست یک پیر ہن از ہر دو  
 دو ہمد می دہد پندم و لے چوں من گرفتارم      بہ حق دوستی نزدیک من بہ دشمن از ہر دو  
 عمارتہائے عمر و عقل چوں شد بے خلل از فے      بیا زود لے اجل بنیاد ہستی بر کن از ہر دو  
 مرا منمائے دو عالم جزائے طاعت لے زاہد      کہ من کردم گریباں چاک چیدم من از ہر دو

لے دن غزل محزون است

اگر از عشق لافزد مرد و نامرد و بنازد بد

ب  
سیر مرداں که خسرو مرد تر باشد از آں هر دو

۱۴۰۱

بدیں سان کز غمت برخاک دارم ہر زمان پہلو  
چہیں شہملے بے پایاں و من بر بسترانندہ  
اگر بالا کنی یک گوشہ ابرو فرو ماند  
و فاد اری بیاموز از خیال خویش تن بالے  
از آہن بایدم یا سنگ نہ از استخوان پہلو  
از آں پہلو بریں پہلو دزیں پہلو بر آں پہلو  
مہ نو کز بلندی می زند با آستان پہلو  
کہ از من دانہ گیر در روز تاشب یک نام پہلو  
کہ دل بیرون شد دست ماند جانے دریاں پہلو  
بہ ہر پہلو کہ می خسی نہ می گردی از آں پہلو  
تو خوش می خسب کز خواب جوانی بس کہ مستی  
من و شما و خاک در کہ داداں بخت خسرو را

کہ بہر خواب پہلویت نہند لے دل ستاں پہلو

۱۴۰۲

بے چارہ دلم خوں شد در پیش خیال تو  
عقل و دل و جان از تن برداں بہ عقل از من  
تا چند مہنوز آخردوری ز وصال تو  
من مانده ام و چہ خجسته حیران جمال تو  
زین گونہ کہ من دیدم شکل تو و حال خود  
زین گونہ کہ من دیدم شکل تو و حال خود  
اے لشکر مشتاقاں در پیش رکاب تو  
اے لشکر مشتاقاں در پیش رکاب تو  
یارب کہ بہر ظلم ستاں یارب کہ چہ داغ ستاں  
جانے ست مرا ہدیہ نمائے چنان رویم  
کا ندازہ من نبود تعظیم جمال تو  
کا ندازہ من نبود تعظیم جمال تو

صدقہ فزوں دارم از درد و دل خسرو

لیکن بہ زباں نارم از بیم ملال تو

۱۶۰۳

لے جان من آویزاں از بند قبائے تو بے چارہ دلم خوں شد در عہد وفائے تو  
افتادہ نہ خواہم بود الابد درت زیں پس گر خاک شوم بارے زیر کف پائے تو  
گفتی کہ بدیں زاری از بہر کہ می میری؟ وانش کہ برے تو باشد کہ برائے تو  
یارب نفیے باشد کہ عشق اماں یا ہم و آسودہ بہ چہم شب امین ز بلائے تو  
جاں تیغ ترا دادم از شرم رخت مردم زیرابہ اندایں باید تعظیم جفائے تو  
یارِ دگر مگوئی و ز آہ نہ می ترسی یعنی کہ کسے دیگر آں گاہ بہ جائے تو

بہر چند کہ شد خسرو سلطان سخن گویاں

از بہر یکے بوسہ ہم ہست گدائے تو غ

۱۶۰۴

آں کیست کہ می آید صد لشکر دل با او؟ درویشی جمالش ما سلطان دل ما او  
بے صبح و شبے خواہم کور اغم خود گویم من گویم و او خند تنہا من و تنہا او  
مستم تو خیالی او من باوے و دے بے من یارب چہ خیال ستایں ایں جامن و آں جاو  
مہتاب چہ خوش بوئے کہ بودی و من تنہا لب برب و رو بر رو او با من و من با او  
گیرید مرا آخر دیوانگی ات خوشد دیوانہ چرا بنوم ماہ من و شیدا او

من خسرو و از دنیا بنگر کہ چہ تنگست ایں

۱۶۰۵

از دوری خود دجانا حال دل من بشنو دیباچہ دلہا من آئینہ جاں با او ت  
زاں موئے بنا گوشت ہر کس گلہ لے دارد اندوہ فراق گل از مرغ چمن بشنو  
نافہ ہمہ بوئے خوش از بوئے قومی درود آں طرہ بیک سونہ از گوش سخن بشنو  
با ایں ہمہ نیکوئی اندر حق مسکیناں غمازی آں دوزی از مشک ختن بشنو  
از باد ہوا بیت دل صد جاں بدریاں خود مشنو سخن بد گو گفت بد من بشنو  
بشگفت گلے دیگر اے غنچہ دہن بشنو

تو جان مہنی دمن دور از تو ہی میرم      اے جان جدا ماندہ آخر غم تن بشنو  
بشکستے لعلت چوں توبہ خسرو ما

۱۶۰۶      انکوں صفتِ مستی زان توبہ شکن بشنو      ت

اے رہزنِ عشاق چہ عیار کس اسی تو؟      دے ماہِ شبِ افروز چہ طرار کس اسی تو؟  
خونِ ستِ مے نوشِ گوشتِ ز دلِ خلق      اے ظالم بے مہر چہ خوں خوار کس اسی تو؟  
ہر چند کہ گویند "مکن جور" کنی بیش      زیں خوئے مخالف چہ جفا کار کس اسی تو؟  
خنجر زنی از غمزہ و رحمت نہ کنی، پیچ      زیں پیشِ عفا شد چہ قسم گار کس اسی تو؟  
گر جاں نہ دہم، سر نہم، آزرده کنی دل      ہم جان و سر تو کہ دل آزار کس اسی تو؟  
خوارم کنی دُعا تم میں بس کہ بہ گوئی      کاے بردرم افتادہ قومی خوار کس اسی تو؟  
چندی کہ جفا بردار تو خسرو مکس

رویش نہ گفتمی کہ "وفا دار کس اسی تو؟"

۱۶۰۷      خلقِ ہمہ در شہر و مرا جاں بہ دگر سو      ہر کس برہے دمن تنہا بہ دگر سو  
بنیم چو بہ راہش، بدوم، پاشِ بکیرم      دستم بہ دگر سو و دود پا بہ دگر سو  
وہ میں چہ زماں بود کہ کر دیم و داعش      گرفت بہ سوئے دگر و ما بہ دگر سو  
اورفت دمن از بے خودیِ خویش نہ دیدم      کو باز سوئے خانہ بشد یا بہ دگر سو  
در عشقِ عفا شد ظلم و صلِ تو زشت ست      معشوقِ دگر سو و متناہ بہ دگر سو

گر کام رسد ورنہ رسد دوست پسند ست

خسرو نہ رسد از ریخِ زیبا بہ دگر سو

لہ درن دو بیت ذیل زانکہ است

جاں برد دمن از دلِ ظلم وہ کہ چہ طرہ      دامن بہ دگر سو و تقاضا بہ دگر سو  
آیا بود آں روز کہ با ہم بنشینیم      آشوبِ دگر سو شد و غوغا بہ دگر سو

۱۶۰۸

اے سبزہ دمانیدہ بہ گردِ قمر از مو  
 موئے ست دہان تو در موئے شکافی  
 کس موئے میان نہ کند یک سر مو فرق  
 بیروں ز خیال تو کہ مانده موئے ست  
 جز عارضِ سیمین تو بر طرہ شب رنگ  
 بر طرب بنا گوش تو آں طرہ مشکیں  
 سر سبزی خطا بہت سر بہ سر از مو  
 مہنگام سخن ریختہ لولوئے تر از مو  
 تا ساختہ ای موئے میاں را اگر از مو  
 کس بر تن سیمینت بندد اثر از مو  
 ہرگز نہ شنیدیم طلوعِ قمر از مو  
 صد سلسلہ انگینختہ بر یک دگر از مو

خسرو کہ بہ وصفِ دہنت موئے شکافست

یک نکتہ نہ گوید ز دہانت مگر از مو

۱۶۰۹

من این جاؤ دل گرہ در آن کو  
 گواے پند گو "بے او بزی خوش"  
 بہ دل گویم کہ "عنہا خواہش" گفت  
 بہر س این نا تو اں را پیشتر زانک  
 پیش از مردن دعلے تر بہت من  
 از آن گم گشتہ مسکین نشان کو؟  
 خوشم گر زندہ مانم لیک جاں کو؟  
 "چو او پیش نظر آید ز باں کو؟"  
 بہر س خلق را "کاں تو اں کو؟"  
 پسندست آن کہ کوئی "گو فلاں کو؟"

بہ گستاخی حدیثِ ہوسہ گفتم

بہ خندہ گفت "کائے خسرو دہاں کو؟"

۱۶۱۰

زین ساں کہ نادک می زند حقیقہ شکار اندازاد  
 بسیار مرد شیر دل کاہد شکار نازاد

لہ درن غزل محذوف است

لہ درن بیت ذیل زائد است

مرا گوئی کہ "رو با صابری ساز" بیو تو خود می گوئی "اما گو کہ آں کو؟"

لہ درن غزل محذوف است

جائے کہ باہر تار موند بہ صد گردن کشش      با ماچہ عیاری کند زلف کند انداز او  
 بر حکم آں خط قضا بنوشته اش "بر گرد رخ"      ہاں دام داؤد او بہ بین معاشق جانباڑ او  
 گفٹی کہ "مرغ جانن را بند و قفس بسیار شد"      ایں ہم نہ ماندے جہاں بسے نزدیک شد پرواز او  
 شوقے کہ ہمت از شمع خود آلودہ آتش مرا      گر مطرب آرد در خواہ تر سم بسوزد ساز او

خسرو نہ نالد پیش کس زیرا کہ گریہ خلق خوں

بس کز جراحتہائے دل خوں می چکد ز آواز او

۱۶۱۱

آں شکل تجولانش نگر دامن خلق درد دنبال او      دامن خواب ناز آلود ہیں دیں غزہ قتال او  
 یک تار مویش را صبا ہر دو جہاں گوید بہا      ہرگز بدیں نہ دہم رضا گر من بود دلال او  
 خنکاش چو از جادو جہد ہر گونہ پیشش بند      سبزہ بہ خط خود دہد فتوائے خون دمال او  
 گر در شکار آں کینہ کش گاہے یہ میدان ہمت خوش      مسکین دل دیوانہ و ش سرگشتہ درد دنبال او  
 گرمی پردا میں چشم تر کاں رویش آید در نظر      بگذر دلا کا نہ را اثر خوں می چکد از خالی او  
 آہ دلی دارم کنوں سوزاں نہ می آید پروں      کش داغماندہ دروں گنجیدہ گنجیدہ خالی او  
 در بند آں زلف دو تار دیوانہ ام دائم دلا      ز نثار ز نثار لے صبا گے کہ بہر سی حال او

خسرو شناسد سوزِ من دامن نالد دل سوزِ من

زناں کا گے ست از روز من شہلے ہجوں سال او

۱۶۱۲

جرے ست بہ خود آنکہ من دارم سر و سود لے او      چٹے ست کا فر آں کہ شد جان و دم نیلے او  
 شکلے بہ دل پہناں شدہ بالا بلالے جہاں شدہ      لے صد چمن قرباں شدہ برقد و ہر بالالے او  
 دل زان سر زلف دو تار کلاہش کردہ جا      گر جہاں من پرسی "کجا" اینک نہ یکتائے او  
 زوناوک ووزمن تنے زو تیغ ووزمن گردنے      ایں ست لے لے چوں مئے تا خود چہ باشد لے او  
 گر خواست بہتین سرم زان رفت بر تن خنجرم      تا وقت مردن بنگرم بالے رخ زیبائے او

لے دون غزل محدود است      لے دون غزل محدود است

امروز در جانم سخن فردائے وصلم درد من  
 او در غم امروز من، من در غم فردائے او  
 تن شد بہ رنج آموختہ دل شد بے ردا فروختہ  
 جاں با بدن ہم سوختہ از آتش سودائے او  
 ہر شب روم با چشم تراں جا کہ بوداں سیم بر  
 گر چہ از او نبود اثر بائے بینم جائے او  
 در چشم من آں خاک پاگہ سرمہ شد گہ تو تیا

درمان چشم آمد سرا خسرو بہ خاک پائے او

۱۴۱۳

خیز و چو از خواب آں پستیا کس نہ شوید بوائے او  
 کاندہ رخ نام خوش کشاں نرس جادو بوائے او  
 زیں گونہ کز این دیدہ ام خوں می و دپے دپے اش  
 مشکل کہ آپ خوش خورد ہرگز کسے از جوئے او  
 شمشیر در دستم نہیاد مشب بہ کوش می روم  
 تا خویش را سہل کنم آں جا کہ بینم روئے او  
 لے باد کزوے آمدی قلبے مکن کز گلشنم  
 ایں نیست بوئے باغ و گل من می شناسم بوئے او  
 کس را از آن خود نہ شد آں بے دفائے سنگ دل

بیہودہ سودا می پزی خسرو بہ جستجوئے او

۱۴۱۴

لے زندگانی بخش من لعل شکر گفتار تو  
 در آرزوئے مُردنم از حسرت دیدار تو  
 گر شہد بینم در زباں یا آپ جیواں درد ہاں  
 تحقیق می دانم کہ آں نبود بہ جز گفتار تو  
 معذوری از لعل سہ پوشے بروئے بچو مر  
 سیری نہ دارد پیچ گچوں دیدہ از دیدار تو  
 گر خود ترا زیں چشم تر دسوار می آید نظر  
 بیرون کشم دیدہ ز سر ساساں کم دشوار تو  
 خواہی نکہ ن ریش را خواہی بکش درویش را  
 زیں پس بہ خواہاں ننگم در کوئے ایشان نگہم  
 در کوئے تو بہر دے افتادہ می بینم سرے  
 ہر خون کہ باشد خویش را بر بستہ ام در بار تو  
 چوں غم بہ گفتار آں درم بادیدہ در کار آں درم  
 ایں نیست کارے دیگرے جز کار تو جز کار تو  
 چوں رو بہ دیوار آں درم بائے بود دیوار تو

خواہی کہ بہر خندہ لے پیش افکنی افکنده لے

ایک چہ خسرو بندہ لے او بندہ دیدار تو

۱۶۱۵

گرچہ کہ ہست خون دل بادہ خوشگوار تو سرخوش و شیر گیشد ز گس پر خمار تو  
 سرو بلند و نخل تر گسگسے آ ورم بہ بر وہ کہ بدیں کجا رود آرزوئے کنار تو  
 تیر بر آہواں زنی غمزہ بہ ما زان سبب رشک شکار تو ز من رشک من از شکار تو  
 چشم من مست و خاک رہ رفتہ بتایا بسیں دیدہ کہ خاک می خورد در رہ انتظار تو  
 ہوں سرو کار شد مرا با چو تویی بہ دوستی رسم وفانہ باشند از سر بنہم بہ کار تو  
 از پے تو ز خون دل شربت ہمر ساختم تیر نہ کہ در جنت چشم حرام خواہ تو  
 ہست چو یادگار تو غم کہ مباد در دے جائے بہ سینہ کردہ ام از پے یادگار تو

بے تو کہ زندہ ماندہ ام سیر نائے روبہ من

تا بر ہد زنگ جاں خسرو بقرار تو

۱۶۱۶

تا بہ زمانہ شد خبر از مہ کہ با کمال تو شیفہ گشت عالمے زابڑے چوں ہلال تو  
 تا بہ دو ہفتہ ماہ اگر راست کند جہاں تو تیز نگاہش او فندہ ہر شبے از کمال تو  
 از خطت ارچہ کشتہ شد خلق بہترس از خدا نامہ او سیاہ باد از رقم و بال تو  
 قرعہ دروغ می زخم بہر صوری از نہ کو دولت آں کہ بگرم روئے خجستہ فانی تو  
 دور ز بندگی تو گرچہ خیال گشتہ ام از دل و دیدہ می کنم بندگی خیال تو  
 گیر کہ ذرہ برود کے رسد آفتاب را ہمت مدبرے چو من بس ہوس وصال تو  
 خال تو گشت و چشم من بہرین حال چو من کافر سرخ چشم من در دلم خیال تو  
 نخل قد تو در دلم کاب ہی خورد ز خون ہیں کہ چہ میوہ می دہد زیں خورشید نہال تو



عمر بہ گنج فرستم رفت و نہ گفتیم کہے  
ایں قدرے کہ خسرو اچلیست بہ گوشہ حال تو؟

۱۶۱۷

باز بہ خون خلق شد چشمِ جہاں نمائے تو  
نہست امید کہ تو ام یک گل بخت شنگد  
گر یہ و آو سر دمن گر بر بایدم کسے  
ورقے اگر ز جہاں من نادک تو خطا شود  
تا بہ طفیل آستان بو کہ رسم بہ پلے تو  
از حسد خیالی تو بادل خود بہ غیر تم  
عمر اگر وفا کند جہاں من و جہائے تو  
تا نہ روی ز جہائے خود لے دیہ جہائے تو  
ہست حرام خواہی کہ نہ کنم دعائے تو  
تن بہ قصاص درد ہم معذرت خطائے تو  
گل خینے چرا کشد ہودج کبر یائے تو  
کوش بخسرو آرشب تا کہ بہ بینی از کجا؟

نغمہ رشوق می زند بلبل خوش نولے تو

۱۶۱۸

نہست آئندہ چشم من جز بہ خیال دے تو  
ہر سحرے چو بے دلاں آیم و بر تو بنگرم  
بیت من آکر ساعے با تو مگر دے زخم  
دیدہ من ز نیکوایں روئے تو اختیار کرد  
بستہ کس نہ شد دل جز بہ شکنج موئے تو  
از پے آں کہ شد مرا فال خستہ روئے تو  
زاں کہ بہ لب رسیدہ شد جہاں زار روئے تو  
از پے چشم زخم تو کم نگرم بہ سوئے تو

مرد چو خسرو از غمت بوئے وفا بدو ساں

تا بہ وسیلہ صبا زندہ شود بہ بوئے تو

۱۶۱۹

روئے یا از سبہ تر بہرستانے یافت تو  
تعالیٰ او در تہ ہر موئے خط جہاں نمود  
بود نہ پیدا دہانش تیز دیدم بوسہ جہاں  
چشم من بہر تماشا گلستانے یافت تو  
بندہ زان لب در تہ ہر موئے چھانے یافت تو  
در لب از دندان نشانے شد دہان یافت تو

ماہ من زلف سیر ہر خط سبزت سر بہاد  
طوطی شکر خورت ہندوستانے یافت نو  
دی کمر بستہ و دروے بہتہ شہوئے زہجد  
بے میاں بودی تہی گاہت میاں یافت نو  
قامت تو کز ضعیفی بہتہ در مویت نہ ماند  
بر سر ہر تار موئے خانمانے یافت نو  
بس کہ نو ذرات فتنہ شد بر ہر زباں  
ہر زباں از قہ من داستاں یافت نو  
بس کہ سودم روئے ند و خویش بر خاک درت

۱۶۲۰ باہر دم ذرات زعفرانے یافت نو ب

مست می گردی زخانہ بیش نا فرماں مشو  
چشم بد نیکو نہا شد جا یہاں مشو  
گر ترا جولاں نہ باشد گر تو از من صد کشی  
یا مرا اول بکش یا بیش در جولاں مشو  
طوق شاہاں است فزاک تو بر ماہسل گیر  
شرم دارو بر گردایاں صاحب فرماں مشو  
غمرہ می آری دمی گوئی "مرد از خود عجب"  
تین می رانی دمی گوئی "مراقباں مشو"  
دل ز من بستائی و گوئی "نہ می دانم کرد"  
ایں چنین یک بارگی ہم جان من ناداں مشو  
از غمت شہانہ بختم و آں زماں کت یافتم  
گر مرا خواب دگر گیر تو دیگر سساں مشو  
دوستاں گشتند دشمن اے دل آخر آگہی؟  
ز ان من بودی تو با اے جانب ایشاں مشو  
دل کہ دیر نے ست اندر طالعش از نیکواں  
گفت "مردم کے شود گر گویدش ویراں مشو"

خسر وادیدی کہ حیراں ماندہ ای در کار خویش

۱۶۲۱ من ترا صدرہ نگفتم کایں چنین حیراں مشو د

مردم چشم مرا برد آب و گر آئی درو  
مردمی باشد کہ بنشیننی جو بینائی درو  
ماہ را با چوں توئی بارے کہ نسبت می کند  
نیست چوں عیاری و شوخی و رعنائی درو  
در رخت گم گشت عقل و گفت "ما رب چون کم؟"  
وصف زیبائی کہ حیراں ست زیبائی درو  
عقل استاد دست شاگردش ملائے کہے دست  
مکتبت بد بختی و تعلیم رسوائی درو

لے درن بیت محذوف است لے درن بیت محذوف است لے درن بیت محذوف است

تشنہ تو میرا آپ زندگی گر بندت زندہ سیراب گرددگر فرو آئی درو  
 گرد کویت لانا بیزمن بدامان دو چشم زان کلم گرد دل بدروزہر جانی درو  
 خلق گوید خسرو از عشق کے دیوانہ شد؟  
 چوں کند بے چارہ چوں نبود شکیبائی درو

۱۹۲۲

از من اے سادہ پسر دور مشو بد شکستہ گذر دور مشو  
 گرچہ سرتابہ قدم از نمکی ہم ازیں خستہ جگر دور مشو  
 مردم از غم تو نزدیک است یک زمانیم ز سر دور مشو  
 مرد از پیش من و بہر خدا مطلق از پیش نظر دور مشو  
 تری دیدہ پُر خون دیدی وہ کزیں دیدہ تر دور مشو

لب بہ خسرو دہ واک کہ بہ لاغ  
 بانگس گو، "ز شکر دور مشو"

۱۹۲۳

پرزخم ست و شکست زلفِ گراں بار تو زان کہ ہزاراں دل ست لبہ ہر تار تو  
 خطا کہ بر آں لب کشید از سر کلک قضا نقش فنا ز در قم بر لب خوں خوار تو  
 زندہ بہ کولیش نہ ماندہ کہ چہ مردم کش ست؟ ہیچو طبیبان خام ز کس ہمسا ر تو  
 فاتحہ خواں ست خلق سوئے ریش کہ ہست خاک تہیدان عشق در گل دیوار تو  
 ہر کہ زباں می کشید انپے تو سوئے من ہیچو من بے زباں گشت گر فتار تو

اے سر خسرو ترا مزہ کہ ہر باداد

فتنہ بہ قصا بیت بر سر بازار تو

۱۹۲۴

پردہ صبرم درید غمزدہ دل دوز تو زہرہ من آپ کرد عشق جہاں سوز تو

۷۷ درن غزل محذوف است

۷۷ درن بیت محذوف است

۷۷ درن غزل محذوف است

۷۷ درن غزل محذوف است

من کہ سحر ہر شبے دم نہ زخم تا بہ صبح  
ترسم روشن شود میر دل افروز تو  
رنگ گل عارضت روز بہ روزست تو  
خاکشی را چہ رنگ از گل نوروز تو؟  
ہندوے چشم ترا عادت ترکاں ہیں  
نیکی آموختست زلف بد آموز تو  
تا تو براہل صواب تیر زنی بے خطا  
ہست کمان بلند ابروئے کیس تو ز تو

خسرو بے چارہ کرد وقف ہوائے تو دل

گرچہ پے جانش کرد غمزدہ دل دوز تو

۱۹۲۵  
گر نہ کنی بلاست بردل عشاق تو  
بہرچہ بازی کند زلف تو با ساق تو؟  
تو کہ بہ غلتاق تنگ چیت درآمدت  
پردہ دل را درید رشک بہ غلتاق تو  
بوکہ بیا بد من تو شستن لعل سمند  
پائے بزرگاں گرفت گریہ عشاق تو  
گریہ کنم تا مگر ز برو اشارت کنی  
لیک ز باران من غم نہ خورد طاق تو  
پیش تو مردن مرا چوں نہ گذارد رقیب

بہرچہ بارے زید خسرو مشاق تو

۱۹۲۶  
نوبت خوبی زدند در شب گیسوئے تو  
فتنہ عس گشت باز گرد سر کوئے تو  
گر بہ ترا زوے چرخ دست رسد مرا  
حسن تو یک سوہنم بہ دیگر سوئے تو  
روئے مرا زرد کرد روئے تو منکر شود  
اینک اگر راست ست روئے من و روئے تو  
نہست کمان غمت چوں کہ بیا زوئے من  
گوشہ گرفتہ دے گوشہ ابروئے تو  
من بہ فنون و فازان خودت می کنم  
تفرقہ گرفتند زنگس جادوئے تو  
بس کہ شگستہ دلاں بستہ زلفت شدند  
ہست ہزاراں شکست در میر ہوئے تو  
اے بہ دوزخ چوں پردی زلف ز رخ دور کن  
دیو نہ نیکی بود خاصہ بہ پہلوئے تو

قامت خسرو زغم چون دُم سگ حلقہ شد

تا فلکش طوق ساخت بر سگ کوئے تو

غ

۱۴۲۷

عاشق و دیوانہ ام سلسلہ یار کو؟  
گرچہ کلناں خوش ست و رچ تین دکش است  
نالہ ہر عاشقہ از دل افکار خویش  
نفیس من بت پرست ہست بہ کشتن سزا  
آہ کہ دعویٰ عشق پس غم جاں چوں بود  
وہ کہ جہاے چناں روزی چشم بستم  
سینہ ز بجران بسوخت شربت دیدار کو؟  
آں ہمدیدم ولے آں گل رخسار کو؟  
از من مسکین مہر س "کان دل افکار کو؟"  
تیغ سیاست کجاست بازو سائیں کار کو؟  
دوستی جاں گرفت دوستی یار کو؟  
دیدہ بیدار ہست دولت بیدار کو؟

بر سخن در دماغش بند گرچہ یار

خسرو بے جا را طاقت گفتار کو

و

۱۴۲۸

خون گریم ارچہ از ستم بے کران تو  
بسیار آگینہ دلہا شکستہ اسی  
جاں رفت و نہ وصال تو ام شد نہ عیش خویش  
در دل کہ شب جہاے قومی گشت تابروز  
از تنگی دہان تو ام دست کے دہد؟  
روزی من چو تنگ ترست از دہان تو

گفتی کہ "خسرو آن من ست" اس چہ دولت ست؟

یعنی منم کہ می گذرم بر زبان تو

۱۴۲۹

ہر جا کہ لب بہ خندہ کشاید دہان تو  
اے بس عنان کہ بر سر کوئے تو شد ز دست  
خونابہ اے ست از لب چوں نار دہان تو  
کز راہ جور باز نہ تا بد عنان تو

۱۵ بیت درن اصافراست ۱۶ درن بیت ذیل زانکہ است

ابو ترش کن کہ شود کشتہ عالمے ۱۷ زیں جہانستی کہ می نگرم در کمان تو

۱۸ دہن غزل محذوف است

شد خانان صبر ہمہ غارب و خراب از ترکتا ز غمره نا مهربان تو  
از خوئے بد چه ظلم که بر مانده می کنی آخر چه کرده ام من مسکین ازان تو  
عشق تو بس که بد دل خسرو دست زخم

۴۳۰  
گر هست امید زیستنم هم به جان تو غ  
کس چوں جہد ز گیسوئے بچوں کمند تو جائے که آں کند شود پائے بند تو  
آموخت چشمائے مرا گریه هائے تلخ در دیدہ خند هائے لب نوش خند تو  
نشویم ز گریه روزه زمین را که هست حیف کا فدیہ خاک سایہ سرو بلند تو  
اے پند گو که گوئیم از عشق او بخیز چوں دل به جائے نیت، چه خیزد و پند تو  
تلمکے هنوز در دلت از خستہ اے غبار کز خون دل نشاند غبارِ سمنبر تو  
دل تنگیم بکشت مفرائے عیب اگر تنگ ستایں قبا به تن ارجمند تو  
گو تا به روح من کند از بعد مردن کس گر بود نصیب ز حلوائے قند تو  
گردا ز لعل را که ز عالم بروں گریخت

۱۶۳۱  
خسرو هنوز می نہ جہد از کمند تو ب  
گر بادہ می خورد به سر من خمار تو در درجن روم به دلم خار خار تو  
خون شد ز نالشم جگر سنگ و بهچناں با سنگ خویشتن دل با استوار تو  
از دیدن تو مست و خوابم تمام روز جہاں می کنم تمام شب اندر خمار تو  
بیروں جہاں سمند که بہیت به صد ہوس مردن به پائے خویشتن آید شکار تو  
دل را تب غم تو چوبے من نہ می خورد شرمندہ دلم من و دل شرمسار تو

لہ درن بیت محذوف است سہ درن بیت محذوف و بہ حالتش بیت ذیل اضافہ است

سہ پند است آخرا میں نہ سپند امیں جنیں مسوز

یک پند من بہ گوش کن اے من سپند تو

عمرم بہ یاری سگ کوئے تو شد بسر روزے نہ گفتیش کہ "چگونہ ست یار تو؟"  
 داغ تو دارم ار نہ کنم خدمت دیگر کم زان کہ باز میں برم این یادگار تو  
 بہر کدام روز بود عقل و جان و دل گرای متابع خرج نہ گرد دہ کار تو

صد بارہ شد چو غنچہ دل خسرو و ہنوز

بارے گلے شگفت مراد بہار تو ب ۱۴۳۲

ہر شب منم فتادہ بہ گرد سرلے تو تاروز آہ و نالہ کنم از برائے تو  
 روزے کہ ذرہ ذرہ شود استخوان من باشد ہنوز در دل تنگم ہوائے تو  
 ہرگز نہ پ وصال تو روزے نہ شمر اے وائے برکے کہ بود مبتلائے تو  
 جان مارواں برائے تو خواہم نثار کرد دستم نہ می دہد کہ نیم سر بہ پایے تو  
 بر حال زار من نظرے کن ز روئے لطعت

تو پادشاہ حسنی و خسرو گدائے تو

ہوئے و فاذطرہ عنبر فنان تو عشاق رانہ جز ستم بے کران تو  
 شب نیستی کہ می نہ کنم تابہ وقت صبح افغان ز جور غمرہ ناہربان تو  
 برق از غن کشایم و ژالہ ز زم زانک شاخ و فادہ مگر از گلستان تو  
 نادیدہ کس مہان تو و تابہ دیدہ ام گم گشتہ ام ز لاغری اندر میان تو  
 تن موئے شد مرا و نہ بہر موئے از تنم غم کوہ کوہ در غم کوہ روان تو

زرد و خمیدہ شد تن خسرو کہ تا شود

ظفالی بای بای ہائے سگ پاسبان تو

مست آمد آں نگار کہ ماست رفتا و دیوانگی مست کار من از جستجوئے او ۱۴۳۳

با خود برید چہنم من از روئے مردی      گرا آرزو کنید کہ بینید روئے او  
بر خاک کوئے دے دل من دوش گم شدست      بکہ طلب کنید دل از خاک کوئے او  
خواہید تا چون نہ شوید از بلائے ہجر      در من نگہ کنید و بہ بینید سوئے او  
گر تلخی سخن دہد از خوئے تلخ خویش      ہم بشنودید تلخ مدانید خوئے او

گر ہیچ نیست پیش نسیم صبا روید

بر خسرو شکستہ رسانید بوئے او

۱۴۳۵

عشتق نوست میار نوست و بہار تو      زان روئے خوب روز نوروزگار تو  
چوں در نیاید از در من نو بہار من      زانم چہ خوشدلی کہ در آید بہار تو  
در نو بہار چوں تو نہ ای در چمن مرا      از سرو گل چہ خیزد و از لالہ زار تو  
بس نو بہار کہنہ کہ شکست زان کہ کرد      در چہنم نیم مست تو ہر دم خار تو  
دارم دل غمیں و نہ دانستم ایں کہ باز      ہر روز نو شود غم از غم گسار تو  
با خاک یادگار ہر دم درد تو کہ باز      ہم یادگار کہنہ نشود یادگار تو  
خواہی ہستی و خواہ نہ باشی من از دو چہنم      ریزم بہ خاک کوئے تو ہر دم نثار تو

خسرو عشتق لانی و جوئی قرار دل

بخشد مگر خدائے دلت را قرار نو

۱۴۳۶

سوئے شکار لے پسران زنیں مرد      رتھے کین بہ ایں دل اندوہ گیس مرد  
شیراں نیند مرد تو چوں غزہ می زنی      براکھوان خستہ بہ آہنگ کیس مرد  
مگذار تا بہ خویشتن آیم زبہ ہشی      روزے دو مرد می کن در پشت زنیں مرد  
شب تیرے از کمان تو ام می کند ہوں      امروز ہم مرا کش اصالے بہ کیس مرد

لے درن بیت ذیل زانکہ است

بردی دلم مرغ زگستاخی امں از انک      نو بردہ اے ست پیٹی خداوندگار نو



دی گشت رفتی کو دلِ خلف زجاہ رفت      رفت آں چہ رفت بارو گرایں چہیں مرد  
یک پار ساغاند بہ شہر از خدا برترس      مست و خواب سوئے بردن پتیاں میں مرد  
گل کیست تا بہ پات رسد یا مرا یکش؟      یا پا برہنہ برگل و بریا سمیں مرد  
گفتی بے نیم از نہ روم خون بریزمت      میکن بر آں چہ رلے تو باشد ہمیں مرد  
بر نازکانِ باغ بختلے و لطف کن      زیں ساں بہ ناز و درچن لے نازیں مرد

اے آں کہ در نظارہ آں شوخ می روی

دیوانگی خسرو مسکین بہیں مرد

اے خرد مست لعلِ چوں مے تو      ۱۶۳۷  
ماز آزادہ ابروئے خوئے تو  
مے مرا چہ نہ لب بہ کوش برم      بس کہ مستم ز لعلِ چوں مے تو  
چوں کنی وعدہ باز گوئی "کے؟"      من بہ صد جاں غلام آں کے تو  
چوں غمت بکشم بگوئی "ہے"      روح بختد بہ تن ہماں مے تو  
گویم "مردن تو از پے کیست؟"      ہم بہ جان و سر تو از پے تو  
گفتم "از تو حیات دارم" گفت      "تو نگر و اں حیات لاشے تو"

خسرو چوں سزائے سوختنی

مہربانے مست شعلہ برنے تو

اے بہ بالا بلند و زپا تو      ۱۶۳۸  
رشتک سرو بلند بالا تو  
زر گر از سیم چوں تو بت نہ کند      خواہ ہم برد و خواہ فرما تو

لہ درن بیت محذوف و بہ جایش بیت ذیل زائد است

چشم تو آفت مست بہ روئے کسے میں      پائے تو نازک مست بہ روئے زمین مرد

لہ درن غزل محذوف است      لہ درن غزل محذوف است

دردلت پہنچ جانہ می گیرم      گرچہ ماہستہ ایم و خرما تو  
 تیغ برکش کہ جاں فدا کردیم      گر نہ خواہی برید از ما تو  
 خیز و بردیدہ شیں چنان کہ بود      مردُم دیدہ زیر و بالا تو  
 روز ہاشد کہ اندر این ہوسم      کہ شوم ہم نشیں شبے با تو  
 گل دمانیداشتک من از خاک      بو کہ آئی بدیں متاشا تو  
 ہمہ راہت بر فتم از مزگاں      گرچہ دورست رہ زمن تا تو

جان خسرو چو جائے خود کردی

دور تاکے شوی از این جا تو؟

۱۴۳۹  
 یادکم را بہ از محرم شو      یا تم را بدوز و مرہم شو  
 گر نہ ای آگہ از درونہ من      یک زمانے بیاؤ ہم شو  
 نہ شوی کم بہ پرستے کہ کنی      در شوی کم بدیں قدر کم شو  
 چند سر بر کنی ز جیب جفا      پا بہ دامن کش و فراہم شو  
 در غمت بہر بردن دل ماست      دل مارا بگیر و بے غم شو  
 گر شوی دیدہ می توانی شد      مردُم دیدہ گر شوی ہم شو

ب  
 جائے در چشم خسرو از نہ کنی  
 خاک پائے سرِ معظم شو

۱۴۴۰  
 لالہ دم از خون شہیدان غم او      تا حشر در آیند بہ خونِ علم او  
 از جور و جفا و ستم ہر کہ پرسی      در عشق مساوی ست جود و عدم او  
 می زد در قلم غالبہ نقاش سیکار      بشکست ز رشک خط سبزلت قلم او

ورہائے خم امروز چمن صاف وے نصیت جز درود کہ پیوستہ بود در قدم او  
خسرو چو خوردی ز سفالِ مگ کیش

۱۴۴۱ جہنید حسدی برد از جامِ جم او  
تا شد مچشم آشنا بر روئے تو جہنما از من رواں شد سوئے تو  
بس کہ مویت در خیالِ من نشست در خیالِ کیں منم یا موئے تو  
عاشقِ اوئیم تو کز بس صفا روئے تو آں دیدن اندر روئے تو  
گفتیم ”بے روئے من در گلِ میں“ چوں کہ می آیدم زو بوئے تو  
من کجا خشم کہ از فریادِ من شب نہ می خپد کے در کوئے تو  
نفلگی در گردنم دستے کہ نیست ایں کماں راقاقت باز دئے تو  
سر بہ زانو مانده ام از دامت تاجر ابوسدیر زانوئے تو  
بندہ خسرو از سر جاں خواست  
تا نشیند ساعتے پہلوئے تو

۱۴۴۲  
آمین تو دل بردن ست اے جہنم خلقِ سوئے تو  
کہ جہاں بہ بوئے می دہم کہ دل بہوئے می ہم  
از بس کہ کویت ہیج کہ خالی نہ باشد را کس  
نزدیکِ مردن می شوم از بے زلفت می نیم  
گر من نہ مانم ظنِ میر کز کوئے اودا من کشم  
آیم بہ کویت ہر شبے چوں خوابِ ید چوں کہم؟  
گفتی کہ ”سوئے باغِ روتاو کہ دل بکشتایدت“  
خوئے تو مردم کشتن ست اے من غلامِ دئے تو  
کائے ست افتادہ مرا با ہر خم گیسوئے تو  
ہر لحظہ بنم تازہ تر داغِ سگانِ کوئے تو  
تاحال چوں خواہد شدن و نہ کہ نہرِ دئے تو  
ماہا دہمرا ہی کند خاکِ من اندر کوئے تو  
مشغول دارم تا مسخر خود را بگفت و گوئے تو  
او فتح مارا کئے دود، چندیں گرہ دروئے تو

مٹب کہ مہمان مہنی، فردا کہ خواہی زیستن  
 بگذارت ایک ساعتی می بینم اندر دئے تو  
 دستِ رقیبت بس بود گر تیغ بر من می زنی  
 بیکارِ خسر و چون بنم بر سعد و باز دئے تو

۱۴۴۳

دل و جان مرا ز اندازہ بگذشت آرزوئے تو  
 دلم بستی چو در زلف درازش اس قدر رشتہ  
 تو خود ہم زیں پر خوں بروں جلالِ دل جانا  
 بہ راہت خاک گشتہ عاشقانِ مرث تو جلال  
 نہ می یابد خبر خلق از دلِ گم گشتہ جز اس دم  
 نہ بر تو بلکہ ہم بردیدہ خود می نہم منت  
 من و شبھا و بیداری و حیرانی و خاموشی  
 کہ محرم نیست خسر و راز باں در گفت و گوئے تو

ب

۱۴۴۴

زد لہا لشکرے دار و سخن با تاج داراں گو  
 ترا و چشم جاد و کش من از دوری بہ مدن خوش  
 بگو با من کہ ”در کویم بلا و فتنہ می بارد“  
 چہ گوئی اس کہ ”پامال غلامنت کنم بردر“  
 چہا ہر دم ہی گوئی کہ ”سوز عشق بد باشد“  
 جفا گہری کند، بروئے اوچوں گویم اے محرم؟  
 غم من بشنوئے باد، وچوں ہمتاں کلے لے نوئے  
 قرار لشکرِ خود، بہ ترک بے قراراں گو  
 خود از خنجر نہ می رانی بداں خنجر گذاراں گو  
 ز بارانم چہ ترسانی حدیث تیر بار اراں گو  
 بہ راہِ خویشم اے سلطان لکد کوپ سواراں گو  
 مرادِ سیمینہ دوزخاست، ایں باخام کاراں گو  
 دے زان گو نہ کا نہ رگوش و افتد بہ یاراں گو  
 لکواں جا و گر گوئی بہ سانِ شمساراں گو

تو لے کر بادۂ عشق بتاںم تو بہی کوئی مرا عمرے مست مستم، این سخن باہنیاں راں گو

چہ گل چنید کے کز خار ترسد خسروا سر نہ

بہ تیغ ہچو سوسن بس حدیث گل عذراں گو

و

۱۶۴۵ اے گلستانِ ترا بالائے سرو دوز تو زیپ قامتِ زیبائے سرو

نکلِ سرو ارچہ بہبتاں ہا خوش مست باچناں قدے کرا پروائے سرو

ہر کرا با گل عذراے سر خوش مست کئے سر باغ مست یا سودائے سرو؟

راستی گویم مرا با تست کار راست ناید کارم از بالائے سرو

می درم بر یادِ بالایت چو گل جامہ پیش قامتِ یکتائے سرو

ہیچ کہ باشد کہ زیر پائے تو؟ سر بہم چوں سبزہ زیر پائے سرو

خسرو ت بر حنہما جا کرد از آنک

بر گذارِ سرو باشد جائے سرو

غ

۱۶۴۶ بھی گویم کہ وقتے زان مشتاقانِ مجنوں شو تو نافرمان بدخوار نہ می گویم کہ اکنوں شو

چہ حاجت نامہ ہائے درو مارا جہاد کردن؟ ہمیں عنوانِ خونِ لودہ دہے خوفِ مضمون شو

من امشب جان شیریں در سرو کا رہے فاکرم تو در دولتِ مہاں جا دید ہر رونے پر فزون شو

بدہ سر جرعہ دودکشِ رجامِ شوق لے لا ہر پس آں کہ ہائے کویاں پیش آں لب ہائے میگوں شو

بر دیوارِ اربابِ افکندم خرقة رسمی حلماتِ کرم لے دزدانِ دریں وستانِ فیریں شو

نیا دید عاقلانِ را خروا سودائے تو با در

گرایں را عمرے خواہی بہ گورستانِ مجنوں شو

ت

۱۶۴۷ بیالے باغِ جانان تا ہنگمِ سرورِ دانی تو مرادِ رہاں رہا کن تا میرد باغبانِ تو

نہ فریاد مہ بنالہ کوہ ورد نہ ہی بہ سوسے خود  
 بجوا ہی دید کہ ظلم تو ناگہ بہترین روزے  
 مرا گھٹی کہ "باشی تو کہ ہوسی آستان من"  
 وگر زیر تنگ می داری کہ خود را زان تو گفتم  
 تو اگر نئے دمن با تو از این ماس عشقی سازم  
 بہ حلیہ رستی خسرو کہ دیدی پیش آمد دیدی

۱۶۴۸  
 امشب لے بادی کے جانب آں بستان شو  
 من کہ زان بولے شوم کشتہ و خواہی بروم  
 چون شدی لے دل بد خو کہ نوٹ این آہ  
 تشہ خون دل ماست دوجہیم مست  
 صنارفت چو جانم بہ غمت لطف کن  
 ہمہ در مجلس شایان نہ تو ان خود کباب  
 آہ زردارم کاے زلبت یک روئے  
 سرمہ اتاہست کہد دیدہ کشتہ بہت خجماں  
 کنوں بانگا کماں مردم کشا نیک ہر جان تو  
 سر آں نہ پریشاں کن و مشک افشاں شو  
 اپنے بولے دگر جانپ آں بستان شو  
 کہ ہاں سرکش خود کامہ بے ساماں شو  
 ہر دم لے دیدہ من ساقی آں متاں شو  
 تا شوم زندہ ز سرہم تو در این تن جاں شو  
 یک شبے بر جگر سوختہ ہم مہماں شو  
 تا گس گونی کہ "فارت گر خورستان شو"  
 گفت خسرو کہ ز خاک دہ خسرو خاں شو

رکن دیں آہ غنائی حسن آں کس بہ عا  
 آسماں گفت کہ مہرماں و چارار کاں شو

۱۶۴۹  
 دے دارم چہ داماں گل از غم چاک گر دیدہ  
 سہ ہرستان و دہ محنت خاک گر دیدہ  
 زبں کہ غمرہ او تیغ بیاد آہ بر من  
 ملر سیرینہ چوں دامن او چاک گر دیدہ

بہ طاباک افگند پروانہ را شمع و فابیش  
 کہ کہ بر سر ہنوزش اندر اک طاباک گردیدہ  
 بر آن شکل و شمایل با وجود حسن خورشیدی  
 نہ دیدہ چون قوتی ہر چند در افلاک گردیدہ  
 عجب گشتادان گردود و رونا بعد ازین برگز  
 دل خلقے چنین کز درد من غمناک گردیدہ

ہز ہر ہجر خسرو جان نہ خوابی داد و دوازوے

از اک روئے کو آئین وفا تر یاک گردیدہ

۱۴۵۰

چہ شکل است این کہ می آید بمن ناز بر کردہ  
 ہزاراں جان و دل آویزہ بند کمر کردہ  
 گہے خواہم ششم دیدہ گہے خواہم نکودارم  
 چو نیم سوئے او انگشت بادردیدہ و رکردہ  
 سر آن چشم گرم دیدہ چون ز دیدہ سوئے من  
 چو سوش دیدہ من از ناز دیگر سو نظر کردہ  
 چہ شرمش آید از تلخی کہ از شوخی و بد گوئی  
 کند با من حدیث تلخ و سوئے دگر کردہ  
 نہ من مردم بہ خون گرم و عشق شہوت آلودہ  
 عروسی داں مرا گلگونہ از خون جگر کردہ

خوش آن مجلس کہ خسرو گشتہ غرق جیر غہ خواب

لباس مہتی خود پیش نشان از گریہ تر کردہ

د

۱۴۵۱

من ارچہ ہشتباز شہائے ہجرش می کنم نالہ  
 ز آہ من مبادا بر لبش آزار بتجا نہ  
 گذشت از حد درازی شہم ترسم کہ ناگاہاں  
 شود شہائے بی بایان را یک ز صد سالہ  
 بہ سینم در رخت گریہ بود در آتش و تیغ  
 دوم زان ساں کہ گوئی می و دم بہر سو می لالہ  
 چہ خوش جان دانی باشد کہ من از تلخی مردن  
 تو بخشی از لب خویش آخرش شربت لاک حالہ

لہ درن غل محذوف است

لہ درن بیت ذیل زانکہ است

مرا ز نالہ خود صد خراش مست و یکے راحت  
 کہ می شہنا مساک سلطان مکان خویش را نالہ

گرم چوں خاک زیر پائے تو سن پے پسراری    ہمت نگذارم و گردے شوم آیم ز دنیا لہ  
فراقت کشت خسرو را کہ تر سیدی روز بد  
بلخ زو کشت ہماں را کہ می ترسید از رالہ

ب

۱۶۵۲

تو دور افتاده از ما و نہ کنجد شوق در نامہ    بیا کرد دست تو ہم پیش تو پارہ کنم جامہ  
ترا حالِ بلا پر و رچوں نقطہ بر رخِ چوں مہ    مراد اوست بہ پیشانی چو عنواں بر سر نامہ  
ز خونِ ریزی تو ہم در سایہ زلف تو آویزم    رقیبت گر بخا ہد کشت با سہ اندراں شامہ  
من از جاں خاستم تو خوںے بد گنجا ارجاں من    کہ مردن خوش بود از دست چوں تو شوخ خود گامہ  
ز آہِ خوشتن یک سینہ بے آتش نہ می بینم    ہمیں دیوانہ خود را کہ چوں گرم ست ہنگامہ  
ہمہ شب خونِ خورم بادل نہ دارم عقل را محرم    کہ ہست این خرمیت خاصاں نہ گنج در دلِ علمہ  
بہ چندی پیش ہر چہ ز جہنم خسرت رفتی  
پسند نیست آخر ہیکے خادم دودا دامہ

۱۶۵۳

اے از رقمِ شبِ گونِ دیبا چہ مہ کردہ    صد نامہ پا کاں را خط تو سیہ کردہ  
چاہِ ذققت کاں جا جاں ہا بہ جیل گنجہ    طر فہ کہ ہزاراں دل خون گشتہ بہ چہ کردہ  
جولانِ خیانت را جہنم تو بہ یک غمرہ    اندر دلِ تنگ من سبکا فتہ رہ کردہ  
ہر کس رُخِ زیبائے بیند بہ نظر ہر سو    من دیدہ خیالت را ہر سو کہ نگہ کردہ  
خاکِ درِ تو صوفی بیز دہ کلاہِ خود    خاکِ درِ ایشان ہم تعظیم کلاہِ کردہ

لہ بیت مخدوف درن و بہ جائت بیت ذیل را نگداست

ہزاراں نامہ ترکہ دم بہ خونِ آخر چہ کم گشتی    اگر تو بہ وفا را تر شد روز مر خامہ  
لہ درن غول مخدوف است



اول دل من خود را خوں کرد به صد زاری      طاق گاہ به صد زاری پاؤ تو چومہ کردہ  
شد بختہ دل خسر و کش خام ہی خواندی  
تو سوختہ سرتا پلہ بر خاک سیہ کردہ

۱۹۵۴

اے لقاں جو سخن گویم مستانہ و رندانہ      سرستم و لای عقل زان زگس مستانہ  
پر سد ز سر شک خوں جانم ز غمت آئے      پر گشتہ مرا آخر در عشق تو پیمانہ  
اے دوست میر زلفت در سینہ من بکشا      ز بختہ این در در اسر باست درین خانہ  
با عشق دو و چشمتش چون رفتی ز پے خویش  
خسر و تو رہی رفتی رندانہ و یارانہ

ت

۱۹۵۵

اے رفتی و ترک من بدنام گرفتہ      وز دست و فائے دگر اں جام گرفتہ  
باز آمدہ امی تا بنمای و بسوزی      در سوز میا در دل آرام گرفتہ  
خونم خور لے دوست کہ امی بادہ غم آرد      جوں دید تو اں رُخِ گل فام گرفتہ  
دشنام مرا گفتہ بدی دوش ہمہ شب      من لذت اں گفتن دشنام گرفتہ  
از پیش مراں بندہ ویرانہ خود را      گرد دل شدت اے کافر خود کام گرفتہ  
من دوزخی عقل و بسا دوزخی عشق      گر صد جو من سوختہ را خام گرفتہ

لے گل چہ زنی خندہ ز نالیدن خسرو؟

کآ زردہ بود بلبل در دام گرفتہ

۱۹۵۶

دے دارم ز بھلاں بارہ بارہ      جگہ ہم گشتہ پناں بارہ بارہ

لے درن طول محذوف است      لے درن بہت رمل زائد است

وز دان دل از شاہ بگوید کہ بگیرند      من گیرم دہر مے ترا نام گرفتہ

بیاکت بینم و بچوں سپندے  
 بر آتش افکنم جاں پارہ پارہ  
 چہ خوش حالے کہ گردم گرد کویت  
 دلے پُر خوں گریباں پارہ پارہ  
 بہ کویت کردہ ام شب گریہ خوں  
 جگر ایک بہ داماں پارہ پارہ  
 زیونیت نہ خواہد شد جد دل  
 کنیش از خود بپکایں پارہ پارہ  
 بہ صد خنابہ ایماں در دل کو بخت  
 مکن اے نامسلمان پارہ پارہ  
 لبست گر خورد خنم گرد دہر دست  
 کند خسرو بہ دندان پارہ پارہ

۱۹۵۷

ولم در عشق جاناں گشتہ پارہ  
 دل ست آں شوخ زایا سنگ پارہ  
 کنار خود نہ می بینم ز گریہ  
 کہ نتوان دید دریا را کنارہ  
 چو بکشد ام بہ گریہ چشم دُربار  
 کشادہ بر و پدید آمد ستارہ  
 دو دہم داد و دوش و تابہ امروز  
 خرابم ز اں شراب مستکارہ  
 نکار آن بکسلاں سر رشتہ خود  
 کہ نتوان دوخت این ہائے پارہ  
 اگر خوں خورد خواہی شیوہ بگذار

۱۹۵۸

کہ خسرو نیت طفل شر خوارہ  
 نسیم دلف بردست ہوادہ  
 مرا خوں غیر زامشک ختادہ  
 بے کز چشم می دارند لطف  
 غ

تہ درن بیت محذوف است

تہ درن دو بیت ذیل زائد است

من دزیں پس دوسر بدنام متے  
 سگان رسوا و طفلان در نظارہ  
 بے غنم چارہ فرمایند یاراں  
 دلے پایا رہے فرماں چہ جوارہ؟

از آن مے کت چہ خون من حلاکت  
بکش از یک نظر چون کشته گرم  
بہ حکم خط خویش اے آیت حسن  
دلیری می کند در دیدت خلق  
پیا لہ خود خور و شربت بہ مادہ  
یکے دیگر بیہلکن خوں بہادہ  
بہ فتویٰ بہ خوں آرو مرادہ  
بہ دست غمزہ شمشیر بلادہ  
غلیو اژاں و ناغان راجلادہ  
بہ دست خویش بر باد صبادہ  
چو خاکستر شوم از سویر شہقت

بہ صد تقویٰ جان در دم نہ شد بہ  
بہ یک دشنام خسرو را دوادہ

۱۴۵۹

چو بہنائی رخ گلزار گونہ  
ہمیشہ چشم تو مست مست جانا  
شفاحا جصل نہ شد در بدلم را  
خرد در صدر دیواں خانہ عشق  
گل اندر خار غلتد خار گونہ  
وسے در دلبری ہشیا رگونہ  
مگرداں نرگس ہمسایہ رگونہ  
ہی گرد دلی بیکار گونہ  
چہ غم اینک بچہ قومی گذارم  
نفس پیودن مکار گونہ

۱۴۶۰

کشادہ دیدہ و رومے توانا گہ  
اگر گویم کہ از جوربت کم آہ  
قصہ شاخ اناور و رومے توانار  
اگر بہ تو زند خورشید رویت  
بہ جانم در شدی نا کردہ آگہ  
زنی فی الحال تیغ و گوئیتم "دہ"  
تعالی اللہ از آن قہر اناورہ  
بسوزد مہ درون ہفت خمر گہ

مکن با چشم خود نرگس مقابل      کسے آئینہ نہند پیش آگہ  
 صفا از روئے او برد آئینہ رہ      بنامی زد زہے دخل موجب  
 بگریم ہر سحر بر یاد رویت      کہ باران خوش بود اندر سحرگرہ  
 بگفت خسرو از خط موئے معنی  
 مسلسل کرد اعراشد نشانہ

۱۶۹۱  
 تا دل تو ام بہ غم نشسته      جاں در گذر عدم نشسته  
 بر خاک در تو من مقیم      مانند سگ حرم نشسته  
 ہر کس کہ بدید حسن رویت      در خانہ زہد کم نشسته  
 اس خط غبار بر عذارت      چوں ہندوئے پشت خم نشسته  
 ہستم بہ رقیب ناکس لے دست      چوں گل بہ گل دژم نشسته  
 مہراز ہوسہ ریخ تو ہر شب      تا وقت سحر بہ غم نشسته  
 از دولت وصل تست خسرو  
 بر منہ و تحت جسم نشسته

۱۶۹۲  
 در خون منم اے صنم نشسته      وز عشق تو در دلم نشسته  
 مانند تو دہرے بہ خوبی      در ملکیت حسن کم نشسته  
 اے ابروئے شوخ دلربایت      بگرفتہ دل و بہ خم نشسته  
 ہر کس بہ مقام و منزل خویش      در کوئے تو چوں سگم نشسته  
 خسرو بہ حرمیم عشق فارغ  
 از زمزم و از حرم نشسته

غ

۱۶۶۳

اے دردِ دلِ من مقیم گشته  
 دل بے تو اسیرِ بیم گشته  
 خالی تو چو نقطہ دو ابرو ت  
 چشم ہمہ نون و بیم گشته  
 پشتِ صدف از لبث شکسته  
 در در شکش یتیم گشته  
 از میثم دلمان و نون ابرویت  
 یک دائره دو نیم گشته  
 خطت به سواد دیده من  
 بنشته و مستقیم گشته  
 تو مژده فتاده بنده در عشق  
 در مذہب غم قدیم گشته  
 من پے رو آستین تنگت  
 از دست تو ہر زسیم گشته

خسرو بہ گدائی چنان سیم  
 پیشِ درِ اد مقیم گشته

۱۶۶۴

اے دردِ دلِ من چو جان نشسته  
 در سینہ دروں بہاں نشسته  
 ہالات کہ راست کردہ تیرے دست  
 تیرے دست بہ مغز جان نشسته  
 من رفتن جان چگونہ خواہم  
 تو شوخ چو درمیاں نشسته  
 حیاں ہر لہم آمد و نہ رفتہ  
 تا نام تو بر زباں نشسته  
 من غرقہ و دستِ پازناں و لے  
 می خند تو بر کراں نشسته  
 ہرے خاک بہ زارِ یم کن دور  
 گردے سمتِ پرکشاں نشسته

عشاق کشتی چو بر در تست  
 خسرو بہ امیدِ آن نشسته

۱۶ درن بیت محذوف است

۱۶ درن بیت محذوف است

۱۶ درن غزل محذوف است

۱۶۶۵

اے آرزوئے دل شکستہ      مادر دل تو شکستہ بستہ  
 بس دل کہ بہ دولتِ فراقت      از ننگِ حیات باز رستہ  
 مجروح بہت بے مست کس دید      یک خرما را ہزار ہستہ  
 دل کو فتنہ من چو آہن سرد      زان گو نہ کہ صد شرار جستہ  
 سروت چو بلے جانِ ماخاست      برخاستہ و بہ جاں نشستہ  
 اندوہ من ارہند بر کوہ      کمر را بینی کمر شکستہ  
 بر خسر و غمزه اے تمام مست  
 شمشیر چرا زنی دو دستہ؟

۱۶۶۶

اے آمدہ جان ہر شکستہ      مے دہ ز شکستہ بر شکستہ  
 بشکستہ ام از تو پیچ عہدے؟      اے عہد بہتہ بر شکستہ  
 کم کردہ درست پیچ عاشق      وصفی ز بہت مگر شکستہ  
 گل خندہ بعلی شکر نیت      قدر گل و گل شکر شکستہ  
 تا طوقِ سگ تو سازد ایام      عشاق ترا کمر شکستہ  
 نشکستہ بہ پیچ زر تو از کس      الا کہ بہ روئے زر شکستہ  
 دریاب کہ خسر و از ہوا بیت  
 ماندست چو مرغ پر شکستہ

۱۶۶۷

اے دہلی و اے بتان سادہ      یک بہتہ و رستہ کج ہنادرہ

خون خوردنِ شاں بہ آشکارے ست      گرچہ بہ نہاں خورد بادہ  
 فرماں نہ کنند از آں کہ ہستند      از غایت ناز نامرادہ  
 نزدیک دلی چناں کہ دل را      برداشتہ گوشہ اے ہبادہ  
 جائے کہ بہ دہ کنند گلگشت      در کوچہ دم گل پیادہ  
 آسیب صبا رسید بر دوش      دستارچہ بر زمین نتادہ  
 شاں در رہ و عاشقان بے نبال      خوابہ ز دیدگان کشادہ  
 ایشان ہمہ بادِ حسن در سر      این ہا ہمہ دل بہ باد دادہ  
 خورشید بہ ست شد دلِ ما      زیں ہندوکان شوخ سادہ  
 کردند مرا خراب و سرمست      ہندو بچکانِ پاک زادہ  
 بر بستہ بہ موئے شاں چو مرغول

ب      خسرو چو گئے ست در قلاوہ

۱۶۶۸

اے غالیہ گرد ماہ سودہ      آراستہ شمع را زدودہ  
 برداشتہ نسخہ اے ز خورشید      آہستہ کہ روئے تو بنودہ  
 یکٹخنہ ز لعلِ شکرینت      ز نگارِ ہزار دل زدودہ  
 جاں تازہ شود ز گردِ خنگ      کاں خاکِ مفرحہ ست سودہ  
 ہر روز بہ کوئے تو جواناں      جاں کاشتہ و جگر درودہ  
 ہر روز بہ دیدنِ رُخ تو      جاں دادہ و عمر تو فرودہ  
 چہ شد آں کسے کہ بود ست      وقتے بہ دلِ خراب بودہ  
 ہر شب دلی من حدیثِ دردت      ہم گفتہ و ہم ز خود شنودہ  
 کس در غم تو نہ دادہ پنہم      جز آں کہ غمے نیا زمودہ

بستہ بہ عطائے او دلِ خویش  
خسرو کہ میانِ خون غنودہ

و

۱۴۶۹

اے حسن تو آفتِ زمانہ      روئے تو بہ دہریِ فسانہ  
ہر دم سوئے قبلہ و ابرویت      خورشیدِ لیکانہ در دو گانہ  
از زلف تو گاہ قبلہ بازی      مطروحِ دورخ شدہ زمانہ  
من غرقہ و تو بہ آبِ حشمت      پیشِ رخِ خویش بر کرانہ  
تیرم زنی و خوشتم کہ بارے      بشناختیم بدیں بہانہ  
گم گشتی و خسروا بہ کویش  
یا ماند مگر ترا بہ خانہ

و

۱۴۷۰

اے آرزوئے ہزار سینہ      وندر دل تو ہزار کینہ  
ہستم زہرت کہ ہست پیدا      در جامہ چومی در آبِ بگینہ  
ہر قطرہ خونِ زختمِ من ہست      برخاتمِ عاشقی نگینہ  
اے عشق چہ نام و ننگِ جوی؟      در آبِ رواں کن این سفینہ  
طاقت بہ دلم نہ ماند یارب      بفرست ز بہر من سکینہ  
مجنونِ خراب کردہ داند      اندوہ من خراب سینہ  
ننگِ ہمہ عاشقانِ مستِ خسرو  
مبہندِ سفال در خسرینہ

لہ درن بیت محذوف است و بیت ذیل زائد ہے

صد دل برد دے بہ زلفت      گر تیر زود زبانِ شانہ



۱۴۶۱

اے قبلہ ابروئے تو محراب ابرار آمدہ  
 ہم عاشقان در شست تو ہم روزہ داران مست  
 وہ کان کند غنبریں مشک خم ندر خم و چیں  
 زیبا تو بر بام آں چنان شوخی و عیاری کنان  
 تا دیدم آں چشم عجب سو گناہں چشم مست لب  
 تو کیش و من بے دلم افتادہ کار مستکلم  
 تازے مست اندر سر ترا خستہ مست بر چاکر ترا  
 محرابیاں در کوئے تو از قبلہ بیدار آمدہ  
 ہم زاهدان از دست تو در بند پندار آمدہ  
 از بہر آن موئے ہمیں جانے گرفتار آمدہ  
 لے آفتاب عاشقان از توبہ دیوار آمدہ  
 گر بہت و جویم روز و شب چشم بیدار آمدہ  
 حاصل زدست حاصل صد بنج و تیار آمدہ  
 وائے نا زک مرا ترا از چشم بیدار آمدہ

خسرو گرفتار ہو س دیوانہ روئے تو بس  
 وز خون مرگاہاں نفس آلودہ رخسار آمدہ

۱۴۶۲

عیدت خواب نیم شب در کوئے خمار آمدہ  
 عید آمد از چرخ بریں پُر شاومانی بین زمیں  
 از دہر ہائے بے سکوں چوں سلخ شدہ میں کرچہ  
 باز از لطافت سر بہ سر کردہ لبان لغز تر  
 گوئی کہ "ابراہند رفلک پیلے ستان بے بیج شک"  
 انگشتیں بے نیکیں وز بہر آں انگشتیں  
 بر کس بکف کردہ طے ہر دل شکستہ چوں گلے  
 شب کس نہ خفتہ خواب اخواب کلاب تاب را  
 خوش خوش کلاب مشکبو گشتہ رواں از چار سو  
 سرست گشتہ صبح دم غلتاں بہ بازار آمدہ  
 مہ را چو ز آں جام ہیں از بہر خمار آمدہ  
 پہلو گہ سلخ کچوں بے بیج آزاد آمدہ  
 ہریک بر آئین دگر خوں ریز و خوں خوار آمدہ  
 وائے بیل لائے تیں کجک بر سرنگوں سارا آمدہ  
 چنیں ہزار انگشت ہیں ہر سو پدیدار آمدہ  
 در کوس ہر سو غلطی در چرخ دوآر آمدہ  
 نقل وے و جلاب را ہر سو خریدار آمدہ  
 زو خانہ و بازار و کوچوں صحن گلزار آمدہ

شب مار دو دا نگیراں صبح از دیش خنہ زناں  
خو شیر تیغ آتشیں ز نگار چرخش ہم نشیں  
در خانہ پر خورشید و شش کلکونہ ترکردہ خوش  
در عید گشتہ رکن ہر سوئے چوں پیرو جاں  
برافتہ جدیدہ دزنہ ز کج کردہ کلمہ  
جوشاں بہر کب گرم رود در دیدہ میاں کردونہ  
میخوارہ را امروز میں غرق شراب شکر میں  
گوئی کہ "صالحے کست ایں اندر دم مار آمدہ  
ایں تیغ را بر چرخ میں روشن ز رنگاں آمدہ  
مژگاں چو تیرم نیم کش لب ہا چو سو فار آمدہ  
ہم عقل بردہ ہم رواں دل دزد و طرار آمدہ  
دز روئے ایشاں عید کہ نیما و خون خوا آمدہ  
در ہر کا لبش نو بنو گنبد گرے کار آمدہ  
موسے مست اندرا نگہیں گوئی گرفتار آمدہ

چنگ از لٹا ر غنوں از بکہ جانے کوہہ خون  
تن تن کناساں جلنے بروں از زیر ہر تار آمدہ

عیدست و ساقی در قدح جام مصفا داشتہ <sup>۱۶۷۳</sup>  
تا از شراب با مصفا گوید خریفاں را صلا  
ہست ایں مہ فرخندہ فریکن برو فرخندہ تر  
در دی کشے کز عشق من راہ ماندہ چشم دے  
تشنہ لبان روزہ را شربت مہیا داشتہ  
اینک سپہراں در ہوا جام مصفا داشتہ  
کو دیدہ مہ را در نظر دروئے زیبا داشتہ  
ساغر بہ دشتش پے بہ پے دیدہ بہ بالا داشتہ

اے چشمہ احسانِ جان نے نے کہ جانِ جانِ جان  
در حقہ پہنہاں جانِ مجنون اصبا داشتہ

جانا رواں کن راحتے لے راحتِ جانِ ہمہ <sup>۱۶۷۴</sup>  
تو مست غلتاں تو بتوز لغت پریشاں ہو ہو  
غم دارم و دل ریش از ایں بے خوابی من بیشاں  
با ما ہمہ تلخی مکن اے شکرستانِ ہمہ  
جاں با دگر داں سو ہو گوید سرتِ جانِ ہمہ  
ی گفت عالم چشمہ لڑاں خواب پریشاںِ ہمہ

زاں روئے چوں مہتاب غش یکدم نہ کردم خواب غش  
از تو نہ خوردم آب خوش لکاپ حیوانِ ہم  
تو خفته شہما بجہر خلق بہ فریادِ سحر  
من جانِ خود سازم پیردیشی بیکانِ ہم  
اے دردِ تو مہمانِ من مہمانِ دردِ جانِ من  
دردِ تو تمازانِ من در مانِ تو زانِ ہم  
خسرو ز جانِ سوخته گم گشته صبر آموخته  
دقتی شما خورد و خسته چاک گریبانِ ہم

غ

۱۶۴۵

اے غمزه خونِ خوارِ تو خونِ بامِ فسونِ ریختہ  
افسونِ چشمِ کافرتِ زینِ گونہ صر خونِ ریختہ  
تا ہر کہ باشد یا رتوبے خود شود در کارِ تو  
اے زلیبِ گفتارِ تو در بادہ افیونِ ریختہ  
اے آں کہ گردوں چند گہ میشت در خونِ نگہ  
زینِ ہر دو چشمِ دوسیر شدایک اکنوںِ ریختہ  
نے سرو اے شاخِ رطب کاں قامتِ یاسلب  
از فقر و کھام اے عجب نخلے مت موزوںِ ریختہ  
اے کردہ خسرو راز بونِ ہر کہ شنید سنی کہ چون  
خونِ کردہ دل را در درونِ زردیہ بیوںِ ریختہ

۱۶۴۶

دوش در آمد از دمِ تازہ چو باد صبحِ گر  
منک فشانہ بر قبا غالیہ سودہ بر کلہ  
بس کہ دودیدہ یہ بر کفِ پائے سودش  
گشت سفیدِ چشمِ من شد کفِ پائے اوسہ  
دست گرفتش کہ دلِ حاملِ درد شد ہمیں  
گرچہ گرفتہ حاملہ بر طبقِ سفیدِ مہ  
کوہ غم است بر دلم کاہ شدہ ز غم تنم  
پیش قومی کشم بگیریں چہ کہ ہست کوہ و کہ

لے درن بیت محذوف است لے درن دو بیت ذیل زائد است

ہر جا کہ افکند مآختہ ہم علمِ افراختہ  
ہاموں ز دریا ساختہ دریابہ ہاموںِ ریختہ  
خواہم بہر مہرِ سما کھ جو را و گر دم رہا  
صد گونہ بارانِ بلا گرد دزد گردوںِ ریختہ  
لے درن غزل محذوف است

روئے نارسہ چشم من خاک در تو اندرو آب چو صفا بود خاک بمینش بہ تہ  
 ای دل کور بیشتر بر زخمت گذر کند مرگ بہ خندہ در شود کور چو بگذر دہ چہ  
 عارض گندین تو ہست گزیدم ہوس گرز بہشت روئے خود اقلینم بدیں گنہ  
 بودہ ام اندرین سخن صبح رسید از افق  
 ساخت بہ طرہ ماہ من طرہ صبح را بہ

۱۹۶۶

گر کنی گشت چمن با شوخ و باشتکے دوسہ  
 باغ صدر نگ آورد از بے و از رنگے دوسہ  
 ہر مرزہ از زنگست گو باز بانے شد کہ ہمت  
 بہر دل بردن در و افسون و نیرنگے دوسہ  
 خشم ہا گیری نبود آشتی و با شدت  
 با شدت اندر میان آشتی جنگے دوسہ

چوں بہ بازی سنگ بر عاشق زدن کاربتاں مست  
 بے بت آخر بر من بے سنگ ہم سنگے دوسہ  
 وہ کہ شر و جوں زید گر ہجو تو باشد بہ شہر  
 شوخ چشم و خیوہ بازندہ وشتکے دوسہ

۱۹۶۸

ہمہ شب رود بے رو بہ رو صبا نشستہ  
 ہمہ کس بہ خواب راحت من مبتلا نشستہ  
 غصے و رائے امکاں چہ خیال فاسدست ایں  
 ہوسِ جمالِ سلطان بہ دلِ گدا نشستہ

نفسے فرو نہ بردم کہ نہ اندو تو خوردم  
تو بگو کہ چوں زیم من بہ دل ہوا نشستہ؟

برائے دل اسیراں بہ کجا گریزم از تو؟  
بہ حوالی دو چہمت حشم بلا نشستہ

ہم شب صبا بہ بویت من سوختہ چہ گویم؟  
کہ چہ است درد دل من زدیم صبا نشستہ

تو ز نالہ من از من سر زار جدا نشینی  
کہ ز دست خویش من ہم ز خودم جدا نشستہ

اگرست رسم خواہاں کہ بہ سر نشوند راضی  
منم این کہ اندرین رہہ بہ رو رہا نشستہ

میر کوئے تہمت خستہ و شب و روز چوں کنم من؟

کہ تو ام نہ می گذاری نفسے بہ ما نشستہ و

۱۶۶۹  
مہ من خراب گشتم ز رخت بہ یک نظارہ  
نظرے ز تو عطا شد چہ مست مست کارہ

بہ چہانت سیر بینم کہ ہم از نخت دیدن  
نشوم از خود و نیارم کہ ببینمت دوبارہ

ہوسم بود کہ دیدہ ز ہمہ ستانم و پس  
بہ ہزار دیدہ بہنہا بہ رخت کنم نظارہ

چو روی بہ گشت میداں دل عاشقاں بود گو  
کہ ز نعل باد پایت جہد آتشیں نظارہ

لہ دون بیت مخدو و بہ جانی میت ذیل زائد است

تو کہ آؤ غزہ اے زن کہ ہمہ چینی بت سر پڑ بہ تاء کہ باشد صف بار نشستہ

توبرہ رواں و خلق بہ ہلاک مانندہ بہر سو  
چہ غم آب تند و راز خسرابی کنارہ

سیر آن دو چشم گردم کہ چو ہندوان بہزن  
ہمہ راز نوک مرگاں زدہ بر جگر کنارہ

چہ زیم دم عیارے تر آن بلند ایوان  
کہ بہ کنکر جلاش نہ رسد کند چارہ

چو ز دست رفت خسرو رگ جہاں مکش ز دستش  
کہ بہ رشتہ دوخت نتواں جگرے کہ گشت پارہ

۱۶۸۰

نوبہار رست و چین جلوہ جوا کردہ	ابر بار بختی نو لے لا لا کردہ
گرہ طرہ سنبیل ز صبا جستم گفت	"دامن لالہ پڑا از عنبر س را کردہ"
بر گل دلالہ تری رود و نیک بین	پائے آلودہ بہ خون پا پچہ بار کردہ
عاشقاں رفتہ بہ گلزار و دل سوختہ را	بہ تکلف ز گل و لالہ شکلیا کردہ
ہر کہ را بر جگر از فتنہ خواہاں داغست	من ہم از گل گلہ اسے از رخ زیبا کردہ
داشتہ چشم بہ زنگس بر ہر گل کہ رسید	بہ ہوس دیدہ خویشش بہ تہ پاکہ کردہ
می شنود ی کہ گل و لالہ بہ باغ و زنگس	مطرباں را بہ نوا طبل گویا کردہ
پس از این ماؤ شراب و چین و مستی چند	دل و دیں را بہ سر شاہد و صہبا کردہ

بندہ خسرو ز شکر ریز صفت ہر روزہ

کلک خود را بہ دو دندانہ شکھا کردہ

لہ دن بیت مخزون دہ جائیں بیت ذیل زالم است

منتر حکیم طالع چو زردیو بد بہ گریم  
کمن آپ خوش نہ خوردم بہ ستار این سیارہ

لہ دن غزل مخزون است

بخشم از بر من رفته کوتنها مانده  
 تا تو ای دیدہ بنیای من اندر خاک  
 خرمے تو کہ از نا کسی ام و اماندی  
 گلہ زیں سو خنک با کہ کھنم چوں جز دل  
 آہ و صد آہ کہ امین نیم از آتش آہ  
 اے مسلمان یارب دل تاں سوختہ باد  
 دل و لے دیدہ عزیزست بخشم من از آ  
 کس نہ داند عجم خسرو مگر آں کس کہ مبای (ق) بے چراغی بود اندر شب یلدا مانده  
 قدر و اتمی چه شناسد مگر آں سوختہ

کہ بود یک شبے از پہلوے عذرا مانده  
 منم امر و زند دئے تو چو یارے مانده  
 بادہ عیش تر سر رفته خارے مانده  
 چشم و سینہ بگذر ہائے تو بر رہ سوده  
 من بہ نزدیک خود اندر سرو کار مانده  
 عشق خوں خوردن و جہاں سوختن فرمودہ  
 چوں تو اں دید کہ گل رفته و خار مانده؟  
 بوستانے کہ در و جز گل بے خار نہ بود  
 ترک قتال و فرس تند و شکارے مانده  
 وہ در ایں فتنہ کہ فریاد رسد جان مرا  
 راہ خوں خورد و خرا فنادہ و بار مانده  
 اے صبا عذر بخو اہش اگر مار فقیم  
 کشتہ صید ست بہ فتراک سوارے مانده  
 دوستاں باز نیاید دل من بگذارید

خلق گویند کہ بے او بچہ سالی خسرو؟

چوں بود بلبل مسکین ز بہارے مانده؟

۱۶۸۳  
 اے صبا از زلف او بندے بخواہ عاریت از لعل او قندے بخواہ

لہ درن غزل محذوف است۔ لہ درن بیت محذوف و جوابش بیت ذیل است۔ رفتہ از پیش نظر نقش نگارے  
 زیبیا۔ بر رخ از خوں جگر نقش و نگارے مانده لہ درن غزل محذوف است۔

چوں لبِ منے گوں بیالاید نہ مے  
پارہ شد پیرا سہن جاں از بخش  
چاشنی از لعلی او قندے بخور ۵  
ز آل لب جاں بخش پیوندے بخور  
دو قناعت راز خضر سندے بخور  
نصحت ادا از خرد مندے بخور  
گرتوانی خواست یک چندے بخور  
زوبت وصلش اگر پیوستہ نیست

بہت وصلش با خدا و ندان بخت

خسروا بخت از خداوندے بخور

۱۶۸۲

ہر شب از سوداے آں زلفِ سیاه  
گم گئی و عوایِ خوبی می رسد  
بگذرانم از فلک من دور و آہ  
شاید ادا داری دور رخ چوں مہر و ماہ  
شہِ مہر سی چوں نہ بنیم زین گناہ  
آں کہ نامش کردہ اسی ”زلفِ سیاہ“  
کامراں بنشیں بہ صدر بارگاہ  
خونِ چندیں سوخته در گردنش  
ملکِ دل ملکِ توشہ اے شاہِ حسن

خسروش خلوت گہ دیدار ساخت

دیدہ را چوں دید روشن جاگاہ

۱۶۸۵

اے جفایت بر من مکیں ہمہ  
قصہ جانم می گئی چوں دشمنان  
چند ازین خشم و عتاب و کیں ہمہ؟  
دوست می دارم ترا بنا ایں ہمہ  
بہر رویت می کشم چندیں ہمہ  
کشتن مامی کند تلقین ہمہ  
تلخ گوئی ز آل لب شیریں ہمہ  
تانه بود ندے بدیں آئیں ہمہ  
می رود بر خسرو مکیں ہمہ  
تاہم کے آخر شربتِ زہرم دہی  
کاش کہ خوباں نہ بود ندے بہر  
ہرچہ دانی تو بکن چوں مر ترا

نہ دن بیت محمد و آصت۔



اے تراجو رو جفا آئیں ہمہ  
 بار قیباں تو اے جاں چوں کھنہ  
 داغ حسرت بر دلم ماندی و رفت  
 عالی را بارخت عیش ست و من  
 در شب سہراں غمت باروے خوش  
 اے ترا بندہ شدہ شاہان بند  
 نیت مانندت بے جستیم بیج  
 پیش رویت در چمن گشتند آب  
 از خجالت لاله و نسرب ہمہ

ہر چہ می خواہی بکن چوں مر ترا

۱۶۸۷ می رود در خستہ مسکین ہمہ

جان من بر دست بے دادم مدہ  
 نالہ من نیت بے درد سہ  
 داداگر خواہم بخواہی کشتنم  
 جاں کہ در نیست پیر و دم بخواہ  
 دوست گردشمن شود رفت اینجا  
 تو سم دشمن شومی ، یادم مدہ

می دہی کو ہے ز غم جان مرا

۱۶۸۸ خستہ دم آخر نہ فر یادم مدہ

باغ میں فصل بہارے ساختہ  
 قمریاں گشتہ غزل خواں یک طرف  
 برده یاد اوراق اسناد خزان  
 سر و چوں سلطان کلمہ افراختہ  
 پردہ نوروز را بنواختہ  
 غنچہ نو مجموعہ اے خوش ساختہ

لہ درن غزل محذوف است - درن غزل محذوف است - لہ درن غزل محذوف است

بلبل از اوراق گل کرده دست      منقلب الطیر و اصول فاخته  
گل فروش از ریسمان شیرازه بست      دختر گل بی که چوں پرداخته  
داں نمفته بی که خط سبزد را      می بخواند سرفرو انداخته  
مرغ با چنداں فرو خواند لطیف  
عشقها با شعر خسته و باخته

۱۶۸۹  
ای جهان چشم سیاهت بسته      فتنه خود را به پناہت بسته  
آسمان دست ما از رشته صبح      پیش آں روئے چو ماهت بسته  
غم بسیجید مرا چوں طو مار      پس به تویند کلاہت بسته  
دیدہ رہ داد ترا اندر چشم      خون دل آئندہ را بہت بسته  
دل من غرقہ خون ست که شد      در سزای دو تاہت بسته  
خواب گر چشم جہاں می بندد      ماند از آں چشم یاہت بسته  
خطت آورد سپہ بد من و شد      مہ بہ لغزاک سپاہت بسته  
جاں بر آرم از زخمندان تو تا

۱۶۹۰  
خسرو اگر عاشقی جام بلا پیش نہ      داغ عقوبت بیابا بر جگر ریش نہ  
تابہ تیرہ ست عقل صیقل او کن عشق      تابہ چو آئینہ گشت دم منزن ویش نہ  
فعل در آتش فلک از پے مشتون دگر      عاشق حال خود می بر جگر ریش نہ  
جاں کہ نہ ماند مقیم در صف عشقان باز      سر کہ نہ داری بہ راہ دورہ درویش نہ  
بوکہ ز چشم نبال سیریت آید گنج      آن ہمہ نادک نیار بر دل بد کیش نہ  
چشم ستیزندہ را چاک بک تاوینان      ظلم رسانندہ را لشکر فرو ریش نہ

لہ درن غزل محذوف است      ۱۶۸۹ درن بیت محذوف است

خون کے عارفان ست بر لبِ جانِ نیش  
غم جو خور عاشقان ست از پے دلِ نیش  
گر سدا ز دوستان زخمِ طامتِ مرغ  
خونِ تنست فاسد ست رگ بہ تہِ نیش  
طعنہ کہ ناخوش زہست دردِ من خوش  
نقہ کہ با بیتہ تر پیش بد اندیش نہ

۱۶۹۱

از لبِ اداسے خیالِ نقلِ لبِ ماندہ  
مرغِ خشکِ خواہ را ہستہ و خرماندہ  
من کہ بہ نامش کنم وصفِ جانش بگو  
غرقد یکے غوطہ را قطرہ در یادہ  
زندخواہا یتیم مے بہ بفالمِ رساں  
درد کش کہنہ را جامِ مصفا مدہ  
گر گذری اے صبا از پے چشمِ پیادہ  
خاکے از آں پاوے بوسہ بآں پاندہ  
تا کہ زید با مراد کش تو نواز گشتی  
کشتہ امروز را وعدہ فردا مدہ  
دل کہ مرا سوخت ست آمدہ دزدانِ تو  
تا کہ نہ سوزِ دہمن پیش خودش جامدہ  
بہر توام می کشد ہدیہ من روے تو  
جلوہ عاشق بدہ ہدیہ بدہ یادہ  
جو تو خوشتر نہ داد نزد دلے کو دل  
گر بہ جفا جاں دہیم داد دل ماندہ  
جان و دل خسر و است در درہ ہوا تو

ب ہر چہ بری خوش بہ بر قیمت کا لاندہ

۱۶۹۲

اے از گل تو مارا در دیدہ خار ماندہ  
وز لوک غمزدہ تو جانم فگار ماندہ  
تا نقش تو نہ مانہ در پیرہن کشیدہ  
در کار گاہ گردوں مہ نیم کار ماندہ  
تا بگو کہ چوں تو ما ہے بینم یہ طالع خود  
ہر شب بہ گریہ چشمِ انجم شمار ماندہ  
بس دل کہ بہت ہر دم از نار و انکلت  
در پردہ قطرہ قطرہ سچوں اناہ ماندہ  
تورفتی و دل من دنبال کرد چشمست  
مگذار دوستان را دل پر غبار ماندہ  
بے تو در دل جانم زادت چوں کہم من  
بہر دل چومی نیاید ای جان زار ماندہ

لہ درون غزل محذوف است لہ درون ہیئت محذوف است۔

رحمے کز انتظارت دو چشم چار کرم  
دستم بگیر یار ایاہ می بکن کہ مستم  
تن مہے نکشت گر گداں می کنم عزیز  
وز گریہ بہت صد جو دہر چہار ماندہ  
در محنت جدائی دستے ز کار ماندہ  
کز زلف قست مارا ایں یادگار ماندہ  
عمرم کہ رفت بے تو اندر حساب ناید

دائے ست بہر خسر و بر و ز کار ماندہ

۱۶۹۳

مہر تو در دل من ماند جاں نشسته  
من باد و چشم گریاں پیوستہ در فرقت  
گرخوں چکد ز دیدہ زین غصہ جاکانت  
یک شب بہ کلبہ ماگر بگذری بینی  
بخرام سوے گلشن تاہر طرف بینی  
آیا بود کہ بینم روزے بہ کام غلثت؟  
پچوں منت بہ ہر سو صد ناتوان نشسته  
تو شاد ماں و غم باد یگراں نشسته  
تا کہ توانت دیدن با ایں زان نشسته  
گرد فراق و محنت بر خوان و ماں نشسته  
بلبل ز شوقِ رویت نالہ کنان نشسته  
از دشمنان بریدہ باد و ستاں نشسته  
از گردہ نگار اعرے ست تا کہ خرو

از بہر پائے پوست بر آستاں نشسته

۱۶۹۴

ماہیم و مجلس مے خوبے سہ چار سادہ  
مجلس میان بستاں گل با صبا بہ بازی  
خوباں بہ بادہ خوردن من جرعه نوش مجلس  
من بے تجربہ ساقی و ز چشم من بہ مجلس  
ساقی چو من زیادہ مست و خراب میرم  
سیراب خوں ست دائم زان می زند بسر می  
موبت بہ زلف درسم نئے خاصتہ ز غفٹہ  
من در میان پیڑے دیں را بہ باد و بادہ  
ز گس بہ ناز خفٹہ سرو سہی ستادہ  
ہر جرعه اے کہ خوردہ سر سبز میں نہادہ  
چوں جرعه ہائے ستاں خوں خورد چکا بادہ  
بفرست خشت گورم بستاں سفال بادہ  
آں سبزہ کت بر آید گر و لیان سادہ  
چشم بہ خواب مستی لے بستہ نہ کشادہ

لہ درن بیت محذوف است۔

زان دم که دید خسر و متانہ سخت و خیر  
ما جاء کل شیء راس علی بنیاده  
چوں راست آید آخر با تو طریق حشر؟

او نامراد مسکین تو شروخ خود مراده

۱۶۹۵ از بس که ریخت چشمم بهر تو خون تیره  
کم ماند بهر گریه در چشم من ذخیره  
چشم مقار تو از بس دغا که دارد  
مالیده صبر مارا پچوں غرور و حیره  
اے من غلام آل لب کل را اگر بیند  
پرگم شده فرشته پچوں گس به شیر  
آباد بر تو جاناکز گشتن عمری را  
وہ کہ خراب کرده آباد صد حطیره  
از آفتاب دیدن گر چشم خیره گردد  
شد آفتاب چشمم از دیدن تو خیره  
گر شایم بر آتش گوی نشینم اء را  
فرصتم بود نشستن در قعدہ اخیر  
انگندہ روز بختم سایہ بریں شب من  
ورنہ ششم چنین ہم نبود سیاه تیره  
ایں ناله باے زادم بشنید و گفت خضر

زان تو نیست من زحمت میں و حیره

۱۶۹۶ از زے بلاغ گفتیم کت نسبت است بآ  
من بعد است حیثاً من شدۃ الزامه  
گا ہے کشد به تیغم گا ہے زند به تیرم  
فی کل مالعری حلافنا اءامہ  
چوں حال خویش گویم با ظالمے کیش  
لم تعبر حدیثی و العجم فی التهامہ  
ما یم و کعبہ جاں مردن به دادی غم  
والند فرمنی با ظالم السلام  
خسر و آء طعن ز سدا ین جاست باز

یا لیف الحق من خافہ ملامه

۱۶۹۷ شمع فلک بر آید با آتش زبانه  
ساقی نامسلمان در ده مے مغانه  
کشتی من رواں کن مانا کرانه یالم  
در یاس غم نہ دار د چوں پیچ جا کرانه

له درن بیت محذوف است له درن غزل محذوف است له درن غزل محذوف است -

مے نیم خور و خود دہ و زیارہ زنجی  
نے نے کہ از رخ خود بیہوش کن کہ با  
رو تار ویم بیرون دستم بہ گردن تو  
اے مہ غلام حسنت چوں در خمار باش  
مطرب برو و خود زن دستے بہ ابر باران  
دل برب تو دارم مے خواستن بہانہ  
یک دم خلاص یاکم از محنت زمانہ  
تو بخور صبحی من بیہوش شبانہ  
نے روے خواب شستہ نئے مے کوٹا  
دیں زہ بخشتک مارا تر کن بہ یک ترانہ  
خستہ و خراب مطرب تو مست ناز و نوح

۱۶۹۸  
ماں در چہیں نشاط یک رقص عاشقانہ  
من بہر تو بہ دیدہ و دل خانہ ساختہ  
از من تو خویش را زچہ بیگانہ ساختہ  
مفرق آں کہ بہر تو این شانہ ساختہ  
مسجد خراب کردہ و بتخانہ ساختہ  
سنگ ملامت سگ دیوانہ ساختہ  
بے خوابی مرا سہمہ افسانہ ساختہ  
مطرب کہ صد ترانہ مستانہ ساختہ  
کار نام گاہ خویش بہ دیرانہ ساختہ  
خسرو بہ عشوہ تو زلوں گشت عاقبت  
خود را اگرچہ عاقل و فرزانہ ساختہ

۱۶۹۹  
اے عشقت آتش بہ سہمہ شہر در زدہ  
ہر روز چشم مست تو در کاروان صبر  
واں آتش از دروٹ من شعلہ بر زدہ  
بیر وں کشیدہ تیغ درہ خواب و خور زدہ  
عہ در وں بیت ذیل زالم است سہ گز تو بہ ام شکست کر نیت ویر بادہ بد فروش خانہ کن یا آں شراب خانہ  
عہ در وں بیت ذیل زالم است سہ آتش خود سہ مرغ دلم خوش پندہ سہ ست پکانہ و بقل تو تن ازین دہم ساختہ

مشرکان تو به هر زدن چشم هر قتل  
 سرتیر کز اشارت تو راست کرده چشم  
 لب تر کن به پاسخ تلخ و مرا مکش  
 تی چشم تو زد دست مرا تیر بلکه هست  
 ایچک ز چشم من بتو آمد مستغاث  
 چون شانه تو مانده ام از دست موی تو  
 دهن بر گرفته از تو چرا نشکند دلم  
 تو تنم جور بر سر من می زنی و من

هر شب زده ز جور تو خسر و هزار آه

هر چند گفته همیشه من همیشه زده

بیا شبی بر من سرخوش از شراب شد  
 خراب کرده همه عاقلان عالم را  
 شب ست و زلفت تو یک سو شده زلفی  
 و فاکن که بود عیب خوب رویا را  
 بهشت روے تو باد اهمیت خوش هر چند  
 در آب کرده ز سوز آفتاب جزا خوے  
 به ساں طفل کز آواز خوش به خواب شود

مگو که گریه خوں نیستش ز دور می من

چنین که از غم تو خوں خسر و آب شده

له دن بیت محذوف است له دن بیت محذوف است له دن بیت محذوف است له

درن بیت محذوف است درن غزل محذوف است

رشید وقت کہ ہر روز باعداد پگہ  
 ز شلخ یک تن سر و دست و صد ہزار قبا  
 کلاہ لالہ کہ لعل است اگر تو شناسی  
 بجز از کرشمہ بیار است چشم را از گس  
 دمید گل بہ رویکوان و گل در باغ  
 ہزار سال خوشی بیش دارد اندر عمر  
 کنوں بہ باغ دلب جوے خیمہ باید زد  
 کجاست ساقی نوخیز سادہ رو کہ ز شرک  
 خوریم مادہ دُر و دے گل کنیم نگہ  
 ز لالہ یک سر کوہ مست و صد ہزار گلہ  
 نمونہ اے مگرش داغ کینہ است سید  
 بدید بلبل و گفتش علیک عین اللہ  
 رواں شدند و بہرند و جلہ را از درہ  
 اگرچہ مدت عمر گل مست روزے وہ  
 خوش آن حباب کہ ببار می زند خرگہ  
 نگہ کند بہ زمیں چوں در و کنیم نگہ  
 مرنج ساقی اگر چشم من بہ روے تو نیت

کہ بہت دیدہ من زیر پایے سچو تو شہ

۱۷۰۲ عہ  
 بہ کہے عقل مر و گرہ عشوہ بروی راہ  
 ہزار ماہ بہ گیش دلم رسید از غیب  
 و گرہ سلسلہ عشق مبتلا شدہ اسی  
 بہ یک پیالہ رہانند ز بند عقل ترا  
 بیابہ مجلس رہنداں و برکت ساقی  
 و گرہ عقل گذشتی بکوے "بسم اللہ"  
 کہ عشوہ را نہایت و عقل مانع راہ  
 برو بہ میکدہ و ز پیر و بہر بہت خواہ  
 من آزمودہ ام از نشوئی مراجعہ گناہ؟  
 قرآن چشمہ ز خورشید من بہ یک شبہ ماہ

مجموعہ قدح مادہ در جہاں خسرو  
 کہ آب بواہر مسان ریخت خب منصب جاہ

۱۷۰۳ عہ

مادہ جان من از ہر جان مار و زہ  
 بہت پراز مے و گوبی کہ روزہ می دایم  
 اگر تو روزہ بر اے خداے می داری  
 انہاں کہ جانی و جاں را دہد غنا روزہ  
 تو خود بگوے کہ باشد چنین روا روزہ  
 خداے بخش بر اے خداے را روزہ

لہ در غزل مخدوف است لہ در غزل مخدوف است لہ در غزل مخدوف است



ز دیدہ ساختہ ام شر تے ولے نہ خوری  
 اگھد و زہ ترا خوش بود خوشار و زہ  
 یک ابرویت نگرم روزہ گیرم از پے صل  
 بہ دیدن مہ ابرو کفم قضا روزہ  
 برد تشنگی خلق را کہ از لب تو  
 بہ تاب چشمہ حیواں شد آشنا روزہ  
 بہ توجہ کرد لبالب دکان خسرو را

فقاع از آں لب شیوس کشاد تار و ز

۱۴۰۴

مے در آمدہ و در دہ نہ جا کردہ  
 بدنت جان دہ تو جاعے خود را کردہ  
 چہ چشمہا کہ بہ رہ ناز بہر آمدنت  
 چہ دیدہ ہا کہ سمند تو زیر پا کردہ  
 نہ بودہ قیمت یوسف ز سفیدہ قلب فرو  
 ہزار جانت فروں یوسفان بہا کردہ  
 نعمت باللہ گویم کہ پیش چشم تو باد  
 ہر آنچہ چشم تو برد از گاہ ما کردہ  
 خیانت آمدہ ہر دم زہر گشتن من  
 دیدہ گریہ من پیش و مرجبا کردہ  
 نیرس از تو کہے ایں کا ز کہ نمہ و ناز  
 قصاص می کفم و بر گناہ نا کردہ  
 مرا بایہ بالائے خود یکے نبوا ز  
 کسر و نیز گئے سایہ بر کیا کردہ

دعاے خسرو جز دیدن جمال تو نیست

بہ پیش دیدہ خود ہر کجا دعا کردہ

۱۴۰۵

چو بوی زلف تو ہمراہی صبا کردہ  
 بودہ جان ز من و کالبد را کردہ  
 پناہ سوزش بے چارگان شدہ زلفت  
 کہ در کنارہ خورشید تکبہ جا کردہ  
 کلاہ تو کہ شدہ کج ز باد و عناک  
 ہزار سپہ بن عاشقان قبا کردہ  
 بہ یک خدنگ کہ بکشاد ز رنگی مست  
 دلم ز سینہ و جانم ز تن را کردہ

لہ درن بیت محذوف است لہ درن بیت محذوف است لہ درن بیت محذوف است

محذوف است و بہ جایش بیت ذیل است تو خیر دیدہ گئی من نگاہ ہر بار - غبار غمگ تو دہ دیشہ از صبا

بہاں خریدہ دلم از تو بوسہ ہا و ال را - و خیر بہر زمین یوس بادشا کردہ

تو بیچ گاه نہ دیدی مرا بہ چشمِ نکو منت نہاں ز پے چشم بد دعا کردہ  
 چو شکر دیدن رویت نہ دیدہ ام ہجرال بنا نمودن رویت مرا سزا کردہ  
 عفوئے کہ بہ شہائے ہجر دید دلم ستارگان را بر خویش تن گوا کردہ  
 خیال تو کہ از غرقِ خون شدم بہر چند

میانِ خونِ دل خسرو آشنا کردہ

۱۷۰۶  
 بکش بہ گرد رخِ خطِ دل با پردہ کہ بیچ کس نہ کند آفتاب را پردہ  
 زیم آں کہ رسد چشم آفتاب بہ تو بہ بست ابر بہ بہر لحظہ در ہوا پردہ  
 کند بہ پیشِ رخت پردہ پوشی سبزہ چو گل بہ باغ کشتہ بر سر گیا پردہ  
 گل از رخ تو بدیدد دے پنہاں دشت و لیک پارہ شدش ناگہ از جہا پردہ  
 جمال دے تو پوشیدہ چون نہ خواہد نہ میونش پیش رخ از پردہ دو تا پردہ  
 تنہا بجای ہفتن چہاں بود کہ کشد بہ دے بادہ ز جان جہاں نما پردہ

شہاز بہر جدائی و ملح تو خسرو

کشتاد از پس ہر پردہ اے جدا پردہ

۱۷۰۷  
 چو خاست صبح دم آں نہ خواب پژمردہ گلِ رخش ز خمارِ شراب پژمردہ  
 در آفتاب مرواہ من کہ نار دتاب رخت کہ می شود از ماہتاب پژمردہ  
 بہ دے آب سہمہ گل رخاں دو تا گشتہ چو آں گل کہ کشدش گللاب پژمردہ  
 بدید ز گسستہاں بہ خواب چشم ترا شد از تحیر آں ہم بہ خواب پژمردہ  
 مرا بگیر چو گل لعل بر رخ اندم سرو کہ تو بہ توست سہمہ خون ناب پژمردہ

لہ درن میت ذیل ناکند است سہیدہ دم تو بہ خواب و مرا بکشتہ ز رشک مرا عظم کہ بہ گرد رخت

صبا کردہ لہ درن غزل محذوف است - سہ درون غزل محذوف

است -

## وصال یافت ز تو خسر دے محبوب یافت

۱۷۰۸ کہ گشت غمخوار دل ز آل جواب پڑ مرده ت

مکش بہ ناز مرا اے یہ ناز پر زردہ مرید خونِ مسلمان بہ جرمِ ناکر دہ  
مرا بکشت لبِ جانِ ستان تو ہر چند مفرحِ سست بہ آبِ حیات پر زردہ  
بخشِ قندے از آل لب کہ پیش از آن لید ہم از خیالِ لبست دام کردہ ام خوردہ  
ترس از آل چہ بہ شب یا بہ خواب کو دراز ہزار کس بہ دعا دستہا بر آوردہ

مرا آمد یک نفس اے صبح تیرہ روز امید

۱۷۰۹ مگر سفید شود این شب سببہ کردہ و

اے فراق تو یاد دیرینہ غم تو غم گسارہ دیرینہ  
درد تو میمان ہر روزہ داغ تو یادگار دیرینہ  
غرقِ خونم کہ می خلد ہر دم دردِ ملامتِ خار دیرینہ  
اے درینا کہ خاک خواہم شد بادلِ پر غبار دیرینہ  
اے صبا دینہا یاد دیرینہ گو کہ از دستہا دیرینہ  
گاہ گاہ خراشے نہ کنی برسہ خاک یا زہ دیرینہ  
چند گاہے خلاص یافتہ بود جانم از کار دیرینہ  
وہ کہ باز آمدی و خسر دما بردی از دل فراق دیرینہ  
۱۷۱۰ اے رختِ شمع حسن بر کردہ شبِ عشاق را سحر کردہ

۱۷۱۰ لے دن بیت ذیل زائد است سے درید پر دہ دل را فراق و جان رہ یافت بہ ہر چند کہ پیش از پڑدہ ۹  
ہاں کہ من بہ شیخون ہجر جان نہ برم - چنیں کہ صبر من آوردہ گشت دیردہ - چہ جائے پناہ چون خرواز دست  
چہ سود غزل ز در اکینوں کہ لنگ شاہرودہ لے دن بیت میخوف و بہ جایش دو بیت ذیل است سے ہر کسے را کسے  
و یاروں خوار و غلام دیرینہ مچ گر در حضور خواہم گفت - محنت انتظار دیرینہ لے دن غزل میخوف است -

مہر بہ زلف تو گم شدہ خود را      می بگوید چراغ بر کرده  
 لب تو بر شکر نہادہ خراج      چشم تو اندکے نظر کردہ  
 تن من نے شدہ و خیال بہت      بند بندم چونے شکر کردہ  
 عکس دندان تو بہ طرف دہن      قطرہ اشک را سحر کردہ  
 پختگی دلم کہ بر خون ست      دم بہ دم از غم تو سر کردہ  
 بے خبر کرد نالہ گوش مرا      لیک گوش ترا خبر کردہ  
 سہمت یک شبے بجانہ خویش      چوں مہر سر بہ عقدہ در کردہ  
 تو چو آب حیات بر سر من      من بہ پایے تو دیدہ تر کردہ

خسرو اندر میانت پیچید ہ

موسے را ہم ذمہ مکر کردہ

۱۷۱۱ مہر زلف تو گر شود بے      ہر زماں خوب تر شود بے  
 گر بہ زلف تو چشم بکشایم      موسے در مو نظر شود بے  
 چوں کشائی دہان شیریں را      تنگہاے شکر شود بے  
 گرز بجزارت بہ چرخ نالہ کنم      چرخ را ہفت در شود بے  
 دیدہ کہ خواب بستمی نہ شود      ہم بہ خون جگر شود بے  
 از دم سر دمن عجب نہ بود      آب چشم اگر شود بے

بندہ خسرو کہ دل بہ مہر تو بہت

کے بہ مہر در گز شود بے

۱۷۱۲

جہاں تا مہر و وقت ساختہ      زد لہا فلک خرمنت ساختہ

لہ درن غزل محذوف است      لہ درن غزل محذوف

است۔

رخ خویش تا بیند اندر رخت مس آئینہ روشنت ساخته  
 قضا کرده یک جا ہزار آرزو خلاصہ کشیدہ تنت ساخته  
 غمت پر زخوں کرد و لہا بسے و ذال غنچہ ہا گلشت ساخته  
 میا تنگ اگر خستہ و تنگ دل

۱۷۱۳ لہ دل تنگ را مسکت ساخته

بیت در سخن انگبین ریختہ رخت مشک بر یا سمن ریختہ  
 از آن روی دوسے دل و زنت دلم در شب و روز آویختہ  
 چو باد صبا دید رخسار تو بہ گل گفت کاسے روی تو ریختہ  
 برا لیختی بر من اسب جفا دگر تا چہ ہا باشد انگینختہ  
 ز خستہ گریزاں مشو کوشدست

۱۷۱۴ لہ اسیر تو وز خویش بگر ریختہ

در اوصاف خود عقل را رہ مہ بہشت بریں را بہ ابلہ مہ  
 چنان مست و دیوانہ کردی بہ زلف نسیم بہ باد سحر گہ مہ  
 چہ گویم بہ تو را ز پنهان خویش خودش بشنو دوسے خود رہ مہ  
 گر انصاف جوید دل ظالم مہ ہمیش انصاف واللہ مہ  
 زخم می نمائی و زخم می خوردم چنین شمر بتم ذال چنان چہ مہ  
 رقیب ار کشد خستہ و خستہ را

۱۷۱۵ لہ زباں را در آل رخصت نہ مہ پ

قلاغم اے منکر مرا در بانئ مئے خانہ وہ ابی عقل رسمی غر نہ کن مئے طالب میانہ وہ

لہ دن عزل محذوف است لہ دن عزل محذوف است لہ دن عزل محذوف است  
 مطابق نسخہ ن۔

من تو بہ تنہا بشکنم اول سیونہ بر سر  
 من عاشق و سر بہ خبر از خان داں یادکم  
 داں گدازے ز بدین پیش در سے خلعہ  
 اے آہ سوزاں شعلہ اے بردست این یلاندہ  
 یارب مگس را چاشنی از لذت پر داندہ  
 این آشنائے کہنہ را بستاں بدایں بیگانہ  
 گزینست و جہ ز ننگی بر مردنم پر داندہ  
 چوں بر پرسی رویاں ہمہ ملک سلجاں یافتی

۱۷۱۶ طہ  
 بیتاں تو خستہ جان و دل مرغ بلاراداندہ  
 جاں بہانہ طلب و مشکل تو ناز آلودہ  
 من نیم زیتنی جاں چہ کفم بیہودہ؟  
 ز او من سایہ دیو ایدہ فریادم  
 ز او من سایہ دیو ایدہ فریادم  
 گرچہ بر خاک درت پہلوے من شدہ  
 خدمت چنبرہ جو نابہ چشم آلودہ  
 از کہ پرسم خبر آں دل گرہ ۱۷۱۷  
 یارب از سوز دل ما تو نگاہش دادی

۱۷۱۷ طہ  
 گرچہ بدخستہ دل سوختہ کم بخشودہ  
 اے گل کہ چنیں در بغلت تنگ گرفتہ  
 کہ خون دلت پیرہنت رنگ گرفتہ  
 کہ آو من آتش بہ دل تنگ گرفتہ  
 تن دادہ بہ سستی و عنائں تنگ گرفتہ  
 از سوزن زنگار گرفتہ بشناسد

۱۷۱۸ طہ  
 بس کوئم گریہ مشرہ ام زنگ گرفتہ  
 خودی ہنوز دکو دکی اے نازنین ناوی  
 جو رت نہ می گیرم گنہ کو بیک و ہدوانا نرازی

زیبا نیست جہاں می برد بافت ز میانہ ای  
 بہر وہ ہر کس مر تر جہاں می نہ خواند تانہ ای  
 نئے نئے کہ خورد شدی، پر دیں نہ ای جو زانہ ای  
 یعنی تو پہلو بے منی یارب تو کی ای بیانہ ای  
 دل ہا پر گردت پئے پہ پئے می بیخت تہانہ ای  
 من با تو ام بارے یہ جہاں گر تو ز دل بانہ ای  
 من بندہ ام آں جا کہ تو لیکن تو کی کا بن نہ ای

دی شب کشم اذ کیں ز بخیر لطف عبیر  
 چشم تو گشت از خشم و کیں خسرو گرد و لوانہ ای

۱۷۱۹

ہستی لطیف و خوب روزاں در وفا خندانہ ای  
 چتر سیاحت چیت ایں چون بدلم سلطانہ ای  
 آنروز دانی ایں قدر نیکنہ ہم نانا نہ ای ؟  
 در بردن دل ہر کس می داند ت پیمانہ ای  
 در گفتن آسانی بلے در مآخذن آسانہ ای  
 یعنی تو کی پیوند جہاں پر کالہ ای از جانہ ای  
 بانضر سحر چوں شاہ گز چشمہ جہاں اسی ؟

ویرے ست کا گل برگ تیر بر دو ماخذنہ ای  
 زلف دو تہا ت چیت این یکلہا ت چیت  
 چوں بر تو می دارم نظر از چیت زین سالخیز  
 تالاج دل کردی بے دستے براویاری ہے  
 اے عشق داری مدخلے در جان مشتاقا بلے  
 بشکافتی جہاں از میانہ خوراند پیوندی بر آں  
 لب لاناگر میگوں شدہ سر سبز از بے خوش

زین پیش بودی ہم فضل کنوں نہ مانی ہم کہیں

خسرو بہاں بندہ ست دیں تو آں کہ بودی آں کی

۱۷۲۰

ت  
 با جہاں ہم میروں روی کارام در جا کردہ ای  
 زین سال کہ در سر گوشہ اے صدد دل پر لپا کردہ ای

اے در در بے در در دل تالاج پناں کردہ ای  
 در حیرت تہا شے چوں خواب می آید ترا

لہ در غل عذرت است

فتنہ دے در عہد تو بیکار نشیند سہمی  
تو مست و دلہا بردت گشتہ دل اندر طر  
گفتی نہ دلم بے سبب غمگین چرمی دارد ترا  
از نیکو اں کس برانہ بودا پس مرحمت بر عاشقا  
دلم کو نتوانی وفا لیک اندک اندک خوئے کن  
دل در گل بندم دے گل نیست چو تو چو لکنم

دہش زلف و خال تو خون جگر می ریختہ

دل گفت ماکایں ہم خسروا شہائے ہجر کردہ امی

۱۷۲۱

قاصد بنیام کا و در اں نامساں نامہ ہے  
چوں کا فرام گشت غم چوں مہند دلم سوختن ہجر  
بیم ست جاناں کو نعمت از پردہ بیرون افتم  
بر دل نہم آں نامہ را چوں کا غم بے بریش تو  
خود گیر کا ید نامہ اسے نہ نہ منہ شوریدہ سر  
تیر آوہ نامہ بے بفرست بر جانم ز تن  
دارم یہ دل دے تو پیچیدہ تو بر تو بہ دل  
اسے دیکھہ خوناب جگر بر نوک مرثیہ کا برعمہ

خسرو و در ایں سوز نہاں بہبودہ سودا می بردی

در ویش را آں نخت کو کا ید ز سلا نامہ

۱۷۲۲

شہرے ست معور و در و اندہ طرف مہ پارہ  
اشکال ہر کس را ہمیں کا ندر میان آں ہمہ  
ملکین دلم صد پارہ و در دست ہر پارہ  
دارد ہواے کشتنم تاوک ز نے خوں خواہ



ہر کس کہ با اومی کند دعویٰ حسن و دلبری  
زین سال کہ ماہ عارضش شد آفتابِ یگانہ  
باید ز سر و شوق قاتلے و ز برگ گل رخسار ہے  
سرگز بہ بخت مانده شطالچ چنیں سیار ہے  
مسکین دل ریشم دروں پو طفل در گہوارہ  
پوں وعدہ و صلہ دہد رخ پوشد و نہاں نمود

ب جنر جاں سپاری چوں کند خسرو بہ نظر ۱۶۲۳

اے کہ چشم من بہ روی خوش کردی  
صد دل ویران ست در ستارہ سپرین ترا  
اندہ آخوش خوش کز آن رخشا گلشن کردی  
تو چنیں نازک چہ تارست اس کہ بر تن کردی  
جان من وہ ای چنیں جہانے چہ مسکن کردی  
یار ب آید پیش حشمت آں چہ برین کردی  
غم مخور چوں ای چنیں صدخوں بہ گردن کردی  
دم بہ دم از سوزش من جبکہ روشن کردی  
ہر شبے تازہ ز می سوزم گدازاں ہجو شمع

دوست می دارم ترا با آں کہ بہر خویشتن

عالیٰ برخسرو بے چارہ دشمن کردی اسی

۱۶۲۴

سینہ ام را از غم عالم تو بے غم کردی اسی  
فاشتم اے دیدہ تو کردی زان کہ زین دل کلا  
از غم خود تا مراد کلاے عالم کردی اسی  
وہ کہ خطے ز آہ دور دانگیر من بگرست خو  
خواستم گویم غمے، بنیاد ماتم کردی اسی  
زین پریشانی سرت گردم خلاصم کن دی  
اے عفاک اللہ تو بارے دیدہ نام کردی اسی  
دل بہ تو دادم کنوں می خواہی این ہم جاز من  
آہ آہے بر دلم جور و جفا کم کردی اسی  
ریش کردی سبب نام از نادک سچاں و باز  
خندہ کردی بر دلم جور و جفا کم کردی اسی  
گر ز بے مہر سخن می گوئی آں را خود مگبے  
وہ ز من می دہی زبیداد آں ہم کردی اسی

خسرو دیوانگی بگذازد و لعلش را نخواه

کایں سلیمان است که در تقدیر خاتم گلی

۱۷۲۵

اے کہ در پیش رخ بادل من یار نہ اسی  
از تو ہر روز گرفتار بلائے گم دم  
ہر شب از نالہ من خواب بنیاد کس را  
با من خستہ کہ رویم ز تو در دیوار است  
نار دانی ز دل ب بر من بیام فرست  
ازہ راے دل من جان من امر و زہر  
سکسے من میں اگر اندر سر آزاد نہ اسی  
تو چہ دانی کہ دریں روز گرفتار نہ اسی  
خستہ ای تو کہ دریں واقعہ بیدار نہ اسی  
نی کن آخر سخن صورت دیوار نہ اسی  
شکر آں را کہ چون درسم و بیمار نہ اسی  
گرچہ عہدے ست بہ و نالہ ایں کاد نہ اسی

یاد نشست مراد دل و من دامن داو

خسرو اخیر کہ تو محرم اسرار نہ اسی

۱۷۲۶

مے کہ در دیدہ دورونی ز در آغوش نہ اسی  
چند افسون جفا خوانی و پنهان داری؟  
رو پوشیدی و این بندہ خطا کرد کہ دید  
وہ کہ از درد تو ام خون جگر نوش گرفت  
گر بہ آغوش بریزند گل اندر بر من  
دش گفتی کہ نکم چاہہ کارست فردا  
ہم بہ یاد تو کہ یک لحظہ فراموش نہ اسی  
آں چہاں نیست کہ افسوسش بہ ہر گوش نہ اسی  
من و رسوائی ازیں پس چو خطا پوش نہ اسی  
تو چہ دانی کہ در این درد جگر نوش نہ اسی  
آں ہمہ خاد بود چون تو در آغوش نہ اسی  
آخر امر و زچہ ابر سخن دوش نہ اسی؟

از لبش وعدہ دہی و زمرہ اش زخم زنی

نیش بارے من اے دیدہ اگر نوش نہ اسی

۱۷۲۷

خندہ را میخنی جان من آمیختہ اسی  
جاں بہ بازی ببری از من و ہارم دہی  
غمزہ را غارت ایمان من آمیختہ اسی  
ایں چہ بازی ست کہ بر جان من آمیختہ اسی

۱۷۲۸ در غزل محذوف است ۱۷۲۹ در غزل محذوف است

می زنی بر من سرگشته که سر بازی کن  
گوئے بازی تو به چوگان من آموخته ای  
طہ را شکنی و باز بند سی و انجم  
ایں شکست از پیے بیان من آموخته ای  
چشم کنی و غرقه شوم بد نہ کشی  
آشنا گر چه به طوفان من آموخته ای  
پایہ گردائے دل و غم کو تر از فراموشی  
عشق بازی تو به فرمان من آموخته ای

چہ کنی از حشرہ سحر از پیے خسر و ہر دم؟

ایں عملانہ ز دیوان من آموخته ای؟

۱۷۲۸ آتش ندر آب ہرگز دیدہ امی؟  
عینہ اندر تاب ہرگز دیدہ امی؟  
چوں دہاں و لعل شور انگیز او  
پستہ و عناب ہرگز دیدہ امی؟  
شد نقاب عارضش زلف سیاہ  
شام بہ مہتاب ہرگز دیدہ امی؟  
در صدف چوں رشتہ دندان او  
لعل و خوش آب ہرگز دیدہ امی؟  
زگش در طاق ابر و خنہ مست  
مست در محراب ہرگز دیدہ امی؟

در غمش خسر و چو چشم خوں نشان

چشمہ خواناب ہرگز دیدہ امی؟

۱۷۲۹

جاں ز ہجرت چیست زار افتادہ؟  
دل ز عشقت بے قرار افتادہ؟  
من کیم زارے حزینے بے ولے؟  
غم خوردے بے غم گسار افتادہ؟  
در دمنہ مستندے خستہ امی؟  
کار زار کار نامہ افتادہ؟  
خاکبے بے آبروے در ہوا  
آتشیں آہے ز کار افتادہ؟  
درد و نوشے، ہماں فرو شے در خروش  
بے کسے بے کار و بار افتادہ؟

۱۷ دن بیت محذوف است ۱۷ دن بیت محذوف است ۱۷ دن بیت محذوف است

۱۷ دن غزل محذوف است۔

۱۷ دن غزل محذوف است۔

جاں غریبے، بے نصیب از حبیب  
 مبتلائے بے نوائے درد بلا  
 بلبل با غفلت بے روئے گل  
 پائے در گل، دست بردل سر پیش  
 بے دے، بے دل برے بے مونس  
 خستہ فرہادے شکستہ دقے  
 باز برخونم کمر بر بستہ اسی  
 من میاں بر بستنت را بندہ ام  
 من روی چوں تیر و در دل می خل  
 از تری آب بر لبانت می چکد  
 زان خط میگوں کہ بر گل ریخت  
 تازه کردستے زخم بر روئے خود  
 بزمیں پہلو نہ می یارم نہاد

۸۴۱  
 سرد رخسار شب بہ کنار کہ بودہ اسی؟  
 سنبل بہ تاب رفتہ از رنگ خوابناز  
 شمع مرا در من نہ شدہ اسی یک شبے تمام  
 با چشمہ آہوانہ کہ شیراں کند شکار  
 سروتہ بنوز بہست در آغوش خوش سخن  
 ز اہل زکوچے چشمہ خورشید راں گرفت  
 لب ہانگار سہم و یار کہ بودہ اسی؟  
 شب تابہ روز بادہ گار کہ بودہ اسی؟  
 ماہ تمام در شب تابہ کہ بودہ اسی؟  
 اے آہوے رسیدہ شکار کہ بودہ اسی؟  
 اے سرو نیم رستہ بہار کہ بودہ اسی؟  
 خوانا بہ شوے گر بہ زار کہ بودہ اسی؟

کارت چنیں کہ پردہ و لہا دریدن است      امشب بہ پردہ محرم کار کہ بودہ اسی ؟  
 مارا ز اشک صد جگر پارہ در کنار      تو پارہ جگر بہ کنار کہ بودہ اسی ؟  
 برایش خستہ دست نکے ہم در بلخ بود

۱۷۳۲ طے مرہم رسان جان نگار کہ بودہ اسی ؟

اے وہ یکے ز خوبی تو مہ چگونہ اسی ؟      وز ہر دو ہفتہ ماہ یکے وہ چگونہ اسی ؟  
 گفتم رسم در آخر آں مہ بہ نزد تو      آخر رسید اے صنم آں مہ چگونہ اسی ؟  
 تا چند گوئیم نہ رسیدست گاہ وصل      آں گاہ نیز می رسد آں گہ چگونہ اسی ؟  
 گرچہ نہ بڑی ام کہ چگونہ ست حال تو ؟      با اے تو آن حال من آگہ چگونہ اسی ؟  
 رہی روی و در پئے تو صد ہزار دل      اے پردہ صد ہزار دل از رہ چگونہ اسی ؟  
 دی بوسہ دادی ام چو شام خاک برد      امر و ز خاک بوس در شہ چگونہ اسی ؟  
 ایکم بہ نزد تو، چہ خوش آید مرا نہ تو

۱۷۳۳ طے بر خستہ دست خوش آمدی اے مہ چگونہ اسی ؟

ہر روز کافقاب بر آرد نہ بانہ اے      بیرون جہم ز کلبہ غم عاشقانہ اے  
 نظارہ بر رخ تو کنم گر ببینمت      بارے ز چاوشاں کچھ رم تازیانہ اے  
 از دوستی تو بہ سر لکے تو نہ ماند      تاشستہ ز آب دیدہ من آشیانہ اے  
 افتادہ راہ من بہ دل و گنج معرفت      گشت از خیال سیم ہراں در دستانہ اے  
 سو ز دروں کز اذ جگر من کباب شد      بیرون جہد ز ہر تہر گوئے ز بانہ اے  
 مردن بہ کوئے تو ہو رسم می کشد ولے      یاکم اگر جو دیدن رویت بہانہ اے  
 بیداریم بکشت کہ ہر روز زانیں خوار      باشیم کہ خراب چو مست شیانہ اے  
 خوابم نہ ماند لو کہ رسد خواب آخرم      آغاز کن ز لالہ ز مہ من فسانہ اے

طے درن غزل محذوف است      درن غزل محذوف است

خستہ مرد بہ باغ کہ از نالہ آلودی

مرغان نہ خوردہ اند بہ گلزار دلاہ

۱۷۳۲ عہ  
شک بر اطرافِ مہ آوردہ اسی تو بہ را زیر گنہ آوردہ اسی  
رخ تو کا فستِ جان من ست از شب یلدا سپہ آوردہ اسی  
نانہ کو گم کردہ بر فرق تو راہ موکش کش آوردہ اسی  
ادہ ام از دیدہ چوں دل خستہ خواستم یک بوسہ آوردہ اسی  
رسم تو آرد دینِ خستہ و شد

۱۷۳۵ عہ  
اب ملاحست کہ رخ آوردہ اسی باز چہ رسم تبتہ آوردہ اسی؟  
ادبیت بوسہ و رنجہ شدی وال کہ نلک بر جگرے سودہ اسی  
شنو از ارواحِ شہیدانِ عشق بازستان گرتو نہ فرمودہ اسی  
مردم از وعدہ و صلت ملام ز منزمہ و عشق کہ نشودہ اسی  
منت بخشد دین تو بہرِ چیت گرچہ کہ بادست کہ بیہودہ اسی

۱۷۳۶ عہ  
چہ بہر سخن دلم از تن آوردہ اسی بد دلِ خستہ و کہ نہ بخشودہ اسی  
ثمت بہ غمزہ بردن دلا نمونہ ست با ایں ہمہ بگوئے کہ جانم فرودہ اسی  
ریت در دین پردہ و صابرد چاکر تاتو بدیں بہانہ چہ دلا آوردہ اسی؟  
بس گردناک مرا طعنہ می زنی شادی بہ روزگار کسے کش نمودہ اسی  
قی کہ غصوں بہ دستِ خودت ریز آفتاب جانا بہ تکیہ گا و غریباں نہ بودہ اسی  
دانی اندہ شب تنہا نشنگان شکرانہ بر من ست کہ از وے شنودہ اسی؟  
اے آں کہ مست در بر جاناں غنودہ اسی

در غزل محزون است عہ در غزل محزون است عہ طالع نجران۔

## بدگفت عاشقانت چنین کرد خسروا

۱۷۳۷  
تو شوخ سحر کجا لب خنداں کشوده ای  
از دل بسے گره که به دنداں کشوده ای  
آب حیات می رودت در سخن که لب  
گوئی ره آب چشمه حیواں کشوده ای  
ماچوں ز غیم بیش که از بهر جان ما  
مستی و خواجگان و گریباں کشوده ای  
هست از دلے کینه ما خط کشیدنت  
مصنوں نهان ملاد که عنوان کشوده ای

فریاد رس مرا ز فریاد دار هاش

۱۷۳۸  
خسرو که هر شبے زوے افغاں کشوده ای

مسلمانان رفتارم به دست نامسلمانے  
ازیں دیوانه بد مست و بد خوے و نادانے  
به طره آشنا بندے به خنده پارسا بنی  
به غزه ناخدا تر سے به کشتن نامسلمانے  
به امر و فتنه انگیرے به زگس عالم آشوبے  
به بالا آفت آبادے به کامل کافرستانے  
دعائے بدنه خواهم کرد، لیکن این قدر گیم  
که یارب منبلا گردے چون دوزے بهر بحرانی  
طیبا بهر جان ناقولم غم مخور چندین  
را کن جان ویم زیران می ازم به درملے

کنوں یا و شراب و شاه دست و قلاشی

گدشت ست آن چه خسرو را سزود و مانا

۱۷۳۹  
تو خود به غزه سراسر کرشمه و نازی  
چه حاجت ست که با کرشمه ای سازی  
به تیغ بازی مزگاں مرید خون مرا  
که نیت رختن خون عاشقاں بازی  
شب آمادی و نه گفتیم به کس دے چه کنم؟  
که بے زلف به همسایه کرد غمازی  
حدیث حسن کسے را به عهد تو نه رسد  
ترا رسد که نگار به حسن ممتازی  
ازاں شد ست لکدوب بلبلان سرسود  
که پیش قامت تو می کن سرافرازی

ہو جاں بہ پایے تو انداختم، خیال گفتم کہ من ازان تو ام تا تو دل نیندازی  
رضا بہ کشتن خود داد خسروست کہ زلب

بہ زندہ کردن او چوں مسیح پردازی

۱۷۴۰ غلہ  
اے شب تیرہ بہ گیسوے کسے می مانی  
چہ خبر داری ازاں قافلہ اے مرغ سحر؟  
گریہ می خواست ہی آیدم از دیدن تو  
مردن این است کہ در دیدہ ہی آئی لیک  
صد شہم چشم پرہ ماندہ روزے کہ کجا  
آخراے دل چہ کنم با تو بہ ہر جا کہ روی  
وے موزن تو بہ فریاد سے می مانی  
کز فریاد و بہ نالہ جر سے می مانی  
زاں کہ اے سرو بہ بالائے کسے می مانی  
مردن این است کہ در دیدہ ہی می مانی  
طاقت نیست اگر یک نفسے می مانی  
عاقبت بستہ بہ دام ہوسے می مانی  
او سو زندہ چرا دوز تو نہ نارد

۱۷۴۱

خسرو او چوں تو نزاری بہ شخصے می مانی

۱۷۴۱  
کرشمہ کردن تو وقت ناز و بد خوئی  
سزد کہ نو کنہ اکنوں لباس دل ہوئی  
چہ آبر دست کہ حسن از رخ می بارد  
بہ وقت صبح کہ روئے چو ماہ می خونی  
جزا از روئے کسے را نکونہ می بینم  
کہ دیگرے نہ بود خود باریں نکو روئی  
بہ عشوہ عیش مرا تلخ می کنی ہر روز  
مکن کہ خود شودت سچینیں بہ بد خوئی  
قتادہ ام بہ درت خان و ماں رہا کردہ  
رہا کن از من بے خان و ماں چہ می ہوئی  
اگر پیش تو از بندہ گریہ می گوید  
بد و بگو کہ تو بارے نکونہ می گوئی

بیا تو در بر خسرو بہر غم از دل او

بہ شادی دل آں کس کہ در بر اوئی

۱۷۴۲  
اے گل دہن تنگ صد تنگ شکر چینیے  
گل باتونہ می ماند در حسن مگر چینیے

۱۷ مطابق نسخہ ان ۱۷ مطابق نسخہ ان ۱۷ مطابق نسخہ ان -



مارا بہ تماشائے مہمانِ رُخِ خود کن  
 دُورے کہ ز آہِ من بر ماہِ زدی ہر شب  
 تاباغِ رخت دیدم گلِ باد بہ چشمِ من  
 گفتی کہ کھلم بندم در رختنِ خونت  
 گویم غم و در دم ہیں "گوئی کہ بتر خواہم"  
 زان غم کہ فرستادی کردہ دلِ خستہ خوش

۱۴۳۳ ل  
 جاں منتظرست اینک گزستہ در چرخِ ت  
 روتے ست ترا، یامہ، یا خود بہ ازاں چیز  
 خود پیش تو کے خیزد از سر و رواں چیز  
 آسے نہ بود مہ را از ضعف گراں چیز  
 یعنی کہ اذیں گفتن ناید بہ دہاں چیز  
 گلو سہ نہ خواہی داد بارے بستاں چیز  
 از عشوہ بکش مارا گزستہ چھاں چیز  
 خواہم بہ فسوں بستی در جادوئی ات باید

۲۱۴۴  
 اینک غزلِ خسرو بر گیر و بخواں چیز  
 رخنے داری بہ از سر و جہاد کے ہمیں داری  
 ز غمرہ می کشی ناوک نہ دانم بر کہ خواہی نہ  
 جبینت تنہی دانی نہ دانم با کہ کین داری  
 ازاں زلف و دہان خوش سیلانی مکن بگوئی  
 کہ ہم در وقت بہ فرمان ست و ہم انگشتیں داری  
 بہ زنا رے بدل کردم ہمیں بہا کیں داری  
 مرا خالص آئینیں باید تو دل آئینیں داری  
 بہ زلفِ کافرت دارم دل کافر مزاجِ خود  
 مرا خصاہہ زریں شد چھمیں دیدت بینہ



دو چشم است ترا نیست از جہاں خبر  
تو داری آن چہ پر سی دارد از لطافت لیک  
دلم بر دی تا دیگے در او نہ رود  
متاع جاں کہ بہ ہر دو ہانش نفروشم  
چناں بہ روئے تو مستغرق ام کہ یکانیت  
در آن زمیں کہ توئی پایے را بہ عزت نہ  
کجاست صحبت آن دور رفتگاں فریاد  
مرا کہ آبلہ شد پایے دل تا ز اچہ بجز  
نہ گشت خوش دل عاشق بہ انگبین بہشت

بوس از قبل خستہ و استا نشاء باد

۱۷۴۸  
من اینک بے دلاں را خندہ می بیندیم روز  
کونوں بر می دہد تخمے کہ من می کاشتم روز  
ہم اول روز کاں زلفت سیام پیش خیم آمد  
دل من زد کہ از دے شام گرد و چاکم روز  
قائے ناخوردہ جام عشق ہشیاری کنی عوی  
کہ من ہم خویش را ہشیاری بیندیم روز  
نہ چشمم بر رخسار او بہ کوشش و نغم بار  
ہم از خاک و دشت میں رخسہ می اپناشتم روز  
ملا مت سوخت خستہ و را سہم یادش آن سبب

۱۷۴۹  
صبا آمد و لے لے ازاں گلزار با سیتے  
چہ سود از لے گل ما را نسیم یار با سیتے  
رخس در جلوہ نازست و من از گریہ نابینا  
در لغا دیدہ ہائے نجات من بیدار با سیتے  
نشاں گاہم کہ چوں بے رحمتاں کریم بہجرش  
شفاعت خواہ من آن لعل شکر بار با سیتے

لہ مطابق نسخہ ن ۳ مطابق نسخہ ن ۳ مطابق نسخہ ن ۳

چہ سودن زان کہ در کشتن رسد خلق یہ نظارہ  
ننگا ہے سوئے من زان نرگس بیارہ بایستے  
شراب عشق خورد دم، نیست کس کار و بیلانم  
دلگرمست شد بارے خورد ہیشمارہ بایستے  
در آں ساعت کہ سر تو من اندر بوستا دیدم  
اگر در چشم من گل نیست بارے خار بایستے  
ز خوبی ہرچہ باید باز نیناں را سہم داری  
ولیکن از وفا جالی بر آں رخسار بایستے  
سگایں در کوئے او شب گرد و خضر در ادوارہ

۱۷۵۰ طغیلاں آں سگایں بارے مرا سہم بارہ بایستے و

مگر اے باد نور و زمی گذر مہیار من داری  
کہ گوی آں نسیم تازہ زان گلزار من داری  
اگرچہ یاد نارد در دے از پایوں روی آں جا  
سرے از من بہ پائے آں فراموش کار من داری  
مرا از زندگانی تو بہ شد اے مرگ، بے رویش  
بیا بسم اللہ از فرمانے از دل داری من داری  
بال آں سرور کہ حسن تو حیراں ماندہ ام در تو  
ولیکن دوست می دارم کہ مشکل یار من داری  
دل آزدہ من بارے از غم بخوار گی خوش شد  
تو بخوانی اے کہ جان اندر دل غم بخوار من داری  
کلادہ صوفیاں را جام مئے می سازد آں ساقی  
در آں معتصب گر طاقت باز از من داری  
من در شبہا و سحر و پاسانے از سرم بگذر  
تو خواب آلود توانی کہ پائیں کار من داری  
مگر ایں سوہنشیند، توانی مرد می کردن  
کہ یک دم پائے نازک بار دل انگاز من داری  
نہ پان خسرو و اشکر غمت گزشتہ می زنئے  
تو مست دولتی، کئے گوش بگفتار من داری  
دل آں ترک را دیدی کنوں سماں کجائی  
نہ می لغتم درد منکر کہ خود را مبتلا بینی؟  
بہ خیل آں سوارے لشکر لہائے مشتاقان  
فرو زان کجھو آتش ہائے شکر جا بہ جا بینی  
نیارم گفت کش پاؤں من آں صبا لکن  
شد از در و جدا گی جان من صد پارہ بگرتا  
یکے باز آرد در دیوار ہائے خانہ خود ہیں  
کہ در سربیک پارہ جان من در جدا بینی  
کہ در سربیک بہ خون من نوشتہ ماجرا بینی

فدائے پات صد جاں چوں خواہی کشتی خدا  
وگر جو بند خوں از شرم سہوے نشت یا مینی  
مرا گفتی کہ تخریر حال خود بنمائے گہ گاہے

و معاذ اللہ کہ تو ایں درد ہائے بے دوہنی

۱۷۵۲

عزیزی سچو جاں کا رچہ بوجو خلک خار بگذازی  
بہ حق عزتے کا ندر دل من دار دآں خواہی  
جفا پیرایہ احسن ست آں کن جانی من پر  
کہ خواہاں دانہ زبید زیور مہر و وفاداری  
ہے تیغ گر کنی صد شاخ و از سبیم بیند از می  
ترا سر سبزی خواہم نہ دارم برگ سبز از می  
از غمرہ کشتی ام اکوئل بہ بوسیدن بے تر کن  
کہ مکن آخر ایں شربت کہ زخمی خوردہ ام کاری  
چو گم گروم بہ زیر خاک در کوئے فراموشیاں  
فراموش گشتگان خاک اگر گاہے یاد آری  
وہائے خواہاں اجل آخر نہ خواہی آمدن تو  
سم امر دزم بہ خواہاں خوش کہ من مردم زبیدی  
بہ شیری نہ دارم تاب غم ساقی بہار آں بے  
منزل اے دوست چندیں طعنہ بختار کن  
کہ آتش رنگ شمع آتش زخم در درویشی  
مبادا ہیچ دشمن را بہ دست دل بگفت آری

بہ صد جاں شکری گوید جفا مائے ترا خضر

و شکایت گوئے اے دار دیم از تو بیکہ بریکاری

۱۷۵۳

نیست در شمر گفتار ترا ز من دگرے  
بنود از شیر غم آنگار ترا ز من دگرے  
بر سر کوئے تو دامن کہ سرگاں بسیار اند  
لیک بنمائے وفادار ترا ز من دگرے  
وہ کہ بہ آں روز بہ خبر من دگرے را منمائے  
تا نہ مینی ز غمت زار ترا ز من دگرے  
شرم سام ز گراں جانی خود تا کہ نہ ماند  
بر سر کوئے تو بسیار ترا ز من دگرے  
محنت عشق و غم دوری و بد خوئی دوست  
نہ کشد ایں ہمہ دشوار ترا ز من دگرے  
کار و اں رفت و مرا بار بلائے درد دل  
چوں روح نیست گراں بار ترا ز من دگرے  
ساقی بر گذار از من کہ بہ خواب اجل  
باز جوئے اکمنوں تو ہشیار ترا ز من دگرے

۱۷ مطابق نسخہ ۱۷ مطابق نسخہ ۱۷

خسروم بہر تباں کوئے بہ کو سرگرداں

در جہانے نہ بود بریکار تر از من درگے

۱۴۵۲ھ

گچہ بنمائے گز پریشدہ در آں روئے گلزاری  
خوابم ہم بہ یک دیدن من دیوانہ در دست  
بست در خواب می بوسیدم مشابہ لعلجلی  
فختم با تو دریں سودا کہ با تم با تو در کنج  
نہ دار چشم من بر آستان سیر کی از سودن  
ز جورت ذوق می گیرم کہ کارے نماید از خواب  
اگر چش غمرہ خوں خوار صد خوں می کشد

چہ غم دار دسترا بگذار تا میرم بہ دشواری  
کسے را پردہ ای منے کو کند دھوا سہیاری  
کسے در خواب خود دم، اینی مال تنم بہ بیداری  
تو سوئے خویش ندی راہ من پشت کمن نازی  
مگر کہ خاک گرد و سیوہ این دیدہ نادری  
بجز شوخی و بد خوئی و قندی بجا کاری  
مبارک باد بر سلطانی ہم ستم گاری

بہ صد سختی بخوابد کشتنم غم بعد ازین زپرا

نہ ماند آں دل کہ خسرو را بہ غم می کرد غم خواری

۱۴۵۵ھ

زمن کہ عاشق دستم صلاح کار مجھے  
دل بہ محنت مستان و شاہداں خو کرد  
بجو من ز خون دل سوخته سبہ رویم  
نہ دید از گل من جز گلیاہ بد نامی  
بہ جز فساد ز فاسق و گزعل مطلب  
زابل میکدہ جز ما کے جمال مخواہ  
دلاچو بدیہ جاں پیشکش نہ خواہی کرد  
سواد چاکب من آدم بہ بند گیت  
چو خسرو از تباں زینہا ر نتوان یافت

خزاں ست در چین عاشقاں بہار مجھے  
نشان تقدی ازین رند و در خواہ مجھے  
سیاہ روی من زب سیاہ کار مجھے  
گل سلامت ازین خاک خاکسار مجھے  
بہ جز دعا مقام دگر شمار مجھے  
بکنج منز بلہ جز ماکیاں شکار مجھے  
بر آستانہ سلطان عشق بار مجھے  
قرار بند گیم وہ دے قرار مجھے  
محو راہی از آں بند و زینہا ر مجھے

۱۴۵۵ھ مطابق نسخہ ۱۴۵۵ھ مطابق نسخہ ۱۴۵۵ھ

اے بادِ صبح کا طعش چہ از کدام سوئی؟  
 گر چہ غمت بہ خوشم تعویذ می نویسد  
 پنهان مشوزد لها آتش زن آشکارا  
 نخوں باز دیدہ سویت رفت و شبہ نہ گفتی  
 تو مست ہجو غنجہ دل در خیالِ حسنت  
 با آں کہ کشتہ گشتم از خنجرِ جفا پست  
 اے باد من بنیام گفتن کہ پاش بوی  
 چندم ز گریہ گوئی اے پند گو کہ باز آ  
 شب قصہ ہائے خسرو پیش کہ گویم اے جاں

۱۷۵۷  
 سخن چوں زان دل بگوئی چگونہ انگبین بارے  
 چو غم را چاشنی تلخ ست تو اں ز ہوس خود  
 ہنوز آں زلف چوں زنا نہ تاکے در دم گرد آ  
 تما باز از خوبی گرم و من در سنگ سار ایں  
 بمانی کاستیں بمانی و تیغ زنی بر من  
 اگر دامن رحمت سایہ اے بر مانندہ ازی  
 ببت غیرے گزید و گرد لغت از من آن عالم  
 چہ باشت جان شیریں کہ پئے شیریں بہت بند

حساب زندگانی نیست روزے کہ در دوزم

ہر خود مرگ باید ہم بہ خاک آں زمیں بارے

گل آلود سہمہ در باغ باغے و جامے  
ہوائے دیدن گل مشہور و امدارے دست  
ز جام خویش فروید زجر عہدے بہ سمر  
یکے خبر بہ گل توہمی رسالے باد  
چنیں کہ صبح سعادت ہی برد ز رخت  
خوشم من ایچہ کہ درد نہفتہ درد دل بہت  
چہ پوست باز کنم با تو داغ پہاں را؟  
دلے کہ پیش رخت لایب صبر دمردہ  
من و خرابہ سحر و غم گل اندامے  
کہ بے رخت گذرانم چنیں خوش ایامے  
کہ سرخ روے شوم گرنہ می دہی جامے  
کہ مر و بلیل و تو در سست کبوتر دامے  
چہ باشد از شب مار اسحر کنی نامے  
کہے کہ شمع دریں دل بہ منزل کائے  
کہ بہت سوخته جانے کشد ہ در جامے  
کہ پیچ زندہ نہ گیر دہ آتش آرامے  
بود فضول خریداری تو از خستہ و

۱۷۵۹ ع  
دازہ دست کہ گویم کباب خوش گامی  
ز شرم سر بہ گریبان فروید غنچہ  
چو ذرہ ز سیر و زہری شونہ مشتاقان  
اگر توئی بہ سر انجام بدر من خورشید  
یہ سینہ می گذرد ہر دے می سوزی  
نہ گشت سیر ز طوفان آتش شوق  
کسے کہ لایب ز دازہ سوز عشق شمع و شال  
چرا کشد ز گریبان عشق سر آں کو  
و  
بہ جان عمر کہ این نسیم است دآں نامے  
کہ کباب قہقہہ بخود زندہ چو بخرامی  
اگر بہ باغ روی کائے چنیں گل اندامی  
در آں زماں کہ جو خورشید بر سر ہامی  
کدام حال مرا بہ زبد سر انجامی؟  
کہ آتشی تو بہ خاشاک در نیارامی  
دل کہ بود گوارا نش و دوزخ آشامی  
اگر کم ست ز پیر دانہ اے زہے حامی  
نہ کرد ہ پارہ یکے پیر ہن بہ بد نامی

بہا ز بہر ہوس جاں بہ کام دل خستہ و  
کہ بہت ہر ہمہ دامنہ بہ نا کامی



دلم کہ لاف زدے از بحال و انانی  
دے اگرچہ کہ جان من از تو تنہا نیست  
در انتظار نیجے ز تو بہ را و صبا  
عرصہ عالم پر صفت از خواباں  
جو وصل نیست مراقب تو ہمین بس  
جو گل نشانی بر دوستان خود کم ازانک  
دلم کہ رفت نیاورد یا دسم چیرے  
درید جامہ عمر نہ ماند آن مقلد

بہ بند باز نیامد چو خستہ از خواباں

دہاش کن کہ بمیرد کنوں بہ رسوائی

۱۷۶۱

ہر بار کہ تو در دل شب در دلم آئی  
اے جاں بہ تو دادم و تو یاد من نہ گئی  
آئی چو خراماں و زنی را و ہمہ خلق  
جانم بہ سر رفتن مشکل تو کشیدہ  
بے دیدن روئے تو چہ گویم بہ چہ روزم؟  
اے شاہ سرت بے سروے کنانم  
چوں بلیک آموختہ باشکد و ردت  
خوش وقت من آں دم کہ کشم بادہ بہ یاد

خون دلم آید ز دو دیدہ بہ روائی  
فریاد کہ جانم بہ لب آمد ز جدائی  
با آن روش و ناز چہ گویم چہ بلائی؟  
بے چارہ من آں دم کہ تو در پیش من آئی  
یارب کہ تو این روز کسے را نہ نمائی  
تا در سر و کارت کنم این زہد ریائی  
در بند بمیرم کہ نہ ام خوش بہ رہائی  
چوں جاں بدیم و سر کویت بہ گدائی

ہر شب منم و خاک سر کوئے تو تار و ز

اے روز و شب اندر دل خور و تو کجاں؟

تو اے پسر کہ ازین سو سواد می گذری  
مرا کش از زندانے شرکاد می گذری  
ز دوستاں کہ بہ جولان گر تو خاک نرزد  
بہ شوخی تو کہ اے شرمسار می گذری  
ہزار دل بہ دال عنانت آمیزاں  
تو بر شکستہ از ایشاں سواد می گذری  
جراحے بہ جزاں نیست آشنا یاں را  
کہ آشنائی و بیگانہ دار می گذری  
چہ مرے کہ فزون ست در دم اچہ دے  
ہزار بار بہ جان فگار می گذری  
تو مست خواب چہ دانی کہ با چہ می گذری  
در آں دے کہ بہ شہنہ تار می گذری  
تو در درونی دل تنگ من خل سمہ شب  
گل دے کہ بہ دلم پہچو خار می گذری  
قرارد صل خوش ست اچہ دیری منیم  
وے چہ سود کہ زو دا ز قرار می گذری

بلاست نالہ اختر و پروں میبازین پیش

کہ مست می دسی و در خار می گذری

۱۷۶۳ ع  
ماراد آذویت بگذشت زندگانی  
باقی ست تا دوسر دم دریاب گزوانی  
چشمک کہ کشت مارا باشد ہمیں قصاص  
کز دہ مردن من بنمائی اشش نہانی  
گرایں تن چوں مویم بود دست بر تو گوئی  
تو دیر ز می کہ اینک برویم از گزانی  
ریشک آیدم ز بیغت بر عاشقان دیگر  
ایں لطف ہم مرا کن از ہر آں جوانی  
چوں بر سرم رسیدی بر من مبارک باد  
مردن بر آشنانت اے جان زندگانی  
شکر غم تو گویم کز دوتش سمہ شب  
بادیدہ در شرابم بادل بہ دوست گالی  
با مغر خود خوشم من بر من محنہ کہ گ  
تا بیشتر نہ گردد ایں دا غمہائے جانی

بے او دلا ز خستہ دم جو قرار و سامان

کو رسم صبر دانند لیکن چہاں کہ دانی

۱۷۶۴ ع  
ہوس بخت ست پروانہ زہر خویشتی سوئی  
بہ یاد خانہ روشن کن زہر مجلس افزوی

لہ مطابق نسخہ ان - لہ مطابق نسخہ ان -

چہ آتش می زنی زب سالم اے دور از چشم  
دل و جان ست آخر، نئے سپیدست ای کی سہی  
گاز بے مہری چہ پست گلہ کردم بنامی زد  
کہ آموزد کمان ابرویت دارم کیس تو زنی  
چو دیدی مردم گفتی مگر روزے رو بنایم  
چنین روزے ہم در زندگی یعنی شور و روزی  
سکت ہم می رود از من، توانی مردمی کردن  
کہ چوں مار و کرم طوفش بہ تیرے بازی شاد و کی  
چہ اغوامی کنی در خون خستہ چشم بد خو را

۱۷۶۵ طہ بہ رحمت رہ نہا فضا بہ را کشتن چہ آمیزگی  
کشان دل ہمہ سوئے گل و نسترنے  
مردمان و دلے و شبے ہو اے سیم تنے  
چہ طاقت آرد ز آلے نہر و تہمتنے  
بیار ساقی و در نہامہ میاہ مہیں  
فرشتہ را چہ غم از پارہ سائے چو منے  
نہراہ جان مقدس در انتظار بہوخت  
بگوئے یک سخن و خوش بکش چو فرام  
من از دو کون بر افتادم از کھن تر است  
چو بہت بدست شدم و در زخم بد نیہ بگو  
تو چاک سینہ نہ بینی ز چاک جامہ مرنج  
مثال خستہ اگر عاشقی زد و دست از تنک

۱۷۶۶ طہ نہ یافت کل و فاحشہ بیع غمزہ زنی  
گذشت آں کہیں دل زادم شکلیا بود یک چند  
جزایں شیرینی اندر عیش تلخ خود نمی بینم  
پریشانی ز نقش آمد و ز دوراہ خستہ  
گو اراں باد در جان و دلم از ہر فرقت چو  
کہ گدگمی کنی بر گریہ تلخ شکر خندے  
نہ بخشیدند آں کامم کہ از کوصلت خودم تن  
دل و صبرے تو دادی و مرا ہم بود یک چند  
لہ مطابق نسخہ ان - لہ مطابق نسخہ انون -

پدر دارم کبہ در بند من و بنال کار خود مہاد ایچ مادرہ اجینس بدو ذفر زند

بگوائے پند گونا مش کہ باشند مرسم جام

کہ خستہ ز اذہر ترک او تیرے ست ہر پند

۱۶۶۷  
خوش آں شہما کہ آں جانِ جہاں ہما من بود  
جراحت ہا کہ اذ کردے لبش در مان من بود  
گدائی می کنم از وقت خوش را از در دہا  
کہ آں گنج رداں در خانہ ویران من بود  
نمی گردد فراموش از دلم پائے نگارنیش  
کہ بجائے گنگے بر دیدہ گو یابی من بود  
من محروم را چندی نم از چشمے نہ بود ہم  
اگر زان کوئے مشتے خاک در دامان من بود  
ہزاراں داغ غم جاں را شود زین جبر تو دل  
کہ کاشاں داغ اسپش بر دل بریان من بود  
مرا گویند جادہ دل کا یا م عیش ست این  
گذشت آں کیس دل دیوانہ در فرمان من بود

دل رفته نہ باید باز نہ تاکئے تو اس رفتن؟

رہا کن خستہ و باز آمدے کہ زان من بود

۱۶۶۸  
بہ ناز ہر نفس از سوئے من گز رہے کنی؟  
ہیں کہ ایں دل من خوں کنی و گرجہ کنی؟  
اگرچیں کہ توئی نیم شب روی بر بام  
بتارک اللہ تا بر سر قمر چہ کنی؟  
یکے کرشمہ ابروت بہر فتنہ بس ست  
بہ گرد و زدنے مویں ہمہ حشر چہ کنی؟  
خدائے اندھے دل بردن آفرید ترا  
تو موئے بہر چہ مانی بہ سر چہ کنی؟  
چو ہر چہ کردم امان نہ بود از دست  
کہوں ز دیدہ نہ خوام کشا ہر چہ کنی؟  
نمود بالہا مید و ناپس از تو  
من استوار نہ دارم تدا اگر چہ کنی؟  
اگر ہی طلبی تا بہ کشتن بند می  
ترا کہ نیست میانے بگو کمر چہ کنی؟

از رخ خستہ گفتی ہمیشہ یو حذر م

کہوں کہ رہے دل از دست شد خدایہ کی؟

۱۲۹ جان زین رفتہ بہ تن باز کئے آئی؟  
وے سر و خزا مال بہ چمن باز کئے آئی؟  
جانی تو کہ از دہر می رے تو بمر دم  
تا زندہ شوم باز بہ من باز کئے آئی؟  
مارا وطن تنگ و تو خورده بہ صحرا  
در ظلمت زندان وطن باز کئے آئی؟  
سر مایہ خسرو بہ جہاں جز سخی نیست

۱۳۰ عمرے کہ تو رفتی بہ سخن باز کئے آئی؟  
تو با آں رو بگو مہ را چہ باشی؟  
تو با آں رخ بہ گوشہ را چہ باشی؟  
بہین آئینہ و خود را صفت کن  
حدیث زہرہ و مہ را چہ باشی؟  
دلا زیں سناں می نالی در آں کوے  
گدایان شبان گہ را چہ باشی؟  
بیر آں مرغ تشنہ در بیابان  
امید ابرا مہ ناگہ را چہ باشی؟  
چو سویت خسرو را در د جہاں گوش

۱۳۱ چہ بد کہ دیم کہ ما بر شکستی؟  
ز غم بر جان ما نشتر شکستی  
رواں شد گریہ تا گیر و عنایت  
گذشتی و عنای را بر شکستی  
مرا در طعنہ خصماں فلند می  
بہ سنگ ناکساں گو ہر شکستی  
تنہم خستی و خونم نوش کردی  
چرا مے خوردی و ساغر شکستی؟  
دلہ را آخر دیشکستی بہ چہراں  
توی بت خانہ اے را در شکستی  
نہ گویم زلف کاں سوزد سیہ را  
نکو کردی کہ با او سر شکستی

گرہ محکم زد می بر جان خسرو  
کہ زلف عنبریں را بر شکستی

۱۴ مطابق نسخہ ۱۴۰۰ درون بیت مخدوف است ۱۴۰۰ درون دو بیت ذیل زائد است

چہ شکستایں کہ دین را غارتی پیچہ ناز است ایں مگر کافر شکستی چہ یا نگریاے سپہ پست ایں کہ در و بیخہ نواد وطن خلیا کر شکستی

فسونِ چشمتش از خوابم نہ بستے  
دگر بوی دے بہ چشمش مردے بیچ  
در از خواباں بہ آسانی شدے دل  
خوش آں وقتے کہ گاہے از سر ناز  
بہ بازم جاں کہ دل خود بیش از آں بود  
مؤذن چند خوانی در نمازم؟  
بتاگر گویمت بوسے ز لب وہ  
ز تو یک غمرہ وز عشاق شہرے  
ز تو یک اکاش خسرو سیر دیدے

۱۷۷۳  
دلے دارم درد او دردے دواغے  
بہ ہر دل از دلم سوزے بگیرد  
شگافند دم جگر و ز طرہ گویند  
کم از نظارہ بارے کہ مست است

رقیب روسیہ را کن از خود دور

کہ گل جیف سرت در چناب کلاغے

۱۷۷۴  
چوں می نہ رسد دست بہ پائے کہ تو داری  
باز نہ جہاں را بہ یکے داد بنا ز نادر  
ز نہاد بہ جوئی دل آزد و ہمارا  
گر نہ کنی دل تنہا نہ توان گفت

لہ درن بیت میذوف است لہ درن غزل میذوف است لہ درن غزل میذوف است

افسوس بود و جور تو بر دل و جانے  
من دامن و من قدر جفاے که تو داری  
صد خرّقه صوفی به خرابات گز کرد  
آن ز گس مجبور بلاے که تو داری  
خسرو به زباں تو به دُر دل مے و شتاب

۱۷۷۵ هـ احسنت اذ این صدق : صفای که تو داری  
رخساره کن راست به جلای که تو باشی  
گفتی بچو مینی رخ مارا غم خود خورد  
از جہاں که کنی یاد به جائے که تو باشی  
از دیدہ نیفتد گذرش بر تو نه گوی  
تا خاک شوم در تیر پائے که تو باشی  
شاید که بنیاری به نظر ملک جہاں را  
در کلیہ احزان گداے که تو باشی  
نخلے به درم سرد بید به درت زانک  
خویشید نه تا بد به سراے که تو باشی

خسرو اگر از شعر برانی سخن عشق

۱۷۷۶ هـ احسنت نه ہے شعر سراے که تو باشی

اے کاش مرا با تو سر و کار نہ بودے  
تا دیدہ و دل سر و گرفتار نہ بودے  
شرمندہ نہ بودے اگر از ریختن خو  
آن زلف نگین تو نگین سار نہ بودے  
بودی سر آتش که بدیدی به سوے من  
کز گس مجبور تو بیمار نہ بودے  
بداشتے این دل در گوشہ قتادہ  
کز غم و اندیشہ گراں بار نہ بودے  
ہم پہل گذشتہ ستم و ہجر تو بر من  
کز شخہ غم بر سراں کار نہ بودے  
مردم ز جفاے تو و کس زندہ نہ ماند  
در علم اگر یار وفا داد نہ بودے  
دشوار شد احوال من و دوست نہ داند  
گردوست بدافستہ دشوار نہ بودے

خسرو اگر ت دیدہ به خوباں نہ قتاد

از غم و خوباں دلت از گار نہ بودے

گر ماہ تو از مشک تر آلودہ نہ بودی ۱۷۷۱  
 در زلف ترا شاد فرہم نہ نشانده  
 زیں گونه نہ خوردے غم تو خوں دل ما  
 در زکس مست تو خبر داشتہ از ما  
 تا چند کشم زیں دل خود کار جفا ما  
 آلودہ دے داشتہ ام اے صنم آن روز  
 زیں ساں دل من خستہ و پالودہ نہ بودی  
 یک دل بہ سر کوے تو آسودہ نہ بودی  
 گر غم نہ خوں خوار تو فرسودہ نہ بودی  
 خوں خوردن ما بہر تو بہودہ نہ بودی  
 اے کاش کہ ایں جان غم اندودہ نہ بودی  
 کایں داغ بیاں بردل کم دیدہ نہ بودی  
 حسرت کہ بہ دامن مرہ رفت درت را

افسوس کہ گر دامنش آلودہ نہ بودی

۱۷۷۲

مست آمدی باز بہ مہمان کہ بودی؟ ۱۷۷۳  
 اے یاد بیدا ماندہ دل تنگ کہ جستی؟  
 دیوانہ من بر سر کوے کہ گزشتی؟  
 مے دوش کجا خوردی و ساغر بہ کہ دہی؟  
 آراستہ دست در آغوش کہ خفتی؟  
 جدت کہ کشیدست لبثت را کہ گزیت  
 حلوائہ تاراج شد اے دل تو چہ کردی؟  
 جان دگری در تن نالای کہ بودی؟  
 دامن شکری در شکرستان کہ بودی؟  
 اے یوسف گم گشتہ بہ زندان کہ بودی؟  
 توتیش در حال پریشان کہ بودی؟  
 در ظلمت شب چشمہ حیوان کہ بودی؟  
 ایں بخت کہ آلودہ بہ فرمان کہ بودی؟  
 پیش کہ نشستی شب و مہمان کہ بودی؟  
 شہد کہ چہید می و گس خوان کہ بودی؟  
 کان مکی در دل بریان کہ بودی؟  
 نے بوسے گلے داری و نے رنگ بہار

خستہ و توبہ نظارہ بستان کہ بودی؟

۱۷۷۴

دید کی حق خدمت بسیار نہ دیدی ۱۷۷۵  
 بسیار کشیدم غم در رخ تو و اندک  
 جبریدی در رخ من غم و اندک  
 آں را بہ میاں اندک و بسیار نہ دیدی

لے دن بیت مخدوف است لے دن بیت مخدوف است لے دن غزل مخدوف است۔



ہماچ خدنگ ستم ساختی آخر  
بارے تو بزمی شاد کہ داری دل خرم  
بیداری شہام چہ دیدی تو کہ ہرگز؟  
بیمار چہ پڑی تو کہ بیمار نہ گشتی؟  
جنس من دگرے لائق این کار نہ دیدی  
چوں کہ نہ شدی عاشق و آزار نہ دیدی  
در خواب گئے دیدہ بیدار نہ دیدی  
تیمار چہ دانی تو کہ بیمار نہ دیدی  
خسرو تو بے غصہ کشیدی ز چہاں شوخ

۱۷۸۰ بازار دل گم رہا زکار نہ دیدی  
اے باد حدیث دلم آں جاش بگویی  
در گوشہ در گوش بہ تنہاش بگویی  
از ہر غلط آں جاسخنہ در فگنی بس  
زاں گو نہ کہ دانی سخن ماش بگویی  
از غمرہ او ہست ہمہ شہر بہ فریاد  
حال من تر دامن شہد اش بگویی  
از ہر لب من برکت ہر پاش بگویی  
دل دادہ ادیم اگر مر ز دہم جاں  
فردا خبرے از پئے فرداش بگویی

ہر چند دل خسرو از دہوخت نہ خواہم  
کش بیج ملاست کنی ماش بگویی

۱۷۸۱ اسی باد سلام دلم آں جا برسانی  
بوسے زلم برکت آں پا برسانی  
یک بار رسانی چو سلام ہمہ عشاق  
صد بار کش از آن من تنہا برسانی  
بسیار بگرداند ز ما کردگر آں گاہ  
صد سجدہ فرضش ز سر ما برسانی  
ایں پیرین چاک بہ خون غرقہ کردام  
پہناں ببری از من و پیا برسانی

لہ درن دو بیت ذیل ز املاست کہ گفتی کہ محمد دردت از نام تو گویم، اے کاش بگویی و ز ما کاش بگویی  
چوں مردن من ز تحت آں پاش نیرزد و ز آں جاش نہ خوانی و ہم آں جاش بگویی و درن بیت

دیر بنہ پیامے کہ بردوں دادہ امی زدل      پردہ بہ بخوں ہے دل آنجا برسانی  
 کردیم بہ خوناب جگر نقش بہ چہرہ      این قصہ بہ آں یوسف دلہا برسانی  
 گزید سرخسرخ و گزری دوست ہمانک

۱۷۸۲ عمرے ست کہ امروز بہ فردا برسانی ب

امید بخود ارچہ مرا یک نظر ازوے      ہم دید کہ بسیار بود این قدر ازوے  
 سلطان ز کجا بہ پوشش چشم نگارد      درویش کہ دیروزہ کند یک نظر ازوے  
 دل می کشدم جانب آں غنچہ سنو ز م      بہت ارچہ کہ صد تیر بلا در نظر ازوے  
 دوش از دل امن یاد نہ می کرد خیالش      کال رفتہ کجا شد کہ بنام خبر ازوے؟  
 صد جان بہ فدایش کہ گزشتن عشاق      بنماید از دور کہ گیرند بر ازوے  
 دور از تو مرا دور گشتہ از تو گویم      دور از ہمہ کس بود تو انم مگر ازوے  
 در کشتن ماعیب گفتش ہمہ لیکن      گر عیب نہ گیری چہ خوش است این نہ ازوے  
 من داشتہ جان را بہ صد افسانہ بہرب      و ان کہ ہمہ جنبیدن باد سحر ازوے

پسند کہ میرم چو سگال بر سر دہانت

خسرو سگ خانہ ست مہندید کرازا

۱۷۸۳

من باد نہ خواہم کہ وزد بہیچ تو باغ      تا از تو نیسے نہ رساند بہ دماغ  
 محو خواہ بہ باز از ستوم خواہ بہ بستان      مادر از سخت سوے دگر نیست فراغ  
 گر جلوہ طاؤس ازوے تو بہ مینم      در کوے تو میریم بہ مہمانی ذاع  
 تو داغ جگر را چہ شفا یابی کہ بنودت      جز از مے گل رنگ بہ دامن تو داغ

لہ دن بیت محذوف است لہ دن بیت محذوف است لہ دن بیت ذیل نامہ اند

عہ پھر مدہ مباد ایچہ خورد از جگر آب پز آں شلخ جوانی کہ نہ خوردیم بر ازوے  
 از سوے تو بر پائے ملاک ہند افکارا - حسنت کہ گشت ست خیال بشر ازوے

پروانه که جان را به سر شمع فدا کرد  
در مشہدِ خویش از تن خود سوخت چراغ  
آن بہ کہ من سوختہ پیش تو نیایم  
زبانہ بود پیش گل با نگ کلانے  
لاغ شمت ترا کشتن اگر لطف و گرفت  
بارے زمین دل شدہ یاد آر بلاغے  
نامہ زد دل خستہ خبر گرچہ کہ خستہ د

۱۷۸۴ از گریہ دوا سید چپ و راست الاغ

اے آل کہ تہ تو سلطانِ ہمہ سیم برانی  
دستور بود فتنہ بہ ملک تو کہ برانی  
صد تیر جفا می گذرانی ز جگر با  
بازوت قومی باد کو خوش می گذرانی  
چشمم کہ وید از پی ویدار نہ دایت  
این ست سزایش کہ بہ تیریش برانی  
سبزہ کہ دمد از گل عشاق تو اے ترک  
خنگ بود سوختہ ہاں تا پھرانی  
از آب و گلم گرد بر آورد ہواریت  
تا چند بہ دنبال خود خاک خورانی؟  
مار تو مکش در ہوس آل لب شیریں  
این سوے در آیم گرم آل سوے برانی  
گفتی کہ دریا نیم جز از تو ہمہ کس دای  
مارا بکش گر تو حیاتِ دگرانی  
سہتی تو اگر شاد بہ رنجیدن خستہ د

۱۷۸۵ من سینہ کنم پارہ تو گر جامہ درانی

شتر بانا دے محل میار اے  
رہا کن تا بوسہ ناقہ را پایے  
نہادند آشنایاں بارہ در دل  
دلم رفت ست و بارش ماند بر جاے  
نہ دیدم رہ چو غایب شد چشمم  
غبارِ بختیان و شمت پیماے  
تو اے کت بر شتر آب حیات ست  
بر وادی تشنہ می میرم بختشاے  
بیاباں پیش چشم گشت تاریک  
مہ محل نشینم پر دہ بکشتاے  
دلم چوں ہر ترش شد گویش اے باد  
کہ جان ہم می رسد تعجیل منماے

لہ درن بیت محزون و بہ جانی بیت فیل زادت ۱۷۸۵ و لغت در کوفہ و ز تو لایم کرانہ و راہیم بر بے چو تو باغی و لغز مغزون است

خوشی بزم مردم آخر دنیا دم بدیں دوری ہم ، منزل مفرے

رسید آں ماہ چوں خسرو بہ منزل

تو دہ می میں و در خاک می سکت ت

۱۷۸۶ مرا از خوب رویاں نیست روزی گدایاں را از شاہاں نیست روزی

بہ سنگ چوں سگال خرسند از دور گرم چوں ز دریاں نیست روزی

زمن زایل کن اے جاں بخت خوش چو درمانت ز جاناں نیست روزی

رواے اسکندر از سہرا کی خضر ترا چوں آب جیواں نیست روزی

بہ حیلہ چند بتواں ز نیست آخر تنہ دادم کش از جاں نیست روزی

ہوس بردم بہ رویش گفتہ ختم معشمار از گلستاں نیست روزی

دل و جان ز خود بردی ترا باد مرا بارے از ایشاں نیست روزی

ز دردت باد روزی من جہالم بہ دوری کش ز درماں نیست روزی

چہ سود از گریہ خسرو ز دریں غم

۱۷۸۷ جو گشتش را از باراں نیست روزی

چہ کردم کا خرم فرماں نہ کردی بدیدی درد دم و درماں نہ کردی

ز سہراں تو کفرے ہست بر من شہ کفر مرا ایماں نہ کردی

بہ دشواری بر آمد جانم از تن بہر دی جان من آساں نہ کردی

بہ گریہ خواستم وصلت در این ملک گداے خویش را سلطان نہ کردی

ترا گفتم کہ معیک روزے مرا باش برقی از من و فرماں نہ کردی

دل بردی و گفتی خواہمت داد چو رفتی بیش یاد آں نہ کردی

نہ دیدی عیش خسرو تلخ سہرگز بہ حلوائے لبش مہماں نہ کردی

چنین کانِ خضر شیریں تو کردی  
بلاک عاشقاں آئیں تو کردی  
جفا می کرد بر من خود زمانه  
بلاے عشق تا شد این تو کردی  
نه کردے زو سوال بوسہ ہرگز  
گدائی بر دلم شیریں تو کردی  
ترا من دل سپردم یکجاییش  
در آں گیسوے چیں بر چیں تو کردی  
نه مردو عشق بودم من و لیکن  
مگر راطمہ نشا ہیں تو کردی  
مبادا نام غم ہرگز بر آں دل  
مرا گرچہ چنین غمگین تو کردی  
مرا ایں ماجراے دیدہ باقت  
چنینم بے دل و بے دین تو کردی  
نه گفتیم بد ترا اے  
عشق ہرگز

۱۷۸۹  
کے قصہِ خسرو و لیلیٰ تو کردی  
ع  
صبا زلف ترا گر دم نہ دادے  
گرہ بر کاد من محکم نہ دادے  
ور از درد دل ما بودے آگاہ  
مٹا طہ گیسو بیت را خم نہ دادے  
وگر در عقل گنجیے خیالش  
ورق بر دست نامحرم نہ دادے  
حکیم از عشق دانستے خرد را  
نشان سوسے بنی آدم نہ دادے  
وگر تلخا شوق بدست خویش بودے  
عنان دل بہ دست غم نہ دادے  
زگر جاوید بودے ملک مقصود  
صبا ہم دوزخی دانست مارا  
شد جان و جوانی داور مارا  
ظلامی دیدے از خضر زلفش  
ز رحمت چشم بر جا کہ نہ داری  
دلم بردی دوشتر آں کہ گر من  
بگیم بے دلم، بادر نہ داری

گو دود من میں درد یگاں ہیں " که مثلِ خویش در کشور نه داری  
 به پشتِ پائے خود بنگد که وقت است از این آئینه بهتر نه داری  
 کله را کج منہ چندین بر آں سر که تا با ما کجی در سر نه داری  
 بخور خون دل و دیده کن آب نه خون من که خواب و خور نه داری  
 چو دل برداشتن اندیشه ات بود چرا سنگی به کشتن بر نه داری  
 حایثِ خسر و اندر گوش می کن

۱۷۹۱ زهر گوش اگر گوهر نه داری رخ  
 شکستی طره تا در سر چه داری نه گوی کینه با چاکر چه داری؟  
 کلج کرده ای اندر آں بسات کنون ریزی دگر در سر چه داری؟  
 مسلمان کشتن اندر ما مہربانست بحر این خود تو اے کافر چه داری؟  
 مسلمان نیست این آخر نه کفرست؟ ستم با بے وفادار چه داری؟  
 ربودی جان خلق از نگاہ کنون تا چشم دیگر بر چه داری؟  
 ورق چوں داغ شد اتر نه گردد چو داغم کرده ای اتر چه داری؟  
 اگر من گفته ام "کز تو صبورم" دروغ گفته ام با و چه داری؟  
 نه می دادی زان دل را سپردم من اینک حاضر م دیگر چه داری؟  
 گویم دیوانه خواهی داشت در بهشت میان بر بسته ام بر هر چه داری؟  
 فتاد و سو ختم بر خاک راحت چنین خاک و خاکستر چه داری؟  
 بر آب دیده خسر و بنجشای؟

۱۷۹۲ چو جہاں تر کرد چشم تر چه داری؟

مراجند آخر از خود دور داری؟ دلم را در سم و رنجور داری

در دن بیت مخدوف است در دن بیت مخدوف است در دن مخدوف است

و داداری که با آں روئے چون شمع  
میاں داری جو ز بنوران کافر  
ز سوائی مرغ آخر محال ست  
تجہ گر داری از فردا میش  
تو آں سلطان خوبانی نگارا  
ز چنداں دل که ویراں کردہ تست  
چو آتش در زدی بارے ہمیں ہیں  
چنین باشد که خود را دور داری

معانی گزینہ می پرسی ز خسرو

۱۷۹۳ ط کہ خوبی و دل مغرور داری

زہے رویت شگفتہ لاله زارے  
روخت را بہتر از مہ می شدام  
درخت صندل آمد قامت تو  
رواں کردی سمنو کامراں را  
بہ و نبالت رواں شد آب چشم  
چو خود رفتی بہ تسکین دل من  
بخواہم یاد گارے از تو لیکن  
ولم یک چند بودا ند پس کار  
گلک شگفتہ بخت را از وصلت  
ز شاخ وصل چوں برگے ندادم  
ز بحر نظم خسرو و در تشارت  
کشد ہر لحظہ در شا ہوا رے

لہ دون غزل محذوف است۔

۴۹۴ دلا باغزہ خوش باں چه بازی؟  
مرا گوئی کہ "بامن بازیے کن"  
زجاں سیر آمدستم من و گرنہ  
تفحص کن کہ حال کشتگان چیست  
چرا بر خود نہ می بخشائی اے دل  
نہ از یار ست خوش تر آن کہ بینی  
مکن خسرو کہ بازی نیست این کار

ترا با ساقی سلطان چه بازی؟

۱۷۹۵

بیکار دے باشد کورانہ بود در دے  
دے کہ ز عشق آید جانم بہ فدای آن  
از گردن چشمت بہت آوارہ گئی و لہا  
شہا منم و سمع ہم سوختہ و ہم مست  
شد وقت گل در و زمی فریاد کہ غمغینی  
زاں کہ غمت در دل چوں حرص بخیلانہ  
گفتم کہ غمت آنخر تا چند خور و خسر دے؟

خندید کہ عاشق را بہ زیں نہ بود خور و

۱۷۹۶

رخسارہ چہ می پوشی در کینہ چہ می گوئی؟  
گر ز رخ بہ جاں سازی در عمر بہا گوئی  
گفتی گز دے ہر دم سوداے دے دارم  
از درد و فراق من بیم است کہ جاں بیم  
حاکم لیکیں رامی دانی و می پوشی  
از دیدہ خرم یا دارم ہر عشقہ کہ بفروشی  
تا خون کہ خواہد بود آں بادہ کہ می نوشی؟  
ساقی دوسہ مے بردہ باد آو بے پوشی

لہ دن غزل محذوف است لہ دن بیت محذوف است لہ دن بیت محذوف است لہ دن غزل محذوف است



شب رفت چراغ ما از سوزن می شنبند  
مغرنته ز چشم آمد اے دل تو چرا مانا؟  
غم بخت بهم آرد در دل بیما را  
گفتم که کنم یادش تا دل به نشاط آید  
مگر حال بنا گوشت دل بستد و منکر شد  
خسرو ز رخ خوبان گفتی که کنم توبه  
گل آمد و سر مرغ ز دے نغمه به هر بلبل  
از باد صبا هر کس لب گفتم چو گل خرمن  
هر کس غم خود گویا با قمری و با بلبل  
میں سوخته ام زانکہ تو طعنه زد می هر دم

خسرو نه شود هرگز عشق و خردت با هم

کلا بک نه می گنجد در خانه آن باغی

۱۷۹۸

اے سرو بلند ترا صد قلعه به هر گلے  
یک مرده اگر عیسی کردے به د عازنده  
خورشید رخا از تو یک ذره چه کم گردد  
گویند "مدر جامه" من می نه درم لیکن  
عقل و دل و جان هر سه شد کشته عشق آب  
شب خواب به نهان خوردم و امروزیه رو تو  
بے دوست دلم با گل آرام نمی گیرد  
در قید بمر آید خسرو به خم کیسو

بخت از رخ رنگینت رنگارنگ گل دانه  
صد مرده کنی زنده اے شوخ به دشنام  
از کلبه تاریک هر صبح کنی شام  
ماندست گریه نام در پنجه خود کاغذ  
خاشاک لبه سوزم تا چخته شود خام  
هر صبح خماری را در خور بود آشام  
گو در چین آن کس رو کو را بود آس  
هر صید بود لا بد در کشمکش دانه

له در غزل محذوف است و در بیت ذیل زانکه است درین بیت محذوف است

اے مرغ که نهانی از هر گل چند به مارا که در یکت چنان اهل ناصیه چشم زنی بان گوی و بخانیده طلعت کن خوش گود از ناز و باده بیت ۱۹ از مکررات

۸۹۹ اگر تو سرگذشت من بدانی  
 همی گوید بر و بیدار می باش  
 دگر افسانه مجنوں نه خوانی  
 ز من پرس که همدرداں چه کردند؟  
 بکن تعلیم سگ را پاسهانی  
 مرا اگر در سر آں چشم گرداں  
 ترا دادند جان و زگانہ  
 نه مانندم استخوانے ہم که بارے  
 که تا بر من فتد آں ناتوانی  
 طبعیم داغ فرماید نه داند  
 سگ تو باشد از من میهمانی  
 که بس شیری بود خواب گرانی  
 به بالیکش منالید اے سیراں  
 هنوز اندر حق من بد نگمانی  
 مرا جان در و فادای برآمد

به قتل خسر و آمد عشق و شادم

۸۰۰ که یارے هم رچے شد آں جهانی  
 نگار بن مرا شد نو جوانی  
 که نو بادش نشاط و کامرانی  
 خطش پیرا من لب گوئی خضر  
 بر آمد گرد آب زندگانی  
 بمرم بر سر کولیش که باشد  
 سگان کوی او را مهر بانی  
 نه بر رویت خط اے آیت حسن  
 که هست آں فتوحی نامهربانی  
 من از باغ تو گر برگے نه بندم  
 تو بارے بر خور از شاخ جوانی  
 غمچوں کوه بر جانم نهادی  
 تو باقی ماں که من بر دم گرانی

چه یار دگفت در وصف تو خسر و

۸۰۱ که هر پنج اندر دل آدم بیش از آنی  
 سزد گر بیکوی در من ببینی  
 که خود کام و جواں و نازنینی  
 بگه خند و چوں دندان نمائی  
 مرا اند میان چشم شینی

مسلمان دیدمت ز اں دل سپرم      نہ دانستم کہ تو کا فر چینی  
 مہ و خورشید را بسیار دیدم      بجے اذہر کہ می گویم نہ اینی  
 بہ عیش خوش ترش خوشنودم از تو      کہ گاہے سر کہ گاہے انگینی  
 ز جاں آیم بہ استقبال تیرت      کہ بر من راست کردہ در کھینی

بیارگرد رہی چینی ز چشمم،

۱۸۰۲      بہ شرط آں کہ مہرہ بر چینی  
 فراہم کرد شکل کج کلاہے      کہ در ذہر کلاہش بہت ماہے  
 گنہ از دیدن خوباں ست حقاً      کہ نفرو ششم بہ صد توبہ گناہے  
 سیر رویم ز دل کایں دل چا خوت      کہ بر روی رود خون سیاہے  
 چنانم شب در اند آمد کہ شادم      اگر خورشید بینم بہد ماہے  
 خیالت خواب کہ در چشم من کرد      مریخ از بہت ناخوش خواب گاہے  
 ز سوزت چون رہم ای جانم دا      کہ دایم از غمت بہتم بجاہے  
 بہ ہر گلزار اشکم سنبہ ہارست      سمندت را در سہ زین سال گیاہے  
 مراد دو غمت ز آں روے کشند

کہ خسر و دار سہ در دیدہ راہے

۱۸۰۳      مراد دل پاپیکے ماندست جلے  
 کہ ناید روزے از کولہں صباے  
 ہمہ کس ز آتش بریگانہ سوزد      من مسکین بہ داغ آشنای  
 بیلاے داغ کایں آں تلخ است      کہ بر روے سایہ اندازد سہاے  
 مزین طعنہ پریشانیم بگذارد      کہ عمرم رفت بر باد ہواے  
 بہ جرم عشق کشتن حاجتم نیست      کہ داغ عشق کردن ہم سہاے

نہ در غزل محذوف است۔ نہ در بیت محذوف است۔

مہ و خورشید گویا بجای خود باش  
کہ ماہم شاد ہے داریم جاے  
ز عشقت کار من جاے بیکت  
بجز مردن نہ می بینم دواے  
ز تیغت بیم خسر و بیش اذایت  
کہ گیر دوا منت خون گداے

۱۸۰۴

دیوانہ شدم زیار بدخوے  
بیگانہ پرست و آشنا دے  
دل بردن عاشقان ست خویش  
من جاں نہ برم اداں چنین خوے  
از جہد ترش تن چو مویم  
در تافتہ گشت موے دروے  
پرسند نشان صبر گویم  
گامے دوسہ از عدم بر آں سوے  
خواہم بہ درت روم بہ صد آہ  
سوزم سر دپاے خود در آں کوے  
او گر چہ بسوز من نہ بیند  
بارے رسدش ز داغ من بوے  
ساقی بہ زکات مے پرستان  
از من بہ دوجہ غم فرو شوے  
اے دیدہ بہ سوز من بجشای  
کامروز تراست آب در جوے

خسر و چو بہ نیک گویے ترک

یاد آر اودا بہ گفت بدگوئے

۱۸۰۵

بر لب انز شراب داری  
و ز غمرہ خیالی خواب داری  
شب خپسی کو ما کنیم فریاد  
اگر نہ شوی چہ خواب داری  
نادستہ از پوست می نماید  
خطت کہ ز مشک ناب داری  
درد آب حیات غرقہ شد خضر  
زاں سبزہ کہ زیر آب داری  
تری خطت بجای خویش ست  
ہر چند بد آفتاب داری  
لب از تر بول ز من خوشی کن  
چوں ہم مے و ہم کباب داری

لہ دون، بیت رائد استہما و درن غزل مخدوف است۔

خون ریز کہ اگر پیرست کس در سہر مشرہ صاب داری  
گشتی کفایت بہ غمزد بصلیٰ بسم اللہ اگر شتاب داری  
مگر گشتنی ست بندہ خسرو  
۱۸۰۶ طے بیہودہ چہ در عذاب داری؟

جانا تو ز غم فحسہ نہ داری کز سوز دلم اثر نہ داری  
بر دار چو در دکت فتادم با خود فلکی کو بر نہ داری  
تا کہ بجواب تلخ سوزی؟ نے آں کہ بہ لب شکر نہ داری  
جائے تو دل من ست بنشیں دل جائے دگر اگر نہ داری  
اے غم تو ز جان من چہ خواہی؟ یا کار دیگر مگر نہ داری؟  
خسرو تو بہ راہ خوب رویاں

۱۸۰۷ طے یکسر چہ روی دوسر نہ داری  
اے زلف تو ہر گرہ کشادے دے خط تو خطہ و سوا دے  
اے چشم مرا چراغ خانہ در سہر مکن از کرشمہ بادے  
در راہ نیاز می نہی پایے خوش را ہے تو بوالعجب ہنادے  
شب چشم تو خلق را ہی گشت پیون ست زمانہ کر دیا دے  
یک موج ز غمزد نامزد کن تا با صغ غم کنم جہادے  
سرمی داوم بہر زگارے گرتیغ غمت از بان نہ دادے  
سر گشتہ نہ بودے از دل من در دست خط تو چوں فتادے؟  
پر کار اگر بہ دست خویش ست از دایرہ پا بروں نہادے  
تو تیرستم کشادہ دمن دل بستہ بر این چنین کشادے

مگر ازستم تو بدگر یزداں،

ایام چو خستہ وے نہ زاد تھے ت

۱۸۰۸  
نے کار کسے ست عشق بازی کو دل نہ نہند بہ جاں گدازی  
عشق کہ نہ جاں دہند دروے بازی باشد نہ عشق بازی  
می آئی و می چکد از تو ناز کز سر تا پای جملہ نازی  
تن غرقہ خوں ست سجدہ پذیر کایں جامہ نہ می شود نمازی  
محمود و شان عشق را کشت حسنت بہ کرشمہ ایازی  
زلفت کہ حدیث از درازست آموخت شب مراد از می  
از غمزه تو کجا رہد دل؟ ایں کافر و آں کشندہ غازی  
بدیاد تو می زیم ولے جاں تا کے ماند بہ چارہ سازی؟

خستہ و چو نہاد سر بہ تسلیم

بارے بکش از نہ می نوازی ت

۱۸۰۹  
اے فتنہ ز چشم تو نشانے بالائے تو آفت جہانے  
مہ نیست ز زلف تو کہ صدارے برباد نہ داد خان و مانے  
من یا تو بجز نظر نہ دارم حاشاکہ بہ بد بر می گمانے  
بوسے ہو سم کند و لیکن خشنود نہ می شو می بجانے  
گرب نہ بود کم از حدیثے و دل نہ دہی کم از زبانے  
گرمی کشدم رقیب بارخوے بگذاہ سگے و استخوانے  
اے زلف درو پیچ ز نہاد کا زردہ شود چہاں میانے  
دل گم کرد دست خستہ و آں کیت کز گم شد گاں دہد نشانے

لہ بیت درن زائد است -

اے برادر دلم بہ دلستانی  
جاں می رودم برون و غمیت  
دود از دل عاشقاں برآرد  
از سوز غم تو بر نہ خیزم  
بکشای دہان خویش، تادست  
ہر شب منم و خیال زلفت  
من خواہم داد جاں بہ عشقت  
از دوستی تو ناتوانم  
سہم جان منی و سہم جوانی  
غم ز آں ست کہ در میان جانی  
حسن تو ز آتش جوانی  
بے آں کہ بر آتش نشانی  
شویم ز آب زندگانی  
شہلے دراز و پاسبانی  
ہر چند تو قدر آں نہ دانی  
اے دوست ببراگر توانی

خستہ کہ ببرد زندہ گردد

گردم و ہشش مہینہ ثانی

۱۸۱۱ ع  
اے آں کہ تمام ہم چو ماہی  
مردم نہ اے نقش و زلفت  
گر خط سیاہ خود بینی  
اے زلف تری مرا غم کردہ  
آخر چہ شود گر از لب خویش؟  
یک بوسہ بر اے من بخواہی  
باز لطف چو چہتر پادشاہی  
از دیدہ بروں کشد سیاہی  
بر مشک دہی بہ خوں گواہی  
بر روی تو چوں در آب ماہی

از خستہ رو بگرداں

ز آں رو کہ تمام ہچو ماہی

۱۸۱۲ ع  
اے مردم دیدہ نکوئی  
من بے تو چہ گویم کہ چہ نم؟  
سیب از چہ ترست آب اودا  
شاد آں کہ در دین چشم اوئی  
”بے من تو چلو نہ اسی“ نہ گوئی  
چاو ز رخ تو بر د گوئی

از پسته لب تو تمانه خندید  
 از پسته نه رفت تنگ خولی  
 بر مشک دہی بہ خوں گواہی  
 گر طرہ خویشتن بہوئی  
 گل پیش تو گر بہ باغ دانی  
 خیزد بہ نہراہ تازہ دوی  
 در یاب کہ گوہرے چو اشکم  
 در خاک نہ یابی اہ بجزئی  
 سن پائے ز آب دیدہ شویم  
 تو دست ز خون من نہ شوی  
 با ایں سہمہ از تو چشم بدور  
 دیدہ را نکوئی!

۱۸۱۳  
 بخرام اے سرور داناں کہ باغ رضوان خوش ترکی  
 دلدادگان خوش را می کش کہ از جان بخش ترکی  
 در ہوشماری مہوش سرست و غلطان لکشی  
 چوں موکنی شانہ کشی طرہ پریشاں خوش ترکی  
 جو گانت سر جو از سہمہ سرگرد چوں گواہ سہمہ  
 خوش می بری گواہ سہمہ در لب چو گان خوش ترکی  
 با آن کہ خوش باشا جہن ہاسرہ و نترن و سمن  
 بیاد دیدم در تو من بسیا را اذایشا خوش ترکی  
 ہر چند می بینم ترا تشنہ ترست ایں دل را  
 خواہم بیاشامم ترا از آب حیواں خوش ترکی  
 با اے چہ باشد دل بیس کاں جا کنی من ترکی  
 در چار سوے دل نشیں کہ ہشت لبنا خوش ترکی

دادم بہ دل درد قوی می خواہش منزل قوی

با آن کہ درد خسر وی لیکن ز در ماں خوش ترکی

۱۸۱۴  
 اے قامت چوں شلخ گل ز برگ گل خلد ترکی  
 چوں لالہ ترناز کی چوں سرور در بستاں ترکی  
 گل داشت و قہ تہے تو آمد بہ دعوی سہ تو  
 از آفتاب زد تو شد خشک با چنداں ترکی  
 یا بہ چہ اندام ترست آں کت بہ پیر من دست  
 آب حیات اہ چہ ترست امانہ دارد آں ترکی

لہ دون دو بیت ذیل ز انداست کہ چہ جوانی خوش بود بے تو نہ دانی خوش بود۔ در زندگانی خوش بود حقا کہ تو را

خوش ترکی۔ نقش تو اے شمع چہ گل بیرون دہم ذیں آب و گل : لیکن توئی دو گنج دل دو گنج ویراں خوش ترکی

لہ دون غزل مخدوف است۔



اکھنوں کہ برنامی شہری آدمی دلہامی شہری  
 ہر چندہ انامی شہری از کو دکاں ناداں تری  
 با عہدت اے پیمایاں شکن گفتمی ہم سخن  
 کہ عہد زلف خویشتن بدر عہد و بد پیمای تری  
 یوسف بہ مفدہ قلب اگر ازاں بود اندک نظر  
 گر جاں دہم عالم بہ سر ازو بسے ازاں تری  
 گفت منت آید اگر از چوں توئی من بر کار  
 خوی و دشمنائی از اک ہر روز نافرماں تری  
 گر جاں کند خسرو زیاں با تو چہ در گیر دازاں

۱۸۱۵  
 اے مہ بدیں چاہک روی از آسمان کیستی؟  
 کز بہر جان عاشقان ہر روز نافرماں تری  
 سبیں تری از باد تر در لب ز شیرینی اثر  
 دے گل بدیں نازک تنی از بوستان کیستی؟  
 با دام چہشت پر فتن عذاب لعلت پر شکن  
 با قاتلے چوں نیشکر پستہ دہان کیستی؟  
 با مانہ می گوئی سخن پستہ دہان کیستی؟  
 ترکی : لے یغمانہ اسی می نہایت تنہانہ اسی  
 بارے از آن مانہ اسی آخر از آن کیستی؟  
 نے سر بہ پیمایاں می بری نے پیچ فرامی بری  
 رہ می روی جاں می بری سرور دوان کیستی؟  
 از غم زہ میباک تو شد جان مردم خاک تو  
 اے من سگ فزاک تو مطلق عنان کیستی؟

می نالہ از غم چوں جس خسرو نگولی کا نفس

۱۸۱۶  
 "کاسے مرغ نالان در نفس از گلستان کیستی؟"

در چشم من گر کسی آں خورشید رخسار آملے  
 آخر شب امید صبح پدید آملے  
 تاکے دوم چوں بے خود و کویت از بخت مے  
 یا پایے در سنگ آملے یا سر بہ دیوار آملے  
 گرد و دست بودے یا در من کے خواستے آزارش  
 آسماں گرفتے کار من ہر چند دشوار آملے  
 پشت من از غم گشت خم کز بخت بنہدی ستم  
 ہر گز چنین خارے زخم در جان غم خواہ آملے  
 دے کہ دادم در نہاں کز یا جہتے کس نال  
 ہر مے من گشتے زباں یک یک بہ گفتار آملے  
 تاکے زبیداری مرا باشد دو دیدہ در ہوا  
 اے کاش تیرے از سماں چشم بیدار آملے

خسرو چنان گشت از سخن کاندل ریختن  
از دوست گر گفتی سخن دشمن به گفتار آمد

۱۸۱۷

زیں ساں کہ از ہر سو خود زنجیر ہر دل می کنی  
بیرون میا در آفتاب آزدہ می گردد تن تن  
دلما بری و نخوں کنی اے ظالم آخر رحمتے  
خاک رده خود می کنی آلودہ از خون کساں  
مردن ہم از گیسوے خود بر خلق شکل می کنی  
یاد وے خود بار وے از نسخہ مقابل می کنی  
آں دل کہ خواہی کرد خوں بہر چہ جھل می کنی  
بچوں حق چشم باست این بہر چہ بسمل می کنی  
خسرو کہ در چا و زرخ اندازی و بر نازش

جاد و ست پسں درانگہ در چا و بابل می کنی

۱۸۱۸

اے چہرہ زیبایے تو رشک بتاں آذری  
ہرگز نیاید در نظر نقشے ز رویت خوب تر  
آفاق را گردیدہ ام مہر بتاں و زبیرام  
اے راحت و آدام جاں باقی چوں شریک  
عزم تماشا کردی اسی آہنگ صحرای  
عالم ہمہ بغیمائے تو خلقے ہمہ شیداے تو  
ہر چند و صفت می کنم در حسن از آں زیباتری  
شمسے نہ دامنئے قمر، حورے نہ دامنئے پری  
بسیار خواباں دیدہ ام اما تو چیزے دیگر می  
زیں ساں مرد و دامن کشاں کا رام جانم می بری  
جان و دل ما بردہ ای این ست رسم دلبری  
آں ز گسں رعناے تو آوردہ کیش کا فری  
خسرو غریب ست و گدا افتادہ و زہر شما

باشند کہ از بہر خدا سوے غریباں بنگری

۱۸۱۹

بہر کشا و عالمے بکشا زلف خود خمے  
دلہات و در زلفت اگر شانہ کنی آہستہ تر  
چند از خیالت ہر شبے صبح دروغینم دم  
در ہم شدہ نام ترا می گریم و جانم بلب  
دو بچ بیچ زلف تو پوشیدہ شد چوں عالمے  
ذیرانہ باید ناگہاں خونے چکد از ہر خمے  
اے آفتاب راستی از صادق آخر وے  
یک خندہ تو بس بود شربت براے دہے

با خوش گویم را تو می گویم و دم در کشم  
اشک آیدم کاندہ غمت انبار گرد و مھرے  
غمات آرد پے بہ دل گر بکشد آن سلک غم  
پیوندم از خون جگر بنم غمے را بر نئے  
خسرو گرفتار تو و چوں هست چشمت نا آید  
گرد سرت آزاد کن بے چارہ مرے پر گھرے

۱۸۲۰

جاں بہ ذرات می کنم بوکہ از آن من شوی  
مردہ تنی من میں کوش کز آن من شوی  
شد بہ یقین دیگران ما و تمام روے تو  
چشمہ آفتاب شوگر بہ گمان من شوی  
چند بہ چربی ز باں پیچو چراغ سوزی ام  
سوخته عاقبت گچے ہم بہ زبان من شوی  
گر بہ فغان من ترا در دوسریت بازده  
نیستم آن طمع کہ تو در دستان من شوی  
سیم بگیرم از برت گر بکنی عنایتے  
دام بخوام از لبثت گر تو ضمان من شوی  
برگندہ و دو چشم من کاب و آن ست در گزند  
پیش کہ غرقہ ناگہاں زاب روان من شوی

فتنہ خسرو می بہ رخ پہلے من نشین دے

بوکہ بہ چیزے از بلا فتنہ نشان من شوی

۱۸۲۱

نیست دے کہ ہر نشان فت دیں نہ می شوی  
مہر فزدن نہ می شود تا تو بہ کیں نہ می شوی  
صد ستم و جفاے تو یاد نہ می کنم بزل  
میچ فراموشم بہ دل اے بت چین نہ می شوی  
می نگری در آئینہ من ز قرا می شوم  
گرچہ تو نیز می شوی لیکت جنیں نہ می شوی  
از تو چنین کہ می رسد نور بہ ماہ آسمان  
در عجبم کہ تو چرا ما و ذ میں نہ می شوی  
جان کساں کہ می شود ہر شبے اربہ کین تو  
خود دل تو نہ می شود تا تو بہ کیں نہ می شوی  
جو رو جفانہ بود بس در سکناات نیز شد  
بادے اذآں بتر مشوگر بہ اذایں نہ می شوی  
آخر امید پاسے تو داشت سرم بخاکہ  
گیر کہ از کرشمہ تو بر سر این نہ می شوی  
چوں دل خسرو از غمت گوشہ نشین غم نہ  
دو کہ تو میچ کہ براد گوشہ نشین نہ می شوی

۱۸۲۰ غزل محذوف است ۱۸۲۱ غزل محذوف است

نقصه که داری اے پسر باز چنیں کہ می روی  
باز که را بلا اے جاں آمد و باز گشت خون  
غمره بس ست قتل را تیر و کماں چرمی بر  
گرچه نه می کشی مرا هم نفسی ز پاشن  
می روی اندرون جاں و در به دروغ گویت  
کافیت و فتنه نوی در دل و دین کمی روی؟  
تباہ تو افش نظر مست چنیں کہ می روی؟  
غصه می کشد مرا زین به کمیں کہ می روی؟  
از من خسته جان و دل از تو همیں کہ می روی؟  
سر به شگاف جاں بکن بیک بیس کہ می روی؟

خلق نه داند ایس که هست از پے فتنه فتنه

خسر و اگر نه می نشود بر سر این کہ می روی

۱۸۲۳

می گذری که سینہ را وقف ہو اے خود کنی  
گویت آیں چنیں مرید و زبد چشیم کن حلا  
حیف بود که در دوش پای تو بر زمین سد  
ماهی و آفتاب سال گرم بر آسمان روی  
گفتی اگر نگه کنی در درخ من سزا کنم  
جان تو هست در دلم در سر لطف و مری  
من که بوم که بر دلم داغ جفا اے خود کنی  
لیک تو گشت نشانی کا بر اے خود کنی  
دیدہ به خاک می نهم که تر پائے خود کنی  
آه مرا اگر شبے را منہا اے خود کنی  
آئینه گر کنی نگه هم تو سزا اے خود کنی  
هر چه به جای دل کنی و اں که بجا خود کنی

خسر و از اشتیاق تو سوخته گشت و فتنه

گر نظر اے به مرحمت سو اے گدا خود کنی

۱۸۲۴

دست به گل نه می زنی زان که نگار من تویی  
دو اے زمیں گرا از صبا میر که شکوفه شد  
گر ز قرا می روز دوش من از تو گو بر و  
گرچه سواد آسمان خانه به خانه می رود  
چشم من از نگار خوں نقش تو می کند به درخ  
یو اے سمن نه می کشم زان که بهار من تویی  
من چه گر که کم از آن لاله عذار من تویی  
من به قرا خود خوشم پوش و قرا من تویی  
کے نگر م به سو اے و فتنه سواد من تویی  
دل بنهم به نقش او هر چه نگار من تویی

لہ غزل محذوف است لہ غزل محذوف است - لہ غزل محذوف است -

خسرو خسته بدست کشته تیر غمره شد  
بیچ نہ گھتی اے فلاں کشته زار من توئی

۱۸۲۵

کج کلہا کماں کشتا تنگ قباے کیستی؟  
نیر کلاہ جمد تو بہ کمرت کشیدہ سر  
لایہ گراؤ دلبر عشوہ نماے کیستی؟  
مرکب ناز کردہ زبں دادہ بہ تیغ غمرہ گیس  
بستہ بہ چابکی کمر حیت قباے کیستی؟  
سینہ بندہ جات تو دیدہ بہ زیر پائے تو  
ساختہ آمدہ چنین باز براے کیستی؟  
ماہمہ در ہواے تو تو بہ ہواے کیستی؟  
کاہش من فرودہ اسی مہر فزا کیستی؟  
نیک بلند می پری مرغ ہواے کیستی؟

خسرو خسته راسخن بستہ شد از تو در دہن  
طولی شکریں من لغز نداے کیستی؟

۱۸۲۶

اے نہ نہادہ بیچ کہ تن بہ رضاے چوں منی  
من بہ رضاے خویشتن جا بہ فداے می کنم  
تافتہ چوں ستم گراں دست و فلے چوں منی  
می گذری دے بے خطا راست گرفته بدلم  
نہبت دلت کہ در دہی تن بہ رضا چوں منی  
گر بہ بقاے خود مرا نہبت مراد از رخت  
ناوک غمرہ می زنی چیت خطاے چوں منی  
بہر نجات خویشتن دست چہ درد عازم؟  
تو بہ مراد خود دیزی ہم بہ بقاے چوں منی  
عشق بہر داند سرم گوہر عقل لاجرم  
چوں بہ فلک نہ می رسد دست دعا چوں منی  
بس کہ چو مرغ کندہ بدخستہ خار محنتم  
چرخ بہ رشتہ ادب کرد سنزائے چوں منی  
چوں بہ سمہ جہاں مرا نیست بہ جا تو کسے  
نہبت دلت کہ در دہی تن بہ رضا چوں منی  
مرحمت از کنی بسزد خاصہ بہ جا چوں منی

خسرو بے دل توام بلبل باغ آرزو  
عشق بہ پردہ جفا بستہ نوائے چوں منی

۱۸۲۷ سر و دستن بزم کجا تابش در آرمے؟  
 سر و نہ دیدہ ام بہر لیک بہ سرو قاتش  
 بہت دو دیدم بہرہ در بہ یکہ در آمد  
 از قدہ خود کماں کنم در رخ خویش جام زد  
 دست مراد بکین مے در کمرش در آرمے  
 سحر زبان خود دہم تا بہ ہش در آرمے  
 بر کنش از آں یکہ در گذرش در آرمے  
 تا بہ طریق خاصیت در نظرش در آرمے  
 خسروم وہ بہ جائے زہام جہانما کشم  
 عادت مورد را شبے در نظرش در آرمے

۱۸۲۸ گر بہ کند زلف تو من نہ چنیں اسیر مے  
 بہت یقین جو مردنم از غم دوریش کش  
 بودم اسیر کا فراں وقتے کو دور فراق تو  
 بند دہند گرتباں چشم بہ بند جان من  
 ترک سخن بگو کہ شد ملک جہاں از ان من  
 کہ بہ کند ابروین خستہ بہ زخم تیرے  
 بادے اگر بمیرے در قدم تو میرے  
 در موسم کہ امں زمان کاش ہمال سیرے  
 باز کشید تا گر بند کسے پذیرے  
 آہ کہ تنگ در برت یک شب اگر بگیرے  
 طعنہ زنی کہ خسرو دا ملک جہاں ستانے

۱۸۲۹ اے ز غبار خنک تو یافتہ دیدہ روشنی  
 وہ کہ ز شوخ چوں توی دو در آمد از دم  
 بہر خداے دست را پیش از اسیر کش  
 مے بخور وہ دامنم پاک بکن دہا دل  
 دعویٰ مہر وال گے بر دل خستہ رخنہ ہا  
 در گذر براق تو خاک شد استخوان من  
 اے کہ سواد می روشی ترکش ناز بر کمر  
 چند بہ شوخی و خوشی کرد ہلاک من تنی؟  
 خوب نہ بد تو آفت و بہت نہ ای تو دشمنی  
 زان کہ زیاں بری تو از بریش خون چو منی  
 تانہ کنم از این سپس دعویٰ پاک دامنہ  
 ریش من ست آخر این چند نمک فرا کنی؟  
 منتظر عنایتیم گر نظرے در انگلی  
 زیں چہ کہ غمزہ می زنی تیر حرا نہ می زنی؟

دل کہ لبوخت و رخت طعنه چہ می زنی دگر؛ شیشہ نازک مرا سنگ مزنی کہ بشکنی  
 کبر تو از چہ می کشم زان کہ لطیف و دل کشی خوب نیاید اے پسر از چہ توئی فرد تنی  
 خسرو خستہ پیش از این داشت رخت پسر

۱۸۳۰ لہ چوں بہ ریاضت غمت جملہ بہرہ تو سنی و  
 رخ خوبت بہ چہ ماند بہ گلستاں و بہاری چشم مست تو بیاں ز گس رعنای خماری  
 تیغ بگذارد کہ بارے حق عشقت بگذارد گرنہ آنے تو کہ ہما حق صحبت بگذاردی  
 شاہ و نام بہ غمت گر چہ دل سوختہ خوش شد شاہ با دہل تو گر چہ ز ما یاد نیاری  
 صید آن چشم شام گر کشم نیست ملامت گر بگویند ز ترکاں دیت خون شکاری  
 اے خیال رخ آں یار جدا مانده دیر اے چو مہماں نہ رسد خانہ بہ صورت چہ نگاری  
 اے کہ بے فایدہ پندرم ہی آں نہ دنیای گر بینش تو ہم گوش بہ آں پند نہ داری  
 آہکنہ ست دل نازک بے طاقت خسرو  
 شکند وہ کہ چنیں گرتو ز دستش بگذاردی

۱۸۳۱ لہ خواستم ز آبروی گفت بیہودہ مگوے  
 بر سر خاک شہید عشق حاجت خواستم عاشقاں را از آب چشم خویش باشد آبرو  
 آہ چشم شست خون و خون چشم گشت آب گفت معام دلبر ما گوئے حاجت مگوے  
 دی بہ باز اے گذشتی خواست ہو آن بند گویا بندگ این خواناں دست از من بتر  
 جان من گم گشت و می جویم نہ می یابم نشان جان و دل کردند خلق گم در آں فریاد ہو  
 چوں تو در جان منی باہے چنیں خود را ہو

در خرابی ہاے ہجر اں گرتو در خسرو دہی

در بیاباں کے رو د بہر رخصاے تشنہ جو؟

۱۸۳۲ لہ باز میں ابر بہاری از کجا آید ہی؟ کز براے جان مسکیناں بلا آید ہی

لہ دن و شب ذیل زانکہ است ہی روی در وہی گرد و چاکہ دست ہم بیاں گونہ گرد و رنگ یاد بہاری۔ بیہودہ ست ایں کہ بر کوئے  
 تو باران و چشم۔ کرد فاختہ نہ یابم کہ تو ایں غم بکاری لہ دن غزل محذوف است لہ دن غزل محذوف است۔

من نہ خواہم زسیت این بومی شناسم کز کجاست  
خون من در گردش بر من چه ہا آید سہمی ؟  
رو بگرداں اے صبا بر من سخنشنائے و سبیا  
کز تو بویے آں زگار آشنای آید سہمی  
بوے گل کہ کہ می آید ز من جانی رود  
زاں کہ من می دانم و من کز کجا آید سہمی  
یا حاضر من نہ می دانم ز بہوشی خویش  
کوست این یامی رسد یافت یا آید سہمی ؟  
صبر فرما بند و من بے خود کہ در عشق  
دل گرفت اچھاے خود کم تر بہ جا آید سہمی  
خلق گوید خستہ داغ کشت از خود یاد کن

چنبیہ اندیشہ یاد خود کہ را آید سہمی ؟

۱۸۳۳

سبزہ نوخیزست و باران در فشاں یابھی  
میل دل بر سبزہ و آب رواں آید سہمی  
اند گوہر بار پنداری کہ از دریا کنار  
بار مراد آید بستہ کارواں آید سہمی  
جائے آں باشد کہ دل چوں گل ز شادابی  
کز صہا امر و زبویے آں جواں آید سہمی  
می رود آں نازنین گیسو کشاں از ہر طرف  
صد ہزاراں دل بہ دنبالش کشاں یابھی  
جان من گر زندہ ماند جا و دال بنو عجیب  
کاب جیواں از لبست در جوے جا آید سہمی  
وہ کہ ہر شب با چہاں فریاد کا ندہ کوکت  
خواب در حقیقت نہ دانم ہر چہ ساں آید سہمی ؟

باد ہر دم تازہ تر گلزار حسنت گر چہ زو

سہر خستہ روچو بلبل در فغاں آید سہمی

۱۸۳۴

پیش از این من با جواناں آشنائی کردے  
کاش کز زبناں ہم از اول جدائی کردے  
از دل گم گشتہ اکبوز گوش نتوانم نہاد  
زاں کہ اول وصف خوبان ختائی کردے  
زبں دل دوزخ اگر فروختہ شمع مراد  
وقتے آخر شام غم را روشتائی کردے  
یک سخن شیریں نہ دارم یاد از آں کہ آں  
بر چراغتہاے جانی بمو میاں کی کردے  
تو بہ داد این چشم شاہد باز و این شاہد مرا  
زاں چہ من وقتے حدیث پار سائی کردے



اے خوش آں شہما کہ از بہر گدائی بردت  
بر سر کوے تو بدر ہاگدائی کر دے  
خلعت تیغت زخوباں لبستی اندر دغم  
تایمان عاشقانت خود نمائی کر دے  
از پئے تو دوست می دارم غمت را از من  
با چہاں بیگانہ ای کے آشنا کر دے؟  
زاغ نالان ست خسرو بے رخت و زخاستی

۱۸۳۵ لہ گر گلے بودے ز تو بلبل نوائی کر دے

پیش از ایں من کاش کہ عشقت نہ می زدیکے  
تا بہ گوش خود جفا از دیگران نشیدے  
ایں ہمہ رسوائی از عشقت نہ رفتے بر سرم  
دو ز ازل چشم اگر از دیدت پوشیدے  
کاش من حجام بودم تا یوقت سرتراش  
ہر صدقہ داسا گرد سرت گردیدے  
یا کہ آپوے تنکاسی بودے کہ بہر قتل  
در تر پائے سمندت غرق خو غلطیدے  
پایا دہ بودے بر نطع شطرنج کوتا  
در میان پیل مات آخر رخ تو دیدے  
یا کہ در پیش سگان کوے خود بارم درسی  
تا بایاں سربہ سر ز آستان خجیدے  
ایں ہمہ دولت نصیب دشمنانے کاشکے  
من بہ دشنامی ہم آخو ز اں میاں ارزیدے  
غیر ہجوری و محرمی نصیبم چوں نہ شد  
گر بدافستے من ایں کے عشقی می در دیدے

خاک پایم گفتہ امی خسرو بہوسی عاقبت

دولتے بودے اگر پائے سگت بوسیدے

۱۸۳۶ لہ باز بہر جان مارا ناز در سرمی کنی  
دیدہ بینندہ را ہر دم بہ خوں ترمی کنی  
گرچہ بویم می کنی بہر عدم ہم دولت میت  
زاں کہ رہ دورست و بار من سبک ترمی کنی  
آفتابی تولے ز اں جا کہ روز چوں منے  
کے سر اندر خانہ تار یک من درمی کنی؟  
گفتی از دل دور کن جاں را وہم با من بباؤ  
شرم بادت خویش را با جاں برابر می کنی  
می کنی آں خندہ اے تاریش من بہتر شود  
باز خندہ می زنی و آزاد دیکڑ می کنی

اے بتِ بدکیش چشمِ نامسلمان را پشوش  
وہ مسلمان چہ اتاراج کا فرمی کنی؟  
سہرِ زماں گوئی کہ محالِ خوشنیش میں من بگئے

۱۸۲۷  
اے پردی دیش ہر چہ رسمِ مردمی کم می کنی  
میں کنی دیوانہ و دیوانہ تر ہم می کنی  
لعن تو از پر دل صد قلبِ خوباں را نکست  
بس کہ تو بر تو دلش در زید ہر خم می کنی  
بر دستِ جاں می کنم مزدِ زدمیت کی نظر  
شاہِ خوبانی چہ از مزدِ گداز کم می کنی؟  
خاست طوفانے ہم از خاکِ شہیدانِ است  
دہ چگونہ خسید آن خون ہا کہ ہر دم می کنی؟  
شتگانست را بہ آبِ دیدہ می شویند خلق  
اے عفاک اللہ تو بارے دیدہ را نرم می کنی  
نعلہ ہائے خود و دلا دشمنِ مکن ہر جا از یک  
تازہ داغے بر دلِ یارانِ محرم می کنی  
در دُخسر و را زیادت می کنی اے پندگو

۱۸۳۸  
ہر زمانے از کرمشہ خوشنیش مینی کنی  
تو حسابِ خوشنیش می دانی کہ مرسم می کنی  
عمودتِ چیں نایدت از پیچِ دوسے نظر  
چند کا فرکیش باشی چند بے دینی کنی  
بینہ کو تا بہ مینی و بوسی لعلِ خوشنیش  
با چیاں و گر نظر در صورتِ چینی کنی  
ربہ ادے ز ہر گاردن کنی دندانِ سفید  
دزدانِ خوشنیش ہر دم شکرِ چینی کنی  
میکنہ مینی بولیں گوئی کہ من خود بینِ ام  
بر شرفِ جاے مہتِ گوئی کہ پر دینی کنی  
ذی اندر گیسوے مشکین من مسکینِ شہیدی  
چوں مبینی آئینہ ناچار خود مبینی کنی  
گر ہاں سودا بہ مینی بر کہ مسکین کنی؟

مستِ حسنی و زخوے بد توئی نقلِ ترس

جانِ خسرو بہت اگر رغبت بہ شیرینی کنی

۱۸۳۹  
پتھرِ غبریش کن از گیسو کہ سلطانِ منی  
ترکِ شکر کش کن از مرزا گاہ کہ خاقانِ منی

زلفت بالا کن به بند آں روزن خورشید را  
جان من گم گشت پیشیت نیست آں جاوگ  
از لطافت جوهرت را من نه می دانم کجاست  
در دلم باشی و هرگز سایه بر من نفلکنی  
دوش دل بردی و می خواهی که مشبای کنی  
کافرت کردند خلقی بس که ناحق کشتنم  
چوں تو مہمانی و آں که خانه خسرو عنت

۱۸۴۰ یاد باین خواب ست اے یوسف به زندانی  
گر تو سیمیں سرور اشکل سلفرازی دہی  
بہر مردن گفتم اینک ساخته تاکے ہنوز  
آب چشم من کہ کش غماز حال من بہ نحوں  
بت پرستی دلم بسیار شد وقت ست اگر  
داد این سر ہم بدہ کہ زہر پایت دور ماند  
یاد در دل خسرو و جانم آخر شاید آنک

۱۸۴۱ یاد شاد ابا گداے خانہ انبازی دہی  
جان شیریں منی اے از لطافت چوں پری  
گوئی آب حیاں برگ نیلوفر مید  
خواستم جو رت بگویم خون دل بر لب لب  
کافرا تا چند تو خون مسلماناں خوردی؟  
دل ز من دیدی و کردی نہاں در دہریم  
گر پری جان ست تو از جانشیریں خوش تری  
آں تن نازک بہ زیر فوطہ نیلوفر  
لیک رخ را چوں کنم دارد زبان زرگری  
بار دیگر مسلمانان بدیں سو بنگر سی  
بس ہی خواہی بہ خندہ جان من بیرونی

چوں بدیدار چشم غلظت گزیدم پشت دست  
چشمه های من چو دریا گشت و لبها خشک ماند  
کعتین آں جادو چشم آں جاعجب باز نگری  
چوں تو سلطان را چنین بر ملک خشکی و تری  
سوز عاشق لطف معشوق ست بر زاده نیست  
منتش آں که دادش دولت خاکستری  
می کنی شوخی که خسره جامه با چندین مدار

خویشتر را گو که چندین پرده دل می دریا

۱۸۴۲  
چه شدت که از کشمه نظر به مانه کردی  
چو گویا به خاک سودم سر خود به زیر پایت  
سخن بروں نه دادی شکر عطا نه کردی  
تو چو باد بر نه گشتی مدد گویا نه کردی  
به دلم چه خانه سازی که نه از خانه دارد  
از هزار تیر مرگاں چوں یک خطا نه کردی  
ز طواف کعبه خود چه دوانی ام به کعبه ؟  
ز هزار حاجت من چو یک مددانه کردی  
سمه عمر عده کردی طمع و فانه کردم  
که چه عمر به وفائی سزداد و فانه کردی  
تو ز حال من چه دانی که به خوں چگانه غم ؟  
چو در این محیط باموں گم آشنانه کردی  
بکن اے دو دیده گر چه سرمه می نه داری

۱۸۴۳  
نظر اگر چه دوری شب دور و در حضوری  
منم و شب و گشته چو سرگاں به گرد کویت  
نظر وصال مشربم و د که بس ختم ز دوری  
که عظیم دور ماندم ز ولایت صبور می  
چو به اختیار خاطر غم عشق بر گزیدم  
من اگر ملامت گزدم تو چه انتفات داری ؟  
نه خیال بر دو چشم نه یک سزا منت  
چمن آں چنین نه خند و تو مگر بهشت و باغ  
گذرے اگر توانی به بهار عاشقان کن  
که ز اشک من به صحر اسمه لاله است و بودی  
غ

بہ شب فراق خسرو چو چراغ سوخت آخر

شبش ارچہ تیرہ زشت پچراغ از تو نوری

۱۸۴۴ ط

ہمہ شب فرو نیاید بہ دلم کرشمہ سازے  
بہ نمازش ارچہ ببنیم چپ و راست پیش گل  
ز شب ست این کہ دارم غم و نالہ و دادے  
دو سلام چارہ گویم چو ادا کنم نمازے  
کہ میان شہبہ اراں چو تو نیست شاہی باز  
مہ من تمام گرداں ہوسم بدیں نیازے  
ہمہ شب چو شمع باشم بہ چنیں خیال بختن  
کہ طفیل شمع پیشیت بودم شب گدازے  
چو نہ دارم این سعادت کہ بگرہ پات شوم  
ز پے رو تو شستن من و گرہ و نیازے  
ہمہ خوں ست اشک خسرو سراں بود ضرر

پیر بکتلیں ارچہ بہ دل بود ایازے

۱۸۴۵ ط

بسم از جمال ساقی ز شراب ارغوانی  
منم و شبے و گنجے چوں سرگاں بہ گرد کویت  
کہ یہ یار تشنہ ام من نہ بآب زندگانی  
نہ برم ہوس سپاہے کہ خوشتم بہ پاسانی  
من و صد ہزار چوں من بہ فدا آں جوانی  
بہ عنایتے کہ داری بہ نوازشے کہ دانی  
ز فراق کشتہ امی و بہ زبان و جان نواہ

کہ اگر از شرح شوق دل سنگ خوں نمکاید

ز حدیث عشق باشد سختے برو زبانی

۱۸۴۶ ط

فغصے کہ باز نگارے گذر و بہ شادمانی  
ز طرب مباحش خالی مے و رود و خوان و باقی  
مفروش لذتش را بہ حیات جاد وانی  
کہ غنیمت ست و دولت و دسر و روز زندگانی  
کہ گذشت عمر و باقی نہ بود جہاں فانی  
چو بہ شہر مے پرستان نہ رسا رہی چہ دانی  
مکن اے امام مسجد من زند را ملامت

کہ در غزل محذوف است ب در غزل محذوف است ب در غزل محذوف است۔

چشوی بہ زہ غرہ کہ ز دیرے پرستان بہ خدا رسد بتواں بہ تضرع نہانی  
تو ز دیر خرقہ پوشاں من دیر دوزخا

۱۸۴۷ بہ تو حال مانہ ماند تو بہ حال مانہ مانی و  
پسراؤ نازینا بہ کرشمہ گاہ گاہے اگر اتفاقت افتد بہ فتاد گاہ نگاہے  
ز غمت کجا گریزم کہ جہاں گرفت حنت؟ ز تو ہم بہ تست یارا اگر م بود پناہے  
شرف ملال پریش بہ دو بوسہ جانودہ کہ گراں امید باشد بر سیم چند گاہے  
بر امید با تو مارا چون رفت پیش کارے پس از این چو نامراداں من و گونہ آہے  
چہ خیال بودا شب کہ خیال بر سر آمد ہر مبد صبح لیکن چو بہ سر رسد ماہے  
بہیکے ز ہم نشیناں سخن تو دوش گفتم کہ تو دیدہ اسی فلال را بہ سرست کج کلاہے  
بہ جواب گفت خسر تو کجا رسی بہ وصفش

۱۸۴۸ نظرے زد دہمی کن بہ جمال یادشاہے ب

بہ فراغ دل زمانے نظرے بہ ماہ روے بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ عمر ہاڑوے  
نہ ز دست ناچاناں بہ چمن شدم ولیکن ہوس جمال جاناں نہ رو دہ رنگ دیوے  
نفسم بہ آخر آمد نظرم نہ دید سیرش بہ جز این نہ ماند مارا ہوسے و جستجوے  
بہر یاد ناتواں را بہ طبیب آدمی کش کہ چہ مردن ست بارے بہ نظارہ چو اوے  
چہ خوش ست مست مارا بکہ شمع لب چو گاہ کہ بہ خاک در نہ غلتد سر ماہ سان گوئے  
بہ خدا کہ رشک آید بہ د چشم روشن خود کہ نظر دریغ باشد بہ چناں لطیف روے  
دل بین کہ شد نہ دانم چہ شد آن غریب را کہ گذشت عمر و نامد خورش نہ بیچ سوے  
سخن سرکان شب روز نہ زند مگر کسے را کہ شبیش بودہ باشد گذرے بہ گرد کوئے

۱۸۴۹ این غزل بہ حافظ شیرازی ہم منسوب است ولے اغلب این کہ از خسر دست مہ درون بیت محذوف  
است مہ درون بیت محذوف است۔

لکن اے صبا مشوش سر زلف آں پریش

کہ نہراہ جانِ خسرو بہ فداے تار مویں

۱۸۴۹ ط

خندہ اے کن شکرستانِ دہن باز کشا انگلیں ز اں لب چوں بگ سمن باز کشا

نقل شایانہ تو پستہ و عذاب سزد مردمی کن قدرے گنج دہن باز کشا

بازرگاہ نہ رسد خردہ سخن می گوئی خردہ گیری بہ میاں نیست سخن باز کشا

جد تو تنگ بہ کار دل پستہ سجد است پنچہ اے چند ز جد چو شکن باز کشا

ہست کوتاہ شب وصل دراز نشینش

زال سر زلف سببیم شکن باز کشا

۱۸۵۰ ط

عالم آشوب ترا از طرہ طرار خودای فتنہ انگیز ترا ز غزہ خوں خواہ خودای

پایے افشردہ دُزا نو زدہ ای در گاہ دامت خوں بگرفتہ ست و تو در کار خودای

آیت حسنی پیچیدہ بہ طو مار و د زلف پیچ بر پیچ زینرنگ بہ طو مار خودای

گر گرفتار تو ام نیست گرفتے بر من کہ تو نیز از دہن زلف گرفتار خودای

صبر من طرہ طرار تو گم باز دہد یا شریکِ عمل طرہ طرار خودای

دوش بوسے ز دم و لبست آزرده شکر باز کن لب نہ اگر بر سر آزار خودای

وام بردی دلِ خسرو بہ گواہی و چشم

اینک اینک خط تو گر نہ بہ اقرار خودای

۱۸۵۱ ط

من ترا دارم و جز لطف تو ام نیست کسی در جهانم نہ بود غیر تو فریاد سے

نفسے بے تو نیام زدن اے جاں گرچہ نہ کسی یاد من خستہ بہ عمرے نفسے

ہر کسے راست ہواے و خیالے در سر من بہ جز فکر و خیال تو نہ و ادم ہوسے

غرہ در بحر غم عشق و در خون جگر می رود بے رخت از چشم چشم اے

لہ دن غزل محذوف است لہ دن غزل محذوف است لہ دن غزل محذوف است۔

بیش از اینم چو گس از شکر خوش مراں      کہ تفادوت نہ کند در شکرستان گلے  
 بر من دل شدہ ہر چند گزیدی دگرے      بہ وصال کہ بہ جا تو مرا نیست کسے  
 بلبل جان من از شوقِ گلستانِ رخت      تا بہ کہ صبر کند نعرہ زناں در نفسے؟

طالب وصل شوائے خسر و خواباں خستہ

۱۸۵۲ طے نہ من دل شدہ ام بس کہ چو من نیست بسے  
 در سرافتادہ ز عشق تو ام اے جاہوے      باسگ کہے تو گفتم کہ "ہمہ آرم نفسے"  
 بردرت حلقہ چو زنجیر دم بہر در آے      نالہ ہا کردم و فریاد بہ شکل حمہ سے  
 نہ شدی ملقتِ حال من اے عمر عزیز      ہر گز این خواہی دزادی نہ کشیدت کسے  
 حلقہ زلفِ سمن سائے تو در دورِ قمر      فتنہ پیدا کند و غارت و آشوب بسے  
 سر بہ سر باسگ کوے تو نہادہ خستہ

۱۸۵۳ چوں بہ پابوس تو اے جاں نہ تاشنِ ستر

مے بہ جام ارچہ ز خونِ من مسکین داری      ہوش بادت کہ شکر خندہ شیریں داری  
 دو حیات ست ز یک خندہ تو عاشقِ ما      زان کہ در حقہ ایک خندہ دو پردہ داری  
 نگر می در من و چوں من نگرم بر شکنی      این چہ فتنہ ست کہ بہر من مسکین داری؟  
 خار و درِ بستر تنہا ئیم افگندہ فراق      زان چہ سودم کہ تو تن بر گلِ نستر داری؟

ہمہ را از ندہ کنی و بکشی خستہ و را

جان من این چہ طریق ست بچہ آئین داری؟

۱۸۵۴ طے بچم از خواب در آمد چو تو با من خفتی      نہ در آغوش کہ در دیدہ روشن خفتی

لے دن غزل محذوف است طے دن و در سمیت ذیل زائد اندہ زان لب سادہ گم پوسہ بخش کم از کم  
 نظرے جانب این گریہ و نگین داری۔ پیش صوفی گزرد گریہ خویش فرمائے۔ ماہِ نوح دست نشویدہ رشتہ از دیدہ راک

طے دن غزل محذوف است —



ہر مے گردی و در دیدہ ناخفتہ دوست      دوستانہ ز پے کوری دشمن خفتی  
 یاد داری کہ شبے ہر دو بہ بستاں بودیم      من بہ خاد و خص و تو در گل و گلشن خفتی  
 ایں چہ عید است کہ خسرو ز تو قدر داریت  
 کہ تو با او ہمہ شب دست بہ گردن خفتی

۱۸۵۵ طے  
 گز تو بخ من مسکین گئی بشناسی      جو از حد نہ بری حد جفا بشناسی  
 من جز از تو نہ شناسم بہ حق خدمت تو      تو نہ آنی کہ حق خدمت ما بشناسی  
 تو کہ از بکر و بنی می نہ شناسی خود را      من مسکین گداز از کجا بشناسی؟  
 ز فراقت ز ضعیفی سمہ خلقم بشناخت      در تو بینی نہ ہمانا کہ مرا بشناسی  
 بستہ اموے تو ام در بہ تسم در نگری      مہوے و رموے کنی فرق و مرا بشناسی  
 بردہ امی صد دل و ز ہنار کہ نیکو داری      کہ دلم داں ہمہ د لہا صنما بشناسی  
 از دروں سوختگی دار و از بیرون داغ      ایں نشان بہر ہمان ست کہ تا بشناسی  
 چوں در دن جگرم جاے گرفتگی ز ہنار

۱۸۵۶ طے  
 چوں بر بزمی مکے از لب و جا بشناسی

نوبہار است و گل و موسم عید اے ساقی      بادہ نوش و گذر از وعدہ و عید اے ساقی  
 روز محشر نہ بود هیچ حسابس بہ یقین      ہر کہ در کوے مغاں گشت شہید اے ساقی  
 گشت پیما نہ چو تسبیح ارواں در کف شیخ      تا ز لعل تو یکے جو عہ کشید اے ساقی  
 حاصل از عمر نہ دارہ بہ جز از حسرت و درد      ہر کہ عید است زمینجانہ بہ عید اے ساقی  
 آں کہ در کوے محبت قدم از صدق نہاد      و گراویند از بیاں نشید اے ساقی  
 بار ہا کردہ بدم تو بہ ز مے باز مرا      چشم مست تو بہ میخانہ کشید اے ساقی  
 ز اہد از شرم تو دایم سر انگشت گزد      جو در میکدہ جاے مگر دید اے ساقی

لہ دون غزل مخدوف است لہ دون غزل مخدوف است -

باز آئے شہر و خراماں ز کجای آئی      کہ برائے دل دیوانہ مامی آئی  
 می کشد سحر و درو آمدنت می طلبم      نیست فرمان تو جانا بہ کجای آئی؟  
 گز جامی روی از خویش نہ باشد عجیب      عجب ایی ست کہ چون باز بہ جامی آئی  
 اے خوش آل کشته کہ شد در نہ شمشیر و بہت      گرد آں دم تو بہ نظارہ مامی آئی  
 سوزت اے عشق ہمہ خرم جا ہا سوزد      شرم ناید کہ بر این برگ گجای آئی  
 زندگانیت ہی سازد و آنم خسرو  
 آخر این کوئے فلاں ست کہ نامی آئی

۱۸۵۸ ع      آں نہ روئے ست کہ ماہے ست بان یبا  
 مگر سر زلف سیہ باز کشائی چہ عجب      داں نہ بالاست بلائے ست بدار و عنای  
 ہم بدار بام چو مہتاب طوفانی می کن      کہ شود مشک نتار از غم تو شیر آئی  
 چند از دور حبیبیابہ سوی من نگر می؟      آفتا لی تو چہ ابر سر دیوار آئی  
 بخت یاری دہم کہ تو بہ من یار شہوی      چند ہر ساعتے از خویش تنم بر بائی؟  
 بکشم سر زلف تو و خسرو دانند      دولتم رو بنماید چو تو رو کبنمائی

۱۸۵۹ ع      آں کہ من می کشم امروز بدین تنہائی  
 چو منے را مدہ از دست کہ کم تر یابی      نہ چو من یابی ہر یار کہ دیگر یابی  
 قد بر من می نہ شناسی کہ چہ سالم بہ وفا      باش تا صحبت یاران دگر دریابی  
 میر خوبان ولایت شدی از مامی پرس      کایں ولایت نہ ہمہ عمر مقرر یابی  
 قاب و قوسین خدایت کمان ابرو      نہ کمانے کہ بہ دگاہی کمان گریابی

نیکوئی دارمی اندر حق خسرو کن صرف  
 کہ بے خوبی از این دولت بے مریابی

جان من لبے من در ماندہ تنہا چو نی؟  
 بندگاں دانہ ز سدا پر سش مخدوم ولے  
 ۱۷ منت بندہ بگو ہر خدا تبا چو نی؟  
 بیج می دانی کا خر غم تنہائی چسیت؟  
 بیج می پر می کا غم زدہ تنہا چو نی؟  
 بہر تسکین غریبے چہ کمات خواہد شد؟  
 گریگوئی کچہ حال ست ترا یا چو نی؟  
 بے من سوختہ ہر شب کہ حراست بادا  
 باگل و نقل تر و جام مصفا چو نی؟  
 خسر و از دست تو خود خون دلش می نوشد

۱۸۶۱  
 بے تو اے بے توبہ جاں آمدہ جانم چو نی؟  
 کرپے کا ہش من روز بروز افزونی  
 پیش از این گچہ بجاہات بسے بود ولے  
 نہ چنبس بود از اس بیشترے کا کنونی  
 جاں ہی خواستی از من کہ بہ انشول ببری  
 جان من رفت و تو ہم بر سر آں افونی  
 چند گوئی کہ چہ حال ست دل تنگ ترا؟  
 آں چنان ست کہ تو از دل من سیرونی  
 حال خو نامہ خسر و دل خسر و داند

۱۸۶۲  
 دلما بہ غمزہ دزدی چوں خندہ بر کشائی  
 تو چہ دانی کہ نہ در آب نہ اندر خونی؟  
 دل ما بری و گوئی من دلہری نہ دانم  
 جاں ما بچشوہ سوزی چوں زلف را نمائی  
 ہستم قنادرہ در غم برخاستہ ز ہستی  
 بارے ز زلف بستاں تو نیکو دل رہائی  
 گرد و دل غم غم خولہ از براے جاناں  
 بیج الفت کہ گدرد دیدن من آئی؟  
 نخوں شد ز گریہ دیدہ لبشائ زلف گردے  
 زیہ کہ می بر آید حال من از جدائی  
 تا دیدہ سرمہ سازد از بہر روشنائی  
 چندیں بگو کہ خسر و با من چہ کار دارد؟  
 آخر تو روز عید می، من بندہ رہتائی

۱۹ درن غزل محذوف است۔ دین غزل محذوف است۔  
 غزل محذوف است۔

۱۸۶۳ اے بے غم از دل من بسیار شد جلالی  
 شادی بہ دوست ادبہ بر ہم گنناں بیانی  
 داند چگونہ باشد شبہاے در دمن راں  
 آں کس کہ خفتہ یک روز بر کبستر جدائی  
 شبہاے عاشقاں را شمع مراد نبود  
 اسوائے شہر و کو را چہ جائے یا اسرائی  
 خورشید آسماں را بچوں گم تو اں رسیدن  
 بر جائے قص مسکین اے ذرہ ہوائی  
 در حسرت جمالت جانم بہ لب رسیدہ  
 اے دستگیر جاں ہا آخر بگو کجائی؟  
 اں من نیم کہ باشد در ملک وصل خستہ

۱۸۶۴ بسیار باشد اے جاں از بچوں من غینے  
 نازے کہ می کشم من از چوں تو نازینے  
 تا دست و پانہادی در حسن کس نہ دیدم  
 پاسے بہ دامن اندر دستے در آستینے  
 گرد و جہاں بگردی از جور خود نہ یابی  
 بے آب دیدہ خاکے بے خون دل زمینے  
 از شب روان کویت ہر گوشہ اے دا ہے  
 در سہند وان چہمت ہر غمرہ در کینے  
 شمشیرے از خیالت بر ماسک و جانے  
 ز نامے از دوز لغت از ماوے و دینے  
 پوشیدہ ایم بر دل مشکین ذرہ ز زلفت  
 کر گوشہ ہاے حیثیت ترکے ست در کینے

ز بنور وار بستی در خون من میاں را

زاں لعل دل نوازم نادادہ انگبینے

۱۸۶۵ آں چہم شوخ را میں ہر غمرہ اے بلا  
 واں لعل ناب بنگر ہر خندہ اے بھلا  
 ہر ابرو کے ز رویت محراب بت پرستے  
 ہر تارہ موز ز لغت ز نامہ پارہ سہاے  
 گویند چہیت حالت آں دم کہ پیشیت آید؟  
 چوں باشد آں کہ ناگہ پیش آیدش بلاے  
 ایں غم کہ ہست دائم ہر دم ز تو بریں دل  
 می کش کہ ظالمے را خوش می کنی سزلے

لہ درن بیت ذیل ز نامہ است کہ گفتی ز بان کہم از مجھ سیاست و دل سخن جہاں آتش بان ہا بالکھون و رویت ذیل ز نامہ است کہ شہر نہ  
 عشقت دان کہ کس نہ اندازدے چوں جزو جہاں من غینے نہ نہاست ہند و خستہ کو باقی نشیندہ روزے نشست آخر با چوں تو ہم نشینے۔

سوداے زلف آں بت امشب بکشت مارا  
من خود ز محنت خود بردم بجان دگر تو  
آہ اے شب سیر و پایانت نیست جلاے  
وہ کز کجا فتادے بر جان مبتلاے؟

سلطان من توانی مہاں خسر و آئی

بیداری است امشب در خانہ گداے

۱۸۶۶ طے  
اے کہ تا راج دل ددیں می دہی  
ماہ از دوسے تو می یا باد شرف  
فتنہ را باز بچہ آئیں می دہی  
کشت بہ یک خنہ دو پردیں می دہی  
می دہی دل بوکہ جاں خواہد ستد  
بارے آں مستاں اگر ایں می دہی  
نہ ہم چنداں کہ خواہم بوسہ اے  
بارک اللہ عشوہ چندیں می دہی  
چند گوئی لب بہ دندانت گزم  
درد بان مردہ یاسیں می دہی  
خوں ز رویت ریخت آ بے بر لبست  
زاں کہ شربت نیک شیریں می دہی

عل تو در خون خسر و لبستہ شد

۱۸۶۷ طے  
سرمہ اندر چشم خود ہیں می کنی  
اذاستم چندیں کہ کہ دی کس نہ کرد  
شنانہ اندر زلف پر چین می کنی  
بس کن از بہر کہ چندیں می کنی  
”در غم بہماے من“ گوئی ”بمیر“  
مرگ ما بر بندہ شیریں می کنی  
بگذری از مہر و گوئی ”کایں کنم“  
مہر می باید ترا کیں می کنی

تا بود ما بخیاالت و ز شرف

۱۸۶۸ طے  
آن کہ جاں گویند خلقے آں تو کی  
شہر دل ویراں شد از بیداد تو  
چشم خسر و پردیں می کنی  
زاں کہ شیریں تر بود از جاں تو کی  
در چہ ویراں تر شود سلطان تو کی

در بلائے فتنہ نتوان زیستن      دیر ز می گر چه یک زایش توئی  
از گراں جانی من جانا مرنج      چون درون جان من پنهان توئی  
در دُخسر دهر زماں افزون است  
از که بگیرم عیب چوں در ماں توئی؟

۱۸۶۹  
هر شبم کاسم به عالم دم زدے      آتش اندر خرمن عالم زدے  
سوخت جانم را غم و غم سوختے      ذره اے سوز من را بر غم زدے  
گردم را دست بودے بر فلک      دیدہ سقفش که چوں بر هم زدے  
زین زباں دانی اگر جم بودے      آسماں با ابوسه بر خاتم زدے  
در تن خاک کے و سلطانی بادے

۱۸۷۰  
اے زرد ویت چشم جاں را نوشی      زلف مشکن تا دلم را نشکنی  
گفتم امین شو که من زان توام      عید بر عمر است و آن گه ایمنی  
چسیت که دستم نه می نوشی شراب؟      رو ششم شد تشنه خون منی  
هر زماں گوئی همدل از دوستان؟      چند اندر بازی آباد افکنی  
آخر این جان مست کز تن می رود      آخر این تیغ ست و بر من می زنی  
مانده با دامن آل یوسف دلم      آخر این غول هم در آل پیرامنی  
پاک دامانی تو دانی چاره چسیت؟      ما و معشوق و می و تر دامنی  
تاجه خواهد شد نه دامن حال من      من اسیر تیغ خو ہاں بودنی  
خسروا از کنن جاں چاره نیت  
چوں نہ می یاری کہ دل را بر کنی

ترک من طر شکر دیکر می روی  
چست برستی قبای فتنه را  
بامه از خوبی برادر می روی  
گوئی از میدان به لشکر می روی  
بر سر خود راه کردم مر ترا  
چند گوئی در روم در چشم تو  
دوش گفتی مردم چشم تو ام  
و این زمان در چشم من در می روی  
سوے خسرو بین که خاک پای توست

۱۸۷۲ تا فرات تاخت بر من پارگی  
دل ز ما بردی زهے جاں پروری  
ساختم با محنت و آوارگی  
خون ما خوردی چو اسی غوارگی  
چار و ناچار چو ما فرماں بریم  
چو عنان صبر زدی از کفیم  
یک نه ماں در کش عنان بارگی

۱۸۷۳ من نه دیدم چوں تو هرگز دلم  
از زمیں پنہاں نه ماند آفتاب  
ز دل که شد بے داد و غم یک بارگی  
سر کشی عاشق کش و غارت گرے  
گر بر آئی با ملاد از منظرے  
گر تو در خوبی نه داری سمیرے  
من سرے دارم که در پایت کشم  
از کجا بر روزگار من فتاده  
دست نه بر سینہ ام تا بنگر ای  
ماند چشم روز و شب در چار سو  
من که از خود بر تو غیرت می برم  
چوں تو انم دیدت باد یگرے

له در غزل محذوف است به نسبت ذیل الماست از تو یک ناز و زو باطله از تو شیر در دوا بشکرے

ہر کردید از چشم خسرو خوں روال  
گشت ہر موبرتن او نشست

۱۸۷۴ ط  
آمد آن شادی جان بر مادی  
شادی افزود مرا بر شادی  
پایش افتادم لب بگد فتم  
گفت بگذاہ کجا افتادی؟  
نقتم آن کردم چون باد صبا  
از دل غنچہ گرہ نکشادی  
سرور آرزوے بندگیت  
گلہ ہا می کند از آزادی  
یاد داری کہ از این پیش ز لطف  
بادہ بر یاد خود می دادی  
کرد بیداد تو بر خسرو جور

۱۸۷۵ ط  
ہر شب ایے ماہ کجا می گردی؟  
از من خستہ جدا می گردی  
گر بہ ذکر تو می گردد دل  
میچ گردد دل ما می گردی؟  
ذوق جور بہ کف چون خط خویش  
سمہ در گرد بلا می گردی  
با خط خویش بگوئی "کاشب  
گرد خورشید چرا می گردی؟  
من کجا تا بہ کجا در طلبت  
تو کجائی و کجا می گردی؟  
من دہن باز چو گل منتظرت

۱۸۷۶ ط  
آن کہ مرا در دل ست گر بہ کنار آمد  
تو پریشان چو صبا می گردی  
یار ز دستم برفت کار ز دستم نہ ماند  
کے ستم روزگار بر من زار آمد  
بست من آن کہ گشت از لطف جدا  
کاش کہ پلے حیات بردم ما ز آمد  
صبر و دل از من برفت قدر ز دستم  
از پے ایں روزگار ایں دو بہ کار آمد

لہ دن غزل محذوف است لہ دن غزل محذوف است لہ دن غزل محذوف است -



از پے سالے مگر دے نہاید چو گل غنیمت کہ بستر قہار باد و سوار آبدے  
خسرو از آں یک کنار بجایه میاں سکتے  
آں کہ رفت از میاں گر به کنار آید

۱۸۷۷ گرجه سعادت بے ست در فلک شری در حوادث ہم است از پے انگشتری  
عقل حوادث نہ بخت در پس نہ پردہ زک رخنہ بال من است در ملک چنبری  
لاست روی پیشہ کن ہجو سحاب سپہ بوکہ از ہی دیو گاہ جاں بہ سلامت ہی  
حرف طلب کن نہ نقش کردہ معنی خطا معتقد پایدار دست بہ صورت گری  
سوزش عشاق تو بہت جو آتش دل نہ ز پے مردی ست دولت خاکشتری  
قابل عصمت نیند پسند نہ گویند از اسک مع نہ شود پارہ سا سگ نہ شود دھیری  
گرجہ در آخر ز ماں پرورش دیں کم است عدل ظیفہ لبس ست از پے دیں پردی  
قطب جہاں کاہل ملک خد متی ساد گشتن

۱۸۷۸ جملہ سر آرند پیش تاج شہی بر سر غ  
اے رفتہ در غیبی باز آ کہ عمر جوانی یاخو دجو عمر رفتہ باز آمدن نہ دانی  
درد راہ تو بمرم گرجہ ترا نہ بینم بارے خلاص یا ہم از ننگ زندگانی  
رفتی و زار زویت برب رسید جانم مانا کہ زندہ دیا لی باز آ اگر توانی  
از ما چو آشتیاں برداشتند دل اے جان زار ماندہ تو ہم بہر گرائی

اے صاحب ملامت خفہ بہ خواہیستی

۱۸۷۹ تو در شرب سلامت احوال من چہ دانی؟

اے باد باز بر سر کوسے کہ می روی؟ بوے کہ رہبرت شد و سوسے کہ می روی؟

۱۸۷۹ در غزل مخدوف است لا درون دو بیت ذیل زانکہ ست ہذاں جا کہ رفتہ ای تو نظر هستی از سلامے  
بر دست باد یا بے از خاک و فتنہ ذیں بخت بہ سامان کا می نیافت خسرو۔ بر باد آرد و شد سر مایہ جواتی۔

چنداں گل ہنگوڑ کہ مستند خاک و کثافت  
 با این نسیم خوش کہ تو داری بہ بوستان  
 زیں گو نہ کہ تو طرہ سنبیل معطرست  
 خوش می شود دلت کہ گذرمی کنی بہ باغ  
 آن جا روی مگر کہ جہانے اسیر دل  
 در جستجوے روی نکوے کہ می روی؟  
 جہاے دگر بگو کہ بہ روی کہ می روی؟  
 تو بہر روی کہ دن موے کہ می روی؟  
 دانی بہر گد گلبن روی کہ می روی؟  
 در کوے تو رواں تو بہ کوے کہ می روی؟

خسرو ز تشنگی بیابان ہجر سوخت

اے آب زندگ تو بہ جوے کہ می روی؟

۱۸۸۰

یک رہ بکن ز غمرہ خویش اشارتے  
 چندیں بہ شہر دزدی دلہا کجا شود؟  
 آن را کہ می کشی بہ ازیں نیت خویش  
 گر بے رخت عمارت عمرم کند سپہر  
 گویند دوست و عدا بہ شمشیر می کند  
 من دصف آں جمال چگونہ کنم کہ بیج؟  
 کافتہ ز فتنہ در سمہ آفاق غارتے  
 در دیدہ گز چشم تو بنود اشارتے  
 از سر کنیش زندہ گرا کی زیارتے  
 بادا خراب یارب ازیں سماں عمارتے  
 آں بخت کو کہ یابم از ایناں بشارتے؟  
 فیروز من نہ نیت برانم عبارتے  
 عشق آتش مست خسرو اگر سوزد و تاختے

دانی کہ آتش نہ بود بے حراستے

۱۸۸۱

آمد بہار و سرور آمد است قامتے  
 گردیدہ باد بہر سر آں سرو جان من  
 "قد قامت الصلوة" موزن زند بہ صبح  
 تاراج غمرہ ہاش در آمد بہ شہر و کو  
 ہم خون عاشقاں گہش را شفیع باد  
 گل بر کشید بہر طرب را علامتے  
 گرداں چو باد گرد بر آں سرو قامتے  
 من نیم شب شوم بہ قد یار قامتے  
 در خانہ اے نہ مانند متاع سلاحتے  
 چو نیستش ز گردن خوں ہا نمادمتے

ای پند گوے ده گذر از پند بے دلا  
دانی که مست دانه بود استقامت  
گفتار خویش بیده ضایع چه می کنی؟  
دوختی مگر بے که نیرزد ملامت  
داغ نهاد بد دل ز در جانیم هنوز  
به زب می خواہ سوختن کال را غرامت  
صد فتنه ز آب دیده نوشتن بر آستان

۱۸۸۲  
مردانه می کشد به جفایم ستم گر بے  
تأثیرم و زگر نه دهم دل به دیگر  
راحت بود سیاست آل کس که بایست  
از غمره دور باشی و از ناز خنجر  
گفتم که دوش با تو نشسته راست مست  
بر خویش بستم به بوس خواب دیگر  
از غم مگر ز وادی بجز استخوان برد  
کز کعبه امید بیاید کبوتر  
مایم و خواب و بازوے آل یار و سر  
وہ کے نہی تو در خم بازوے مارے  
کے رہ کن به کعبه ماچوں تو آفتاب  
یاد ب حلال خواب خوش را چه شینے زغم  
خستہ به سایہ اے ز درخت تو قناعت  
روزے نه بود پہلوے مار از بستر

۱۸۸۳  
اے صد شکست زلف تو ازیر من  
در سر خمیش مانده به سر گوشه درج  
گو که به ناز شانه کن آل زلف را مگر  
دلہائے دور مانده بروں آید از من  
موتے شدم ز بجز تو گوئی کز این قلہ  
کایں از پے من مست ز گنج به عالی  
در رشک آل که در غم تو گردم تنگ  
می میرم و غم تو نه گویم به آہدے  
مگر جہاں رود تو پر شش بسیم میا  
ترسم کہ در دل آیدت از دیدنم نے  
افسوس مردم غم خود اے یاد شاہ حسن  
زیر آغداے مردہ نیرزد بھاتے

چوں در دکنہ در دل من یاد گار است یارب مباد در دمرای بیج مرے  
 گریے تو در بہشت بر ندم ز غم ذاہ آتش در آں بہشت کہ گرد و جہنمے  
 نبود عجب کہ مہر تومی ز بیدار زمین

۱۸۸۴  
 نامر دست ہر کہ در و نیست مروی عودے کہ بوش نیست سبوزش بہ ہیزی  
 وہاں چہ کور نیست کہ در شاہ راہ شرع با صد ہزار در سہر ہیندہ رہ گئی  
 عمر رواں چو آب و تو معارفہ خاک چوں آب چشمہ نیست چرا در تیمی  
 شرعے کہ بہر مال شہری بندہ خراب چوں بندہ خدائی و فرزند آدمی  
 چوں بالکنی، بدیت بگویند، از آں مرغ کاں ہم خودی کہ در حق خود دار و تکلمی  
 از برگ ہیزی یاد کن و دل منہ بہ باغ اے بلبلے کہ مد سر گل در تر نمی  
 امر دزد باز گو نہ مزین فعل سب خویش فردا چو زہر خاک لگد کوب ہر سہی  
 از تست بے نمازی خسرو دلا کہ تو

۱۸۸۵  
 ساقی بیا کہ موسم عیش ست و موی مردار از فتادہ بہ چہ بلکہ دہنھے  
 منخ بر فرزند زلف سلسل گرہ زن مے دہ کہ لالہ گون شدہ از بادہ دویخ  
 منہ را بہر دے خوب تو نسبت کجا؟ تابش کند جمال تو باز ارم دہ  
 شکر شدہ از خجالت لعل تو آب دار اے رویت آفتاب و لب تش وکد  
 خط معبر تو چو دور قمر گرفت برش وک در چو کشدے توخ و ط  
 روح مجسمی تو نہ عقل مصوری کردند عاشقان تو تر د و دوح  
 اے روح عقل مثل تو نادیدہ و

لہ درن بیت ذیل نا اعدا است — سے مردم نما ہی چہ نقش بداند نہاد است  
 دیوے کے جائے کردہ در اندام آدمی۔

تنگ چو دید پیش رخ و قامت تو کرد  
 طے کن حدیثِ دور زماں جامِ بیا  
 می خورد غم و غم دل و دیں خسروا دگر  
 بہ بت غمے مرادہ اگر بدیں نتوانی  
 گھم فوازی و گامے بود کہ تیغ برانی  
 بہ ناز گوئیے بوسے دہم اگر بدیں جا  
 بیغ و تکیہ بریں چشم شب نہ خفتہ من کن  
 مکن چو تلخ کہ جہاں میبری بگفتہ شیش  
 ترس از آں کہ شنیدست تا بہ روزِ نخت  
 از شرم کار خانہ صد سالہ طے  
 تا باغِ روح را دسم آہے زم وے  
 بکشابہ مدح خسروا فانی ل و ب  
 بہ مہر کش سگ خود را اگر بہ کین نتوانی  
 مرادست چہاں کن اگر چہیں نتوانی  
 من آں تو انم کردن دے تو این نتوانی  
 کہ با چہیں تن و اندام بر زمیں نتوانی  
 مرا بہ زہر گئے کش کن انگبیں نتوانی  
 کہ ناشنیدن این نالہ حزین نتوانی

ولا بکش ز بلند آستان دامن دہوی

کہ خاک رفتن آں جا بہ آستیں نتوانی

۱۸۸۷

تومی ردی و بہ نظارہ تو چشم جہانے  
 بکشت خال بہ بالاسے ابرو تو گہاں  
 در ابروے تو نہ یک دل ہر ایش  
 بر ہنماں کہ پرستند آفتابِ فلک را  
 غلامِ پیچہ مرغولِ سہد دانہ و ادیم  
 گہاں گہاں آں سہد و کماں کش چابک  
 بگو کہ آگہی از عاشقان دلزدہ گانے  
 کہ زیر دست فتادش چہاں کمند و کمانے  
 بہ من زراغِ دل آں گہ کہ دارد از نوشانی  
 مگر کہ سہد وے مارانہ دیدہ اندر مانے  
 کہ بہت سرخرم موی از او شنکجہ جانے  
 بہ پیچ پیچہ ترگی رہانہ کرد عنانے

لہ دون بیت ذیل زائد است بے لب و لب نگار نہ از دست می و بہد، حالی ملا از قند و بادہ م وے۔ مع دون  
 بیت معلق است مع دون و بیت ذیل زائد است مع خوش است باغ و لیکن لم نہ اینستاں جا۔ کہ تو چو او شدن انے برگ یاہیں نتوانی  
 غمت از سر جان خیر خسروا پس آں گہ۔ بہ آشکارہ روزن پس از کھیں نتوانی معہ دون بیت عذرت و بجایش بیت ذیل اضافی  
 است بہ ریخت آب رخ بے دلاں بہ خاک در او۔ چہ کم شود کہ اگر تکیہ بہ لطف زمانے۔

بہ خار و سہراں خسرو صبور باش کہ ہرگز  
رطب نیالی اذیں بستگی ز پستہ دہلے

۱۸۸۸ لے جسے نہ ماند کہ جانے بزدل رود ز غریب  
ہنوز می نہ رساند ملازمت تو طیبے  
مباد خواب خوش آن شوخ را کہ غمزدہ خوش  
نگند خار مغیلاں بہ خواب گاہ غریبے  
ز درد عشق بگردم خبر و سبب رفقان  
اگر مفرح صبرست در دکان طیبے  
نہ دادی ام چو ضمانے بتیغ رضی ام کنو  
اشارتے بہ کم جان من بہ سوے رقبے  
ز کوہ حسن بدہ زال بہ ہر چہ می پسلی چہ  
نہ می رسد بہ گدایان دور ماندہ نصیبے

بہ گاہ دیدن تو از بلا چہ غم خورد خسرو

۱۸۸۹ عہ چہ غم نظارہ گئی شاہ را از چوب نقیبے؟

ہاں عید نمود اے مہر دو ہفتہ کجائی؟  
کہ دوستان را از چو عید خود بنمائی  
بدون خرام کلمہ کج نہادہ تا بہ نظارہ  
ز پر دہ ما بہ درانتند لعبتان محتالی  
اگر تو باد بہ سسرمی کنی رسد کہ بہ خوبی  
یو غنیہ لعل کلاوہ چو سبزہ سبزقبائی  
نماز عید بہ محراب ابروے تو کم من  
چو ارادائی اشکم بہ پیش روے تو نبود  
ہر آن چہ درد دل من بود بختند بہ صحرا  
بخوان بہ نزد خودم تا چو بخت سکو تو ایم  
کلاب را الحد آخر بہ روز عید روانی  
دو چشم من کہ بہ خونم سہی دہند گوائی  
کجا ست دولت آنم تو بہ سوے من آئی؟

بہ جور می کشم این جرم خسروست نہ از تو

ک تو چو لطف ملک جاں فزاے عمر فراک

۱۸۹۰ ب سلام و خدمت ما اے صبا بہ یار بگوے  
نفاں و زار می بلبل بہ فوہار بگوے  
برفت طاقت صبر نہ ماند قوت عقل  
بگوے حال من اورا کو ز ہنہار بگوے

زخون دیدہ ہمہ دست من نگار گفتم  
ہزار جور کشیدم ز غم کہ تنہا گفتم  
اگر بندہ فراموش کرد یادش دہ  
بنائے عافیتم کا ستوارہ بود از صبر  
مگر کہ دست بگیرد بداں نگار بگوے  
یکے اگر توانی از آں ہزار بگوے  
وزیں سخن دوسہ برو جہ یادگار بگوے  
خراب شد ز غم دار استاد بگوے

حدیث چشم چو دریا بگو و زیں بگدو

۱۸۹۱ چو زیں گذشت حدیث لب کنار بگوے

یاد است و صد کرشمہ شراست و خوب بے  
او بد کند بہ زوخی من جز نکو نہ گویم  
موے میان نشست اندر تن چو مویکم  
یک رہ ترا بینم پس پیش تو بمیرم  
الودت سچو چو گال اے شہ سوار نوبال  
مجنوں شنیدہ باش کہ دست عشق چو نہ  
ما یلم وطن دشمن خلقی تو گفتگر سے  
چوں گویم اس کہ با من بد می کند نکو سے  
با آں کہ در نہ گنجد موے میان موے  
من بیش از این نہ دادم در عالم آرزو  
حالے برائے بازی دادم سرے چو گوے  
پیش آے تابہ بینی در ماندہ زار زوے

تومی روزی و خسرو نعرہ زناں بہشت

۱۸۹۲ سلطان و صاحب گل چاوش و ہائے ہوش

اے باد صبح گاہ بہ من نام او بگوے  
جاں کو کہ خوش بر آیدم امر و نہ پیش او  
بستاں دعاے سوختہ اے وز لبش مرا  
بادست این خیال نہ می دادم این قلد  
شبہا منم ز غمزدہ او غرق خون تاب  
پیغام داد کہ سر تیغ سر افکنم  
خوناب غیر تم بہ لب جام او بگوے  
چیزے دگر بگوے ہمیں نام او بگوے  
آلودہ کرشمہ و شبنام او بگوے  
آں کیست در طواف بر آں نام او بگوے  
ایں ماجرا بہ بز گس خود کام او بگوے  
حاجت بہ تیغ نیست بہ پیغام او بگوے

لہ دون بیت محدود است لہ دون غزل محدود است لہ دون غزل محدود است

داعے ست جان خسرو اذ آں رہے پیچو مہ  
گو ممکن ست بد رخ گل فام او بگوئے

۱۸۹۳

گا ہم ز غمرہ با بدست تیر می کنی  
من جامہ کا غزیز کنم از رشک کا غد  
نوں ہاک می خورانی ام از تو بدیں خوشم  
شب گو کیا بہ خواب لبم برد بان تست  
من از غمت خمیدہ تو گوئی جواں شدم  
گفتی "بلا رسد کہ بہ خواہیت می کشد"  
ہر دم مگو ہمز یادی خسرو راست شک

ذیر اسخن موافق تروید می کنی

۱۸۹۴

اے یار یونگ جگم ریش می کنی  
از دیدہ شرم داد گرت بیم آد نیست  
آخر کجا رو بود اے ناخداے ترس؟  
جانا ز طعنہ کشتہ شدم کایں دل مرا  
چشم بہ خواب می رود آں مست را بگو  
جورے کہ می کنی تو مرا آں نہ می کشد  
گر بوسہ خواہم از مرہ گوئی جواب تلخ

خسرو بہ آرزو چو خیالت بہ جا خرید

دو کار او ہنوز چہ فرویش می کنی؟

۱۸۹۵

اے کہ بہ چشم تو نیا بیم نمی  
یک نظر آخر بہ چو من در سے

لہ درن غزل محذوف است لہ درن غزل محذوف است۔



گفت کہ از مات فراموش گشت  
کاش فراموش شدمی یک دے  
عالم غم بے تو مرا بردل مست  
لیک دلت راجہ غم از عالمے  
بے غمی از عمر توئی شادی است  
شادی آں کس کہ ندارد غمی  
ایں دل پریش کہ خالی کنم  
وہ کہ نہ دادم بہ جہاں محرمے  
ہست دریں درد من خستہ را  
مرگ سزا داد تریں مریمے  
بدن اگر گزیہ نہ می آیت

۱۸۹۶  
ہر کسے ما ہواے سیم دزدے  
وام کن از دیدہ خستہ دخنے  
مست درخوں زگریہ مردم چشم  
من مکیں و داغ سیم برمی  
شہم از تاقیات مست چہ باک؟  
چوں کر بچے بہ دست بد گھرے  
تو بہ یک غمرہ بشکنی گر من  
گزد دے توام دلد سحرے  
پند بگو یا ترا چہ درد کند؟  
مزدخم پیکاں بہ سینہ دگرے  
خودش صوفیاں شکر باشد  
نقل مے خوار گاہ بود جگرے  
ہمہ کس ذوق خرمی گیرد

۱۸۹۷  
بت من بت پرست راجہ زنی؟  
ذوق غم گیر خستہ را قدرے  
روے خود پوش چشم راجہ کنی؟  
مستم از عشق، مست راجہ زنی؟  
آخر از شست دود کن یک تیر  
بت شکن بت پرست راجہ زنی؟  
عالمے درد بہت نشستہ سماند  
بہ یکے تیرست راجہ زنی؟  
راوا اہل نشست راجہ زنی؟  
من کہ بر آستان پست شام  
لگد قہر پست راجہ زنی؟

لہ دو بیت ذیل از ایک است کہ ہر کہ چاہی مست و جانان نیست۔ او نہ دارد ز زندگی اثر بلکہ من گرجاں بود پر غم  
کہ زیادت مست یا بیش ترے سے درد غزل مخلوف است۔

چوں زبردست را نیازی زد خود بگو زبردست را چه زنی؟

تیغ ببرد شکست کا فرزن

خسرو پر شکست را چه زنی

۱۸۹۸

میچ شکر چو آں دیاں دیدی؟ میچ تنگ شکر چو آں دیدی؟

ایں زمانت کہ در کنار آمد جز کمر میچ در میاں دیدی

در حین سحر شمع مجلس ما طوطی آتش ز باں دیدی

در سخن جز شراب آتش قام زاب آتش نشان دیدی

راستی را شمایل قرار داد میچ در سرد بوستان دیدی

بر تو روئے او بگو روشن میچ در ماه آسمان دیدی

بجو غرقاب عشق او خسرو

میچ در یاسے بے کراں دیدی؟

۱۸۹۹

مگر منت می کنم عناں گیری تاکے از چوں منت کراں گیری؟

هر زمان از کمر شمشیر بدو بهر خوں ریختن کماں گیری

دل گرفتار تو از آں کردم که مرا از برائے جاں گیری

غمزه و چشم تو نگو داند ایں زبوں کردن آں زیبا گیری

آفتابی دے نہ خواهم گفت که تو ز ایں چیز با جہاں گیری

ہیں وہاں چو خاتم خود را تا خود انگشت در دیاں گیری

منم و ہر دو مردم چشم کہ دوسہ بندہ را یگاں گیری

بوسہ گفتی و گزبت گیرم ایں نہ باید حساب آں گیری

گویدت دل کہ ترک خسرو گیر ترسم از کودکی سہاں گیری

دوش می لعلت پیر تر سائے      بیاد دارم ز مرد دانا نائے  
 کاندریں دودھے پرستاں را      نیست خوش تر ز میکده جائے  
 درد نوشاں و کینج دیر مغال      خلق عالم بہ ہر تماشا نائے  
 بر سر چادر سوئے خطہ عشق      نیست خالی سرے ز سودائے  
 زاہد و باغ خلد و ماو جیب      ہر کسے را بلو د تھنائے  
 ساقیا زان قدح کہ می نوش      جرعمہ اے دہ بہ بے سرو پائے  
 خوش بود جام بادہ نوشیدن      خاصہ از دست مجلس آرائے  
 در تردد گذشت عمر عزیز      بچو من نیست مختلف جائے  
 شد ز مہر تو ذرہ سال خسرو

۱۹۰۱ ہرزہ گردے و باد پیمائے

اے زلف تو مشک تر بوے      وز میان تو تا عدم موے  
 گل ز تو نرم شد چھاں کہ بہ باغ      بزمیے می کند بہ ہر توے  
 ماہ نوگرد از تو زیر و زبد      گرا اشارت کنی بہ ابروے  
 پیش چو گان زلفت از سر حال      سرزدہ می اویم چوں گوے  
 چند جا خوش را کتم قرباں؟      کت نہ بند کسے ز ہر سوے  
 یاد من زو متاب یا نہمائے      جائے دیگر چو دے خود سوے  
 پہلوے من نشیں کہ بے تو شبے      بر زمین نہ سود پہلوے

خندہ اے کن کہ بے خیال کبت

درد خسرو نہ دید داروے

لہ دون غزل محذوف است ۱۷ دون غزل محذوف

۹۲ تا تو روے چو ماه بنمائی  
 نیم بالای تو نه باشد سر و  
 نه تماشا قدم چه رنج کنی؟  
 گوئی از حسرت نبات لب  
 روئے بنمائی تا درودادیم  
 پیش تر زان که بردوانی رنگ  
 پیش زلفت فتاده ام شبها  
 بسته زلف را بگو بارے  
 بے تو چوں زلف تو پس ماهام

نه نتوان دید روے مینائی  
 که تو سر و تمام بالائی  
 تو که سر تا قدم تماشائی  
 شیشه گشت چرخ مینائی  
 کز رخ آئینه مصفا کی  
 نه توانی که روے بنمائی  
 دیو می گیر دم ز تنهائی  
 کای فلان در کدام سودائی؟  
 چه شود گر به رفتی پیش آئی؟

یوسرے چند بندہ خستہ  
 بر لب خود برات فرمائی

۱۹۰۳ چو کار جہاں نیست جز بے وفائی  
 رہا کن چرا می کنی قصر دایاں  
 بلند آفتابے ست ہر یک کہ بینی  
 اگر آدمی غرقہ گردہ دریا  
 اگر چه بسے درد ہا هست لیکن  
 چو دیدی کہ ہستی بقایے نہ دارد  
 مرد بہر مشتے درم نزد ہر خس  
 بجیب فلک خستہ و دست در کن

درد و با امید و فاجند پائی؟  
 بجایے کہ بنود امید رہائی  
 بگردانند و در ہواے ہوا چئی  
 از آن کہ با کس کند آشنائی  
 جدا گانہ دردے ست درد جانئی  
 ز ہستی چه لانے دریں لابقائی  
 مکن خدمت گا و چوں رستائی  
 بہ ہر جا چو در ناں چه دامن کشائی؟

لہ درن بیت مخدوف است لہ درن بیت مخدوف است لہ درن بیت مخدوف  
 است لہ درن غزل مخدوف است۔

۱۹۰۴ مرا دوش گویی به خواب آمدی  
 کنون هست جاں کند تم زان خمار  
 به کف کرده جام شراب آمدی  
 که در خواب مست خراب آمدی  
 ز حیرت به خواب اجل می روم  
 به دل بردنم آمدی عیب نیست  
 توستی به بوی کباب آمدی  
 شبنم خویش که چوں ماستاب آمدی  
 تو بودی که بر روی آب آمدی  
 چو جسته از گریه من سبب  
 کجا بودی اے اختر نیک فال  
 به قمار چه کامل شدی هم ختم  
 که در تیغ حاضر جواب آمدی  
 دل خسته و از تو نه شایع دور

۱۹۰۵ به ره گرچه بس ماستاب آمدی  
 ز من بر شکستی به یک بارگی  
 در و صل بستی به یک بارگی  
 که از دام حبستی به یک بارگی  
 همه ملک هستی به یک بارگی  
 که پیاں شکستی به یک بارگی  
 به عشرت نشستی به یک بارگی  
 چو می خورد و اسی خسته واکه دگر

۱۹۰۶ زانده رستی به یک بارگی  
 دلم دارم اما جز از گلانے  
 غم از حد گذشت و غم خوانے  
 که بے دل توای بود بے یارے  
 دل خویش خواهم سپردن بیار  
 نگار آتماشا کنم در خیال  
 رخ تست دل سوے گلزارے

زخوم کہ چشمت چو من می خورد      شبهاں روز مست ست و ہشیارنے

ترا کار گر کرد حسن و مرا

بجز خوردن غم دگر کارنے

۱۹۰۷

افتاد باز م در سر ہوائے

دل باز دارد میل بہ جائے

ادشہ یارے من خاکسارے

ادب و شایہ من بے نواسے

بالا بلندے گیسو کندے

سلطان حسنے فرماں رواے

ابر و کمانے پستہ دہانے

نازک میانے سنگیں دغاے

زبیں دل نوازے زبیں سرونازے

زبیں جو فرو نشے گندم نمائے

بے او بہ بخشد خوردیشہ نورے

بے او نہ دارد عالم صفائے

ہر جا کہ علش در خندہ آید

شکر نہ دارد آں جا بہائے

ہر لحظہ دارد دل با خیالیش

خوش گفتارے خوش مابجائے

گر چشم خسرو تیرش بہ بیند

دیگر نہ بیند چشمش بلائے

# قصائد

اگرچہ خسرو دے زمیں شدم بہ سخن

ہم از وفا سوئے تو روئے بر زمین ارم

# بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## در توحید

زباں کہ بر در معنی کلید گفتار است  
تبارک اللہ با کن ز نور عرفانش  
دو حریف لائے شہادت و محارہ سرتیز است  
ز گنج معرفتش کے بہ سیر یا بہ کس  
خیال ہی رود و قفل معرفت سخت است  
بہ دل نہ لعل گر اں مایہ دہ خاک است  
بلند کنگر شاہ کمند عیارے  
لوامع صفتش بہت چشیم پوش عقول  
حکیم گفت شناسم بہ عقل یزداں را  
کمینہ جوہر صفتش بہ پیش کلک حکیم  
انہیں چہ سود و زیال در کمال حکمت او  
چہ آہوئے ست بزرگ ایں کشادن نافہ  
کجا بہ چرخ رسد تیر فکر افلاطون ؟  
سپہر پیر نہ دارد خبر نہ ہیئت خویش

ز بہر شکر و سپاس کیے جہاں دار است  
متارع سوز ہزاراں خیال فکار است  
کہ پائے سرعت فکار از آن فکار است  
چو بر خرد ہمہ در ہائے از سما است  
نسیم می دزد و حفر کوہ دشواری است  
بہ زخم صورت اگر گاہ گاہ کہسار است  
ضعیف رشتہ و باریک تار و دیکتار است  
چو آفتاب کہ نورش حجاب بضار است  
نہیے کمال حماقت وہ ایں چہ گفتار است ؟  
ز مردی ست کہ در پیش دیدہ مار است  
کہ بو علی مقرد اسطوبہ انکار است  
کہ بوئے مشک در اثبات نفعی عطار است  
کہ تیر چرخ ہم ایں جا بہ پائے خودار است  
کہ ثابت ایں ز چرخ و ان چرخ سیار است ؟



منجمی که کند صد غلط به تخته خاک  
 کسے که لاف شناسایش به علم زند  
 ز گنج خانه سلطان کجا خبر دارد ؟  
 به کنه حق نه رسد عارف چه دانند دست  
 به ارحمان ادب در کثم دریں میدان  
 سخن که عزت تحقیق نیست اندر دے  
 دلمان بیہدہ گویاں بدایں جو س ماند  
 ز تیرہ دل مشغولی کہ علتش گوید  
 بہ ترک نور نہ دارد چو قدر تے خورشید  
 ہوں مست قادر مطلق کہ خالق مست چه خواست ؟  
 در آن محل کہ دزد باد قدرتش عالم  
 میہم نیست کز دزد ہزار عالم صنع  
 جہاں نوشتہ کلکش دراز طومار است  
 ز بحر صنع جابے ست سخت و ست بقا  
 میس کہ نہ فلک و عالم است ہزرد ہزار  
 مگو کہ ہست ز انگشتین چرخ گراں  
 از دست دہر نہ دہرے ز گردش چرخ  
 پدید کرد جو اہر مجرد از مادہ  
 یکے ست نفس کہ ہست او مدبر ابدال  
 دگر دوم طلبی عقل جو ہرے ست کہ آل  
 نہ عجائب صنعش کہ در رواج کن

ز نور چرخ چہ دانند اگر چہ ہشیار است ؟  
 یقیں بدایں کہ ہماں بارگیر سفا است  
 گرہ برے کہ نہ بہر دلفس طرار است  
 بر آسمان نہ پرد جعفر اچہ طیار است  
 کہ نہ فراز دیشیش بہ پای ہوا است  
 چو باغاب گاد بہ نزدیک عاقلان خوار است  
 کہ در گلوے ستوراں بہ نالہ زار است  
 چو آفتاب کہ علت زہر انوار است  
 کسے کہ مضطرب عاجز بود نہ دادار است  
 نہ خلعتیست کہ خلقتش ہمیشہ ناچار است  
 میان صدیمہ و صرصر خے سبک است  
 بہ ناپیدی ہر ذرہ لے پدیدار است  
 کہ عقل و نفس فلک تیغ تیغ طور مار است  
 کہ تیش دیدہ مانہ سپہر دوار است  
 کہ نیست یک اثر از صد ہزار آثار است  
 کہ در احبابہ حاشائے جوی بار است  
 کہ دائرہ زنگارندہ نے ز پیرگار است  
 کہ در خزائے ملکش بہ سلک انظار است  
 کہ بہر ہر بدیہ و ذوق شب بیتما است  
 نہ در تعلیق کار دیار و دیار است  
 دلر سہ پشت نہ دمر دہشت زن چار است

نیات معدن حیوان در این حدیقه کنوں  
یکے است سنگ و جادوی طوق و سادہ  
دوم چو شعلہ و زان تکیہ کرد بر بالمش  
سوم رندہ و گردان خزانه خانہ جانست  
در آن خزینہ چارم گراں بہا گہرے ست  
از آن سہ حاصل سود و زیان لذت ذوق  
وجود آدمی از عین عزتش عکس ست  
تراست دیدہ بے نور اگر بہ نشناسی  
بہ حکم احسن تقویم بہ زماہ نو ست  
چونستی ست پس پیش این دوزخہ خیا  
چرا بہ خاک نہ سائیم پیش او رخ و چشم  
ز آب و گل تن مردم چو قلعه آراست  
در و کشید چو عنصر چارہ باز آری  
خزینہ دار نفائس بہ سینہ دل را ساخت  
غنت حسن بردن را بہ تجربت بستگر  
و گر حواس و درواں بینی آن خود اندر تن  
تو حس مشترک دو ہم فہم صورت کن  
بہ شرح مردم اگر پیش انداں بردن یزیم  
دے بہ جام دہم شربت نبات بہ خلق  
نماؤ نقشونہ دانی تو دہمیں دانی  
نمونہ سبزہ بر آرد ہمی سراز بالمش

سہ میوہ اے ست کہ از یک دست آں بارست  
کہ از شاہست و دقتریک بیزا راست  
گن بہ کنج حرم گہ بہ صفہ نادرست  
کہ بہر نقب خزانه بیش ہجا راست  
کہ قیمتش نہ و دو حالش خریدارست  
بریں یکے کہ یگانہ ست جملہ ایشا راست  
چو عکس آب کہ از آدمی نمودارست  
کہ سنبلی حبشی بہ ز سر و فرخا راست  
بہ دست ما سر ناخن کہ ماہ نو دارست  
معمران ہماں را چہ لات اعمارست  
کہ او ز خاک مرادادہ چشم رخا راست  
بہ شکل تنگ و بمعنی ہماں اسرارست  
کہ رخت ہر دو ہماںش بہ چار با راست  
خرد و زیر شد و جاں سپاہ سالارست  
کہ ذوق و فایده در ہر یکے چہ مقدارست  
ہزار عالم مستور خاص ستارست  
کہ برگ آئینہ جاں بغیر زنگارست  
صحیفہ گرد کہ آرد کہ آسمان بارست  
کہ ایں شراب نہ اندر دکان خمارست  
کہ لوح خاک ز مرد زابر دور بارست  
کہ خفتش بہ نہانی اگر مگلہ راست

نوشته چون لقب شہ بُنئے دنیا است  
 کہ ایں چو قطرہ آب آں چو دانہ نثار است  
 بہ رنگ اگر چہ گل ناریجو گلستار است  
 بہ مرغ و ماہی و انسان و گرگ گفتار است  
 بہ زنی سلیم دل از ہر گرگ غدار است  
 بہ فرق شاہ و گدا ایں بہ کنج دیوار است  
 در آفرینش او مکہ چون ملیبار است  
 نہ از ستور و مکس آفرینش عار است  
 کہ بے غم ست سگ دست صاحب غار است  
 ز کفر عز عرب علم مصطفیٰ خوار است  
 کہ از حرارت خود جلوه کردہ پروار است  
 بہ اندکے کہ ز پیش سفید رخسار است  
 کہ باد رحمتش آورد باد ابرار است  
 چہ علم نبوت ترجح را کہ رہ نہ ہموار است ؟  
 کش از خزائن اقبال در شہوار است  
 نوشته نقش ملک در سر و ستم گار است  
 کہ از کلاہ سلاطین بہ پایش افزار است  
 کہ گاہ خار بہ پائیت و گاہ سر خار است  
 یکے امیر خراسان و خور خیسار است  
 ز سیم جہہ شاہاں چون گنگ معیار است  
 کہ ہر طن نہ پے ہر خمیر مضمار است

بہ ہر صحیفہ برگ ست نور حکمت او  
 بہ رنگ آب و گل نازنین و دانہ نثار  
 ہمیں کہ چند بہ ہر یک نقادہ و معنی ست  
 و گر بہ جانور آمیم کہ جاں ہموں دادہ  
 تطفے ست نہ عذرا ایں کہ در جریدہ رزق  
 ز طوطی ست گس بیشتر بہ مرتبہ کو  
 بے نیازی او کعبہ چون ترابا تست  
 نہ ز آدمی و ملک نقش نسبتش خضر ست  
 چہ رمز ہاست تعالیٰ اللہ ایں بہ ملک قدیم  
 شدہ بلال سیہ بر جمال ایمان خال  
 حرارتے بہ زبان کرد در رہش مضمون  
 ہود بہ ز منافق کسے کہ روسیہ است  
 بہ صدق دامن ابراہیم کال بادے  
 چہ پاک رہر و حق را کہ رہ نہ آسان ست ؟  
 ولیکن افسر دولت بہ آں کس آراید  
 ملک ہوں ست کہ عرش آفرید و دہر چہ دوست  
 ہوں کلاہ سرے می دہد بہ تاجوری  
 گدائے بے سرد یا ہم بہ خار خوارش از دست  
 یکے ز مہبتش پادشاہ ہر دو جہاں  
 کہ اند بردش آناں کہ سنگ سدہ شاہ  
 بہ دست او وسط عنان ارادت ہمہ کس

کہ ہر کس اپنے محبوب و خود بہ پیکا راست  
 کہ ہر کس نہ سزاے بہشت و اہل راست  
 کہ برد بان دل آہنیں کفار راست  
 کہ طعن شاں پس ز آں سر زش بہ حقار راست  
 کہ میگ زن مست پریشاں سرانہ معار راست  
 کہ خاک بر سر مردن بہ فرسیار راست  
 چو تن درستی خروگاہ نقش بیطار راست  
 در ازنی دہش رشتہ کردہ تقار راست  
 نہ آں دم مست کہ بادے در دل مضار راست  
 کلوخ و سنگ چو از ذکر ادبہ گفتار راست  
 چنان کند کہ خبرے زیر گل بہ بریکار راست  
 ہر آں شمس کہ در راہ ادبہ رفتار راست  
 کہ از عنایت توفیق دروے اشرار راست  
 کہ ہستی من پر شر بہ رنگ اشرار راست  
 کہ موبہ مونہ پریشاںیم در اقرار راست  
 ز حوت من کہ از ادبہ ہم در آزار راست  
 ہمہ پریدن من چوں بال اشرار راست  
 کہ بچ دوز خینے نے چوں ستم کار راست  
 کہ دوزخیاں را ز چوں منے عار راست  
 حساب من در فردوس بستہ از خار راست  
 کہ ہر دگے کہ مراد تن مست زنا راست

بہ سوی کعبہ دُبت خانہ رہنمائے ہوں  
 بہ عشق و کفر فزوں می دہد کساں را میل  
 کلید در الف امرادست در قفلے  
 بزد بہ زخم گمش منکران احمد را  
 ہم از ویست روا فضل نشانہ لغت  
 ہوں فگند بہ دہما ز بو تراب غبار  
 ددائے ایں سفہا نیست جز بہ خنجر تیز  
 کمال حکم خداداں سے کہ ایں فن از اوست  
 ہر آں دہے کہ نہ برباد آورد نامے  
 بتر ز سنگ گلوخی مست ہر کہ ز دخانی مست  
 پہ خاکسار بود طینتے کہ طاعت او  
 جز از ریاضت توفیق اوشود مرتاض  
 خوشا کسے کہ از ادیان ت رہ بہ بستانے  
 کریم بندہ نواز اتونیک می دانی  
 دو کا تب اپنے جرم قلم چو جعد کنند  
 فرشتہ گو کہ سر کلک خود سیہ نہ کنند  
 تم سزا است کہ پیران در دوسے آتش  
 مرا بر بہ دل جملہ خاق در دوزخ  
 بہ دوزخ کہ روم من رہا فگن دگرے  
 چیں کہ از گل من چوں گل دفا نہ دید  
 چگونہ من ز تو سر رشتہ اماں یا ہم ؟

سپیدی رخ خود کس سوادش آثار است  
 ز فیض باران خس برہ در جوانی است  
 ز عین عفو تو یک قطرہ نیز بسیار است  
 بریزد ار مثل افزودن ز برگ اشجار است  
 کہ با من از پی گمراہیم در اصرار است  
 زد یو ہر طرف اصرار سپاہ جبار است  
 کہ بچو زاغ دداں در قفای مزار است  
 کہ عقل نفس در او اجنبی و مزار است  
 کہ آں ز شارع شرع رسول تبار است  
 نجوم اوست ہما جز صعودش انصار است  
 یہ دہر عامر عدل و بہ شرع عمار است  
 ز لوح پاک خداوند کحل ابصار است  
 کہ ایں دو فتح اثر زان ستودہ کردار است  
 بہ گردشاں شدہ طائفہ بہ سان دار است  
 بہ صحت دل من کن رواں کہ بیمار است  
 دناں نسیم قبول ارچہ سحر اسرار است  
 نہ حد خسرو مردم نماے سنگ سار است  
 ہمیں بس ست کہ نامت غفور و غفار است

امید دارم دبا ایں ہمہ ز عین عطا است  
 اگر تو فضل نمائی پلید و پاک یکے ست  
 ز بہر شستن لوح ہمہ ستم گاراں  
 گناہ من نہ یک آسیب باد رحمت تو  
 چنان بہ سوے خود مکن کہ وارہم ز نفس  
 بہ قلب من در فتح بدہ کہ نہ شیشم  
 جناح حرص جدا کن دے سپاہ مرا  
 یہ حریمت عشقم بر انگن آں پردہ  
 مدح بہ شیم دلم روشنی جز از خاکے  
 و نیست بدر دجی کا نہر آسمان شرف  
 دوم عمر کہ توان خواند عمر نامش را  
 سوم چراغ دو نور آں کہ دودہ قلمش  
 چہارین علی آں در کشائے علم و غزا  
 دگر صحابہ و الا کہ مکہ باہمہ قدر  
 نصیحت دل ایشان کہ ز مریے ز صفا  
 بدیں قصیدہ کہ کردم قبول بادش نام  
 فضول چند کنم ز درت زدن دم عفو  
 حمایت چوینے ز درت خلاص نیم

## فی نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بہ صحت نسخہ رحل المتین منشور مشکینت

ز بے از جو ہر قرآن ہمہ پیرایہ دہنت

و منشور ایند از دیوان انشا بہر آں دلاہ  
 نہ ظلماتِ عدم می آمدی و پیش رو آدم  
 نبی اسمعی دیا رب بہ آئین سست ات را  
 ید اللہ کوست اندر آستینِ غیب پوشیدہ  
 ملک با جان باد روح اللہ در صحرالامین ملکہ  
 مرادیں تخت سلطان سخن خواند ہی گردوں  
 چو در ہر بیت لغت تست جائے سجود مومن را

کہ اقطاع امیری در دو عالم کرد تعینت  
 چراغے بود بر دستش ہم از نورِ تحسینت  
 کہ وجہ اللہ را بے شک لے آئی دین آئینت  
 نشانہ آستین در نیختہ در پائے تحسینت  
 بن یک خندہ تا میرند یک یک پیش پایست  
 نہ بہ سلطان خسرو گرش آں خواند مسکینت  
 تو آں بیت اللہش خواندن بر لے عزت دینت

### فی المرح سلطان کیقباد علیہ الرحمہ

منت یزد کہ شہ بر تخت سلطانی نشست  
 شہ معز الدین والدنیہ کہ از دیوان غیب  
 کیقباد آں گوہر تاج کیاں کز زخم تیغ  
 تخت را بنمود کایں پیشانی دولت کمر بستہ  
 رتبہ دریا نگہ برگوہر والائے خویش  
 بر سرش چون سائبانِ چتر می گفت آسمان  
 نیز نتواند بہ عالم دیدن اکنون آفتاب  
 انس جہاں ز ہر گردوں در خیال فتادہ اند  
 تا غبار باد پایش چشم جہاں را سرمہ داد  
 از زبان تیغ تا از بہر سر پاشانہ خواست  
 روزیجا از خیال نادک ترکان او  
 در دل بدخواہ پیکانش کہ از خون لعل گشت

در دماغ مملکت باد سلیمانی نشست  
 نام او برنامہ دولت بہ عنوانی نشست  
 تاج از ایران بستہ و بر تخت توراتی نشست  
 تاج زرش کہ بر بالائے پیشانی نشست  
 تا بہ گستاخی چرا بر تاج سلطانی نشست  
 سایہ را دیدی کہ باخو رشید نورانی نشست  
 چون ز چترش علے ظل یزدانی نشست  
 ہر اوقات در خیال انسی و جانی نشست  
 خاک را بر منت ہر دیدہ تا بانی نشست  
 در سہر ہر کس کہ بد موئے پریشانی نشست  
 نیستانے در دل شیر نیستانی نشست  
 گوئیادرسنگ خار اعل پیکاںی نشست

ابرو ستاداد بردست خدا تیغ چو آب  
 تا غبار کافران را راه مسلمانان نشست  
 چون به تخت سلطنت بهشتی از حکم ازل  
 تا ابد بنشین که آن جا هم تویی الهی نشست  
 خطبه را از نام تو تا آسمان آوازه رفت  
 سکه ای می خواستی در ملک بنشانی نشست  
 زان کمر بای مرصع کز تو بر بستند خلق  
 هر بزرگه تا کمر در گوهر کانی نشست  
 ابرو صد بار ابرو دے خویش را بر خاک بخت  
 پیش بردست تو کا ندر در افتانی نشست  
 ابر نیسان کز کرم آوازه در عالم نگند  
 آن همه آوازه بای ابر نیسانی نشست  
 بر در قصر چو فردوس تو رفوان بهشت  
 شاخ طوبی را عصا کرد و به دریای نشست  
 دید قصر شاه را با برج جو زاهم کمر  
 بنده خست و چون عطار در درناخوانی نشست  
 چشم تو بیدار دولت باد تا از خون بخت  
 جمله بیدار ال بخسند و تو توانی نشست

### در مدح

له هر دو کون سایه نشین زیر رایت  
 انوار دیں گلے ز چراغ هدایت  
 اولی که خواسته قلم از آب جویبار  
 بالای بارخ نور نوشته حکایت  
 تیغ بندگشته چشمه و خورشید روز حشر  
 زان سوے کوفتا دلال حمایت  
 بهر خلاص امت خود ز آتش هلاک  
 فعل اندر آتش است ز عین عنایت  
 خست و از آن فز دل ز نهایت گناه کرد  
 کای داد دل عنایت پیش از نهایت

### فی مدح ملک العبد چو طاب ثراه

صبح چون از سوے مشرق رو نمود  
 صبحی مینا رو صفر مینو نمود  
 له در "ن" هر تیغ اشعار مدح مخزون اند.

گیسوے شب شد سفید و آفتاب  
 ہند و شب مرد و خورشید آتش  
 از برائے سوز آں ہندو نمود  
 بس اشاعت کز خیم ابرو نمود  
 استخوانش از تر پہلو نمود  
 دور دل را پیش جاں دارد نمود  
 مردماں را کے تواند رو نمود  
 ہمدے بآباد عنبرو نمود  
 آسماں روے ملک پہچو نمود  
 تابہ سر فرق زرو لوہ نمود  
 شیر پیشت یوز چو آہو نمود  
 صد در پچہ بر سر یک مو نمود  
 دست پر زور تو د باز نمود  
 پیش تو چوں خشک زند آکو نمود  
 آں ہمہ جامہ کہ تو بر تو نمود  
 آبروے خلق آب جو نمود  
 روے از آں آئینہ زانو نمود  
 از قیامت منزل زان سو نمود  
 زد تواند صد گل خود رو نمود  
 گیسوے شب شد سفید و آفتاب  
 ہند و شب مرد و خورشید آتش  
 سوے ساقی ماہ باریک لے سحر  
 ماہ شب رو را چو گردن سلخ کرد  
 بندہ خسرو دل بہ ساقی عرضہ کرد  
 جام آئینہ ست لیکن بے شراب  
 بود پہناں آفتاب آں دم کہ صبح  
 صبح را گفتم کہ مہ خورشیدت کجاست؟  
 تاج دولت آں کہ زد ہر سردے  
 شہسوارا گاہ بخیر آمدن  
 تیر تو نظارہ صد چشم را  
 چرخ را گفتم "ستونی پشت بہت"  
 دشمنت نالاں بود روزے دوست  
 گل ز خلعت پیش بلبل پارہ کرد  
 از بر قہاے جہیں بر آستانت  
 زانویت بوسیدم و دولت مرا  
 جسم از گردن قیاس عمر تو  
 شاخ عمرت سبز بادا تا ابد

## فی التوحید باری تعالیٰ

اے زخیالِ مابروں در تو خیال کسے؟ با صفت تو عقل والاں کمال کے رسد



گر ہمہ مردم و ملک خاک شوند بر دوت  
 کنگر کبریاے تو ہست فراز لا مکان  
 بر در بے نیازیت صد چو حسین کربلا  
 ہست بہ تنگناہ دل جلوہ قرب روز شب  
 زان چمنے کہ بلبش روح قدس نہ ہی سز  
 تو سن چا بکاں بک عرصہ کوئے نیکو اں  
 حریر دوسے عاشقان بر سر پھول منے سز  
 آیت رحمت از حرم ہست برے حاجیا  
 خسر ویت راجز خط و خال کے رسد؟

### در مدح حضرت نظام الدین اولیا

کہے کہ از دلش عین غیب یا رہ بود  
 تے کہ ہست سہ روحش یکے ہزار اں گشت  
 چون گ نیست ز طینت چو معرفت خیزو؟  
 بہ عشق باش بہ کلی کہ مرغ آتش خوار  
 فقیر کش بہ ریاضت عقیدہ محکم نیست  
 ز نفس بواہوست فعل زشت خوب نمود  
 چو نیست خوب تو شیریں شکر چو سود نام؟  
 ز تاب ہر تو دل مردم آتشے باید  
 کند فرد زش شب یکے زشت نہ کند  
 بہ کار بر سر آں باغے گراں باہے

ہمیشہ کوشش او در صلاح کار بود  
 خطے کہ ہست سہ صفرش یکے ہزار بود  
 کجا زشت ز رونقہ را عیار بود؟  
 نہ پختہ باشد اگر کم ز دود خار بود  
 تکاد نیست کش از کند نا فساد بود  
 وگر نہ زارے کے از غنہ بچو سار بود  
 کہ نیشکر بہ سمر قند و قند ہار بود  
 کہ نور او را سوزندگی چو نار بود  
 اگرچہ کہ یک شب تاب چوں شرار بود  
 کہ یک شکم ہمہ دندانہ چوں اتار بود

به اختیار طلب یاری از خدای دود  
 چو فضل نیست به بالا چو مستعار ملا  
 زهر رعن آب کساں حویص مشو  
 شکم پرست مشو بار خزه پشت به سر  
 به روح زنی نه تن تا همیشه مانی از آنک  
 ز زندگی ست که پیله شکار اثر در دست  
 بر دیکه بدو گم با صفا کنی علی  
 علی نگر زبشر نه درم چو گوش کمرست  
 به کار دیں چو به کارست سنگ استنجا  
 به کار چوں من اشترو دلاں پلنگ و سید  
 به ملک دل نه شد ایمین که او گراں جان  
 سبک شوازی به راهی که جاں به اں سنگ  
 چو مورچه ز کبوتر رسد بر اوج هوا  
 هوا به زیر قدم کن اگر همی خواهی  
 تو خود فرشته شوا ما ز خویش نتوان شد  
 فرشته می شود و جبرئیل روحانی  
 نظام دین که زین روش اهل دیں پیوست  
 ز تیزی نظرش بس که خاک شد تیره چرخ  
 همیشه فورتحلی ست شمع محاسن او  
 خزینه خرد و بارگاه خانه دل  
 همیشه هر ملک در جوار دست چنان

به سان یار که در لفظ اختیار بود  
 که عام لازمست و نقش مستعار بود  
 چو ریگ کج که بر جوی رود بار بود  
 اسیر بار شکم بین که آن چه بار بود  
 بنای عمر ز آب دگل استوار بود  
 چو اثر دلمه مرد کرم را شکار بود  
 که پیش آئینه گردد نمی چهار بود  
 چه سوداگر زرد لعلش به گوشتوار بود  
 اگر تو کم تر از آنی ببین چهره عابد بود  
 که موش جز دل القاب صد حصار بود  
 منزله جل نه شد استر که بر باد بود  
 در او فقیل ترا ز کوه کو هسان بود  
 بگو کجا رسد آن کو هوا سوار بود  
 به بارگاه فرشته دشانت بار بود  
 جز آن که صحبت خاصان کردگار بود  
 کسی که در پهن غوث روزگار بود  
 ز حادثات سادی به زیهار بود  
 همه سرایر زیباش در چهار بود  
 درون پرده باری شبی که بار بود  
 ملام فلکش پر ز یادگار بود  
 مسیح را به فلک مهر در جوار بود

شیوخ خفته از آس زنده گشتگان اری  
 به فر خاک ویرا و کہ سر عزت فقر  
 ز دست آئینہ خواہند گاہ کہ دے گاہ  
 دے چنار ہمہ دستہا حتی داد  
 شود خراب بسیطہ زمین زخیل فتن  
 و گرنہ رابطہ دہر نو کند بہ جہاں  
 نہ ہے کہ سر دولت "والجبال اوقاما"  
 کہے کہ دید ترا گویہ دوزخی ست بہ جرم  
 کلاہ داد و قبا پوش نیز بہت بے  
 بہ خاک پاک کہ بنیم در اے عرش اورا  
 مزید فقر ترا رقعہ ہائے پُر شبہ ست  
 دے تو زندہ دآں کش دل مست کشتہ فنا  
 بہ دور دولت امید خسر و سکیں ست  
 چونام روشش این شعر نائب النور ست  
 قبول کن زمین سنگ ریزہ ہائے گہر  
 صلہ بہ بخش در این مدح آں کہ در حضر

نیام را ہمہ روفق ز ذوالفقار بود  
 ہزار کوہ زرشں ہیچو کوہ خار بود  
 ہوائے پیش درش چوں سر چنار بود  
 از او بود ہمہ پر گر چہ بے شمار بود  
 اگر نہ در پینہ این بزر گو اربود  
 نہ خلق او ہمہ فصل جہاں بہار بود  
 کہ وصف آں دتدارارض در دقار بود  
 بساط آتش سوزانش لالہ زار بود  
 کہ ذرہ ذرہ دلش ہیچو کوکنار بود  
 کہ خاک پایے تو در چشم اعتبار بود  
 ز حرف غیب بہ ہر رقعہ صد نگار بود  
 مجاورے ست کہ رشوت خور مزار بود  
 رحق حق کہ بنا خوردنش خمار بود  
 سزد اگر کہ زمینوشش برگ بار بود  
 چہ نقص کعبہ اگر در رہش حمار بود؟  
 نہ خواہی آں کہ چو این سگ خوابار بود

ز ابر رحمت یزدان پاک بہ نشیند

غبار ہاکہ در این خاک خاکسار بود

## فی المدح سلطان جلال الدین

چو زلف یار شکن بر شکن ہمی پیچد در او ہزار دلِ مرد و زن ہمی پیچد

دلم بہ زلف بہ پیچید و سحر ہیں کہ چسپاں  
 نہ زلف پر شکنت آب می چکد نہ تری  
 بہ ناز طرہ ہمی پیچید و ندانم چسپست؟  
 بتا بہ ناز میچ ایس چنین کہ ہر ساحت  
 زباں بہ وصف میان توئی گشت و ہنوز  
 نہ بہر بندگی گل فردش را بنگر  
 ز جور ہائے تو بس قصہ کہ سیاہی چشم  
 دلم ز جور تو بے جاں ست چون دال ترس  
 جلال دنیا و دیں خسروے کہ از پیشش  
 بہ پوشش ز رہ آں آہنیں تن ست کہ او  
 بہ تیغ می برد باد کتف آں زناں  
 ہی کند بہ جہاں روز دشمنش روشن  
 حسوداں چہ کہ پوشیدہ شد میان کفن  
 گل از چہ بوسے بہ گرد دماغ گشت مگر  
 شہنشاہن خسرو چو موی بار یک  
 بہ امتحان سخن بہر پاسخ دگرے  
 ببین کہ لقمہ چنین کردمش کہ لذت آں  
 بہ طرز من ہمہ پیچید آئے از پی چشم  
 کہ دعوات کہ طومار ہفت ہیکل چرخ  
 بساط قدر تو گسترده باد تا گویند  
 کہ بوریائے قیامت ز من ہمی پیچید

ز مو بر آتش سوزاں رسن ہمی پیچید  
 نگہ کہ زلف تو مو بر شکن ہمی پیچید  
 کہ باز بر سر آں پر فتن ہمی پیچید  
 ز بیچ بیچ توام جان و تن ہمی پیچید  
 زبان موی شدہ در سخن ہمی پیچید  
 کہ ریسماں بہ گلوے سخن ہمی پیچید  
 سواد می کنم و جان من ہمی پیچید  
 کہ در عنان شہ صف شکن ہمی پیچید  
 عناد و کینہ دو تہمتن ہمی پیچید  
 بہ پیچہ بازوے روینہ تن ہمی پیچید  
 کہ کفر بر کتف بر ہمن ہمی پیچید  
 زبان شمع گر اندر کفن ہمی پیچید  
 ہنوز اندر حسد اندر کفن ہمی پیچید  
 کہ مشک خلق تو در پیرہن ہمی پیچید  
 مگر نہ مدح تو در کوچہ فن ہمی پیچید  
 ردیف چستی از ایں ممحق ہمی پیچید  
 نوالہ اے زپے ہر دہن ہمی پیچید  
 شبہ بہ رشتہ دُرّ عدل ہمی پیچید  
 بہ حضرت ملک ذوالمنن ہمی پیچید

## فی الممدوح سلطان الاعظم جلال الدنیا والدین فیروز شاہ

سپیدہ دم کہ فلک بام زہر بہ کیمیا داد  
 چو چرخ پیر بہ رخ زد سپیدہ دُستی  
 نہ ماند چون فلک گوشت پست را دند  
 در است مغربی آفتاب را کہ فلک  
 ستارہ را ز چہ شد دیدہ خیرہ از خویش  
 چو شعل بخشش جاں داد باد راساتی  
 بہ صبح بادہ جواں خواند بہر لذت عیس  
 ز مردگان بتر است آن کہ صبح زندہ نہ د  
 غلام باد صبا ام کہ بامداد و بگاہ  
 بر آں حریت گواراں بود شراب نشاط  
 علاء دنیا داد دین کو خطاب فرج بخش  
 سپہر پایہ محمد شبہ بلند سر بر  
 ستارہ چشم ہمہ رہ بہر رخ اشارت کرد  
 خصوصاً از پی تعظیم دور داخل اوست  
 نگا درش سرموے زہرہ نہ شد یکسے  
 گرفت گنج ہمہ خسران ذوالقرنین  
 جہاں کشایا تیغ تو تیغ نتواں گفت  
 زمانہ نامہ تیغ و ظفر بہ تیر تو بست  
 چہاں بہ سر ہمہ را بوس خوش پراگندی

نسیم غامیہ در دامن گلستاں داد  
 بہ دستش آیینہ داد آفتاب بخنداں داد  
 ز ماہ قرص سپید خودش بہ دامان داد  
 نہاد زیر زمین بامداد تا باں داد  
 ہوشب حقہ امینا شش سرہ چنداں داد  
 خضر نیابت شغاش بہ آب جواں داد  
 کہ داد عمر و جوانی بہ باد نتواں داد  
 کہ باد خوش نفس صبح مرده را جاں داد  
 صلابہ عیش بہ عشرت سرمتاں داد  
 کہ بخت نقل مرادش بہ بزم سلطان داد  
 بہ روز نامہ خورشید زیب عنوان داد  
 کہ از سر بہر جہاں را چہار ارکان داد  
 پسر گوش ہمہ تن بہ ہر چہ سرماں داد  
 کہ دہر نہ کرہ را دور دور میداں داد  
 میان فرقی سہایش اگر چہ جولان داد  
 پس آن گنج بہ زکوٰۃ تن خضر جاں داد  
 کہ فتح باب سپہرت کلید کیمیاں داد  
 ولیک تیر تو آن نامہ را بہ پریکاں داد  
 کہ ز باغ بر سر قافاں نداے قافاں داد

به خواست خاکِ درت را ملون ز هر چشم      همان به هر کس از آن سر می سپاهان دلو  
 نگیس چگونہ زبردست چوں تویی بُشنید      کس این محل نہ چنان سنگریزہ کاں داد  
 بمان به مسند ملک از دعالے خضر شداد  
 کہ چرخ دولت و عمر تو بس فراوان داد

## در مدح سلطان علاء الدین خلجی

سپیده دم چو هوا گشت بوستان فرمود      بساط خاک ز دیبا و پرنیاں فرمود  
 کنوں گل از بن دندان درم دهد هر روز      که لاله خالی و خط سبزہ را نشان فرمود  
 چو روضے نازک گل تاب آفتاب نہ داشت      زمانہ بر سرش از ابر سایاں فرمود  
 ز لاله خواست چمن ساغر و سبک بخشید      ز ابر خواست زین شربت رواں فرمود  
 ز فوشار و باران کہ ریخت ساقی ابر      علاج نرگس مخمور نانوایں فرمود  
 حواری دین خورشید ہیں کنوں به هوا      کہ یاد جلوه یک رایں بوستان فرمود  
 ہر اک پیر در ورق خویش غنچہ مشکل داشت      بنفشہ گوشتش نہاد و صبا بیاں فرمود  
 اصول فاختہ چوں شد درست بلبل را      گلش ترنم بزم خدا یگان فرمود  
 علاء دنیا و دین آں شے کہ عالم را      به عدل خوشتن از حادثات ماں فرمود  
 ہمارے ہمت او چوں پرید برگرد دل      قدر بہ کنگرہ عرش آشیایں فرمود  
 کماں ترا چو پسندیدہ نیست ابر چرا      برے شاہ ز تو سب تر ز کماں فرمود  
 شہا شکوہ تو بگست عقد جو زار را      وزاں حامل شمشیر خضر جال فرمود  
 خود بہ مرتبہ لایعطا رومی خسرو      فلکے حاو و شنایش بہ استیاء فرمود

بمان بہ دولت و اقبال بر سر میر بلند  
 کہ کردگار ترا عسجد داد و داں فرمود

## در مدح سلطان جلال الدین فیروز شاہ

شیریں دہان یار کہ راحت بہ جاں دہد  
 اینک ز کشتگانِ فراق کیے منم  
 عمرے رود کہ یاد نیار دزد و ستاں  
 گم شد دلم کنوں منی شہاؤ کوئے دوست  
 شیریں سوارِ من چہ خبر دار داز جہاں ؟  
 لے باغباں ز سوزِ دلاں بلبلاں بترس  
 بوئے طلبِ کسم بگز لب گلہ زکیست ؟  
 پُرخوں شد از پیالہ دروغم کہ تا چرا  
 ساقی نگر کہ دشمن جاں شد مرا کہ من  
 کار من از شرابِ بدیں جائے گرسید  
 آخر رسید دورِ من آں مست ناز کو ؟  
 کارم شد دست ہم نہ زخم گر پیالہ را  
 ز آبِ حیات شست دہاں را ہزار بار  
 اندیشہ کئے رسد کہ بہ بوسہ رکابِ شاہ  
 زان سوئے کون گر پردا ندیشہ تا ابد  
 سلطان جلال دیں کہ گہ تخت بر شدن  
 فیروزشہ کہ صیت بلندش زماں زماں  
 آں دم کہ گرد لشکر او برود بہ چرخ  
 نفرت از آں غبار بہ گرد آبِ آسمان

آبِ حیات از آں لبِ شکر نشاں دہد  
 کس را مباد کاں لبِ شیریں زیاں دہد  
 آں شوخ را خدائے دل مہرباں دہد  
 باشد کہ ز گم شدہ من نشاں دہد  
 مسکین کسے کہ بندیش از دور جاں دہد  
 گل را رہا مکن کہ صبا را عناں دہد  
 چوں بخت در نوالہ مرا استخواں دہد  
 ہر لحظہ بوسہ لے بہ لب آں جواں دہد ؟  
 مست و خراب ادہمہ رطل گراں دہد  
 داں نا خدائے ترس مرا خود ہماں دہد  
 تا یک دمے ز دست خود دم درد ہاں دہد  
 خود چاشنی کسند بہ من نا تو اں دہد  
 تا بوسہ بر رکابِ شہ کا مراں دہد  
 گر بوسہ بر رکابِ قزل ارسلاں دہد  
 نتواند آں کہ بوسہ بر آں آستاں دہد  
 چرخش ز ہفت کرسی خود نردباں دہد  
 از شرق تا بہ غرب ندائے اماں دہد  
 پیشش بہ خاک بوسہ مہ آسماں دہد  
 سازد جزیرہ ورہ انجم بر آں دہد

لے سایہ خدا کے چتر بلند تو  
 عیسے بہ چرخ سوزا زان بردگزن سنان  
 تیرت کہ در ہجا بہ پر کر کساں پرد  
 تیر تراست تیزی پیکان بہ پا چنانک  
 تا چشت دید جامہ انصاف برد تو ماہ  
 از ران پردہ بستہ رود پا ز بر فلک  
 دریا کجا رسد بہ کف دُر فشانش کو  
 ہر خط کہ ہست رکعت ادا از کتاب جود  
 شاہا بہ عیب شعر ہے لقمہ گزید  
 دانا ترا تو کیست ز داندگان دہر؟  
 بادت بام دولت آں گاہ دولتی

خورشید را ز ابرسیہ سایاں دہد  
 چوں چرخ پارہ گرد و پویند آں دہد  
 نسرین چرخ طعمہ زاغ کماں دہد  
 یک دم بہ دشمن مست خبر آں جہاں دہد  
 شہباز چرخ تار بہ تار کتاں دہد  
 دیش بہ عقلش از نہ کلید از بناں دہد  
 خاشاک و خس بہ کف ہند و بر کراں دہد  
 ہست آیتے کہ فتوے خون بہا کاں دہد  
 بے دیدہ لے دوسہ کہ خدا آسماں دہد  
 کا نصاب شعر خستہ و سحر البیاں دہد  
 کز قدر کردہ فلکت زیر راں دہد

بختے چناں کہ روے ہما یونت راقضا  
 ہر دم نوید ملکیت جاوداں دہد

### فی مدح سلطان علاء الدین سلطان محمد شاہ

کجا خیر و چو تو سرے جوان نازک و نور؟  
 نہ باشد چوں لب اندام و گیسو درخت ہرگز  
 بہر داندیشہ مہر و فراق و آرزوے تو  
 ز شوق و عشق و سوز و سازد داغ اینک بگوئی  
 نہ دیدم چوں توئی از شکل و ناز و شوخی و خند  
 جواناں عاشق حیران و مستعجب خود و خواہا

شکر گفتار و شیریں کار و گل خوار و دمہ پیکر  
 شکر شیریں و گل نگین و شب مشکین و صبح اذفر  
 ز خصم تاب و رویم آب حشم خواب جانم خود  
 دہم و دغمم سو دو لم عود و تنم محسب ہر  
 ہرں رنگ و روں جنک و دل سنگ و لب گہر  
 فریل و نگین و رنگ آمیز و بے پرہیز و غارت گر



جو در سحر دم افسون نیرنگ من از گفت  
 مشو زین سان جو خوشم رعنائی و بد خوئی  
 مکن چند یں ببین آخر که دے گاه در دژ و شب  
 نہ ماند کس بمرد و دست نور و شکوہ آئے  
 علاء الدین بود شہ کز کف را و دل دی شد  
 محمد شاہ کز عقود جہا د علم و حلم آمد  
 شہنشاہ کہ ہست از تاج و بیغ و چشم بخشایش  
 بہ طوع و رغبت عشق و ہوس باشد در پیش  
 بہ رزم اندر دلیہ پہلوان ترک ہند و شیش  
 کشید را نہ و برد و کوفتا نہ در دار ملک و  
 شوند از حریر و ہم دہیہ خوف در پیش  
 نہ بہ بکشا و فتح و نصرت فیروزی و بخت  
 ترا دیدیم بہ گاہ باز گشت و حملہ و ہجاء  
 ترا داد ایزد اندر ملک و تخت بالش و مسد  
 جہاں پیش از تو بد زاد بار ظلم و ظلمت چرا  
 بہ حمد و نوبت دوران ملک شد سجدا شد  
 رعیت را ز لطف خلق و خیر و مہین تو گشتہ  
 یگان کس ادب از انعام جو دورافت ہمت  
 ز خط سبز و نقش سرخ و اخان تو شد عاجز  
 کسے کز خون بزل فضل و لطف خاص نہ گرد  
 بدان دیشان و دست اتق عین دل و سر شد

دہم جوش دہم ہوش و ہنم گوش و گنم باور  
 جگر خار و دل زار و جفا کار و ستم گستر  
 قضا بیشکے یاں نک بقا کو چکا ہے مر  
 سر شاہان ہم دوراں سراپوزاں شہ کشو  
 دُرافشاں ہندوان ہما ننان جہاں اور  
 خطا پوش و غر اکوش و قبی ہوش و علی خیر  
 خداوند و ہنرمند و عدو بند و دلی پرور  
 ستارہ راہ و زہر گاہ و مسد رگاہ و کیواں در  
 جہ ہماں چہ پیران چہ دستان چہ زال در  
 سناں قاراں قلم ہماں علم خاقاں ہل سحر  
 فلک لہزاں ملکے جاں جہاں حیراں ہل مضطر  
 دے مجید فراواں شد ز قلعہ صد و صد لشکر  
 علا گردن سما تو سن بقا جوش ظفر مغفر  
 جلال و قدر و عزم و صد و زیب بلکہ نور خور  
 رہے نیزہ صفے شہ شے بہ نہ رہے بہ زر  
 فلک خہ شخو چمن دل جو زمین میو سما از ہر  
 خاک بُستان جنس ریکاں ہم مر جان گل صبر  
 بہ دریا و رہہ دشت شتر بہ موج اختر بہ فوج استر  
 دل عامہ رخ نامہ سر خاہ خط و دستر  
 مخالفت سوز و گنج اندوز فرخ روز و نیک اختر  
 نزار در زار و تنگ تاریک خار و کور و کر

دردِ تیرِ طبع و دلِ کلک و خطِ خسرو  
 ہنرمندوں شکر معجون دُرِ مکنونِ گہرِ مضر  
 الا تا زاید و آید الا ما خسر و تا بد  
 گل از خارِ درخشاں تا رفتن از نارِ خوارِ خاوار  
 بہ و جدِ حالِ ذوقِ شوقِ در بزمِ مستِ کشفِ ہر  
 دلم لکشِ سر و خوش نشد کس کسِ نو لے تر  
 بہ شامی و جہانِ بانی و دیناری و سلطانی  
 عذ فرسائے بزمِ آرائے و ملکِ فرائے و عالمِ غم  
 مبادتِ سیچِ روز و ساعتِ فی نفسِ خالی  
 نگینِ انگشتِ جاہلمِ مشتِ حیرانِ پشتِ تاجِ اکبر

## فی المدح سلطان علاء الدین

در آسے بچو شاخِ گلِ لطیف و نازنین و تر  
 نشاطِ انگیزِ عیشِ افزا و راحتِ بخشِ جاں پُر  
 ز زبانی و لطفِ نازکی و تازگیِ پیشیت  
 حیرِ کجاں چہ سرینِ چہ شمشاد و چہ نیلوفر؟  
 ز عکسِ عارضِ جعد و بنِ گوش و دو چشمِ قد  
 دلدلِ جعدِ سنبلِ فست و نسریں پر دِ عنبر  
 ز گلگشتِ جوئے افشاں نسیمِ عطرِ توجوید  
 چمنِ روحِ دامنِ لطیفِ صبا مشکِ گیا عنبر  
 تنِ رفیع و خطِ خدو و برقعہ و لبِ لطفت  
 مہر و شبِ روز و گلِ سر و دے و شکر  
 شبنمِ در بجز و بیداری و شوقِ و غمِ بودے تو  
 نفسِ مونسِ حجرِ بالَشِ خشکِ بالینِ میںِ بستر  
 ہےا دایر و دگر گاہِ شے از نرگس و عنبر  
 بیاتِ باد و شاد و خرم و آسودہ و خنداں  
 کہ بہت از عوالمِ عدلِ بذلِ احسانِ شہِ عالم  
 جہانِ دایے نکو کائے فلکِ قدے ملکِ صدک  
 سرفرازِ دسرِ نازد جہاں گیرِ مخالفِ کش  
 رہِ رای و دمِ خلکِ و دینِ علم و ہنرِ صافش  
 امانِ امنِ عدلِ راحتِ مستِ اندر زمانِ او  
 جہاںِ زیبِ بین و قر گرفت از خطبہِ نامش  
 سلط و سلطہ در "ن" اضافہ فرماست۔

نشاط انگیز عیش افزا و راحت بخش جاں پُر  
 حیر کجاں چہ سرین چہ شمشاد و چہ نیلوفر؟  
 دلدل جعد سنبل فست و نسریں پر دِ عنبر  
 چمن روح دامن لطیف صبا مشک گیا عنبر  
 مہر و شب روز و گل سر و دے و شکر  
 شبنم در بجز و بیداری و شوق و غم بودے تو  
 نفس مونس حجر بالَش خشک بالین میں بستر  
 خصوصت ساز و عاشق سو و افسون خوان جاوگر  
 شوم ہم ہم کنم عشرت خرم بادہ کشم ساغر  
 جہاں بے غم ماں محکم طریکے مد خوشی بے مر  
 علاء الدین علوی محمد نام احمد فر  
 ظفر یاب گہر پائش جہاں بخش و گرم گستر  
 خرد رانج و جاں اشاخ و تن اگر گن حق را بر  
 بہ شرق و غرب خنہ دید کوہ و دشت بحر و بر  
 رخ جمیع صفت قبلہ در مسجد سر منبر

بزرگ فرمود و خاص عام را در ذکر ذاب است  
 ره بود و برد و به شکست شد بادسان او  
 در آن دژی که از سهم لواء خاک خوں گردد  
 سواران یلان پر دلان و صفدران مینی  
 به آهنگ و درنگ حیل و جله شود پیدا  
 کند شاه از سان تیوگر ز وحسب بگرخواه  
 حسود و دشمن بدخواه دشمن را رسد هر دم  
 به پشت هر دو دست کز دوش قوس پشت یل  
 در عجب بیم و ترس هیبت شه گم کند آن دم  
 کشاید چار چیز از چار جایک زخم تیر او  
 به بهر جای و صف و کوس رکاب کیش اند  
 جهان ارا بی علم و علم و مهر و کین سر آید دم  
 سر بر دلت و ملک جهان ز ضبط خود کردست  
 ز عفت و لطف تو بستند مردم عاصی و مخلص  
 ز قلب هر میر و پهلوان گردد و لشکر کش  
 حریم بار و چتر ملک و نعل اسب با دوست  
 سز در ضوان حور و آفتاب زهر در بر دست  
 طبع و ذوق فهم و فهم و خسر و یافت در جنت  
 همیشه تا فیصل طول و عرض و حق چرخ آمد

به حزم و عزیم و بزم و رزم بادت هر کجا خواهی  
 قدر حامی فلک خادم قضا حافظ خدا یاور

صفت برد و لقب جز و دایا و دشنا از بر  
 زمره ای دل شیراں جان خصال تن شایان  
 جهان دهم هوا برش قضا ابلق سماں اغیر  
 کند انداز و خنجر گیر دناوک بار و جولان گبر  
 بل و شست بزا و گرگ و سگ از شیر و دیو  
 فلک یزدین بالا و دوراں لیب و دبر برتر  
 بدل ناوک جان و بین به تن نیزه به سر خنجر  
 رود ناوک و دویک جهم سوری پر و کلبر  
 ثوابت جاثر پاره کوکب پا ملاک پر  
 ز تن خون زابراک زکود و دزد سنگ آذر  
 شرف موکب علو رایت بقا ساقه طغر زهر  
 متن عالم دل دریا کف معدن سر لشکر  
 به کار و بار و دین کیش و دست شست و زود  
 به نارد و نور و دود و داد و سوزد ساز و خیر و شر  
 تمنن تن سیاوش و دش فرمیں سکندر در  
 در غل و شب قدر و مه عید و حج کسب  
 نشاط آغاز و ساحت و یون نقل و دنیاگر  
 زبان گوهر سخن بهیتم علیه ورق و دفتر  
 ره قوس دم جدی و سر قطب خط محور

## فی نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نہے روشن درویش چشم بنیش      وجودت کمیائے آفرینش  
 مبارک شکر آں تو داری      کہ مرغ نامہ شد روح الامیش  
 چه بنید مردم ارا از خاک پایش؟      نہ باشد سر عین البقیش  
 کہ دارد جز تو دست آنکہ باشد؟      کلید نہ فلک در استیش  
 رسل را ذات تست آں خاتم حست      کہ قرآن آمدہ نقش نگیش  
 لبش چوں انگبیس ریزد در افتد      ملائک چوں ملک در انگبیش

دقایق ریختہ خسر و ز نعت  
 پس از آرب خضر کردہ عیش

## در مدح

لے سپہر آفریدہ و انجم      نئے ملک مد رک توئے مردم  
 لے پدیدار کشتہ از تو جہاں      باز کار جہاں بہ کار تو کم  
 در حریم سر لے تقدیرت      نئے فلک محرم ست نئے انجم  
 ہست صفت ساکنان جہاں      لحن گرما بد و تر نیم حسنم  
 چوں شناسد کمال دیقاں را؟      دانہ در چاہ و کرم در گندم  
 حرفے از کبریات در ادراک      دیدہ عقل را شدہ کژ دم  
 گہ کنی سر چرخ را مرغش      گہ کنی زاغ شام را مہ دم  
 یارب زد و زخم امانہ از آنک      سنگ آں آتش است ایں ہیزم  
 دہ رحیم رضا بہ من داں پیش      کہ کند شیشہ فلک تم تم

اشتم می کنم بے دردی عفو منم از خست و این شتم  
 کنن ایشان مرا که پایہ شانست  
 "رَبَّنَا الْمُسْتَغْنَىٰ يُدْعُوکُمْ؟"

## فی الموعظة والنصح

مرد همسرا به سرکار به  
 بهره مقصود چو به رنج نیست  
 مرد که شبلی نه شود گاه کار  
 هر که نه ریزد به غرا خون خویش  
 زان تن کاهل که گل نازک است  
 گر چه که پیری تنست امر و زداد  
 عین بزرگی است که گویند هست  
 کار بزرگ است که خوانند علم  
 علم که از بهر فریب خراست  
 سفله که شد با سم خرمیخ دوز  
 سرعت جاہل که سبک شد به راه  
 گر تو پیاده روی از تو بے  
 راه به دل رود که رونده دل مست  
 راه رفتی کو به ره دل رود  
 دل که به گل ماند نیامد بروں  
 آن که سوئے ملک ابد کرد عزم  
 شخص معطل فخل و خوار به  
 کاهل بے کار به پیکار به  
 زو سگ بازار به مقدار به  
 زو صنم حال نفس بسیار به  
 خاکش سوخت صد بار به  
 کار تو صد سال اگر پار به  
 احمد پارینر ز بیمار به  
 بے عمل آن کار میندار به  
 کاهل خرا از عالم غدار به  
 دوخته چون فعل به مسار به  
 از کسل جاہل اسفار به  
 اشتر لنگ دهنر رهوار به  
 رهبر و اسری سوئے اسرار به  
 از تن خود نیز شکار به  
 سنگ گران مست به دیوار به  
 از خست و زده همسرا به

چوں نه پد هر چه سبک شد بلند  
 ذره گرد از که دگر سار به  
 پیر کمال پشت به عزت نشست  
 پودر شتابنده به بلغار به  
 دال که جوانیش ز پیری به است  
 خلوتش از صحبت اغیار به  
 دایره میم مراد آنکه هست  
 ساکن گردنده چو پر کار به  
 آن که کند نفقه الهی طلب  
 افزود گنج مست تر غار به  
 عرق فقیر ار به هوا سر کشد  
 از رگ او رشته زدنار به  
 مرغ که در بادیه خون ریز شد  
 غار خوش از همه باشد نیاز به  
 عشق خوش مست از همه باشد نیاز  
 گر نظر صدق به صنع خداست  
 مرتبه عشق چو به چارگی است  
 مسکنت از بهت به پندار و کبر  
 دال که بود با دمسرے در سرش  
 مسکنت از بهت به پندار و کبر  
 دال که بود خاک به از جن خلق  
 سرکش از گرد در هر دال  
 مرد که گردن کشد از حکم پیر  
 در حق میشه که رسید از شبان  
 نفس حروں گر به ریاضت فیت  
 زن دم اخلاص به طاعت آنک  
 خرقه و تریز ویکه پوشد فقیر  
 ابر به پوشد صنوخ و رشید را  
 طاعت اگر از پے مال ز دست  
 کاسه که خالی است نگوں سار به  
 تربیت گرگ کم آزار به  
 جبل متین بر سرش انبار به  
 زندگی زین دم ابرار به  
 دوخته از سوز زین پندار به  
 حله خورشید ز انوار به  
 کاسه که خالی است نگوں سار به

نزد معاشر کہ نہ باشد خیس  
 چون بہ شکم کار قدر ہر قوت  
 از پیے فسلم آں کہ صبوچی کند  
 شربت فوستے کہ بہ ظالم دہند  
 فرض بہ جا آرد مجوبیش از آنک  
 تن چو بہ خرمای کسان میل کرد  
 ہر کہ چو در جش شدہ یکتا صبور  
 چون زردہ معرکہ جوید سوار  
 خواہ کہ از خون کسان خوردے  
 کے کند اندیشہ روز حساب  
 در عطش نہ کہ نہ برود حریف  
 از سر شاخے کہ خورد آب غیر  
 شونہ کز افسوں بہ خورد خون خلق  
 سخت سری را کہ سر خلق کوفت  
 ابر بار د چو بجوئی "بار"  
 گر تبرے ہمیزم دیگ عطاست  
 سائل تو گر چہ چو دجلہ پرست  
 کیسے بے جود بریدہ بہ ست  
 دیدہ کہ باشد بہ جفا تیز بین  
 میر چو آں بر ہند از ہر مال  
 آب نہ چہ از پیے کافر کشند  
 برگ گل از تنگہ دینار بہ  
 کیسہ پُر از صوفی زردار بہ  
 نورِ نشاطش یو شب تار بہ  
 خون ہمیں ظالم خون خوار بہ  
 حرص کم از طاعت بسیار بہ  
 دام شکم دختہ از خار بہ  
 ماش و خود از دیر شہوار بہ  
 از خر شہ زندہ اخبار بہ  
 از تسلیم اونے دُ مزار بہ  
 تذکرہ آں را کہ ز طومار بہ  
 از چہ ز مزم نجم خسار بہ  
 خوردن تار از خوردش نار بہ  
 زود بہ ہنر جادو دگفتار بہ  
 پتک دے از نامہ تاتار بہ  
 دست سخی ز ابر گہر بار بہ  
 آں تبر از تیشہ اخبار بہ  
 از تو برد قطرہ قطار بہ  
 سر زلفش از کوشش چقار بہ  
 تیرش انداز کہ افکار بہ  
 مخلص از گنج زیاں کار بہ  
 رشتہ آں ہم رگ کفار بہ

آن که ز پیر میزنه گیر و نصیب  
 بست لب از ماندن ناله به  
 صعوه که خواهد خورد انجیر خام  
 شیره پستانش به منقار به  
 چون خوش تن همه بیمار بت  
 فاقه علاج دل بیمار به  
 کم خور و کم گوشت چه باز ملک  
 طعمه او کبک و بط و سار به  
 نفس که در دل گهر از حیات  
 بر دست در محل خود نکوست  
 چون سخن خوش گهر مردم ست  
 ز مزه مرغ به گلزار به  
 شکر رزاق و خردش عوا  
 با ناک سگ از نعره جان ار به  
 جور سفیه ست دوا خنثی  
 شکر رزاق و خردش عوا  
 بر جهلا جمل نکوتر ز پند  
 پند و نصیحت ز سفیهان هوش  
 مشک تبرکی چه دهی کش ز ذوق  
 بر جهلا جمل نکوتر ز پند  
 محن منوم چه زنی پیش او؟  
 زان که بود قابل پند و درا  
 نام شدا بخیر نه این شعر را  
 پرده بر افکنم از این خام از آنک  
 که چه که خسر و سخت گوهر ست  
 هست چو گفت تو گناه بزرگ  
 هر سخنی که به دلت به نمود  
 خوانده به دال کار دیز کار به  
 بر گنه خویشتن اقرار به  
 رخت فروشنده به بازار به  
 هم نمشیت از همه گفتار به  
 رخت فروشنده به بازار به  
 هم نمشیت از همه گفتار به  
 رخت فروشنده به بازار به  
 هم نمشیت از همه گفتار به

هست همال به که بگویی به صدق

مغفرت ایزد غفار به



## در مدح

اے بہ در ماندگی پناہ ہمہ کرم تست عذر خواہ ہمہ  
 گرد مغلیں رہروان بہت شرف مہمہ کلاہ ہمہ  
 قطره اے زاہد رحمت تو بہت شستن نامہ سیاہ ہمہ  
 از رے بر مرا کہ در تو رسم اے بہ سوے در تو را دہمہ  
 گنہ ماہمہ افزوں ز قیاس عفت افزوں ترا ز گناہ ہمہ  
 خرد از تو پناہ می جوید  
 اے پناہ من و پناہ ہمہ

فی لغت سید المرسلین خاتم النبیین  
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اے رسالت را علم افزاختہ دست تو تیغ شریعت آختہ  
 مرکبت کو بر مکاں بہاد پای قدر تو بر لا مکانش تاختہ  
 آدم دمن در نہ تخت اللوا آندہ پچوں تو لوا افزاختہ  
 ز قبائے چرخ را خیاط صنع خاص بہ ہر قامتت پرداختہ  
 میم احمد را گزیدہ بعد از آل خاتم مہر نبوت ساختہ  
 ہر کہ ادا از میم ا طوق یافت وریگی گوی رد دے چون فاختہ  
 جز خدا کس قدر تو نہ شناخت نہا کس خدا را بچو تو نشاختہ  
 تافتہ نور تو از روزی ازل پر تو خود تا ابد انداختہ  
 دیدہ اے کش در نظر ناید ثبت عشق با خاک جنابت باختہ

عاصیان زرد رو را کردگار از برای روی تو بنواخته  
 بنده خسرو تا فوسد لغت تو  
 ز آتش دل جان خود بکذاخته

## وله فی نعت ابنی الهاشمی صلی اللہ علیہ وسلم

اے بہ نہ گمردوں براق انگینہ دے یہ فتراک دو کوں آویختہ  
 گشت زلفت لیلۃ المعراج دل قاب تو سین زابر دان انگینہ  
 ہر کجا افتادہ از روی تو خون سرخ گل خون خود آں چارینہ  
 توبہ مہ بنمودہ دست و آفتاب زرد گشتہ در زمین بگریختہ  
 خاطر م خاک درت را کردہ صفت دیدہ ام بسیار بر خود بیختہ  
 اہل دل را بوسے خوئی یزد مشک گرنہ با خاکت بود آمیختہ

خسرو از بہر نثار مدح تو  
 عقد شعری ہر زمان بگسیختہ

—•••••—

# تکدیتا

باتوچہ زہرہ مرالافِ محبت وے  
دوستیٰ بنِ رگانت بر دلِ من خویش باد

## ترکیب بند در مدح شیخ نظام

اے مونس سینہ ہائے غمناک      اے گم شدہ در تو دہم اور اک  
 در کارِ تو از کمالِ حیرت      سرگشتہ شدہ بخوم و افلاک  
 رہ سوے تو دور و اندریں راہ      دو کون چو نیم ذرہ خاک  
 بس مردم بوالفضل زدلا      از دیدہ ایں رہ خطرناک  
 آں جا کہ کمالِ بے نیازی ست      ابر آمد و برگرفت خاشاک  
 از عالم کن رویم بیرون      در حضرت تو رسم بے باک  
 پاک ست چو وصفِ بندگان      نبود ز ادب کہ گویمت پاک  
 خسر و کہ گرفت پائے پیراں      یعنی حد کارِ ادست خاشاک  
 ذاتے کہ براق را نہ شاید  
 آویزشش تو برد بہ فتراک

اے شربتِ عاشقی بہ جامت      وز دست زماں نماں پیامت  
 در سیر وصال ہر دو عالم      داخل بہ مسافت دو گامت  
 شد سلاکِ فرید از تو منظوم      زان ست کہ شد لقب نظامت  
 صد جانِ شریف پاک را چرخ      بگیاختہ و نوشتہ نامت  
 در گاہِ تو قبلہ و ملائکات      پیران چو کبوتران بہ بامت

لے این بند در سنو "ن" محذون است۔

سودا زدگان شوق حق را تسکین ز مفرح کلامت

جاوید بقاست بنده خسرو

پول شد به هزار جاں غلامت

اے در ره دیں رسول برحق	در وحی مُصَدِّق و مُصَدِّق
اے گفته به اُمت تو زداں	”قد جاءکم الرسول بالحق“
دین تو گزین به حکم محکم	ذات تو خلاصه ز امر مطلق
در کعبه ذات تو پریده	گیستی که کبوتر است ابلق
در مصحف مجد و آیت حسن	خط تو جو امی محقق
نامت که محمد است در دیں	از حمد خداے گشته مشتق
هر ماه ز ناخفت نشان داد	مه کز سر ناخن تو شد شوق
واللیل سیاه چتر تو شاه	والشمس سفید چتر بیرق

از لغت تو ذوق یافت خسرو

زاں شد سخنش چین مذوق

اے خاصه ”قرب لی مع الله“	سرخیل مقربان در گاه
اے های دو چشمه هوایت	داده به دو چشم خود ترا راه
هر کس که شفیع برد نامت	کارش به نظام شد هم آن گاه
تقدیر بروں نه کرده راهے	تا ر اے ترانه کرده آگاه
اے صوت هزار بجه چرخ	بر قامت همت تو کو تاه
مه کفشی تو گر به سر نه کرده	انجم زده کفش بر سر ماه

چوں شد دلِ خسرو از تو زنده  
حیاک الله فی رضا الله

## ترکیب بند فی نعت ابنی صلی الله علیه وسلم

دلی جہاں ماندہ خیزرہ سوے جاناں طلب	دلی جہاں ماندہ خیزرہ سوے جاناں طلب
پیردہ اعلیٰ است فقر گر مکی ایں کشاے	پیردہ اعلیٰ است فقر گر مکی ایں کشاے
مکتہ مردانت هست کنج سلامت گزین	مکتہ مردانت هست کنج سلامت گزین
محنت تاج و سریر گریہ تفاییت دود	محنت تاج و سریر گریہ تفاییت دود
چندر مرادت ز فقر کشف کلمات خشک	چندر مرادت ز فقر کشف کلمات خشک
مشیر شود صبر را در تہ چنگال کش	مشیر شود صبر را در تہ چنگال کش
ہست مراد کساں دولت روز وصال	ہست مراد کساں دولت روز وصال
ہر کہ شب زندہ داشت ہمدم روح الله	ہر کہ شب زندہ داشت ہمدم روح الله
مست شولے ہوشیار لیک از این بادہ نیز	مست شولے ہوشیار لیک از این بادہ نیز
در نفسِ ہل در دمایہ در ماں طلب	در نفسِ ہل در دمایہ در ماں طلب
لجہ دریاست عشق گر گہری آں طلب	لجہ دریاست عشق گر گہری آں طلب
منطق مرغانت هست ملک سلیمان طلب	منطق مرغانت هست ملک سلیمان طلب
توبہ گدایان گریزد دولت از ایشان طلب	توبہ گدایان گریزد دولت از ایشان طلب
چوں حضرت آشناست چشمہ حیوان طلب	چوں حضرت آشناست چشمہ حیوان طلب
مرد شود خصم را بر سر میدان طلب	مرد شود خصم را بر سر میدان طلب
آں چہ مراد من است در شب ہجران طلب	آں چہ مراد من است در شب ہجران طلب
ناچہ ربائی ز خوانش چاشنی جہاں طلب	ناچہ ربائی ز خوانش چاشنی جہاں طلب
از قدح مصطفیٰ جرعه احسان طلب	از قدح مصطفیٰ جرعه احسان طلب

## نامہ تلک الرسل فضل از او یافتہ

احمد مرسل کز دہر رخ علویانستہ

نامہ تلک الرسل فضل از او یافتہ

سنت عشاق نیست دل بہ ہوس داشتن	قالب خاکی چو باد ہمرہ خس داشتہ
زندگی مرد چہیست خواب نہادن ز سر	پس چو بردن رفت خواب پس نفس داشتہ
سنگ نکلدن بود در صف مردان عیب	دانہ ضعیف را دایم ہوس داشتہ

ترسمت انجام کار بارستوران کند  
 ناصیہ طفل راست نعلیہ گوہری  
 مرد نہ ترسد ز فقر شیر نہ ترسد ز زخم  
 ہمت درویش بس غلہ دے دُانگیں  
 عذر عروساں بود دھوئی مردی دُلبس  
 گنہم آدم بجوے کوہ صفت مصطفیٰ

میم کہ در احمدست چون بہ نزد بنگری

ہست بہ نقش احمد خاتم پیغمبری

ہر کہ بہ راہ وفا خاک ترا ز خاک نیست  
 در صف اہل صفا عاشق چالاک نیست  
 بہر چہ باغایاں پایہ رکاب آرد؟  
 آن کہ سرش بہر تیغ درختم فتراک نیست  
 بر تو کہ شد ہست ہر ہم ز درشتی تست  
 راہ چہ صحرا بودیل شغب ناک نیست  
 سبقت شیرست خصم باش کم آرازاںک  
 جزمزہ ہائے گوزن در خور تریاک نیست  
 خاک رہ عاشقاں سرمہ چشمست دیک  
 چون گنم از دست چون یدہ من پاک نیست؟  
 بر شرف نیستی رہ نہ برد ہر خسے  
 زان کہ بہ بام ہبشت ز محبت غلغلاک نیست  
 ہستی خواہیہ چہ سود زان چون نہ گیر دمراد  
 گنج بہ ویرانہ در جز خورش خاک نیست  
 آن چہ مقد رشست چون نہ شود پیش دکم  
 گمہ برسد خرمیم ورنہ رسد پاک نیست  
 بے روش مصطفیٰ راہ بر افلاک نیست

”علم آدم“ خطے از رقم دوتش

”گنت نبیا“ طراز بر علم دوتش

عشق نہ جائے ست کش بے خبر رادہند  
 اشک نہ لعلست کال بدگمرے رادہند  
 تیرہو جاناں زند جلوه دے راکنند  
 تیغ چو سلاط کشد منزہ سرب رادہند

چاشنی درد را سجده شکر آرا ز آنک  
درد و بلا زان تست گردم مردی نی  
بادہ عشاق چیست خواندن و آب چشم  
دیدہ مرا می دہد شربت اول از آنک  
پیش دو بینا نہ داد صورت اسرار عشق  
چشم من پائے شرع گر چہ کہ حیف است از آنک  
زہر بہ خوان ملک نامورے را دہند  
کن بہ زنی اعتراض تا دگرے را دہند  
دلے گرایں دور ما بے جگرے را دہند  
چاشنی مے نخست درد خورے را دہند  
آہ گرایں آئینہ کز نظرے را دہند  
خاک رہ مصطفیٰ بے بصرے را دہند  
بیچ نہ خواندہ دے خواندہ ہر دوسرے

خانہ ادبے شکم حامل دہی حند اس

اے زدم زندگی جسم تو جان ہمہ  
انظلمات عدم راہ کہ بردے بردن  
بروق کاف و فون از سر کلکت چکید  
تا بہ فصیحاں رسید گوہر لفظ تو شد  
یتیم ید اللہ توئی یا گھر اکتلوا  
بر سر مرہ بر نہ زہر تو کسے تیر از آنک  
ماؤ گناہ چوکوہ ہر دم دغم نے کہ ہست  
طرفہ کہ چوں آفتاب سایہ نہ داری دہا  
گر چہ بخوانی بہ لطف در چہ برانی بہ تہر

باتو دل کا فراں گر ز دروں را نہ گفت

نیست عجب زان کہ سنگ باتو سخن باز گفت

براہم از خون تو رحمت حق بیش باد  
کوہ کہ ابلیس شد تیر ز کیش تو خورد  
ہست در خلد باز ہفت درک بیش باد  
سہم سعادت مایا رب زان کیش باد



مایہ عصیانِ ماہست ز اندازہ بیش  
 باد بہ دینِ تو راست دیو دلم چوں شہاب  
 در حق با عاصیاں عینِ تو زان بیش باد  
 سوختہ آئیں شہاب دیو بد اندیش باد  
 با تو چہ زہرہ مرالافِ محبت دے ؟  
 چوں سفر افتد مراد رہ تار یک گور  
 پر تو دینِ ترا مشعلہ در پیش باد  
 از بد و لغو دروغ کام و بیم بہتیش  
 نام تو ام بر زباں مرہم ایں ریش باد  
 نوشِ شنائیت مرا کرد زباں بیش گل  
 شہدِ شہادت مدام بر سر ایں بیش باد  
 نعتِ تو گنجینہ لست نقدِ دو عالم درد  
 طعمہ زان تا ابد خسر و درویش باد

گم شدہ ام در تو خواست راہِ نقیص می کنم  
 رہ سوے قرآن دس ختم بریں می کنم



# قطعا

به باغ مجلس خود همچو بلبل  
نگه کن خسرو شیرین زباں را

## قطعات

تا کے لے بے ہمت از بہر دُلس کردہ دیگ      قبلہ سازی دہ کہ سے تہلے افسردہ را  
گر قبائے می کنی بارے منہ سر بر زمین      زان کہ در دیں سجدہ لے نبود نماز مردہ را

### ولہ

بہ چاہ فقر تو انگڑ نمانے ہمت باش      کہ گر چہ بیچ نہ داری بزرگ دارندت  
بدان کہ با ہمہ ہستی شوی خسیس مزاج      کہ گر چہ قاروں باشی گدا شمارندت

### ولہ

گر چہ فرزند زادہ ملک ست      بخت اگر نیست خاک میخاید  
در گدائے دہ ست دولت مند      ملک کار از وزیر بر باید  
گر چہ مادر نہ زاد دولت مند      سچی یہودہ دل بفرساید

### ولہ

کے سرفرد بردہ حضیض اہل کسے ؟      کورا فرانو ذرودہ ہمت گذر بود  
لیکن چو احتیاج عنانِ خرد گرفت      ناچار مرد دہ بہ دہ و در بہ در بود  
از مالِ دون طبع کہ در ماندگی رو بہت      مدقوق را دواے پسین شیر خرد بود

## وله

حاصل خود بخور و انده بیهوده نخور      باشد آن را بچو خوری حاصل دیگر باشد  
 دیگر آن را بخوری حاصل دیگر نه شود      غم امروز بهمان روزت درخور باشد  
 ابلهی باشد با هستی زر غم خوردن      هر که او غم خورد و دزد نه خورد خرم باشد

## وله

از جود و کرم قبول حق جوئی      خود نام بود گر آنت میل است  
 مقصود ز سرمه نود چشم ست      زیبایی چشم خود طفیل است

## وله

کس درین روزگار نتوان یافست      گر سخن با فردغ می گوید  
 هر که گوید که راست می گویم      راست گویم در درغ می گوید

## وله

از گفتن مدح دل بمیرد      شعر از چه تر و نصیح باشد  
 گردد ز نفس پیراخ، مرده      گر خود نفس مسیح باشد

## وله

گرچه بد خوی در کرم کوشد      عود هر دم همیشه سید کند  
 با همه نطف امیداران را      یاد آن خوی تا امید کند

خوش را در ابرویت خواہد  
بوی خوش موے را سفید کند

## ولہ

حسن اخلاق از نزد منداں تو اں کرد طلب  
بے خود را عیب نتواں کرد در ترک ادب  
مطہر بے می گفت خسر در اکٹے گنج سخن  
زاں کہ ایں علمے ست کز دقت نیاید در قلم  
پاسخش گفتم کہ من در ہر دو معنی کا علم  
فرق می گویم میان ہر دو معقول و درست  
نظم را علمے تصور کن بہ نفس خود تمام  
کہ کہے بے زیر دیم نظمی فرد خواند درست  
در کند مطرب بے ہاں ہاں ہوں ہوں سہرورد  
ناے زن را ایں کہ صوفی دارد گفتارے  
پس دریں صورت ضرورت تھا صوت و سماع  
نظم را حاصل عود سے داں و نغمہ زیور ش

خز بود آں کو ادب حبیب بہ سوے خز بود  
عیب نبود مور بر تخت سلیمان گر بود  
علم سستی ز فن نظم نیکو تر بود  
واں نہ دشوار است کا ندر کا غر و دفتر بود  
ہر دو را سنجیدہ برد زنی کہ آں بہتر بود  
تا دہد انصاف آں کہ ہر دو دانشور بود  
کونہ محتاج سماع و صوت خنیا گر بود  
بے معنی پہنچ نقصاں نے بہ لفظ اندر بود  
پہوں سخن بنود ہمہ بے معنی ڈا بہر بود  
لا جرم محتاج در قول کسے دیگر بود  
از بے شعر محتاج سخن پر در بود  
نیست عیبے گر عود سے خوب بے زیور بود

من کسے را آدمی دائم کہ داند ایں قدر

ورنہ داند پر سدا ز من در تہ پر سدا خز بود

## ولہ

سفلہ گر قصد دوستان دارد ہم بہ بیند سزاے خود ناچار

در تذکرہ دولت شاہ سمرقندی ایں قطعہ باستاناے ادیس و دبیت نقل است۔

خس کہ صد پے سر چراغ پرد عاقبت سوخته شود یک بار

### ولہ

روشن دلائل صاف در دل رخل بود در کار خلق چشم کشادن بہ خیر و شر  
پوشیدہ نیست نزد ہمہ کس کہ طاس یا سوراخ عیب باشد و غریب را ہنر

### ولہ

گریہ مردم نہ بہر مرگ خویشاں دادہ اند خندہ لے نہ بہر سخر دلاخ و بازی و ہوس  
لیک گریہ خاص بہر ترس ایزد یافتی یا نہ بہر اشتیاق دیدن دلدار و دوس  
خندہ بہر ریش آن بے ہمتے گرمی کند  
دعوی عشق خدا و ما سوا اللہش ہوس

### ولہ

کسے کو عشق دولت مند گردد بیفزاید ہزاراں اعتبارش  
نہ بینی گر بہ عشق ببل مست یکے مرغ ست و ہی خوانی ہزارش

### ولہ

مشو خستہ بہ شعر خویش غترہ کہ گویندہ بسے ہست از پس و پیش  
چو گفت خویش را بے عیب خواہی بہ چشم دشمنان میں گفتہ خویش  
ہمہ کس گفت خود را خوب داند  
دگر یار ست ہم تحسین کند پیش

## ولہ

زنا فسرد گاہِ مجھِ اثرِ زندگی دل نے از مزاجِ ظالم سوزندہ خوشے خویش  
نئے شعلہ لے بر آتشِ لالہ تو اسِ فردخت نے از گلِ پیراغ تو اسِ یافت بوسِ خویش

## ولہ

نہ رسمِ عقل بود نے 'طریقِ دانائی' کہ ز درِ خود کنی اندر گزافِ ہرزہ تلف  
در دینِ پردہ سخن گو سہ جوں بر شیم چنگ بر دینِ پردہ نواسے مزان چو پردہ دوت  
پھولان بیش رود، گفت کم رود بہ صواب  
پہو باد تیز رود، تیر کے رسد بہ ہر ت ؟

## ولہ

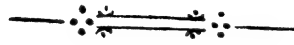
جواں مردے بہ دست آموز خود را کہ نزدِ ہمگناں مقدارِ یابی  
بہ دستِ داد باید شد جواں مرد جواں مرد زباں بسیارِ یابی

## ولہ

مرد بخشنده را کسے گویند کہ بہ درویش دہد پے در پے  
ہر کہ بخشد بتوانگر در سے خندہ کن گھر چہ بود حاتم طے  
ابرا گھر بر سرِ دریا بار د  
شاید از برق بخندد بر دے

## ولہ

حواس را اے ملک شغلے مفرماے کہ بدنامت کند از رشوہ خواری  
 کسے کز بہر تو با خلق بد کرد کند با تو ہمیں ناسازگاری  
 کسے کش پردری از خونِ مردم  
 دنا داری از ادچوں چشم داری؟





# رباعیت

اگرچه خسرو دے زمیں شدم بہ سخن  
ہم از وفا سوے تو دے بر زمیں ارم

## رباعیات

یارب کہ اماں نہ آب و گل دہ مارا    توبہ ز نگارانِ چگل دہ مارا  
در عالم بے دلی نمارہ داں گاہ    چوں دل برود ز دست دل دہ مارا

اے آں کہ شدہ طفیلت آدم پیدا    گشت از سبب تو پورخ اعظم پیدا  
نور تو نہ گنجید چو در یک عالم    بہر تو خدا کرد دو عالم پیدا

شیخ بہ حق نظام دیں شدہ مارا    بخور خداست عالم بالا را  
صاحب قدمے ست ہر مریدش کہ کند    بر شتی کفش حمیرہ نہ دریا را

از شیخ نظام چوں سلام ست مرا    با حسن عمل عیش مدام ست مرا  
امید پس مرا دو کام ست مرا    زیرا ہمہ کار با نظام ست مرا

گوئی تو کہ بوز خاک نہ بیزم آں جا    نہ نشینم تا ز جاں نہ خیزم آں جا  
جائے کہ چکد خوس ز رخت نامردم    گر خون دل از دیدہ نہ ریزم آں جا

انگور ہی گفت ز من جوے مرا    امروز کہ عزت ست ہر سوے مرا

لے رباعی در سن، مخدوۂ ست۔

شد پخته درون من ز دستِ خورشید گوی که کند هسته سیه رده مرا

تا چشم تو به نمودن ابرو و محراب زان قبله بنای دین من گشت خراب  
بر خاک در تو مردم چشم مرا فرض ست تیمم اگر چه عرق ست در آب

صانع ملک که هستی ما پر داخت دزد لطف شکستگان خود را بنواخت  
از خاک گل کوزه بردن می آید یعنی زنگ کوزه چنین باید ساخت

مادر بایم و عنقه با بشکفته ست بستاں ز پے آمدن آشفته ست  
گل نامه به دست، باد که دست روا مولے سخن چند زبانی گفته ست

اے بر سرِ خوبانِ بهار سرچشمیت درد از چه فتادست بگو در چشمیت ؟  
از بس که به چشم تو در آمد دل من درد دل من کرد اثر در چشمیت

آن درد که خود را به دوزانوے تو بست از بستگی خویش دل ما را سخت  
تا از دل دشمن تو گوید سخن در پیش تو آمد به دوزانوے نشست

عاشق که اسیر شد به زلفِ مست اندیشه او هیچ به خاطر هست ؟  
شطرنج امید با و صالت می باخت بازی بازی چنان ماند بر دست

لے لے لے لے لے در "ن" رباعی محذوف است۔

بر دل که ز عزم، نیمه ز خواب زده است چشم تو ز غمزه تیر پر تاب زده است  
زین سال که رواں کرد خیالت دِه چشم پس چیست بگو کو چه در خواب زده است؟

— ❖ ❖ ❖ —

خط بر لب تو نقش نگیں افتاده است خورشید از آن نگیں نگیں افتاده است  
ز آن زلف ترا شکسته شد سرتاپای کز سرو بلند بر زمین افتاده است

— ❖ ❖ ❖ —

مطرب که کما بچم در سرو آورده است از موی کس دوتا را رود آورده است  
پستان تو ز گیسو ارکجا افتاده است؟ یا ز گیسو تو شیر فردا آورده است؟

— ❖ ❖ ❖ —

در خوشه انگور بینی چون است؟ کز ذوق و حلالت ز صفت بیرون است  
از بس که زگر می هوا پخته شد دست سرتا قدمش آبله پر خون است

— ❖ ❖ ❖ —

انگور که جان در شکر آب افکنده است در جام نشاط ما شراب افکنده است  
هر خوشه چو مادرے که صد بخت بنزداد هر چند که تخم خود در آب افکنده است

— ❖ ❖ ❖ —

مسکین دلم از عزم به زیاں افتاده است زان زار زبانه در فغان افتاده است  
ماند دست افتاده در کف خوش پیراں دیوانه به دست کودکاں افتاده است

— ❖ ❖ ❖ —

عدم نه دلی که جاس من برگرددن است گردن داند صدای آن حد که چون است  
بله پرده نه من بردن نیامد آواز هر چند که آواز من از پرده بردن است

له له له له له له در "ن" رباعی مخذوف است۔

لے خشنیاش کہ بودہ با گلشن غارست نشست  
امرد نہ می رسد چو گل دست بہ دست  
گوید سخن بہ رمز سر پوشیدہ  
کاندر دل او ہزار بار بھی ہست

۲۱ شکر شاہ راہ بالا بگرفت  
دل رفت ز جاؤ غم در دجا بگرفت  
اے آب میاے بعد از این بالمتاں  
چوں جائے تو آب دیدہ ما بگرفت

۳ زین واقعہ کا سال بہ ملتان زادست  
از گریہ نفیر در ہماں افتادست  
فریاد ز گوش من بر آمد چہ کنم ؟  
ہر سوئے کہ گوش می نہم فریادست

۴ آں شمع کہ شمع روشنی را دودہ ست  
خود را رنج او کہ باد چشمت سودہ ست  
در دیدہ تو جائے گرفت است اے  
بسیار یہ دنیا لہ چشمت بودہ ست

۵ بار دے تو غنیمت را دہاں خنداں نیست  
گل ہست دے پیش رخت چنداں نیست  
از رشک لبست پستہ بخاید لب خود  
لیکن چہ کند در دہنش دنداں نیست

۶ دستار چہ در دست تو شاہا عجبت ؟  
در دے ہمہ نقشہاے زیبا عجبت ؟  
از غایت لطف ہست چوں قطرہ آب  
در قطرہ آب موج دریا عجبت ؟

در ملک قلندر کہ جہاں بانی ماست  
دیدن بہ پری دشاں سلیمانی ماست  
سند چو بر آسمان خمساہ کنم  
ہر قطرہ طے نیکین سلطانی ماست

لے لے لے لے لے در "ن" رباعی محذوف است۔

زاں کہ کہ مرا غم تو چوں جان بہ تن ست      خون ریختنم ز مردم دیدہ فن ست  
زین گونہ میں اشک مرا خار آخر      خون من و خار زادہ چشم من ست

از شعلہ عشق ہر کہ افر دختہ نیست      با دسر سوزنے دلم دختہ نیست  
مگر سوختہ دل نہ ای ز ما دور کہ ما      آتش بہ دلے ز نیم کاں سوختہ نیست

از چرخ پدید شد رخ خرم صبح      گل خاست ز خواب و شمشیدے از دم صبح  
روشن کنم آئینہ جان از دم صبح      چون تیرہ شد آئینہ ماہ از دم صبح

ہر جا کہ سخن در بت بت روافد      وہ کایں دل بت پرست آں سوافد  
یارب تو مراد روتہ اے وہ کہ بہ صدق      ”ہو“ گویم داندر دل من ”ہو“ افتد

وصف شرن تو بیش از ادراک آمد      سبق ادبت ”نجد ایاک“ آمد  
تو قیغ تو کز صحیفہ پاک آمد      ”لولاک لما خلقت الا فلاک“ آمد

احمد نامے کہ کان عالم زد بود      یک سوے تباہش فلک نہ تو بود  
بسیار چکید قطرہ ہا از آدم      آں قطرہ کہ بھر گشت آخرا د بود

چشم از رخ تو جلے دگر نتواں برد      سوادے تو از سینہ بدر نتواں برد  
بلے روے تو می رود بہ سر عمر عزیز      ضائع تر از ایں عمر بہ سر نتواں برد  
لے ایں رباعی در تذکرہ دولت شاہ ہم موجود است۔ لے ”در“ رباعی مخذون است۔

رخت از درد دوست بر گراں خواهم برد      جاں خواهم داد بلکه جاں خواهم برد  
لے دل پس از ایں تو دانی دال بد خوے      من ز حمت خویش ز میاں خواهم برد

زلفت کشم امشب همه شب جانم داد      چشم تر و اشک گوهر انشانم داد  
بوسی که بگفتی ار ترا دشوار است      کن بر لب خود حواله من دانم داد

دل در شکن زلف دو تائے تو بماند      جاں نیز چو ذره در هواے تو بماند  
هر کس سر خود گرفت و رفت از کویت      الا سر من که زیر پایے تو بماند

گویند نصیحت از چه افزودن آرد      عشق از دل عشاق بیرون چوں آرد؟  
سوزن که به صد سیله کشد خار ز پایے      پریکاں ز جگر چگونه بیرون آرد؟

شب سانی و دوست رو مرادشمن بود      من مست و به دل آں بیتیمیں تن بود  
هر بادہ که بود خون جان من بود      گوئی که بر آتش دلم روغن بود

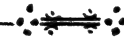
مار از حریف درد جاں می باید      بل برعه کش درد کشاں می باید  
آں شیفته سوخته جاں می باید      آتش زده اے به خان ماں می باید

دوش آمده دودعه شرابم می داد      خونا به به جائے می ناہم می داد  
می پر سیدم حال دل او خامش بود      دال زلف به جای او جوہم می داد

نامی صنی کہ در دلم رہ دادو دریا بُدے ہر کو دل آگہ دارد  
 با آن کہ سروخانہ دارد چہ خوشست؟ آں شوخ سرِ طرہ کہ بر مہ دارد



عشاق کہ بر روی تو دل بردستند تاجپست کہ باز در سر آرد دستند؟  
 جز خال کہ کجہ بہ میانِ ایشان امروز کہ ہر دو سر یکے کر دستند



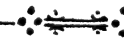
سورائِ خطِ توبہ دانہ جہاں بخرند سوراخ بہ دل کنند دینہاں بخرند  
 گمراہ آمدہ اند بر لبِ چوں شکرت مارا شکرے نیست کہ ایشان بخرند



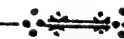
آں ترکِ خفا کہ بادِ سنش بوزید در زیرِ دو گوشِ خطِ سبزہ بکشید  
 گویِ سرِ زلفِ ادبیا لود زخوے کش زیرِ بنا گوشِ سیاہی بدمید



خونِ کزِ عنقت از دیدہ بردی می گذرد چوں در دہ دیدہ لے کہ خوں می گذرد  
 از مردِ ماک دیدہ بر آمدِ سرِ یاد کامروز در ایں خانہ چہ چوں می گذرد



زیریں دہلی شہ کہ فغاں می زاید وز زادنِ او طرب بہ جہاں می زاید  
 دیدم کہ در رستہ است اں کانِ گراں کاواڑہُ فنج ہر زماں می زاید



ہستم و سہلے کہ چوں مراساز کنند ز آوازہ جہانے پراز آوازہ کنند  
 در معرکہ چوں بانگ بر اعدائے زغم فرماں ست کہ "پوست از سرم باز کنند"

لے لے لے لے لے لے در "ن" رباعی محذوف است۔



بنگر به دهل چوں که شبش یاد کند از شادی خویش خلق را شاد کند  
هر که که کوزه زخمه زند در حق او از کوفتگی هزاره سر یاد کند

جورے کہ لب شکر فروش تو کند درستی چشم باده نوش تو کند  
در بند تراشیدن سر شد زلفت در نه زپے چه سر به بگوش تو کند

تیغنت که از ادروس حد و پشت بود گر دهم آفاق چو دوشست بود  
یارب که همه ادوس زین خون گیرد آں آب که پناش سه انگشت بود

قوسے که در ادروسه کیس می خسپند فریاد چه از بهر چنین می خسپند  
بر خاک نهاده اند سر با گوئی در ماتم خویش بر زین می خسپند

ایں گرد بلا یس که برانگیخته شد ناگه به سر پیرد جوان ریخته شد  
آں ادوس جوانان سیه خط بر خاک گر آب حیات بود هم ریخته شد

کافر چو به ززم سلم بر غازی کرد در گردن غازی رسن اندازی کرد  
ایں هم نه تعناست در نه کافر هرگز با خسر و غازی رسن بازی کرد

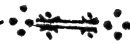
آں کیست که سوسه رفتگان ره جوید؟ مارا خبر از حال اسیران گوید  
پاسے که نه برگ گل خراشیده شدے یارب که میان خار چون می پوید؟

له له له له له له در "ن" رباعی محذوف است۔

خشنکاش که آرایش حلواش کنند      که در کف و گاه در دهن بجاش کنند  
بَرند بر اے ریزه اے چند سرش      دال که سر زیر و پاے بالاش کنند



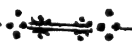
جانان لبِ تو آبِ جاں می ریزد      در غیرت تو خونِ کساں می ریزد  
دال جامه بر اندام تو از کرده خوس      پوئ قطره آب ست از آں می ریزد



یارب شد و زو در دلِ من آه بماند      وز دامنِ وصل دست کوتاه بماند  
بر خاکِ رمش دو دیده را ببنادم      ادرفت و مراد و دیده بر راه بماند



چشمیت که جفا باز مرا افزود آورد      تا چند ستم بر من محزون آورد ؟  
ایں گریه من که شبر و می پیشه گرفت      ترسم که شبی بر تو شبیخون آورد



بستاناں چو بسر کشید پیرایه ابر      آورده بر دشتِ فردایه ابر  
گل بس که لطیف نازک آمد در باغ      ترسم که گراں شود به اوسایه ابر



روحی تو شب اندر قمر آورد آخر      در آبِ رخسارِ ابر در آورد آخر  
آں خط که بر آتش عذار تو مید      دود از مه و خورشید بر آورد آخر



عاشق که شد از فر دخته جان و جگرش      هست از دلِ خود غمش نه از سیم برش  
پروانه نه شمع سوخت تا پای به سرش      بل کاتش دل گرفت در بال پرش

له له له در "ن" رباعی محذوف است۔

زخمِ دادم دوش بر بوسے چنڈش      ناگہ بگزیدم لبِ ہیموں قندش  
پر کالہ کہ کردہ ام جدا از لبِ او      جاں پارہ شریست دمی کنم پیوندش

گیسویے توبہ بسے ست ہم ز بخیرم      لیکن نہ چو من کہ زار دے تدبیرم  
ہم تو بکن ایں فرق کہ از دیدن تو      ایشاں ہمہ می زیند من می میرم

مایم کہ از قبلہ بہ بیت خو کر دیم      دیباچہ نام و ننگ یک سو کر دیم  
دل را کہ ہی خزینه معرفت ست      باز بچو کہ دوکانِ بت را کر دیم

دوڑے کہ نہ در خدمت خویشاں بزم      با عیش بہ دو دل پریشاں بزم  
عمر شد و دوستان اگر باز آیند      گو عمر مباحش من پریشاں بزم

مہ را سرِ ابروے تو دیدن نہ دہم      شب را خیم گیسویے تو دیدن نہ دہم  
اکی کس کہ بدید ویت ارجاں بدہد      جاں بر سرِ مویے تو ز دیدن نہ دہم

من سے نہ خورم کہ حسرت از دے نہ خورم      در نیز خورم باد و دمانے نہ خورم  
گویند مرا "تے خور" اے شیشہ سے      خون تو خورم زیں پس اگر سے نہ خورم

صانعِ احدے کہ ساخت این چمنِ کمن      نے عقل رسد بہ کنہ و صفش نہ سخن  
او خود ز یکا امر "کن" بہاں پیدا کرد      اکی کیست کہ در قضاںش گوید کہ "کمن"

لے لے لے در "ن" رہا گی محذوف است۔

ہستم دہل و زبا نگ من خصم جہاں صد نکتہ بہ پیش شہ برانم بہ زباں  
خالی کردم خانہ دل بردمنست کامد بر من عروس دولت بہنہاں

تا شد نہ بر من آں کہ بودے با من بس غم کہ مراد آید از پیراہن  
چوں ابرگر یستیم بہ چندیں قطرات چہ گریہ کہ قطرہ قطرہ کردم دامن

مایم خواب جوئے خواراں مارا چہ غم از طعنہ نیکوکاراں ؟  
ایں سرکہ نگد می خورد از خواراں کے غم خورد از سرزنش ہشیاراں ؟

مشکلیں خط تو کہ جوئے خوی آید ازاد دل خوش شود آں گئے زبوں آید ازاد  
خونم خوردی دگر کہ لب را بجزم نے خون تو خون من بردوں آید ازاد

جمعے ہمہ گردن بر من گمردہ گرد بودند چو خون کشتگاں اندر دو  
ہر خار ہمہ گرفت دامن کہ پیوے ہم آبلہ می فاد در پے کہ مدو

آں یار کہ شد غارت جان مہب اد بر بود دلم طرہ پچوں شب اد  
زاں بستہ ہمہ شود سخن دردش کز شیرینی نہ می کشاید لب اد

گرچہ رخ تو سمن بود ہم تو بگو در گل چو تو در چین بود ہم تو بگو  
ہر زان نہ بود سخن کہ گویم لب تو در بہتر از آں سخن بود ہم تو بگو

لے لے لے لے لے لے در "ن" رباعی مخذون است۔

گم دل به گناه می شود گو "می شو" در عقل ز راه می شود گو "می شو"  
 از دل نه رود خیال خط پسران گم نامه سیاه می شود گو "می شو"  
 گم جان برود بهر لقا دیدن تو چه زرق زنا دیدن تا دیدن تو  
 دیده که ترا دید مرا کرد اسیر بهرانش سزا کرد به نا دیدن تو  
 اے خلعت تو زمانه در پوشیده بشنوخه زبند سر پوشیده  
 با هر دو چو یک تنیم، نیکوتر بود یک نیمه برهنه و دیگر پوشیده  
 آزار من دل شده اے ماه محواه عشق چو ز حال دلم آگاه، محواه  
 من عشق ترا به جان دل می خواهم تو خواه بخواه بنده را خواه محواه  
 رفتی و مرا بماند اے روزه چومه دست طرب از دامن وصلت کوته  
 دامن که نه شود چشم من از گریه سفید بے روزه تولد روزه چنین چشم سیه  
 اے دوست رضا به حکم یزدانی ده ده طاعت حق داد مسلمانانی ده  
 چشمت چو زنا کند گرش خواهی یاک غاشش تو ز گریه پشیمانی ده  
 جانمانش بر گذر تیزی آه آتش رسد ز آتش انگیزی آه  
 تا در سر کوهی تو نه پنداری سهل شب گردی گریه و سحر خیزی آه  
 اے ختم رسل در نبوت بستی دزد معجزه جان منکراں را خستی  
 مردانه سه دو هفته کردی به دهنیم شاهانه مصاف بدر را بشکستی  
 در کوه نه دامن ز کجای آیی؟ کال روزه چومه به گرد می آرائی  
 اے گرد پیرا به روزه ادنی یایی؟ خورشید پیرا به گرد می اندازی؟  
 زلف تو که پیوسته به تابش داری آشوب دل من خوابش داری  
 تری خط تو هر زمان تازه تر است گر بیشتر اندر آفتابش داری

اے دل کہ ز سوداے کسے دیرانی      تا چند مرا زیاد ادنی رانی ؟  
 گفتی کہ ”بیکر زلفِ اد“ می خواہی      تا مار بہ دستِ دیگر اں گیرانی  
 ہستم دہل و شد تنم از لت چوبے      در خوردنِ چوبِ می کم آشوبے  
 گر از کثرہ کوفتہ شوم چہ توان کرد ؟      کس نیست کہ از کثر اں نہ داد و کوبے  
 از عز محمد اے نہ دار می خبرے      کن از ر ہ عقل در شہادت نظر  
 اللہ و محمد مست پیوستہ ہم      یعنی کہ میان شاں نہ گنجد دگرے  
 ہر روز بہ غمزہ قصدِ جانم چہ کنی ؟      سرگشتہ دُ رسواے جہانم چہ کنی ؟  
 یک شب اگر ت مست بیابم تنہا      دامنم چہ کنم اگر نہ دانی چہ کنی ؟  
 اے غم کہ ہی بر من غم خوار آئی      دتے چہ شود دگر بہ دل زار آئی  
 اے شب کہ سیاہ می کنی روز مرا      یارب کہ بہ روزِ من گرفتار آئی  
 زیں پیش من د کوے تو مردم خوار      عشقے دُ دلے دُ دردے دُ بیمارے  
 گر از تو نیابم بہ ہوس دیدارے      کم ز اں کہ در این ہوس بایم بارے  
 اے باد کہ از کوے وفا می آئی      آلودہ بہ بوے آشنا می آئی  
 ز اں گوئے کہ نغز و جہاں فرامی آئی      من می دامنم کہ از کجا می آئی ؟  
 ہر چند تو اے دل کہ بہ قرآن بینی      در حق محمد ہمہ احساں بینی  
 در حلقہ خاتم النبیین بنگر      تا در دل او اصبعِ رحماں بینی